ظفر المحصّلین باحوال المصنّفین

یعنی

حالاتِ مصنّفینِ درسِ نظامی

مع قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون

مع اضافاتِ جدیدہ

حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی
فاضل دار العلوم دیوبند

دار الاشاعت کراچی

ظفر المحصّلین باحوالِ المصنّفین

یعنی

حالاتِ مُصنّفینِ درسِ نظامی

مع قرّۃ العیون فی تذکرۃ الفنون

مع اِضافاتِ جدیدہ

حضرت مولانا محمّد حنیف گنگوہی
فاضل دار العلوم دیوبند

دار الاشاعت
اردو بازار ○ ایم اے جناح روڈ ○ کراچی ۱

طباعت : مارچ 2000ء
باہتمام : خلیل اشرف عثمانی
پریس : احمد پرنٹنگ کارپوریشن

ملنے کے پتے

ادارۃ المعارف کورنگی کراچی نمبر ۱۴
ادارۂ اسلامیات ۱۹۰، انار کلی لاہور
ادارۃ القرآن D/437 گارڈن ایسٹ لسبیلہ کراچی
مکتبہ دارالعلوم کورنگی کراچی نمبر ۱۴
کشمیر بک ڈپو، چنیوٹ بازار فیصل آباد
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور

بیت القرآن اردو بازار کراچی
بیت العلوم ۲۶ نابھ روڈ، پرانی انار کلی لاہور
مکتبہ رحمانیہ ۱۸ اردو بازار لاہور
مکتبہ سید احمد شہید الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ، راجہ بازار راولپنڈی
الفیصل تاجران کتب اردو بازار لاہور
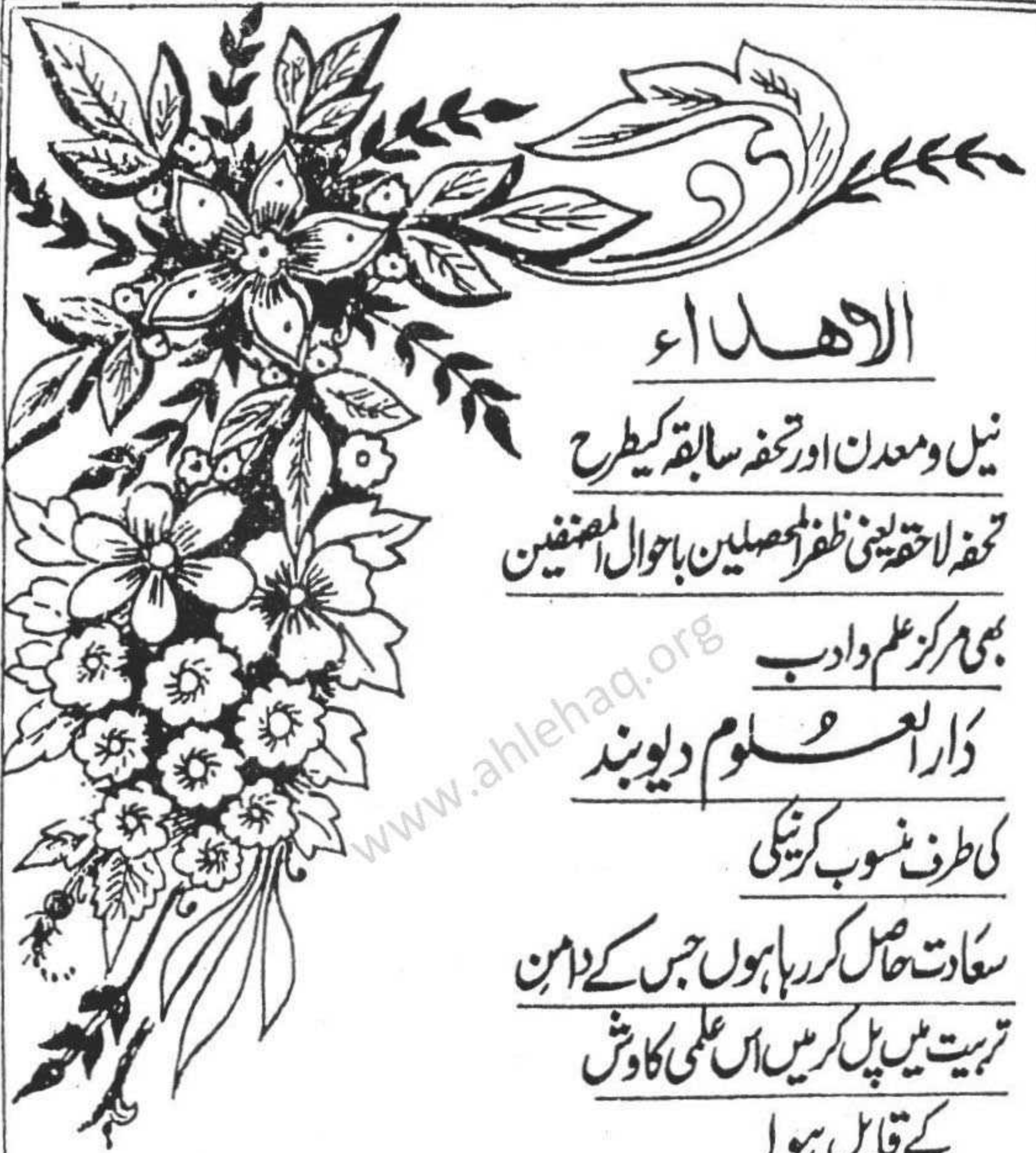
الاهداء

نیل ومعدن اور تحفہ سابقہ کیطرح

تحفہ لاحقہ یعنی ظفر المحصلین باحوال المصنفین

بھی مرکز علم وادب

دار العلوم دیوبند

کی طرف منسوب کرنیکی

سعادت حاصل کررہا ہوں جس کے دامن

تربیت میں پل کر میں اس علمی کاوش

کے قابل ہوا

محمد حنیف غفرلہ گنگوہی

فہرست کتب جن سے پیش نظر تالیف میں استفادہ کیا گیا

نمبر شمار	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	سنہ وفات
	الف			
	ابن ماجہ اور علم حدیث		مولانا محمد عبدالرشید صاحب نعمانی	مدظلہ
	اتحاف النبلاء		نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ
	آثار الصنادید		جواد الدولہ سر سید احمد خاں	
	احوال واشعار شیخ بہائی		علامہ سعید نفیسی	
	اخبار الحکماء		وزیر جمال الدین قفطی	
	استاذ العلماء		مولانا حبیب الرحمٰن خاں شروانی	
	امام رازی		مولانا عبدالسلام صاحب ندوی	
	انساب سمعانی	۳	حافظ ابوسعد عبدالکریم بن محمد مروزی	۵۶۲ھ
	انفاس العارفین	۱	شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
	انوار العارفین		حافظ محمد حسین مراد آبادی	
	آئینہ اودھ		سید محمد ابوالحسن مانکپوری	
	ب			
	باغی ہندوستان	۱	مولوی عبدالشاہد خاں شروانی	
	بستان المحدثین	۱	شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی	۱۲۳۹ھ
	بغیۃ الوعاۃ		علامہ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
	ت			
	تاریخ الاطباء	۱	شمس الاطباء حکیم غلام جیلانی	
	تحفہ سامی		شیخ سام مرزا صفوی	
	تذکرۃ الاعزاز		مولانا محمد انظر شاہ بن محمد انور شاہ کشمیری	مدظلہ
	تذکرۃ الصالحین		مولانا عبدالباری لکھنوی	
	تذکرہ علماء فرنگی محل		مولوی عنایت اللہ فرنگی محلی	
	تذکرہ علماء ہند		مولوی عبدالشکور عرف رحمان علی بن شیر علی	
	تذکرہ غوثیہ		مولوی گل حسن شاہ پانی پتی	
	التعلیقات السنیہ	۱	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	۱۳۰۷ھ
	تقریب التہذیب		حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
	ج			
	الجواہر المضیئہ		شیخ محی الدین ابو محمد عبدالقادر بن ابی الوفا قرشی	۷۷۵ھ
	ح			
	حبیب السیر	۴	علامہ غیاث الدین حسینی	
	حجۃ اللہ البالغہ	۲	حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی	۱۱۷۶ھ
	حدائق حنفیہ	۱	مولوی فقیر محمد بن حافظ محمد سفارش	بعد ۱۳۰۲ھ
	حسن المحاضرہ		علامہ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
	حیات دلی		حافظ رحیم بخش دہلوی	
	خ			

نمبر شمار	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	سنہ وفات
	خزینۃ الاصفیاء	۲	مفتی غلام سرور لاہوری	
	خلاصۃ الاثر	۴	محمد بن فضل اللہ محبی دمشقی	۱۱۱۱ھ
	د			
	دائرۃ المعارف	۱۲	بطرس بن یونس بن عبداللہ بن کرم بستانی	۱۸۸۳ھ
	درۃ الغواص	۱	ابو محمد قاسم بن علی حریری	۵۱۵ھ
	ر			
	رشحات عین الحیاۃ		شیخ صفی علاء الدین واعظ کاشفی	
	روح البیان	۴	شیخ اسماعیل حقی آفندی	
	روضات الجنات	۱	شیخ محمد باقر بن امیر زین العابدین	
	س			
	سلسلۃ المسجد	۱	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ
	سلک الدرر	۴	شیخ ابوالفضل سید محمد خلیل آفندی	
	سیر العلماء		حکیم بہاء الدین صدیقی گوپاموی	۱
	شاہ ولی اللہ	۱	مولوی عبدالقیوم مظاہری	
	شذرات الذہب	۷	شیخ عبدالحی بن العماد حنبلی	۱۰۸۹ھ
	الشقائق النعمانیہ	۲	احمد بن مصطفے طاش کبری زادہ رومی	۹۶۲ھ
	ض			
	الضوء اللامع	۱۲	شیخ شمس الدین بن محمد بن عبدالرحمن سخاوی	۹۰۲ھ
	ط			
	الطبقات الکبری	۶	قاضی تاج الدین عبدالوہاب بن السبکی	۷۷۱ھ
	طرب الاماثل	۱	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	۱۳۰۷ھ
	ع			
	علماء ہند کا شاندار ماضی	۴	مولانا محمد میاں صاحب	
	ف			
	فوات الوفیات	۲	شیخ محمد شاکر بن احمد الکتبی	۷۶۴ھ
	الفوائد البہیہ	۱	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	۱۳۰۷ھ
	ک			
	کتاب الاعلام	۱۰	علامہ خیر الدین زرکلی	
	کشف الظنون	۲	حاجی خلیفہ مصطفے بن عبداللہ معروف بملا کاتب چلپی	۱۰۶۷ھ
	م			
	محدثین عظام	۱	مولانا تقی الدین ندوی	
	مولانا محمد احسن نانوتوی		محمد ایوب قادری	
	معجم البلدان		شیخ ابو عبداللہ یاقوت حموی	۶۲۶ھ
	معجم العظمی			
	معجم المولفین	۱۴	شیخ عمر رضا کحالہ	

نمبر شمار	اسماء کتب	مجلدات	مصنف	سنہ وفات
	مفتاح السعادت	۲	احمد بن مصطفےٰ طاش کبری زادہ رومی	۹۶۲ھ
	مقدمہ ابن خلدون	۱	قاضی القضاۃ عبدالرحمٰن بن محمد خلدون حضرمی	۸۰۸ھ
	مقدمہ انوار الباری	۲	مولوی احمد رضا صاحب بجنوری	مدظلہ
	مقدمہ عمدۃ الرعایہ	۱	مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی	۱۳۰۷ھ
	(ن)			
	نزہۃ الخواطر	۵	علامہ عبدالحی بن فخر الدین حسنی	
	نظام تعلیم و تربیت	۲	مولوی سید مناظر احسن گیلانی	
	و			
	الوشی المرقوم	۱	نواب صدیق حسن خاں بھوپالی	۱۳۰۷ھ
	وفیات الاعلام		شیخ محمد یحیٰ بن محمد امین عباسی الہ آبادی	
	وفیات الاعیان	۲	قاضی شمس الدین احمد بن محمد معروف بابن خلکان	۶۸۱ھ
	ہ			
	ہفت اقلیم	۱	شیخ امین احمد رازی	

فہرست مضامین کتاب ظفر المحصلین باحوال المصنفین

نگراں تھیں بخارا سے لے کر مصر تک سارے ممالک اس امام عالی مقام کے سفر میں ہیں، دور اسلام کا مشہور سیاح ابن حوقل بغداد سے سیاحت کیلئے اٹھتا ہے اور بلاد اسلامیہ، بلاد بربر، اندلس، عراق اور فارس کو طے کرتا ہوا اپنی عمر کے اٹھائیس سال صرف کر دیتا ہے یہی وہ ابن حوقل ہے جس کو آج پوری دنیا صاحب المسالک والممالک والمغادر والھالک سے یاد کرتی ہے۔

در حقیقت ہیں زمانہ میں وہی خوش تقدیر نام مرنے پہ بھی مٹتا نہیں جن کا زنہار (عشرت)

حافظ ابو القاسم سلیمان بن احمد طبرانی متوفی سن ۳۶۰ھ صاحب معاجم ثلاثہ طلب حدیث میں تینتیس ۳۳ سال گھومتے رہے اور ایک ہزار مشائخ سے علم حاصل کرنے کے باوجود علمی تشنگی دور نہ ہوئی۔

امام ابو حاتم رازی نے اپنی سرگذشت خود بیان کی ہے کہ میں نے تین ہزار فرسخ سے زیادہ مسافت پیادہ پاطے کی تھی۔ ایک فرسخ تین میل کا ہوتا ہے لہذا ان کی پیادہ روی نو ہزار میل سے زیادہ ہوئی یہ ان کی سیاحت کی انتہاء تھیں بلکہ شمار کی حد ہے کیونکہ امام ممدوح فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے میلوں کا شمار چھوڑ دیا۔

مل ہی جائے گی کبھی منزل لیلے اقبال کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

ابن المقری بیان فرماتے ہیں کہ میں نے صرف ایک نسخہ ابن فضار کے خاطر ستر منزل کا سفر کیا تھا۔ اس نسخہ کی ظاہری حیثیت یہ ہے کہ اگر کسی نان بائی کو دیا جائے تو وہ ایک روٹی بھی اس کے عوض میں دینا گوارا نہ کرے گا۔ ایک منزل معمولی طور پر بارہ میل کی قرار دی گئی ہے بس اگلے علماء آٹھ سو چالیس میل ایک ایک کتاب کی خاطر طے کر ڈالتے تھے۔

بے محنت پیہم کوئی جوہر نہیں کھلتا روشن شرر تیشہ سے ہے خانہ فرہاد (اقبال)

حافظ ابن طاہر مقدسی نے جتنے سفر طلب حدیث میں کئے ان میں کبھی انہوں نے سواری کا سہارا نہیں لیا سواری اور بار برداری دونوں کا کام وہ اپنے نفس ہی سے لیتے تھے سفر پیادہ پا کرتے اور کتابوں کا پشتارہ پشت پر ہوتا، مشقت پیادہ روی کبھی کبھی یہ رنگ لاتی تھی کہ پیشاب میں خون آنے لگتا تھا۔

ضعف ہو لاکھ مگر دشت نوردی نہ چھٹے حشر تک چاہیئے مجنوں کی طرح نام چلے (راشد)

اس جفاکشی سے جو سیاحت حافظ ممدوح نے کی اس میں حسب ذیل مقامات مجملہ اور مقاموں کے تھے بغداد مکہ مکرمہ، جزیرہ، تیونس، دمشق، حلب، جزیرہ اصفہان، نیشاپور، ہرات مرحبہ، لوقان، مدینہ طیبہ، نہاوند ہمدان، واسط، ساوا، اسد آباد، اسفرائن، آمل، اہواز، بسطام، خسرو جرد، جرجان، آمد، استرآباد، بوشنجہ، دینور، رے، سرخس، شیراز، قزوین، کوفہ۔

حافظ ابو عبداللہ اصفہانی ایک مرتبہ اپنے مقامات رحلت کی تفصیل بیان کرنے لگے کہ میں حدیث حاصل کرنے گیا ہوں طوس، ہرات، بلخ، بخارا، سمرقند، کرمان، نیشاپور، جرجان غرض اسی طرح ایک سو بیس مقامات کے نام لے ڈالے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ اگر ان کے نام مسلسل لئے جائیں تو سننے والے گھبرا جائیں گے۔ آفریں اس باہمت جواں مرد پر جو اتنے مقاموں کا سفر کرتے کرتے نہیں گھبرایا۔

مکن زغصہ شکایت کہ در طریق طلب براحتے نہ رسید آنکہ زحمتے نہ کشید

امام ادب سیبویہ ابتداء طالب علمی میں فقہ اور حدیث پڑھا کرتے تھے نحو سے اس وقت تک ان کو چنداں مناسبت نہ تھی۔ اس زمانہ میں وہ حماد بن سلمہ کے مستملی بھی تھے ایک روز کسی حدیث کی روایت میں حماد نے الفاظ "لیس ابا الدرداء" املاء کئے سیبویہ نے ان کو ادا کرتے وقت "لیس ابو الدرداء" سامعین کو سنایا شیخ نے کہا غلط لفظ مت بتاؤ۔ "لیس ابا الدرداء" کہو۔ اس گرفت سے سیبویہ کو نہایت انفعال ہوا اور انہوں نے دل میں کہا کہ میں وہ علم کیوں نہ سیکھوں جو ایسی غلطیوں سے محفوظ رکھے چنانچہ انہوں نے علم نحو سیکھنا شروع کیا اور اس جدوجہد سے سیکھا کہ سینکڑوں برس سے طلبہ ان کا نام لے کر نحوی ہو رہے ہیں۔

ہر محنت۔ مقدمہ راحتے بود !شد ہمزبان حق چو زبان کلیم سوخت

سبط ابن جوزی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا (شیخ ابن جوزی) کو ایک بار سر منبر یہ کہتے سنا کہ میں نے اپنی ان انگلیوں سے دو ہزار جلدیں لکھی ہیں۔ جس شیخ وقت نے ڈھائی سو کتابیں تصنیف کر ڈالی ہوں اس کا دو ہزار جلدیں لکھ لینا ناممکن نہیں۔ جن قلموں سے شیخ ابن جوزی نے حدیث شریف. کی کتابیں لکھی تھیں ان کا تراشہ جمع کرتے گئے تھے جب وہ وفات پانے لگے تو وصیت کی کہ میرے غسل کا پانی اسی تراشہ سے گرم کیا جائے چنانچہ جس پانی سے ان کو غسل دیا گیا اس کے نیچے وہی پاک ایندھن جلایا گیا تھا۔

عام حالت پر بسر کی زندگی تو نے تو کیا کچھ تو کر ایسا کہ عالم بھر میں افسانہ رہے۔ (جگر)

امام ادب ثعلب ناقل ہیں کہ پچاس برس سے برابر میں ابراہیم حربی کو اپنی ہر مجلس لغت وادب میں موجود پاتا ہوں امام رازی کو تاسف ہوتا تھا کہ کھانے کا وقت کیوں علمی مشاغل سے خالی جاتا ہے چنانچہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ واللہ انی اتاسف فی الفوات عن الاشتغال بالعلم فی وقت الا کل فان الوقت و الزمان عزیز۔ بخدا مجھ کو کھانے کے وقت علمی مشاغل کے چھوٹ جانے پر افسوس ہوتا ہے کیونکہ فرصت وقت عزیز ہے۔

در بزم وصال تو بہنگام تماشہ نظارہ ز جنبیدن، مژگاں گلہ دارد

امام رازی اگر اوقات کو عزیز نہ سمجھتے تو نہ ان پر علوم کے راز کھلتے اور نہ کوئی ان کو امام کہتا۔

خاک در دستش بود چوں باد ہنگام اجل ہر کہ اوقات گرامی صرف آب و گل کند

نقصان کا عوض ہو زمانے میں کس طرح جو دن گذر گیا نہ کبھی عمر بھر ملا (منیر)

امام ادب ابو العباس ثعلب کی عمر اکانوے برس کی ہو چکی تھی کہ ایک دن جمعہ کے بعد مسجد سے دکان کو جانے لگے راستے میں کتاب دیکھتے جاتے تھے کتاب میں محویت اور ثقل سماعت پھر اس پر آواز کیا سنتے ایک گھوڑے کا دھکا لگا اور اس کے صدمہ سے بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑے، لوگ غشی کی حالت میں اٹھا کر مکان پر لائے ضعف پیری اتنے بڑے صدمہ کو کب برداشت کر سکتا تھا اسی حالت میں رحلت ہو گئی۔

نتیجہ زندگانی کا ہے کچھ دنیا میں کر جانا خیال موت بے جا ہے وہ جب آئے تو مر جانا (جگر لکھنوی)

جیتے ہو تو کچھ کیجئے زندوں کی طرح مردوں کی طرح جئے تو کیا خاک جئے۔ (حالی)

انتہائی پیری پر بھی ان کا شوق طلب اتنا قوی تھا کہ رہ نوردی میں جو وقت گذرتا اس کا جاتا رہنا بھی گوارا نہ ہوا۔

چہ حالت ست ندانم جمال سلمی را کہ پیش دیدنش افزوں کند تمنارا

سچ یہ ہے کہ اگر یہ علمی تشنگی نہ ہوتی تو ابو العباس ادب میں امامت کے درجہ کو نہ پہونچتے۔

قدیم زمانہ میں درس کا یہ قاعدہ تھا کہ استاد مطالب علمیہ پر جو تقریر کرتا تھا شاگرد اس کو قلم بند کرتے جاتے تھے اور نہایت احتیاط سے محفوظ رکھتے تھے ان یادداشتوں کو تعلیقات کہتے تھے۔ امام غزالی نے بھی تعلیقات کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا چند روز کے بعد وطن کو واپس آئے اتفاق سے راہ میں ڈاکہ پڑا اور آپ کے پاس جو کچھ سامان تھا سب لٹ گیا اس میں وہ تعلیقات بھی تھیں جو ان کو امام ابونصر اسمعیلی نے لکھوائی تھیں۔ امام غزالی کو اس کے لٹنے کا نہایت صدمہ تھا چنانچہ ڈاکوؤں کے سردار کے پاس گئے اور کہا میں اپنے اسباب میں سے صرف اس مجموعہ کو مانگتا ہوں کیونکہ میں نے انہیں کے سننے اور یاد کرنے کیلئے یہ سفر کیا تھا۔ وہ ہنس پڑا اور کہا کہ۔ "تم نے خاک سیکھا جب کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ ایک کاغذ نہ رہا تو تم کورے رہ گئے۔" یہ کہہ کر اس نے وہ کاغذ واپس دے دئے۔ امام صاحب پر اس کے طعنہ آمیز فقرے نے ہاتف غیبی کی آواز کا اثر کیا۔ چنانچہ وطن پہونچ کر وہ یادداشتیں زبانی یاد کرنی شروع کیں یہاں تک کہ پورے تین برس صرف کر دئے اور ان مسائل کے حافظ بن گئے۔

ع دست از طلب نہ دارم تا کام من بر آید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القرآن الکریم

قرآن کریم خدائے لم یزل ولایزال وایزد متعال کا وہ ازلی ابدی مقدس کلام معجز نظام ہے جو بذریعہ وحی افضل کائنات فخر موجودات سید المرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ ﷺ پر حسب ضرورت تئیس ۲۳ سال کی مدت میں تھوڑا تھوڑا نازل ہو کر ہم تک نا قابل شک تواتر کے ساتھ اس طرح پہونچا ہے کہ اس میں ایک لفظ کیا ایک نقطہ کا بھی تغیر و تبدل نہیں۔

نزول قرآن...... اس کے نزول کی ابتداء لیلۃ القدر میں ہوئی۔ قال اللہ تعالی انا انزلناہ فی لیلۃ القدر جس وقت تاجدار مدینہ سرکار دو عالم ﷺ کی عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو بروز دوشنبہ سب سے پہلی آیت اقراء باسم ربك نازل ہوئی اس وقت آپ غار حراء میں تشریف فرما تھے (جیسا کہ شیخین و دیگر محدثین نے حضرت عائشہ ؓ سے روایت کیا ہے) اس کے بعد حسب موقعہ آیتیں اور سورتیں نازل ہوتی رہیں جن میں مکی، مدنی، سفری، حضری، لیلی، نہاری، ارضی، سماوی مختلف حصے ہیں

نزول کے لحاظ سے آیات وسور کی قسمیں۔...... جو حصہ ہجرت سے پیشتر نازل ہوا اس کو مکی کہتے ہیں اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوا اس کو مدنی کہتے ہیں۔ آیات وسور کے مدنی ومکی ہونے کے بارے میں مشہور قول یہی ہے۔ دو اصطلاحیں اور بھی ہیں۔ اول یہ کہ جس کا نزول مکہ میں ہوا ہے وہ مکی ہے گو ہجرت کے بعد ہوا ہو اور جس کا نزول مدینہ میں ہوا ہے وہ مدنی ہے۔ دوم یہ کہ جس حصہ میں اہل مکہ سے خطاب ہے وہ مکی ہے اور جس کا روئے سخن اہل مدینہ کی طرف ہے وہ مدنی ہے۔

حفظ قرآن وکتابت فرقان...... اہل عرب کا حافظہ نہایت ہی قوی تھا وہ اپنے تمام شجرہائے نسب، اہم تاریخی واقعات، جنگی کارنامے، بڑے بڑے خطبے، لمبے لمبے قصیدے اور نظمیں سب زبانی یاد رکھتے تھے۔ جب قرآن پاک نازل ہوا تو عرب کی عام عادت کے مطابق خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے اس کو برزبان یاد رکھا اور ہمیشہ کیلئے یہ سلسلہ جاری فرمایا اسی لئے ارشاد ہے بل ھو آیات بینت فی صدور الذین اوتوا العلم۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی کتابت کا بھی اہتمام فرمایا کہ جس وقت کوئی آیت نازل ہوتی اسی وقت آپ لوگوں کو یاد کراتے، بلحاظ ترتیب اس کا مقام بتاتے اور کسی کاتب کو بلا کر لکھوا دیتے تھے

جمع وترتیب...... مگر چونکہ آپ کو اس کے بعض احکام یا تلاوت کو نسخ کرنے والے حکم کے نزول کا انتظار باقی تھا اس لئے عہد نبوی میں پورا قرآن ایک ہی جگہ سورتوں کی ترتیب کے ساتھ جمع نہ تھا بلکہ مختلف ٹکڑوں میں مرتب اور حفاظ کے سینوں میں محفوظ تھا جس کی تصریح حضرت زید ابن ثابت ؓ کی روایت میں موجود ہے جب آپ ﷺ کی وفات کے باعث سلسلہ وحی اور نزول قرآن ختم ہو گیا تو خلفاء راشدین نے اس عظیم الشان کام کو انجام دیا صحیح بخاری میں حضرت زید بن ثابت ؓ سے روایت ہے کہ جب جنگ یمامہ میں صحابہ کی ایک بڑی جماعت شہید ہوئی تو حضرت عمر ؓ حضرت صدیق اکبر ؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا۔ معرکہ یمامہ میں بہت سے قاریان قرآن کریم مقتول ہو گئے اور مجھے اندیشہ ہے اگر آئندہ معرکوں میں بھی وہ اسی طرح مقتول ہوتے گئے تو قرآن کا بہت سا حصہ ہاتھوں سے جاتا رہے گا میری رائے یہ ہے کہ آپ جمع قرآن کا حکم دیں۔ حضرت ابو بکر صدیق نے جواب دیا۔ جس کام کو رسول اللہ ﷺ نے نہیں کیا میں اسے کس طرح کروں۔ حضرت عمر نے کہا واللہ یہ بات بہتر ہے۔ آپ بار بار کہتے رہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابو بکر صدیق کو اس سلسلہ میں شرح صدر ہو گیا۔ آپ نے حضرت زید ابن ثابت ؓ سے فرمایا کہ تم سمجھدار نوجوان ہو کاتب وحی بھی ہو تم قرآن کی تفتیش و تحقیق کر کے جمع کرو۔ آپ نے بھی اولا" وہی عذر کیا جو حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے کیا تھا مگر بعد میں آپ کو بھی ان حضرات کی رائے سے اتفاق ہو گیا چنانچہ آپ نے اس کی جستجو شروع کی اور کھجور کی شاخوں، سفید پتھروں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے جمع کرنا شروع کر دیا اور سورۂ توبہ کی آخری آیتیں لقد جاء کم رسول الآیات صرف حضرت ابو خزیمہ

انصاری کے پاس پائیں۔ یہ منقول صحیفے ابو بکر صدیق کے پاس رہے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی محافظت کی اور حضرت عمر کے انتقال کے بعد وہ صحائف بجنسہ حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ رہے۔

جمع و ترتیب میں غایت احتیاط...... روایت میں اس کی بھی تصریح ہے کہ "حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی شخص سے قرآن کا کوئی حصہ اس وقت تک تسلیم نہیں کرتے تھے جب تک کہ وہ اپنے دو گواہ نہ لے آئے۔" پس حضرت زید بن ثابت کا خود حافظ قرآن ہونے کے باوجود دو شہادتیں بہم پہنچا کر مصحف میں تحریر کرنا حد درجہ احتیاط تھی۔

جمع قرآن بدور عثمان رضی اللہ عنہ...... امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آرمینیہ اور آذربائجان کی فتح کے موقعہ پر شامی اور عراقی دونوں ساتھ مل کر معرکہ آرائی میں شریک تھے وہاں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ان دونوں ممالک کے مسلمانوں کا قرآت میں اختلاف دیکھ کر سخت پریشان ہوئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آکر عرض کیا آپ امت مسلمہ کے یہود و نصاری کی طرح باہم مختلف ہونے سے پہلے ہی اس کی خبر لے لیجئے۔ یہ سن کر آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس کہلا بھیجا کہ جو صحیفے آپ کے پاس امانتاً رکھے ہیں انہیں بھیج دیجئے تاکہ میں ان کو مصحفوں میں نقل کرانے کے بعد پھر آپ کے پاس واپس ارسال کر دوں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے وہ صحائف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بھجوا دیئے اور آپ نے حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ عنہ عبد اللہ زبیر رضی اللہ عنہ سعد بن العاص رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن بن الحارث رضی اللہ عنہ بن ہشام کو ان کے نقل کرنے پر مامور کیا اور کہا کہ جہاں کہیں قرآن کے تلفظ میں تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان اختلاف ہو وہاں اس لفظ کو خاص قریش ہی کی زبان میں لکھنا کیونکہ قرآن انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ چنانچہ قریشوں کی اس جماعت نے مل کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حکم کی تعمیل کی اور جب وہ ان صحیفوں کو مصاحف میں نقل کر چکے تو حضرت عثمان نے وہ صحائف بدستور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس واپس بھیج دیئے اور اپنے لکھوائے ہوئے مصحفوں میں سے ایک ایک مصحف ممالک اسلامیہ کے ہر گوشہ میں ارسال کر دیا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ سن ۲۵ھ کا ہے۔ ہمارے دور کے بعض علماء نے یہ بات غالباً "سہواً" کہی ہے کہ یہ واقعہ تقریباً "سن ۳۰ھ کا ہے کیونکہ اس پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

سور قرآنی کی تعداد...... جن لوگوں کا اجماع قابل تسلیم اور معتبر ہے ان کے نزدیک قرآن کی جملہ سورتیں ایک سو چودہ ۱۱۴ ہیں اور ایک قول میں "الانفال" اور "براءۃ" کو ایک ہی سورت ماننے کے باعث ایک سو تیرہ ۱۱۳ ہی بیان کی گئی ہیں۔

قرآن کو سورتوں میں تقسیم کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس سے ہر ایک سورۃ ہی کو معجزہ ثابت کرنا مقصود ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ ہر ایک سورۃ ایک مستقل نوشتہ ہے چنانچہ سورۃ یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرتی ہے اور سورۃ براۃ منافقین کے حالات اور ان کے مخفی راز وغیرہ کا پردہ فاش کرتی ہے۔

آیات و کلمات اور حروف کی تعداد...... ابن القریس نے عثمان بن عطاء کے طریق پر بواسطہ عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ قرآن کی جملہ آیتیں چھ ہزار چھ سو سولہ (۶۶۱۶) ہیں اور قرآن کے تمام حروف کی تعداد تین لاکھ تیئیس ہزار چھ سو اکہتر (۳۲۳۶۷۱) حروف ہیں۔ الدانی کا قول ہے کہ تمام علماء سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کی آیتوں کی تعداد چھ ہزار ہے مگر پھر اس تعداد پر اضافہ کے متعلق ان میں باہم اختلاف ہے علماء تعداد مذکورہ پر اضافہ کے قائل نہیں۔ اور کچھ علماء کا خیال ہے کہ دو سو چار آیتیں زیادہ ہیں اور دو سو سے اوپر والی آیتوں کی نسبت چودہ۔ انیس۔ پچیس۔ اور چھتیس کے اقوال موجود ہیں۔ "بہت سے علماء نے قرآن کے کلمات کا شمار ستتر ہزار نو سو تینتیس (۷۷۹۳۳) بتایا ہے اور بعض مفسرین نے ستتر ہزار چار سو سینتیس (۷۷۴۳۷) اور کچھ علماء نے ستتر ہزار دو سو ستتر (۷۷۲۷۷) ان کے علاوہ اور بھی کئی اقوال ہیں۔ تعداد میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کلمہ کی ایک حقیقت ہوتی ہے پھر اس کا مجاز بھی ہوتا ہے اور اسی کے ساتھ اس کے لفظ اور رسم الخط کی بھی رعایت رکھی جاتی ہے اور ان سب ہی امور کا اعتبار کرنا جائز ہے چنانچہ ان علماء

الارواح (اصول دین میں) شرح مصابیح (حدیث میں) اور شرح کافیہ (نحو میں) اور شرح مطالع (منطق میں) منتہی المنی بشرح اسماء الحسنٰی، لب الالباب فی علم الاعراب، نظام التواریخ آپ کے تجر علمی کا بین ثبوت ہے اور آپ کی عظیم الشان تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل مستغنی عن البیان ہے، شرح تنبیہ اور تہذیب الاخلاق بھی آپ ہی کی ہے۔

تفسیر بیضاوی اور اس کا ماخذ ...... قاضی صاحب کی یہ تفسیر حقائق کلام وحکمت، دقائق حدیث وسنت، اسرار معانی و بیان، رموز فلسفہ ومیزان، وجوہ قرات وتفسیر آیات، منقول ومعقول تاویلات، غوامض صرف ونحو، مباحث لغات محاسن نظم قرآن، تبیین مقاصد تنزیل، کشف معانی مصحف جلیل۔ غرض صدہا علوم ومعارف کا خزینہ ہے جس میں اعراب و معانی اور امور بیان علامہ جار اللہ زمخشری کی تفسیر کشاف سے ماخوذ ہیں بلکہ قاضی بیضاوی کی تصنیفات کی فہرست میں ہم اس کتاب کا نام عموماً "مختصر الکشاف" ہی پاتے ہیں تفسیر بیضاوی کا نام تو طاش کبری زادہ نے الاسوی کی طبقات سے نقل کیا ہے (دیکھو مفتاح السعادۃ صفحہ ۴۳۶) تاہم بیضاوی نے کشاف کے سوا دیگر تفاسیر سے بھی چیزیں چنی ہیں چنانچہ حقائق کلام وحکمت امام فخر الدین رازی کی تفسیر "مفاتیح الغیب" اور غوامض اشتقاق ولطائف اشارات تفسیر راغب اصفہانی سے ماخوذ ہیں اور وجوہ معقولہ وتصرفات منقولہ سونے پر سہاگہ ہے جو اس مرد میدان کا کام ہے

قال المولی المنشی

اولوا الالباب لم یاتوا — بکشف قناع ماتبلی

ولکن کان للقاضی — ید بیضا لاتبلی

تفسیر بیضاوی کی اہمیت ...... اگر کوئی شخص ایک فقرہ کے مختلف پہلوؤں پر ادبی نقطہ نظر سے ذہن کو منتقل کرنے کی مشق بہم پہنچانا چاہے تو اس کے لئے کشاف کے بعد قاضی بیضاوی ہی کی تفسیر ہے جس کی گرم بازاری کا حال شاہجہاں اور عالمگیر کے عہد تک تو یہ رہا ہے کہ بعض لوگ قرآن کے ساتھ پوری بیضاوی کو بھی زبانی یاد کر لیتے تھے، ملا عبد الحکیم، سیالکوٹی جن کا بیضاوی پر مشہور حاشیہ ہے ان کے ایک شاگرد مولانا محمد معظم ساکن بنہ تھے تذکرہ علمائے ہند کے مصنف نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ "قرآن مجید مع تفسیر بیضاوی حفظ گرفتہ" مگر جب سے عقلی اور ذہنی کتابوں کا بوجھ بڑھا ہے اس وقت سے عام مدارس میں بیضاوی کے صرف ڈھائی پارے رہ گئے اور آج کل تو صرف سوا پارہ ہی کو کافی سمجھ لیا گیا۔

قاضی صاحب کی تعریف پر نواب صاحب کا بیجا اعتراض ...... ملا کاتب چلپی نے "کشف الظنون" میں قاضی صاحب اور آپ کے کارناموں کو پرزور الفاظ میں سراہا ہے اس پر نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب "اکسیر فی اصول التفسیر" میں حد سے زیادہ برانگیختہ ہو رہے ہیں کہتے ہیں کہ ملا کاتب چلپی کا مدح بیضاوی میں مبالغہ اور تفسیر بیضاوی کی ثناء و توصیف میں غلو از قبیل حبك الشی یعمی و یصم ہے ورنہ ظاہر ہے کہ قاضی بیضاوی کا فضائل سور کے سلسلہ میں بہت سی ضعیف بلکہ موضوع احادیث درج کرنا نیز اہل کلام وحکمت کی پیروی میں آکر نصوص کو ان کے ظواہر سے پھراتے ہوئے معقولیوں کے مذاق پر ڈھالنا ایک ایسی بات ہے جس میں موافق ومخالف سب یک زبان ہیں میں کہتا ہوں اس میں ملا صاحب کا قصور نہیں، اس واسطے کہ علوم دینیہ وفنون یقینیہ ہر دو میں قاضی صاحب کی مہارت افاضل فحول اور علماء عقول سب کے نزدیک مسلم ہے رہا اعتراض سو اول تو اس کا جواب خود ملا کاتب کے کلام میں مذکور ہے دوم یہ کہ اگر یہی بات ہے تو پھر قاضی شوکانی کی فتح القدیر ہی کون سی پاک ہے جس کے مطالعہ کی وصیت نواب صاحب کر رہے ہیں بلکہ خود نواب صاحب کی تفسیر خصوصاً اور جملہ تصانیف عموماً رطب ویابس سے بھرپور ہیں۔ سوم یہ کہ جملہ عیوب ونقائص سے پاک صاف تو صرف ذات ایزد متعال ہے اس قسم کی قدر یسیر چیزوں کو سامنے رکھ کر جملہ خوبیوں کو پانی کی نذر کرنا عین ناانصافی ہے۔

دنیاء فانی سے رحلت ...... تاج الدین سبکی نے "طبقات کبری" میں کہا ہے کہ قاضی صاحب نے سن ۶۸۵ھ میں تبریز

مقام میں وفات پائی، صلاح صفدی نے بھی اپنی تاریخ میں یہی سن مانا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ آپ تبریز ہی میں مدفون ہیں۔ کشکول بہائی میں بھی یہی مذکور ہے۔ بعض حضرات نے سنہ وفات سن ۶۸۲ھ ذکر کیا ہے مگر پہلا قول راجح ہے۔

و لبعضهم فی تاریخه

نصرت حق ناصر دین نبی

شد چواز دنیا بفردوس بریں

گو فرید العصر تاریخش دگر

۶۸۵

ناصر دین سید اہل یقیں

۶۸۵

حواشی بیضادی......(۱) حاشیہ محی الدین محمد بن شیخ مصلح الدین مصطفیٰ قوجوی متوفی سن ۹۵۱ھ، یہ حاشیہ عظیم المنافع کثیر الفوائد اور بہت سہل العبارۃ ہے یہ پوری تفسیر پر آٹھ جلدوں میں ہے، بعد میں موصوف نے اس میں کچھ ترمیم بھی کی ہے۔

(۲) حاشیہ ابن التمجید مصلح الدین مصطفیٰ بن ابراہیم، استاذ سلطان محمد خاں فاتح قسطنطنیہ، یہ تین جلدوں میں ہے جو حواشی کشاف سے ملخص ہے یہ بھی مفید اور جامع ہے۔

(۳) فتح الجلیل بیان خفی انوار التنزیل، لزکریا بن محمد انصاری مصری متوفی سن ۹۱۰ھ، ایک جلد میں ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ "الحمد لله الذی انزل علی عبده الکتاب اه" اور اخر بیضادی میں جو احادیث موضوعہ ہیں موصوف نے ان پر بھی تنبیہ کی ہے۔

(۴) حاشیہ کمال الدین اسماعیل بن بالی القرامانی مشہور بقرہ کمال۔

(۵) نواہد الابکار فی شواہد الافکار، شیخ جلال الدین سیوطی متوفی سن ۹۱۱ھ یہ بھی ایک جلد میں ہے۔

(۶) حاشیہ ابو الفضل صدیقی قریشی مشہور بگازرونی متوفی سن ۹۴۰ھ اس کا آغاز بایں الفاظ ہے "الحمد لله الذی انزل آیات بینات محکمت" یہ بھی ایک جلد میں ہے مگر حقائق و دقائق سے بھرپور ہے۔

(۷) حاشیہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی بن سعید کرمانی شافعی متوفی سن ۷۸۶ھ اس کی بھی سورۃ یوسف تک ایک جلد ہے آغاز بایں الفاظ ہے "الحمد لله الذی وفقنا للخوض اه"

(۸) حاشیہ محمد بن جلال الدین بن رمضان شروانی متوفی سن ۹۰۰ھ اس کی دو جلدیں ہیں آغاز بایں الفاظ ہے۔ "قال الفقیر بعد حمد لله العلیم العلام اه

(۹) حاشیہ جمال الدین اسحاق قرامانی متوفی سن ۹۳۳ھ

(۱۰) حاشیہ بابا نعمت الله بن محمد متوفی سن ۹۰۰ھ

(۱۱) حاشیہ مصطفےٰ بن شعبان سروری متوفی سن ۹۶۹ھ آغاز بایں الفاظ ہے "الحمد لله الذی جعلنی کشاف القرآن اه"

(۱۲) حاشیہ ملا عوض متوفی سن ۹۹۴ھ کافی ضخیم ہے تقریباً" تیس جلدوں میں ہے۔

(۱۳) الحام الماضی ایضاح غریب القاضی شیخ ابی بکر بن احمد بن صائغ حلبی متوفی سن ۱۱۴۷ھ۔

(۱۴) حاشیہ شیخ وجیہ الدین بن نصر الله بن عماد الدین علوی گجراتی متوفی سن ۹۹۸ھ۔

(۱۵) حاشیہ شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان رومی (ابن کمال پاشا) متوفی سن ۹۴۰ھ۔

(۱۶) حاشیہ شیخ اسماعیل شروان متوفی سن ۹۴۲ھ۔

(۱۷) حاشیہ شیخ محی الدین محمد آفندی بن پیر علی برکلی رومی متوفی سن ۹۸۱ھ۔
(۱۸) حاشیہ ملا عبد السلام دیوی (الہ آباد دھی)۔
(۱۹) حاشیہ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بنارسی متوفی سن ۱۱۳۳ھ۔
(۲۰) حاشیہ شیخ محمد بن علی حصکفی متوفی سن ۱۰۸۸ھ۔
(۲۱) حاشیہ شیخ ابی یوسف یعقوب البنانی متوفی سن ۱۰۹۸ھ۔
(۲۲) حاشیہ علامہ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی متوفی سن ۱۱۵۵ھ۔
(۲۳) ہدایۃ الرواۃ الی الفاروق المداوی للعجز عن تفسیر البیضاوی للشیخ محمود بن حسن افضلی مشہور بصادق گیلانی متوفی سن ۹۷۰ھ سورۃ اعراف سے آخر قرآن تک ہے۔
(۲۴) حاشیہ محمد بن فراموز مشہور بملا خسرو متوفی ۸۸۵ھ صرف سیقول السفھاء تک ہے مگر نہایت عمدہ ہے۔
(۲۵) حاشیہ ملا عبد الحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ سیقول کے ثلث تک ہے۔
(۲۶) حاشیہ محمد عبد الملک بغدادی حنفی متوفی ۱۰۰۶ھ یہ ملا خسرو کے حاشیہ کا ذیل ہے جو آخر بقرہ تک ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے الحمد للہ ھادی المتقین ا ہ"
(۲۷) تفسیر التفسیر لنور الدین حمزہ قرامانی متوفی ۸۷۱ھ یہ صرف زہراوین پر ہے۔
(۲۸) حاشیہ عصام الدین ابراہیم بن محمد عرب شاہ اسفرائنی متوفی ۹۴۳ھ اول سے آخر اعراف تک ہے اور تصرفات لائقہ و تحقیقات فائقہ سے مشحون ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ "الحمد للہ الذی غم بارفاد ارشاد الفرقان کل لسان ا ہ" اس کو سلطان سلیم خان کی خدمت میں ہدیہ کیا تھا۔
(۲۹) حاشیہ سعد اللہ بن عیسی مشہور لسعدی آفندی متوفی ۹۴۵ھ سورۃ ہود سے آخر تک ہے اور اس کے اول کے حصہ ان کے فرزند پیر محمد کا ہے جو حواشی کشاف سے اخذ کردہ تحقیقات لطیفہ و مباحث شریفہ سے مزین ہے۔
(۳۰) حاشیہ استاد سنان الدین یوسف بن حسام الدین متوفی ۹۸۶ھ سورۃ انعام سے کہف تک اور سورۃ ملک و مدثر اور قمر مختلف مقامات پر عمدہ حاشیہ ہے جو سلطان سلیم خان ثانی کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔
(۳۱) حاشیہ محمد بن عبد الوہاب مشہور بعید الکریم زادہ متوفی ۹۷۵ھ اول سے آخر طہ تک ہے۔
(۳۲) حاشیہ شیخ احمد شہاب بن محمد خفاجی متوفی ۱۰۶۹ھ آٹھ جلدوں میں ہے اور اچھا ہے۔
(۳۳) حاشیہ شیخ عثمان بن عیسی بن ابراہیم السندی برہانپوری متوفی ۱۰۰۸ھ
(۳۴) حاشیہ شیخ ابو یوسف یعقوب البنانی لاہوری متوفی ۱۰۹۸ھ
(۳۵) التقریر الحاوی شرح اردو بیضاوی۔ از حضرت الاستاذ مولانا سید فخر الحسن صاحب صدر مدرس دار العلوم دیوبند بیضاوی پر تعلیقات...... (۳۶) تعلیق سنان الدین یوسف بردعی مشہور بعجم سنان محشی شرح فرائض اول سے "وما کادو ایفعلون" تک ہے۔
(۳۷) تعلیق شیخ محی الدین محمد الکلبی متوفی ۹۲۲ھ
(۳۸) تعلیق مصطفیٰ بن محمد مشہور بہ بستان آفندی متوفی ۹۷۷ھ صرف سورۃ انعام پر ہے۔
(۳۹) تعلیق محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ یہ بھی صرف سورۃ انعام پر ہے۔
(۴۰) تعلیق شیخ اصلح الدین محمد متوفی ۹۷۷ھ آخر زہراوین تک ہے اور مباحث دقیقہ پر مشتمل ہے۔
(۴۱) تعلیق ملا حسین خلخالی متوفی ۱۰۱۴ھ سورۃ سین سے آخر تک ہے آغاز بایں الفاظ ہے۔ الحمد للہ الذی

تولہ العرفاء فی کبریاء ذاتہ اھ

(۴۲) تعلیق نصر اللہ رومی

(۴۳) تعلیق غرس الدین حسبی طبیب

(۴۴) تعلیق محی الدین محمد بن قاسم مشہور باخوین متوفی ۹۰۴ھ صرف زہراوین پر ہے۔

(۴۵) تعلیق سید احمد بن عبد اللہ قریمی متوفی ۹۵۰ھ

(۴۶) تعلیق محمد کمال الدین تاشقندی صرف سورۃ انعام پر ہے۔

(۴۷) تعلیق محمد بن عبد الغنی متوفی ۱۰۳۶ھ نصف بقرہ تک پچاس جزء ہیں۔

(۴۸) تعلیق محمد امین مشہور بابن صدر الدین شروانی متوفی ۱۰۳۶ھ صرف "الم ذلک الکتاب" تک ہے۔

(۴۹) تعلیق ہدایۃ اللہ علائی متوفی ۱۰۳۹ھ

(۵۰) تعلیق محمد سرانی

(۵۱) تعلیق محمد بن ابراہیم حنبلی متوفی ۹۷۱ھ

(۵۲) تعلیق محمد امین مشہور بامیر بادشاہ بخاری حسینی، سورۃ انعام تک ہے۔

(۵۳) تعلیق محمد بن موسیٰ بسنوی متوفی ۱۰۴۶ھ آخرہ سورۃ انعام تک ہے۔ آغاز بایں الفاظ ہے "الحمد لله الذی فضل بفضله العالمين على الجاهلين ا ھ" اس میں بہت [illegible] اور ایجاز ہے۔

(۵۴) تعلیق شیخ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ

(۵۵) تعلیق احمد بن روح اللہ انصاری متوفی ۱۰۰۹ھ آخر اعراف تک ہے۔

(۵۶) الاتحاف بتمیز ما تبع فیہ البیضاوی صاحب الکشاف، تعلیق محمد بن یوسف شامی، آغاز بیاں الفاظ ہے۔ "الحمد لله الهادی للصواب ا ھ"

(۵۷) تعلیق کمال الدین محمد بن ابی شریف قدسی متوفی ۹۰۳ھ

(۵۸) التعلیق الحاوی علی تفسیر البیضاوی للشیخ ابی المجد عبد الحق بن سیف الدین المحدث الدہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ

(۵۹) تعلیق سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ

(۶۰) تعلیق شیخ رضی الدین محمد بن یوسف مشہور بابن ابی اللطف قدسی متوفی ۱۰۲۸ھ

(۶۱) تعلیق محمد بن محمد بن عبد الرحمٰن معروف بامام الکاملیہ قاہری متوفی ۸۷۴ھ

تخاریج احادیث بیضاوی...... (۶۲) تحفۃ الراوی فی تخریج احادیث البیضاوی، للشیخ محمد بن الحسن المعروف بہ "ابن ہمات" حنفی متوفی ۱۱۷۵ھ (۶۳) الفتح السماوی بتخریج احادیث البیضاوی للشیخ عبد الرؤف المناوی

حل ابیات بیضاوی...... از مولانا فیض الحسن بن فخر الحسن سہارنپوری متوفی ۱۳۰۷ھ [1]

(۲) صاحب تفسیر ابن کثیرؒ

نام و نسب اور پیدائش...... اسماعیل نام عماد الدین لقب ابو الفداء کنیت اور باپ کا نام عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر ہے اور قیسی الاصل میں ۷۰۰ھ ۷۰۱ھ اطراف بصری شام کی بستی "مجدل" میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد عمر خطیب تھے، زندگی کا اکثر حصہ دمشق میں گذرا اس لئے دمشقی کہلاتے ہیں، یہ بھی یاد رکھنا چاہتے کہ ابن کثیر کے ساتھ

---

[1] از مفتاح السعادۃ، طبقات کبری، کشف الظنون، دائرۃ المعارف، نظام تعلیم وغیرہ ۱۲

ایک اور شخصیت بھی موسوم ہے۔ یعنی صاحب "المختصر فی اخبار البشر" وصاحب "تقویم البلدان" وغیرہ۔ ان کا نام بھی اسماعیل ہے اور ابوالفداء کنیت ہی سے مشہور ہیں لیکن یہ صاحب ترجمہ کے علاوہ ہیں جو دمشق کے امیر وحاکم تھے۔ ان کی وفات ۷۳۲ھ میں ہے۔

تحصیل علوم...... ۷۰۶ھ میں جب کہ آپ کی عمر چھ سال سے بھی کم تھی اپنے بھائی شیخ عبدالوہاب کے ساتھ دمشق آئے اور ان سے تعلیم لی اس وقت والد ماجد وفات پاچکے تھے۔(دوسری روایت یہ ہے کہ ۷۰۶ھ میں اپنے والد ہی کے ہمراہ دمشق پہنچے تھے) یہاں آپ نے کتاب التنبیہ اور مختصر ابن حاجب حفظ یاد کی۔ برہان فزاری اور کمال الدین ابن قاضی شہبہ سے فقہ حاصل کیا۔ اصبہانی سے اصول کی تعلیم حاصل کی، ابن السوید اور قاسم بن عساکر وغیرہ شیوخ حدیث سے سماع اور روایت حدیث حاصل کی اور شیخ ابوالحجاج مزی شافعی سے تکمیل کی جو آپ کے خسر بھی ہوئے تھے۔ علامہ تقی الدین ابن تیمیہ کی بھی شاگردی کی ہے اور باوجود شافعی المسلک ہونے کے علامہ موصوف سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ حتی کہ طلاق اور دیگر مسائل میں علامہ ہی کے خیالات کی تائید کی۔ جس کی وجہ سے تکالیف بھی اٹھائیں، جب علامہ کا انتقال ہوا تو اپنے خسر کے ساتھ قید خانہ جاکر ان کے چہرے سے چادر اٹھائی اور پیشانی کو بوسہ دیا۔

علمی مقام اور درس وتدریس...... حافظ ابن کثیر اپنے زمانہ کے مشہور ومعروف محدث، مفسر اور مورخ تھے۔ تفسیر وحدیث فقہ ونحو میں کمال اور فن رجال وعلل حدیث میں گہری نظر رکھتے تھے۔ حافظ ذہبی نے معجم میں آپ کو امام، مفتی، بارع، فقیہ، متقن، مفسر اور صاحب تصانیف مفیدہ لکھا ہے، آپ کی زندگی افتاء ومناظرہ، تصنیف وتالیف اور درس وتدریس میں گذری۔ ایک عرصہ تک مدرسہ "ام الصالح" میں درس دیتے رہے اور علامہ ذہبی کی وفات کے بعد مدرسہ "تنکزیہ" میں بھی درس دیا ہے۔ علماء احناف کے مشہور فاضل صدرالدین علی بن محمد بن العز الاذرعی الدمشقی المتوفی ۷۴۶ھ صاحب شرح عقیدہ الطحاوی اور شیخ محمود بن احمد بن مسعود قونوی دمشقی متوفی ۷۷۰ھ شارح عقیدہ الطحاوی آپ کے شاگرد رشید ہیں۔

علمی خدمات...... آپ نے بہت سی کتب جلیلہ نافعہ تصنیف کیں جو آپ کی زندگی ہی میں دور دراز مقامات میں پھیل چکی تھیں۔

(۱) "التکمیل فی معرفۃ الثقات والضعفاء والمجاہیل" یہ پانچ ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۲) جامع المسانید والسنن الہادی لاقوم سنن۔ اس میں مسند امام احمد کو بترتیب حروف مدون کرکے ہر صاحب روایت صحابی کا ترجمہ ذکر کرتے ہوئے اس کی تمام روایات مرویہ اصول ستہ، مسند احمد، مسند بزاز، مسند ابی یعلی، معجم کبیر وغیرہ جمع کی ہیں اور بہت سے علمی حدیثی فوائد بڑھائے ہیں اور زوائد طبرانی وزوائد ابویعلی کو بھی شامل کیا ہے۔

(۳) الاجتہاد فی طلب الجہاد۔ یہ ایک رسالہ ہے جو امیر منجک کے لئے اس وقت تصنیف کیا تھا جب فرنگیوں نے قلعہ ایاس کا محاصرہ کیا۔

(۴) تخریج ادلۃ التنبیہ

(۵) مسند الشیخین

(۶) طبقات الشافعیہ

(۷) مختصر علوم الحدیث

(۸) الکوکب الدراری

(۹) الاحکام الصغری، فروع واحکام میں ایک مبسوط کتاب کی تالیف بھی شروع کی تھی جو مکمل نہ ہو سکی۔

(۱۰) تاریخ الکامل۔ اس میں ۶۲۸ھ تک کے حالات ہیں۔

(۱۱) کتاب فضائل القرآن۔ یہ تفسیر ابن کثیر کا ذیل ہے جس پر تفسیر کی تکمیل ہے۔
(۱۲) تفسیر ابن کثیر ...... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ شہرت دو کتابوں کو حاصل ہوئی۔ ایک تفسیر ابن کثیر کو جس کے متعلق حافظ سیوطی لکھتے ہیں "لم یولف مثله" کہ اس جیسی تفسیر نہیں لکھی گئی، اس واسطے کہ آپ سے پہلے تفسیر نگار لوگ احادیث صحیحہ کے ساتھ روایات ضعیفہ بلکہ اسرائیلیات کو بھی جگہ دے دیتے تھے، حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب محدثین کے طرز پر تصنیف کی اور احادیث صحیحہ کو روایات ضعیفہ سے ممتاز کرنے میں بڑی حد تک کامیاب رہے، یہ کتاب مصر سے چار ضخیم جلدوں میں طبع ہوئی ہے اور اس کا کچھ حصہ داخل درس بھی ہے، آپ کی دوسری اہم کتاب (۱۳) البدایہ والنہایہ ہے جو چودہ ضخیم جلدوں میں مصر سے طبع ہوئی ہے، راقم الحروف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ نہایت مفید علمی ذخیرہ ہے۔ جس میں ابتداء تخلیق سے ۷۶۷ھ تک کی تاریخ ہے۔ پس اس میں آپ کی کتاب الکامل کے لحاظ سے ایک سو انتالیس سال کی مزید تاریخ ہے۔
وفات ...... آپ نے ۱۵ شعبان ۷۷۴ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ اب آپ دمشق کے مقربہ صوفیہ میں ابن تیمیہ کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ [۱]

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید زجام دہر مئے "کل من علیہا فان"

(۳) صاحب مدارک التنزیل

ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی کی تصنیف ہے۔ جن کے حالات کنز الدقائق کے ذیل میں آئیں گے انشاء اللہ تعالی

(۴) صاحب جلالین

(نصف ثانی)

نام و نسب اور سکونت ...... نام محمد، لقب جلال الدین اور والد کا نام احمد ہے۔ پورا نسب یوں ہے جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن احمد بن ہاشم الجلال ابی عبداللہ بن الشہاب ابی العباس بن الکمال الانصاری المحلی، محلہ کبری کی طرف منسوب ہیں جو مغربی مصر کا ایک شہر ہے، آپ ماہ شوال ۷۹۱ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں نشو ونما پائی۔
تحصیل علوم ...... پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور ابتدائی چند کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد فقہ علامہ بیجوری، جلال بلقینی، ولی عراقی، شمس برماوی سے اور اصول عز بن جماعہ سے اور نحو شہاب عجیمی، شمس شطنوفی سے اور فرائض و حساب ناصر الدین بن انس مصری حنفی سے اور منطق، جدل، معانی، بیان، عروض، اصول فقہ بدر محمود اقصرائی سے اور اصول دین اور تفسیر عالمہ شمس بساطی وغیرہ سے حاصل کیا۔ نظام صیرامی حنفی، شمس بن الدیری حنفی، مجد برماوی شافعی، شہاب احمد مغراوی مالکی اور بقول بعض کمال دمیری، شہاب بن العماد، بدر طنبدی وغیرہ کے حلقہائے درس میں بھی شریک ہوئے اور حدیث ولی عراق وغیرہ سے حاصل کی، بقول بعض علامہ بلقینی، ابن الملقن ابناسی سے بھی روایت رکھتے ہیں۔
درس و تدریس ...... شروع میں آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے کچھ عرصہ کے بعد ایک شخص کو اپنی جگہ قائم مقام کیا اور خود درس و تدریس میں مشغول ہو گئے اور خلق کثیر نے آپ سے علم حاصل کیا۔ بلکہ بہت سے فضلاء تو آپ کی زندگی

[۱] از مفتاح السعادۃ، کشف الظنون، درر کامنہ، ذیل تذکرۃ الحفاظ، شذرات الذہب وغیرہ ۱۲۔

(۵) کمالین للشیخ سلام اللہ بن شیخ الاسلام بن عبد الصمد فخر الدین حنفی متوفی ۱۲۲۹ھ (از احفاد شیخ عبد الحق محدث دہلوی)
(۶) تعلیق بر جلالین۔ از مولوی وصی علی بن حکیم محمد یوسف ملیح آبادی [1]

(۵) صاحب جلالین

(نصف اول)

نام و نسب اور سکونت...... نام عبد الرحمٰن، لقب جلال الدین، کنیت ابو الفضل ہے۔ پورا نسب یوں ہے۔ عبد الرحمٰن جلال الدین بن ابی بکر محمد کمال الدین بن سابق الدین بن عثمان فخر الدین بن محمد ناظر الدین بن سیف الدین خضر بن ابی الصلاح ایوب نجم الدین بن محمد ناصر الدین بن شیخ ہمام الدین السیوطی۔ سیوط کی طرف منسوب ہیں۔ جس کو اسیوط بھی کہتے ہیں۔ نواح مصر میں دریائے نیل کے مغربی جانب ایک شہر ہے۔ [2] یہیں محلہ خضریہ جو سوق خضر کے ساتھ مشہور ہے۔ بعد مغرب یکم رجب ۸۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے عہد کے نہایت باکمال ائمہ فن میں سے تھے۔ قدرت کی طرف سے ان کی ذات میں بہت سی خصوصیات اور خوبیاں ودیعت کی گئی تھیں۔

تحصیل علوم...... آپ پانچ سال سات ماہ کے تھے کہ ۸۵۵ھ میں سایہ پدری سے محروم ہوگئے۔ حسب وصیت والد ماجد چند بزرگوں کی سرپرستی میں آئے جن میں شیخ کمال الدین ابن الہمام حنفی بھی تھے۔ انہوں نے آپ کی طرف پوری توجہ کی۔ چنانچہ آپ نے آٹھ سال سے کم عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہو کر عمدہ، منہاج، اصول الفیہ، ابن مالک وغیرہ کتابیں حفظ کیں۔ شیخ شمس سیرامی اور شیخ شمس مرزمانی حنفی سے بہت سی درسی وغیر درسی کتابیں پڑھیں۔ شیخ شہاب الدین الشار مساحی سے فرائض کی تحصیل کی۔ شیخ الاسلام علم الدین علامہ بلقینی، علامہ شرف الدین المناوی اور محقق دیار مصر سیف الدین محمد بن محمد حنفی کے حلقہائے درس سے بھی مدتوں استفادہ کیا۔ علامہ محی الدین کافیجی کی خدمت میں چودہ سال تک رہے۔ [3]

علمائے فحول کی فحش ترین غلطی...... صاحب "حصول المامول من علم الاصول" و "الجنۃ فی الاسوۃ الحسنۃ بالسنۃ" یعنی نواب صدیق حسن خاں نے ذکر کیا ہے کہ علامہ سیوطی، حافظ ابن حجر عسقلانی کے شاگرد ہیں، لیکن یہ از روئے تاریخ بالکل غلط ہے کیونکہ اصحاب تواریخ و طبقات کی تصریح موجود ہے کہ حافظ ابن حجر کی وفات ۸۵۲ھ میں ہوئی ہے اور حافظ سیوطی کی پیدائش ۸۴۹ھ میں ہے تو حافظ ابن حجر کی وفات کے وقت حافظ سیوطی تین سال کے تھے۔ فانی یصح التلمذ، دراصل موصوف کو قاضی شوکانی اور ملا علی قاری کی عبارت سے دھوکا ہوا ہے۔ ملا علی قاری نے مرقاۃ مشکوٰۃ کے شروع میں لکھا ہے قد حصل لی اجازت تامت ورخصت عامت من الشیخ العلامت علی بن محمد بن احمد الخبانی الازہری الاشعری الانصاری وقد قال قرات علی شیخ الاسلام و امام الائمت الاعلام الشیخ جلال الدین السیوطی کتابمن

---

[1] از مفتاح السعادۃ، الضوء اللامع، کشف الظنون وغیرہ۔ ۱۲

[2] فی العجم العلمی اسوط ھی مدینہ تبعد قلیلا عن الشاطی الغربی للنیل وھی ذات تجارۃ وصناعت وثروۃ وعمران یصنع فیھا الآبنوس وقرن الخرتیب وسن الفیل وفیھا آثار قدیمت وھی عاصمنہ مدیریتھا یسکنھا نحومن ستین الفامن النفوس (مدیریتہ اسیوط مساحتھا ۴۳۰۰۰۰) فدان ویسکنھا اکثر من نصف ملیون نسمت، عدد مراکزھا سبعت اسیوط وانبوب وابوتیج البداری ومنفلوط ودیروط وملوی، اشھر محصو لانھا القطن والکتان والعدس والفول وقصب السکر دالحبوب ۱۲۔

[3] حاطب لیل وجارف سیل میں آپ نے اپنے اساتذہ کی تعداد ۱۵۱ گنائی ھے۔

الحدیث وغیرہ من العلوم کالبخاری و مسلم و غیر ھمامن الکتب الست وغیرھا البعض قراءۃ والبعض سماعاوقد اجازنی بجمیع مرویاتہ وبما اجازہ بہ خاتمت المحدثین مولانا الشیخ ابن حجر العسقلانی" موصوف نے منح الوصول الی اصطلاح احادیث الرسول" کے بعض مواضع میں ملا علی قاری کی مذکورہ بالا عبارت کے ساتھ منہیہ لکھ کر اس کے آخر میں کہا ہے۔ "وھذا یدل علی ان السیوطی اخذ عن الحافظ ابن حجر صاحب الفتح فلیعلم۔" حالانکہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ یہ از روئے تاریخ بالکل محال ہے اس لئے ملا علی قاری اور قاضی شوکانی کے کلام کو تلمذ بالواسطہ پر محمول کیا جائے گا کہ کبھی تلمیذ کا اطلاق تلمیذ التلمیذ پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ خود فاضل موصوف نے "ھدایتہ السائل الی ادلۃ المسائل" میں سیوطی کو ابن حجر کا تلمیذ بتانے کے بعد جو منہیہ لکھا ہے اس کا حاصل یہی ہے۔ انہ ھکذا ذکرہ الشوکانی ولعل التلمذ بالواسطہ اوبالا جازۃ، نبہ علی ذلک کلہ المولیٰ عبدالحی اللکنوی فی التعلیقات السنیتہ۔"

درس و تدریس اور افتاء ...... تحصیل و تکمیل کے بعد ۸۷۱ھ میں افتاء کا کام شروع کیا اور ۸۷۲ھ سے املاء حدیث میں مشغول ہوئے اور تدریس عربی کی اجازت تو آپ کو ۸۶۶ھ ہی میں مل گئی تھی۔ موصوف نے "حسن المحاضرہ" میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ نے مجھے سات علوم تفسیر، حدیث، فقہ، نحو، معانی، بیان، بدیع میں تبحر عطا فرمایا ہے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے حج کے موقع پر آب زمزم پیا اور یہ نیت کی کہ فقہ میں شیخ سراج الدین بلقینی کے رتبہ کو اور حدیث میں حافظ ابن حجر کے رتبہ کو پہنچ جاؤں، شمس الدین محمد بن علی بن احمد الداؤدی المالکی علامہ علی ابن محمد بن احمد الیمانی الازہری نے آپ سے پڑھا ہے

قوت حافظہ ...... آپ اپنے زمانہ میں علم حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ نے خود فرمایا ہے کہ "مجھے دو لاکھ احادیث یاد ہیں اور اگر مجھے اس سے زیادہ ملتیں تو ان کو بھی یاد کرتا۔ شاید اس وقت اس سے زیادہ دنیا میں موجود نہیں۔"

عزت و گوشہ نشینی ...... جب چالیس سال کی عمر ہوئی تو آپ نے درس و تدریس، افتاء و قضا اور تمام دنیوی تعلقات ختم کر کے تجرد و گوشہ نشینی اختیار[1] کی اور ریاضت و عبادت رشد و ہدایت میں مشغول ہو گئے۔

خلوتے خواہم کہ دور چرخ چوں گرد باد ٭ خاکدان دہر ا بیز دنیا بدگرد من

استغناء و بے نیازی دنیاوی مال و دولت کی طرف سے آپ کی طبیعت میں اس قدر استغناء تھا کہ امراء و اغنیاء آپ کی زیارت کو آتے اور تحفے تحائف اور ہدایا اموال پیش کرتے مگر آپ کسی کا ہدیہ قبول نہ کرتے۔

حالی دل انساں میں ہے گم دولت کونین شرمندہ ہوں کیوں غیر کے احسان و عطا سے

سلطان غوری نے ایک خصی غلام اور ایک ہزار اشرفیاں بھیجیں آپ نے اشرفیاں واپس کر دیں اور غلام کو آزاد کر کے حجرہ نبویہ (علی صاحبہا الف الف سلام وتحیتہ) کا خادم بنا دیا، اور خادم سے کہا کہ آئندہ ہمارے پاس کوئی ہدیہ نہ آئے خدا نے ہمیں ان ہدایا و تحائف دنیوی سے مستغنی کر دیا ہے۔

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے درویشی کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

بادشاہ نے کئی بار ملاقات کے لئے بلایا مگر آپ نہیں گئے

مرد بخانہ ارباب بے مروت دہر کہ کنج عافیت در سرائے خویشتن ست (حافظ)

کرامات و خرق عادات ...... آپ کے خادم خاص محمد بن علی حباک کا بیان ہے کہ ایک روز قیلولہ کے وقت فرمایا۔ اگر تم میرے مرنے سے پہلے اس راز کا افشاء نہ کرو تو آج عصر کی نماز مکہ معظمہ پڑھوا دوں۔ عرض کیا ضرور! فرمایا! آنکھیں بند کر لو اور ہاتھ پکڑ کر تقریباً ۲۷ قدم چل کر فرمایا، آنکھیں کھول دو۔ دیکھا تو ہم باب معلاۃ پر تھے، حرم پہنچ کر طواف کیا۔ زمزم پیا، پھر فرمایا کہ اس سے تعجب مت کرو کہ ہمارے لئے طی ارض ہوا بلکہ زیادہ تعجب اس کا ہے کہ مصر کے بہت سے مجاورین حرم ہمارے متعارف یہاں موجود ہیں مگر ہمیں نہ پہچان سکے۔ پھر فرمایا۔ چاہو تو ساتھ چلو ورنہ حاجیوں کے ساتھ آ جانا۔ عرض کیا ساتھ ہی چلوں گا۔ باب معلاۃ تک گئے اور فرمایا آنکھیں بند کر لو اور مجھے سات قدم دوڑایا۔ آنکھیں کھولیں تو ہم مصر میں تھے۔

---

[1] قال السیوطی فی تنویر الحوالک وقد الفت فی الاعتذار عن ترکنا الافتاء والتدریس کتابا سمیتہ التنفیس ومقامۃ تسمی المقامۃ اللؤلؤیہ وصحف فیہا العذر فی ذلک ۱۲

سیلاب صاف شد زہم آغوشی محیط باسینہ کشادہ کدورت چہ می کند

علاوہ ازیں علامہ سیوطی اپنی کتاب الاشباہ والنظائر ص ۱۲۶۴ میں شیخ بہاء الدین ابن النحاس کی عبارت "وجدت ذلك بخط لى بن عثمان بن جنى عن ابيه قال" نقل کرنے کے بعد موصوف کی دیانت داری کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

والنظر الى دين الشيخ بهاؤ الدين وامانته كيف وجد فائدة بخط ولد ابن جنى نقلها عن ابيه ولم تسطرفى كتاب فنقلها عنه ولم يستجز ذكرها من غير عزو اليه لا كاالساق الذى اغار علے تصانيفى التى اهمت فى تتبعها سنين وهى كتاب المعجزات الكبير و كتاب الخصائص الصغرى وغيرذلك نسوقها رضمها وغيرها مما سرقه من كتب الخيضرى والسخاو في مجموع وادعاه لنفسه ولم يعزالى كتبى و كتب الخيضرى والسخاوى شينا ممانقله منها وليس هذا من اداء الامانت فى العلم.

شیخ بہاء الدین کی دیانت داری اور امانت داری دیکھو کہ انہوں نے بخط صاحبزادہ ابن جنی ایک فائدہ پایا جو اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے اور وہ کسی کتاب میں بھی مسطور نہ تھا کہ اس سے نقل کیا ہو اس کے باوجود شیخ نے ابن جنی اور اس کے صاحبزادے کی طرف منسوب کئے بغیر اس کے ذکر کو جائز نہیں سمجھا ان کلام چوروں کی طرح نہیں جنہوں نے میری تصانیف معجزات الکبیر اور خصائص صغری وغیرہ پر جن کے تتبع میں، میں نے سالہا سال صرف کئے غارت گری کی ہے اور ان کو چرا کر خیضری وسخاوی وغیرہ کی کتابوں سے کچھ مضامین منضم کر کے اپنی طرف منسوب کرلیا نہ میری کتابوں کا حوالہ دیا اور نہ خیضری وسخاوی کی طرف نسبت کی۔ جن کی کتابوں سے مضامین بڑھائے ہیں اور یہ چیز علمی دیانتداری کے بالکل خلاف ہے۔

نہیں خالی ضرر سے وحشیوں کی لوٹ بھی لیکن ضد اس لوٹ سے جو لوٹ ہے علمی واخلاقی (حالی)

جلالین شریف...... درس نظامی میں آپ کی تصنیف یعنی جلالین (کا نصف اول) داخل ہے جو آپ نے علامہ محلی کی وفات کے چھ سال بعد مدت کلیم یعنی صرف ایک چلہ کے اندر بیس یا بائیس سال کی عمر میں تصنیف کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کتنے سریع التالیف تھے۔ سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ از اول تا آخر بالکل علامہ محلی کے طرز وانداز پر ہے۔

وفات...... ہاتھ کے ورم میں مبتلا ہو کر آخر شب جمعہ ۱۹ جمادی الاول ۹۱۱ھ میں مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر کے آشیانہ قدس میں پہنچ گیا۔ [1]

جانیست بعاریت مرا دادہ خدا تسلیم کنم چووقت تسلیم آید

(۶) صاحب تفسیر مظہری

نام ونسب اور سن پیدائش...... قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کے خاندان میں تقریبا ۱۱۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ یہ خاندان ہمیشہ علم وفضل کا گہوارہ رہا اور اس خاندان میں یکے بعد دیگرے بہت سے افراد زینت آراء منصب قضاء رہے جیسا کہ خود قاضی صاحب نے لکھا ہے۔ "فقیر و پدر فقیر وپدر فقیر وجد فقیر بخدمت قضاء مبتلا شدند۔"

تحصیل علوم...... قاضی صاحب پر آغاز زندگی ہی سے وہ آثار نمایاں تھے جو ان کے علوم وفضل کا پتہ دے رہے تھے۔ ذہانت وذکاوت، قوت فکر، سلامتی عقل میں قدرت نے آپ کو غیر معمولی حصہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے صرف سات سال کی عمر میں قرآن پاک سینہ میں محفوظ کیا اور سولہ سال کی عمر میں قاضی صاحب تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ

[1] حسن المحاضرہ، شذرات الذہب، مقدمہ انوار الباری مقدمہ تدریب الراوی، بستان المحدثین، الاشباہ والنظائر ۱۲۔

اور تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کے عالم باعمل تھے۔ آپ نے حدیث کی تکمیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے کی تھی۔
مطالعہ کتب...... صرف یہی نہیں کہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل کرلی بلکہ طالب علمی کے زمانہ ہی میں کتب درسیہ کے علاوہ محقق مصنفین کی تقریبا ساڑھے تین سو خارجی کتابوں کا مطالعہ بھی فرمالیا۔
تحصیل علوم باطنی...... علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت کے بعد باطنی علوم کی طرف توجہ فرمائی اور ابتداء" شیخ محمد عابد سنانی سے بیعت سلوک کی اور انہوں نے اگرچہ جلد ہی سلوک کے تمام مراحل پچاس توجہ میں طے کرادیئے اور فناء قلب کے ذریعہ سے شرف بقالیا تاہم علوم ابھی تشنہ تکمیل تھے کہ شیخ موصوف کی وفات ہوگئی، قدرت ایسے طالبان حق کی تشنگی کب برداشت کرتی ہے، مرزا جان جاناں حبیب اللہ مظہر شہید کا چشمہ فیض طالبان حق کیلئے چشمہ حیوان بنا ہوا تھا ، قدرت نے اس کی طرف قاضی صاحب کی رہنمائی کی اور قاضی صاحب اس شیخ وقت کے دربار میں حاضر ہوکر آخری مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ تک پہنچ گئے۔ قاضی صاحب کی تفسیر مظہری اس تعلق کی آئینہ دار ہے، منامات مبارکہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی اور اپنے جد امجد شیخ جلال الدین عثمانی سے بھی روحانی تربیت وبشارات ملیں۔
جلالت شان وعلو مقام...... ایک طرف صلاحیت کے ساتھ طلب صادق دوسری طرف شیخ وقت کی توجہ کامل، اب مراتب کا اندازہ وہی اصحاب باطن لگا سکتے ہیں جن کا نفس مطمئنہ خود عالم ملکوتی کی سیر کا شہباز رہا ہو، ہم تو صرف یہ جانتے ہیں کہ خود شیخ نے قاضی صاحب کو "علم الہدی" کا لقب عنایت فرمایا اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے آپ کو "بیہقی وقت" قرار دیا، مرزا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی ہیبت ہے۔ اس میں ملکوتی صفات ہیں، فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اگر خدا مجھ سے پوچھے گا کہ دنیا سے کیا تحفہ لایا تو میں ثناء اللہ کو پیش کردوں گا۔
طاعت وزہد وخدمت خلق...... آپ کا بیشتر وقت طاعت وعبادت اور یاد خداوندی میں گذرتا، روزانہ سو رکعت نماز اور منزل تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کا معمول تھا، پوری عمر عہدہ قضاء کی مصروفیتوں کے ساتھ ظاہری وباطنی علوم کی نشرواشاعت میں صرف کرتے اور خلق خدا کو فیض پہنچاتے رہے۔ چنانچہ پیر محمد اور سید محمد وغیرہ نے سلوک وطریقت میں آپ سے تکمیل کی۔
تصنیفات وتالیفات...... تیس کے لگ بھگ ہیں جن میں سے فقہ میں ایک نہایت مفصل ومبسوط کتاب ہے۔ جس میں ہر مسئلہ کے ماخذ ودلائل اور مختارات ائمہ اربعہ جمع کئے ہیں، نیز جو مسئلہ آپ کے نزدیک زیادہ قوی ہوا اس کو ایک مستقل رسالہ میں "الاخذ بالاقوی" کے نام سے جمع کیا ہے، دیگر تصنیفات یہ ہیں۔
(۳) تفسیر مظہری۔ نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں قدیم مفسرین کے اقوال اور جدید تاویلات اور فقہی مسائل کا استنباط کیا ہے۔ ندوۃ المصنفین دہلی سے دس ضخیم جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔
(۴) مالا بد منہ۔ یعنی وہ چیز جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یہ فن فقہ میں فارسی زبان میں ہے اور چونکہ اس کتاب کے مسائل ہر مسلمان کے لئے جاننا ضروری ہیں اس لئے مصنف نے اس کتاب کا یہ نام رکھا ہے۔ یہ کتاب تمام مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔
(۵) السیف المسلول۔ یہ شیعہ کے رد میں ہے۔
(۶) ارشاد الطالبین۔ سلوک میں ہے۔
(۷) تذکرۃ الموتی والقبور
(۸) تذکرۃ المعاد
(۹) حقوق الاسلام

(۱۰)الشہاب الثاقب

(۱۱)رسالہ در حرمت متعہ

(۱۲)رسالہ در حرمت واباحت سرود

(۱۳)وصیت نامہ وغیرہ

وفات...... ۱۲۲۵ھ میں آپ کی روح واصل بحق ہوئی اور آپ کا جسم ہمیشہ کے لئے پانی پت کی پاک سرزمین کے سپرد کردیا گیا۔"فهم مكرمون فی جنت النعيم" وفات کا تاریخ مادہ ہے۔

بابرکت کفن...... کفن متبرک کپڑے میں کفن دینا سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں ڈلوائی تھی، اسی کے پیش نظر قاضی صاحب نے وصیت کی تھی کہ جو چادر اور رضائی حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے اس کو میرے کفن میں شامل کیا جائے۔

الباقیات الصالحات...... آپ کے تین صاحبزادے تھے۔

(۱)احمد اللہ۔ یہ آپ کے بڑے صاحبزادے تھے جو بہت بڑے عالم تھے اور قاضی صاحب کی حیات ہی میں وفات پاگئے تھے، قاضی صاحب نے وصیت نامہ میں ان کے متعلق لکھا ہے۔"در خاندان فقیر ہمیشہ علماء آمدہ اند کہ در ہم عصر ممتاز بودند از فرزندان فقیر احمد اللہ این دولت رسانیدہ بود خدا ایش بیامرزد رحلت کرد۔"

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

(۲)کلیم اللہ

(۳)دلیل اللہ۔ یہ قاضی صاحب کے چھوٹے بیٹے تھے۔ [1]

(۷)صاحب الفوز الکبیر

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا فرزانہ بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

لحب ولی الله خير فانه به بيداء الذكر الجميل ويختم

نام و نسب اور کنیت...... احمد نام، ابو الفیاض کنیت، ولی اللہ عرف، بشارتی نام قطب الدین اور تاریخی نام عظیم الدین مشہور ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ خالص عربی النسل اور نسباً فاروقی ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ولی اللہ احمد بن شاہ عبدالرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین (عرف قاضی قازن) بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر (عرف بدھا) بن عبدالملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن عطاملک بن ابوالفتح ملک بن عمر والحاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جرجیس بن احمد بن محمد شہریار بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ولادت باسعادت...... آپ کی ولادت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اسی سال بعد اور شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چار سال قبل ۴ شوال ۱۱۱۴ھ میں (۱۷۰۲ء) بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب آپ کے ننہال قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔

والد ماجد...... شاہ عبدالرحیم صاحب ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۴ء میں پیدا ہوئے اور فطری طور پر ذہین ہونے کے باعث

---

[1] از حدائق حنفیہ، نزہۃ الخواطر، پیش لفظ از قاضی سجاد حسین ۱۲۔

مروجہ کتابیں بہت جلد ختم کرلیں، انفاس العارفین میں حضرت شاہ صاحب نے تحریر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "میں نے عربی کے ابتدائی رسائل سے لے کر شرح عقائد اور حاشیہ خیالی تک کی جملہ کتب اپنے (بڑے) بھائی شیخ ابو الرضا محمد دہلوی (مولود ۱۰۴۵ھ یا ۱۰۴۶ھ متوفی ۱۱۰۱ھ یا ۱۱۰۳ھ) سے پڑھی ہیں اور چند دیگر کتب مرزا زاہد ہروی سے۔"

شاہ عبد الرحیم صاحب فقہ حنفی کے جید علماء میں شمار کئے جاتے ہیں اور فقہی جزئیات پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، آپ کے ایک دوست شیخ حامد جن کو اورنگزیب نے فتاوی عالمگیری کی تدوین کا نگراں مقرر کیا تھا وہ آپ کی تنگدستی سے واقف تھے۔ ازراہ دوستی فتاوی کی تدوین میں اپنا شریک کار بنانا چاہا اور تنخواہ کی امید دلائی۔ آپ نے قبول نہ کیا اور صاف انکار کردیا۔ لیکن جب اس کی خبر آپ کی بیوہ ماں کو ہوئی تو برہم ہوئیں اور نوکری کر لینے کا حکم دیا۔ آپ نے محض بیوہ ماں کی دلجوئی اور خاطر داری کیلئے شیخ حامد کا شریک بننا منظور فرمالیا۔ جب اس ملازمت کی خبر آپ کے مرشد کو ہوئی تو انہوں نے نہ صرف اظہار ناراضگی کیا بلکہ اس کے ترک کردینے پر اصرار کیا، آپ نے والدہ کا عذر کیا مگر انہوں نے اس کا بالکل خیال نہ کیا اور برابر اصرار کرتے رہے۔ حتی کہ ملازمت چھوڑ دینے کا حکم دے دیا۔ آپ نے اس موقعہ پر بڑی ہوشمندی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ آپ نے مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت آپ ہی دعا فرمادیں کہ نوکری خود بخود چھوٹ جائے کیونکہ میرے چھوڑنے سے والدہ کی آزردگی کا اندیشہ ہے، چنانچہ انہوں نے دعا فرمائی اور وہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ ایک روز عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف معمول اچانک تدوین فتاوے کے ملازمین کی فہرست طلب کی اور بلاوجہ شاہ عبد الرحیم کا نام قلم زد کردیا اور پھر حکم دیا کہ "اگر خواستہ باشد ایں قدر زمین بدہید" یعنی اگر شاہ عبد الرحیم چاہیں تو ان کو اتنی زمین دے دی جائے، گویا نوکری چھڑا کر اب جاگیردار بنائے جانے کی تجویز ہوئی مگر آپ اس امتحان میں بھی کامیاب ہوئے، فرمان شاہی کے بموجب جب آپ سے رائے پوچھی گئی تو باوجود تنگی معاش کے جو جواب دیا وہ آپ کی شان توکل کا آئینہ دار ہے۔ فرماتے ہیں "قبول نہ کردم و شکر نہ بجا آوردم و حمد خدائے تعالی گفتم۔ "نوکری چھوڑی جاگیر کو نظر انداز کیا اور صبر و شکر کے ساتھ اپنی اسی نان جویں پر خدمت خلق کرتے ہوئے زندگی گزار دی۔

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں خاک بر فرق قناعت بعد ازیں (خسرو)

تعلیم و تربیت...... جب آپ نے اپنی عمر کے پانچویں سال میں قدم رکھا تو والد ماجد نے تعلیم کا سلسلہ شروع کرادیا اور آپ نے سات سال کی عمر میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت ارکان و فرائض بھی معلوم کرلئے۔ اسی سال والد بزرگوار نے نماز روزہ شروع کرادیا تاکہ پابندی فرائض کی عادت پڑے۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ رسم سنت بھی اسی سال عمل میں آئی۔ ساتویں سال کے آخر میں آپ نے فارسی اور عربی کے ابتدائی رسائل پڑھنا شروع کردیئے اور ایک سال کے اندر ان کو مکمل کرلیا، اس کے بعد آپ نے صرف ونحو کی طرف توجہ فرمائی اور دس برس کی عمر میں علم نحو کی معرکۃ الآراء کتاب شرح ملا جامی تک پہنچ گئے اور نہ صرف فارسی کی نوشت و خواند میں مہارت پیدا کرلی بلکہ عربی کی صرف و نحو پر بھی عبور حاصل کرلیا۔ شاہ صاحب نے خود ہی ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ "دس سال کی عمر میں ایک حد تک مطالعہ کی راہ کھل گئی تھی۔" صاحب "حیات ولی" نے تو آپ کے متعلق یہاں تک لکھا ہے کہ "دس سال کی عمر میں صرف و نحو میں آپ کو اس درجہ قوت حاصل ہوگئی تھی کہ بڑے بڑے صرفی و نحوی جو کتاب کے کیڑے کہلائے جاتے تھے اور جنہوں نے ان علوم میں نہایت شہرت و ناموری کے ساتھ عزت و رفعت کے تمغے حاصل کئے تھے وہ آپ سے مسائل صرفیہ و نحویہ میں گفتگو کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ بقول بعض اسی عمر میں آپ نے کافیہ کی شرح لکھنی شروع کردی تھی۔

صرف و نحو سے فراغت کے بعد آپ نے معقولات کی طرف توجہ فرمائی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان سے فراغت پالی۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام متداولہ درسی علوم کی تکمیل کرکے ارباب فضل و کمال کے زمرہ میں شامل ہوکر ایک مقام خاص کے مالک ہوگئے۔

بعد منزل نبود در سفر روحانی

زیارت رسالت مآب ﷺ اور شیخ السنہ کا خطاب...... آپ نے اور دوسرے لوگوں نے کئی بار حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ حضور ﷺ نے آپ کو یا شیخ السنہ، یا شیخ الحدیث کہہ کر خطاب فرمایا۔ شیخ شاذلی فرماتے ہیں "میں نے دریافت کیا کہ آپ کو حضور اکرم ﷺ کی زیارت مبارکہ کتنی مرتبہ ہوئی۔" فرمایا "ستر مرتبہ سے زیادہ۔"

علمی کارنامے...... جن کی شمار بقول داؤد مالکی پانچ سو سے بھی اوپر ہے۔ آپ کی مجتہدانہ بصیرت، وسعت نظر اور کثرت معلومات کے شاہد عدل ہیں۔ علامہ نووی نے بستان میں ایک مستند شخص سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام غزالی کی تصنیفات اور ان کی عمر کا حساب لگایا تو روزانہ اوسط چار کراسہ پڑا، کراسہ چار صفحوں کا ہوتا ہے اس حساب سے ۱۶ صفحے روزانہ ہوئے۔ لیکن علامہ طبری وابن جوزی اور علامہ سیوطی کی تصنیفات کا روزانہ اوسط اس سے بھی زیادہ ہے۔

سب سے پہلے آپ نے شرح استعاذہ وبسملہ تالیف کی۔ اس کے بعد مسلسل لکھتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ ہر فن میں آپ کی تصنیف بلکہ بعض علوم میں کئی کئی تالیف موجود ہیں، علوم قرآن پر آپ کی تالیف "الاتقان فی علوم القرآن" نہایت اہم اور مشہور کتاب ہے جو آپ نے سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد کم وبیش چار سال کی طویل مدت میں پایہ تکمیل کو پہنچائی ہے۔ جس میں سینکڑوں منتشر اہم مفید اور نادر معلومات جمع کی ہیں۔ راقم الحروف نے اس کا کئی بار بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔ (فہرست تصانیف کے کیلئے "حسن المحاضرہ" تالیف سیوطی از صفحہ ۱۵۶ تا ۱۶۱ ملاحظہ ہو۔)

سیوطی کا دامن سرقہ کلامیہ سے بے داغ ہے...... علامہ سیوطی کی جلالت شان وعلو مقام سے بعض ناواقف لوگ آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ جب موصوف مدارس کے کتب خانوں کی غیر مشہور اور نادر الوجود کتابوں پر مطلع ہوئے تو انہوں نے ان کتابوں سے بہت سے نادر مضامین نکال کر متفرق رسائل میں اپنے نام سے شائع کر کے شہرت عامہ حاصل کی ہے۔ لیکن علامہ سیوطی کی جانب سے اس طعن شنیع کی نسبت نہایت قبیح حرکت ہے کیونکہ موصوف تو اس قسم کی حرکت پر خود دوسروں سے نالاں رہتے تھے۔ چنانچہ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے بستان المحدثین میں شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی صاحب ارشاد الساری (شرح بخاری کے متعلق لکھا ہے کہ شیخ جلال الدین سیوطی کو ان سے بڑی شکایت تھی کہا کرتے تھے کہ انہوں نے مواہب لدنیہ میں میری کتابوں سے مدد لی ہے اور اس میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ میری کتابوں سے نقل کر رہے ہیں اور یہ بات ایک قسم کی خیانت ہے جو نقل میں معیوب ہے اور کچھ حق پوشی بھی ہے جب اس شکایت کا چرچا ہوا اور یہ شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاری کے حضور میں محاکمہ کی شکل میں پیش ہوئی تو علامہ سیوطی نے قسطلانی کو بہت سے مواضع میں الزام دیا۔ ان میں سے ایک یہ کہ مواہب کے وہ کتنے مواقع ہیں جو بیہقی سے نقل کئے گئے ہیں اور بیہقی کی مؤلفات اور تصنیفات میں سے کس قدر تصانیف ان کے پاس موجود ہیں اور ذرا یہ بتائیں کہ ان میں سے کن کن تصنیفات سے انہوں نے نقل کی ہے۔ جب قسطلانی مواضع نقل کی نشاندہی سے عاجز رہے تو سیوطی بولے کہ آپ نے میری کتابوں سے نقل کیا ہے اور میں نے بیہقی سے پس آپ کے لئے مناسب اور ضروری تھا کہ آپ اس طرح کہتے "نقل السیوطی عن البیہقی کذا" تاکہ مجھ سے استفادہ کا حق بھی ادا ہوتا اور تصحیح نقل کی ذمہ داری سے بھی بری ہو جاتے، قسطلانی ملزم ہو کر مجلس سے اٹھے اور یہ بات ہمیشہ دل میں رکھی کہ شیخ جلال الدین سیوطی کے دل سے اس کدورت کو دھویا جائے مگر ناکام رہے، ایک روز اسی ارادہ سے شہر مصر (قاہرہ) سے روضہ تک پیادہ پا روانہ ہوئے جو دراز مسافت پر واقع تھا، شیخ سیوطی کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی۔ شیخ نے اندر سے دریافت کیا کون شخص ہے۔ قسطلانی نے عرض کیا، میں احمد ہوں، برہنہ پا اور برہنہ سر آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوں کہ آپ کے دل سے کدورت دور کروں اور آپ راضی ہو جائیں، یہ سن کر شیخ جلال الدین نے اندر ہی سے کہا کہ میں نے دل سے کدورت کا ازالہ کر دیا، لیکن نہ دروازہ کھولا اور نہ ان سے ملاقات کی۔

سیلاب صاف شد زہم آغوشی محیط   باسینہ کشادہ کدورت چہ می کند

علاوہ ازیں علامہ سیوطی اپنی کتاب الاشباہ والنظائر ص ۱۲۶۴ میں شیخ بہاء الدین ابن النحاس کی عبارت "وجدت ذلك بخط لی بن عثمان بن جنی عن ابیه قال" نقل کرنے کے بعد موصوف کی دیانت داری کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

والنظر الی دین الشیخ بهاؤ الدین وامانته کیف وجد فائدة بخط ولد ابن جنی نقلها عن ابیه ولم تسطرفی کتاب فنقلها عنه ولم یستجز ذکرها من غیر عزو الیه لا کاالساق الذی اغار علے تصانیفی التی امهت فی تتبعها سنین وهی کتاب المعجزات الکبیر و کتاب الخصائص الصغری وغیرذلك نسوقها رضمها وغیرها مما سرقه من کتب الخیضری والسخاو فی مجموع وادعاه لنفسه ولم یعزالی کتبی و کتب الخیضری والسخاوی شیئا ممانقله منها ولیس هذا من اداء الامانت فی العلم.

شیخ بہاء الدین کی دیانت داری اور امانت داری دیکھو کہ انہوں نے بخط صاحبزادہ ابن جنی ایک فائدہ پایا جو اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے اور وہ کسی کتاب میں بھی مسطور نہ تھا کہ اس سے نقل کیا ہو اس کے باوجود شیخ نے ابن جنی اور اس کے صاحبزادے کی طرف منسوب کئے بغیر اس کے ذکر کو جائز نہیں سمجھا ان کلام چوروں کی طرح نہیں جنہوں نے میری تصانیف معجزات الکبیر اور خصائص صغری وغیرہ پر جن کے تتبع میں، میں نے سالہاسال صرف کئے غارت گری کی ہے اور ان کو چرا کر خیضری وسخاوی وغیرہ کی کتابوں سے کچھ مضامین منضم کر کے اپنی طرف منسوب کرلیا نہ میری کتابوں کا حوالہ دیا اور نہ خیضری وسخاوی کی طرف نسبت کی۔ جن کی کتابوں سے مضامین بڑھائے ہیں اور یہ چیز علمی دیانتداری کے بالکل خلاف ہے۔

نہیں خالی ضرر سے وحشیوں کی لوٹ بھی لیکن   ضد اس لوٹ سے جو لوٹ ہے علمی واخلاقی (حالی)

جلالین شریف...... درس نظامی میں آپ کی تصنیف یعنی جلالین (کا نصف اول) داخل ہے جو آپ نے علامہ محلی کی وفات کے چھ سال بعد مدت کلیم یعنی صرف ایک چلہ کے اندر بیس بائیس سال کی عمر میں تصنیف کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ کتنے سریع التالیف تھے۔ سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ یہ از اول تا آخر بالکل علامہ محلی کے طرز وانداز پر ہے۔

وفات...... ہاتھ کے ورم میں مبتلا ہو کر آخر شب جمعہ ۱۹ جمادی الاول ۹۱۱ھ میں مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر کے آشیانہ قدس میں پہنچ گیا۔ [1]

جانیست بعاریت مرا دادہ خدا   تسلیم کنم چووقت تسلیم آید

(۶) صاحب تفسیر مظہری

نام ونسب اور سن پیدائش...... قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی، شیخ جلال الدین کبیر الاولیاء پانی پتی کے خاندان میں تقریبا ۱۱۴۳ھ میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب سیدنا حضرت عثمان غنیؓ تک پہنچتا ہے۔ یہ خاندان ہمیشہ علم وفضل کا گہوارہ رہا اور اس خاندان میں یکے بعد دیگرے بہت سے افراد زینت آراء منصب قضاء رہے جیسا کہ خود قاضی صاحب نے لکھا ہے۔ "فقیر و پدر فقیر وپدر فقیر وجد فقیر بخدمت قضاء مبتلا شدند"

تحصیل علوم...... قاضی صاحب پر آغاز زندگی ہی سے وہ آثار نمایاں تھے جو ان کے علوم وفضل کا پتہ دے رہے تھے۔ ذہانت وذکاوت، قوت فکر، سلامتی عقل میں قدرت نے آپ کو غیر معمولی حصہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ نے صرف سات سال کی عمر میں قرآن پاک سینہ میں محفوظ کیا اور سولہ سال کی عمر میں قاضی صاحب تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ

[1] حسن المحاضرہ، شذرات الذہب، مقدمہ انوار الباری مقدمہ تدریب الراوی، بستان المحدثین، الاشباہ والنظائر ۱۲۔

اور تمام علوم عقلیہ ونقلیہ کے عالم باعمل تھے۔ آپ نے حدیث کی تکمیل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے کی تھی۔

مطالعہ کتب...... صرف یہی نہیں کہ درسی کتابوں سے فراغت حاصل کرلی بلکہ طالب علمی کے زمانہ ہی میں کتب درسیہ کے علاوہ محقق مصنفین کی تقریباساڑھے تین سوخارجی کتابوں کامطالعہ بھی فرمالیا۔

تحصیل علوم باطنی...... علوم ظاہری کی تحصیل سے فراغت کے بعد باطنی علوم کی طرف توجہ فرمائی اور ابتدا" شیخ محمد عابد سنانی سے بیعت سلوک کی اور انہوں نے اگرچہ جلد ہی سلوک کے تمام مراحل پچاس توجہ میں طے کرادیئے اور فناء قلب کے ذریعہ سے شرف بقالیا تاہم علوم ابھی تشنہ تکمیل تھے کہ شیخ موصوف کی وفات ہوگئی، قدرت ایسے طالبان حق کی تشنگی کب برداشت کرتی ہے، مرزاجان جاناں حبیب اللہ مظہر شہید کا چشمہ فیض طالبان حق کیلئے چشمہ حیوان بناہواتھا ،قدرت نے اس کی طرف قاضی صاحب کی رہنمائی کی اور قاضی صاحب اس شیخ وقت کے دربار میں حاضر ہوکر آخری مقامات طریقہ نقشبندیہ مجددیہ تک پہنچ گئے۔ قاضی صاحب کی تفسیر مظہری اس تعلق کی آئینہ دار ہے، منامات مبارکہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی اور اپنے جدامجد شیخ جلال الدین عثمانی سے بھی روحانی تربیت وبشارات ملیں۔

جلالت شان و علو مقام...... ایک طرف صلاحیت کے ساتھ طلب صادق دوسری طرف شیخ وقت کی توجہ کامل، اب مراتب کااندازہ وہی اصحاب باطن لگاسکتے ہیں جن کانفس مطمئنہ خود عالم ملکوتی کی سیر کاشہباز رہاہو، ہم توصرف یہ جانتے ہیں کہ خود شیخ نے قاضی صاحب کو "علم الہدی" کالقب عنایت فرمایااور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی نے آپ کو "بیہقی وقت" قراردیا، مرزاصاحب فرمایاکرتے تھے کہ میرے دل میں ثناء اللہ کی بڑی ہیبت ہے۔ اس میں ملکوتی صفات ہیں، فرشتے اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ قیامت کے دن اگرخدامجھ سے پوچھے گاکہ دنیاسے کیاتحفہ لایاتومیں ثناءاللہ کوپیش کردوں گا۔

طاعت وزہدوخدمت خلق...... آپ کابیشتروقت طاعت وعبادت اوریادخداوندی میں گذرتا، روزانہ سورکعت نمازاور منزل تہجد میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے کامعمول تھا، پوری عمرعہدہ قضاء کی مصروفیتوں کے ساتھ ظاہری وباطنی علوم کی نشرواشاعت میں صرف کرتے اور خلق خداکوفیض پہنچاتے رہے۔ چنانچہ پیرمحمد اور سیدمحمد وغیرہ نے سلوک وطریقت میں آپ سے تکمیل کی۔

تصنیفات وتالیفات...... تیس کے لگ بھگ ہیں جن میں سے فقہ میں ایک نہایت مفصل ومبسوط کتاب ہے۔ جس میں ہر مسئلہ کے ماخذ ودلائل اور مختارات ائمہ اربعہ جمع کئے ہیں، نیز جو مسئلہ آپ کے نزدیک زیادہ قوی ہوااس کوایک مستقل رسالہ میں "الاخذ بالاقوی" کے نام سے جمع کیاہے، دیگر تصنیفات یہ ہیں۔

(۳) تفسیر مظہری۔ نہایت عمدہ کتاب ہے جس میں قدیم مفسرین کے اقوال اور جدید تاویلات اور فقہی مسائل کا استنباط کیاہے۔ ندوۃ المصنفین دہلی سے دس ضخیم جلدوں میں شائع ہوچکی ہے۔

(۴) مالابدمنہ۔ یعنی وہ چیز جس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ یہ فن فقہ میں فارسی زبان میں ہے اور چونکہ اس کتاب کے مسائل ہر مسلمان کے لئے جاننا ضروری ہیں اس لئے مصنف نے اس کتاب کایہ نام رکھاہے۔ یہ کتاب تمام مدارس میں پڑھی پڑھائی جاتی ہے۔

(۵) السیف المسلول۔ یہ شیعہ کے رد میں ہے۔

(۶) ارشاد الطالبین۔ سلوک میں ہے۔

(۷) تذکرۃ الموتی والقبور

(۸) تذکرۃ المعاد

(۹) حقوق الاسلام

(۱۰) الشہاب الثاقب

(۱۱) رسالہ در حرمت متعہ

(۱۲) رسالہ در حرمت واباحت سرور

(۱۳) وصیت نامہ وغیرہ

وفات...... ۱۲۲۵ھ میں آپ کی روح واصل بحق ہوئی اور آپ کا جسم ہمیشہ کے لئے پانی پت کی پاک سرزمین کے سپرد کردیا گیا۔ "فہم مکرمون فی جنت النعیم" وفات کا تاریخ مادہ ہے۔

بابرکت کفن...... کفن متبرک کپڑے میں کفن دینا سنت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی چادر صاحبزادی زینب رضی اللہ عنہا کے کفن میں ڈلوائی تھی، اسی کے پیش نظر قاضی صاحب نے وصیت کی تھی کہ جو چادر اور رضائی حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے اس کو میرے کفن میں شامل کیا جائے۔

الباقیات الصالحات...... آپ کے تین صاحبزادے تھے۔

(۱) احمد اللہ۔ یہ آپ کے بڑے صاحبزادے تھے جو بہت بڑے عالم تھے اور قاضی صاحب کی حیات ہی میں وفات پاگئے تھے، قاضی صاحب نے وصیت نامہ میں ان کے متعلق لکھا ہے۔ "در خاندان فقیر ہمیشہ علماء آمدہ اند کہ در ہم عصر ممتاز بودند ار از فرزندان فقیر احمد اللہ این دولت رسانیدہ بود خدا ایش بیامرزد رحلت کرد۔"

باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر از بر ہو — پھر پسر قابل میراث پدر کیونکر ہو

(۲) کلیم اللہ

(۳) دلیل اللہ۔ یہ قاضی صاحب کے چھوٹے بیٹے تھے۔ [1]

(۷) صاحب الفوز الکبیر

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا فرزانہ — بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

لحب ولی اللہ خیر فانہ — بہ بیداء الذکر الجمیل ویختم

نام ونسب اور کنیت...... احمد نام، ابو الفیاض کنیت، ولی اللہ عرف، بشارتی نام قطب الدین اور تاریخی نام عظیم الدین مشہور ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی طرف سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تک اور والدہ محترمہ کی طرف سے حضرت موسیٰ کاظم رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتا ہے۔ اس لحاظ سے آپ خالص عربی النسل اور نسباً فاروقی ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ولی اللہ احمد بن شاہ عبد الرحیم بن وجیہ الدین شہید بن معظم بن منصور بن احمد بن محمود بن قوام الدین (عرف قاضی قازن) بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر (عرف بدھا) بن عبد الملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی بن شیر ملک بن عطا ملک بن ابو الفتح ملک بن عمر والحاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جرجیس بن احمد بن محمد شہریار بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

ولادت باسعادت...... آپ کی ولادت حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اسی سال بعد اور شہنشاہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چار سال قبل ۴ شوال ۱۱۱۴ھ میں (۱۷۰۲ء) بروز چہار شنبہ بوقت طلوع آفتاب آپ کے ننہال قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر میں ہوئی۔

والد ماجد...... شاہ عبد الرحیم صاحب ۱۰۵۶ھ مطابق ۱۶۴۴ء میں پیدا ہوئے اور فطری طور پر ذہین ہونے کے باعث

---

[1] از حدائق حنفیہ، نزہۃ الخواطر، پیش لفظ از قاضی سجاد حسین ۱۲۔

مروجہ کتابیں بہت جلد ختم کرلیں، انفاس العارفین میں حضرت شاہ صاحب نے تحریر کیا ہے کہ آپ نے فرمایا "میں نے عربی کے ابتدائی رسائل سے لے کر شرح عقائد اور حاشیہ خیالی تک کی جملہ کتب اپنے (بڑے) بھائی شیخ ابوالرضا محمد دہلوی (مولود ۱۰۴۵ھ یا ۱۰۴۶ھ متوفی ۱۱۰۱ھ یا ۱۱۰۳ھ) سے پڑھی ہیں اور چند دیگر کتب مرزا زاہد ہروی سے۔"

شاہ عبدالرحیم صاحب فقہ حنفی کے جید علماء میں شمار کئے جاتے ہیں اور فقہی جزئیات پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، آپ کے ایک دوست شیخ حامد جن کو اورنگزیب نے فتاوی عالمگیری کی تدوین کا نگراں مقرر کیا تھا وہ آپ کی تنگدستی سے واقف تھے۔ از راہ دوستی فتاوی کی تدوین میں اپنا شریک کار بنانا چاہا اور تنخواہ کی امید دلائی۔ آپ نے قبول نہ کیا اور صاف انکار کردیا۔ لیکن جب اس کی خبر آپ کی بیوہ ماں کو ہوئی تو برہم ہوئیں اور نوکری کرلینے کا حکم دیا۔ آپ نے محض بیوہ ماں کی دلجوئی اور خاطر داری کیلئے شیخ حامد کا شریک بننا منظور فرمالیا۔ جب اس ملازمت کی خبر آپ کے مرشد کو ہوئی تو انہوں نے نہ صرف اظہار ناراضگی کیا بلکہ اس کے ترک کردینے پر اصرار کیا، آپ نے والدہ کا عذر کیا مگر انہوں نے اس کا بالکل خیال نہ کیا اور برابر اصرار کرتے رہے۔ حتی کہ ملازمت چھوڑدینے کا حکم دے دیا۔ آپ نے اس موقعہ پر بڑی ہوشمندی کا ثبوت دیا۔ چنانچہ آپ نے مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت آپ ہی دعا فرمادیں کہ نوکری خود بخود چھوٹ جائے کیونکہ میرے چھوڑنے سے والدہ کی آزردگی کا اندیشہ ہے، چنانچہ انہوں نے دعا فرمائی اور وہ دعا اس طرح قبول ہوئی کہ ایک روز عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے خلاف معمول اچانک تدوین فتاوے کے ملازمین کی فہرست طلب کی اور بلاوجہ شاہ عبدالرحیم کا نام قلم زد کردیا اور پھر حکم دیا کہ "اگر خواستہ باشد ایں قدر زمین بدہید" یعنی اگر شاہ عبدالرحیم چاہیں تو ان کو اتنی زمین دے دی جائے، گویا نوکری چھڑا کر اب جاگیردار بنائے جانے کی تجویز ہوئی مگر آپ اس امتحان میں بھی کامیاب ہوئے، فرمان شاہی کے بموجب جب آپ سے رائے پوچھی گئی تو باوجود تنگی معاش کے جو جواب دیا وہ آپ کی شان توکل کا آئینہ دار ہے۔ فرماتے ہیں "قبول نہ کردم و شکرانہ بجا آوردم و حمد خدائے تعالی گفتم۔" نوکری چھوڑی جاگیر کو نظر انداز کیا اور صبر و شکر کے ساتھ اپنی اسی نان جویں پر خدمت خلق کرتے ہوئے زندگی گزاردی۔

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں خاک بر فرق قناعت بعد ازیں (خسرو)

تعلیم و تربیت...... جب آپ نے اپنی عمر کے پانچویں سال میں قدم رکھا تو والد ماجد نے تعلیم کا سلسلہ شروع کرادیا اور آپ نے سات سال کی عمر میں حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ بقدر ضرورت ارکان و فرائض بھی معلوم کرلئے۔ اسی سال والد بزرگوار نے نماز روزہ شروع کرادیا تاکہ پابندی فرائض کی عادت پڑے۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ رسم سنت بھی اسی سال عمل میں آئی۔ ساتویں سال کے آخر میں آپ نے فارسی اور عربی کے ابتدائی رسائل پڑھنا شروع کردیئے اور ایک سال کے اندر ان کو مکمل کرلیا، اس کے بعد آپ نے صرف و نحو کی طرف توجہ فرمائی اور دس برس کی عمر میں علم نحو کی معرکۃ الآراء کتاب شرح ملاجامی تک پہنچ گئے اور نہ صرف فارسی کی نوشت و خواند میں مہارت پیدا کرلی بلکہ عربی کی صرف و نحو پر بھی عبور حاصل کرلیا۔ شاہ صاحب نے خود ہی ایک جگہ تحریر فرمایا ہے کہ "دس سال کی عمر میں ایک حد تک مطالعہ کی راہ کھل گئی تھی۔" صاحب "حیات ولی" نے تو آپ کے متعلق یہاں تک لکھا ہے کہ "دس سال کی عمر میں صرف و نحو میں آپ کو اس درجہ قوت حاصل ہوگئی تھی کہ بڑے بڑے صرفی و نحوی جو کتاب کے کیڑے کہلائے جاتے تھے اور جنہوں نے ان علوم میں نہایت شہرت و ناموری کے ساتھ عزت و رفعت کے تمغے حاصل کئے تھے وہ آپ سے مسائل صرفیہ و نحویہ میں گفتگو کرتے ہوئے جھجکتے تھے۔ بقول بعض اسی عمر میں آپ نے کافیہ کی شرح لکھنی شروع کردی تھی۔

صرف و نحو سے فراغت کے بعد آپ نے معقولات کی طرف توجہ فرمائی اور تھوڑے ہی عرصہ میں ان سے فراغت پالی۔ پندرہ سال کی عمر میں تمام متداولہ درسی علوم کی تکمیل کرکے ارباب فضل و کمال کے زمرہ میں شامل ہوکر ایک مقام خاص کے مالک ہوگئے۔

تحصیل علوم کی تفصیل......شاہ صاحب کی تعلیم اکثر اپنے والد بزرگوار کے پاس ہوئی جس کی تفصیل آپ نے اس طرح بیان کی ہے کہ علم حدیث میں مشکوۃ شریف تمام و کمال پڑھی لیکن چند روز علالت کی وجہ سے کتاب البیع سے کتاب الادب تک کا حصہ چھوٹ گیا، صحیح بخاری شروع سے کتاب الطہارت تک، شمائل ترمذی اول سے آخر تک پڑھی۔ علم تفسیر میں بیضاوی اور تفسیر مدارک کے کچھ حصے باقاعدہ پڑھے اور باقی حصوں کا خود مطالعہ کیا۔ اس کے علاوہ کامل غور و فکر اور مختلف تفاسیر کے مطالعہ کے ساتھ والد ماجد کے درس قرآن میں مجھے حاضری کی توفیق ملی اور اس طرح کئی بار میں نے حضرت سے متن قرآن پڑھا اور یہی میرے حق میں "فتح عظیم" کا باعث ہوا۔ فالحمد لله علی ذلك ۔ علم فقہ میں شرح وقایہ اور ہدایہ کی دو جلدیں تھوڑے حصے کے علاوہ پوری پڑھیں۔ اصول فقہ میں حسامی اور توضیح و تلویح کا درس لیا۔ منطق میں شرح شمسیہ کامل اور شرح مطالع کا کچھ حصہ پڑھا، علم کلام میں شرح عقائد کامل اور خیالی و شرح مواقف کا کچھ حصہ پڑھا، علم طب میں موجز، فلسفہ میں شرح ہدایۃ الحکمۃ وغیرہ علم نحو میں کافیہ، شرح ملا جامی، علم معانی میں مطول کا اکثر حصہ اور مختصر المعانی کا وہ حصہ پڑھا جس پر ملا زادہ کا حاشیہ ہے۔ ہیئت و حساب میں بعض رسائل پڑھے۔ تصوف و سلوک میں عوارف المعارف اور رسائل نقشبندیہ پڑھے، علم الحقائق میں شرح رباعیات، مولانا جامی، مقدمہ شرح لمعات، مقدمہ نقد النصوص، خواص اسماء و آیات میں والد صاحب کا ایک خاص مجموعہ پڑھا۔ جس کی انہوں نے چند مرتبہ اجازت بھی دی۔ اثناء تحصیل میں اپنے زمانہ کے امام حدیث شیخ محمد افضل سیالکوٹی کی خدمت میں بھی آتے جاتے اور علوم حدیث میں ان سے استفادہ کرتے رہے۔

عقد نکاح......چودہ سال کی عمر میں آپ کی شادی آپ کے ماموں شیخ عبید اللہ پھلتی کی صاحبزادی سے ۱۱۲۸ھ میں ہوئی۔ ان سے ایک صاحبزادے شیخ محمد اور ایک صاحبزادی امۃ العزیز پیدا ہوئیں۔ اس معاملہ میں آپ کے والد صاحب نے بڑی عجلت سے کام لیا اور سسرال والوں کے سامان جہیز فراہم نہ ہو سکنے کے عذر کو بھی نہ سنا اور کہلا بھیجا کہ یہ عجلت بے وجہ نہیں۔ اس کی مصلحت بعد میں ظاہر ہو گی۔ اصرار پر سسرال والے راضی ہو گئے اور اسی سال آپ کی شادی ہو گئی اور وہ مصلحت بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ شادی کے چند ہی روز بعد شاہ صاحب کی خوش دامن کا انتقال ہو گیا۔ پھر تھوڑے ہی دن بعد خوشدامن کے والد کا وصال ہو گیا، ان کے غم سے فارغ بھی نہ ہو پائے تھے کہ شاہ صاحب کے بڑے چچا شیخ ابو الرضاء کے صاحبزادے شیخ فخر عالم رحلت کر گئے، اس کے بعد حضرت شاہ صاحب کی سوتیلی ماں وفات پا گئیں، ان متواتر صدمات کے بعد سبھی کو معلوم ہو گیا کہ اگر اس وقت شادی نہ ہو جاتی تو کئی سال بعد تک اس کا ہونا ممکن نہ تھا۔

بیعت و دستار بندی......عقد نکاح کے تقریباً ایک سال بعد شاہ صاحب نے اپنے والد کے دست حق پرست پر بیعت کی اور ان کی زیر نگرانی اشغال صوفیہ میں مشغول ہوئے۔ خصوصاً نقشبندیہ سلسلہ کے اذکار کو از اول تا آخر پورا فرمایا اور کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ آپ نے فن تصوف میں وہ درک حاصل کر لیا کہ اس کے فنی غوامض آپ کیلئے پانی ہو گئے۔ یہی وہ زمانہ تھا جس میں والد صاحب سے تفسیر بیضاوی کا درس لیتے تھے، اس موقعہ پر والد ماجد نے بڑے پیمانہ پر شہر کے علماء، مشائخ، قضاۃ، فقہاء اور دیگر عوام کی ایک شاندار دعوت کی اور دستار بندی کی رقم ادا ہوئی، مصنف "حیات ولی" نے لکھا ہے کہ حاضرین مجلس نے اس زور سے مبارک باد دی کہ ساری مجلس گونج اٹھی۔

اجازت تجوید و قرات......شاہ صاحب نے فن قرات و تجوید کی تکمیل مشہور قاری مولانا محمد فاضل صاحب سندھی سے کی تھی جو دہلی کے شیخ القراء اور اپنے زمانہ کے ماہر فن شمار کئے جاتے تھے۔ شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "میں نے قرآن کو اوّل سے آخر تک بروایت حفص عن عاصم (صالح، ثقہ) حاجی محمد فاضل سندھی سے ۱۱۵۴ھ میں پڑھا اور انہوں نے دار السلطنت دہلی کے شیخ القراء شیخ عبد الخالق سے پڑھا۔

اجازت بیعت و وفات والد......آپ کی عمر کے سترہویں سال والد ماجد سخت بیمار ہوئے اور اسی حالت مرض میں

آپ کو بیعت وارشاد کی اجازت عطا فرمائی، مدرسہ رحیمیہ اور خانقاہ رحیمیہ کی جو بساط بچھائی تھی اس کا انتظام شاہ صاحب کے سپرد فرمایا اور ۱۲ صفر ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں بروز بدھ اس مرتاض صوفی اور فقید المثال عالم نے درس وارشاد کی مسند اپنے بلند اقبال بیٹے (شاہ ولی اللہ) کے لئے خالی کردی۔

درس و تدریس......والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ نے مستقل طور پر مسند درس وارشاد کو رونق بخشی اور درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے علم و فضل اور کمالات ظاہری و باطنی کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ ہر طرف سے تشنگان علوم و معارف جوق در جوق آتے اور زانوئے تلمذ بچھاتے، تقریباً بارہ سال تک آپ کتب دینیہ اور معقولات کا درس دینے میں مشغول رہے۔

طریقہ تعلیم......شاہ صاحب کے زمانے میں جو طریقہ تعلیم رائج تھا آپ نے اس کے برخلاف دوسرا طریقہ اختیار فرمایا۔ کیونکہ جو ذہنی اور فکری انقلاب آپ لانا چاہتے تھے وہ اسی طریقہ تعلیم سے آسکتا تھا، پہلے آپ تین تین چار چار صرف و نحو کے ابتدائی رسائل حفظ کراتے اس کے بعد تاریخ یا حکمت کی کوئی عربی کتاب پڑھاتے۔ پھر موطا امام مالک کا درس دیتے اور قرآن مجید کا ترجمہ بلا تفسیر کے پڑھاتے۔ البتہ جہاں کہیں کسی قاعدہ نحوی کی مشکل یا شان نزول کی ضرورت پیش آتی اسے بخوبی حل فرمادیتے جس سے طالب علم کو اطمینان ہوجاتا اس کے بعد تفسیر جلالین پڑھاتے پھر ایک وقت حدیث، کتب، فقہ اور عقائد و سلوک کا درس دیتے اور دوسرے وقت کتب حکمت کا، اس طریقہ تعلیم سے طلباء کے اندر غور و فکر کا مادہ پیدا ہوجاتا تھا اور وہ صحیح معنوں میں علم فقہ علم حدیث اور علم تفسیر کے عالم بن کر نکلتے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ علوم عقلیہ سے بہرہ مند ہوتے تھے کہ شکوک ہائے باطلہ کا رد اچھی طرح حدیث و قرآن کی روشنی میں کرسکتے تھے۔

طریق سرد حدیث......ابتداء حدیث کی تعلیم کا طریقہ استلائی تھا جس میں علم حدیث کی تعظیم کے خیال سے درس دیتے وقت بہتر پوشاک پہننا، وضو کرنا، خوشبو لگانا، بلند جگہ پر کھڑے ہوکر حمد و ثناء کے بعد حدیث کی سند بیان کرنا پھر اس کے متن کا ایک ایک فقرہ نہایت فصاحت سے ادا کرنا ضروری سمجھا جاتا تھا لیکن جب شاہ صاحب مدینہ منورہ سے ہندوستان آئے تو آپ نے وہاں کے مطابق صحاح ستہ کی مشہور و مسلمہ کتابوں کو ایک سال میں ختم کرانے کا طریقہ جاری کیا، آپ ایک دن مشکوۃ شریف کی حدیثیں پڑھاتے اور دوسرے دن انہی حدیثوں کے متعلق علامہ طیبی کی شرح کا درس طلبہ کو دیتے، اس طرح جب مشکوۃ شریف ختم ہوجاتی تو دوسرے سال رسول اللہ ﷺ سے صحاح ستہ کی حدیثوں کی سند کو متصل کرنے کیلئے مشکوۃ ہی کی حدیثوں کو جو اس میں سند کے بغیر پڑھائی گئی تھیں سند کے ساتھ اس طرح پڑھاتے کہ طالب علم حدیثوں کو پڑھتا جاتا اور استاد سنتا جاتا، درمیان میں خاص خاص نکات بھی بیان فرماتے جاتے۔

اس طرح ایک دن میں پانچ چھ ورق ہوجاتے تھے، حضرت شاہ صاحب نے درس حدیث کے اس طریق کا نام سرد رکھا تھا۔ لیکن حضرت شاہ صاحب کے زمانہ ہی میں طریقہ سرد میں ترمیم کردی گئی تھی۔ (حیات انور صفحہ ۷۲ مضمون مولانا مناظر احسن گیلانی)

علمی استغراق......دوران درس و تدریس میں آپ کو ہر علم و فن میں غور کرنے کا موقعہ ملا، اسی زمانہ میں آپ نے مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کے اصول فقہ کی کتابوں کا بنظر غائر مطالعہ کیا اور ان احادیث کو بھی بامعان نظر دیکھا جن سے یہ حضرات ائمہ اپنے اقوال و مذاہب کی سند لاتے ہیں اور اسی وقت سے فقہائے محدثین کا طریقہ بھی آپ کے دلنشین ہوا آپ کا یہ زمانہ نہایت استغراق اور محویت کا گذرا، آپ نے نہایت تحقیق و کاوش سے کتابوں کا مطالعہ شروع کیا اور رات دن انتہائی انہماک و استغراق کے ساتھ کتب بینی میں مشغول رہے، آپ ان دنوں کھانا بھی کم کھاتے اور آرام بھی کم کرتے اور درس و تدریس کے بعد جو وقت ملتا اسے صحت کتب میں صرف کرتے۔

سفر حجاز......جب شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے یہ محسوس کیا تھا کہ اسلام کے ہندوستان آئے ہوئے صدیاں بیت چکیں مگر علم حدیث آج بھی ضرورت سے بہت کم ہے تو موصوف نے اس کمی کو محسوس کر کے مسلسل تین سال حجاز مقدس میں رہ کر علم حدیث حاصل کیا تھا اور پھر ہندوستان واپس آکر انہوں نے اور ان کے بعد ان کی اولاد نے اس کی اشاعت میں بڑی کوشش فرمائی تھی مگر نامساعدت حالات کی وجہ سے اپنے مقصد میں ناکام ہوئے۔

حضرت شاہ صاحب نے دیکھا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی استوار کردہ بنیادوں کے کچھ مٹے ہوئے نشانات ابھی باقی ہیں اگر جدوجہد کر کے ان بنیادوں پر مضبوط عمارت نہ تعمیر کی گئی تو نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قائم بھی رہ سکیں گی۔ غور و فکر کے بعد آپ اس نتیجہ پر پہنچے کہ علم و حدیث اس کے معدن یعنی حجاز مقدس سے حاصل کرنا چاہیئے۔ چنانچہ زیارت حرمین شریفین کا شوق دامن گیر ہوا اور ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۱ء کے آخر میں حجاز روانہ ہوگئے۔

فیوض حرمین......خانہ کعبہ اور روضہ اطہر ﷺ پر روحانی مشاہدات و مکاشفات کی صورت میں شاہ صاحب پر جو فیضان ہوا اس کو آپ نے "فیوض الحرمین" میں قلمبند کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "اللہ پاک کی سب سے بڑی نعمت جس سے اس نے مجھے سرفراز فرمایا یہ ہے کہ ۱۱۴۳ھ اور اس کے بعد کے سال میں مجھے اپنے مقدس گھر کے حج کی اور اپنے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کی توفیق عطا فرمائی، لیکن اس سلسلہ میں اس نعمت سے بھی کہیں زیادہ بڑی سعادت جو مجھے میسر آئی وہ یہ تھی کہ اللہ پاک نے اس حج کو میرے لئے مشاہدات باطنی اور معرفت حق کا ذریعہ بنایا اور اسی طرح اس نے نبی علیہ السلام کی اس زیارت کو میرے لئے بصیرت افروز بنایا۔ اھ"

شاہ صاحب نے حرمین شریفین میں کل چودہ ماہ قیام فرمایا اور اس زمانہ قیام میں آپ نے اپنی اشراقی قوت سے روضہ انور ﷺ سے کسب فیض کیا اور بڑے بڑے علماء و مشائخ سے استفادہ بھی۔

شاہ صاحب کے حجازی اساتذہ......یوں تو شاہ صاحب نے حجاز مقدس میں متعدد علماء و مشائخ سے علم حدیث اور باطنی فیض حاصل کیا۔ مثلاً شیخ سنادی، شیخ احمد قشاشی، سید عبد الرحمن ادریسی، شمس الدین محمد بن علا بابلی، شیخ عیسی جعفری، شیخ حسن عجیمی، شیخ احمد علی اور شیخ عبد اللہ بن سالم بصری۔ لیکن اس سلسلہ میں جن مشائخ سے آپ بہت زیادہ قریب ہوئے وہ یہ ہیں۔

(۱) شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی۔ انہوں نے آپ کو سند حدیث بھی عطا فرمائی اور ایک خرقہ خلافت و اجازت بھی جو سارے سلاسل کو جامع تھا اور اپنے دست مبارک سے پہنایا۔ موصوف حضرت شاہ صاحب کی فطری ذہانت اور خداداد بصیرت کے بڑے مداح تھے۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ "ولی اللہ الفاظ کی سند مجھ سے لیتے ہیں اور میں معنی کی سند ان سے لیتا ہوں۔" جب شاہ صاحب نے حجاز سے واپسی کا ارادہ کیا اور آخری بار خدمت میں حاضر ہوئے اور والہانہ انداز میں یہ شعر پڑھا۔

نسیت کل طریق کنت اعرفه　　الا طریقا یودینی الی ربعکم

تو شیخ پر ایک کیفیت طاری ہوئی، شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "بمجرد شنیدن آں یکابر شیخ غالب وبغایت متاثر شدہ۔" (سنتے ہی شیخ پر کیفیت گریہ طاری ہوئی اور بہت متاثر ہوئے۔)

(۲) شیخ وفد اللہ بن شیخ سلیمان مغربی۔ شاہ صاحب نے ان کی مجلس درس میں موطا امام مالک بروایت یحیی بن یحیی اول سے آخر تک پڑھ کر تمام مرویات کی سند نہایت قلیل عرصہ میں حاصل فرمائی۔

(۳) مفتی مکہ شیخ تاج الدین بن قاضی عبد المحسن قلعی حنفی۔ ان کی مجلس درس میں شاہ صاحب نے صحیح بخاری، کتب صحاح کے مشکل مقامات موطا امام مالک، موطا امام محمد، کتاب الآثار اور مسند دارمی کی سماعت، شیخ نے خصوصیت کے ساتھ شاہ صاحب کو تحریری اجازت نامہ عنایت فرمایا۔

فراہمی کتب...... شاہ صاحب نے حجاز مقدس میں اس بات کی طرف خاص توجہ فرمائی کہ جو کتابیں ہندوستان میں نایاب تھیں آپ نے ان کو جس قیمت سے بھی دستیاب ہو سکیں خرید فرمائیں اور اس سلسلہ میں آپ نے نہایت فراخ دلی کا ثبوت دیا، علامہ ابن کثیر کی کتاب "النہایہ فی غریب الحدیث والاثر" مشہور ہے اس کا ایک قلمی نسخہ دار العلوم دیوبند کے نادر کتب خانہ میں موجود ہے۔ یہ نسخہ حضرت شاہ صاحب کی ملکیت رہ چکا ہے۔ اس کو آپ نے مکہ مکرمہ میں خریدا تھا۔ چنانچہ اسی کتاب کے آخری صفحہ پر حضرت شاہ صاحب کے دستخط کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ "ایں کتاب در مکہ مکرمہ بقیمت سہ صدروپیہ از عبداللہ دمشقی خرید شد۔" یعنی یہ نسخہ مکہ مکرمہ میں عبداللہ دمشقی سے تین سو روپیہ میں خرید اگیا۔

حجاز سے واپسی...... حجاز مقدس کے چودہ ماہ قیام میں علمی صحبتوں اور عمیق مطالعہ کتب و امداد غیبی سے آپ نے حدیث و فقہ میں مجتہدانہ کمال پیدا کیا اور آخر ۱۱۴۴ھ مطابق ۱۷۳۲ء میں آپ نے دوبارہ ارکان حج ادا فرمائے اور ۱۱۴۵ھ کے اوائل میں وطن مالوف دہلی کا رخ کیا۔ پورے چھ ماہ آتے آتے راستہ میں لگ گئے اور بتاریخ ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ ٹھیک جمعہ کے دن بصحت و عافیت دہلی رونق افروز ہوئے۔ واپسی کی خبر سن کر تمام اہل شہر، علماء و فضلاء اور صوفیاء کرام نے آپ کا خیر مقدم کیا یہاں کچھ روز آرام کرنے کے بعد آپ نے سلسلہ درس شروع فرمادیا۔ مدرسہ رحیمیہ کو آپ نے جدو جہد کا مرکز بنالیا۔ طلباء جوق در جوق اطراف ہند سے آکر مستفید ہونے لگے۔

اصحاب و تلامذہ...... شاہ صاحب کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ ملک کے اطراف و اکناف سے صدہا طالب علم آتے اور آپ سے مستفید ہوتے۔ حرمین شریفین سے بھی باذاق عالم آپ سے علم حاصل کرنے کیلئے آتے تھے۔ اس لئے آپ کے تلامذہ کی بسیط فہرست ملنا مشکل ہے۔ البتہ چند ممتاز شاگردوں میں آپ کے چاروں صاحبزادوں کے علاوہ مندرجہ ذیل اسماء پیش کئے جاسکتے ہیں جو آپ کے رفقاء کار بھی رہے ہیں اور جنہوں نے آپ کے علوم و معارف کو ملک و بیرون ملک میں عام بھی کیا ہے۔

(۱) شیخ محمد عاشق پھلتی (شاہ صاحب کے ماموں زاد بھائی) متوفی ۱۱۸۷ھ
(۲) شاہ نور اللہ بڈھانوی
(۳) شاہ جمال الدین بن مولوی کفایت علی لاہوری متوفی ۱۱۴۱ھ
(۴) خواجہ محمد امین کشمیر متوفی ۱۱۸۷ھ
(۵) شاہ ابو سعید بریلوی متوفی ۱۱۹۳ھ
(۶) قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ
(۷) شاہ محمد نعمان بن سید محمد نور نصیر آبادی متوفی ۱۱۹۳ھ
(۸) علامہ مرتضیٰ الحسینی متوفی ۱۲۰۵ھ
(۹) شیخ رفیع الدین بن فرید الدین مراد آبادی متوفی ۱۲۲۳ھ
(۱۰) شفیع محمد سعید افغانستان متوفی ۱۱۸۸ھ
(۱۱) علامہ محمد معین بن محمد امین سندی متوفی ۱۱۶۱ھ
(۱۲) میر قمر الدین منت دہلوی متوفی ۱۲۰۸ھ

ان کے علاوہ بابا فضل اللہ کشمیری، مولانا سید شاہ محمد معین رائے بریلوی، شاہ محمد واضح، مولانا چراغ محمد وغیرہ جیسی غیر معمولی شخصیات نے آپ سے استفادہ کیا۔

شاہ صاحب کے ہم عصر سلاطین مغلیہ...... شاہ صاحب کی ولادت ۱۱۱۴ھ میں ہے اور وفات ۱۱۷۶ھ میں اس مدت میں مندرجہ ذیل شاہان مغلیہ سریر آرائے حکومت ہوئے۔

۱	اورنگ زیب عالمگیرؒ	۱۶۵۷ء	۱۷۰۷ء
۲	بہادر شاہ اول	۱۷۰۷ء	۱۷۱۲ء
۳	معزالدین جہاندار شاہ	۱۷۱۳ء	۱۷۱۳ء
۴	فرخ سیر	۱۷۱۳ء	۱۷۱۹ء
۵	نیکو سیر	۱۷۱۹ء	
۶	رفیع الدرجات		=
۷	رفیع الدولہ	۱۷۱۹ء	
۸	محمد شاہ	۱۷۱۹ء	۱۷۴۸ء
۹	احمد شاہ	۱۷۴۸ء	۱۷۵۴ء
۱۰	عالمگیر ثانی	۱۷۵۴ء	۱۷۵۹ء
۱۱	شاہ عالم	۱۷۵۹ء	۱۸۰۶ء

شاہ صاحب کے زمانہ میں ہندوستان کی عام حالت...... ہر لحاظ سے ابتر تھی۔ مذکورہ بالا سلاطین کے عہد میں ہندوستان کو جن مہیب اور خونی واقعات اور لرزہ خیز حوادث وانقلابات سے گزرنا پڑا وہ سب پر عیاں ہیں۔ سادات بارہہ کا تسلط، فرخ سیر کا ان کے ہاتھوں بصد بیکسی قید میں مرنا، پھر تورانی امراء دربار کے ہاتھوں ان سادات بارہہ کا زوال، مرہٹوں کی بغاوت اور ان کا عروج، سکھوں کا خونی فتنہ، نادر شاہ کی یلغار اور دہلی میں قتل عام، احمد شاہ ابدالی کی معرکہ پانی پت میں فتح، روہیلوں کا ہندوستان کی سیاست میں شریک ہونا، ایرانی و تورانی امراء کی باہمی کش مکش، مغربی اقوام کا ملکی سیاست میں بتدریج داخل ہوتے جانا، انگریزوں کا بنگال و بہار وغیرہ پر اقتدار اور عمل دخل، تقریباً" یہ تمام واقعات شاہ صاحب کی زندگی ہی میں پیش آئے۔

غرض پورا ملک عجیب بے کلی و بے چینی میں مبتلا تھا، قتل و غارت گری کا طوفان برپا تھا۔ بدامنی و بد نظمی ہر طرف آشکارا تھی۔ ایک طرف شاہان وقت اپنے اسلاف کی دولت رقص و سرور کی محفلوں اور حسن و جمال کے بازاروں میں لٹا رہے تھے تو دوسری طرف رعایا بدحال و پریشان، غربت و افلاس کے ہاتھوں برباد اور ستمگروں کے مظالم سے پامال ہو رہی تھی۔

عوام کی اخلاقی حالت بھی نہایت درجہ گری ہوئی تھی۔ بد عقیدگی و عملی کے تمام جراثیم ان میں پیدا ہو چکے تھے۔ دینی لحاظ سے بھی ان کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ کتاب و سنت سے انہیں کوئی واسطہ نہ تھا۔ اہل ہنود کے تمام مراسم قبیحہ اور ایام جاہلیت کے تمام افعال شنیعہ انھوں نے اپنا لئے تھے، تقلید و جمود میں منہمک علماء و صوفیاء کا دور دورہ تھا۔ جنھیں نہ دینی امور سے ذوق تھا، نہ دین کا درد، نہ حق کا خیال نہ احقاق حق سے واسطہ، عوام وجدان پرستی، پیری مریدی اور خانقاہ پرستی میں پھنسے ہوئے تھے۔ پیرزادے مذہبی پیشواء بن کر لوگوں کو لوٹ رہے تھے۔ گدی نشین صوفیہ اور مسند آراء مشائخ سب اسی قسم کی دھڑے بندیوں میں مصروف تھے۔ متقشف واعظین، گمراہ صوفیہ خانقاہ نشین لوگوں کو موضوعات واباطیل کی طرف ذکوت دے کر ان کے مال اور ایمان پر ڈاکہ ڈال رہے تھے۔

مسلمانوں کی علمی و تعلیمی حالت بھی حد درجہ انحطاط پذیر تھی، درسگاہوں میں صدا، قاضی مبارک، شمس بازغہ اور شرح مطالعہ کے حواشی و خروج بکثرت رائج تھے اور اصل علوم (کتاب و سنت) کی طرف کوئی توجہ نہ تھی، دینیات میں فقہ کے سوا کچھ نہ تھا، حدیث میں صرف بطور تبرک مشکوۃ شریف اور مشارق الانوار پڑھا دینا کافی سمجھتے تھے۔ قرآن مجید خارج از نصاب تھا۔

شاہ صاحب کے اصلاحی کارنامے خدمات مراجعت حرمین کے بعد آپ نے مسلمانوں کی یہ صورت حال دیکھ کر اپنی جدوجہد سے تقریر و تحریر ہر دو طریق پر جو انجام دیں وہ رہتی دنیا تک فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ آپ نے اس زمانہ کے طریقہ تعلیم کو بدل کر نئے اسلوب پر درس دیا، تعلیمات اسلام میں جو خرافات اور بے سروپا باتیں شامل کر دی گئیں تھیں ان کو الگ کیا اور دین کو ایک منظم و مرتب نظام زندگی کی حیثیت سے پیش کیا۔ معاندین کے اعتراضات کا کماحقہ رد کیا اور مشتبہ مقامات کی صراحت فرمائی۔ عقل و نقل دونوں اعتبار سے دین اسلام کو مطابق فطرت ثابت کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ عجمی تصوف اور اس کی بے سروپا خرافات کی بزور قلم دھجیاں بکھیر دیں، متعصب فرقہ پرستوں اور مختلف مکتب خیال کے لوگوں کو ایک نقطہ عدل پر لا کر ان میں ہم آہنگی اور اتفاق پیدا کرنے کی کوشش فرمائی، کتاب و سنت کے احکام عوام تک پہنچانے کا انتظام بذریعہ ترجمہ قرآن فرمایا، شاہ صاحب ہی پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ سو برس کے بعد سرزمین ہند میں قرآن مجید کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا اور اسی کے بعد ترجمہ قرآن کی بنیاد پڑی، آپ ہی کی انتھک کوشش اور مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ آج کل ہم اس ملک میں علوم قرآن و حدیث کا چرچا دیکھ رہے ہیں۔

"جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے"

مولانا نسیم احمد فریدی نے بالکل صحیح کہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ "حضرت شاہ صاحب کے فیوض و برکات جو آج بھی پوری تابانی کے ساتھ جلوہ افروز ہیں۔ کہاں تک شمار کروں بس اس شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔

یک چراغے ست دریں بزم کو از پرتو آں ہر کجامی نگرم انجمنے ساختہ اند

شاہ صاحب موجد علوم ہیں...... حضرت مولانا ممدوح چند علوم کے موجد ہیں۔ آپ سے پیشتر ان کو کسی نے مدون نہیں کیا تھا اول علم اسرار الدین۔ شاہ صاحب نے "الجزء اللطیف" میں اپنے دلائل اعمال کی تفصیل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "جو کام مجھ سے لئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ فقہ میں جو مرضی (پسندیدہ نظریات) ہیں ان کو جمع کردوں اور اس کے لئے فقہ حدیث کی از سر نو بنیاد رکھ کر اس فن کی پوری عمارت تیار کی گئی اور آنحضرت ﷺ کے تمام احکام و ترغیبات اور ان تعلیمات کے اسرار و مصالح کو اس طرح منضبط کیا گیا کہ اس فقیر سے پہلے اس کا کام عشر عشیر بھی نہیں کیا گیا تھا۔

دوم علم کمالات اربعہ یعنی ابداع، خلق، تدبیر اور تدلی سوم علم استعدادات نفوس انسانیہ و کمال و مال ہر شخص، ،شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ کمالات اربعہ ابداع، خلق، تدبیر، اور تدلی کی حقیقت اور نفوس انسانیہ کی استعدادات کا علم مجھے عطا فرمایا گیا اور یہ دونوں ایسے علم ہیں کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے ان کے کوچہ میں قدم نہیں رکھا۔

شان مجددیت...... حضرت شاہ صاحب بارہویں صدی کے مجدد تھے۔ چنانچہ "تفہیمات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جب میرا دورہ حکمت یعنی علم اسرار دین پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت مجددیت پہنائی۔ پس میں نے مسائل اختلافی میں جمع (و تطبیق) کو معلوم کر لیا۔" ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ "مجھے خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اس زمانہ کا مجدد، وصی اور قطب ہوں، اگر خدا نے چاہا تو میری کوششوں سے مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی۔"

مجدد کے منصب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شریعت کے قوانین کی توجیہہ و تفسیر کتاب و سنت کے مطابق کرے اور اس میں قیاس کو ہرگز دخل نہ دے۔ تعلیمات و نظریات کو پیش کرتے وقت صحابہ و تابعین کے اعمال و افعال کو سامنے رکھے۔ وصی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دین کے ان قوانین کو جو بتاتے ہیں کہ حرام کیا ہے اور حلال کیا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ اور ان کے ارشادات کی روشنی میں ترتیب دے۔ قطب وہ ہے جو خدا کی مرضی کو موجودہ حالات و ضروریات میں بنی نوع انسان پر ظاہر کر دے۔

شاہ صاحب کا مقام عظمت...... بقول مولانا نسیم احمد فریدی بلا شک و شبہ حضرت شاہ صاحب اپنے وقت کے مجدد،

حکیم الامتہ ، امام علم و فن ، مصلح امت اور ہمدرد انسانیت ہیں۔ وہ بیک وقت ایک عظیم الشان عالم دین بھی ہیں اور درویش باصفا بھی، مفسر و محدث بھی ہیں اور مفکر و متکلم بھی۔ مدرس و معلم بھی ہیں اور مولف و مصنف بھی۔ ماہر سیاسیات بھی ہیں اور رموز آشنائے معاشیات بھی، دریائے حکمت و معرفت کے غواص بھی ہیں اور اسرار شریعت کے محرم خاص بھی۔

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

آپ کے معاصر علماء نے جو علوم و معارف میں اپنی مثال آپ تھے آپ کے مقام عظمت کا اعتراف کیا ہے اور بڑی قدر و منزلت سے آپ کا ذکر کیا ہے۔ حضرت مرزا جان جاناںؒ فرماتے ہیں۔

مثل ایشاں در محققان صوفیاء کہ جامع اندور علم ظاہر و باطن و علم نو بیاں کردہ اند چند کس گزشتہ باشند (کلمات طیبات صفحہ ۸۴)

ان اہل تحقیق صوفیاء میں جو ظاہری اور باطنی علوم کے جامع ہیں اور نیا علم بیان کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب جیسے بس چند ہی لوگ گذرے ہوں گے۔

مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی اپنے رسالہ "فخر الحسن" میں آپ کو اس طرح یاد فرماتے ہیں۔ شیخ صاحب المقامات العالیہ والکرامات الجلیلہ الشیخ ولی اللہ سلمہ اللہ تعالی وابقاہ۔

سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز صاحبؒ فرماتے ہیں۔ آیت من آیات اللہ و معجزة للنبی الکریم ﷺ یعنی شاہ صاحب اللہ کی آیتوں میں سے ایک آیت اور اس کے نبی ﷺ کا معجزہ ہیں۔

نواب صدیق حسن خاں "اتحاف النبلاء" میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر وجود او در صدر اول در زمانہ ماضی می بود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ می شد

اگر شاہ صاحب کا وجود گزشتہ زمانہ میں صدر اول میں ہوتا تو تمام مجتہدوں کے پیشوا اور مقتدا مانے جاتے بلکہ ان کے سر تاج بنائے جاتے اور امام الائمہ کا گرانقدر خطاب پاتے۔

علامہ شبلی رقمطراز ہیں کہ "ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہیں کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ امید نہ تھی کہ پھر کوئی صاحب دل و دماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانہ میں شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہو جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی رازی در ابن رشد کے کارنامے ماند پڑ گئے۔"

یہ تو آپ کے حلقہ بگوشوں اور عقیدت مندوں کا اظہار خیال تھا، ان کے علاوہ مولانا فضل حق خیر آبادی نے بھی آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ جن کے متعلق مشہور ہے کہ وہ بجائے عقیدت و نیاز کے اپنے آپ کو علم کے اس خانوادہ کا حریف مقابل سمجھا کرتے تھے، چنانچہ ان کے شاگرد رشید مولانا محسن بہاری اپنی کتاب "الیانع الجنی" میں خود اپنی سنی ہوئی شہادت بیان کرتے ہیں جب کہ وہ الور میں مولانا سے درس لیا کرتے تھے فرماتے ہیں۔ "مولانا فضل حق کے ہاتھ "ازالۃ الخفا" کا ایک نسخہ کہیں سے لگا، مولانا اس کے مطالعہ کے بڑے خواہشمند تھے۔ جب درس و تدریس یا دوسرے مشاغل سے فرصت ملتی تو بکثرت اسی کتاب کے مطالعہ میں مصروف رہتے۔ جب مولانا اس کتاب کا بیشتر حصہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو آپ نے سب کے سامنے جن میں، میں بھی شریک تھا فرمایا کہ جس شخص نے یہ کتاب لکھی ہے وہ تو ایک بحر بیکراں ہے۔ جس کے ساحل کا پتہ نہیں چلتا۔

تحدیث نعمت و تحمید الہی ...... جس مقام و منصب اور عظمت و رفعت سے آپ کو سرفراز کیا گیا تھا اس سے آپ بخوبی آگاہ تھے۔ جس کا اظہار بطور تحدیث نعمت آپ نے متعدد جگہ فرمایا ہے۔ چند اقتباسات بطور مثال پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) مجھ پر اللہ تعالی کے خاص احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے اس آخری دور کا "ناطق، حکیم، قائد اور زعیم بنایا۔ (تفہیمات)

(۲) میرے ذہن میں ڈالا گیا کہ میں لوگوں تک یہ حقیقت پہنچادوں کہ یہ زمانہ تیرا زمانہ ہے اور یہ وقت تیرا وقت ہے، افسوس اس پر جو تیرے جھنڈے کے نیچے نہ ہو۔ (ایضا)

(۳) میں نے خواب میں دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں یعنی اللہ تعالی جب خیر کے کسی نظام کا ارادہ فرماتے ہیں تو اپنے اس ارادہ کی تکمیل کیلئے مجھے آلہ کار بناتے ہیں۔ (فیوض الحرمین)

(۴) حق تعالی کا عظیم ترین انعام اس بندہ ضعیف پر یہ ہے کہ اس کو خلعت فاتحیہ بخشا گیا ہے اور اس آخری دور کا افتتاح اس سے کرایا گیا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

(۵) خداوند تعالی نے ایک وقت میں میرے قلب میں میزان پیدا کر دی جس کی وجہ سے میں ہر اس اختلاف کا سبب پہچان لیتا ہوں جو امت محمدیہ میں واقع ہوا اور اس کو بھی پہچان لیتا ہوں جو خدا اور اس کے رسول کے نزدیک حق ہے، اور خدا نے مجھے یہ بھی قدرت دی ہے کہ امر حق کو دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اس طرح ثابت کر دوں کہ اس میں کسی قسم کا شبہ اور اشکال باقی نہ رہے۔ (ایضا)

اس قسم کے بیسیوں اقوال آپ کی تصانیف میں ملتے ہیں جو نہ بطور تعلّی وخود ستائی ہیں نہ بطریق فخر وغرور بلکہ یہ بطور تحدیث نعمت وتحمید الٰہی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ واما بنعمت ربك فحدث"

آہ اے ظالم یہ تو نے کیا کیا...... حجۃ اللہ البالغہ مترجم کے شروع میں مولوی معراج محمد بارق کی تحریر کردہ مختصر سوانح حیات لگی ہے اس میں موصوف نے لکھا ہے کہ آپ کی آخری عمر میں دہلی پر ایک متعصب شیعہ نجف علی خان کا تسلط ہو گیا تھا یہ مغل دربار کا آخری امیر تھا اس نے بہت سے علماء کو دردناک سزائیں دیں، امیر شاہ خاں "امیر الروایات" میں بیان فرماتے ہیں کہ اس نے شاہ ولی اللہ کے پہنچے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دیئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کر سکیں۔

وفات حسرت آیات...... آپ بڈھانہ ضلع مظفر نگر میں قیام پذیر تھے کہ مرض الموت میں گرفتار ہو گئے۔ قلت غذا کی وجہ سے ضعف ونقاہت پہلے ہی لاحق تھی۔ اب اس میں اضافہ ہو گیا۔ ۹ ذی الحجہ ۱۱۷۵ھ کو بغرض علاج دہلی تشریف لائے لیکن تقدیر، تدبیر پر غالب ہوئی اور ۲۹ محرم ۱۱۷۶ھ مطابق ۱۷۶۳ء کو بوقت ظہر یہ علم ومعرفت کا آفتاب جہاں تاب افق دہلی میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا اور اپنے پیچھے بے شمار کواکب ونجوم کو چمکتا دمکتا چھوڑ گیا جو اس کی مستعار روشنی سے اب تک منور ہیں۔ تاریخ وفات "اوبود امام اعظم دیں" ہے حضرت شاہ عبدالرحیم کے مزار سے متصل "مہندیاں" کے قبرستان میں آپ کے جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے　　ہر شاخ پر اپنا ہی نشان چھوڑ دیا ہے

الباقیات الصالحات...... حضرت شاہ صاحب کی پہلی اہلیہ کے بطن سے ایک صاحبزادے شیخ محمد اور ایک صاحبزادی بی بی امۃ العزیز تھیں اور دوسری اہلیہ یعنی شاہ ثناء اللہ کی صاحبزادی کے بطن سے چار صاحبزادے تھے۔ ان چار میں سب سے بڑے شاہ عبدالعزیز صاحب متوفی ۱۲۳۹ھ پھر شاہ رفیع الدین صاحب متوفی ۱۲۳۳ھ پھر شاہ عبدالقادر صاحب متوفی ۱۲۳۰ھ پھر شاہ عبدالغنی صاحب۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی وفات کے بعد شاہ عبدالعزیز صاحب آپ کے جانشین ہوئے اور اپنے موخر الذکر تینوں حضرات کی تربیت کی مگر تینوں حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔ یہ سب حضرات تبحر علم وفضل اور افادہ وافاضہ کی جہت سے نامور فضلائے عصر ہوئے ہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے اس خاندان کی بابت "اتحاف النبلاء" میں کیا خوب کہا ہے۔ ہر یکے از ایشاں بے نظیر وقت وفرید دہر ووحید عصر در علم وعمل وعقل وفہم وقوت تقریر وفصاحت تحریر وتقوی ودیانت وامانت ومراتب ولایت بود، وہم چنیں اولاد اولاد ایں سلسلہ از طلائے ناب است۔"

اخلاق وعادات...... شاہ صاحب نہایت سادہ طبیعت، منکسر المزاج، نفیس الطبع، بلند ہمت، فراخ حوصلہ، جفاکش، بہادر و

شجاع، مستقل المزاج، ہمدرد وغرباء، ریاو نمود سے عاری، ظاہری نمائش وشان وشوکت سے گریزاں اور بڑے مہمان نواز وفیاض تھے، متمول ہونے کے باوجود نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، اکثر اوقات آپ کے خوان پر سادہ روٹی اور بعض اوقات معمولی سبزی ہوتی تھی۔ شان بے نیازی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ نے کبھی شاہان وقت کی طرف چشم ارادت سے نہ دیکھا۔

نظر ہے ابر کرم پہ درخت صحرا ہوں کیا خدا نے نہ محتاج باغباں مجھ کو (اقبال)

شاہ صاحب کا مسلک...... حضرت شاہ صاحب اپنی وسعت علم، وقت نظر، قوت استدلال، ملکہ استنباط، سلامت فہم صفائی قلب، اتباع سنت، جمع بین العلم والعمل وغیرہ کمالات ظاہری وباطنی کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کی وجہ سے اپنے لئے تقلید کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے، اس کے باوجود فرماتے ہیں۔

استفدت منه صلى الله عليه وسلم ثلثةامور خلاف ماكان عندى وماكانت طبعى تميل اليه اشدميل فصارت هذه الاستفادةمن براهين الحق تعالى على احدها الوصاة بترك الالتفات الى التسبب وثانيها الوصاة بالتقليد بهذه المذاهب الاربع لااخرج منهاوالتوفيق مااستطعت وجبلتى تابى التقليد وتالف منه راسا ولكن شئى طلب التعبدبه بخلاف نفسى وههنا نكتة طويت ذكرها وقدتفطنت بحمد الله بستر هذه الحيلة وهذه الوصاة (فیوض الحرمین)

میں نے اپنے عندیہ اور اپنے شدید میلان طبع کے خلاف رسول اللہ ﷺ سے تین امور استفادہ کئے تو یہ استفادہ میرے لئے برہان حق بن گیا۔ ان میں سے ایک تو اس بات کی وصیت تھی کہ میں اسباب کی طرف سے توجہ ترک کردوں اور دوسری وصیت یہ تھی کہ میں ان مذاہب اربعہ کا اپنے آپ کو پابند کروں اور ان سے نہ نکلوں اور تا بامکان تطبیق و توفیق کروں لیکن یہ ایسی چیز تھی جو میری طبیعت کے خلاف مجھ سے بطور تعبد طلب کی گئی تھی اور یہاں پر ایک نکتہ ہے جسے میں نے ذکر نہیں کیا ہے اور الحمد للہ مجھے اس حیلہ اور اس وصیت کا بھید معلوم ہو گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کو آپ کی طبیعت اور جبلت کے خلاف نبی اکرم ﷺ کی روح مبارک کی جانب سے تقلید کرنے پر مامور کیا گیا اور دائرہ تقلید سے خارج ہونے سے منع کیا گیا۔ لیکن کسی خاص مذہب کو معین نہیں کیا گیا۔ بلکہ مذاہب اربعہ میں دائرہ منحصر رکھا گیا، البتہ مذاہب اربعہ کی تحقیق و تفتیش اور چھان بین کے بعد جب ترجیح کا وقت آیا اور اس کی جستجو کے لئے آپ کی روح مضطرب ہوئی تو دربار رسالت سے اس طور پر رہنمائی کی گئی۔

عرفنى رسول الله ﷺ ان فى المذهب الحنفى طريقةانيقةهى اوفق الطرق بالسنةالمعروفة التى جمعت ونقحت فى زمان البخارى واصحابه وذلك ان يوخذ من اقوال الثلثة (اى الامام وصاحبيه) قول اقربهم بها فى المسئلةثم بعد ذلك يتبع اختيارات الفقهاء الحنفين الذين كانوا من علماء الحديث فرب شئى سكت عنه الثلثة فى الاصول وما يعرضو الفيه ودلت الاحاديث عليه فليس بدمن اثباته والكل مذهب حنفى (فیوض الحرمین)

آنحضرت ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہب حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریق ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اس سنت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی اور وہ یہ ہے کہ آئمہ ثلاثہ یعنی امام ابو حنیفہؒ ابو یوسف محمدؒ میں سے جس کا قول سنت معروفہ سے قریب تر ہو، لے لیا جائے پھر اس کے بعد ان فقہاء حنفیہ کی پیروی کی جائے جو فقیہ ہونے کے ساتھ حدیث کے بھی عالم تھے۔ کیونکہ بہت سے ایسے مسائل ہیں کہ آئمہ ثلثہ نے اصول میں ان کے متعلق کچھ نہیں کہا اور نفی بھی نہیں کی۔ لیکن احادیث انہیں بتلارہی ہیں تو لازمی طور پر اس کو تسلیم کیا جائے اور یہ سب مذہب حنفی ہی ہے۔

اس عبارت سے یہ بات بخوبی واضح ہو گئی کہ حضرت شاہ صاحب کو دربار رسالت سے کس مذہب کی طرف رہنمائی کی گئی۔ نیز سارے مذاہب میں کون اوفق بالسنۃ المعروفۃ ہے ظاہر ہے کہ وہ مذہب حنفی ہی ہے جیسا کہ فیوض الحرمین کی اس عبارت سے معلوم ہوا تو بلاشبہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک وہی قابل ترجیح اور لائق اتباع ہے۔

تقلید حنفیت کا واضح ثبوت...... خدا بخش لائبریری (پٹنہ) میں بخاری شریف کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے جو شاہ صاحب کے درس میں رہا ہے۔ اس میں آپ کے تلمیذ محمد بن پیر محمد بن شیخ ابوالفتح نے پڑھا ہے، تلمیذ مذکور نے درس بخاری کے ختم کی تاریخ ۶ شوال ۱۱۵۹ھ لکھی ہے اور جمنا کے قریب جامع فیروزی میں ختم ہونا لکھا ہے۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنے دست مبارک سے اپنی سند امام بخاری تک تحریر فرما کر تلمیذ مذکور کے لئے سند اجازت تحدیث لکھی اور آخر میں اپنے نام کے ساتھ یہ کلمات تحریر فرمائے۔ "العمری نسبا، الدہلوی وطنا، الاشعری عقیدہ، الصوفی طریقۃ، الحنفی عملا والشافعی تدریسا خادم التفسیر والحدیث والفقہ والعربیۃ والکلام۔" ۲۳ شوال ۱۱۵۹ھ

اس تحریر کے نیچے شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی نے یہ عبارت لکھی ہے کہ "بیشک یہ تحریر بالا میرے والد محترم کے قلم کے لکھی ہوئی ہے۔ نیز شاہ عالم کی مہر بھی بطور تصدیق ثبت ہے۔"

طرز تحریر اور تصنیفی خصوصیات...... ایک مصنف کی حیثیت سے بھی شاہ صاحب کا درجہ نہایت بلند ہے۔ آپ نے مروجہ طرز نگارش کو جو محض نامانوس اور پرشکوہ الفاظ کے طلسم اور فضول قافیہ پیمائی کے افسوں میں گھرا ہوا تھا وسعت بخشی اور اس قابل کر دیا کہ وہ ان لفظی گورکھ دھندوں اور بیجا ثقالت کی پابندیوں سے آزاد ہو کر حکیمانہ خیالات اور علمی مضامین کو بطریق احسن پیش کر سکے۔ زمانہ ماضی میں سب سے پہلے ابن خلدون نے یہ خدمت انجام دی تھی۔ ان کے بعد آپ ہی ایک ایسے مصنف ہیں جنہوں نے اس اسلوب کو زندہ کیا۔

باوجود عجمی اور ہندوستانی ہونے کے آپ نے عربی فصاحت وبلاغت کا بے نظیر نمونہ پیش کیا جس کی عظمت کا اعتراف اہل زبان نے بھی کیا ہے، مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ "شاہ ولی اللہ صاحب پہلے ہندوستانی مصنف ہیں جن کی عربی تصانیف میں اہل زبان کی سی روانی و قدرت اور عرب کی سی عربیت ہے اور وہ ان بے اعتدالیوں سے پاک ہیں جو عجمی علماء کی عربی تحریر میں پائی جاتی ہیں۔"

اس کے علاوہ آپ ایک نئے اسلوب اور جداگانہ طرز کے بانی و موجد تھے جو جامعیت، زور بیان، تحکم و اعتماد اور فصاحت وبلاغت میں نبی کریم ﷺ کے طرز تکلم سے مشابہ ہے، مولانا مناظر احسن گیلانی اسی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "عربی زبان میں انہوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں ایک خاص قسم کی انشاء کی جو ان کا مخصوص اسلوب ہے پوری پابندی کی ہے، شاہ صاحب پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی عبارتوں میں زیادہ تر "جوامع الکلم" النبی الخاتم ﷺ کے طرز گفتگو کی پیروی کی ہے، حتی الوسع وہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مدعا کا اظہار انہی لغات اور انہی محاورات سے کریں جو لسان نبوت اور زبان رسالت سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔

آپ کی تحریر میں تحقیق، علم اور فکر و نظر کے ساتھ ساتھ سوز و اخلاص اور دردمندی کے جوہر بھی پائے جاتے ہیں۔ جس کے باعث وہ محض ایک تحقیقی تصنیف ہی نہیں رہتی بلکہ ایک دینی مصلح کا پیغام اور اخلاقی معلم کا درس بن جاتا ہے۔ آپ نے اپنی اکثر کتب نہایت پر فتن و پر آشوب زمانہ میں تصنیف فرمائی ہیں۔ لیکن آپ حالات گرد و پیش سے متاثر ہو کر جذبات کی رو میں نہیں بہہ جاتے اور نہ عام مصنفین کی طرح اپنی کتب میں زمانہ کا رونا روتے ہیں بلکہ نہایت توازن و اعتدال کے ساتھ قلم کو رواں رکھتے ہیں اور مرکزی نقطہ خیال سے تجاوز نہیں فرماتے۔ آپ کی اسی خصوصیت کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی فرماتے ہیں کہ "شاہ صاحب کی تصنیفات کے ہزاروں صفحے پڑھ جائیے آپ کو یہ معلوم بھی نہ ہوگا کہ یہ بارہویں صدی ہجری کے پر آشوب

زمانہ کی پیداوار ہے جب ہر چیز بے اطمینانی اور بدامنی کی نذر تھی صرف یہ معلوم ہوگا کہ فضل و علم کا ایک دریا ہے جو کسی شور وغل کے بغیر سکون و آرام کے ساتھ بہہ رہا ہے جو زمان و مکان کے خس وخاشاک کی گندگی سے پاک صاف ہے۔"

شعر و شاعری...... شاہ صاحب جس طرح نثر نگاری میں یکتائے زمانہ تھے اسی طرح نظم لکھنے میں وہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ عربی نظم میں "اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم" کے نام سے نبی کریم ﷺ کی مدح و نعت میں ایک بسیط قصیدہ ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

کان نجوما اومضت فی الغیاھب عیون الفاعی او رؤس العقارب

اس کے علاوہ تین قصیدے اور ہیں، دیوان عربی کا بھی پتہ چلتا ہے جس کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے جمع اور شاہ رفیع الدین صاحب نے مرتب کیا تھا، ہم یہاں ہر قصیدے کے پہلے شعر پر اکتفا کرتے ہیں۔

الا کل شئی ماخلا اللہ زائل وکل وجود دون مجلاد باطل

الا انما ھو للسلوب ظعائن ومنہم انانین الوجود مائن

اشم عرف الرضا من نسمة السحر لعلھا کسیت من نشرہ العطر

کلمات طیبات اور حیات ولی وغیرہ میں آپ کی فارسی غزلیں اور رباعیاں موجود ہیں جو تمام تر آپ کے قلبی التہاب اور سوز و گداز کا عکس ہیں، فارسی میں آپ امین تخلص فرماتے تھے۔ ایک عربی کا مطلع ہے۔

دلے دارم زخود خالی حبابش می توان گفتن دردکیفیے جوش شرابش می توان گفتن

ایک دوسری غزل کا شعر ہے۔

جہان و جاں فدائے وضع شوخ شہر آشوبت قیامت می نمائی دوم عیسی دمر ہم ہم

ایک اور غزل کے دو شعر ملاحظہ ہوں۔

بہ زلف پیچ در پیچ کسے گم کردہ ام خودرا خروش در دول شبہانمی کردم چہ کردم

دلے پرورد، جاں افگار، یار تند خودارم جہاں را پر زیاریہانمی کردم چہ کردم

ایک رباعی ملاحظہ ہو۔

در عشق تو از جملہ جہاں بگذشتم وز ہر چہ بجزیاد تو از اں بگذشتم

مقصود من بندہ بجز وصل تو نیست اندر طلبت از دل و جاں بگذشتم

ایک اور رباعی ملاحظہ ہو۔

ہر مدر کہ شد مظہر آں یار عجیب ظاہر شدہ از صور نقش آثار عجیب

در لوح دل ار ثبت کنی صورت او پیدا شد از لوح دل اسرار عجیب

علمی خدمات...... حضرت شاہ صاحب نے ایک طرف مدرسہ و خانقاہ کی بساط بچھائی جس سے ہزاروں تشنگان علوم و معرفت نے استفادہ کیا اور پھر ملک کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر سارے ہندوستان میں فیوض کو تقسیم کیا۔ دوسری طرف اپنی بیش بہا تصنیفات کے ذریعہ ایک ایسا عظیم اور بے مثال علمی سرمایہ بہم پہنچایا جس کی مثال تاریخ ملت میں شاذ و نادر ہے۔

آپ کی تصانیف بے شمار ہیں۔ بعض مورخین دو سو سے زائد بتاتے ہیں، مصنف "حیات ولی" نے ان کی تعداد اکیاون بتائی ہے۔ لیکن آگے لکھا ہے کہ آپ کی تالیفات میں اور بھی بہت سی کتابیں قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں مگر ہم نے صرف انہی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو مطبوع ہو کر مشرق سے غرب تک نہایت وقعت کے ساتھ مشہور ہو چکی ہیں۔

شاہ صاحب کی تصنیفات کے سلسلہ میں یہ ایک عجیب بات ہے کہ آپ نے یہ تمام کام جیسا کہ حساب لگانے سے

معلوم ہوتا ہے کل ستائیس اٹھائیس برس سے بھی کم مدت میں انجام دیا ہے اور وہ بھی نہایت پر آشوب اور پر فتن زمانہ میں جو آپ کی منزلت علمی اور کمال فن کا ایک واضح ثبوت ہے، آپ کی چند مشہور اور متداول تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن۔ قرآن پاک کا فارسی زبان میں ترجمہ ہے جو سب سے پہلے ہندوستان میں ہوا، یہ نہایت جامع مانع اور مطلب خیز ترجمہ ہے۔ ترجمہ کے ساتھ جابجا فوائد بھی ہیں جو نہایت مختصر مگر جامعیت اور اشکال کی گرہ کشائی میں بے مثل ہیں۔ اتنی مدت گذر جانے کے باوجود اب تک اس کے مقابل کا کوئی ترجمہ نہیں ہو سکا۔

(۲) فتح الخبیر بمالابد من حفظہ فی علم التفسیر۔ عربی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر کا نہایت مختصر اور بے نظیر رسالہ ہے جس میں شرح غریب القرآن اور اسباب نزول پر جابجا روشنی ڈالی گئی ہے۔

(۳) مصفٰے شرح موطا، موطا امام مالک کی فارسی زبان میں بہترین شرح ہے۔ جس کے دیکھنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ مصنف کو حدیث وفقہ نیز استخراج مسائل میں کتنا ملکہ تھا۔

(۴) مسوی شرح موطا۔ یہ عربی زبان میں ہے اور آپ کے اختیار کردہ طریقہ درس حدیث کا نمونہ ہے۔

(۵) عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید۔

(۶) تاویل الاحادیث۔ مکذبین انبیاء پر جو عذاب آئے اور رسولوں کے ذریعہ جن معجزات کا ظہور ہوا اس کتاب میں ان کو مطابق فطرت ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ مخفی اسباب مادیہ کے باعث ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان کا خارق عادت ہونا محض ہماری کوتاہ نظری کی بناء پر ہے اور خدا تعالیٰ کا نظام کائنات ناقابل تغیر ہے۔

(۷) چہل حدیث

(۸) حجۃ اللہ البالغہ۔ اس کا تعارف مستقل طور پر بعنوان "صاحب حجۃ اللہ البالغہ" آرہا ہے۔

(۹) الانصاف فی بیان سبب الاختلاف

(۱۰) الارشاد الی مہمات الاسناد

(۱۱) شرح تراجم ابواب صحیح البخاری

(۱۲) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء۔ حجۃ اللہ البالغہ کی طرح یہ آپ کی دوسری معرکۃ الآراء تصنیف ہے، اس میں آپ نے خلفاء راشدین کی خلافت قرآن مجید، احادیث، تاریخ وغیرہ دلائل و براہین پیش کر کے حق ثابت کی ہے اور شیعہ وسنی کے باہمی اختلاف کو نہایت عدل وانصاف سے حل کیا ہے۔ جس سے جانبین کی غلط فہمیاں اور شدت وتعصب دور ہو جاتا ہے۔ اثبات خلافت کے ساتھ ساتھ سیرت، تاریخ اور سیاست و خلافت کے بارے میں دیگر بیش بہا نکات بھی بیان ہوئے ہیں۔ انداز بیان نہایت شگفتہ اور سلیس ہے۔ حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں کہ "اس موضوع پر پورے اسلامی لٹریچر میں ایسی کوئی کتاب موجود نہیں۔ مولانا فضل حق خیر آباد کا تاثر ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔"

(۱۳) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین۔ اس میں خلیفہ اول حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی افضلیت کا بڑے حسین انداز میں بیان ہے اور اس سلسلہ میں آپ نے عقلی و نقلی دلائل سے کام لیا ہے۔ حضرت عثمانؓ کے فضائل بھی بیان فرمائے ہیں۔

(۱۴) فیوض الحرمین۔ قیام حرمین کے دوران جو فیوض و برکات بصورت خواب یا بطریق القاء آپ کو حاصل ہوئے یہ ان ہی کا مجموعہ ہے، بعض جگہ پیشن گوئیاں، علم تصوف کی تصوف کی تحقیقات دوسرے مسائل کا بھی ذکر ہے۔ یہ عربی کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکی ہے۔

(۱۵) تراجم بخاری (۱۶) مسلسلات

(۱۷)الانتباہ فی احادیث رسول اللہ۔ یہ تینوں عربی رسائل فن حدیث سے متعلق ہیں۔
(۱۸)الطاف القدس۔ یہ فارسی زبان میں ہے۔ جس میں اپنے الہامات کو بیان کیا ہے۔
(۱۹)الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین۔ عربی زبان میں ہے۔ جس میں ان بشارتوں کا بیان کیا ہے جو آپ کو یا آپ کے نسبی یا روحانی بزرگوں کو نبی کریم ﷺ سے ہوئی ہیں۔
(۲۰)شرح رباعتین اس میں خواجہ باقی باللہ کی دو رباعیوں کی شرح نہایت تفصیل کے ساتھ فرمائی ہے۔
(۲۱)ہمعات (۲۲)سطعات (۲۳)لمعات
یہ تینوں رسالے فارسی زبانوں میں فن تصوف میں ہیں اور شاہ صاحب کی علمی بلندی کے آئینہ دار ہیں۔ مضامین اتنے اونچے اور غامض ہیں کہ عام افہام سے بالاتر ہیں۔
(۲۴)ہوامع شرح حزب البحر
(۲۵)انفاس العارفین۔ اس میں اپنے بزرگوں کے حالات درج کئے ہیں۔ کتاب فارسی زبان میں ہے۔
(۲۶)اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم۔ نبی کریم ﷺ کی مدح میں عربی قصیدہ ہے۔
(۲۷)سرور المحزون۔ ابن سید الناس نے سیرت نبوی پر ایک ضخیم کتاب "عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر" تالیف کی اور پھر اس کا ایک جامع خلاصہ "نور العیون فی تلخیص سیر الامین والمامون" کے نام سے لکھا، شاہ صاحب نے بعض دوستوں اور بزرگوں کے اسرار پر اس خلاصہ کا فارسی میں "سرور المحزون" کے نام سے ترجمہ کیا ہے۔
(۲۸)الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ۔ عربی زبان میں ہے جس میں اولیاء اللہ کے حالات ہیں۔
(۲۹)الخیر الکثیر۔ تصوف وسیاست اور اسرار وحقائق پر بلند پایہ عربی تصنیف ہے۔
(۳۰)البدور البازغۃ۔ اس دقیق کتاب میں فلسفہ اور تصوف کے حقائق ومعارف بیان کئے ہیں اور بعض ابواب حجۃ اللہ البالغۃ کے مضامین کا خلاصہ ہے۔
(۳۱)التفہیمات الالہیہ یہ کتاب بقول مولانا منظور صاحب نعمانی "ولی الہی کشکول" ہے۔ اس میں زیادہ تر تصوف وسلوک سے متعلق مقامات ہیں اور علوم شریعت کے بارے میں بھی مضامین ملتے ہیں۔ بعض باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ بعض مقامات پر اپنے دور میں پیدا شدہ خرابیوں اور لوگوں کے عیوب ونقائص کی نشاندہی کی ہے اور معاشرہ کے ہر طبقہ کو مخاطب کر کے اصلاح پر ابھارا ہے۔ اصل کتاب کہیں عربی میں ہے اور کہیں فارسی میں، پوری کتاب دو جلدوں میں ہے۔
(۳۲)مکتوبات مع فضائل ابو اعبد اللہ البخاری وابن تیمیہ چند اہم مکاتیب اور امام بخاری وابن تیمیہ کے حالات پر مجموعہ ہے۔
(۳۲)مکتوب المعارف
(۳۴)الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف۔ فارسی رسالہ ہے جس میں آپ نے اپنی سوانح لکھی ہے۔
(۳۵)المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ۔ اس میں اپنی اولاد، دوستوں، عقیدت مندوں اور شاگردوں کو آٹھ نصیحتیں فرمائی ہیں۔
(۳۶)شفاء القلوب۔ (۳۷)زہراوین
(۳۸)القول الجمیل (۳۹)حسن العقیدہ
(۴۰)المقدمۃ السنیہ (۴۱)فتح الودود فی معرفۃ الجنود

(۴۲) مسلسلات (۴۳) ماثر الاجداد (۴۴) اعراب القرآن

(۴۵) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر۔ فارسی زبان میں اصول تفسیر کا ایک مختصر مگر نہایت جامع رسالہ ہے۔ جس میں قرآن مجید کے علوم خمسہ، تاویل حروف مقطعات، رموز قصص انبیاء اور اصول ناسخ و منسوخ پر نہایت مفید اور بصیرت افروز مقالات جس خوش اسلوبی سے بیان کئے ہیں وہ حضرت شاہ صاحب ہی کا حق ہے۔

مولانا عبید اللہ صاحب سندھی کو جب اس خاص فن سے دلچسپی ہوئی تو اس فن کی بعض بڑی بڑی کتابوں کا مطالعہ کیا۔ لیکن جگہ جگہ وہ مشکلات میں پڑے۔ کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کی شکایت حضرت الہندؒ سے کی۔ انہوں نے مجھے الفوز الکبیر کے مطالعہ کا مشورہ دیا۔ اس کے مطالعہ کے بعد میری تمام مشکلات آسان ہو گئیں۔ آپ کی یہ اصل تصنیف فارسی زبان میں ہے، علامہ محمد منیر الدین دمشقی نے افادیت کے پیش نظر اس کا عربی میں سلیس ترجمہ کیا ہے جو آج کل عام طور پر مدارس میں پڑھایا جاتا ہے۔ اس کا ترجمہ اردو میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ ہم نے اردو میں "الروض النضیر شرح الفوز الکبیر" کے نام سے شرح لکھی ہے۔ حق تعالیٰ قبول فرما کر باعث نفع بنائے۔ (آمین) [۱]

(۸) صاحب شاطبیہ

نام و نسب اور پیدائش...... نام محمد قاسم، کنیت ابو القاسم اور ابو محمد ہے۔ والد کا نام فیرہ اور دادا کا نام خلف بن احمد ہے۔ شاطبہ کے باشندے ہیں جو مشرقی اندلس کا بڑا مردم خیز شہر تھا۔ ۵۳۸ھ کے آخر میں پیدا ہوئے۔ آنکھوں سے معذور تھے لیکن کمال درجہ ذہین و فہیم ہونے کے سبب سے نابیناؤں کی سی حرکات آپ سے ظاہر نہیں ہوتی تھیں۔

دل چو بیناست چہ غم دیدہ اگر نابیناست خانہ آئینہ را روشنی از روزن نیست

تحصیل علوم...... آپ فن قرات کے مشہور امام، تفسیر و حدیث کے زبردست عالم، لغت و نحو میں بے نظیر اور علم تعبیر میں ماہر تھے۔ فن قرات قاری عبد اللہ بن محمد بن ابی العاص منقری اور ابو الحسن علی بن محمد بزیل (ہذیل) اندلسی سے اور علم حدیث ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن سعادہ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحیم خزرجی اور حافظ ابو الحسن ابن النعمہ وغیرہ سے حاصل کیا تھا۔

قوت حافظہ...... صحیح بخاری و صحیح مسلم اور موطا پر ایسا کامل عبور تھا کہ جب طلباء پڑھتے تو آپ قوت حافظہ سے ان کے نسخوں کی صحت کراتے جاتے اور کثرت سے نکات بیان کرتے تھے۔

احترام علوم و کثرت فیض...... علم قرات باوضو ہو کر پر تکلف لباس میں نہایت خشوع و خضوع اور انکسار کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کی ذات سے ایک عالم کو فیض پہنچایا۔ میں نے مصر میں ان کے بہت سے شاگرد دیکھے ہیں۔

سفر مصر اور شاہی اعزاز...... ۵۷۲ھ میں مصر گئے اور سلطان صلاح الدین کے باکمال وزیر قاضی فاضل کے مہمان ہوئے۔ وزیر نے عزیز مہمان کی یہ ضیافت کی کہ خاص ان کے لئے ایک مدرسہ تعمیر کرایا اور آپ یہاں کلام مجید، قرات، نحو و لغت پڑھاتے رہے

کشف و کرامات...... آپ کی بہت سی کرامات مشہور ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ کے پاس بیٹھنے والے بغیر کسی موذن کے (غیبی طور پر) اذان کی آواز سن لیتے تھے۔ کشف کے سبب سے اپنے شاگردوں کو بہت سی پوشیدہ باتیں بھی بتا دیتے تھے، علامہ جزری نے اپنے شیخ الشیوخ سے نقل کیا ہے کہ امام شاطبی نماز فجر فاضلیہ میں خوب سویرے پڑھ کر پڑھانے کے لئے

---

[۱] شاہ صاحب کے حالات الجزء اللطیف "مصنف شاہ صاحبؒ"، القول الجلی فی مناقب الولی "مصنف شیخ محمد عاشق پھلتی۔ "حیات ولی" مصنفہ حافظ رحیم بخش دہلوی۔ "تذکرہ شاہ ولی اللہ" مصنف مولانا محمد منظور نعمانی۔ "شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک" مصنف پروفیسر خلیق نظامی۔ "شاہ ولی اللہ اور رد شیعت" مصنف مولانا محمد میاں، شاہ ولی اللہ" مصنف عبد القیوم مظاہری وغیرہ میں مرقوم ہیں۔ ہمارا یہ مضمون موخر الذکر کتاب اور حیات ولی اور حجۃ اللہ مترجم کے پیش لفظ سے ملخص ہے۔ ۱۲

بیٹھ جاتے اور صرف یہ کہہ کر کہ "جو پہلے آیا ہے وہ پڑھے" شروع کر دیتے تھے۔ اس کے بعد الاسبق فالاسبق قرات ہوتی تھی۔ ایک روز موصوف نے خلاف عادت یوں کہا کہ "جو دوسرے نمبر پر آیا ہے وہ پڑھے۔" اس نے قرات شروع کر دی اور جو پہلے آیا تھا وہ پڑھنے سے رہ گیا۔ اب حاضرین میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ اس سے کونسا قصور سرزد ہوا ہے، مگر اسے یاد آیا کہ رات احتلام ہو گیا جو شرکت درس کی تیاری کے باعث یاد نہیں رہا۔ وہ بیچارہ فوراً غسل کر کے حاضر ہوا تو امام صاحب نے کہا جو سب سے پہلے آیا تھا وہ پڑھے، سبحان اللہ کتنی عجیب کرامت ہے، امام ترمذی نے حضرت ابو سعید ﷺ سے روایت کیا ہے۔ "ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اتقوا فراسة المومن فانه ینظر بنور الله" کہ مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور الٰہی سے دیکھتا ہے

تصنیفات...... آپ کی تصانیف میں سے شاطبیہ اور رائیہ داخل درس ہیں، شاطبیہ میں ایک ہزار ایک سو تہتر اشعار ہیں۔ جن میں علامہ دانی کی تیسیر کو اضافہ کے ساتھ نرالے طرز پر نظم کیا ہے، قصیدہ رائیہ جو مصحف عثمانی کے رسم الخط میں ہے۔ اس میں دو سو اٹھانوے اشعار ہیں۔ تیسرا ناظمہ الزہر ہے جس میں آیات کا شمار اور ان کا اختلاف بیان کیا ہے۔ یہ دو سو ستانوے شعروں میں سے ہے۔ چوتھا قصیدہ دالیہ ہے جس کے پانچ سو اشعار ہیں۔ اس میں آپ نے ابن عبد البر کی تمہید کا خلاصہ کیا ہے جو بارہ جلدوں میں تھی، قرطبی سے منقول ہے کہ جب آپ قصیدہ شاطبیہ کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو اس کو ساتھ لے کر بیت اللہ کے گرد بارہ ہزار طواف کئے۔ جب دعا کے مقامات پر پہنچتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اللهم فاطر السموات والارض عالم الغیب والشهادة رب هذا البیت العظیم انفع بها کل من قراها۔ آپ فرماتے تھے جو شخص بھی میرا یہ قصیدہ پڑھے گا حق تعالیٰ اس کو ضرور نفع دیں گے۔ کیونکہ میں نے یہ خالصاً للہ نظم کیا ہے۔

زیارت نبی کریم ﷺ...... ناظم سے منقول ہے کہ آپ کو نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی تو سامنے کھڑے ہوئے خدمت بابرکت میں سلام عرض کیا اور کہا "یاسیدی یارسول اللہ! اس قصیدے پر نظر فرمائیے۔" آپ نے اس کو دست مبارک میں لیا اور فرمایا "هی مبارکة من حفظها دخل الجنة۔"

وفات و مدفن...... ۲۸ جمادی الاول (یا جمادی الثانی) بروز یکشنبہ ۵۹۰ھ میں بعد العصر باون یا ترپن برس کی عمر میں مصر کے شہر قاہرہ میں وفات پائی۔ ابو اسحاق خطیب جامع مصر نے نماز پڑھائی، وزیر نکور قاضی فاضل نے بعد وفات بھی باکمال مہمان کی مفارقت گوارا نہیں کی۔ یعنی امام شاطبی پیر کی دن مقطم پہاڑ کے قریب قرافہ صغری میں اسی مقبرہ میں دفن ہوئے جو قاضی فاضل نے اپنے لئے بنوایا تھا۔ علی صباغ اپنی شرح "ارشاد المرید" میں فرماتے ہیں کہ آپ کی قبر اب بھی مشہور و معروف ہے، ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ لوگ اب بھی آپ کی قبر کی زیارت سے مشرف ہوتے اور برکات حاصل کرتے ہیں، علامہ جزری فرماتے ہیں کہ میں نے بارہا آپ کی قبر کی زیارت کی ہے وہاں دعا بڑی جلدی قبول ہوتی ہے۔

مشو بمرگ زاہد اہل دل نومید | کہ خواب مردم آگاہ عین بیداریست

جوہر انساں عدم سے آشنا ہوتا نہیں | آنکھ سے غائب تو ہوتا ہے فنا ہوتا نہیں (اقبال)

قصیدہ لامیہ ورائیہ...... قصیدہ لامیہ جو شاطبیہ کے ساتھ مشہور ہے اور قصیدہ رائیہ دونوں ایسے مشہور و متداول ہیں کہ ان کے تعارف کی ضرورت نہیں۔ شاطبیہ کے متعلق طاش کبری زادہ لکھتے ہیں۔

هی قصیدة التی سارت فی الامصار و طارت فی الاقطار و صار الی قبولها علماء الاعصار

یہ وہ قصیدہ ہے جو تمام ملکوں اور شہروں میں پھیلا اور ہر زمانہ کے علماء نے اس کو قبول کیا۔

علامہ جزری فرماتے ہیں کہ جس شخص نے آپ کے دونوں قصیدے پڑھے اس نے آپ کے وہبی علوم سے غیر معمولی فائدہ اٹھایا۔

شروح شاطبیہ...... (۱) شرح شاطبیہ۔ علم الدین ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الصمد سخاوی متوفی ۶۴۳ھ کی ہے اور سب

سے پہلی شرح ہے۔

(۲) کنز المعانی۔ کمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن محمد موصلی متوفی ۶۵۶ھ کی مختصر سی شرح ہے۔

(۳) المفید۔ علم الدین ابو محمد قاسم بن احمد بن موفق اندلسی متوفی ۶۶۱ھ کی مختصر سی شرح ہے۔

(۴) ابراز المعانی

(۵) شرح شاطبیہ (کبیر) یہ دونوں ابو القاسم عبد الرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم بن عثمان مقدسی معروف بابو شامہ متوفی ۶۶۵ھ کی نفیس شرحیں ہیں۔

(۶) شرح شاطبیہ از ابو العباس احمد بن علی اندلسی متوفی ۶۴۰ھ

(۷) شرح شاطبیہ۔ از مجیب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمود بن نجار متوفی ۶۴۳

(۸) شرح شاطبیہ۔ از منتخب الدین حسین بن ابی العز بن رشید ہمدانی متوفی ۶۴۳ھ

(۹) شرح شاطبیہ از ابو عبد اللہ محمد بن حسن بن محمد فارسی متوفی ۶۷۲ھ

(۱۰) شرح شاطبیہ از عماد الدین ابو الحسن علی بن یعقوب بن شجاع بن زہران موصلی متوفی ۶۸۲ھ

(۱۱) شرح شاطبیہ از تقی الدین یعقوب بن بدران جرائدی متوفی ۶۸۸ھ

(۱۲) شرح شاطبیہ از علامہ جعبری برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن عمر بن ابراہیم بن خلیل متوفی ۷۳۲ھ شاطبیہ کی سب سے بہتر شرح ہے جو ۶۹۱ میں لکھی گئی ہے۔

(۱۳) شرح شاطبیہ۔ از شرف الدین ابو القاسم ہبۃ اللہ بن عبد الرحیم بارزی حموی متوفی ۷۳۸ھ

(۱۴) سراج القاری۔ از نور الدین ابو البقاء علی بن عثمان بن محمد بن احمد بن حسن عذری متوفی ۸۰۱ھ

(۱۵) شرح شاطبیہ از جلال الدین ابو الفضل عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

(۱۶) شرح شاطبیہ۔ از شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد بن ابی بکر قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ

(۱۷) الغایہ شرح شاطبیہ از جمال الدین حسین بن علی حصنی متوفی ۹۶۳ھ

(۱۸) شرح شاطبیہ از ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ عجیب اور محققانہ شرح ہے اس کے مضامین سخاوی، جعبری اور ابو شامہ کی شروح سے لئے گئے ہیں۔ ہر شعر کی صرفی اور نحوی تحقیق کے بعد فن کے لحاظ سے اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔

(۱۹) ارشاد المرید۔ از علی بن محمد معروف بصباغ، مختصر اور محققانہ شرح ہے۔

(۲۰) عنایات رحمانی۔ از قاری فتح محمد بن محمد اسماعیل پانی پتی۔ اردو زبان میں بہترین مفصل شرح ہے۔

شاطبیہ پر تکملے...... (۱) التکملۃ المفیدہ از ابو الحسن علی بن عمر بن ابراہیم کتانی متوفی ۷۲۳ھ اس میں مکی کی تبصرہ ابن شریح کی کافی اور اہوازی کی وجیز سے منتخب کر کے زیادات نظم کی ہیں۔

(۲) تکملہ شاطبیہ۔ از شہاب الدین احمد بن محمد بن سعید یمنی متوفی بعد از ۸۲۰ھ

مختصرات شاطبیہ اور اس کے خلاصے...... (۱) اختصار شاطبیہ۔ از عبد الصمد تبریزی متوفی ۷۶۵ھ

(۲) الدرر الجلائیہ خلاصہ شاطبیہ۔ از امین الدین عبد الوہاب بن احمد بن دہبان و منقی متوفی ۷۶۸ھ [1]

(۹) صاحب طیبہ

فن قرات میں دوسری داخل درس کتاب "طیبہ" ہے جو علامہ ابو الخیر شمس الدین جزری کی تصنیف ہے۔ ان کے حالات "مقدمہ جزریہ" کے ذیل میں پیش کئے جا رہے ہیں۔

[1] از مفتاح السعادۃ، ابن خلکان، کشف الظنون، مقدمہ عنایات رحمانی ۱۲

(۱۰) صاحب مقدمہ جزریہ

نام و نسبت اور سکونت...... نام شمس الدین محمد، کنیت ابو الخیر اور لقب قاضی القضاۃ ہے۔ والد اور دادا کا نام بھی محمد ہے، سلسلہ نسب یوں ہے۔ شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر الجزری۔

اصل میں دمشق کے رہنے والے ہیں۔ بعد میں شیراز میں سکونت اختیار کرلی تھی، ملک دیار بکر میں موصل کے قریب دجلہ اور فرات کے مابین دریا شور کا جو "جزیرہ ابن عمر" ہے اس کی طرف نسبت کرکے الجزری مشہور ہیں۔

سنہ پیدائش...... ان کے والد محمد تاجر پیشہ آدمی تھے مدت دراز تک اولاد نہیں ہوئی تھی جب یہ خانہ کعبہ پہنچے اور آب زمزم پی کر اولاد کی دعا مانگی تو حق تعالے نے انہیں یہ بزرگوار فرزند عنایت فرمایا۔ ۲۵ رمضان ۷۵۱ کو بمقام دمشق شنبہ کی رات میں نماز تراویح کے بعد پیدا ہوئے اور اسی شہر میں نشو و نما پائی۔

تحصیل علوم...... ۷۶۴ میں سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا اور ۷۶۵ میں محراب سنائی پھر بعض شیوخ سے حدیث کی سماعت کی اور قرات پڑھی ۷۶۸ میں قرات سبعہ کو جمع کیا اور اسی سال حج بیت اللہ کی سعادت میسر آئی ۷۶۹ میں دیار مصر پہنچے اور قرات عشر واثنی عشر وثلثہ عشر کو جمع کیا اس کے بعد پھر دمشق آئے اور علامہ دمیاطی ابر قوہی سے حدیث اور امام اسنوی سے فقہ حاصل کیا اس کے بعد پھر دیار مصر پہنچے اور یہاں اصول و معانی اور بیان وغیرہ کی تعلیم حاصل کی پھر اسکندریہ پہنچے اور ابن عبد السلام کے اصحاب سے سماع کیا۔ ۷۷۴ میں حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر نے اور ۷۸۵ میں علامہ بلقینی نے آپکو اجازت دی نیز عز الدین بن جماعہ اور محمد بن اسماعیل نحار سے بھی اجازت حاصل ہے اور قاہرہ اسکندریہ اور بلاد مغرب میں گشت کرکے قرات کی تکمیل اور اس میں مہارت کلی پیدا کی۔

درس و تدریس...... اس کے بعد آپنے مصر میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام دار القرآن رکھا اور درس کا سلسلہ شروع کیا ۷۹۳ میں قضا شام کے عہدے پر سرفراز کیے گئے ۷۹۸ میں جب آپ پر ظلم و زیادتی کی گی تو آپ بلاد روم میں تشریف لے گئے اور شہر بروسا میں قیام کرکے علم قرات اور علم حدیث کی اشاعت کی اور مخلوق کو نفع عظیم پہنچایا۔ تمام ممالک اسلامیہ میں خصوصیت کے ساتھ علم قرات کے امام تسلیم کئے گئے اور ملک روم میں آپکو امام اعظم کا لقب دیا گیا۔

فتنہ تیموریہ...... ۸۰۵ کے آغاز میں جب فتنہ تیموریہ برپا ہوا تو شاہ تیمور آپکو اپنے ساتھ ماوراء النہر لے آیا یہاں آپ شہر کش میں فروکش ہوئے کچھ دن کے بعد سمرقند تشریف لے گئے اور اسی علاقہ میں شرح مصابیح تصنیف کی جب شعبان ۸۰۷ میں شاہ تیمور کا انتقال ہوا تو آپ یہاں سے خراسان کی طرف نکل گئے ہراۃ آئے پھر یزد پہنچے اس کے بعد اصبہان گئے آخر میں شیراز وارد ہوئے اور ایک مدت تک یہیں قیام پذیر رہے ۸۲۳ میں حرمین شریفین کی مجاورت نصیب ہوئی اور ۸۲۷ میں پھر شیراز واپسی ہوئی۔

عبادت الٰہی

باوجودیکہ طالبان حدیث و تجوید کا ہجوم رہتا تھا مگر اوراد و وظائف، عبادت، سفر و حضر میں قائم اللیل اور شب بیدار رہتے تھے دو شنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ بھی کبھی فوت نہ ہوتا تھا اس کے علاوہ ہر ماہ میں تین روزے برابر رکھتے تھے۔

یہی آئین قدرت ہے یہی اسلوب فطرت ہے جو ہے راہ عمل میں گامزن محبوب فطرت ہے (اقبال)

تصانیف و تالیفات...... تصنیف و تالیف کا دائرہ بھی نہایت وسیع تھا ہر روز اس قدر تصنیف فرمایا کرتے تھے جس قدر ایک عمدہ زود نویس کاتب لکھ سکتا ہے، علامہ ابو القاسم عمر بن فہد نے اپنے والد حافظ تقی الدین کے معجم شیوخ میں ان کی انتالیس تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) حصن حصین
(۲) مفتاح الحصن (حاشیہ حصن)
(۳) عدۃ الحصن الحصین (مختصر الحصن)
(۴) النشر فی قرات العشر)
(۵) تقریب النشر
(۶) طیبۃ النشر (منظومہ نشر)
(۷) الادلہ الواضحۃ فی تفسیر سورۃ الفاتحہ
(۸) الجمال فی اسماء الرجال
(۹) توضیح المصابیح (مصابیح کی شرح تین جلدوں میں ہے۔)
(۱۰) المسند فیما۔ تعلق بمسند احمد
(۱۱) فی مناقب علی ابن ابی طالب
(۱۲) ہدایۃ الہدایہ فی علوم الحدیث والروایہ مقدمہ جزریہ اور طیبہ دونوں متداول و مروج اور داخل درس ہیں۔
طبقات القراء

شعر و شاعری...... شعر و شاعری سے بھی کافی دلچسپی تھی اور قصائد لکھتے تھے ۔ قصیدہ نبویہ کے دو شعر یہ ہیں۔

الا ای سود الوجہ الخطایا ۔ وبیضت السنون سواد شعری
خبر دار ہو کہ میرے چہرے کو میری خطاؤں نے سیاہ کر دیا ۔ اور میرے بالوں کی سیاہی کو سنین عمر نے سفید کر دیا

فما بعد التقی الا المعلی ۔ وما بعد المصلی غیر قبری
تقوی کے بعد مصلے کے سوا کچھ نہیں ۔ اور مصلے کے بعد میری قبر کے سوا اور کچھ نہیں

ایک روز ان کی مجلس میں جب شمائل ترمذی کا ختم ہوا اور شاگرد اس کے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دو لطیف شعر نظم فرمائے۔

اخلای وان شط الحبیب وربعہ ۔ وعز تلاقیہ وناءت منازلہ
دوستو اگر حبیب اور مکان دور ہو گیا ۔ اس سے ملاقات کرنا دشوار ہو گیا اس کی منزلیں بعید ہو گئیں

فان فاتکم ان تبصروہ بعینہ ۔ فما فاتکم بالسمع ھذی شمائلہ
اگر تم سے اس کا دیکھنا فوت ہو گیا ۔ تو اس کی خبروں کا سننا تو فوت نہیں ہوا۔ یہ ہیں اس کی پاک عادتیں

وفات...... ۸۲۷ھ میں شیراز واپسی ہوئی اور شیراز ہی میں ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ میں جمعہ کے دن آفتاب عمر شریف آفل مغرب عدم ہو گیا اور دار القرآن میں مدفون ہوئے۔ آپ کے جنازہ کو بہت سے اشراف نے برکت کے خیال سے بوسہ اور کاندھا دیا۔

باقیات صالحات...... آپ کی اولاد میں پانچ صاحبزادے ہیں۔ یعنی ابو الفتح محمد، مولود ۷۷۷ھ، ابو بکر احمد، مولود ۷۸۰ھ، ابو الخیر محمد مولود، ۷۸۹ھ، ابو البقاء اسمعیل، ابو الفضل اسحاق اور تین صاحبزادیاں ہیں۔ فاطمہ، عائشہ، سلمی، احمد بن مصطفی مشہور بطاش کبری زادہ نے "الشقائق النعمانیہ" میں لکھا ہے۔ "وکلھم کانوا من القراء المجودین والحفاظ المحدثین۔"

شروح و حواشی جزریہ...... (۱) الحواشی المفہمہ لشرح المقدمہ۔ از ابو بکر احمد بن محمد بن محمد۔ ابن الجزری
(۲) الدقائق المحکمہ فی شرح المقدمہ۔ از شیخ الاسلام زین الدین ابو یحیی زکریا بن محمد خزرجی متوفی ۹۲۶ھ

(۳) العقود السنیہ فی شرح المقدمتہ الجزریہ۔ از شیخ ابو العباس احمد بن محمد قسطلانی متوفی ۹۲۳ھ
(۴) الفوائد السریہ فی شرح المقدمتہ الجزریہ۔ از شیخ رضی الدین محمد بن ابراہیم معروف با بن الحلبی متوفی ۹۷۱ھ
(۵) منح الفکریہ شرح المقدمہ الجزریہ از ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۴ھ
(۶) شرح الجزریہ از شمس الدین محمد بن محمد دلجی شارح تفضاء متوفی ۹۴۷ھ
(۷) شرح الجزریہ۔ از شیخ محمد بن عمر معروف بقودر آفندہ متوفی ۹۹۶ھ (شرح فی الترکیتہ)
(۸) شرح الجزریہ۔ از عصام الدین احمد بن مصطفیٰ معروف بطاس کبری زادہ متوفی ۹۶۸ھ
(۹) شرح الجزریہ۔ از شیخ زین الدین عبد الدائم بن علی الجدیدی متوفی ۸۷۰ھ
(۱۰) شرح الجزریہ از شیخ خالد بن عبد اللہ ازہری متوفی ۹۰۵ھ
(۱۱) القلائد الجوہریہ لشرح المقدمتہ الجزریہ از سعید احمد
(۱۲) فوائد مرضیہ شرح جزریہ۔ از قاری محمد سلیمان صاحب دیوبندی
(۱۳) شرح ہندی جزری از مولانا کرامت علی جونپوری۔ [۱]

(۱۱) صاحب فوائد مکیہ

نام و نسب اور اصلی وطن...... آپ کا نام عبد الرحمٰن ہے اور والد کا نام محمد بشیر خان، شیخ الشیوخ، محقق وقت اور امام فن تھے۔ آپ کا اصلی وطن قائم گنج ہے جو ضلع فرخ آباد کا ایک قصبہ ہے۔

تفصیلی حالات...... جب آپ کے والد ماجد ہجرت کر کے عرب تشریف لے گئے تو ان کے ساتھ آپ اور آپ کے بڑے بھائی قاری عبد اللہ صاحب مکہ پہنچے۔ آپ اپنے بھائی سے تجوید و قرات کی تکمیل کر کے ہندوستان تشریف لائے اور کانپور مولانا احمد حسین صاحب کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور کئی سال تک اسی مدرسہ میں تجوید و قرات کے مدرس رہے۔ پھر شیخ عبد اللہ رئیس الہ آباد آپ کو الہ آباد لے گئے وہاں ان کے مدرسہ احیاء العلوم میں سالہا سال درس و تدریس فرماتے رہے۔ یہ مدرسہ طویل عرصہ علم قرات کا مرکز رہا۔ ہندوستان اور پاکستان دونوں میں آپ کے شاگرد بہت سے ہیں۔ ان میں سے مشہور و معروف یہ ہیں۔ مولانا قاری ضیاء الدین احمد صاحب الہ آبادی اور مولانا قاری عبد الوحید صاحب،

وفات...... کسی رنجیدگی کی وجہ سے مولانا عین القضاۃ صاحب کی طلبی پر احیاء العلوم سے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ تشریف لے آئے تھے۔ یہاں ایک ہفتہ علیل رہ کر ۱۳۴۹ھ میں وفات پاگئے۔ یہاں کے قیام کی مدت تقریباً دو سال ہے۔

علمی یادگار...... تجوید کی مشہور و معروف اور جامع کتاب "فوائد مکیہ" آپ ہی کی تصنیف ہے جو اکثر جگہ داخل نصاب ہے۔ دوسری تصنیف "افضل الدرر" ہے جو علامہ شاطبی کے قصیدہ رائیہ کی نہایت نفیس اور محققانہ شرح ہے۔

حواشی فوائد مکیہ...... تعلیقات مالکیہ۔ از مولانا قاری عبد المالک صاحب علی گڑھی، حواشی مرضیہ۔ از مولانا قاری حافظ محب الدین احمد بن قاری ضیاء الدین احمد الہ آبادی

(۱۲) صاحب خلاصتہ البیان

---

[۱] از مفتاح السعادۃ، الشقائق النعمانیہ، التعلیقات السنیہ، بستان المحدثین، مقدمہ عنایات رحمانی ۱۲

نام و نسب اور اصلی وطن...... اسم گرامی ضیاء الدین احمد بن شیخ عبدالرزاق ہے۔ نارہ مقام کے رہنے والے ہیں۔ حوالہ آباد کا ایک قصبہ ہے، سن پیدائش ۱۲۹۰ھ ہے۔

تحصیل علوم...... پہلے قرآن پاک حفظ کیا، حفظ قرات سے فراغت کے بعد قاری عبدالرحمٰن صاحب کی خدمت میں کانپور حاضر ہوئے اور تجوید و قرات کی تکمیل کے ساتھ ہی اپنے چچا مولانا منیر الدین صاحب سے درس نظامی کی کتابیں متوسطات تک پڑھیں۔ پھر امروہہ تشریف لے گئے اور مدرسہ عربیہ جامع مسجد میں مولانا احمد حسن صاحب امروہوی سے درسیات کی تکمیل کی۔ یہاں طلباء آپ سے قرات اور تجوید کی تکمیل کرتے رہے اور یہیں سے آپ کو کافی شہرت حاصل ہو گئی۔

درس و تدریس...... مدرسہ تجوید القرآن سہارنپور، مدرسہ فرقانیہ لکھنو، قراۃ القرآن کانپور، مدرسہ فاروقیہ جامعہ مسجد جونپور، ان مختلف مدارس میں کتاب اللہ کی خدمت انجام دیتے رہے، مولانا عبدالکافی صاحب کی طلبی پر مدرسہ سبحانیہ الہ آباد میں بھی ایک عرصہ تک اس خدمت پر فائز رہے اور یہاں سے بہت سے طلباء فارغ ہو کر جابجا مدرس بنے۔ پھر مولانا ابو بکر صاحب کی طلبی پر علی گڑھ کالج میں تشریف لے گئے اور یہاں انگریزی کے طلبا ایک عرصہ تک فیض حاصل کرتے رہے، یہاں مغرب بعد ایک گھنٹہ تعلیم ہوتی تھی۔

حلقہ تلامذہ...... آپ کے خوشہ چینان علم کی فہرست بڑی طویل ہے۔ چند مشہور تلامذہ کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

قاری عبدالمالک صاحب علی گڑھی، قاری عبداللہ صاحب، قاری محمد صدیق صاحب بنگالی، قاری عبدالمعبود صاحب، قاری محمد عنایت اللہ صاحب، قاری محمد نذر صاحب، قاری محمد سلیمان صاحب، شیخ القراۃ مظاہر العلوم سہارنپور، قاری غلام مصطفیٰ صاحب جبلپوری (پروفیسر سندھ یونیورسٹی پاکستان)

وفات...... آخر عمر میں معذور ہو جانے کی بناء پر گوشہ نشینی اختیار کی اور رائیہ و خلاصۃ البیان کی شرح کے مکمل کرنے کی کوشش فرماتے رہے۔ لیکن پوری نہ ہو سکی۔ کیونکہ بینائی بھی نہیں رہی تھی۔ عرصہ تک علیل رہ کر ۶ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ میں شنبہ کے دن قبل مغرب وفات پائی اور دوسرے دن تجہیز و تکفین ہوئی اور نماز جنازہ حکیم سید محمد احسن نے پڑھائی۔ [1]

(۱۳) صاحب موطا

نام و نسب...... مالک نام، کنیت ابو عبداللہ، امام دار الہجرہ لقب اور والد کا نام انس ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ مالک بن انس بن مالک بن انس ابی عامر بن عمرو بن الحارث بن غیمان بن خثیل الاصبحی۔ حافظ سوطی فرماتے ہیں کہ آپ کا نسب یعرب بن یشجب بن قحطان پر منتہی ہوتا ہے۔ وساقہ بعضہم ہکذا وضح الحارث بن مالک بن زید بن غوث بن سعد بن عوف بن عدی بن مالک بن زید بن سہل بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن الغوث بن قطن بن عریب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن حمیر بن سبا بن یشجب بن یعرب بن قحطان، آپ کی والدہ کا نام عالیۃ بنت شریک بن عبدالرحمٰن الازدیہ ہے۔

• بزرگوں کا وطن یمن تھا۔ سب سے پہلے ان کے پردادا ابو عامر نے مدینۃ النبی ﷺ میں آکر سکونت اختیار کی۔ چونکہ

---

[1] ولیس فی الرواۃ مالک بن انس غیرہ سوی مالک بن انس المکونی ردی عنہ حدیث واحد عن ہانی بن حرام وغلط من ادخل حدیثہ فی حدیث الامام بہ علیہ الخطیب فی کتابہ المتفق والمفترق ۱۲۔ وقیل عثمان واختار ابن فرحون الاول وقال ذکرہ غیر و احدوھکذاضبطہ ابن ماکولا۔ ۱۲۔ وقیل جنیل جرم بہ ابن خلکان قال ابن فرحون دھکذا قالہ الدار قطنی وحکاہ عن الزبیر ،والاول ضبط الحافظ فی الاصابۃ قال ابن فرحون کذاقیہ الامیر ابونصر وحکاہ عن محمد بن سعید عن ابی بکر بن ابی اویس قال و امامن قال عثمان بن جمیل او ابن حنبل فقد صحف ۱۲

(۱) ازمقدمہ عنایات رحمانی۔

یمن کے شاہی خاندان حمیر کی شاخ "اصبح" سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کے مورث اعلیٰ حارث اس خاندان کے شیخ تھے اس لئے حارث کا لقب ذواصبح تھا۔ اسی وجہ سے امام مالک کو اصبحی کہتے ہیں۔ آپ کے خاندان میں سب سے پہلے آپ کے پردادا ابو عامر مشرف باسلام ہوئے، قاضی ابو بکر بن علاء قشیری نے ان کو جلیل القدر صحابی بتایا ہے۔ وقال السیوطی "ابو عامر صحابی جلیل شھد المغازی کلھا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلابدر" لیکن ذہبی فرماتے ہیں " لم ارا حدا ذکرہ فی الصحابتہ"

سن پیدائش...... حافظ ذہبی، سمعانی اور ابن فرحون وغیرہ کے نزدیک صحیح و معتبر روایات کے لحاظ سے امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے۔ چنانچہ یحیی بن بکیر نے جو امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں یہی بیان کیا ہے۔ بعض حضرات نے ۹۰ھ اور بعض نے ۹۵ھ ذکر کیا ہے اور یافعی نے طبقات الفقہاء میں ۹۴ھ لکھا ہے۔ امام مالک شکم مادر میں معمول سے زیادہ رہے۔ اس مدت کو بعض نے دو سال بیان کیا ہے اور بعض نے تین سال کہا ہے۔

حلیہ مبارک...... مطرف بن عبد اللہ الیساری کہتے ہیں کہ آپ دراز قد، فربہ جسم، سفید رنگ مائل بہ زردی، کشادہ چشم، بلند و خوبصورت ناک رکھتے تھے، ان کی پیشانی میں سر کے بال کمی کے ساتھ تھے۔ جس کو عربی میں اصلع کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ بھی اصلع تھے) ڈاڑھی گنجان اور اس قدر لمبی تھی کہ سینہ تک پہنچتی تھی۔ مونچھوں کے بال جو لبوں کے کنارے ہوتے تھے ان کو کترواتے تھے اور منڈوانے کو مکروہ سمجھتے تھے اور اس بارے میں حضرت عمرؓ کی تقلید فرماتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے حالات میں بیان کیا جاتا ہے کہ جب وہ کسی معاملہ میں متفکر ہوتے تو اپنی مونچھوں پر ہاتھ پھیرا کرتے تھے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کی مونچھوں کے دو طرفہ بال دراز تھے۔ امام مالک نہایت خوش پوشاک عدن کے بنے ہوئے نہایت نفیس اور بیش قیمت کپڑے پہنتے تھے۔ لباس اکثر سفید تھا اور اکثر اوقات عطر لگایا کرتے تھے۔

تحصیل علم...... امام مالک نے آنکھ کھولی تو مدینہ باغ و بہار تھا۔ آپ کا گھر لہ خود علوم کا مرجع تھا۔ آپ نے قرآن مجید کی قرات و سند مدینہ کے امام القراء نافع بن عبد الرحمن متوفی ۱۶۹ھ سے حاصل کی۔ جن کی قرات پر آج تمام دنیا اسلام کی بنیاد ہے۔ دیگر علوم کی خواہش کے جذبات غیر معمولی طور پر ودیعت تھے۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کے پاس ظاہری سرمایہ کچھ نہ تھا۔ مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ کے صرف میں خرچ کرتے تھے۔ اس کے بعد دولت کا دروازہ کھل گیا۔ حافظہ نہایت اعلیٰ درجہ کا تھا۔ فرماتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کر لیا اس کو پھر کبھی نہیں بھولا۔

اساتذہ و شیوخ...... امام مالک نے صرف انہیں شیوخ سے استفادہ کیا جو صدق و طہارت میں معروف اور حفظ و فقہ میں ممتاز تھے۔ آپ نے جن شیوخ سے موطا میں روایت کی ہے ان کی تعداد پچانوے ہے۔ یہ سب اساتذہ مدنی ہیں۔ اس طرح مدینہ کا جو علم متفرق سینوں میں پراگندہ تھا وہ اب صرف ایک سینہ میں مجتمع ہو گیا۔ اسی لئے آپ کا لقب "امام دار الہجرہ" ہوا۔ آپ کے شیوخ میں صرف چھ حضرات غیر مدنی ہیں۔ یہ صرف موطا کے شیوخ کی تعداد ہے ورنہ علامہ زرقانی و دولقی نے لکھا ہے کہ آپ نے نو سو سے زائد شیوخ سے اخذ علم کیا ہے۔ نووی تہذیب الاسماء میں لکھتے ہیں کہ امام مالک کے شیوخ کی تعداد نو سو تھی۔ جن میں تین سو تابعین اور چھ سو تبع تابعین تھے۔ حضرت نافع جو حضرت ابن عمرؓ کے غلام اور حدیث و درایت کے شیخ تھے جب تک وہ زندہ رہے تقریباً بارہ برس تک امام مالک ان کے درس میں شریک رہے۔ موطا میں بکثرت روایات انہیں سے ہیں۔ نیز اصح الاسانید میں سے "مالک عن نافع عن ابن عمرؓ" کو قرار دیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو سلسلۃ الذہب کہا گیا ہے، شاہ ولی اللہ صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ہارون رشید نے امام صاحب سے کہا کہ ہم نے آپ کی کتاب میں حضرت علی و ابن عباس کا ذکر بہت کم پایا۔ فرمایا وہ میرے شہر میں نہ تھے اور نہ میں ان کے اصحاب سے مل سکا (یہ فخر امام

ابو حنیفہ کو حاصل ہے) اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایات ان دونوں حضرات سے بھی کم ہیں۔ مشائخ اعلام اور مشہور اساتذہ یہ ہیں۔ زید بن اسلم، زہری، ابوالزناد، عبدالرحمٰن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق، ایوب سختیانی، ثور بن زید دیلی، ابراہیم بن ابی عبلہ مقدسی، حمید طویل، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید انصاری، عائشہ بنت سعد بن ابی وقاص وغیر ہم رحمہم اللہ تعالیٰ

علو شان و علمی مقام...... خلف بن عمر کہتے ہیں کہ میں امام مالک کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ مدینہ کے قاری ابن کثیر نے امام مالک کو ایک پرچہ دیا، آپ نے اس کو پڑھنے کے بعد اپنی جا نماز کے نیچے رکھ لیا۔ جب آپ کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ کے ساتھ ہی چلنے لگا تو آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور وہ پرچہ مجھے دیا، دیکھتا کیا ہوں کہ اس میں یہ خواب لکھا ہوا تھا کہ لوگ آنحضرت ﷺ کے ارد گرد جمع ہیں اور آپ سے کچھ مانگ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اس منبر کے نیچے ایک بہت بڑا خزانہ دفن کیا ہے اور مالک سے کہہ دیا ہے وہ تمہیں تقسیم کر دیں گے۔ لہذا مالک کے پاس جاؤ، لوگ یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے، بتاؤ مالک تقسیم کریں گے یا نہیں۔ کسی نے جواب دیا جس بات کا مالک کو حکم دیا گیا ہے وہ ضرور اسے پورا کریں گے۔ اس خواب سے مالک پر گریہ طاری ہو گیا اور اتنا روئے کہ میں تو انہیں روتا ہی چھوڑ آیا۔

محمد بن رمح کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں حضور پر نور ﷺ کو دیکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، بعض مسائل میں جہاں مالک اور لیث کا اختلاف ہوتا ہے وہاں کیا کیا جائے۔ ارشاد فرمایا "مالک، مالک، مالک ورثہ جدی ابراہیم" میرے دادا ابراہیم کا ورثہ علم مالک کو ملا ہے۔

شیخ عصر بکر علیہ الرحمتہ کہتے ہیں کہ میں نے عالم رویا میں بہشت کو دیکھا وہاں امام اوزاعی اور سفیان ثوری سے ملاقات ہوئی تو میں نے ان سے دریافت کیا، امام مالک کہاں ہیں۔ دونوں نے جواب دیا "مالک یہاں کہاں، مالک تو بہت بلندی پر ہیں" اور تین مرتبہ سر اٹھا کر یہی الفاظ دہرائے یہاں تک کہ ان کی ٹوپیاں سر سے نیچے گر گئیں۔

جامع اوصاف کمال...... حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ پانچ باتیں جیسی امام مالک کے حق میں جمع ہو گئیں ہیں۔ میرے علم کے مطابق کسی اور شیخ میں جمع نہیں ہوئیں۔

(۱) اتنی دراز عمر اور ایسی عالی سند
(۲) ایسی عمدہ فہم اور اتنا وسیع علم
(۳) آپ کے حجت اور صحیح الروایۃ ہونے پر ائمہ کا اتفاق
(۵) آپ کی خدمت، اتباع سنت اور دینداری پر محدثین کا اتفاق
(۶) فقہ اور فتویٰ میں آپ کی مسلمہ مہارت

تجر علمی کے باوجود لا علمی کا اعتراف...... عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے ہیں کہ ہم امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا میں چھ ماہ کی مسافت سے ایک مسئلہ دریافت کرنے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا، کہو کیا ہے۔ اس نے بیان فرمایا، آپ نے فرمایا۔ مجھے اچھی طرح علم نہیں۔ وہ حیران ہو کر بولا۔ اچھا تو اپنے شہر والوں سے کیا کہوں۔ آپ نے فرمایا کہہ دینا کہ مالک نے اپنی لا علمی کا اقرار کیا ہے۔

درس و تدریس...... مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے بعد ان کی علمی درسگاہ کے جانشین حضرت نافع ہوئے۔ ان کی وفات کے بعد امام مالک ان کے جانشین ہوئے اور سترہ سال کی عمر میں مجلس افادہ و تعلیم کی ابتداء فرمائی اور تقریباً باسٹھ سال مسلسل فقہ و فتاوی، درس و تدریس میں مشغول رہے۔ جب حدیث نبوی کے املا کا وقت آتا تو پہلے وضو یا غسل کر کے عمدہ اور بیش قیمت پوشاک زیب تن فرماتے۔ بالوں میں کنگھی کرتے، خوشبو لگاتے اور اس اہتمام کے بعد مجلس

علمی کی صدارت کے لئے باہر تشریف لاتے اور جب تک اس مجلس میں حدیث کا ذکر رہتا مجمر یعنی انگیٹھی میں عود ولوبان ڈالتے رہتے۔

وقار مجلس...... امام صاحب کی مجلس درس ہمیشہ پر تکلف فرش اور بیش قیمت قالینوں سے آراستہ اور ایسی ہیبت ووقار کی ہوتی تھی کہ اس میں شور وشغب ہونا تو درکنار کسی شخص کو با آواز بلند گفتگو کرنے کی مجال اور طاقت نہ ہوتی تھی۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے مجلس درس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

"جاہ وجلال اور شان وشکوہ سے کاشانہ امامت پر بارگاہ شاہی کا دھوکہ ہوتا تھا، طلبہ کا ہجوم، مستفتیوں کا ازدہام، امراء کا ورود، علماء کی تشریف آوری، سیاحوں کا گذر، حاضرین کی مودب نشست، درخانہ پر سواریوں کا انبوہ دیکھنے والوں پر رعب ووقار طاری کر دیتا تھا۔" ایک روز سفیان ثوری آپ کی مجلس میں تشریف لائے تو مجلس کی عظمت وجلال اور اس کی شان وشوکت دیکھ کر امام صاحب کی مدح میں یہ قطعہ نظم فرمایا۔

یابی[1] الجواب فلا یراجع ھیبته	والسائلون نواکس الاذقان
ادب الوقار و عز سلطان التقی	فھوا المطاع ولیس ذا سلطان

تلامذہ واصحاب...... آپ کے تلامذہ کی فہرست بڑی طویل ہے۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔ "حدث عنه خلق من الامته۔" حافظ ذہبی لکھتے ہیں۔ "وحدث عنه امم لایکادون یحصون" (آپ سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے جن کا شمار تقریبا ناممکن ہے۔ قاضی عیاض نے اپنے ایک رسالہ میں آپ سے روایت کرنے والوں کی تعداد تیرہ سو سے بھی زیادہ گنائی ہے۔ حافظ دار قطنی نے اس سلسلہ میں ایک رسالہ لکھا ہے جس میں امام مالک سے روایت کرنے والوں کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ حافظ ابو بکر خطیب بغدادی کے ایک رسالہ میں نو سو ترانوے رواۃ مذکور ہیں۔ خود آپ کے بعض شیوخ نے آپ سے روایت کی ہے۔ مثلاً زہر، ابوالاسود، ایوب سختیانی، ربیعہ الرائی، یحیی ابن سعید انصاری، محمد بن ابی ذئب، ابن جریج اعمش[1] وغیرہ اہل علم وفضل تلامذہ میں سے امام محمد، امام شافعی، عبداللہ ابن مبارک، لیث بن سعد، شعبہ، سفیان ثوری، ابن جریج، ابن عیینہ، یحیی القطان، ابن مہدی، ابوعاصم النبیل، عبدالرحمن اوزاعی میں علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ حافظ دار قطنی نے ایک رسالہ میں امام مالکؒ سے امام ابو حنیفہؒ کی مرویات کو جمع کیا ہے لیکن شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ سے امام ابو حنیفہ کا روایت کرنا ثابت نہیں۔

سنت نبویہ کی تعظیم وتوقیر...... عبداللہ بن مبارک جو امام مالک کے شاگرد ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ روایت حدیث فرما رہے تھے۔ ایک بچھو نے نیش زنی شروع کی اور اس نے آپ کو تقریباً دس مرتبہ کاٹا۔ اس تکلیف کی وجہ سے آپ کا چہرہ کچھ متغیر ہو کر مائل بزردی ہو جاتا تھا۔ مگر آپ نے حدیث کو قطع نہیں فرمایا اور نہ آپ کے کلام میں کوئی لغزش ظاہر ہوئی۔ جب مجلس ختم ہو گئی اور سب آدمی چلے تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا اپنی طاقت وشکیبائی کی بناء پر نہ تھا بلکہ پیغمبر ﷺ کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔ باوجود ضعف و کبر سنی بھی مدینہ طیبہ میں کبھی سوار ہو کر نہیں چلے۔ جس ارض مقدس کے اندر جسم مبارک ﷺ ہو اس کے اوپر سوار ہو کر چلنا خلاف ادب جانتے تھے امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے دروازہ پر خراسانی گھوڑے اور مصری خچر دیکھے تو میں نے امام صاحب سے کہا بہت عمدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں نے تمہیں یہ سب ہدیہ کر دیئے ہیں۔ میں نے کہا سواری کے لئے آپ بھی رکھ لیجئے۔ فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ جس ارض مقدس میں حضور ﷺ ہوں میں اس کی مٹی کو سواری

---

[1] (اگر امام مالک) جواب دینا چھوڑ دیں تو سب سائل اپنا سر نیچا کئے بیٹھے رہیں اور آپ کی ہیبت سے دوبارہ نہ پوچھ سکیں، وقار آپ کا ادب کرتا ہے اور پرہیزگاری کی بادشاہت پر عزت کے ساتھ متمکن ہیں (عجیب بات یہ ہے کہ) آپ کی اطاعت کی جاتی ہے حالانکہ آپ بادشاہ نہیں ہیں۔ ۱۲

[1] بن قیل ان ملکا ماروی عن احد الاروی عنه ذلک الشیخ بعد ذلک الا نافع بن ابی نعیم المقری ۱۲

کے کھروں سے روندوں۔

حب مدینہ......ایک مرتبہ ہارون الرشید نے آپ سے دریافت کیا، آپ کے پاس مکان ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں تو اس نے آپ کو تین ہزار اشرفیاں دے کر کہا "مکان خرید لیجئے۔" آپ نے اشرفیاں لے لیں۔ جب ہارون الرشید مجلس سے اٹھنے لگا تو اس نے کہا "اگر آپ ہمارے ساتھ چلیں تو بہت اچھا ہو کیونکہ میں نے یہ عزم کر لیا ہے کہ لوگوں کو موطا کا حامل بناؤں جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حامل قرآن بنایا تھا۔" آپ نے فرمایا کہ "اس کی کوئی صورت نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ مختلف شہروں میں اقامت پذیر ہوئے اور ہر اہل شہر کے پاس علم ہے، رہا میرا تمہارے ساتھ چلنا سو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے "المدینۃ خیر لہم لو کانوا یعلمون۔" رہی اشرفیاں سو یہ موجود ہیں چاہو لے لو۔" یعنی تم جو یہ احسان کر کے مدینہ سے جدا کرنا چاہتے ہو یہ نہیں ہو سکتا۔

دار الحبیب احق ان تہواھا ونحن من طرب الی ذکراھا

آپ کے **فضل و کمال کا اعتراف**......مصعب زبیری فرماتے ہیں کہ امام مالک ثقہ، مامون، ثبت، عالم فقیہ، حجت، ورع ہیں۔ یحیی بن معین، اور یحیی بن سعید القطان جو حدیث و رجال کے ناقد ہیں وہ فرماتے ہیں کہ امام مالک امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ عبد الرحمن بن مہدی کا قول ہے کہ روئے زمین پر امام مالک سے بڑھ کر حدیث نبوی ﷺ کا کوئی امانت دار نہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری امام حدیث ہیں امام سنت نہیں اور اوزاعی امام سنت ہیں امام حدیث نہیں اور امام مالک امام سنت بھی ہیں اور امام حدیث بھی۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالک سے زیادہ جلد اور صحیح جواب دینے والا اور اچھی پرکھ والا نہیں دیکھا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ تابعین کے بعد امام مالک مخلوق پر خدا کی حجت تھے۔ نیز فرماتے ہیں کہ علم تین آدمیوں پر دائر ہے۔ مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، اور لیث بن سعد۔ امام احمد سے کسی نے دریافت کیا کہ اگر کوئی کسی کی حدیث زبانی یاد کرنا چاہے تو کس کی کرے۔ فرمایا مالک بن انس کی۔ امام بخاری سے سوال کیا گیا کہ سب سے زیادہ صحیح سند کونسی ہے۔ فرمایا مالك عن نافع عن ابن عمر۔ امام نسائی فرماتے ہیں کہ تابعین کے بعد میرے نزدیک امام مالک سے زیادہ دانشمند، بزرگ، قابل وثوق اور ضعفاء سے کم روایت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ موصوف نے ابو امیہ عبد الکریم کے علاوہ کسی متروک سے روایت کی ہو۔ امام احمد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ "یوشك ان یضرب الناس راکبا والابل یطلبون العلم فلایجدون عالمااعلم من عالم المدینۃ" قریب ہے کہ لوگ طلب علم کے لئے اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں اور عالم مدینہ سے بڑھ کر کوئی عالم نہ پائیں۔ سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ عالم مدینہ کے مصداق امام مالک ہیں۔

امام مالک کا ابتلاء......والی مدینہ جعفر بن سلیمان سے کسی نے شکایت کر دی کہ امام مالک آپ لوگوں کی بیعت کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اس پر اس کو غصہ آیا اور آپ کو بلوا کر کوڑے لگوائے، آپ کو کھینچا گیا۔ دونوں ہاتھوں کو کھنچوا کر مونڈھے سے اتروا دیئے گئے، ان باتوں سے آپ کی عزت و وقعت اور شہرت اور بڑھ گئی۔ بعض حضرات نے وجہ ابتلاء طلاق مکرہ کا مسئلہ بیان کیا ہے اور بعض نے تقدیم عثمانؓ بر علیؓ، جب خلیفہ منصور حج کے لئے حرمین حاضر ہوا تو اس نے جعفر سے امام مالک کا قصاص لینا چاہا مگر آپ نے روک دیا اور فرمایا، واللہ، جب بھی مجھ پر کوڑا پڑتا تھا تو میں اس کو اسی وقت حلال اور جائز کر دیتا تھا آنحضرت ﷺ سے قرابت کے سبب۔

وفات......امام صاحب کی عمر چوراسی یا چھیاسی یا ستاسی یا نوے برس کو پہنچی تھی کہ اتوار کے روز بیمار پڑ گئے اور تقریبا تین ہفتے بیمار رہے۔ مرض کی شدت میں کوئی تخفیف نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ ۱۱یا۱۴ ربیع الاول ۱۷۹ھ میں یہ نفس قدسی صفات مضیق زمان و مکان سے سعت اعلی علیین و جوار قدس رب العالمین کی طرف انتقال کر گیا۔ جسد مبارک جنت البقیع میں

مدفون ہوا آپ کی پیدائش اور انتقال کی تاریخ کو ایک بزرگ نے اس قطعہ میں نظم کیا ہے اور اسی سے آپ کی عمر کی مدت بھی ظاہر ہو جاتی ہے۔

فخر الائمة مالك نعم الامام المالك

مولده نجم عدى وفاته فاز مالك

وفات کے بعد...... قاضی عیاض نے "المدارک" میں ذکر کیا ہے کہ جس رات امام صاحب کا انتقال ہوا اسی رات عمر بن سعد انصاری نے خواب دیکھا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے۔

لقد اصبح الاسلام زعزع ركن غداة الهادی لدی ملحد القبر

امام الهدى لازال للعلم صينا عليه سلام الله فی آخر الدهر

آپ کے انتقال پر ابو محمد جعفر بن احمد بن الحسین السراج نے ذیل کے اشعار میں مرثیہ پڑھا۔

سقى جدثا ضم البقيع لمالك من المزن مرعاد السحائب مبراق

امام موطاه الذی طبقت به اقاليم فی الدنيا فساح و آفاق

اقام به شرع النبی محمد ﷺ له حذر من ان يضام واشفاق

له سند عال صحيح و هيبته فللكل منه حين يرويه اطراق

واصحاب صدق كلهم علم نسل بهم انهم ان انت سالت حذاق

ولولم يكن الا ابن ادريس وحده كفاه الا ان السعادة ارزاق

الباقیات الصالحات...... آپ نے اپنے اولاد امجاد میں تین صاحبزادے چھوڑے۔ یحییٰ، محمد اور حماد۔ آپ کا ترکہ تین ہزار تین سو اشرفیاں تھیں۔

تصنیفات...... موطا کے علاوہ امام صاحب کے بہت سے رسائل ہیں۔ جن کی تفصیل مقدمہ اوجز المالک میں موجود ہیں۔ ہم یہاں صرف موطا کا جو ان کی سب سے اہم اور مشہور اور مقبول ترین کتاب ہے تفصیلی تعارف کراتے ہیں۔

مؤطا امام مالک...... کتب خانہ اسلام کی وہ دوسری کتاب جو قرآن مجید کے بعد باقاعدہ طور پر فقہی ترتیب سے مبوب و مرتب ہو کر منصۂ شہود پر آئی، علامہ ابو بکر بن العربی فرماتے ہیں "موطا ہی نقش اول اور بنیادی کتاب ہے، بخاری کی حیثیت تو اس باب میں نقش ثانی کی ہے اور انہیں دونوں کتابوں پر مسلم و ترمذی جیسے بعد کے مولفین نے اپنی کتابوں کی بنیاد رکھی ہے۔"

زمانہ تالیف...... اس کی تالیف کا مقام مدینہ طیبہ ہے۔ کیونکہ امام مالک کا قیام ہمیشہ وہیں رہا۔ البتہ تالیف کا صحیح زمانہ معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف قرائن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، محدث قاضی عیاض نے مدارک میں امام مالک کے شاگرد خاص ابو مصعب کی زبانی یہ روایت نقل کی ہے کہ موطاء کی تالیف خلیفہ ابو منصور عباسی کی فرمائش پر خود اسی کے عہد میں شروع ہوئی تھی۔ لیکن پایہ تکمیل کو اس کی وفات کے بعد پہنچی۔ منصور نے ۶ ذی الحجہ ۱۵۸ھ میں وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا مہدی مسند خلافت پر متمکن ہوا اور اس کی خلافت کے ابتدائی دور میں اس کی تالیف پوری ہوئی۔ ابتداء تالیف کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ ابن حزم نے صراحت کی ہے کہ امام مالک نے موطا کی تالیف یحییٰ بن سعید انصاری متوفی ۱۴۳ھ کی وفات کے بعد کی ہے۔

وجہ تسمیہ...... لفظ "موطا" توطیہ کا مفعول ہے۔ صاحب قاموس نے اس کے لغوی معنی "روندنے، تیار کرنے، نرم و سہل بنانے" کے بیان کئے ہیں تو موطاء کے لغوی معنی روندا ہوا، تیار کیا ہوا، نرم و سہل بنایا ہوا کے ہیں۔ یہاں یہ تمام معانی بطور استعارہ مراد لئے جا سکتے ہیں۔ ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم اصبہانی کہتے ہیں کہ میں نے ابو حاتم سے دریافت کیا کہ اس کا نام

موطا کیوں رکھا گیا۔ فرمایا کہ امام مالک نے اس کو مرتب کر کے لوگوں کے لئے سہل اور آسان بنادیا ہے اس لئے اس کو موطا مالک کہتے ہیں۔ کما قیل۔ جامع سفیان...... امام مالک فرماتے ہیں کہ اس کتاب کو لکھ کر میں نے فقہاء مدینہ میں ستر فقیہوں کے سامنے پیش کیا۔ سب نے ہی مجھ سے اتفاق کیا اس لئے میں نے اس کا نام موطا رکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنی شرح مسوی میں اس معنی کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ یہ معنی صاحب کتاب سے منقول ہیں۔ ابن فہر کہتے ہیں کہ امام مالک سے پہلے کسی نے یہ نام نہیں رکھا۔ بلکہ آپ کے ہم عصر مصنفین میں سے بعض نے جامع کے ساتھ بعض نے مصنف کے ساتھ اور بعض نے مولف کے ساتھ موسوم کیا ہے۔

کتب حدیث میں موطا کا مقام...... حضرت شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز صاحب نے کتب حدیث کے پانچ طبقات قائم کئے ہیں جن میں موطاء کو طبقہ اولی میں رکھا ہے۔ جمہور علماء کی رائے بھی یہی ہے۔ بلکہ شاہ ولی اللہ صاحب تو موطا کو تمام کتابوں میں مقدم اور افضل سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی کتاب مصفی شرح موطا کے مقدمہ میں اس کی ترجیح کے دلائل ووجوہ کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

صاحب مفتاح السعادۃ نے بیان کیا ہے کہ جمہور کہتے ہیں کہ اس کا درجہ ترمذی کے بعد ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اس کو مسلم کے بعد تیسرے درجہ پر رکھنا چاہئے۔ موطا کی صحت اور اس کے مرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں "روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد موطا مالک سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں ہے۔" اگرچہ خود علماء شوافع میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امام موصوف کا قول صحیحین کے عالم وجود میں آنے سے پہلے کا ہے۔

موطا کی مقبولیت...... امام مالک کے شیوخ اور آپ کے معاصرین نے موطا کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔ اوپر گذر چکا ہے کہ امام صاحب نے فقہائے مدینہ کے سامنے پیش کیا تو سب نے داد و تحسین دی اور بعد کے علماء کے نزدیک انتہائی مقبول رہی ہے۔ علامہ نودی شرح مسلم کے مقدمہ میں اپنے استاد کا حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ایک کتاب مجھ کو ایسی ملی جو ان کتابوں (صحیحین، ترمذی وغیرہ) سے بہتر ہے۔ اگرچہ یہ کتابیں بھی اچھی ہیں اور وہ موطا ہے جس کے مصنف کا نام مالک ابن انس ہے جو تمام محدثین کے شیخ الشیوخ ہیں۔"

علامہ زرقانی شارح موطا فرماتے ہیں کہ جب امام مالک نے اس کتاب کو تصنیف کیا تو دوسرے علماء نے اسی طرز سے احادیث کے مجموعے تیار کئے۔ لوگوں نے امام مالک سے جا کر بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ صرف اخلاص و حسن نیت کو بقاء ہے۔ یہ پیشین گوئی بالکل صحیح ثابت ہوئی۔ آج ان کی تصانیف کا سوائے موطا ابن ابی ذئب کے نام و نشان بھی معلوم نہیں ہوتا۔

ولنعم ماقال السعدون الورجيني في الموطا	اقول لمن يروى الحديث ويكتب
ويسلك سبل الفقه فيه و يطلب	ان اجبت ان تدعى لدى الحق عالما
فلو تعد ماتحوى من العلم يشرب	اتترك دارا كان بين بيوتها
يروح ويغدو جبرئيل المقرب	ومات رسول الله فيها وبعده
بسنته اصحابه قدتا دبوا	وفرق نعمل العلم فى تابعيهم
وكل امرى منهم له فيه مذهب	فخلصه بالسك للناس مالك
ومنه صحيح في المجس و اجرب	فابرى تبصيحح الروايته داءه
وتصيحها فيه دواء مجرب	ولو لم يلح نور الموطا لمن سرى
بليل عماه مادرى اين يذهب	فبادر موطا مالك قبل فوته
فما بعده ان فات للحق مطلب	ودع للموطا كل علم تريده

فان الموطا الشمس والعلم کوکب — هو الاصل طاب الفرع منه لطیبه
ولم لایطیب الفرع والاصل طیب — هو العلم عندالله بعد کتابه
وفیه لسان الصدق بالحق معرب — لقد اعربت آثاره ببیاتها
فلیس لها فی العالمین مکذب — وصحابه اهل الحجاز تفا خسروا
بان الموطا بالعراق مجب — ومن لم تکن کتب الموطا بیته
فذاك من التوفیق بیته مخیب — اتعجب منه او علافی حیاته
تعالیه من بعد المنیۃ اعجب — جزی الله عنافی موطاه مالکا
بافضل مایجزی اللبیب المهذب — لقد احسن التحصیل فی کل ماروی
کذا فعل من یخشی الا له ویرهب — لقد فاق اهل العلم حیاومیتا
فاضحت به الامثال فی الناس تضرب، — ومافاقهم الاتبقوی وخشبه
واذ کان یرضی فی الالہ ویغضب — فلازال یسقی قبره کل عارض

بمنفبق طلت عزالیه تسکب

روایات کی تعداد......ابن الهیاب نے ذکر کیا ہے کہ امام مالک نے ایک لاکھ احادیث روایت کی تھیں۔ان میں سے دس ہزار منتخب کر کے موطامیں درج کیں۔پھر برابر ان کو کتاب وسنت اور آثار واخبار صحابہ پر پیش کرتے رہے۔یہاں تک کہ ان سب کو قلم زد کر دیا اور صرف پانچ سوباقی رہ گئیں۔ابو بکر ابہری کہتے ہیں کہ موطا کی کل احادیث ایک ہزار سات سو بیس ہیں جن میں مسند اور مرفوع چھ سو اور مرسل دو سو بائیس، موقف چھ سو تیرہ اور تابعین کے اقوال وفتاوی دو سو بچاسی ہیں۔ابن حزم نے کتاب "مراتب الدیانۃ" میں کہا ہے کہ میں نے احادیث موطا کو شمار کیا تو میں نے مسند احادیث کچھ اوپر پانچ سو اور احادیث مرسلہ کچھ لوپر تین سو پائیں۔جن میں سے تقریباً ستر احادیث پر خود امام مالک نے بھی عمل نہیں کیا۔

موطا کے رواۃ......امام مالک سے تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے موطا کو سن کر جمع کیا ہے اور لوگوں کے طبقہ سے فقہاء، محدثین، صوفیاء وامراء اور خلفاء نے تبرکا اس امام عالی مقام سے اس کی سند حاصل کی ہے۔اسی لئے اس کے بہت سے نسخے ہیں۔چنانچہ امام صاحب سے تیس طریقوں سے مروی ہے۔جن میں سولہ نسخے مشہور ہیں اور ان میں بھی چار نسخے زیادہ اہم ہیں۔یعنی یحیی، ابن بکیر، ابو مصعب اور ابن وہب کے نسخے۔

(۱) ابو محمد یحیی بن یحیی کثیر بن وسلاس (یا وسلاس) بن شملل (یا شمائل) بن مناقایا (یا منقایا) مصمودی اندلسی مولود ۱۵۲ھ متوفی ۲۳۴ھ کا نسخہ، یہ سب سے زیادہ مشہور ومتداول ہے۔علامہ سیوطی زرقانی، حاجی اور شاہ صاحب نے اسی نسخہ کی شرح لکھی ہے۔موصوف بربر کے مشہور قبیلے مصمودہ کی طرف منسوب ہو کر مصمودی کہلاتے ہیں۔

(۲) عبداللہ بن وہب بن مسلم الفهری المصری مولود ۱۲۵ھ متوفی ۱۹۷ھ کا نسخہ، چار سو محدثین سے روایت کرتے ہیں جن میں سے امام مالک، لیث بن سعد، ابن ابی ذئب، سفیانین، ابن جریج اور یونس وغیرہ ہیں۔

(۳) ابو عبدالرحمن عبداللہ بن مسلم بن قعنب الحارثی متوفی ۲۲۱ھ کا نسخہ، امام مالک، لیث بن سعد، ابن ابی ذئب، حمادین، شعبہ، سلمہ بن وردان وغیرہ بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں۔

(۴) ابو عبداللہ عبدالرحمن بن القاسم بن خالد بن جنادہ العتقی المصری مولود ۱۳۰ھ متوفی ۱۹۱ھ کا نسخہ علم حدیث کی طلب میں بہت سامال صرف کیا۔پرہیزگاری اور تقوی میں عجائب روزگار تھے۔صحت حدیث اور حسن روایت میں یگانہ آفاق اور نادر زمانہ تھے۔اکثر اوقات آپ کی یہ دعا ہوتی تھی، اللهم امنع الدنیا منی وامنعنی منها۔

(۵) ابو یحییٰ معن بن عیسیٰ بن دینار المدنی الاشجعی القزاز متوفی ۱۹۸ھ کا نسخہ امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ نے امام صاحب سے چالیس ہزار مسئلے سنے تھے۔ اپنے زمانہ کے محقق اور مفتی تھے۔ جب امام مالک اتنے بوڑھے ہوگئے کہ لاٹھی رکھنے کی ضرورت پڑی تو بجائے لاٹھی کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ ان کو عصائے مالک بھی کہتے تھے۔

(۶) ابو محمد عبداللہ بن یوسف الکلاعی الدمشقی التنیسی کا نسخہ۔ نہایت بزرگ و پرہیزگار اور مخیّر تھے۔ امام بخاری نے ان سے بہت سی روایات بلاواسطہ کی ہیں۔ بخاری اور ابو حاتم نے ان کے ثقہ وعادل ہونے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔

(۷) ابوزکریا۔ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر مخزومی متوفی ۲۳۱ھ کا نسخہ، بخاری نے بے واسطہ اور مسلم نے ایک واسطہ سے اپنی صحیحین میں ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی ہیں، جس محدث نے ان کی توثیق نہیں کی اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو حال کی اطلاع نہیں ہوسکی۔ ورنہ صدق وامانت میں وہ مانند آفتاب ہیں۔

(۸) ابو عثمان سعید بن کثیر بن عفیر بن مسلم انصاری مولود ۱۴۶ھ متوفی ۲۲۶ کا نسخہ بخاری اور دوسرے معتبر محدثین ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کو علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی کمال حاصل تھا۔ انساب، علم تاریخ اور واقعات عرب اور گزشتہ اخبار میں خصوصیت کے ساتھ دخل رکھتے تھے۔ فصاحت اور علوم ادبیہ میں بھی اپنے زمانہ کے سر برآوردہ علماء میں تھے۔ بہت زیادہ خوش کلام اور نیک صحبت تھے۔

(۹) ابو مصعب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحارث بن زرارہ بن مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری عوفی مولود ۱۵۰ھ متوفی ۲۴۲ھ کا نسخہ، مدینہ منورہ کے قاضی ومفتی تھے، اصحاب صحاح ستہ ان سے روایت کرتے ہیں، البتہ نسائی نے ان سے بواسطہ روایت کی ہے، اہل مدینہ کو آپ پر بہت اعتماد تھا، ان کا نسخہ عام نسخوں سے ضخیم ہے۔ چنانچہ ابن حزم کہتے ہیں کہ ان کے نسخہ میں تقریباً ایک سو احادیث زائد ہیں۔

(۱۰) مصعب بن عبداللہ زبیری کا نسخہ

(۱۱) محمد بن مبارک صوری کا نسخہ

(۱۲) سلیمان بن برد کا نسخہ

(۱۳) یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر بن عبدالرحمٰن تمیمی حنظلی نیشاپوری متوفی ۲۲۲ھ کا نسخہ۔ صحیحین میں ان کی روایت موجود ہے۔

(۱۴) ابو حذافہ احمد بن اسماعیل سہمی متوفی ۲۵۹ھ کا نسخہ، شرائط کے لحاظ سے چنداں معتبر نہ تھے۔ اسی وجہ سے دار قطنی ان کی تضعیف کرتے تھے، خطیب فرماتے ہیں کہ دانستہ جھوٹ نہیں بولتے تھے لیکن غفلت اور سادگی کی بناء پر اس بلا میں پڑ جاتے تھے۔

(۱۵) ابو محمد سوید بن سعید ہروی متوفی ۲۴۰ھ کا نسخہ، مسلم اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے اور وہ انکو معتبر جانتے ہیں۔ ابو القاسم لغوی تو ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ لیکن امام احمد ابن حنبل بعض امور میں ان پر گرفت فرمایا کرتے تھے۔ آخر عمر میں کبر سنی، ضعف بصارت اور حافظہ میں خلل ہونے کے سبب سے قابل اعتماد نہیں رہے تھے۔

(۱۶) امام محمد بن الحسن شیبانی کا نسخہ، ان کے حالات عنقریب آرہے ہیں۔ قاضی عیاض نے "المدارک" میں ایک مستقل باب قائم کیا ہے۔ جس میں مذکورہ بالا رواہ کے علاوہ ذیل کے اشخاص کو بھی رواۃ موطا میں شمار کیا ہے۔ امام شافعی، مطرف بن عبداللہ، عبداللہ بن عبدالحکم، بکار بن عبداللہ زبیری، زیاد بن عبدالرحمٰن اندلسی، سبطون بن عبداللہ اندلسی، محمد بن شروس صفائی، ابو قرہ سکسکی، احمد بن منصور تامرانی، قتیبہ بن سعید، عتیق بن یعقوب زبیری، اسد بن الفرات قردی،

اسحاق بن عیسی صباغ، بدیرۃ المغنی بغدادی، حفص بن عبد السلام اندلسی، حسان بن عبد السلام اندلسی، حبیب بن ابی حبیب، خلف بن جریر بن فضالہ قروی، خالد بن مزار ایلی، غازی بن قیس اندلسی، فرعوس بن عباس الاندلسی، محرز مدنی، الاہ بن ہارون بن عبداللہ ہدیری، سعید بن عبد الحکم اندلسی، سعید بن ابی ہند اندلسی، سعید بن عبدس اندلسی، عبدالاعلی بن مسہر دمشقی، عبدالرحیم بن خالد مصری، اسماعیل بن ابی اویس، عیسی بن شجرہ تونسی، ایوب بن صالح مدنی، عبدالرحمٰن بن ہند طلیطلی، عبدالرحمٰن بن عبداللہ اشبولی، عبید بن حیان دمشقی، سعید بن داؤد بن سعید بن ابی زبیر مدنی، یحیی بن معین، ابن المدینی اور امام نسائی نے عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کو رواۃ موطا میں اثبت الناس مانا ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن یوسف تنیسی کا درجہ ہے اور ابو معین نے معن بن عیسی کو اثبت اصحاب مالک کہا ہے۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں روایت عبدالرحمٰن بن مہدی کو، امام بخاری نے روایت عبداللہ بن یوسف تنیسی کو، امام مسلم نے روایت یحیی بن یحیی تمیمی نیشاپوری کو، امام ابوداؤد نے روایت قعنبی کو اور امام نسائی نے روایت قتیبہ بن سعید کو اختیار کیا ہے۔

شروح وحواشی موطا مالک...... موطا کی مقبولیت وہر دلعزیزی کا یہ عالم ہے کہ اس کو شارحین معلقین ومحشین کی ایک بڑی جماعت ہاتھ آئی ہے۔ قاضی عیاض نے اپنی معلومات کے مطابق ان کی تعداد ۹۶ بتائی ہے۔ ان کے بعد بھی اس میں ہر زمانہ میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ہم یہاں چند شروح وتعلیقات ذکر کرتے ہیں۔ تفصیل کیلئے مقدمہ اوجز المسالک ملاحظہ ہو۔

(۱) المنتقی۔ ابوالولید باجی متوفی ۴۷۴ھ کی شرح ہے، صاحب کشف الظنون فرماتے ہیں کہ یہ ابن عبد البر کی شرح "التمہید" کا اختصار ہے۔

(۲) الاسماء

(۳) الاستیفاء۔ یہ دونوں بھی ابوالولید باجی کی ہیں۔

(۴) کتاب التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید۔ حافظ بن عبدالبر مالکی متوفی ۴۶۳ھ کی ہے۔ موطا کے معانی کی تشریح اور اس کے اسانید کی تحقیق نیز اس کے ضمن میں فقہ وحدیث کی بے شمار معلومات ترتیب رواۃ اور بہ لحاظ حروف تہجی درج ہیں۔

(۵) الاستذکار۔ خود حافظ صاحب موصوف ہی نے اپنی شرح التمہید کا اختصار کیا ہے۔

(۶) القبس۔ ابو محمد بن السمید بطلیوسی نحوی کی ہے۔

(۷) الموعب۔ ابوالولید بن صفاء کی ہے۔

(۸) المقتبس فی شرح موطا مالک بن انس۔ قاضی ابوبکر ابن العربی متوفی ۵۴۶ھ کی شرح ہے۔

(۹) کشف المغطا عن الموطا۔ حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے۔ (۱۰) تنویر الحوالک حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کے کشف المغطا کا اختصار ہے۔

(۱۱) تجرید احادیث الموطا حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی شرح ہے۔

(۱۲) المعرب۔ محمد بن ابی زمنین کی ہے۔

(۱۳) المستقصیہ۔ یحیی بن مزین کی ہے۔

(۱۴) المالک۔ ابوبکر بن سابق صقلی کی ہے۔

(۱۵) شرح موطا۔ محمد ابن عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ کی نفیس شرح ہے، اکثر حصہ فتح الباری سے ماخوذ ہے، مصنف نے ۱۰۹۷ھ میں شروع کر کے ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۱۲ھ میں مکمل کیا ہے۔

(۱۶) المصفی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ کی فارسی زبان میں تعلیق ہے۔
(۱۷) المسوی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ مصفی کا عربی میں اختصار ہے۔
(۱۸) الفتح الرحمانی۔ ابو محمد ابراہیم بن حسین معروف بہ شیخ بیری زادہ حنفی متوفی ۱۲۹۲ھ کی شرح ہے۔ انہوں نے اکثر علامہ عینی کی شرح سے استفادہ کیا ہے۔
(۱۹) المصفی شرح الموطا از شیخ ابو یوسف یعقوب البیانی اللاہوری متوفی ۱۰۹۸ھ
(۲۰) شرح موطا مالک۔ از ابو جعفر احمد بن سعیہ الداودی الاسدی متوفی ۴۰۲ھ
(۲۱) المحلی۔ شیخ سلام اللہ حنفی متوفی ۱۲۲۹ھ کی ہے جو حضرت عبد الحق محدث دہلوی کی اولاد میں سے ہیں۔
(۲۲) اوجز المسالک الی موطا مالک۔ حضرت مولانا زکریا صاحب مد ظلہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کی گرانقدر شرح ہے جو چھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ متقدمین کی شروح کا خلاصہ ہے، ہر باب میں ائمہ اربعہ کا مذہب معتبر کتب سے نقل کیا گیا ہے، حل لغات و مطالب اور مشکل مقامات کی پوری وضاحت کی گئی ہے۔
(۲۳) التعلیق الممجد علی موطا محمد۔ مولانا عبد الحئی لکھنوی متوفی ۱۳۰۷ھ کا حاشیہ ہے۔ [۱]

(۱۴) امام محمدؒ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے — بہت مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

نام و نسب ...... ابو عبد اللہ کنیت، محمد نام ہے، والد کا نام حسن اور دادا کا نام فرقد ہے اور شیبانی نسبت ہے۔ اصل مسکن جزیرہ شام ہے۔ آپ کی ولادت واسط میں ۱۳۲ھ میں ہوئی، آپ کے والدین وغیرہ مستقل طور پر کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔ یہیں آپ کی تعلیم و تربیت ہوئی۔

تحصیل علوم ...... چودہ سال کی عمر میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا۔ چار سال تک خدمت میں رہے۔ پھر امام ابو یوسف سے تکمیل کی۔ ان کے علاوہ مسعر، اوزاعی، سفیان ثوری اور امام مالک وغیرہ سے بھی علم حدیث وغیرہ میں استفادہ فرمایا۔ یہاں تک کہ باتفاق اہل علم فقہ کے بلند پایہ امام، تفسیر و حدیث کے ماہر و حاذق اور لغت و ادب کے نازش روزگار مسلم استاد بنے، آپ نے خود فرمایا ہے کہ مجھے آبائی ترکہ سے تیس ہزار درہم یا دنانیر ملے تھے۔ جن میں سے آدھے میں نے لغت و شعر کی تحصیل میں صرف کئے اور آدھے فقہ و حدیث کی تحصیل میں صرف کئے۔

شب بیداری اور لذت علم ...... امام محمد راتوں کو بالکل نہیں سوتے تھے، ان کے پاس کتابوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ جب ایک فن کی کتابوں سے طبیعت گھبرا جاتی تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع کر دیتے تھے۔ آپ راتوں کو جاگتے اور کوئی مشکل مسئلہ حل ہو جاتا تو فرماتے کہ بھلا شاہزادوں کو یہ لذت کہاں نصیب ہو سکتی ہے۔

شیوخ و اساتذہ ...... امام محمد نے علماء کوفہ کے علاوہ مدینہ، مکہ، بصرہ، واسط، شام، خراسان اور یمامہ وغیرہ کے سینکڑوں مشائخ سے علوم کا استفادہ کیا ہے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

اہل کوفہ میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام زفر، سفیان ثوری، مسعر بن کدام، مالک بن مغول، حسن بن عمارہ وغیرہ۔ اہل مدینہ میں امام مالک، ابراہیم، ضحاک بن عثمان وغیرہ۔ اہل مکہ میں سے سفیان بن عیینہ، طلحہ بن عمرو، زمعہ بن صالح اہل بصرہ میں سے ابو العوام وغیرہ۔ اہل واسط میں سے عباد بن العوام، شعبہ بن الحجاج، ابو مالک عبد الملک نخعی۔ اہل شام میں سے ابو عمرو عبد الرحمن اوزاعی وغیرہ۔ اہل خراسان میں سے عبد اللہ بن مبارک۔ اہل یمامہ میں سے ایوب بن عتبہ تمیمی وغیرہ۔

[۱] از محدثین عظام، بستان المحدثین، مقدمہ انوار الباری، مقدمہ تنویر الحوالک وغیرہ ۱۲

درس و تدریس...... آپ نے بیس سال کی عمر میں درس دینا شروع کیا اور ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کیا۔ جب آپ کوفہ میں موطا کا درس دیتے تھے تو اس کثرت سے لوگ آتے کہ راستے بند ہو جاتے تھے۔ اسی کو دیکھ کر سعدون مالکی نے کہا تھا۔

ومما به اهل الحجاز تفاخروا ان الموطا فی العراق محب

(اور منجملہ ان باتوں کے کہ جن پر اہل حجاز کو فخر ہے۔ ایک چیز یہ بھی ہے کہ موطا عراق میں محبوب ہے۔)

علمی تعمق...... کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ کو غیر معمولی تنگدستی پیش آئی۔ جس کی وجہ سے فقاعی کے پاس جانا پڑا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اگر تو میرا مطالبہ پورا کرے تو میں تجھے فقہ کے دو مسئلے بتاؤں گا۔ اس نے انکار کر دیا۔

قیمت در گرانمایہ چہ دانند عوام حافظ گوہر یکدانہ مدہ جز بخواص

اتفاق کی بات فقاعی نے قسم کھائی کہ اگر میں اپنی لڑکی کے جہیز میں تمام وہ چیز نہ دوں جو دنیا میں ہے تو میری بیوی کو تین طلاق، اس کے بعد اس نے علماء سے حکم دریافت کیا تو سب نے یہی جواب دیا کہ حانث ہو گیا۔ کیونکہ یہ چیز ممکن ہی نہیں۔ اب وہ مجبور ہو کر امام محمد کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا کہ بوقت سوال میرا ارادہ یہی تھا کہ میں تجھے یہ مسئلہ اور اس کے ساتھ ایک اور مسئلہ بتاؤں گا۔ لیکن اب تو ایک ہزار اشرفیاں لوں گا تب بتاؤں گا۔ تعظیماً لشان المسئلہ فقاعی نے ایک ہزار اشرفیاں دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ جہیز میں قرآن پاک دے دے تو قسم سے نکل جائے گا۔ علماء نے اس کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا کہ حق تعالی کا ارشاد ہے "ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔"

فوقع هذا الجواب عند هم فی حیز القبول

علم دریست نیک باقیمت

جهل دردیست سخت بے درماں

تفقہ واستنباط...... امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ کے یہاں رات میں قیام کیا اور صبح تک نماز پڑھتا رہا۔ لیکن امام محمد رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح ہونے پر بلا تجدید وضو نماز فجر ادا کر آئے۔ مجھے بات کھٹکی تو میں نے آپ سے اس کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں سو گیا تھا۔ نہیں بلکہ میں نے کتاب اللہ سے تقریباً ایک ہزار مسائل کا استنباط کیا ہے۔ پس آپ نے رات بھر اپنے لئے کام کیا اور میں نے پوری امت کے لئے۔

اصحاب و تلامذہ...... آپ کے تلامذہ کی تعداد حد سے زیادہ ہے۔ بہت سے اکابر کے اسماء گرامی علامہ کوثری نے درج کئے ہیں۔ چند مخصوص تلامذہ کے نام یہ ہیں۔ ابو حفص کبیر احمد بن حفص عجلی، ان سے امام بخاری نے امام اعظم اور ان کے اصحاب کا فقہ حاصل کیا ہے۔ ابو سلیمان موسی بن سلیمان جوزجانی، ان سے صحاح ستہ کا سلسلہ مشرق سے مغرب تک پہنچا ہے ابو عبید قاسم بن سلام ہروی مشہور مجتہد کبیر ہیں۔ علی بن معبد جامع کبیر و جامع صغیر کے راویوں میں سے ہیں اور اصحاب صحاح ستہ کے استاذ ہیں۔ موسی بن نصیر رازی، محمد بن سماعہ، معلی بن منصور، محمد بن مقاتل رازی، شیخ ابن جریر، یحیی بن معین غطفانی، جرح و تعدیل کے مشہور امام ہیں۔ ابو زکریا، یحیی بن صالح وحاظی حمصی امام بخاری کے شیوخ شام میں سے ہیں۔ ابو جعفر علی بن صالح جرجانی، شعیب بن سلیمان کیسانی، ابراہیم بن رستم، ہشام بن عبید اللہ، عیسی بن ابان، شداد بن حکیم وغیرہ

خصوصی تلامذہ...... امام محمد کے خصوصی تلامذہ میں سے اسد بن الفرات متوفی ۲۱۳ھ ہیں جن کی امام محمد نے خصوصی اوقات میں تعلیم و تربیت کی ہے۔ ساری ساری رات ان کو تنہا لے کر بیٹھتے، پڑھاتے اور مالی امداد بھی کرتے تھے۔ آپ نے امام محمد سے امام ابو حنیفہ کے مسائل اور ابن القاسم سے امام مالک کے مسائل حاصل کر کے ۶۰ کتابوں کا ایک مجموعہ مرتب کیا جس کا نام اسدیہ رکھا۔ علماء مصر نے اس مجموعہ کی نقل لینی چاہی اور قاضی مصر کے ذریعہ سفارش کی۔ آپ نے اس کی اجازت دی اور چمڑے کے تین سو ٹکڑوں پر اس کی نقل کرائی گئی جو ابن القاسم کے پاس رہی۔ مدونہ نسخوں کی اصل بھی یہی اسدیہ۔ اسد

یہ ہے ان ہی اسد ابن الفرات نے افریقہ میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مذہب پھیلایا اور یہی فاتح صقلیہ ہیں۔ انہوں نے ہی وہاں اسلام کو پھیلایا ہے۔

دوسرے خصوصی تلمیذ امام شافعیؒ ہیں۔ جن کو عام اوقات درس کے علاوہ بھی امام محمد نے خاص طور سے تعلیم دی ہے اور قسم قسم کے احسانات سے نوازا ہے۔ آپ نے امام محمد سے ایک بختی اونٹ کے بوجھ کی برابر کتابوں کا علم حاصل کیا ہے۔

مالی امداد...... حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ کبیر میں ابو عبید سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام شافعی کو دیکھا کہ امام محمد نے ان کو پچاس اشرفیاں دیں اور اس سے پہلے پچاس روپے اور دے چکے تھے اور کہا کہ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہیں تو میرے ساتھ رہئے۔ ابن سماعہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے امام شافعی کے لئے کئی بار اپنے اصحاب سے ایک ایک لاکھ روپے جمع کر کے دیئے۔ امام مزنی سے منقول ہے کہ امام شافعی فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں عراق میں قرضہ کی وجہ سے محبوس ہو گیا۔ امام محمد کو معلوم ہوا تو آپ نے مجھ کو چھڑا لیا۔ ایک دفعہ امام شافعی نے امام محمد سے کچھ کتابیں عاریۃً طلب کیں آپ نے دینے میں دیر کی تو امام شافعی نے یہ اشعار لکھ کر آپ کے پاس بھیجے

قل لمن لم تر عین من راہ مثله ولمن کان رآه قد رای من قبله

العلم ینهی اهله ان یمنعوه اهله لعله یبذله لاهله لعله

ابن جوزی نے "منتظم" میں نقل کیا ہے کہ امام محمد ان اشعار کو پڑھ کر اتنے مسرور و متاثر ہوئے کہ مطلوبہ کتابیں عاریۃً نہیں بلکہ ہدیۃً امام شافعی کے پاس بھیج دیں۔ اس واقعہ کو مع ابیات ابن عبد البر نے جامع بیان العلم میں اور صیمری وغیرہ نے بھی مع سند کے نقل کیا ہے۔

یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں (اقبال)

حسن اعتراف...... یہی وجہ تھی کہ امام شافعی امام محمد کی حد سے زیادہ تعظیم اور نہایت واضح الفاظ میں ان کے علمی احسانات کا اظہار کرتے تھے۔ چنانچہ محدث خطیب بغدادی اپنی تاریخ میں امام شافعی سے ناقل ہیں۔ "امن الناس علی فی الفقه محمد بن الحسن" فقہ کے بارے میں مجھ سے زیادہ احسان محمد بن حسن کا ہے، حافظ سمعانی بو لطی کی زبانی امام شافعی کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں۔ اعاننی الله برجلین بابن عینیه فی الحدیث وبمحمد فی الفقه "اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی، ابن عیینہ کے ذریعہ حدیث میں اور امام محمد کے ذریعہ فقہ میں۔" علامہ کردری نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "علم اور اسباب دنیوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں جس قدر امام محمد کا ہے۔

عام طلباء کے ساتھ حسن سلوک...... امام محمد کے پاس مال کی اتنی فراوانی تھی کہ تین سو منیم مال کی نگرانی کے لئے مقرر تھے۔ لیکن اس جلیل القدر امام نے اپنے تمام مال و متاع محتاج طلباء پر لٹا دیا۔ یہاں تک کہ ان کے پاس صاف ستھری پوشاک بھی نہ رہی۔ امام ابو یوسف نے جب ان کو میلے کچیلے کپڑوں میں دیکھا تو ان کیلئے ایک نئی پوشاک بھیج دی۔ لیکن امام محمد کی بلند ہمتی نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ نعمتیں تم کو پہلے دے دی گئیں اور مجھ کو بعد میں ملنے والی ہیں

معمولات زندگی...... محمد بن سلمہ کا بیان ہے کہ امام محمد نے رات کے تین حصے کر دیئے تھے۔ ایک حصہ سونے کیلئے، ایک نماز کیلئے اور ایک درس کیلئے۔ وہ بہت زیادہ جاگتے تھے۔ کسی نے کہا، آپ سوتے کیوں نہیں۔ فرمایا، میں کس طرح سو جاؤں جب کہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاذ قاضی ابن ابی عمران سے سنا ہے کہ امام محمد رات دن میں تہائی قرآن پاک کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

وفات...... امام محمد ستاون سال کی عمر پا کر ۱۸۹ھ میں بزبان خسرو یہ کہتے ہوئے

زدنیا میر دو خسرو بزیر لب ہمی گوید دلم بگرفت از غربت تمنائے وطن دارم

دنیا سے رخصت ہو گئے۔ جائے وفات شہر ری ہے۔

وفات کے بعد...... کسی نے آپ کو خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ نزع کے وقت آپ کی کیا حالت تھی۔ فرمایا میں اس وقت عبد مکاتب کے مسئلہ پر غور کر رہا تھا۔ اسی حالت میں میری روح نکل گئی اور مجھے محسوس بھی نہ ہو سکا۔ آپ سے جو یہ منقول ہے کہ آپ اپنی آخری عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ مکاتب کے مسئلے نے مجھے اس دن کی تیاری سے محروم رکھا یہ آپ تو اضعا فرماتے تھے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ آپ جیسے متقین کی ساری زندگی آخرت وعاقبت کی تیاری ہی میں گذرتی ہے۔

حسن خداداد...... قدرت نے امام محمد کو جس طرح باطنی اور معنوی محاسن سے مزین کیا تھا اسی طرح ان کو حسن ظاہری کی دولت سے بھی بافراط نواز تھا۔ نہایت شکیل وجمیل اور انتہائی حسین وخوبصورت گویا قول صائب کے صحیح مصداق تھے۔

ہلاک حسن خداداد او شوم کہ سراپا چو شعر حافظ شیرازی انتخاب ندارد

اسی غایت حسن کی وجہ سے امام ابو حنیفہ ان کو مجلس درس میں اپنے پیچھے بٹھایا کرتے تھے۔

تصانیف...... آپ کی تصنیفات کی تعداد ایک ہزار کے قریب کہی جاتی ہے۔ اپنے کمرہ میں کتابوں کے ڈھیر کے درمیان بیٹھے رہتے اور رات دن کتابیں لکھتے تھے۔ دس رومی عورتیں نقل کتب پر مامور تھیں۔ اس طرح آپ نے ایک ادارہ کی برابر تصنیفی خدمت انجام دی ہے۔ آپ کی تصانیف میں حسب ذیل کتابیں زیادہ مشہور ہیں اور یہی کتابیں فقہ حنفی کی اصل اصول خیال کی جاتی ہیں۔ کیونکہ امام صاحب کے مسائل روایۃ ان میں مذکور ہیں۔ کل مسائل جو آپ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں استنباط کئے ہیں (۱۰۷۱۰۰) ہیں۔

مبسوط

اس میں آپ نے امام ابو یوسف کے جمع کردہ مسائل کو خوبی ووضاحت کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ اس کو اصل بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے اس کو سب سے پہلے تصنیف کیا ہے۔

جامع صغیر

اس میں آپ نے امام ابو یوسف کی روایت سے امام اعظم کے تمام اقوال لکھے ہیں۔ کل (۱۵۳۲) مسائل ہیں۔ ان میں سے (۱۷۰) مسائل میں اختلاف رائے بھی کیا ہے۔ اس کی تقریباً چالیس شروح لکھی گئیں۔ متقدمین کے یہاں فقہ میں یہی کتاب درس میں پڑھائی جاتی تھی۔

جامع کبیر

اس میں آپ نے امام صاحب کے اقوال کے ساتھ امام ابو یوسف اور امام زفر کے اقوال بھی ذکر کئے ہیں اور ہر مسئلہ کی دلیل لکھی ہے۔ یہ جامع صغیر سے زیادہ مشہور ہے۔ بعد کے فقہاء نے اصول فقہ کے مسائل بھی زیادہ تر اسی کتاب کی روشنی میں اخذ کئے ہیں۔ بڑے بڑے نامور فقہاء نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ ان میں سے ۲۲ کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔

زیادات

جامع کبیر کی تصنیف کے بعد جو فروع یاد آتے رہے وہ اس میں درج کئے ہیں۔ اس لئے اس کو زیادات کہتے ہیں۔

کتاب الحج

امام محمد امام اعظم کی وفات کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور تین برس امام مالک کی خدمت میں رہے۔ ان سے موطا بھی پڑھی۔ اہل مدینہ کا طریق تفقہ جدا تھا۔ بہت سے مسائل میں وہ لوگ امام ابو حنیفہ سے اختلاف رکھتے تھے امام محمد نے مدینہ طیبہ سے واپس ہو کر یہ کتاب لکھی، اس میں پہلے فقہی باب باندھتے ہیں۔ پھر اہل مدینہ کا قول نقل کرتے ہیں اور احادیث وآثار اور قیاس ثابت کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب راجح اور صحیح ہے۔

سیر صغیر
یہ کتاب سیر پر ہے۔ امام اوزاعی نے اس کو دیکھا تو تعریف کی مگر بطور طنز یہ بھی کہا کہ "اہل عراق کو فن سیر سے کیا نسبت۔" امام محمد نے یہ جملہ سنا تو سیر کبیر لکھنی شروع کی۔
سیر کبیر۔ اس کو ساٹھ ضخیم اجزاء میں مرتب کیا اور تیاری کے بعد ایک خچر پر لدوا کر خلیفہ ہارون الرشید کے پاس لے جانے کا ارادہ کیا۔ خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے ازراہ قدر دانی شہزادوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور ان کو ہدایت کی کہ امام محمد سے اس کی سند حاصل کریں۔ امام اوزاعی نے بھی اس محققانہ کتاب کی بہت تعریف کی۔
رقیات وغیرہ۔ رقہ کے قیام میں جو فقہ کا مجموعہ تیار کیا وہ رقیات کہلاتا ہے۔ اسی طرح اور کتابیں کیسانیات، جرجانیات، ہارونیات وغیرہ۔ لیکن یہ کتابیں اصطلاح فقہاء میں ظاہر الروایۃ میں داخل نہیں۔ بلکہ کتاب الحج اس سلسلہ سے خارج ہے۔ الاحتجاج علی مالک
موطا امام محمد...... حدیث کی مشہور کتاب ہے جو امام مالک کی دوسری موطاؤں سے علمی و فنی اعتبار سے زیادہ بلند پایہ ہے۔ اس میں احادیث مرفوعہ اور موقوفات صحابہ مسند و مرسل روایات کی مجموعی تعداد (۱۱۸۵) ہے۔ جس میں (۱۰۰۵) تو امام مالک سے اور (۱۷۵) دوسرے طریق سے ہیں۔ جن میں (۱۳) امام ابو حنیفہ سے ہیں اور (۴) قاضی ابو یوسف سے اور بقیہ دیگر حضرات سے مروی ہیں۔
چونکہ امام محمد نے اپنی موطا میں بہت سے آثار و روایات او[illegible]ائل کو امام مالک کے علاوہ دوسرے حضرات سے نقل کیا ہے اس لئے مجازاً اس کا انتساب امام محمد ہی کی طرف ہونے لگا۔ [1]

(۱۵) صاحب الجامع الصحیح

سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی ز آفتاب لعل باشد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

نام و نسب...... ابو عبداللہ کنیت، محمد نام، امیر المومنین فی الحدیث لقب ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ محمد بن اسماعیل، بن ابراہیم، بن المغیرہ، بن البردزبہ الجعفی، بردزبہ فارسی کلمہ ہے۔ دہقان بخارا کی لغت میں کاشتکار یا کارندہ کو کہتے ہیں۔ امام بخاری کو ولاء کی طرف نسبت کر کے جعفی کہتے ہیں۔
تحقیق بردزبہ...... بردزبہ بفتح باء و سکون راء و کسر دال و سکون زاء و فتح باء ہے۔ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اسی طرح ضبط کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی مشہور ہے، ابن ماکولا نے بھی اسی پر جزم ظاہر کیا ہے، مولانا بدر عالم صاحب ترجمان السنۃ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ عام طور پر مورخین و شارحین نے اس لفظ کو اسی طرح (بردزبہ) ضبط کیا ہے اور اس کے معنی کسان لکھے ہیں لیکن روس کے ایک مشہور عالم سے میری مکاتبت ہوئی تو انہوں نے اس لفظ کی صحیح تعریب برداذبہ قرار دی۔ یعنی دال کے بعد الف اور زائد ہے اور اس کے معنی صیقل و ماہر کے بتائے یہ تصریف و نحو کے بہت بڑے عالم ہیں اور ان بلاد کی زبانوں سے پورے طور پر واقف ہیں اس لئے ان کی تحقیق قابل اعتماد ہے۔ ابن خلکان نے بعض لوگوں سے بردزبہ کا نام "ماگولاہ" بھی نقل کیا ہے۔"
خاندانی حالات...... امام صاحب کا نسب ایک پارسی خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کے اراکین خسروان ایران کے عہد حکومت میں ممتاز اور جلیل القدر عہدوں پر مامور ہوتے رہے۔ آپ کے والد بزرگوار کے پردادا "بردزبہ" مجوسی مذہب

---

[1] ملخص از محدثین عظام و مقدمہ انوار الباری، ابن خلکان، فوائد بہیہ، حدائق حنفیہ، شذرات الذہب۔ ۱۲
وفی التہذیب المغیرہ بن بردزبۃ و قیل ابن بزدزبہ و قیل ابن الاحنف اھ ۱۲

کے متبع تھے اسی مجوسیت پر انہوں نے انتقال کیا۔ [۱] ان کے صاحبزادے مغیرہ پہلے شخص ہیں جو حاکم بخارا یمان بن اخنس جعفی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ چونکہ اس زمانہ کا دستور تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تھا اس کو اسی کے قبیلہ سے منسوب کرتے تھے۔ اس لئے امام موصوف جعفی مشہور ہوئے ورنہ جعف خاندان سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

والد بزرگوار اور جد امجد...... امام صاحب کے دادا اور ان کے والد کا حال بھی "بردزبہ" کے تفصیلی حالات کی طرح سے تاریکی میں ہے، آپ کے پردادا مغیرہ کے فرزند "ابراہیم" کے متعلق حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری میں اور انہی کی پیروی کرتے ہوئے علامہ قسطلانی شارح مقدمہ نے لکھا ہے کہ مجھے ان کی زندگی کے حالات معلوم نہیں ہو سکے البتہ ابراہیم کے صاحبزادے، امام موصوف کے والد "اسماعیل" کے بارے میں حافظ ذہبی نے تاریخ الاسلام میں لکھا ہے کہ وہ علماء اتقیاء میں سے ایک متمول و متورع اور جید عالم تھے جو ابو معاویہ سے راوی ہیں اور ان سے احمد بن جعفر اور نصر بن حسین وغیرہ راوی ہیں۔ حافظ نے ابن حبان کی کتاب الثقات سے نقل کیا ہے کہ طبقہ رابعہ کے مشہور محدثین میں سے تھے، ان کے شیوخ میں امام مالک اور حماد بن زید وغیرہ ہیں لیکن عبداللہ بن مبارک کی خدمت میں رہنے کا زیادہ موقع ملا تھا۔ امام بخاری تاریخ کبیر میں فرماتے ہیں کہ میرے والد اسماعیل نے امام مالک اور حماد بن زید کو دیکھا، ابن مبارک سے دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا اور امام مالک سے حدیث سنی۔ علامہ قسطلانی نے احمد بن حفص سے نقل کیا ہے وہ آپ کے تورع کے متعلق فرماتے ہیں کہ میں ابو الحسن اسماعیل بن ابراہیم کی خدمت میں ان کی حالت نزع کے وقت حاضر ہوا تو آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا "لا اعلم فی جمیع مالی درھما من شبھۃ" کہ خدا کا شکر ہے میرے پاس ایک بھی مشکوک درہم نہیں ہے۔ اس پر احمد بن حفص کہتے ہیں "فتصا غرت الی نفسی عند ذلک۔"

سن پیدائش...... امام بخاری ۱۳ شوال ۱۹۴ھ میں جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے۔

زندگی گفت کہ در خاک تپیدم ہمہ عمر تا ازیں گنبد دیرینہ درے پیدا شد

جائے پیدائش شہر بخارا ہے جو بقول علامہ قرمانی مجمع الفقہاء، معدن الفضلاء، منشاء العلماء، قبۃ الایمان، کرسی ملوک بنی سامان اور بلاد اسلام کا حسین ترین شہر ہے۔ آپ کمزور جسم کے تھے، نہ دراز قامت نہ کوتاہ قد بلکہ درمیانہ قد رکھتے تھے۔

والد کی مستجاب دعا...... مورخ غنجار نے تاریخ بخارات میں اور لالکائی نے شرح السنہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ بچپن ہی سے نابینا ہو گئے تھے جس کی وجہ سے ان کی والدہ کو سخت قلق رہتا تھا اور وہ نہایت گریہ وزاری سے خدائے تعالیٰ کی جناب میں ان کی بصارت کے لئے دعا کیا کرتی تھیں، ایک مرتبہ شب کو ان کی والدہ نے حضرت ابراہیمؑ کو خواب میں دیکھا آپ فرمارہے ہیں کہ حق تعالیٰ نے تیری گریہ وزاری اور کثرت دعا کے سبب سے تیرے فرزند کو بصارت عطا فرمادی، جب وہ صبح کو اٹھیں تو اپنے لخت جگر کی آنکھوں کو روشن اور بینا پایا۔

---

[۱] صاحب مشاہید اسلام نے لکھا ہے کہ آفتاب اسلام کی شعاعین نے جب ایران کی سرزمین کو اپنی تنویر سے روشن کر دیا تو آپ کا سینہ بھی اس خورشید عالمتاب کے الواء سے مستنیر ہوا اور آپ حلقہ بگوش ملت بیضاء ہو گئے۔ لیکن موصوف نے اس کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ ۱۲

قال الحافظ اسلم ولده المغيره على يداليمان الجعفي والى بخارا تنسب اليه نسبته ولاء عملا بمذهب من يرى ان من اسلم على يده شخص كان ولاء ه له وانما قيل له الجعفي لذلك ۱۵ ۲س

عبداللہ بن المبارک امام ابو حنیفہ کے تلامذہ میں سے ہیں لیکن تعجب ہے کہ حافظ ابن حجر نے اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ وقد ذکرہ نعیم صاحب تہذیب الکمال ۱۲

بذلك جزم النووى فى الشرح والحافظ فى المقدمته وجماعته من العلماء وقال ابن كثير "ليلته الجمعته" وقال ابويعلى الخليلى فى كتاب الارشاد "لاثنتى عشره ليلته"

امام صاحب کا بچپن...... امام بخاری ابھی کم عمر ہی تھے کہ سر سے باپ کا سایہ اٹھ گیا اور آپ در یتیم بن کر والدہ کے آغوش عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ آپ کے وہ افعال و حرکات جو عالم طفولیت میں صادر ہوئے ان تمام ہم جولیوں سے بالکل جدا تھے جن میں آپ لہو ولعب کی غرض سے شرکت فرماتے تھے۔ گویا شیخ سعدی نے یہ شعر آپ ہی کے حق میں کہا تھا۔

بالائے سرش زہوشمندی می تافت ستارہ بلندی

آغاز تعلیم اور ابتدائی دور...... آپ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ محترمہ کی تربیت و نگرانی میں حاصل کی۔ احادیث یاد کرنے کا شوق و شغف بچپن ہی سے تھا۔ جب عمر کے نو درجے طے کر چکے اور دسویں سال میں قدم رکھا تو تحصیل علم کا شوق آپ کو کشاں کشاں علمی درسگاہوں میں لے گیا اور جب یہ معلوم ہوا کہ بخارا میں امام داخلی علماء حدیث میں سے ہیں تو ان کی خدمت میں آمد ورفت شروع کی، ایک روز کا واقعہ ہے کہ امام داخلی اپنے نسخے میں سے لوگوں کو احادیث سنا رہے تھے۔ اثناء درس میں ان کی زبان سے نکلا "سفيان عن ابی الزبیر عن ابراهيم." بخاری فوراً بول پڑے، حضرت ابوالزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے، داخلی نے ان کی بات کو تسلیم نہ کیا تو آپ نے کہا کہ اصل بیاض ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ امام داخلی اپنے مکان تشریف لے گئے اور اصل نسخہ پر نظر ڈالی پھر بخاری کو بلا کر کہا کہ میں نے اس وقت جو پڑھا تھا بے شک وہ غلط تھا۔ اب آپ بتلائیں کہ صحیح کس طرح ہے۔ بخاری نے کہا، صحیح سفیان عن الزبیر بن عدی عن ابراہیم ہے۔ امام داخلی یہ سن کر حیران رہ گئے اور کہا واقعی ایسا ہی ہے پھر قلم اٹھا کر داخلی نے قراۃ کے نسخے کی تصحیح کی۔ یہ واقعہ امام بخاری کی عمر کے گیارہویں سال کا ہے۔

دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا (ذوق)

جب آپ سولہ سال کے ہوئے تو عبداللہ بن المبارک کی تمام کتابیں یاد کر لیں اور وکیع کے نسخے بھی از بر کر لئے۔

زیارت حرمین...... پھر اپنی والدہ محترمہ اور بھائی احمد کے ہمراہ برائے حج مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حج سے فراغت پائی تو ان کی والدہ اور بھائی وطن واپس ہو گئے اور خود بلاد حجاز میں طلب حدیث کیلئے رک گئے۔ علامہ کرمانی نے جو یہ کہا ہے "حج به ابوه و هوا قام بمكته فى طلب العلم" یہ سبقت قلم یا تحریف ناسخین ہے وکذا مافی تذکرة الحفاظ. جمع مع امه واخته

سماع حدیث و طلب فقہ کیلئے اسفار...... امام بخاری نے تحصیل حدیث اور زیارت علماء کے لئے دور دراز کے سفر کئے اور ہمیشہ سخت سے سخت مصیبتوں کو برداشت کرتے رہے لیکن آپ کی ہمت عالی نے راحت جسمانی کو علمی شوق پر غالب نہ ہونے دیا اور ایک روز ان مصائب کے معاوضہ میں انہیں آسمان علم و فضل کا روشن آفتاب بنا کر چھوڑا جس کی منور شعاعوں سے یہ دنیا قیامت تک روشن رہے گی۔

قاضی ابن خلکان اپنی مشہور تصنیف "وفیات الاعیان" میں رقم طراز ہیں کہ امام صاحب مصر و شام میں استفادہ حدیث کی غرض سے دوبارہ گئے۔ حجاز میں متواتر چھ سال تک قیام کیا، کوفہ اور بغداد میں جو علماء کا مسکن تھا بار ہا گئے۔ بصرہ چار مرتبہ گئے اور بعض مرتبہ پانچ پانچ برس تک اقامت پذیر رہے۔ صرف ایام حج میں زیارت کعبہ کی غرض سے سفر کرتے اور بعد فراغت پھر بصرہ چلے آتے۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ امام بخاری کے سفر کا آغاز ۲۱۰ھ سے ہوا اور انہوں نے تحصیل علم حدیث و فقہ کیلئے مختلف دور دراز مقامات کے سفر طے کئے اور بڑے بڑے محدثین و فقہاء سے علم حاصل کیا۔ چنانچہ بلخ گئے اور مکی بن ابراہیم کے شاگرد ہوئے جو امام اعظم کے تلمیذ خاص تھے۔ ان سے اپنی صحیح میں گیارہ ثلاثی احادیث روایت کی ہیں۔ بغداد میں معلّی بن منصور کے شاگرد ہوئے جو بقول امام احمد امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد کے تلمیذ تھے۔ یحییٰ بن سعید القطان (تلمیذ امام اعظم) کے تلمیذ خاص امام احمد اور علی بن المدینی کے شاگرد ہوئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں علی بن المدینی سے بہ کثرت روایات موجود ہیں۔ بصرہ پہنچ کر ابو عاصم النبل کے شاگرد ہوئے۔ جن سے امام بخاری نے چھ روایات اعلیٰ درجہ کی روایت کی

ہیں جو ثلاثیات کہلاتی ہیں، ان کے علاوہ تین ثلاثیات محمد بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہیں جو بتصریح خطیب بغدادی صاحبین کے تلمیذ اور حنفی تھے۔ ان کے علاوہ مرو میں علی بن شقیق وغیرہ سے، کوفہ میں عبید اللہ بن موسیٰ وغیرہ سے، مکہ میں ابو عبد الرحمن المقری وغیرہ سے، مدینہ میں عبد العزیز اویسی وغیرہ سے، واسط میں عمرو بن محمد وغیرہ سے، مصر میں معبد بن ابی مریم وغیرہ سے، دمشق میں ابو مسہر وغیرہ سے، قیساریہ میں محمد بن یوسف فریابی وغیرہ سے، عسقلان میں آدم بن ابی ایاس وغیرہ سے اور حمص میں ابو المغیرہ وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی۔ حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ امام بخاری آٹھ مرتبہ بغداد آئے۔ ہر مرتبہ امام احمد بن حنبل بغداد کے قیام پر اصرار کرتے رہے۔

اخذ حدیث میں غایت احتیاط...... صاحب نزہۃ المجالس نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امام بخاری طلب حدیث کی خاطر کسی محدث کے پاس گئے، دیکھا کہ ان کا گھوڑا ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگ نکلا تو محدث نے اس کو اپنی چادر کا پلہ اس طرح دکھلایا جیسے اس میں دانہ ہے۔ چنانچہ گھوڑا یہ دیکھ کر واپس آگیا اور محدث نے اس کو آسانی سے پکڑ لیا، امام بخاری نے یہ تماشا دیکھ کر محدث سے پوچھا، کیا آپ کی چادر کے پلہ میں دانہ تھا۔ محدث نے کہا نہیں بلکہ اس تدبیر سے گھوڑے کو واپس کرنا تھا امام بخاری نے فرمایا، لا آخذ الحدیث عمن یکذب علی البھائم " کہ میں اس شخص سے حدیث نہیں لے سکتا جو چوپاؤں کو دھوکا دیتا ہے۔

شیوخ واساتذہ...... شیوخ واساتذہ کی تعداد بہت زیادہ ہے، کہا جاتا ہے کہ آپ کے اساتذہ کی کل تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے۔ خود امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے ایک ہزار اسی آدمیوں سے حدیثیں لکھیں۔ ان میں سب کے سب محدث تھے۔ وقال ایضالم اکتب الاعین قال الایمان قول وعمل

اگرچہ اس امر کا تفصیلی حال معلوم نہیں ہوتا کہ امام صاحب نے ابتداء میں کن کن مشائخ سے فن حدیث حاصل کیا تھا لیکن اس قدر مسلم ہے کہ ان کا فضل وکمال اسحاق بن راہویہ اور علی ابن المدینی کے تدریس کا زیادہ رہین منت ہے، حافظ ابن حجر نے ان کے شیوخ کے پانچ طبقے قائم کئے ہیں۔

(۱) تبع تابعین۔ مثلاً محمد بن عبد اللہ انصاری، ابو عاصم النبیل، مکی بن ابراہیم، عبید اللہ بن موسیٰ، ابو نعیم خلاز بن یحیی، علی بن عیاش، عصام بن خالد وغیرہ۔

(۲) تبع تابعین کے وہ معاصر جنہوں نے کسی ثقہ تابعی سے حدیث کی روایت نہیں کی جیسے آدم بن ابی ایاس ابو مسہر عبد الاعلی بن مسہر، سعید بن ابی مریم، ایوب بن سلیمان بلال وغیرہ

(۳) امام صاحب کے اساتذہ۔ ان میں وہ لوگ شمار ہیں جن کو کبار تبع تابعین سے اخذ حدیث کا موقع ملا۔ جیسے قتیبہ بن سعید، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، سلیمان بن حرب، نعیم بن حماد، علی بن المدینی، یحیی بن معین، ابو بکر بن ابی شیبہ، عثمان بن ابی شیبہ وغیرہ، اس طبقہ سے اخذ وتحصیل میں امام مسلم بھی شریک ہیں۔

(۴) ہمعصر رفقاء جیسے محمد بن یحیی ذہلی، ابو حاتم رازی، محمد بن عبد الرحیم صاعقہ، عبد بن حمید، احمد بن النضر وغیرہ

(۵) وہ معاصرین جو امام صاحب کے تلامذہ کی صف کے تھے، ان سے بھی بعض مرتبہ انہوں نے روایت کی ہے۔ جیسے عبد اللہ بن حماد آملی، عبد اللہ بن ابی العاص خوارزمی، حسین بن محمد قبانی وغیرہ کہ امام بخاری نے ان سی بھی قدر یسیر روایت کیا ہے جس میں حضرت وکیع کے قول پر عمل کیا ہے۔ موصوف فرماتے ہیں "لایکون الرجل عالما حتی یحدث عمن ھو فوقہ وعمن ھو مثلہ وعمن ھو دونہ۔ " کہ آدمی اس وقت عالم (کامل) نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے سے مافوق اور اپنے برابر اور اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے روایت نہ کرے، خود امام بخاری کا قول ہے "لایکون المحدث کاملا حتی یکتب عمن ھو فوقہ وعمن ھو مثلہ وعمن ھو دونہ۔"

الغرض امام بخاری کے شوق علم کا یہ عالم تھا کہ شام، عراق، مصر، بغداد، خراسان وغیرہ میں کوئی محدث ایسا نہ تھا جس کے خرمن فیض سے آپ نے خوشہ چینی نہ کی ہو، ہم نے اصحاب صحاح کے ان اساتذہ وشیوخ کی فہرست مرتب کی تھی جن سے صحاح ستہ میں روایات کی تخریج ہے۔ لیکن طوالت کے خوف سے قلم زد کر دی۔

درس و تدریس...... امام بخاری ۱۸ سال کی عمر میں فاضل اجل ہو گئے تھے اور آپ کے علمی تجر کی شہرت ایسی عام ہو چکی تھی کہ مسافت بعیدہ سے لوگ بغرض سمع حدیث آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے، شروع میں آپ نے بغرض رفاہ عام محمد بن یوسف کی ڈیوڑھی میں درس کے لئے نشست اختیار کی تھی، بقول آپ کے شاگرد کے یہ زمانہ آپ کے عنفوان شباب کا تھا۔ اس کے بعد جہاں بھی گئے درس کا ڈنکا بجادیا۔ چنانچہ آپ نیشاپور پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہوئے۔ علمائے وقت اکثر اوقات خدمت میں موجود رہتے۔ بالخصوص امام مسلم تو روزانہ حاضر خدمت ہو کر آپ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کرتے تھے، ایک روز امام صاحب کی جامعیت علمی و کمال قابلیت سے متاثر ہو کر بے اختیار آپ کی پیشانی کا بوسہ لے لیا اور کہا کہ اے ملک حدیث کے بادشاہ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے قدم چومنے کی عزت حاصل کروں۔ امام ذہلی نے جو امام مسلم کے استاد اور نیشاپور کے باوقار محدث تھے اپنے شاگردوں کو اجازت دے دی تھی کہ امام صاحب کے انوار کمالات سے مستیز ہوں، امام صاحب کے حسن خلق اور کمال علم نے انہیں اس قدر گرویدہ کر لیا کہ امام ذہلی اور دوسرے محدثین نیشاپور کی مجلسوں کا رنگ پھیکا پڑ گیا۔ جس حلقہ میں چند روز پہلے کئی کئی سو متعلمین ہوتے تھے وہاں صرف دس بارہ ہی حاضر ہونے لگے۔ حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں کہ آپ نے بصرہ میں فروکش ہو کر معاصرین کے لئے باران رحمت کا کام دیا اور اخلاف کیلئے بھی اپنی تصانیف کا ایک بیش بہا ذخیرہ مذہبی کتب خانہ میں چھوڑ گئے۔ یوسف بن موسیٰ کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے بصرہ کی گلیوں میں کسی شخص کو پکارتے ہوئے سنا کہ اے شائقان علم ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری آج کل بصرہ میں تشریف فرما ہیں جو شخص آپ کی زیارت کا مشتاق ہو وہ جامع مسجد بصرہ میں حاضر ہو جائے۔ یہ سنتے ہی میں جامع مسجد میں آ گیا۔ امام صاحب کی زیارت کیلئے اس وقت بہت سے علماء وفضلاء موجود تھے۔ ایک جوان آدمی ستون کی آڑ میں نماز پڑھ رہا تھا، دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسماعیل بخاری یہی ہیں۔ جب آپ نماز سے فارغ ہو چکے تو علماء آپ کی ملاقات سے شرف اندوز سعادت ہوئے اور حاضرین کے ایک بڑے گروہ نے درخواست کی کہ آج ہمیں اپنے علم سے مستفیض ہونے کا موقعہ دیجئے۔ آپ نے ان کی التجا قبول فرمائی تو دوبارہ مسجد میں اعلان ہوا کہ محمد بن اسماعیل بخاری بصرہ میں تشریف لائے ہیں ہم نے ان سے تدریس کی التجا کی تھی جو منظور کر لی گئی کل فلاں مقام پر امام صاحب حدیثیں لکھوانے کیلئے تشریف لائیں گے۔ شائقین حدیث وہاں حاضر ہوں۔ چنانچہ دوسرے روز مقام مقررہ پر محدثین، فقہاء اور اہل مناظرہ کئی ہزار کی تعداد میں جمع ہو گئے تو امام صاحب نے فرمایا۔ اے علماء بصرہ! تم نے مجھ سے حدیثیں لکھوانے کا سوال کیا ہے جسے میں نے بسر و چشم منظور کر لیا سو آج میں تمہارے سامنے وہ حدیثیں پیش کروں گا جن کے راوی تمہارے ہی شہر کے رہنے والے ہیں مگر تم کو ان کی خبر نہیں، اس فقرہ سے حاضرین کے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور ان کو امام بخاری کی وسعت علم اور اپنی کم مائیگی کے موازنہ کا موقع مل گیا۔ ان کی نگاہیں اب امام بخاری کے مبارک چہرہ پر تھیں اور کان اس آواز کے سننے کے مشتاق تھے جس سے سرمایہ علم میں اضافہ ہو، اس کے بعد امام صاحب نے جو حدیثیں بیان کیں ان سب کے رواۃ اہل بصرہ تھے۔

مال ہے نایاب پر گاہک ہے اکثر بے خبر　　　شہر میں کھولی ہے حالی نے دوکان سب سے الگ

اصحاب و تلامذہ...... آپ کے تلامذہ اور مستفیدین کا حلقہ نہایت وسیع تھا۔ فربری کہتے ہیں کہ آپ سے براہ راست نوے ہزار آدمیوں نے جامع صحیح کو سنا تھا، آپ کے شاگردوں میں بڑے پایہ کے علماء و محدثین تھے۔ مثلاً حافظ ابو عیسیٰ ترمذی، ابو عبدالرحمٰن نسائی، مسلم بن حجاج وغیرہ جو حدیث کے ارکان ستہ کے جلیل القدر رکن ہیں، ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن خزیمہ، محمد

بن نصر مروزی، ابو عبد اللہ فربری وغیرہ بھی آپ کے تلامذہ میں ہیں جو آگے چل کر خود بڑے پایہ کے محدث ہوئے۔
غیر معمولی حافظہ...... امام بخاری نہایت قوی الحافظہ تھے۔ استاد سے جو حدیث بھی سنتے فوراً زبانی یاد ہو جاتی۔ جب ان کے زمانہ طالب علمی اور صرف استماع حدیث پر اکتفا کرنے پر غور کیا جاتا ہے تو تعجب ہی نہیں بلکہ حیرت ہوتی ہے کہ فیاض ازل نے انہیں کس قسم کا دماغ عطا فرمایا تھا، انسائیکلوپیڈیا کے مصنف نے امام بخاری کے کمال حفظ کے متعلق لکھا ہے کہ "امام بخاری کا استحضار اس غضب کا تھا کہ معاصرین ائمہ تک کو وہ ایک کرامت نظر آتا تھا۔ کہتے ہیں کہ بچپن ہی میں ان کو ستر ہزار حدیثیں یاد تھیں، جس کتاب پر ایک نظر ڈالتے وہ حافظہ میں محفوظ ہو جاتی تھی، ابن عدی نے اپنی سند کے ساتھ امام بخاری سے نقل کیا ہے کہ مجھے ایک لاکھ صحیح احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔
بے نظیر حافظہ کے چند ہوشربا واقعات...... (۱) سلیمان بن مجاہد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں محمد بن سلام بیکندی کے پاس بغرض ملاقات آیا۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم کچھ دیر پہلے آگئے ہوتے تو میں تمہیں ایک ایسا بچہ دکھاتا جس کو ستر ہزار حدیثیں زبانی یاد ہیں۔ حسن اتفاق اسی روز امام بخاری سے ملاقات ہو گئی تو انہوں نے امام صاحب سے دریافت کیا، کیا آپ کو ستر ہزار حدیثیں حفظ ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے بھی زیادہ مرویات محفوظ ہیں اور جس قدر صحابہ اور تابعین سند حدیث کے ضمن میں مذکورہ ہوتے ہیں ان کے سن ولادت، مولد، مسکن اور مختصر سی سوانح عمری سے بھی واقف ہوں، نیز جن حدیثوں کو میں نقل کرتا ہوں اس کا قرآن اور دوسری حدیثوں سے بھی ثبوت پیش کر سکتا ہوں۔
(۲) حاشد بن اسماعیل جو آپ کے زمانہ کے محدث ہیں کہتے ہیں کہ امام بخاری طلب حدیث کے لئے میرے ہمراہ شیوخ وقت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے لیکن ان کے پاس قلم دوات نہ ہوتا تھا اور نہ وہاں کچھ لکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ جب تم حدیث کو سن کر لکھتے نہیں تو تمہارے آنے جانے سے کیا فائدہ۔ سولہ دن کے بعد امام بخاری نے مجھ سے کہا آپ لوگوں نے مجھے بہت تنگ کر دیا، آؤ اب میری یاد کا اپنی نوشتوں سے مقابلہ کرو، اس مدت میں ہم نے پندرہ ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ امام بخاری نے وہ تمام حدیثیں پوری صحت کے ساتھ اس طرح سنادیں کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی احادیث کو ان سے صحیح کرتا گیا۔ اس کے بعد آپ نے کہا، تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں بے فائدہ سرگردانی اور تضیع اوقات کرتا ہوں، یاد رکھو کہ میرا حدیث اور سندوں کو پیرایہ تحریر میں لانے میں کوتاہی کرنا میری علمی معلومات کے لئے کسی طرح مضرت رساں نہیں ہو سکتا۔ آپ کے اس غیر معمولی حافظہ سے ہمارے استعجاب کی کوئی حد نہ رہی اور ہمیں کامل یقین ہو گیا کہ آپ سے کوئی ہم سبق مسابقت نہیں کر سکتا۔
(۳) جب آپ سمرقند تشریف لے گئے تو چار سو علماء نے آپ کو مغالطہ دینے کی غرض سے سات روز تک کمیٹیاں کیں، جس میں یہ امر بذریعہ شوری طے پاگیا کہ سو حدیثوں کی اسناد اور متون میں تغیر کر دیا جائے چنانچہ متون اور اسناد میں غیر معمولی تغیر و تبدل کر دیا گیا اس طور پر کہ محدثین عراق میں ملی اور سلسلہ شام میں مصری اور یمنی روایوں میں حجازی اور حجازیوں میں یمنی مختلط کر دیئے۔ جس سے خود مغالطین کو ان احادیث کی تقلید میں دشواری پیدا ہو گئی، لیکن جب وہ حدیثیں، امام بخاری کے سامنے پیش کی گئیں تو آپ نے باآسانی اس گتھی کو منٹوں میں سلجھادیا۔

رہے ہیں اور بھی فرعون میری گھات میں اب تک مگر کیا غم ہے میری آستیں میں ہے ید بیضاء

جب آپ بغداد تشریف لے گئے تو آپ کے بے مثال علمی تجر نے فوراً شہرت حاصل کر لی۔ محدثین بغداد نے آپ کے معیار حافظہ اور یادداشت کا امتحان لینے کے لئے ایک سو حدیثوں کے متون اور سندوں کو تبدیل کر کے مختلط کر دیا اور دس آدمیوں نے ان حدیثوں کو پیش کرنے کی اس شرط کے ساتھ ذمہ داری لی کہ انہیں سنا کر ضعف و صحت کی نسبت بھی سوال کریں گے۔ محدثین بغداد کے اس مشورہ کی خبر مشہور عام ہوتے ہی اہل بغداد اور خراسانیوں کا جلسہ میں ازدہام ہو گیا اور ہر

شخص نے یکے بعد دیگرے ان مختلف حدیثوں کو امام بخاری کے سامنے پڑھنا شروع کر دیا، امام بخاری ہر ایک پر لاادری کہتے اور لا علمی کا اظہار کرتے رہے۔ جب سب لوگ حدیثیں پیش کر چکے تو امام بخاری نے ہر متن کو اس کی اصلی سند اور ہر سند کو اس کے اصلی متن کے ساتھ ملحق کر کے ترتیب وار سنا دیا۔

اللہ رے تیرا حافظہ کیا یاد غضب ہے۔

لوگ یہ سن کر دنگ رہ گئے اور آپ کے علم و فضل کا ان کو لوہا ماننا پڑا۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ تعجب اس پر نہیں ہے کہ صحیح و غلط میں امتیاز کر دیا بلکہ کمال یہ ہے کہ ان لوگوں نے جس ترتیب سے روایات کو غلط شکل میں پیش کیا تھا اس کو بھی بیان کر دیا۔

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

(۵) اسحاق بن راہویہ سر بر آوردہ علماء میں شمار ہوتے تھے لیکن ان کے پاس حدیث کا اس قدر سرمایہ تھا جتنا کہ امام بخاری کے خزانہ دماغ میں محفوظ تھا، ایک دفعہ ابن راہویہ نے جمعہ کے روز خطبہ پڑھتے ہوئے ایک حدیث کی سند میں غلطی کی، امام بخاری بھی مسجد میں خطبہ سن رہے تھے آپ نے اسی وقت روک دیا اور انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کر لی۔

(۶) یہی ابن راہویہ جن کو اپنی ہمہ دانی پر ایک حد تک فخر کرنا بجا تھا امام بخاری سے اپنی نسبت کہنے لگے کہ میں ایسے شخص سے واقف ہوں جس کے خزانہ دماغ میں ستر ہزار حدیثیں ہیں۔ امام بخاری نے کہا کہ اس نگار خانہ میں ایک اور شخص ہے جو دو لاکھ حدیثوں پر عبور رکھتا ہے۔

سجدہ گاہ سرکشان دہر ہے یہ آستاں تیرے در پر ان کے مغرور نے سر رکھ دیا

علمائے اعلام کا حسن اعتراف:..... امام بخاری کے اعتراف فضل و کمال میں علماء کے بکثرت اقوال ہیں۔ بطور نمونہ بعض بزرگان سلف کے مقولے ذیل میں درج ہیں۔

(۱) ایک مرتبہ سلیمان بن حرب نے آپ کو دیکھ کر فرمایا "ھذا یکون له صیت" اس کو شہرہ آفاق حاصل ہو گیا۔ احمد بن حفص نے بھی ایک مرتبہ یہی فرمایا تھا۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ کی کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

(۲) قتیبہ بن سعید فرماتے ہیں کہ میں فقہاء، زہاد اور عباد سب کے پاس بیٹھا ہوں لیکن جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے بخاری جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ یہ اپنے زمانہ میں ایسا ہے جیسے صحابہ کرام کے مابین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

(۳) امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ سرزمین خراساں نے امام بخاری جیسا اور کوئی پیدا نہیں کیا۔

ممکن نہیں ہے دوسرا تجھ سا ہزار میں ہوتا ہے اک بہشت کا دانہ انار میں (آتش لکھنوی)

(۴) شیخ بندار محمد بن بشار کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں بخاری سب سے زیادہ فقیہ ہیں۔

(۵) امام بخاری کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن سلام بیکندی نے فرمایا کہ میری کتاب پر نظر ثانی کرو اور جہاں غلطی ہو اس کو قلمزد کرو، اس پر ان کے اصحاب میں سے کسی نے ازراہ تعجب کہا، اس جوان سے۔ آپ نے فرمایا یہ جوان تو وہ ہے جس کی نظیر نہیں۔

(۶) عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی کہتے ہیں کہ میں نے حرمین، حجاز، شام اور عراق کے بے شمار علماء کو دیکھا ہے لیکن امام بخاری جیسا جامع کسی کو نہیں پایا۔

(۷) محمد بن عبدالرحمٰن دغولی کہتے ہیں کہ اہل بغداد نے ایک خط آپ کے نام بھیجا جس میں یہ شعر مرقوم تھا۔

المسلمون بخير مابقيت لهم وليس بعدك خير حين تفتقد

(۸) امام الائمہ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ فرماتے ہیں "ماتحت ادیم السماء اعلم بالحدیث من محمد بن اسماعیل" کہ آسمان تلے امام بخاری سے زیادہ حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں ہے۔

(۹) امام ترمذی فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے زیادہ علل واسانید کا جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔

(۱۰) یحیی بن جعفر بیکندی فرماتے ہیں کہ اگر میں اپنی عمر سے امام بخاری کی عمر میں اضافہ کرنے پر قادر ہوتا تو ضرور کر دیتا کیونکہ میری موت تو شخص واحد کی موت ہے اور امام بخاری کی موت علم کی بربادی ہے۔

(۱۱) عبد اللہ بن حماد آملی فرماتے ہیں کہ مجھے بخاری کے جسم کا ایک بال ہونا زیادہ پسند تھا۔

علماء کی نظر میں بخاری کی نظر ایک کسوٹی ہے...... امام بخاری کے فضل وکمال کا فن حدیث بہت کچھ مرہون منت ہے۔ آپ کی آفرینش اس وقت ہوئی تھی جب دنیائے حدیث میں ایک ہنگامہ بپا تھا، قریب قریب تمام حدیثیں مشتبہ نگاہوں سی دیکھی جاتی تھیں۔ آپ نے انتہائی عرق ریزی کے ساتھ غایت درجہ تنقیدی نظر سے کام لیتے ہوئے صحیح احادیث کو غیر صحیح سے ممتاز کیا، اسی کے پیش نظر شیخ فلاس فرماتے ہیں کہ امام بخاری جس حدیث سے واقف نہیں وہ دائرہ حدیث سے خارج ہے، آپ کے زمانہ میں وہ علماء و فضلاء جن کے گردو پیش تلامذہ کے بڑے بڑے حلقہ ہوتے تھے امام صاحب کے پاس اپنے مجموعے اس غرض سے ارسال کرتے تھے کہ آپ ان کے متعلق صحت وضعف کا فیصلہ کردیں۔ جب امام صاحب ان کے مجموعوں کو پسند کر لیتے تو بطریق فخر کہا کرتے تھے کہ ہماری حدیثوں کو محمد بن اسماعیل نے تسلیم کیا ہے۔ جس سے یہ مقصود ہوتا تھا کہ اب ان کی صحت کے متعلق کیا کلام ہو سکتا ہے۔ جب امام بخاری جیسے نقاد فن اسے تسلیم کرلیں۔

استغناؤ بے نیازی...... امام بخاری کے کمال علم کی بدولت امراء ملک بہت کچھ قدر کرتے تھے لیکن آپ نے کبھی اس امر کی کوشش نہیں کی کہ اور علماء و فضلاء کی طرح شاہان وقت وامراء قوم کی فیاضیوں سے فائدہ اٹھائیں اور اہل ثروت کے خوان کرم کی ریزہ چینی کو آپ کی غیور اور مستغنی طبیعت نے کبھی گوارا نہ کیا۔ حالانکہ بارہا اس کے مواقع آئے۔

دل فقر کی دولت سے مرا اتنا غنی ہے دنیا کے زرومال پہ میں تف نہیں کرتا (ذوق)

محل تہمت سے غایت احتیاط...... امام بخاری حد درجہ محتاط اور محل تہمت سے بہت دور رہنے والے تھے۔ اس سلسلہ میں علامہ عجلونی نے ایک خاص واقعہ نقل کیا ہے۔ امام صاحب کو تحصیل علم کے زمانہ میں ایک بار دریائی سفر پیش آیا، آپ کے پاس ایک ہزار اشرفیاں تھیں جہاز میں ایک شخص آپ سے بہت گھل مل گیا وہ خدمت میں حاضر ہوتا اور حسن عقیدت کا اظہار کرتا۔ امام صاحب کو بھی اس سے کچھ انس ہو گیا۔ آپ نے اسے اپنی اشرفیوں کی اطلاع کردی، ایک روز ان کا رفیق سو کر اٹھا تو اگر رونے چلانے اور شور مچانے اس نے اپنا سر پیٹنا اور کپڑے پھاڑنا شروع کر دیا، لوگ دوڑے اور پوچھنے لگے کہ کیا ہوا۔ لیکن وہ چیختا ہی رہا، پھر لوگوں کے اصرار پر اس نے کہا کہ میرے پاس ہزار اشرفیوں کی ایک تھیلی تھی وہ گم ہو گئی۔ لوگوں کو اس پر رحم آگیا اور کشتی کے مسافروں کے پیچھے پڑ گئے اور ایک ایک شخص کی تلاشی لی جانے لگی۔ امام صاحب نے آہستہ سے تھیلی سمندر میں پھینک دی، سب کے ساتھ آپ کی بھی تلاشی لی گئی جب کسی کے پاس تھیلی نہ نکلی تو لوگوں نے اس کو بہت ملامت کی کہ تو نے ناحق سب کو پریشان کیا، جہاز سے اترنے کے بعد وہ شخص تنہائی میں امام صاحب سے ملا اور کہا کہ آپ نے وہ تھیلی کیا کی۔ امام صاحب نے فرمایا، میں نے اسے سمندر میں پھینک دیا۔ اس نے کہا آپ کے دل کو اس قدر زر کثیر کا ضائع ہونا کیسے گوارا ہوا۔ آپ نے فرمایا، تیری عقل کہاں ہے۔ کیا تجھے خبر نہیں کہ میری تمام عمر رسول اللہ ﷺ کی حدیث کی طلب میں ختم ہوئی، میری ثقاہت عالم میں مشہور ہے کیا میرے لئے سرقہ کا اشتباہ اپنے اوپر لینا کسی بھی طرح مناسب تھا، جس دولت (ثقاہت) کو میں نے تمام عمر میں حاصل کیا ہے کیا اسے چند اشرفیوں کے عوض کھو دیتا۔ (کلام نبوت)

امام بخاری کا زہد و تقوی...... امام بخاری میں بعض ایسی خصوصیتیں تھیں جن سے بعض اکابر علماء بھی محروم رہے۔ مجملہ

ان خصوصیات کی ایک خصوصیت تورع ہے۔ جس پر آپ کے متعدد واقعات شاہد ہیں، ایک شاگرد آپ کے واسطہ سے بیان کرتے ہیں کہ جس وقت میں آدم بن ابی ایاس کی خدمت میں حاضر ہوا تو خرچ کے آنے میں بڑی تاخیر ہوئی یہاں تک کہ مجھ کو گھاس کھا کر دو دن گزارنے پڑے۔ تیسرے دن ایک صاحب نے آکر مجھے دینار کی ایک تھیلی پیش کی جس کو میں پہچانتا ہی نہ تھا، ابوالحسن یوسف بن ابی ذر بخاری بیان کرتے ہیں کہ امام موصوف ایک مرتبہ بیمار ہوئے، ان کا قارورہ اطباء کو دکھایا گیا، انہوں نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ یہ سالن استعمال نہیں کرتے، امام موصوف نے فرمایا کہ چالیس سال سے سالن استعمال کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ ایک روز امام صاحب نے ابو معشر سے کہا تم میرا قصور معاف کردو، ابو معشر نے متحیر ہو کر کہا، کیا قصور۔ آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں نے حدیث بیان کرتے دیکھا کہ تم وجد میں ہاتھ اور سر ہلا رہے تھے۔ مجھے اس پر ہنسی آگئی، ابو معشر نے کہا میں نے معاف کر دیا۔

تمام عمر اسی احتیاط میں گذری کہ آشیانہ کسی شاخ گل پہ بار نہ ہو

امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امید ہے کہ غیبت کے سلسلہ میں حق تعالی مجھ سے سوال نہ کریں گے کیونکہ جب سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ غیبت حرام ہے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔

محمد بن منصور کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم امام بخاری کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اثناء درس میں ایک شخص نے اپنی داڑھی سے ایک تنکا نکال (مسجد کے) فرش پر ڈال دیا۔ تو آپ کچھ دیر تک اس کو اور لوگوں کو دیکھتے رہے جب کوئی آپ کا مقصد نہ سمجھ سکا تو آپ نے تنکا اٹھا کر آستین میں رکھ لیا اور جب مسجد سے باہر تشریف لائے تو وہ تنکا باہر پھینک دیا گویا مقصد یہ تھا کہ جس چیز سے داڑھی کو بلکہ صاف رکھا جاتا ہے اس سے مسجد کو بھی پاک رکھنا چاہیے۔

ان تعبدالله کانک تراه کی عملی تفسیر...... امام بخاری کے وراق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی باغ والے نے آپ کی دعوت کی اور آپ باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں نماز ظہر سے فراغت کے بعد نفل پڑھنے لگے اور جب نوافل پڑھ کر فارغ ہوئے تو قمیص کا دامن اٹھا کر لوگوں سے کہا، دیکھنا قمیص کے اندر کیا چیز ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو ایک بھڑ تھی (ایک روایت میں ہے بچھو تھا) جو سولہ یا سترہ جگہ ڈنک لگا چکی تھی۔ جس سے آپ کا جسم متورم ہو گیا تھا، لوگوں نے کہا، حضرت آپ نے نیت کیوں نہ توڑ دی۔ نفل نماز تھی بعد میں قضاء کر لیتے، آپ نے فرمایا جس سورت کی تلاوت شروع کی تھی اس میں اتنا مزہ آرہا تھا کہ اس کے مقابلہ میں یہ تکلیف کچھ بھی محسوس نہیں ہوئی۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء کا عملی نمونہ......

کرو مہربانی تم اہل زمیں پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر (حالی)

ایک مرتبہ آپ اپنے مکان میں تشریف فرما تھے، باندی آئی آپ کے سامنے دوات رکھی تھی وہ اس کے پاؤں سے گر گئی، آپ نے فرمایا، کیسے چلتی ہو۔ اس نے کہا جب جگہ ہی نہ ہو تو کیسے چلوں! اس جواب پر آپ نے سخت دست کہنے کے بجائے ہاتھ پھیلائے اور فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا، لوگوں نے کہا اس نے آپ کو برہم کیا اور آپ اس کو آزاد کر رہے ہیں! آپ نے فرمایا ارضیت نفسی بما فعلت

اشک خواہی رحم کن بر اشک بار رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر

خوش طینتے کہ شیوہ اغماض برگزید بر نفس خود حرام کند انتقام را

خودداری و عزت نفس...... فطرت نے آپ کو طبع غیور و خوددار عطا کی تھی۔ جس کا اندازہ آپ کی جلاوطنی کے واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے جو عنقریب آرہا ہے، نیز ایک مرتبہ آپ کی صداقت آمیز خودداری نے یہ ظاہر کرنے میں بھی باک نہیں کیا کہ میں نے اپنے استاد علی بن المدینی کے سوا کسی کے مقابلہ میں اپنے کو چھوٹا نہ سمجھا۔

گاہک کی قدر سے کچھ قیمت نہ پاؤ گے تم　　　اپنی نظر میں ہو گا گر وزن کم تمہارا (حالی)

عمر بن حفص اشتر کہتے ہیں کہ بصرہ میں ہم اور امام بخاری ساتھ ہی علم کی تحصیل کرتے تھے ایک دن امام بخاری درس میں نہ آئے ہم نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ ان کے پاس تن پوشی کیلئے کپڑے نہیں ہیں، لیکن امام صاحب نے اس مرحلہ پر بھی اپنی فطری غیرت کی قربانی برداشت نہیں کی اور اپنے بے تکلف رفقاء سے بھی اس راز کو راز ہی کے درجہ میں رکھا، ان کا یہ حال دیکھ کر فوراً کپڑے مہیاء کیئے گئے۔ اس کے بعد امام بخاری پھر اسی طرح پابندی کے ساتھ درس میں آنے لگے۔

کمال تیر اندازی...... امام بخاری کو تیر اندازی سے کافی دلچسپی تھی اور اس فن میں بھی اس قدر مہارت رکھتے تھے کہ عمر بھر آپ کے صرف دو تیروں نے خطا کی، ایک مرتبہ عبداللہ صبھارنی کی معیت میں بغرض تیر اندازی گھوڑے پر سوار ہو کر شہر فربر کے باب فرضہ پر تشریف لائے، اثناء تیر اندازی میں آپ کا ایک تیر پل پر لگ جانے سے چوبی ستون پھٹ گیا، آپ نے گھوڑے سے اتر کر تیر نکال لیا اور تیر اندازی ترک کر کے شہر کی طرف واپس ہوئے، راستہ میں صبھارنی سے کہا میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں، عبداللہ نے کہا، فرمایئے آپ نے فرمایا کہ پل والے سے جا کر کہو کہ تمہارا پل ہم سے خراب ہو گیا ہے، اس امر کی اجازت دیکر ہمیں مسرت کا موقعہ دو کہ ہم دوسرا استون قائم کر دیں یا اس کا معاوضہ ادا کریں، عبداللہ صبھارنی نے حمید بن اخضر پل والے سے جا کر کہا تو اس نے کہا کہ میں امام پر تمام مال و دولت قربان کرنے کے لئے تیار ہوں، آپ کہد یجئے کہ میں نے معاف کیا، عبداللہ کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ مژدہ سنایا تو امام صاحب کو اس قدر مسرت ہوئی کہ خوشی کے آثار چہرہ سے نمایاں ہونے لگے۔ اسی روز مکان پہنچ کر شکرانہ میں دو سو درہم خیرات کئے اور لوگوں کو پانچ سو حدیثیں املا کرائیں، اس قصہ سے جہاں آپکا کمال تیر اندازی ظاہر ہوتا ہے وہیں آپ کے تورع پر بھی روشنی پڑتی ہے۔

شعر گوئی...... امام بخاری میں جہاں اور خوبیاں تھیں وہیں آپ شاعر بھی تھے، افسوس ہے کہ دو تین شعروں کے علاوہ آپ کا زیادہ کلام دستیاب نہ ہو سکا تاہم ان حضرات کی ہدایت کے لئے کافی ہے جو فن شعر سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اسے فعل عبث اور ناجائز تصور کرتے ہیں۔

اغتنموا فی الفراغ فضل رکوع[1]　　　فعسی ان یکون مرتک بغتتہ

کم من صحیح رأیت من سقم　　　ذهب نفسه الصحیحة فلت

ابتلاء و آزمائش

حدیث میں ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل یعنی مخلوق میں سب سے شدید آزمائش انبیاء کی ہوتی ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ جو افضل ہو۔ چنانچہ امام بخاری کو بھی حق تعالی نے بڑے بڑے امتحان میں ڈالا، عبداللہ الحاکم نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ جب آپ ۲۵۰ میں نیشاپور تشریف لائے تو محمد بن یحیی ذہلی نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ ان صالح عالم کی خدمت میں جا کر ان سے حدیثیں سنو، ان کے کہنے پر لوگ اس کثرت سے امام موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ خود محمد بن یحیی کی مجلس درس ماند پڑ گئی، پھر امام صاحب جس شان سے نیشاپور میں داخل ہوئے اس کی تصویر امام مسلم نے ان الفاظ میں کھینچی ہے کہ اہل نیشاپور نے اس سے پہلے کسی والی یا عالم کا ایسا استقبال نہیں کیا تھا، ان کے استقبال کے لئے نیشاپور سے دو تین منزل باہر نکل آئے تھے امام صاحب نیشاپور پہنچ کر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے

یارب نگاہ بد سے چمن بچائیو　　　بلبل بہت ہے دیکھ کے پھولوں کو باغ باغ

ایک دفعہ امام ذہلی نے اہل نیشاپور سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں کل امام محمد بن اسماعیل کی ملاقات کو جاؤنگا جس کا جی چاہے میرے ساتھ چلے، امام ذہلی نے اپنے حلقہ کی گری ہوئی حالت محسوس کر کے خیال کیا کہ شاید کوئی امام صاحب سے

---

[1] فرصت میں عبادت کو غنیمت سمجھو، کیونکہ ہو سکتا ہے تمہاری موت اچانک آجائے، میں نے بہت سے صحیح و سالم اور تندرست لوگوں کو دیکھا کہ وہ اچھے خاصے تھے اچانک مر گئے۔

اس قسم کا سوال نہ کر بیٹھے جس کی بدولت مجھ میں اور امام بخاری میں مخالفت پیدا ہو جائے اس لئے انہوں نے سب سے کہہ دیا کہ تم لوگ امام صاحب سے کسی مذہبی اختلافی امر کے متعلق کچھ دریافت نہ کرنا کیونکہ اگر کوئی جواب ہمارے خلاف ہوا تو ناصبی، رافضی، جہمی، مرجئی فرقوں کو اہل سنت والجماعۃ پر آوازیں کسنے کا موقع ملے گا۔

انت تريد وانااريد والله يفعل مايريد......دوسرے روز جب امام ذہلی امام بخاری کی خدمت میں تشریف لائے تو کثرت زائرین کی وجہ سے تمام مکانوں بلکہ چھتوں پر بھی تل رکھنے کی جگہ نہ تھی، اتفاق سے بھحوالے الانسان حریض فیما منع، امام ذہلی کی تاکید کے خلاف ایک شخص نے اٹھ کر امام صاحب سے سوال کیا۔

ماتقول فی اللفظ بالقرآن مخلوق هوا وغير مخلوق۔ کہ قرآن کے جو الفاظ ہماری زبان سے نکلتے ہیں وہ مخلوق ہیں یا نہیں۔ امام صاحب خاموش رہے لیکن جب بار بار اس نے سوال کیا تو امام صاحب نے مجبور ہو کر فرمایا۔ القرآن كلام الله غير مخلوق ولفظي بالقرآن الفاظنا والفاظنا من افعالنا وافعالنامخلوقة والا متحان بدعة کہ قرآن کلام الٰہی اور غیر مخلوق ہے اور جو الفاظ ہماری زبان سے ادا ہوتی ہیں وہ ہمارے ہی الفاظ ہیں اور ہمارے الفاظ ہمارے افعال ہیں اور افعال مخلوق ہیں اور اس کا امتحان بدعت ہے۔

فتنہ کا آغاز اور امام ذہلی کا فتویٰ......

ہم نہ کہتے تھے کہ حالی چپ رہو راست گوئی میں ہے رسوائی بہت

امام صاحب نے جس بالغ نظری سے کام لے کر ان چند مختصر جملوں میں کئی سال کے متداول جھگڑے کا فیصلہ کیا تھا اس کی اہل نیشاپور کو قدر کرنی تھی، لیکن افسوس انہوں نے فہم سلیم سے کام نہ لیا اور اس نکتہ کو عوام نے نافہمی سے اس قدر طول دیا کہ امام صاحب کی ہردلعزیزی میں فرق آگیا، امام ذہلی کو موقعہ ہاتھ آگیا اور انہوں نے فتویٰ جاری کر دیا کہ جو شخص (امام بخاری) اس بات کا قائل ہے کہ قرآن شریف کے الفاظ غیر مخلوق ہیں وہ بدعتی ہے، ہمارا فرض ہے کہ ایسے شخص کی مجالست اور مکالمہ سے احتراز کریں، امام ذہلی کے اس بے معنی فتویٰ نے امام صاحب کی طرف سے سوء ظنی پھیلانے میں نہایت کامیابی حاصل کی۔

چیونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے

ترک اقامت نیشاپور اور واپسی بسوئے وطن......امام بخاری نے اپنے پر معنی جواب میں جن مسائل کو طے کر دیا تھا اسے دقیقہ سنجوں نے سمجھ لیا جن میں سے اکثر تو امام ذہلی کی مخالفت کے خوف سے خاموش رہے لیکن امام مسلم نے امام ذہلی کے فتوے کو سنا تو جوش میں آکر وہ تمام مسودات اونٹوں پر لدوا کر امام ذہلی کے پاس بھیج دیئے جن میں ان کی تقریریں درج تھیں اس واقعہ کے بعد امام بخاری کے حلقہ درس کی رونق پھیکی پڑ گئی صرف امام مسلم اور احمد بن سلمہ نے آخر تک موافقت کی جب معاملہ اس نازک حد تک پہنچ گیا تو امام صاحب نے نیشاپور کو خیرباد کہہ کر اپنے وطن بخارا کی طرف مراجعت کی، بخارا نے دو کوس تک استقبال کیا اور درہم و دینار نثار کرتے ہوئے شہر میں لائے۔

بخارا سے خرتنگ کی طرف مراجعت......بخارا آئے ہوئے امام صاحب کو ابھی کچھ ہی روز گزرے تھے کہ مخالفین نے یہاں بھی سکون سے رہنے نہ دیا۔

ازیں چہ سود کہ در گلستان وطن دارم مرا کہ عمر چو نرگس بخواب می گذارد

چنانچہ آپکی غیور طبع اور خودداری نے آخر یہاں کی سکونت بھی ترک کرادی اور مجبوراً آپ اپنے ننہال خرتنگ چلے گئے جو سمرقند سے تین فرسخ (دس میل کے فاصلہ) پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔

وجوہ ترک وطن......اس میں اختلاف ہے کہ بخارا سے جلاوطن ہونے کے کیا اسباب تھے، مورخ نجار لکھتا ہے کہ شاہ

بخارا نے امام صاحب کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ آپ کتاب، جامع اور تاریخ کبیر لے کر دار الامارت میں تشریف لائیں میں بھی آپ کے فیضان علم سے استوادہ کرنا چاہتا ہوں امام صاحب نے قاصد سے کہدیا کہ مجھے علم کی تذلیل کی ضرورت نہیں اور نہ میں اپنی تصانیف لے کر دربار میں آسکتا ہوں، اگر والی بخارا کو ذوق علم نے بے چین کیا ہے میری مسجد یا مکان پر تشریف لائیں اور اگر یہ ناگوار طبع ہے تو مجھے بذریعہ حکومت تعلیم دینے سے روک دیں تاکہ میں خدا کے ہاں مجبور کیا جاؤں

حاکم نیشاپوری نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ شاہ بخارا کی خواہش تھی کہ وہ قصر شاہی میں آکر شہزادوں کو تعلم دیں، امام صاحب نے فرمایا کہ میں امیر کے لڑکوں کو کوئی خصوصیت نہیں دے سکتا میری مجلس عام ہے جس کا جی چاہے آکر شریک ہو، الغرض امیر بخارا کو امام صاحب کا استغنار ناگوار ہوا، حکم دیا کہ بخارا چھوڑ کر چلے جائیں ،اس لئے آپ خرتنگ میں آگئے۔

ضاقت علیم الارض بمارحبت......افسوس ہے کہ آپ کو خرتنگ کی ہوا راس نہ آئی چند روز ہی اقامت پذیر ہوئے گزرے تھے کہ بیمار ہو گئے اور علالت کی روز افزوں ترقی نے آپ کو بہت نحیف کر دیا۔

آپ کی اس بیماری کی وجہ ایک دعا بتلائی جاتی جو آپ جلاوطنی کے غم اور اعزاء کے نافرجام خیالات سے تنگ آکر دفور غم میں کہتے رہتے تھے، الہی باوجود وسعت کے زمین میرے لئے تنگ ہو گئی ہے اس لئے اب مجھ کو اٹھالے۔

ڈر ہے دلوں کے ساتھ امیدیں بھی پس نہ جائیں اے آسیائے گردش لیل و نہار بس

وفات حسرت آیات......والی بخارا کی مخالفت اور امام بخاری کی جلاوطنی کے واقعات ایسے نہ تھے جو زیادہ عرصہ تک تاریکی میں رہتے ،اہل سمر قند کو معلوم ہوا تو انہوں نے امام صاحب سے سمر قند میں قیام کی درخواست کی جسے آپ نے منظور کر لیا اور رمضان المبارک کا مہینہ گذار کر بخیال مسافرت گھوڑے پر سوار ہونے کی غرض سے دس بیس قدم چلے، لوگ بازو تھامے ہوئے تھے فرمانے لگے میں بہت ضعیف ہو گیا ہوں مجھے چھوڑ دو اس کے بعد لیٹ گئے اور راستہ ہی میں دفعتا پیام اجل آگیا اور کچھ دن کم باسٹھ سال کی عمر پا کر ۲۵۶ میں نماز عشاء کے بعد حدیث رسول (رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کا یہ آفتاب تاباں ہمیشہ کیلئے غروب ہو گیا۔ دوسرے دن جب انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو سمر قند میں ایک تہلکہ مچ گیا، اس دھوم دھام سے جنازہ اٹھایا گیا کہ سارا سمر قند مشا لعت میں تھا ظہر کی نماز کے بعد اس دنیائے علم کے بادشاہ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام

افسوس ہے کہ آپ نے اپنے بعد کوئی نرینہ اولاد بھی نہ چھوڑی، کسی نے آپ کا سنہ پیدائش، مدت عمر، اور سنہ وفات اس عبارت میں ظاہر کیا ہے وللفي صدق وعاش حميدا ومات في نور ،اس میں صدق کے اعداد (۱۹۴) انکی پیدائش ، حمید کے اعداد (۶۲) انکی عمر اور لفظ نور کے اعداد (۲۵۶) ان کی وفات کا سال ظاہر کرتے ہیں کسی شاعر نے ان کو ذیل کے قطعہ میں نظم کیا ہے۔

كان البخاري حافظا ومحدثا جمع الصحيح مكمل التحرير

ميلاده صدق ومدت عمره فيها حميد وانقضى في نور

حافظ نے بسند خطیب، عبد الواحد بن آدم سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ایک جگہ کھڑے ہیں اور آپ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت ہے میں نے سلام کے بعد دریافت کیا یا رسول اللہ آپ یہاں کس لئے کھڑے ہیں۔ آپ نے سلام کا جواب دیکر فرمایا، محمد بن اسماعیل کا انتظار کر رہا ہوں، اس کے چند ہی روز بعد مجھے امام بخاری کے انتقال کی خبر ملی تو موصوف کی وفات ٹھیک اسی ساعت میں تھی جس میں میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ کہیں ڈھونڈے نہ پائیں گے یہ لوگ

وفات کے بعد...... جو لوگ آپ کے مخالف تھے وہ آپ کے مزار پر حاضر ہوئے اور انتہائی ندامت و شرمندگی کے ساتھ توبہ کی، آپ کی وفات کے بعد ایک عرصہ تک آپ کی قبر کی مٹی سے مشک کی طرح خوشبو مہکتی رہی اور لوگ بطور تبرک مٹی اٹھاتے رہے یہاں تک کہ قبر کی حفاظت مشکل ہوگئی حتی کہ مزار مبارک کا نشان باقی رکھنے کے لئے اس کا انتظام کرنا پڑا کہ اس کی مٹی لوگ نہ لے جاسکیں، لوگوں کو اس مٹی کی خوشبو پر تعجب ہوگا لیکن ہمیں اس پر کوئی تعجب نہیں ہے کیونکہ

جمال ہمنشیں در من اثر کرد دگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم (سعدی)

امام بخاری کا مسلک...... امام بخاری کے مسلک کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے تقی الدین سبکی نے طبقات الشافعیہ میں اور نواب صدیق حسن خاں نے ابجد العلوم میں ان کو شافعی لکھا ہے۔ حافظ ابن حجر کے نزدیک بخاری کے مباحث کا غالب حصہ امام شافعی کے مسلک سے ماخوذ ہے علامہ ابن قیم کی تحقیق میں آپ حنبلی تھے، علامہ طاہر جزائری کی نظر میں مجتہد مطلق ہیں۔ آپ کی جامع صحیح کے مطالعہ سے یہی واضح ہوتا ہے، علامہ انور شاہ صاحبؒ کی رائے بھی یہی ہے واللہ اعلم

تصنیفات...... امام بخاری نے متعدد تصانیف یادگار چھوڑیں جن کی فہرست درج ذیل ہے:

(۱) قضایا الصحابہ والتابعین۔
یہ آپ نے سن ۲۱۲ھ میں تاریخ کبیر سے پہلے لکھی ہے۔

(۲) التاریخ الکبیر۔
۸ اجزاء مسجد نبوی میں چاند کی روشنی میں لکھی ہے، ترتیب حروف تہجی کے اعتبار سے ہے اس کے راوی ابو احمد محمد بن سلیمان بن فارس اور ابوالحسن محمد بن سہل نسوی وغیرہ ہیں، امام بخاری فرماتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ میری کتاب تاریخ لے کر عبداللہ بن طاہر امیر کے پاس حاضر ہوئے اور فرمایا: "الا اریك سحرا"

(۳) التاریخ الاوسط۔
یہ کتاب اب تک نہیں چھپی، شاید اس کا قلمی نسخہ جرمنی میں موجود ہے۔ عبداللہ بن احمد بن عبدالسلام الحقاف اور زنجویہ بن محمد اللباد اس کے راوی ہیں۔

(۴) التاریخ الصغیر۔
اس کتاب کی ترتیب سنن سے ہے اور بہت مختصر ہے، عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن الاشقر اس کے راوی ہیں۔

(۵) الجامع الکبیر۔
ذکرہ ابن طاہر

(۶) خلق افعال العباد۔
اس میں عقائد کی بحثیں ہیں، خلق قرآن وغیرہ مسائل میں امام ذہلی کو جوابات دیئے ہیں، یوسف بن ریحان بن عبدالصمد اور فربری اس کے راوی ہیں۔

(۷) المسند الکبیر۔

(۸) اسامی الصحابہ۔
اس کا تذکرہ ابوالقاسم بن مندہ نے کیا ہے اور موصوف نے "المعرفہ" میں اور ابوالقاسم بغوی نے "معجم الصحابہ" میں اس سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔

(۹) کتاب العلل۔
اس کا تذکرہ بھی ابن مندہ نے کیا ہے جس کو موصوف عن محمد بن عبداللہ بن حمدون عن ابی محمد عبداللہ بن الشرقی

روایت کرتے ہیں۔

(۱۰) کتاب الفوائد۔

اس کا ذکر امام ترمذی نے کتاب المناقب میں حضرت طلحہ کے مناقب میں کیا ہے۔

(۱۱) کتاب الوحدان۔

اس میں ان صحابہ کرام کا ذکر ہے جن سے صرف ایک ایک ہی حدیث مروی ہے۔ بعض حضرات کی رائے ہے کہ یہ کتاب امام مسلم کی ہے بخاری کی نہیں۔

(۱۲) الادب المفرد۔

اخلاق نبوی پر مشہور و معروف تالیف ہے، بعض مدارس میں داخل درس بھی ہے اس کے راوی احمد بن محمد بن الجلیل البزار ہیں۔

(۱۳) کتاب الضعفاء الصغیر۔

ضعیف راویوں کے تذکرہ میں مختصر سا رسالہ ہے، جس میں عصبیت کی جھلک جابجا موجود ہے۔ اس کے راوی ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابی، ابو جعفر شیخ ابن سعید اور آدم بن موسیٰ الخواری ہیں۔

(۱۴) کتاب المبسوط۔

اس کا ذکر خلیلی نے "الارشاد" میں کیا ہے اور مہیب بن سلیم کو اس کا راوی بتلایا ہے۔

(۱۵) الجامع الصغیر۔ (۱۶) کتاب الرقاق۔

اس کا ذکر کشف الظنون میں ہے۔

(۱۷) بر الوالدین۔

حافظ ابن حجر نے اس کا ذکر کیا ہے اور موجودات میں اس کا شمار کیا ہے اس کا راوی محمد بن دلویہ الوراق ہے۔

(۱۸) کتاب الاشربہ۔

حافظ دار قطنی کی "المو تلف والمختلف" میں اس کا ذکر ملتا ہے۔

(۱۹) کتاب الہبہ۔

پانچ سو احادیث کا مجموعہ بتلایا جاتا ہے جو بظاہر کہیں موجود نہیں اس کا ذکر امام بخاریؒ کے وراق نے کیا ہے۔

(۲۰) کتاب الکنی۔

اس کا ذکر ابو احمد حاکم نے کیا ہے اور اس سے انہوں نے بہت کچھ نقل بھی کیا ہے۔

(۲۱) التفسیر الکبیر۔

اس کا ذکر فربری اور وراق نے کیا ہے۔

(۲۲) جزء القراءۃ خلف الامام

(۲۳) جزء رفع الیدین۔

ان دونوں کے راوی محمود بن اسحاق الخزاعی ہیں۔

(۲۴) بدء المخلوقات۔

(۲۵) الجامع الصحیح۔

یہ امام بخاری کی سب سے زیادہ مشہور، مقبول، مہتم بالشان اور رفیع المنزلت تالیف ہے جس کا پورا نام "الجامع الصحیح

المسند من حدیث رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ" ہے امام بخاری کو اس پر بہت ناز تھا فرمایا کرتے تھے کہ خدا کے یہاں بخاری کو میں نے نجات کا ذریعہ بنایا ہے۔

وجہ تالیف...... امام بخاری سے پہلے زیادہ رواج مسانید و مصنفات کا تھا، چنانچہ امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ جیسے عظیم القدر حفاظ حدیث نے مسانید مرتب کئے تھے اور ان سے پہلے عبداللہ بن موسیٰ عیسی کوفی، مسدد بن مسرہد بصری اور اسد بن موسی اموی وغیرہ نے مسانید جمع کئے تھے، اسی طرح حافظ ابن جریج نے مکہ میں، امام اوزاعی نے شام میں، سفیان ثوری نے کوفہ میں، حماد بن سلمہ نے بصرہ میں ان کے علاوہ امام ابو یوسف، امام محمد اور عبدالرزاق وغیرہ نے مصنفات تیار کیں۔

جب ان مصنفات و مسانید کی تالیف سے تمام منتشر اور پراگندہ روایتیں یکجا ہو گئیں تو پھر محدثین نے انتخاب واختصار کا طریقہ اختیار کیا اور صحاح ستہ کی تدوین عمل میں آئی، امام بخاری جن کا نام مصنفین صحاح ستہ میں سرفہرست ہے انہوں نے جامع صحیح تصنیف کی۔

امام بخاری بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک روز امام اسحاق بن راہویہ کی مجلس میں حاضر تھا وہاں ہمارے اصحاب میں سے کسی کی زبان سے نکلا، کاش تم رسول اللہ ﷺ کی سنن کے بارے میں کوئی مختصر سی کتاب جمع کر دیتے یہ خطاب تمام حاضرین مجلس سے تھا مگر دل میں اسی کے اترا جس کی قسمت میں روز اول سے یہ سعادت مقرر ہو چکی تھی، امام ممدوح فرماتے ہیں کہ "یہ بات میرے دل میں اتر گئی" پھر غیبی تائید یہ ہوئی کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں آنحضرت ﷺ کے سامنے کھڑا ہوں اور ہاتھ میں ایک پنکھا ہے جس کے ذریعہ آپ کے اوپر سے مکھیاں دفع کر رہا ہوں، بیدار ہو کر بعض معبرین سے تعبیر دریافت کی انہوں نے کہا کہ تم آنحضرت ﷺ کی احادیث سے کذب کو دفع کرو گے۔ اس خواب نے آپ کے شوق اور ہمت کو اور بلند کر دیا، اور تالیف میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔

سنہ تالیف...... اب امام موصوف نے اس کتاب کی تالیف کا آغاز کس سنہ سے کیا اور کب اس سے فارغ ہوئے۔ یہ متعین طور سے تو نہیں بتایا جا سکتا البتہ اتنا معلوم ہے کہ تصنیف کرنے کے بعد امام بخاری نے اس کو اپنے شیوخ امام احمد بن حنبل متوفی سن ۲۴۱ھ ابن المدینی سن ۲۳۴ھ اور ابن معین کے سامنے پیش کیا ان حضرات نے اس کی تحسین کی اور اس کے صحیح ہونے کی شہادت دی البتہ چار احادیث کی بابت اختلاف کیا لیکن عقیلی کا بیان ہے کہ ان چار کے بارے میں بھی امام بخاری ہی کا فیصلہ درست ہے اور وہ چاروں بھی صحیح ہیں یحیی بن معین کا سنہ وفات سن ۲۳۳ھ ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سنہ میں آپ تصنیف سے فارغ ہو چکے تھے گو اس میں اضافے بعد تک ہوتے رہے پھر اس کتاب کی تکمیل میں بتصریح امام بخاری سولہ سال لگے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی تصنیف کا آغاز سن ۲۱۷ھ میں ہوا تھا جب کہ آپ کی عمر شریف ۲۳ سال کی تھی۔

مقام تالیف...... کے بارے میں متعدد جگہیں بیان کی گئیں ہیں، ابن طاہر کہتے ہیں کہ آپ نے صحیح بخاری کو بخارا میں تصنیف کیا۔ ابن بجیر کہتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں تصنیف کیا، بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کی تصنیف بصرہ میں ہوئی ہے اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں تصنیف ہوئی ہے۔

لیکن خود امام بخاری کا بیان ہے کہ میں نے "الجامع الصحیح" کو بیت الحرام میں تصنیف کیا، ابواب وتراجم مسجد نبوی میں منبر شریف اور روضہ اقدس کے درمیان لکھے، ان اقوال مختلفہ میں حافظ ابن حجر نے یوں تطبیق دی ہے کہ تصنیف کا ابتدائی خاکہ اور ترتیب ابواب تو مسجد حرام میں ہوئی لیکن مختلف مقامات میں احادیث کی تخریج فرماتے رہے اور تراجم ابواب کے مسودہ کو مزار مبارک اور منبر شریف کے درمیان بیٹھ کر مبیضہ میں تبدیل فرمایا۔

طریق تالیف...... صحیح بخاری کی تالیف میں سولہ سال کی طویل مدت صرف ہوئی اس پورے عرصہ میں آپ کا معمول یہ رہا کہ جب آپ کسی حدیث کو لکھنے کا ارادہ کرتے تو کتاب میں درج کرنے سے پہلے غسل کرتے حق تعالے سے استخارہ کر کے دو رکعت نفل ادا کرتے۔ جب اس کی صحت پر پوری طرح انشراح ہو جاتا تب اس کو کتاب میں جگہ دیتے، اسی غایت اہتمام کی وجہ سے لوگوں کا قول ہے کہ امام بخاری نے گویا براہ راست حضور اکرم ﷺ سے سنا۔

كان البخاري في جمعه تلقى من المصطفى ما اكتسب

جامع صحیح کی مقبولیت...... امام بخای کی عرق ریزی و جفاکشی، التزام صحت و حسن نیت کا نتیجہ ہے کہ آپ کی جامع اس قدر مقبول ہوئی کہ آپ کی زندگی میں ہی اس کو نوے ہزار آدمیوں نے آپ سے بلاواسطہ سنا۔ ابوزید مروزی فرماتے ہیں کہ میں حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا کہ خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے فرمایا ابوزید! امام شافعی کی کتاب کا درس کب تک دو گے میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور آپ کی کتاب کونسی ہے۔ فرمایا محمد بن اسماعیل کی جامع صحیح۔ بقول حافظ ابن کثیر وقت، شدت، خوف، دشمن، سختی مرض، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں اس جامع صحیح کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے۔ ایک محدث نے اس کو ایک سو بیس مرتبہ مختلف مقاصد کیلئے پڑھا اور ہر مرتبہ کامیابی ہوئی۔ شیخ برہان الدین ابو الوفا ابراہیم بن محمد بن خلیل الطرابلسی الحلبی المتوفی ۸۴۱ھ صاحب "تنقیح" شرح بخاری کے حالات میں لکھا ہے کہ انہوں نے صحیح بخاری ساٹھ مرتبہ سے زیادہ اور صحیح مسلم بیس مرتبہ سے زیادہ پڑھی تھی۔

بخاری کے حافظ ہندوستان میں...... مولانا عبدالحئی مرحوم سابق ناظم ندوۃ العلماء نے "یاد ایام" میں مولانا عبدالملک عباسی کے متعلق نقل کیا ہے کہ

كان حافظا لقرآن و صحيح البخاري لفظا و معنى و كان يدرس عن ظهر قلبه.

ان کو قرآن پاک اور صحیح بخاری زبانی یاد تھی الفاظ بھی اور اس کے مطالب بھی اور یہ زبانی درس دیتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب کے تلمیذ رشید مجاز فی الحدیث مولانا ابو سعید ظہور الحق کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بخاری و مسلم اور حصن حصین کے حافظ تھے، اس کا تذکرہ مولانا عبدالغنی ندوی پھلواری نے اپنے اس مقالہ میں کیا ہے جو معارف مئی ۱۹۲۹ء میں چھپا تھا۔

نیز تذکرہ علماء صفحہ ۶۴ پر مولانا رحمت اللہ الہ آبادی کے متعلق لکھا ہے "کتب صحاح ستہ زبان داشت"

تعداد روایات...... یہ کتاب حسب تصریح امام ممدوح چھ لاکھ احادیث کے ذخیرہ کا انتخاب ہے۔ کل حدیثیں جو درج کتاب ہیں ان سب کی مجموعی تعداد بشمول مکررات و معلقات و متابعات نو ہزار بیاسی ہے اور بحذف مکررات کل تعداد دو ہزار سات سو اکسٹھ ہے، علامہ نووی اور شیخ ابن صلاح کے نزدیک تکرار کے ساتھ بخاری کی روایات کی تعداد ۷۲۷۵ ہے اور عدم تکرار کے ساتھ ۴۰۰۰۔ ابو عبداللہ بن عبدالملک اندلسی نے اپنے فوائد میں جو شعر نقل کیا ہے اس میں احادیث کی تعداد اسی نظریہ کے مطابق منظوم ہے۔ شعر یہ ہے۔

جميع احاديث الصحيح الذى روى البخاري خمس ثم سبعون للعد
وسبعة الاف تضاف وماضى الى مائتين عد ذاك اولوا الجد

لیکن ابن حجر نے پوری احتیاط سے شمار کیا تو روایات مرفوعہ کی تعداد ۷۳۹۷ اور تکرار کے ساتھ متابعات و تعلیقات کی تعداد ۱۳۴۱ ہے۔ جن میں اکثر کو امام بخاری نے سندا بیان کردیا ہے اور موقوفات صحابہ و مقطوعات تابعین کی تعداد ۳۴۱ ہے۔ اس طرح مجموعی تعداد ۹۰۸۷ ہے۔ غیر مکرر روایات مرفوعہ ۲۳۵۳ اور غیر مکرر متابع و معلق ۱۶۰ ہیں۔ اس طرح غیر مکرر مجموعہ ۲۵۱۳ ہے۔ یہ تعداد اگرچہ امام بخاری کو جس قدر صحیح حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ان کے دسویں حصہ

کے بھی برابر نہیں۔ لیکن امام موصوف کے حسن انتخاب کا بہترین نمونہ ہے۔

ثلاثیات......وہ احادیث کہلاتی ہیں جن میں راوی اور نبی کریم ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہوں۔ یہ احادیث اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں۔ بخاری میں صرف ۲۲ ثلاثیات ہیں جو امام بخاری کا مابہ الافتخار ہیں۔ ان میں بیس حدیثیں انہوں نے اپنے حنفی شیوخ سے روایت کی ہیں۔

ناقلین ورواہ......امام بخاری سے جامع صحیح کو اگرچہ ہزاروں آدمیوں نے سنا تھا لیکن امام موصوف کے جن تلامذہ سے اس کی روایت کا سلسلہ چلا وہ چار بزرگ ہیں۔

(۱) علامہ ابو اسحاق ابراہیم بن معقل بن الحجاج نسفی متوفی ۲۹۴ھ یہ بہت بڑے حنفی علامہ اور نہایت نامور مصنف گذرے ہیں۔ حافظ ہونے کے ساتھ فقیہہ بھی تھے اور اختلاف مذاہب میں گہری بصیرت رکھتے تھے، محاسن علیہ کے ساتھ زہد وتقوی اور ورع وعفاف کے زیور سے بھی آراستہ تھے۔ آپ کی تصنیفات میں المسند الکبیر اور التفسیر کا خاص طور سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۲) ابو محمد حماد بن شاکر بن سویہ نسفی حنفی متوفی ۳۱۱ھ، حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں نسفی کی بجائے نسوی لکھا ہے، علامہ کوثری نے تصریح کی ہے کہ صحیح نسفی ہی ہے، اسی طرح ان کی وفات کی بابت حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ میرے خیال میں ان کی وفات ۲۹۰ھ کے لگ بھگ ہوئی ہے۔ لیکن محدث کوثری نے حافظ ابن نقطہ کی "التقیید" کے حوالہ سے جزماً لکھا ہے کہ ان کا سن وفات ۳۱۱ھ ہے۔

(۳) محمد بن یوسف فربری متوفی ۳۲۰ھ انہوں نے امام بخاری سے کتاب الصحیح کا دوبار سماع کیا ہے۔ ایک بار ۲۴۸ھ میں اپنے وطن فربر میں۔ جب امام ممدوح وہاں تشریف لائے ہوئے تھے اور دوسری بار ۲۵۲ھ میں خود بخارا جاکر، آج کل علو اسناد کی وجہ سے انہیں کی روایت شائع ومشہور ہے۔

(۴) ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ بزدوی متوفی ۳۲۹ھ

تراجم وابواب......جامع صحیح میں امام بخاری کے پیش نظر جس طرح احادیث صحیحہ کی تخریج ہوتی ہے اسی طرح وہ ان سے بہت سے مسائل کا استنباط واستخراج بھی فرماتے ہیں اسی لئے کبھی کبھی ایک روایت متعدد جگہوں پر نقل کرتے ہیں۔ جیسے حضرت عائشہ کی وہ حدیث جو حضرت بریرہ کے واقعہ سے متعلق ہے۔ اس کو بیس مرتبہ سے زائد نقل کیا ہے، علماء کا مشہور مقولہ ہے۔ "فقه البخاري في تراجمه" بخاری کا سارا کمال ان کے تراجم میں ہے لیکن بہت سے مقامات پر حدیث اور ترجمۃ الباب میں بے ربطی اور سوء ترتیب نظر آتی ہے۔ جس کی شکایت شاہ ولی اللہ صاحب نے بھی اپنے مکتوبات میں بایں الفاظ کی ہے۔ در عقد تراجم سوء ترتیب و تقریر او درمیان می آید و اهل علم را مطمح نظر مطالب علمیه می باشد نه تراجم و ترتیب۔"

شیشہ دل ار نباشد گو سفال دور باش   رندے آشام را باایں تکلفہا چہ کار

لیکن اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ بعض مقامات پر امام ممدوح نے اضافہ کرنا چاہا تھا مگر اس کا موقعہ نہ مل سکا۔ چنانچہ کہیں باب قائم کر لیا تھا مگر اس کے تحت حدیث درج کرنے کی نوبت نہ آئی۔ کہیں حدیث لکھ لی تھی لیکن باب قائم نہ کر سکے تھے۔ بہر حال کتاب کے بہت سے مقامات اسی طرح تشنہ تکمیل تھے کہ امام بخاری نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ بعد کو ناسخین نے اپنی صوابدید کے مطابق جن ابواب میں چاہا ان حدیثوں کو نقل کر دیا۔ چنانچہ حافظ ابو الولید باجی اپنی کتاب "اسماء رجال البخاری" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ ہم سے حافظ ابو ذر زہروی نے بیان کیا کہ ہمیں ابو اسحاق مستملی نے بتایا کہ میں نے صحیح بخاری کو اس کے اصل نسخہ سے جو فربری کے پاس موجود تھا نقل کیا تو میں نے دیکھا کہ اس میں بعض

چیزیں تو ناتمام ہیں اور بعض چیزوں کی تبییض ہو چکی ہے۔ چنانچہ بعض تراجم ابواب ایسے تھے کہ ان کے بعد کچھ درج نہ تھا اور بعض حدیثیں ایسی تھیں کہ ان پر ابواب نہ تھے، پھر ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملادیا۔

باجی کا بیان ہے کہ یہ چیز میں نے یہاں اس لئے ذکر کی کہ ہمارے اہل وطن ایسے معنی کی دھن میں لگے رہتے ہیں جس سی ترجمۃ الباب اور حدیث میں باہمی ربط قائم ہو سکے اور وہ اس سلسلہ میں بیجا تاویلات کی بلاوجہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔

حواشی و شروحات...... صحیح بخاری کی اہمیت و مقبولیت کی بناء پر ہر دور کے علماء نے اس پر شروح و حواشی لکھے ہیں۔ محدثین کو چھوڑ کر نحویوں اور صرفیوں نے بھی اعراب و تصریف کی جو خدمت بن پڑی کی حتی کہ جب متون و تراجم اور اعراب و نسخ کی تمام خدمتیں ختم ہو گئیں تو خدمت بخاری کی فہرست میں نام درج کرانے والے مشتاقوں نے قرآن کریم کی طرح اس کے حروف تہجی ہی شمار کر ڈالے۔

لامع میں ایک سو سے زائد شروح و حواشی اور متعلقات بخاری کا تذکرہ کیا ہے۔ چند شروح یہ ہیں۔

(۱) اعلام السنن......ابو سلیمان احمد بن محمد ابراہیم بن خطاب بستی خطابی متوفی ۳۰۸ھ کی عمدہ اور لطیف شرح ہے۔

(۲) شرح الجامع......ابو القاسم احمد بن محمد بن عمر بن درد تمیمی کی نہایت وسیع شرح ہے۔

(۳) شرح الجامع......امام قطب الدین عبد الکریم بن عبد النور بن میسر حلبی متوفی ۷۴۵ھ کی ہے، نصف تک ہے اور دس جلدوں میں ہے۔

(۴) شرح الجامع......ناصر الدین علی بن محمد بن منیر اسکندرانی کی ہے۔ کافی ضخیم ہے۔ تقریبا دس جلدوں میں ہے۔

(۵) التلویح......حافظ علاء الدین مغلطائی ابن قلیج ترکی مصری حنفی متوفی ۷۹۲ھ کی ضخیم شرح ہے۔

(۶) فتح الباری......شیخ الاسلام ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ جو ۸۱۷ھ سے شروع ہو کر ۸۴۲ھ میں مکمل ہوئی۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ بخاری کی شرح کا دین امت پر باقی ہے۔ حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ غالبا فتح الباری سے یہ دین ادا ہو گیا۔

(۷) الکوثر الجاری علی ریاض البخاری......شیخ احمد بن اسماعیل بن محمد الکورانی الحنفی متوفی ۸۹۳ھ کی بہترین شرح ہے جس میں کرمانی اور ابن حجر پر بہت سی جگہ رد و قدح ہے۔

(۸) کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایا صحیح البخاری......شیخ محمد خضر بن عبد اللہ......شنقیطی کی ہے۔

(۹) عمدۃ القاری......علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ کی تصنیف ہے جو ۸۲۱ھ سے شروع ہو کر ۸۴۷ھ میں مکمل ہوئی۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ یہ فتح الباری سے ایک ثلث مقدار میں زیادہ ہے۔ اس میں مختلف مباحث کی ایسی وضاحت کی گئی ہے کہ قاری کو کسی دوسری شرح کی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر فتح الباری کا مقدمہ نہ ہوتا تو اس کو فتح الباری پر نمایاں فوقیت حاصل ہوتی۔ بخاری کی شرح میں ان دو شرحوں کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔

(۱۰) ارشاد الساری......شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب القسطلانی متوفی ۹۲۳ھ کی تصنیف ہے جو در حقیقت فتح الباری اور عمدۃ القاری کی تلخیص ہے۔ اگرچہ مصنف نے دوسری شرحوں سے بھی استفادہ کیا ہے۔

(۱۱) الکواکب الدراری......علامہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی متوفی ۷۸۶ھ کی تصنیف ہے۔ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے اپنی شرحوں میں اس سے بہت کچھ لیا ہے۔ مصنف نے اس میں نحوی اعراب اور غریب الفاظ کو پوری طرح حل کیا ہے۔

(۱۲) مجمع البحرین......شیخ تقی الدین یحیی بن شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی کی ہے اور بڑے بڑے آٹھ اجزاء میں ہے۔

(۱۳) اللامع الصبیح...... علامہ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن عبد الدائم بن موسی برماوی شافعی ۸۳۱ھ کی اچھی شرح ہے چار اجزاء میں ہے۔

(۱۴) التلقیح لفهم قاری الصحیح...... شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد حلبی معروف بسبط بن العجمی متوفی ۸۴۱ھ کی ہے دو جلدوں میں ہے۔

(۱۵) مصابیح الجامع...... علامہ بدر الدین محمد بن ابی بکر دمامینی متوفی ۸۲۸ھ کی ہے۔

(۱۶) شواہد التوضیح...... سراج الدین عمر بن علی بن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ کی تصنیف ہے۔ تقریبا بیس جلدوں میں ہے۔

(۱۷) ہدایۃ الباری...... شیخ الاسلام زکریا انصاری متوفی ۹۲۸ھ تلمیذ ابن حجر کی تصنیف ہے۔

(۱۸) تیسیر القاری...... علامہ نور الحق بن مولانا عبد الحق دہلوی متوفی ۱۰۷۳ھ کی تصنیف ہے۔ جس زمانہ میں شیخ عبد الحق نے مشکوۃ کی شرح لکھی تھی اسی زمانہ میں ان کے صاحبزادے نے فارسی میں بخاری کی شرح لکھنی شروع کی۔

(۱۹) التوشیح علی الجامع الصحیح...... حافظ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی لطیف شرح ہے۔

(۲۰) نجاح القاری فی شرح البخاری...... شیخ عبداللہ بن محمد اماسی حنفی متوفی ۱۱۶۷ھ کی تصنیف ہے جو تیس ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۲۱) شرح شیخ الاسلام بن محب اللہ بخاری دہلوی کی ہے جو تیسیر القاری کے حاشیہ پر چھپی ہے۔ مگر صرف چودہ پارے طبع ہوئے۔

(۲۲) النور الساری علی صحیح البخاری...... از علامہ الحسن العدوی العالم الازہری متوفی ۱۳۰۳ھ

(۲۳) فتح الباری بالسیح الفسیح الجاری فی شرح صحیح البخاری...... از ابو طاہر مجد الدین محمد بن یعقوب بن محمد بن ابراہیم الشیر ازی الفیروز آدی المتوفی ۸۱۶ھ

(۲۴) عون الباری...... نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ نے تجرید بخاری کی مختصر شرح لکھی ہے۔

(۲۵) نبراس الساری فی اطراف البخاری...... مولانا ابو سعید محمد بن عبد العزیز حنفی کی تصنیف ہے۔

(۲۶) فیض الباری شرح صحیح البخاری...... از مولانا عبد الاول زید پوری متوفی ۹۶۸ھ

(۲۷) نور القاری شرح صحیح البخاری...... از شیخ نور الدین احمد آبادی

(۲۸) منح الباری شرح فارسی بخاری...... از والدہ ماجدہ حافظ دراز پشاوری

(۲۹) فیض الباری...... علامہ کشمیری کے افادات ہیں جو ان کے تلمیذ رشید مولانا بدر عالم میرٹھی نے درس کے وقت لکھے تھے۔

(۳۰) حاشیہ علامہ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی السندھی الحنفی

(۳۱) حاشیہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری ۱۲۹۸ھ اس کے آخری حصہ کی تکمیل حضرت نانوتویؒ نے کی۔

(۳۲) لامع الدراری...... حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ کے درس کے افادات ہیں جن کو آپ کے مختلف تلامذہ نے جمع کیا تھا۔ اس پر حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور نے تعلیق اور ایک مبسوط مقدمہ تحریر فرمایا ہے جس کا مطالعہ نہایت مفید ہے۔ [1]

[1] ملحض از محدثین عظام، ابن ماجہ اور علم حدیث۔ بستان المحدثین۔ مقدمہ انوار الباری۔ کشف الظنون، مقدمہ فتح الباری

(۱۶) امام مسلمؒ

نام و نسب...... ابوالحسین کنیت، لقب عساکر الدین اور نام مسلم ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے، مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری۔ مولد و مسکن کے لحاظ سے گوان کے خمیر میں عجم کی خاک کا عنصر بھی شامل ہے۔ لیکن دراصل اس کا سلسلہ نسب عرب کے مشہور قبیلہ قشیر سے ملتا ہے۔ اسی بناء پر انہیں قشیری کہا جاتا ہے۔

مولد و مسکن...... امام مسلم خراسان کے مشہور و معروف شہر نیشاپور[۱] میں پیدا ہوئے جس کے متعلق احمد بن طاہر کہتے ہیں لیس فی الارض مثل نیسا بور بلد طیب ورت غفور اور فتوحی شاعر کہتاہے حبذا شہر نیشاپور کہ در ملک خدائے۔ گر بہشت ست ہمین ست وگرنہ خود نیست، اور علامہ یاقوت حموی اس کو معدن الفضلاء و منبع العلماء لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہاں سے اتنے ائمہ علم نکلے جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ اور علامہ تاج الدین سبکی رقمطراز ہیں کہ نیشاپور اس قدر بڑے اور عظیم الشان شہروں میں سے تھا کہ بغداد کے بعد اس کی نظیر نہ تھی اہل تاریخ نے اسکو امہات البلاد لکھاہے لیکن چنگیز خان کے ہنگامہ میں تباہ و برباد اور بالکل ویران ہو گیا تھا کہتے ہیں کہ چنگیز خان نے جن لوگوں کو قتل کیاان کی شمار سترہ لاکھ سینتالیس ہزار تھی، شہر نیشاپور شاہ طہموسپ کے آباد کردہ شہروں میں سے بتایا جاتاہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس کو شاپور بن اردشیر نے آباد کیا تھافارسی میں "نہ" شہر کو کہتے ہیں شاپور کے ساتھ مرکب ہو کر نیشاپور ہو گیا، اس کی معدنیاتی حالت یہ تھی کہ یہاں نہایت نفیس فیروزہ کی کانیں تھیں اور اس کی علمی حالت یہ تھی کہ اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ جو تعمیر ہوا یہیں ہوا جس کا نام مدرسہ بیہقیہ تھا۔ امام الحرمین (امام غزالی کے استاد نے اسی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی عام شہرت ہے کہ دنیائے اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ بغداد کا، نظامیہ تھا، چنانچہ ابن خلکان نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فخر بغداد کے بجائے نیشاپور کو حاصل ہے بغداد کا نظامیہ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا کہ نیشاپور میں متعدد بڑے بڑے دار العلوم قائم ہو چکے تھے ایک بیہقیہ، دوسرا سعدیہ، تیسرا نصریہ جسکو سلطان محمود کے بھائی نصر بن سبکتگین نے قائم کیا تھا، ان کے سوا اور بھی مدرسے تھے جنکا سر تاج نظامیہ نیشاپور تھا شیخ ابو حفص حداد، ابو علی وقاق، ابو محمد مرتعش، ابو علی ثقفی، فرید الدین عطار، محمد بن یحییٰ جوہری، ابن راہویہ ثعلبی، عمر خیام، حسین معمائی، نظیری، اہلی، آگہی وغیرہ اہل علم کو اسی سرزمین نیشاپور نے پرورش کیا ہے۔

سنہ پیدائش...... میں اختلاف ہے ابن خلکان لکھتے ہیں کہ میں نے کسی حافظ حدیث کو ان کی سنہ ولادت اور عمر کو ضبط کرتے نہیں دیکھا، پھر فرماتے ہیں کہ حافظ ابن الصلاح نے غالبا (۲۰۲) بتایا تھا مگر بعد میں ابو عبداللہ نیشاپوری کی ایک تصنیف سے معلوم ہوا کہ (۲۰۶) تھا حاکم نے سنہ وفات (۲۶۱) لکھ کر مدت عمر ۵۵ سال ذکر کی ہے اس حساب سے سنہ ولادت (۲۰۶) ثابت ہوتا ہے اسی کو ابن الاثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں راجح قرار دیا ہے۔

سماع حدیث کیلئے سفر...... علامہ ذہبی نے آپ کے سماع حدیث کی ابتداء ۲۱۸ کو قرار دیاہے گویا چودہ برس کی عمر سے سماعت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس سے پہلے بھی سماعت کے مواقع حاصل تھے لیکن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام موصوف نے اس کو اس وقت کیلئے محفوظ رکھا جو ہر قسم کی اہلیت کا زمانہ ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اس فن کے نشیب و فراز کو پیش نظر رکھ کر اس میدان میں قدم رکھا تھا۔

شیوخ و اساتذہ...... خراسان و نیشاپور میں اسحاق بن راہویہ اور امام ذہلی جیسے امام فن موجود تھے امام مسلم نے انکے علاوہ مختلف مقامات کی خاک چھانی، عراق، حجاز، شام اور مصر وغیرہ مقامات میں متعدد مرتبہ تشریف لے گئے بغداد کئی بار جانا ہوا اور یہاں آپ نے درس بھی دیا بغداد کا آخری سفر ۲۵۹ میں ہوا جس کے دوسال بعد آپ انتقال فرماگئے وہاں کے محدثین

[۱] وللحاکم کتاب حسن فی تاریخ نیسابور ۱۲

میں سے محمد بن مہران اور ابو غسان وغیرہ سے سماعت کی عراق میں امام احمد بن حنبل اور عبد اللہ بن مسلمہ قعنبی سے استفادہ کیا حجاز میں سعید بن منصور اور ابو مصعب سے روایتیں حاصل کیں مصر میں عمرو بن سواد اور حرملہ بن یحییٰ کے خرمن فیض سے خوشہ چینی کی، احمد بن مسلمہ کی رفاقت میں بصرہ اور بلخ کا بھی سفر کیا۔ امام بخاری سے نیشاپور میں بہت کچھ استفادہ کیا صحیح مسلم میں جن بزرگوں سے آپ نے احادیث درج کی ہیں ان کی تعداد ہماری شمار کے مطابق دو سو گیارہ ہے۔

اصحاب وتلامذہ...... آپ کے تلامذہ میں حافظ ابو عیسی ترمذی صاحب سنن، ابو حاتم رازی، ابو بکر بن خزیمہ، ابراہیم ابن ابی طالب، ابن صاعد، ابو حامد بن الشرقی، ابو حامد احمد بن حمدان، ابراہیم بن محمد سفیان، مکی بن عبدان، محمد بن مخلد، احمد بن سلمہ، موسی بن ہارون اور ابو عوانہ جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

اخلاق وعادات، زہد و تقوی...... آپ نے عمر بھر نہ کسی کی غیبت کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کو برا بھلا کہا اساتذہ وشیوخ کا بے احترام فرماتے تھے نہایت پاکیزہ خو اور انصاف پسند تھے امام بخاری کے نیشاپور کے زمانہ قیام میں جب وہاں کی مجالس درس بے رونق ہو گئیں اور امام بخاری پر خلق کا ہجوم ہونے لگا تو حاسدین نے حسد کیا، عوام تو عوام امام ذہلی تک نے مسئلہ خلق قرآن میں امام بخاری کی مخالفت کی اور اپنی مجلس درس میں اعلان کر دیا۔" الامن كان يقول بقول البخارى فى مسئلة اللفظ بالقرآن فليعتزل مجلسنا"جو شخص لفظی بالقرآن غیر مخلوق قائل ہو وہ ہماری مجلس درس میں نہ آئے اس اعلان کو سن کر امام مسلم اور احمد بن مسلمہ فورا مجلس سے اٹھے اور ان سے مسموعہ روایات کے تمام مسودے ان کو واپس کر دئے اور امام ذہلی سے بالکیہ روایت کرنا ترک کر دیا۔

آپ کے فضل وکمال کا اعتراف...... امام صاحب کی فطری قابلیت اور قوت حافظہ کی وجہ سے لوگ اس قدر گرویدہ ہو چکے تھے کہ اسحاق بن راہویہ جیسے امام فن نے ان مختصر الفاظ میں پیشن وئی فرمائی"اى رجل يكون هذا" خدا جانے یہ شخص کس بلا کا آدمی ہو گا۔

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانہ کی کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

اسحاق کوسج نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا جب تک اللہ تعالے آپ کو مسلمانوں کیلئے باقی رکھے گا بھلائی آپ کے ہاتھ سے نہ جائے گی۔ آپ امام بخاری کی خدمت میں بکثرت حاضر ہوتے تھے ایک مرتبہ ان کی تبحر علمی اور زہد و تقوی سے متاثر ہو کر بے ساختہ ان کی پیشانی کا بوسہ لیا اور بے خودی میں پکار اٹھے "دعنى اقبل رجليك يا سيد المحدثين وطبيب الحديث فى علله" احمد بن مسلمہ کا بیان ہے کہ میں نے شیخ ابوزرعہ اور ابو حاتم کو دیکھا ہے کہ وہ امام مسلم کو احادیث صحیحہ کی معرفت کے باب میں اپنے ہمعصر مشائخ پر ترجیح دیتے تھے، حافظ ابو قریش کہتے ہیں کہ دنیا میں حفاظ حدیث چار ہیں ان میں سے ایک امام مسلم ہیں۔ ابو عمرو حمدان کہتے ہیں کہ میں نے شیخ ابن عقدہ سے پوچھا امام بخاری حافظ تر ہیں یا امام مسلم۔ آپ نے فرمایا بھائی یہ دونوں عالم ہیں میں نے کئی بار یہی سوال کیا تب آپ نے فرمایا کہ امام بخاری کبھی کبھی اہل شام کی بابت غلطی کر جاتے ہیں۔ بخلاف امام مسلم کے۔

امام مسلم کا مسلک...... آپ کے مسلک کی تعیین میں بڑی دشواری ہے۔ علامہ کشمیری فرماتے ہیں کہ امام مسلم وابن ماجہ کا مذہب معلوم نہیں۔ نواب صدیق حسن خان نے انہیں شافعی شمار کیا ہے۔ صاحب کشف فرماتے ہیں الجامع الصحیح للامام المسلم الشافعی، مولانا عبد الرشید صاحب کی تحقیق یہ ہے کہ آپ مالکی المذہب تھے۔ مگر طبقات مالکیہ میں اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ شیخ عبد اللطیف سندی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی و مسلم کے متعلق عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ دونوں امام شافعی کے مقلد ہیں۔ حالانکہ یہ دونوں مجتہد تھے۔ صاحب الیانع الجنی نے لکھا ہے کہ آپ اصولی طور پر شافعی تھے۔ آپ نے امام شافعی سے بہت کم اختلاف کیا ہے۔ شیخ ظاہر جزائری کی بھی رائے یہی ہے کہ کسی امام کے مقلد فض نہیں تھے۔ البتہ امام

شافعی وغیرہ اہل حجاز کے مسلک کی طرف مائل تھے۔

وفات......امام مسلم نے ۲۵ رجب ۲۶۱ھ میں بروز یکشنبہ وفات پائی۔ دو شنبہ کو جنازہ اٹھایا گیا اور نیشاپور کے باہر نصیر آباد میں دفن کئے گئے۔

جان من ہر چیز را با صل خود باشد رجوع ماچو از خاکیم آخر خاک می باید شدن

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ان کی قبر مبارک زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آپ کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز وعبرت خیز ہے۔ کہتے ہیں کہ مجلس درس میں ایک حدیث کے متعلق دریافت کیا گیا جو امام صاحب کو سوء اتفاق سے یاد نہ آئی۔ گھر واپس ہوئے تو انہیں خرما کا ایک ٹوکرہ پیش کیا گیا۔ حدیث کی تلاش وجستجو میں اس قدر محو ہوئے کہ آہستہ آہستہ تمام چھوارے تناول فرماگئے اور حدیث بھی مل گئی۔ بس یہی چھوارے زیادہ کھالینا ان کی موت کا سبب بنا۔ اس سے امام صاحب کی علمی شیفتگی اور انہماک کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ وفات کے بعد ابو حاتم رازی نے خواب میں حال دریافت کیا۔ فرمایا خدا نے میرے لئے جنت کا مباح کر دیا۔

تصنیفات...... صحیح مسلم کے علاوہ امام مسلم کی اور بھی بہت سی تصنیفات ہیں۔ جن میں کامل طور سے تحقیق وامعان پایا جاتا ہے۔ اجمالی فہرست یہ ہے۔ مسند کبیر، الاسماء والکنی، جامع کبیر، کتاب العلل، کتاب التمیز، کتاب الواحدان، کتاب الاقران، کتاب حدیث عمرو بن شعیب، کتاب الانتقاع باہب السباع، کتاب مشائخ مالک، کتاب مشائخ الثوری، کتاب مشائخ شعبہ، کتاب المخضرین، کتاب اولاد الصحابہ، کتاب اوہام المحدثین، کتاب الطبقات، کتاب افراد الشامیین، کتاب رواۃ الاعتبار، کتاب السوالات از احمد بن حنبل۔

صحیح مسلم......مذکورہ بالا تصنیفات میں سب سے زیادہ مقبولیت وشہرت "الجامع الصحیح" کو حاصل ہوئی۔ جس کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہمیشہ صحیح بخاری کے ساتھ اس کا بھی نام لیا جاتا ہے۔ اس میں فن حدیث کے وہ وہ عجائبات ہیں جس میں کلام کرنے کی گنجائش ہی نہیں۔ شیخ ابو علی زاغونی کو بعض ثقات نے خواب میں دیکھا اور پوچھا کس چیز کے ذریعہ نجات پائی۔ کہا اس جزء کے صدقہ میں جو میرے ہاتھ میں ہے۔ دیکھا تو وہ صحیح مسلم کا ایک جزو تھا۔

وجہ تصنیف......احادیث کے ذخیرے میں سب سے پہلے امام بخاری نے احادیث صحیحہ مرفوعہ کو الگ منتخب فرمایا اور جامع صحیح تصنیف کی۔ اس کو دیکھ کر امام مسلم کو بھی اسی عنوان سے ایک دوسرے انداز میں احادیث صحیحہ کو جمع کرنے کا شوق ہوا۔ لیکن امام بخاری کے پیش نظر احادیث صحیحہ مرفوعہ کی تخریج اور فقہ وسیرت اور تفسیر وغیرہ کا استنباط تھا۔ اس لئے انہوں نے موقوف ومعلق، صحابہ وتابعین کے فتاوی بھی نقل کئے۔ جس کے نتیجہ میں احادیث کے متون وطرق کے ٹکڑے ٹکڑے کتاب میں بکھر گئے اور امام مسلم کا مقصد صرف احادیث صحیحہ کو منتخب کرنا ہے۔ وہ استنباط وغیرہ سے تعرض نہیں کرتے بلکہ ہر حدیث کے مختلف طرق کو حسن ترتیب سے یکجا بیان کرتے ہیں۔ جس سے متون کے اختلاف اور مختلف اسانید سے واقفیت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے احادیث منقطع وغیرہ کی تعداد نادر ہے۔

تعداد روایات......امام مسلم نے اپنی جامع صحیح کا انتخاب ایسی تین لاکھ روایات سے کیا ہے جن کو آپ نے براہ راست اپنے شیوخ سے سنا تھا۔ اس انتخابی مجموعہ کی روایات کی تعداد علامہ طاہر جزائری کے نزدیک حذف مکررات کے بعد چار ہزار ہے۔ شیخ ابن صلاح کی تحقیق میں مکررات کے علاوہ بنیادی حدیثیں چار ہزار ہیں۔ علامہ عراقی فرماتے ہیں کہ اگر مکررات کا لحاظ کیا جائے تو صحیح مسلم کثرت طرق میں بخاری سے زائد ہے۔ چنانچہ احمد بن سلمہ جو امام موصوف کے ساتھ پندرہ سال شریک رہے وہ فرماتے ہیں کہ بارہ ہزار ہیں اور ابوحفص میاجی فرماتے ہیں کہ آٹھ ہزار ہیں۔ ممکن ہے دونوں کے نزدیک شمار کا معیار مختلف رہا ہو۔

تراجم وابواب......علامہ نووی فرماتے ہیں کہ امام مسلم نے اپنی کتاب کو ابواب کا لحاظ رکھتے ہوئے مرتب کیا ہے گویا فی الواقع کتاب کی تبویب کر دی گئی تھی۔ لیکن شاید حجم کتاب کی زیادتی یا اور کسی وجہ سے تراجم ابواب قائم نہیں فرمائے ان کے بعد بہت سے محدثین نے تراجم ابواب قائم کئے ہیں۔ بعض مناسب اور بعض غیر مناسب ہیں یا تو ترجمہ کی عبارت میں کمی یا الفاظ میں ناموزونیت ہوتی ہے۔ علامہ شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں۔ حق تو یہ ہے مصنف کی شایان شان اب تک تراجم قائم نہیں ہو سکے۔

تصنیف جامع میں امام مسلم کا اہتمام......امام مسلم نے جمع صحیح میں نہ صرف یہ کہ اپنی ذاتی تحقیق پر اکتفانہ کی (یعنی یہ نہیں کیا کہ جن حدیثوں کو خود انہوں نے صحیح سمجھا تھا نقل کر دیا) بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر صرف وہی حدیثیں درج کیں جن کی صحت پر اور مشائخ وقت کا بھی اتفاق تھا۔ چنانچہ خود ان کا بیان ہے کہ ہر وہ حدیث جو میرے نزدیک صحیح تھی اس کو میں نے یہاں درج نہیں کیا۔ میں نے تو یہاں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ شیخ ابن صلاح وغیرہ نے اجماع سے اجماع عام سمجھا ہے۔ اس لئے ان کو امام مسلم کے اس دعوے کی صحت کے متعلق سخت اشکال ہوا لیکن امام مسلم کی مراد اجماع سے اجماع عام نہیں بلکہ اس دور کے بعض خاص مشہور شیوخ وقت کا اجماع ہے۔ چنانچہ علامہ بلقینی نے اس سلسلہ میں امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، عثمان بن ابی شیبہ اور سعید بن منصور خراسانی، ان چار آئمہ کے نام گنا کر لکھا ہے کہ امام مسلم کی مراد ان چار حضرات کا اجماع ہے۔ امام مسلم نے اس پر بھی بس نہیں کیا بلکہ جب کتاب مکمل ہو گئی تو حافظ عصر ابو زرعہ کی خدمت میں لے جا کر پیش کیا جو اس دور میں علل حدیث اور فن جرح و تعدیل کے بہت بڑے امام مانے جاتے تھے اور جس روایت کے بارے میں انہوں نے کسی علت کی طرف اشارہ کیا اسے کتاب سے خارج کر دیا اس طرح پندرہ سال کی محنت شاقہ میں بقول ابو الفضل احمد بن سلمہ یہ بارہ ہزار احادیث صحیحہ کا ایسا انتخاب مجموعہ تیار ہوا جس کے بارے میں خود مصنف نے جوش ادعا میں کہا تھا کہ "اگر محدثین دو سو سال تک بھی حدیثیں لکھتے رہیں تب بھی ان کا دار و مدار اسی المسند الصحیح پر ہو گا۔ مردان خدا کی بات بے اثر نہیں ہوتی آج دو سو برس کیا گیارہ سو برس سے اوپر گذر گئے مگر کتاب کا حسن قبول اسی طرح پر ہے۔" سچ ہے "چراغ مقبلاں ہر گز نمیرد" شیخ ابو عمرو ابن الصلاح نے بروایت حافظ ابو قریشی شیخ ابو زرعہ کا قول نقل کیا ہے کہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں چار ہزار احادیث جمع کی ہیں، موصوف کہتے ہیں کہ اس سے مراد باسقاط مکررات ہے۔

صحاح ستہ میں صحیح مسلم کا مقام......علامہ نووی فرماتے ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد صحیحین بخاری و مسلم کا مرتبہ ہے اور امت نے ان دونوں کی تلقی بالقبول کی ہے۔ البتہ صحیح بخاری بعض دیگر فوائد و معارف کے لحاظ سے سب سے فائق و ممتاز ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حسن ترتیب وغیرہ کے لحاظ سے ان کا مقام بہت بلند ہے۔ یہاں تک کہ بعض لوگوں نے اسے صحیح بخاری پر بھی اچھالا ہے۔ کیونکہ سر د اسانید حسن سیاق متون، تلخیص طرق اور ضبط انتشار وغیرہ امور بخاری میں مفقود ہیں۔ حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبی نے اپنی تاریخ میں صحیح مسلم کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام میں کسی نے ایسی کتاب تصنیف نہیں کی۔ محدث قاضی عیاض نے "الماع" میں ابو مروان طبنی سے نقل کیا ہے کہ میرے بعض شیوخ صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر فضیلت دیتے تھے، شیخ ابو محمد تجیبی نے اپنی فہرست میں امام ابن حزم ظاہری کے متعلق بھی یہی لکھا ہے کہ وہ مسلم کی کتاب کو بخاری کی کتاب پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو علی نیشاپوری کو جن سے بڑھ کر حافظ حدیث میری نظر سے نہیں گذرا، یہ کہتے سنا ہے کہ آسمان کے تلے مسلم کی کتاب سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں۔

حافظ ابن مندہ نے جس انداز میں ابو علی نیشاپوری کی یہ تصریح نقل کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود ان کی بھی رائے یہی ہے۔ حافظ عبد الرحمن بن علی الربیع یمنی شافعی کہتے ہیں۔

تنازع [۱] قوم فی البخاری و مسلم لدی و قالوا ای ذین تقدم

---

[۱] میرے سامنے بخاری اور مسلم کے بارے میں کچھ لوگوں نے تنازعہ کیا اور کہا کہ ان دونوں میں سے (مرتبہ میں) کون مقدم ہے۔ میں نے کہا بخاری صحت کے اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں۔ جیسے مسلم ترتیب ابواب میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔ ۱۲

فقلت لقد فاق البخاری صحة　　کما فاق فی حسن الصناعة مسلم

جن لوگوں نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے اگر ان کی اس ترجیح کا منشایہ ہے کہ امام مسلم کے پیش نظر فقط احادیث صحیحہ کا انتخاب ہے، بر خلاف امام بخاری کے کہ وہ موقوفات و آثار وغیرہ کو بھی اپنی کتاب میں جگہ دیتے ہیں تب تو کوئی حرج نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے صحیح مسلم کا نفس صحت میں راجح ہونا لازم نہیں آتا اور اگر یہ لوگ علی الاطلاق اصح کہنا چاہتے ہیں تو یہ نا قابل اعتبار ہے۔

راویان صحیح مسلم ...... صحیح مسلم کی شہرت اگرچہ مصنف سے تواتر کی حد تک پہنچی ہوئی ہے لیکن اس کی روایت کا سلسلہ شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن سفیان نیشاپوری متوفی ۳۰۸ھ سے قائم رہا۔ آپ کو امام مسلم سے خاص ربط تھا۔ اکثر حاضر خدمت رہتے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ امام مسلم نے اس کتاب کی قرات سے جوانہوں نے ہمارے لئے شروع کی تھی رمضان ۲۵۷ھ میں فراغت پائی۔ بلاد مغرب میں ایک اور شاگرد ابو محمد احمد بن علی قلانسی سے بھی صحیح مسلم کی روایت کی جاتی ہے لیکن اس کا سلسلہ حدود مغرب سے آگے نہ بڑھ سکا۔ صحیح مسلم کا آخری حصہ جو تین جز کے قریب قریب ہے ابو محمد قلانسی نے امام مسلم سے براہ راست نہیں سنا بلکہ وہ اس کو ابراہیم کے شاگرد ابو محمد جلودی سے روایت کرتے ہیں۔

شروح وحواشی صحیح مسلم ...... صحیح مسلم پر بہت سی شروح وحواشی اور مستخرجات لکھے گئے ہیں۔ جن کا تذکرہ صاحب کشف الظنون نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ چند مشہور شروح یہ ہیں۔

(۱) المنهاج فی شرح صحیح مسلم بن الحجاج۔
حافظ ابوزکریا یحیی بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ کی تصنیف ہے جو مشہور ہے۔

(۲) الابتهاج۔
خطیب قسطلانی شہاب الدین احمد بن محمد شافعی متوفی ۹۲۳ھ کی ہے جو نصف حصہ تک آٹھ ضخیم اجزاء میں ہے۔

(۳) شرح صحیح مسلم
ملا علی قاری ہروی کی ہے جو چار جلدوں میں ہے۔

(۴) مختصر شرح النووی۔
شیخ شمس الدین محمد بن یوسف قونوی حنفی نے منہاج نووی کا اختصار کیا ہے۔

(۵) المعلم بفوائد کتاب مسلم۔
ابو عبد اللہ محمد بن علی مازری متوفی ۵۳۶ھ کی تصنیف ہے۔

(۶) اکمال المعلم فی شرح مسلم۔
علامہ قاضی عیاض مالکی متوفی ۵۴۴ھ نے شرح مازری کی تکمیل کی ہے۔

(۷) المفهم لما اشکل فی تلخیص کتاب مسلم۔
ضیاء الدین ابو العباس احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی مالکی متوفی ۶۵۶ھ کی تصنیف ہے۔ موصوف نے پہلے صحیح مسلم کی تلخیص وتبویب کی اس کے بعد اس کی شرح لکھی۔ مصنف کا بیان ہے کہ اس میں علاوہ توجیہ واستدلال کے اعراب کے نکات بھی بیان کئے گئے ہیں۔

(۸) شرح زوائد مسلم۔
از سراج الدین عمر بن علی بن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ

(۹) حاشیہ صحیح مسلم۔

از برہان الدین ابراہیم بن محمد الحلبی معروف بسبط ابن العجمی متوفی ۸۴۱ھ
(۱۰) اکمال المعلم
امام عبداللہ محمد بن خلیفہ ابوشتانی الابی المالکی التوفی ۸۲۷ھ کی تصنیف ہے۔ موصوف نے قاضی عیاض، نووی، قرطبی اور مازری کی شروح سے مدد لی ہے اور بہت سے فوائد کا اضافہ کیا ہے۔ یہ چار جلدوں میں ہے۔
(۱۱) المفہم فی شرح غریب مسلم۔
امام عبدالغافر بن اسمٰعیل فارسی متوفی ۵۱۹ھ نے الفاظ غریبہ کی شرح کی ہے۔
(۱۲) شرح صحیح مسلم۔
علامہ ابوالفرج عیسیٰ بن مسعود زواوی متوفی ۷۴۴ھ کی تصنیف ہے جو معلم، اکمال، مفہم وغیرہ شروح کا مجموعہ ہے۔ علامہ شعرانی کہتے ہیں کہ اس کا زیادہ تر مجموعہ میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ یہ پانچ جلدوں میں ہے۔
(۱۳) شرح صحیح مسلم۔
عماد الدین عبدالرحمٰن بن عبدالعلی مصری کی تصنیف ہے۔
(۱۴) الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج
علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کی نہایت لطیف شرح ہے۔
(۱۵) المعلم فی شرح صحیح مسلم۔
از شیخ ابویوسف یعقوب البیانی اللاہوری التوفی ۱۰۹۸ھ
(۱۶) حاشیہ بر صحیح مسلم۔
از شیخ ابوالحسن نور الدین محمد بن عبدالہادی السندی الحنفی التوفی ۱۱۳۸ھ
(۱۷) عنایۃ المنعم بشرح صحیح مسلم۔
شیخ عبداللہ بن محمد اماسی حنفی متوفی ۱۱۶۷ھ کی تصنیف سات جلدوں میں نصف مسلم تک ہے۔
(۱۸) وشی الدیباج۔
علامہ مجمعوعی متوفی ۱۱۹۸ھ نے شرح سیوطی کی تلخیص کی ہے۔
(۱۹) السراج الوہاج۔
نواب صدیق حسن خان متوفی ۱۳۰۷ھ کی ہے۔ جو مختصر منذری کی شرح ہے۔
(۲۰) شرح صحیح مسلم۔
از شیخ تقی الدین ابو عمرو عثمان ابن صلاح۔ اس کا ذکر سیوطی نے تقریب میں کیا ہے۔
(۲۱) فتح الملہم۔
علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی کی بہترین شرح ہے جس کی صرف تین جلدیں مکمل ہو سکیں۔ غالباً یہ پانچ جلدوں میں مکمل ہوتی مگر افسوس کہ مولانا کا انتقال ہو گیا اور کتاب ناتمام رہ گئی۔ لے

(۱۷) ابوداؤد

نام و نسب...... ابوداؤد کنیت، سلیمان نام اور والد کا اسم گرامی اشعث ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی۔

تحقیق سجستان......امام ابوداؤد سجستان کی طرف منسوب ہو کر سجتانی کہلاتے ہیں۔ لیکن سجستان کہاں ہے۔اس کی تعیین میں قدرے اختلاف ہے۔ابن خلکان کہتے ہیں کہ ان کی نسبت سجستان یا سجستانہ کی طرف ہے جو بصرہ کے اطراف میں ایک گاؤں کا نام ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب بستان المحدثین میں فرماتے ہیں کہ اس نسبت کی تحقیق میں ابن خلکان سے غلطی سرزد ہوئی ہے حالانکہ ان کو تاریخ دانی اور تصحیح انساب ونسب میں کمال حاصل ہے۔ چنانچہ شیخ تاج الدین سبکی ان کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں۔"وهذا وهم والصواب انه،نسبته الى الاقليم المعروف المتاخم للبلاد الهند"(یہ ان کا وہم ہے۔ صحیح یہ ہے کہ یہ نسبت اس اقلیم کی طرف ہے جو ہند کے پہلو میں واقع ہے۔)شاہ صاحب فرماتے ہیں یعنی یہ سیستان کی طرف نسبت ہے جو سندھ وہرات کے مابین مشہور ملک ہے اور قندھار کے متصل واقع ہے۔ لیکن وہاں کے جغرافیہ میں اس نام کے شہر کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔یاقوت حموی نے لکھا ہے کہ یہ خراسان کے اطراف میں ہے اور اس کو سنجر بھی کہتے ہیں اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے ۔صاحب معجم علمی کہتے ہیں"سجستان،ہی مدینۃ فی جنوب خراسان"نواب صدیق حسن خان نے"ریاض المرتاض"میں ذکر کیا ہے کہ یہ ایک ولایت ہے جس کی حدود خراسان سے مفازہ کرمان تک ہے اور غزنین،افغانستان اور ہند سے ملحق ہے۔اس کو سجستان بن فارس نے آباد کیا تھا۔اس لئے سجستان،ہی سے موسوم ہے اور یہ زابلستان اور نیمروز کے ساتھ بھی مشہور ہے۔اس میں ایک نہر ہے جس کا نام ہیرمن ہے۔ قاموس میں ہے کہ یہ سیستان (یعنی سجستان) میں ہو کر گذرتی ہے۔ خواجہ معین الدین چشتی اور فرخی شاعر اسی سرزمین سے ہوئے ہیں۔علامہ شبلی"الفاروق"کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ سیستان کو عرب سجستان کہتے ہیں۔حدود اربعہ یہ ہیں۔شمال میں ہرات،جنوب میں مکران،مشرق میں سندھ اور مغرب میں کوہستان۔

سن پیدائش......امام ابوداؤد سیستان میں ۲۰۲ھ میں پیدا ہوئے لیکن آپ نے زندگی کا بڑا حصہ بغداد میں گزارا اور وہیں اپنی سنن کی تالیف کی۔اسی لئے ان سے روایت کرنے والوں کی اس اطراف میں کثرت ہے۔ پھر بعض وجوہ کی بناء پر ۲۷۱ھ میں بغداد کو خیر باد کہا اور زندگی کے آخری چار سال بصرہ میں گزارے جو اس وقت علم،فن کے لحاظ سے مرکزی حیثیت رکھتا تھا۔

تحصیل علم......آپ نے جس زمانہ میں آنکھیں کھولیں اس وقت علم حدیث کا حلقہ بہت وسیع ہو چکا تھا۔ آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً مصر،شام،حجاز،عراق،خراساں اور جزیرہ وغیرہ میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کر کے اس زمانہ کے تمام مشاہیر اساتذہ وشیوخ سے علم حدیث حاصل کیا۔صاحب اکمال نے لکھا ہے کہ بغداد متعدد بار تشریف لائے۔

اساتذہ وشیوخ......امام ابوداؤد تحصیل علم کے لئے جن اکابر وشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا استقصاء دشوار ہے ۔خطیب تبریزی فرماتے ہیں کہ انہوں نے بے شمار لوگوں سے حدیثیں حاصل کیں،ان کی سنن اور دیگر کتابوں کو دیکھ کر حافظ ابن حجر کے اندازے کے مطابق ان کے شیوخ کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔ آپ کے اساتذہ میں مشائخ بخاری و مسلم جیسے امام امام احمد بن حنبل،عثمان بن ابی شیبہ،قتیبہ بن سعید اور قعنبی،ابو لولید طیاسی، مسلم بن ابراہیم اور یحییٰ بن معین جیسے ائمہ فن داخل ہیں۔

اصحاب وتلامذہ......ان کے تلامذہ کا شمار بھی مشکل ہے۔ان کے حلقہ درس میں کبھی کبھی ہزاروں کا اجتماع ہوتا تھا۔علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان کے لئے سب سے زیادہ قابل فخر بات یہ ہے کہ امام ترمذی اور امام نسائی ان کے تلامذہ میں سے ہیں اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ خود امام احمد تو ان کے اساتذہ میں ہیں لیکن امام احمد کے بعض استادوں نے ان سے روایت کی ہے بلکہ خود امام احمد بن حنبل نے بھی حدیث عتیرہ کو ان سے روایت کیا ہے اور امام ابوداؤد اس پر فخر کیا کرتے تھے۔ان کے علاوہ آپ کے شاگردوں میں سے چار شخص جماعت محدثین کے سردار وپیشواء ہوئے ہیں۔ابو بکر بن ابی داؤد (آپ کے صاحبزادے) لوؤئی۔ابن الاعرابی،ابن داسہ۔

ل ملخص از ابن ماجہ اور علم حدیث،محدثین عظام،بستان المحدثین،ابن خلکان،تذکرۃ الحفاظ،کشف۔

فن حدیث میں کمال...... ابراہیم حربی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں جب سنن ابوداؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ "ابوداؤد کے لئے حق تعالی نے علم حدیث ایسا نرم کردیا ہے جیسے حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا ہوا تھا۔" حافظ ابو طاہر سلفی نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا ہے۔

لان لہ الحدیث و علمه بکماله ۔۔۔ لامام اهلیه ابی دائود
مثل الذی لان الحدید و سبکه ۔۔۔ لنبی اهل زمانه دائود

فقہی ذوق...... اصحاب صحاح ستہ کی نسبت امام داؤد پر فقہی ذوق زیادہ غالب تھا، چنانچہ تمام ارباب صحاح ستہ میں صرف یہی ایک بزرگ ہیں جن کو علامہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں جگہ دی ہے۔ امام ممدوح کے اسی فقہی ذوق کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب کو صرف احادیث احکام کیلئے مختص فرمایا، فقہی احادیث کا جتنا بڑا ذخیرہ اس کتاب (سنن) میں موجود ہے صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں آپ کو نہیں ملے گا۔ چنانچہ حافظ ابو جعفر بن زبیر غرناطی متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں اور احادیث فقہیہ کے حصر واستیعاب کے سلسلے میں ابوداؤد کو جو بات حاصل ہے وہ دوسرے مصنفین صحاح ستہ کو نہیں۔ علامہ یافعی فرماتے ہیں کہ آپ حدیث وفقہ دونوں کے سرخیل تھے۔

زہد و تقوی...... ابوحاتم فرماتے ہیں کہ امام موصوف حفظ حدیث، اتقان روایت، زہد و عبادت اور یقین و توکل میں یکتائے روزگار تھے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ ورع و تقوی، عفت و عبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتے کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ جب اس کا راز دریافت کیا گیا تو بتایا کہ ایک آستین میں اپنے نوشتے رکھ لیتا ہوں اس لئے اس کو کشادہ بنالیا ہے اور دوسری کو کشادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس میں کوئی فائدہ نہ تھا اس لئے تنگ ہی رکھا۔

جو گنج قناعت میں ہیں تقدیر پہ شاکر ۔۔۔ ہے ذوق برابر انہیں کم اور زیادہ

قدردانی اسلاف...... امام ابوداؤد اپنے دور کے بعض تنگ نظر ارباب روایات کی طرح ائمہ اہل الرائے کے مخالف نہ تھے۔ بلکہ فقہاء کرام کی مساعی جمیلہ کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور بڑے ادب واحترام سے ان کا ذکر خیر کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ مغرب علامہ ابن عبدالبر قرطبیؒ بسند متصل ان سے ناقل ہیں کہ امام ابوداؤد کہا کرتے تھے کہ اللہ تعالی شافعی پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالی ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے وہ امام تھے، اللہ تعالی مالک پر رحمت نازل فرمائے وہ امام تھے۔

آپ کے فضل و کمال کا اعتراف...... ابوداؤد کو علم و عمل میں جو امتیازی مقام حاصل تھا اس زمانہ کے علماء و مشائخ کو بھی اس کا پورا پورا اعتراف تھا۔ چنانچہ موسی بن ہارون جو ان کے معاصر تھے فرماتے ہیں کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کیلئے اور آخرت میں جنت کیلئے پیدا کئے گئے ہیں۔ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا امام حاکم فرماتے ہیں کہ امام داؤد بلاشک و ریب اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تھے۔

اہل اللہ کی سچی عقیدت...... احمد بن محمد بن اللیث کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری جو اس زمانہ کے اہل اللہ میں سے تھے آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا۔ امام صاحب میں ایک ضرورت سے آیا ہوں۔ اگر حسب امکان پوری کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔ آپ نے وعدہ کرلیا۔ انہوں نے کہا کہ جس مقدس زبان سے آپ رسول اللہ ﷺ کی احادیث روایت کرتے ہیں میں اس کو بوسہ دینے کی آرزو رکھتا ہوں ذرا آپ اسے باہر نکالیں۔ چنانچہ آپ نے اپنی زبان مبارک باہر نکالی اور حضرت سہل نے اس کو بوسہ دیا۔

امام داؤد کا مسلک...... شاہ صاحب نے بستان المحدثین میں فرمایا ہے کہ ان کے مسلک میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا

[1] حدیث اور علم حدیث اپنے کمال کے ساتھ نرم ہوگئی، ابوداؤد کے لئے جو اہل حدیث کے امام ہیں جیسے لوہا اور اس کا گلانا سہل ہو گیا تھا داؤدؑ کیلئے جو اپنے زمانہ کے نبی تھے۔

ہے کہ شافعی تھے۔ بعض نے ان کو حنفی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے ان کو شافعی مانا ہے اور تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ شیخ ابو اسحاق شیرازی نے ان کو طبقات الفقہاء میں امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں شمار کیا ہے۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب نے بھی علامہ ابن تیمیہ کے حوالے سے ان کو حنبلی فرمایا ہے۔ یہ بات ان کی سنن کے مطالعہ کے بعد بالکل آشکار ہو جاتی ہے کہ حنبل المسلک ہی تھے۔ کیونکہ آپ نے اپنی سنن میں بہت سے مقامات پر دوسری ثابت و معروف روایات کے مقابلہ میں ان احادیث کو ترجیح دی ہے جن سے امام احمد کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً ترجمہ قائم کرتے ہیں "باب کراھیت استقبال القبلت عند قضاء الحاجتہ" چونکہ امام احمد کے نزدیک قضاء حاجت کے وقت استدبار قبلہ مطلقاً جائز ہے اس لئے ترجمۃ الباب میں اس کو ترک کر دیا۔ مزید براں اس کے آگے باب الرخصۃ فی ذلک کا ترجمہ قائم کر کے استدبار قبلہ کا جواز ثابت کیا ہے۔ اسی طرح ترجمہ میں "باب البول قائم" اس میں حضرت حذیفہ ﷺ کی روایت "اتی سباطۃ قوم الخ" ذکر کر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اباحت ثابت کی ہے جو امام احمد کا مسلک ہے جمہور کے نزدیک بغیر عذر مکروہ ہے۔ اب یہاں دوسری مشہور حدیث ذکر نہیں فرمائی جس سے بیٹھ کر ہی پیشاب کرنے کی تاکید نکلتی ہے بلکہ اس کو اپنی کتاب میں دوسری جگہ ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح ترجمہ قائم کیا ہے کہ "باب الوضوء بفضل طھور المرأۃ" اس کے بعد ترجمہ قائم کیا ہے۔ "باب النھی عن ذلک" ائمہ اربعہ میں سے یہ صرف امام احمد کا مذہب ہے کہ عورت کے غسل یا وضو سے بچے ہوئے پانی کا استعمال مرد کیلئے ناجائز ہے۔

بہر کیف اس طرح کتاب کے مطالعہ کے بعد آپ کا حنبلی المسلک ہونا متعین ہو جاتا ہے۔

امام ابوداؤد کے چشم دید واقعات...... امام صاحب فقہ و حدیث اور زہد و ورع کے ساتھ ساتھ اشیاء کی تحقیقات اور نوادرات کی معلومات حاصل کرنے کا بھی خاصا ذوق رکھتے تھے۔ چنانچہ "باب ماجاء فی بیر بضاعۃ" کے ذیل بیر بضاعۃ کے متعلق لکھتے ہیں کہ میں نے اس کو اپنی چادر سے بدست خود ناپ کر دیکھا تو اس کا عرض چھ ہاتھ نکلا۔ پھر میں نے باغ والے سے مزید تحقیق کرتے ہوئے پوچھا کیا اس کنویں کا حال پہلے کی نسبت کچھ بدل گیا ہے۔ اس نے کہا نہیں جیسا تھا ویسا ہی ہے۔ اس کے بعد میں نے اس کے پانی کو بغور دیکھا تو اس کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ کتاب الزکوۃ کے تحت "باب صدقۃ الزرع" کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ میں نے مصر میں تیرہ بالشت کی ایک ککڑی بچشم خود دیکھی ہے، نیز اونٹ پر لدا ہوا ایک ترنج دیکھا جس کو کاٹ کر دو ٹکڑے کر کے دو بوجھ کر دیئے گئے تھے۔

اقامت بصرہ اور درس حدیث...... امام صاحب کی جائے پیدائش سیستان ہے۔ لیکن آپ کی زندگی کا اکثر حصہ بغداد میں گذرا اور وہیں آپ نے اپنی سنن کی تالیف کی۔ حافظ ابو سلیمان نے بواسطہ عبداللہ بن محمد مکی ابو بکر بن جابر خادم ابوداؤد سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں بغداد میں آپکے ساتھ تھا۔ شام کا وقت ہوا تو ہم نے مغرب کی نماز ادا کی۔ جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو اچانک کسی نے دروازے پر دستک دی۔ دیکھا تو امیر ابواحمد الموفق تھے جو آنا چاہتے تھے۔ میں نے امام صاحب کو اطلاع کی کہ امیر صاحب اجازت چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ضرور چنانچہ امیر موصوف تشریف لائے۔ امام صاحب نے دریافت کیا کہ اس وقت آپ نے کیسے تکلیف کی۔ امیر نے کہا تین باتوں کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ اگر آپ منظور فرمالیں تو زہے قسمت۔ امام صاحب نے کہا فرمائیے۔ امیر نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ بصرہ تشریف لے آئیں تاکہ وہاں بھی تشنگان علم آپ سے فیضیاب ہو سکیں۔ امام صاحب نے فرمایا، منظور ہے۔ امیر نے کہا دوسری خواہش یہ ہے کہ آپ میری اولاد کو اپنی کتاب سنن پڑھادیں، امام صاحب نے فرمایا منظور ہے۔ امیر نے کہا، تیسری گزارش یہ ہے کہ ان کیلئے درس کی کوئی مخصوص مجلس مقرر فرمادیں جس میں دیگر عام طلبہ کی شرکت نہ ہو۔ آپ نے فرمایا یہ نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے کہ تحصیل علم کے سلسلہ میں شریف و وضیع اور امراء و فقراء سب برابر ہیں۔ قال ابن جابر فکانوا یحضرون ویسمعون مع العامۃ

وفات...... امام ابوداؤد نے ۷۳ سال کی عمر پاکر ۱۶ شوال ۲۷۵ھ میں انتقال فرمایا اور بصرہ میں امام سفیان ثوری کے پہلو میں مدفون ہوئے، یوم وفات روز جمعہ ہے۔

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو تیرا نور سے معمور ہو خاکی شبستان ہو تیرا (اقبال)

تصنیفات...... امام ابوداؤد نے بہت سا علمی ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے۔ جس کی مجمل فہرست درج ذیل ہے۔ مراسیل۔ الرد علی القدریہ۔ الناسخ والمنسوخ۔ ما تفرد بہ اہل الامصار۔ فضائل الانصار۔ مسند مالک بن انس۔ المسائل۔ معرفۃ الاوقات۔ کتاب بدء الوحی۔ سنن۔ ان میں سب سے زیادہ اہم آپ کی سنن ہے۔

سنن ابوداؤد...... پانچ لاکھ احادیث نبویہ کا وہ بہترین انتخاب اور گراں بہا مجموعہ ہے۔ جو علم دین میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ علامہ خطابی اپنی مشہور کتاب معالم السنن میں فرماتے ہیں۔ "امام ابوداؤد کی کتاب السنن بلاشبہ ایسی عمدہ کتاب ہے کہ علم دین میں ایسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، یہ کتاب علماء کے تمام فرقوں اور فقہاء کے سب طبقوں میں باوجود اختلاف مذاہب کے حکم مانی جاتی ہے۔"

حافظ ابو طاہر سلفی نے اس کی مدح میں ایک عمدہ نظم لکھی ہے۔ جو درج ذیل ہے۔

اولی[۱] کتاب لذی فقه وذی نظر	ومن یکون من الاوزار فی وزر
ماقد تولی ابو داود محتسبا	تالیفه فاق فی الاضواء کا لقمر
لایستطیع علیه الطعن مبتدع	ولو تقطع من ظغن ومن ضجر
فلیس یوجد فی الدنیا اصح ولا	اقوی من السنته الغراء والاثر
وکل مافیه من قول النبی ومن	قول الصحابته اهل العلم والبصر
یرویه عن ثقتهعن مثله ثقته	عن مثله ثقته کالا نجم الزهر
وکان فی نفر فیما احق ولا	اشك فیه اماما عالی الحظر
یدری الصحیح من الآثار یحفظه	ومن روی ذاك من انثی ومن ذکر
محققا صادقا فیما یجئی به	قد شاع فی البدء عنه ذا وفی الحضر
والصدق للمرء فی الدارین منقبته	مافوقها ابدا فخر لمفتخر

وجہ تالیف...... علامہ ابن قیم فرماتے ہیں حفاظ حدیث کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے اپنی پوری توجہ استنباط مسائل اور اس میں غور و فکر کرنے پر ہی صرف کر ڈالی۔ یہاں تک کہ ناقلین حدیث کی پہلی جمات جو فتوی دینے سے بھی احتراز کرتی تھی ان کا مقصد صرف حضور ﷺ کی احادیث کو روایت کرنا تھا اور یہ حضرات آئمہ مجتہدین کی فقہی باریکیوں سے ناواقف تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے معتقدین میں سے بعد کے کچھ لوگوں نے آئمہ پر نقد کرنا شروع کر دیا جیسے حمید نے امام ابو حنیفہ اور احمد بن عبد اللہ عجلی نے امام شافعی پر سخت تنقید کی اور کہا کہ یہ لوگ قابل اعتماد تو ہیں لیکن انہیں حدیث سے واقفیت نہیں۔

پس امام ابوداؤد نے ضرورت محسوس کی کہ فن حدیث میں ایک نئے انداز کی کتاب کی ضرورت ہے جس میں ان احادیث کا استیعاب ہو جن سے ائمہ نے اپنے مذہب پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی اس کتاب میں فقہاء کے مستدلات ہی کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ میری اس کتاب میں مالک، ثوری اور شافعی وغیرہ کے مذاہب کی بنیادیں موجود ہیں۔ اسی کے پیش نظر امام غزالی نے تصریح کی ہے کہ علم حدیث میں صرف یہی ایک کتاب مجتہد کیلئے کافی ہے۔

---

[۱] تمام کتابوں میں سے فقیہ اور صاحب نظر اور اس شخص کیلئے جو گناہوں سے بچنا چاہتا ہے وہ کتاب ہے جس کو ابوداؤد نے طلب ثواب کیلئے تالیف کی۔ جو روشنی میں چاند کی طرح فوقیت لے گئی ہے۔ کوئی بدعتی اس پر طعن کرنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اگرچہ کینہ اور تنگ دلی (حسد) سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔

زمانہ تالیف...... متعین طور پر تو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ امام موصوف اپنی اس سنن کی تالیف سے کس سنہ میں فارغ ہوئے البتہ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل اپنے عہد شباب ہی میں کر چکے تھے اور یہ وہ زمانہ ہے جب آپ کے شیخ امام احمد بن حنبل زندہ تھے۔ جب آپ نے یہ کتاب امام ممدوح کی خدمت میں پیش کی تو انہوں نے اس کو بہت پسند فرمایا اور اس کی تحسین کی امام احمد کا سن وفات ۲۴۱ھ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ۲۴ سال کی عمر میں اس کی تالیف سے فارغ ہو چکے تھے۔

تعداد روایات......امام داؤد نے پانچ لاکھ احادیث کے مجموعہ میں سے صرف چار ہزار آٹھ سو احادیث کو منتخب کر کے اس سنن میں درج کیا ہے۔ مزید براں چھ سو مراسیل بھی ہیں اور جمہور کے یہاں مرسل حدیث قابل حجت ہے۔ امام ابوداؤد اور آپ کے استاد احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔ امام شافعی اس کے خلاف ہیں تو کل تعداد ۵۴۰۰ ہوئی۔

قال الامام ابوداود فی رسالته الی اهل مکته ولعل عدد الذی فی کتابی من الاحادیث قدر اربعته آلاف وثمانمائته حدیث ونحو ستمائته حدیث من المراسیل۔ "بعض حضرات نے کل ۵۲۰۱ ذکر کی ہے۔ والاقرب الی الصواب هو ا لا و ل۔ عبد الغنی مقدسی کے نسخہ کے آخر میں ہے کہ امام ابوداؤد کی کتاب میں چھ ہزار احادیث ہیں جن میں سے چار ہزار اصل ہیں اور دو ہزار مکرر ہیں۔ والبصری یزید علی البغدادی ستمائت حدیثه و نیفاو ستین حدیثا والف کلمته ونیفا۔

ابوداؤد کی ثلاثیات......نواب صدیق حسن خاں نے "الحطه فی ذکر الصحاح الستته" میں اور مولانا تقی الدین صاحب نے "محدثین عظام" میں ذکر کیا ہے کہ سنن ابوداؤد میں ایک حدیث ثلاثی بھی ہے اور یہ حدیث "حدثنا مسلم بن ابراهیم ناعهد السلام بن ابی حازم ابوطالوت قال شهدت ابابرزة دخل علی عبیدالله بن زیاد فحدثنی فلان سماه مسلم وکان فی اسماط قال فلماراه عبیدالله قال ان محمدیکم هذاالدحداح "لیکن اس حدیث کا ثلاثی ہونا محل بحث ہے۔ اس واسطے کہ عبد السلام بن ابی حازم گو حضرت ابو برزہ سے بلاواسطہ بھی روایت رکھتے ہیں لیکن یہ روایت بلاواسطہ نہیں بالواسطہ ہے۔ کیونکہ انہوں نے خود تصریح کی ہے کہ حضرت ابو برزہ عبید اللہ کے پاس تشریف لائے لیکن میں آپ کے ساتھ عبید اللہ بن زیاد کے یہاں نہیں گیا اور نہ میں نے یہ حدیث بلاواسطہ سنی بلکہ "حدثنی فلاں" مجھ سے یہ حدیث ایک فلاں شخص نے بیان کی جو اس جماعت میں موجود تھا جو عبید اللہ بن زیاد کے پاس تھی۔ اب یہ فلاں شخص کون ہے۔ امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ میرے شیخ مسلم بن ابراہیم نے اس کا نام ذکر کیا تھا (مگر مجھے یاد نہیں رہا) حافظ ابن حجر تقریب میں لکھتے ہیں کہ "عبد السلام بن ابی حازم حدثنی فلان عن ابی برزہ" میں فلان سے مراد ان کے چچا ہیں، امام احمد نے اپنے مسند میں حوض کوثر والی یہ حدیث عبد السلام بن ابی حازم کے طریق سے روایت کی ہے اور فلاں کا نام عباس جریری بتایا ہے۔ روایت یوں ہے۔

"حدثنا عبدالله حدثنی ابی ثناعبدالصمد ثنا عبدالسلام ابوطالوت ثنا العباس الجریری ان عبیدالله بن زیاد قال لابی برزة هل سمعت النبی صلی الله علیه وسلم ذکره قط یعنی الحوض قال نعم لامرة ولا مرتین فمن کذب به فلاسقاه الله منه" معلوم ہوا کہ یہ حدیث ثلاثی نہیں بلکہ عبد السلام کے بعد عباس جریری کا واسطہ ہے۔

تنبیہ...... مولانا تقی الدین صاحب ندوی مظاہری نے یہاں تین غلطیاں کی ہیں اول یہ کہ موصوف نے اس حدیث کو ثلاثی مانا ہے۔ حالانکہ یہ ثلاثی نہیں ہے۔ دوم یہ کہ موصوف نے اس کو حدیث ابن الدحداح سے تعبیر کیا ہے۔ حالانکہ اس میں کہیں ابن الدحداح نہیں ہے اس میں تو صرف یہ ہے "ان محمدکم ہذا الدحداح" کہ تمہارا محمد یہ موٹا ٹھگنا ہے۔ سوم یہ کہ انہوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث کتاب الجنائز میں ہے۔ حالانکہ یہ کتاب السنۃ کے تحت "باب فی الحوض" کے ذیل میں ہے نہ کہ کتاب الجنائز میں۔ فسبحان ربی لایضل ولاینسی۔

سنن ابوداؤد کی طویل السند احادیث...... محدثین کے یہاں اعلی اسناد کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ کیونکہ عالی اسناد اقرب الی الصحۃ اور قلیل الخطا ہوتی ہے۔ بایں معنی کہ اسناد کے ہر اروی میں احتمال خطا ہوتا ہے۔ پس جس قدر رواۃ زیادہ ہوں گے۔

اسی قدر خطا کے احتمالات زائد ہوں گے اور جس قدر رواہ کم ہوں گے اسی قدر احتمالات خطا بھی کم ہوں گے۔ اسی لئے محدثین کے ہاں ثنائی اور ثلاثی روایت کو اعلیٰ وارفع سمجھا جاتا ہے اور جتنے وسائط زائد ہوں اتنا ہی اس کا درجہ علو اسناد کے اعتبار سے گر جاتا ہے، سنن ابوداؤد میں میری نظر سے ایک ثمانی حدیث گذری ہے جو "تفریع استفتاح الصلوۃ" کے تحت ایک خالی الترجمہ باب کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ حدثنا الحسن بن علی ناسلیمان بن داود الهاشمی ناعبدالرحمن بن ابی الزنا وعن موسی بن عقبه عن عبدالله بن الفضل بن ربیعه بن الحارث بن عبدالمطلب عن عبدالرحمن الاعرج عن عبیدالله بن ابی رافع عن علی ابن ابی طالب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم انه کان اذاقام الی الصلوة المکتوبة دوسری ثمانی حدیث باب الاربع قبل الظهر وبعده" کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ حدثنا ابن المثنی نامحمد بن جعفر ناشعبت قال سمعت عبیدة یحدث عن ابراهیم عن ابن منجاب عن قرثع عن ابی ایوب عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اربع قبل الظهر لیس فیهن تسلیم تفتح لهن ابواب السماء۔" تیسری ثمانی حدیث "باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات۔" کے ذیل میں بایں سند مروی ہے۔ "حدثنا محمد بن یحیی بن فارس الذهلی و عمر بن الخطاب قال محمد حدثنی ابوالاصبغ الجزری عبدالعزیز بن یحیی انا محمد بن سلمت عن ابی عبدالرحیم خالد بن ابی یزید عن زید بن ابی انیسةعن یزید بن ابی حبیب عن مرثد بن عبدالله بن عقبةبن عمار ان النبی صلی الله علیه وسلم۔" چوتھی ثمانی حدیث "باب فی الطلاق علی غلط" کے ذیل میں ہے۔ ممکن ہے ان کے علاوہ اور بھی ثمانی احادیث یا اس سے اور طویل السند حدیث ہو ہماری نظر سے پوری کتاب بالاستیعاب نہیں گذری ولعل اللہ یوفقنی۔

سنن میں امام ابوداؤد کا طرز تخریج احادیث ...... (۱) علامہ خطابی اپنی مشہور کتاب معالم السنن میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد کی عادت یہ ہے کہ جب کسی مسئلہ میں احادیث متعارض ہوں تو آپ ایک باب میں احادیث کی تخریج کے بعد دوسرے باب میں اس کے معارض احادیث کو لاتے ہیں۔ لیکن "باب الامام یصلی من قعود" کے ذیل میں حضرت انس بن مالک، جابر بن عبداللہ، ابوہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو احادیث روایت کی ہیں وہ سب اوائل کی ہیں اور جمہور علماء کے نزدیک منسوخ ہیں۔ آپ کے مرض الموت سے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث جس میں یہ ہے کہ "آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔" یہ حدیث ابوداؤد کے کسی نسخہ میں نہیں ملتی۔ فلست ادری کیف اغفل ذکر هذه القصةوهی من امهات السنن۔

(۲) امام ابوداؤد کبھی تو ایک سلسلہ سند میں مختلف اسانید کو بیان کر دیتے ہیں اور کبھی ایک ہی متن میں مختلف متون کو اکٹھا کرنے کے بعد ہر حدیث کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان کرتے ہیں۔ مثلاً "باب کیف یستاك" کے ذیل میں شیخ مسدد اور سلیمان بن داؤد عتکی دونوں حماد بن زید سے راوی ہیں لیکن ان کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ اس لئے آپ نے "قال مسدد" اور "قال سلیمان" کہہ کر ہر ایک کی حدیث کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا تاکہ الفاظ کا اختلاف ظاہر ہو جائے۔

(۳) بقول حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ جب کسی راوی کے الفاظ میں کوئی زیادتی یا کمی یا تغیر ہو یا راوی کا کوئی وصف بیان کرنا ہو تو اس کو دوسری روایت سے علیحدہ کر کے بطور جملہ معترضہ اثناء سند یا اثناء متن یا آخر سند میں بیان کرتے ہیں۔ جیسے "باب کراهتهاستقبال القبلةعند قضاء الحاجة" کے تحت آخر حدیث میں ابوزید کے متعلق فرماتے ہیں وابوزید ہو مولی بنی ثعلبۃ۔

(۴) جب ایک راوی پر دو سندیں جمع ہوں اور ایک حدثنا کے ساتھ اور دوسرے نے عنعنہ سے روایت کیا ہو تو پہلے حدثنا والی روایت کو ذکر کرتے ہیں اس کے بعد عنعنہ کو جیسے "باب مقدار الرکوع والسجود" کے ذیل میں حضرت انس کی روایت کو صاحب کتاب نے احمد بن صالح اور محمد بن رافع نیشاپوری سے روایت کیا ہے اور شیخ محمد بن رافع کی روایت میں حضرت سعید

بن جبیر اور حضرت انس سے سماع کی تصریح ہے۔ اس لئے موصوف نے اس کو مقدم ذکر کر کے آخر میں کہا ہے۔ "وھذا لفظ ابن رافع قال احمد عن سعید بن جبیر عن انس بن مالك ۔"

(۵) جب آپ کسی باب میں دو یا تین حدیثیں لاتے ہیں تو ان کا مقصد کسی خاص چیز کو بیان کرنا ہوتا ہے جو پہلی روایت میں واضح نہیں ہوتی یا کسی روایت میں مزید کلام کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے متعدد احادیث لاتے ہیں ورنہ اختصار ہی سے کام لیتے ہیں، امام داؤد نے اہل مکہ کے نام جو خط لکھا تھا اس میں اس کی تصریح موجود ہے حیث قال۔

"واذا اعدت الحدیث فی الباب من وجھین وثلاثتہ فانما ھو من زیادۃ الحدیث فیہ ربما فیہ کلمتہ زائدۃ علی الاحادیث ۔"

(۶) کبھی آپ ایک ترجمہ کے تحت مختلف روایات کو جمع کر دیتے ہیں جیسے "باب کراھتہ استقبال القبلۃ عند قضاء الحاجۃ" میں استدبار عند الحاجتہ کی روایات بھی لائے ہیں۔

(۷) کبھی طویل حدیث کو ایک باب کے تحت مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کیونکہ ترجمۃ الباب حدیث کے اسی ٹکڑے سے مناسبت رکھتا ہے جیسے "باب النھی عن التلقین" کے بعد "باب الرخصتہ فی ذالك" کے ذیل میں سہل نیشاپوری کی حدیث کو مختصراً ذکر کیا ہے اور کتاب الجہاد میں "باب فضل الحرس فی سبیل اللہ" کے تحت مطولاً ذکر کیا ہے۔

(۸) کبھی ترجمہ باب اس طور پر قائم کرتے ہیں کہ خود ترجمہ کے الفاظ کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہوتا ہے کہ احادیث سے ثابت شدہ حکم کے اندر یہ چیزیں بھی داخل ہیں جیسے "باب المواضع التی نھی عن البول فیھا" کے تحت حدیث میں کہیں بول کا تذکرہ نہیں ہے۔ صرف براز کا ذکر ہے لیکن چونکہ دونوں لازم وملزوم ہیں اس لئے ترجمہ کے الفاظ سے اشارہ کر دیا کہ علت ممانعت دونوں میں ایک ہے اور حکم براز میں بول بھی داخل ہے۔

(۹) کبھی موصوف طویل حدیث کو صرف اس لئے مختصر طور پر بیان کرتے ہیں کہ اگر پوری حدیث ذکر کی جائے تو بعض سننے والے اس کی فقاہت کو سمجھ نہ سکیں گے۔ موصوف نے اپنے رسالہ میں اس کی بھی تصریح کی ہے۔ فرماتے ہیں

"وربما اختصرت الحدیث الطویل لانی لو کتبت بطولہ لم یعلم بعض من سمعہ ولا یفھم موضع الفقہ منہ فاختصرتہ لذلك۔"

روایت حدیث میں غایت احتیاط...... امام داؤد روایت حدیث میں بہت محتاط ہیں جس کی شہادت موصوف کی سنن میں جابجا موجود ہے۔ مثال کے طور پر "باب الامام یصلی من قعود" کے ذیل میں سلیمان بن حرب والی روایت سے اس کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے جس کے متعلق موصوف نے تصریح کی ہے کہ میں نے یہ پوری حدیث شیخ سلیمان بن حرب کی زبانی سنی ہے۔ بجز جملہ "اللھم ربنالك الحمد" کے کہ اس کی خبر مجھے شیخ کے بعض اصحاب نے دی ہے یا یہ کہ شیخ نے یہ حدیث بیان کی تو میں موصوف سے اس لفظ کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکا بلکہ سماع حدیث میں جو رفقاء میرے ساتھ تھے انہوں نے مجھے سمجھایا "وھذا یدل علی کمال الاحتیاط والاتقان علی اداء لفظ الحدیث، باب الرجل یخطب علی قوس" کے ذیل میں سعید بن منصور کی روایت کے آخر میں اس کی تصریح ہے۔ "قال ابو علی سمعت اباداود قال ثبتنی فی شئی منہ بعض اصحابی" اور "باب فی صلوۃ اللیل" کے تحت حدیث محمد بن بشار نا ابو عاصم نا زھیر بن محمد عن شریک بن عبداللہ کے آخر میں ہے۔ "قال ابو داود خفی علی من ابن بشار بعضہ"

صحت کے لحاظ سے صحاح ستہ میں سنن ابوداؤد کا مقام...... یہ بات تو متفق علیہ ہے کہ صحت کے لحاظ سے صحیحین (بخاری ومسلم) کو سنن اربعہ پر فضیلت حاصل ہے لیکن اس کے بعد کی ترتیب میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے نسائی شریف کو تیسرا درجہ دیا ہے اور بعض نے جامع ترمذی کو، شاہ عبدالعزیز صاحب نے جہاں کتب حدیث کے طبقات بیان کئے ہیں وہاں سنن ابوداؤد کو دوسرے طبقے میں شمار کیا ہے لیکن صاحب مفتاح السعادۃ نے لکھا ہے کہ سب سے اونچا درجہ بخاری

شریف کا ہے۔ اس کے بعد صحیح مسلم کا، پھر سنن ابوداؤد کا اور یہی ترتیب مناسب ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں رجال کے تین طبقے قائم کئے ہیں جس کے متعلق امام حاکم اور حافظ بیہقی نے لکھا ہے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں صرف پہلے ہی طبقہ کی روایات کو جگہ دی ہے۔ لیکن قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ انہوں نے طبقہ ثانیہ کی روایات کو بھی اپنی کتاب میں درج کیا ہے، علامہ نووی نے ان کے قول کی تحسین کی ہے، حضرت گنگوہیؒ نے اپنی تقریر مسلم میں فرمایا ہے کہ بعض جگہ انہوں نے طبقہ ثالثہ کی روایت کو بھی ضمناً واستشہاداً بیان کیا ہے۔ بہرکیف مسلم شریف میں طبقہ اولی وطبقہ ثانیہ کی روایات موجود ہیں اس پر ابن سید الناس نے لکھا ہے کہ امام داؤد نے بھی ضعیف اور ناقابل اعتبار روایات سے گریز کیا ہے اور جہاں کہیں ضعف شدید ہے اس کی وجہ بیان کردی ہے۔ نیز قسم اول وثانی کی روایات بکثرت اپنی کتاب میں لائے ہیں معلوم ہوا کہ دونوں کے شرائط ایک ہیں۔ یعنی مسلم شریف میں صحیح اور حسن دونوں طرح کی روایات ہیں، لیکن امام زین العراقی نے اس کو تسلیم نہیں کیا کہ دونوں کے شرائط ایک ہیں کیونکہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں صحت کا التزام کیا ہے ان کی کتاب کو کسی حدیث کے متعلق یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ ان کے نزدیک حسن ہے اس لئے کہ حدیث حسن کا درجہ صحیح سے کمتر ہے اور امام داؤد کا مشہور قول ہے کہ "ماسکت عنه فهو صالح" جس حدیث سے میں سکوت اختیار کروں وہ قابل استدلال ہے اس میں حسن و صحیح دونوں کا احتمال ہے۔ امام ابوداؤد سے یہ کہیں منقول نہیں کہ جس کو میں صالح کہوں وہ صحیح ہی ہے، علاوہ ازیں امام زہری کے تلامذہ کے پانچ طبقات ہیں۔ امام مسلم نے طبقہ ثانیہ کی روایات کو اصالۃً ذکر کیا ہے اور طبقہ ثالثہ کی روایات کو ضمناً اور امام ابوداؤد طبقہ ثالثہ کی روایات کو بھی اصالۃً لائے ہیں ان وجوہ کی بناء پر سنن ابی داؤد کا مقام صحیح مسلم کے بعد ہی رکھا جائے گا۔

ناقلین و رواۃ اور سنن ابوداؤد کے نسخے ...... سنن ابوداؤد کے قلمی اور مطبوعہ نسخوں میں تقدیم وتاخیر اور کمی بیشی کے لحاظ سے بہت زیادہ فرق ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام داؤد سے اس کتاب کو متعدد حضرات نے روایت کیا ہے۔ حافظ ابن جعفر بن الزبیر نے اپنی یادداشت میں لکھا ہے کہ امام ابوداؤد سے ان کی کتاب السنن ہم تک چار حضرات کی متصل اسناد سے پہنچی ہے اور انہی کے نسخے زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) حافظ ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق التمار البصری متوفی ۳۴۵ھ جو ابن داسہ[۱] سے مشہور ہیں۔ ان کی روایت اور روایتوں کی نسبت بہت مکمل اور جامع ہے اور بلاد مغرب میں زیادہ رائج ہے، حافظ ابوبکر جصاص حنفی صاحب "احکام القرآن" سنن ابوداؤد کو ان ہی سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی روایت میں کتاب الادب سے از باب مایقول اذا اصبح تا باب الرجل ینتمی الی غیر موالیه، ساقط ہے۔ ان سے شیخ ابوسلیمان خطابی نے بصرہ میں ۳۴۵ھ میں سنن ابوداؤد سنی ہے، ان کے علاوہ ابومحمد عبداللہ بن عبدالمومن قرطبی (من قدماء شیوخ ابن عبدالبر) ابوعلی حسن بن محمد روذباری، ابوعمر احمد بن سعید بن حزم، ابوحفص عمر بن عبدالملک خولانی اور ابوعلی حسن بن داؤد سمرقندی وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے۔ وروی عنه بالاجازة ابونعیم الاصبهانی۔

(۲) ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لولوی بصری متوفی ۳۲۱ھ ان کا نسخہ ہند وعرب اور بلاد مشرق میں زیادہ مشہور ہے اور مصر وہندوستان میں جو نسخے مطبوعہ ہیں وہ انہی کی روایت سے ہیں ان کے نسخے کو اس حیثیت سے بھی ترجیح حاصل ہے کہ انہوں نے کتاب السنن کا سماع محرم ۲۷۵ھ میں کیا ہے جب کہ امام ابوداؤد نے اس کا آخری املاء کرایا تھا کیونکہ اسی سال بروز جمعہ ۱۶ شوال کو امام ممدوح نے سفر آخرت اختیار کیا ہے، ابن داسہ اور لولوی کے نسخوں میں ترتیب کے اعتبار سے تقدیم وتاخیر بھی ہے اور تعداد احادیث کے لحاظ سے کمی بیشی بھی ہے۔ نیز امام ابوداؤد نے احادیث پر جو کلام کیا ہے وہ بھی بعض نسخوں میں کم ہے اور بعض میں زائد، پھر بھی یہ نسخے قریب قریب ہیں کچھ زیادہ تفاوت نہیں ہے، ان سے ابوعمر قاسم

---

[۱] قال صاحب الحطه بفتح السین وتخفیفها، نص علیه القاضی ابومحمد بن حوطه والفیته فی اصل القاضی ابی الفضل عیاض بن موسی الیحصبی المالکی من کتاب القیت مشدداد کذاوجدته فی بعضها ما قیدته عن شیخنا ابی الحسن الفافلی شکلا من غیر تنصیص ۱۲

بن جعفر بن عبد الواحد ہاشمی اور عبد اللہ الحسین بن بکر بن محمد الوراق معروف بہر اس وغیرہ نے علم حاصل کیا ہے۔

(۳) حافظ ابو عیسی اسحاق بن موسی بن سعید الرملی متوفی ۳۲۰ھ یہ امام ابوداؤد کے وراق اور کاتب تھے۔ ان کا نسخہ ابن داسہ کے نسخے کے قریب قریب ہے لیکن کچھ زیادہ رائج نہیں ہے، ان سے حافظ ابو عمر احمد بن دخیم بن خلیل نے ۳۱۷ھ میں سماع کیا ہے۔

(۴) حافظ ابو سعید احمد محمد بن زیاد بن بشر معروف بابن الاعرابی متوفی ۳۴۰ھ ان کا نسخہ نہایت صغیر ہے۔ چنانچہ اس میں کتاب الفتن، کتاب الملاحم، کتاب الحروف، کتاب الخاتم اور قریب نصف کتاب اللباس اور بہت سی احادیث متعلقہ وضوء وصلوۃ اور نکاح ندارد ہیں جیسا کہ حافظ ابن حجر نے ''المعجم الفہرس'' میں اور ابن طولون نے ''الفہرس الاوسط'' میں ذکر کیا ہے۔ ان سے ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن محمد بن غالب التمار، ابو عمر احمد بن سعید بن حزم اور ابو حفص عمر بن عبد الملک خولانی وغیرہ راوی ہیں اور ان سے علامہ خطابی نے مکہ مکرمہ میں سنن ابوداؤد سنی ہے۔ ان چار کے علاوہ کچھ اور حضرات کے نسخے بھی مروی ہیں۔ جیسے

(۵) ابو الطیب احمد بن ابراہیم بن عبد الرحمن اشنانی

(۶) ابو عمر واحمد بن علی بن الحسن بصری

(۷) ابو الحسن علی بن الحسن بن عبد انصاری۔ ان کے نسخہ میں بعض ایسے امور زائد ہیں جو نقد احادیث کے سلسلہ میں بہت زیادہ نافع ہیں۔ عبد الغنی مقدسی کے نسخہ کے آخر میں ہے کہ انہوں نے امام ابوداؤد سے انکی سنن چھ بار سنی ہے۔

(۸) ابو اسامہ بن عبد الملک بن یزید الرواس

(۹) ابو سالم محمد بن سعید الجلودی۔

سنن ابی داؤد کی مقبولیت...... امام موصوف کے شاگرد حافظ محمد بن مخلد دوری متوفی ۳۳۱ھ کا بیان ہے کہ آپ نے کتاب السنن تصنیف کی اور اس کو لوگوں کے سامنے پڑھا تو محدثین کے لئے ان کی کتاب قرآن کی طرح قابل اتباع بن گئی۔ یحیٰی بن زکریا بن یحیی کہتے ہیں کہ اصل اسلام کتاب اللہ ہے اور فرمان اسلام سنن ابی داؤد علامہ ابن حزم کا بیان ہے کہ ایک بار حافظ سعید بن سکن صاحب الصحیح متوفی ۳۵۳ھ کی خدمت میں اصحاب حدیث کی ایک جماعت حاضر ہوئی اور انہوں نے کہا ہمارے سامنے حدیث کی بہت سی کتابیں آگئی ہیں اگر شیخ اس سلسلہ میں کچھ ایسی کتابوں کی طرف ہم لوگوں کی رہنمائی کریں کہ جن پر ہم اکتفا کر سکیں تو بہتر ہے حافظ ابن السکن نے یہ سن کر کچھ جواب نہیں دیا بلکہ اٹھ کر سیدھے اندر گھر میں تشریف لے گئے اور کتابوں کے چار بستے لا کر اوپر تلے رکھ دیئے پھر فرمانے لگے یہ اسلام کی بنیادیں ہیں کتاب مسلم، کتاب بخاری، کتاب ابی داؤد کتاب نسائی۔

بشارت اور غیبی تائید...... حافظ ابو طاہر نے بہ سند حسن بن محمد بن ابراہیم ازدی سے روایت کی ہے کہ حسن بن محمد نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص سنت سے تمسک کرنا چاہے اس کو سنن ابوداؤد پڑھنا چاہیئے۔

سنن ابوداؤد پر ابن جوزی کی تنقید...... علامہ جوزی نے جامع ترمذی کی تیس، سنن نسائی کی دس اور سنن ابوداؤد کی نو احادیث کو موضوع قرار دیا ہے لیکن اول تو ابن جوزی نقد روایات میں متشدد مانے گئے ہیں چنانچہ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنی کتاب، الموضوعات، میں بہت سی ایسی حدیثوں کو موزوں کہہ دیا ہے جن کے موزوں ہونے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ وہ صرف ضعیف ہیں، حافظ ذہبی نے بھی اپنا یہی نظریہ ظاہر کیا ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ نقد روایات میں ابن جوزی کے تشدد اور حاکم کے تساہل نے ان کی کتابوں سے انتفاع کو مشکل بنادیا ہے پس ان دونوں سے نقل کے وقت ناقل کیلئے

احتیاط ضروری ہے دوسرے یہ کہ علامہ سیوطی نے چار روایت کا جواب، القول الحسن فی الذب عن السنن، میں اور باقی کا جواب التعقبات علی الموضوعات، میں دے دیا ہے اس لئے ابن جوزی کا ہر حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ صحیح نہیں۔

سنن ابی داؤد کے حواشی و شروح...... علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ لوگوں نے صحیحین پر تو بہت کچھ لکھا ہے اور مطول و مختصر اور متوسط ہر قسم کی شروح لکھی ہیں لیکن سنن ابی داؤد کے ساتھ صحیحین جیسا اعتناء نہیں کیا تاہم علماء نے اس کی متعدد شرحیں اور حواشی لکھے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

(۱) معالم السنن۔

از ابو سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب الخطابی البستی متوفی ۳۸۸ھ، یہ سب سے عمدہ، نہایت معتبر، بہت نافع اور قدیم شرح ہے۔

(۲) مرقاۃ الصعود

از علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نہایت لطیف شرح ہے جس کی تلخیص

(۳) درجات مرقاۃ الصعود کے نام سے علامہ دمنتی نے کی ہے۔

(۴) المجتبی۔ از حافظ زکی الدین ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی بن عبد اللہ المنذری البصری متوفی ۶۵۶ھ

(۵) تہذیب السنن۔

از حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن القیم الجوزی الحنبلی متوفی ۷۵۱ھ مختصر مگر تحقیقات لائقہ سے بھرا ہوا حاشیہ ہے۔

(۶) العجالۃ۔

از حافظ شہاب الدین ابو محمود احمد بن محمد بن ابراہیم المقدسی متوفی ۷۶۹ھ علامہ خطابی کی شرح معالم السنن کی تلخیص ہے۔

(۷) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ سراج الدین عمر بن علی بن الملقن الشافعی متوفی ۸۰۴ھ

(۸) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ ابوزرعہ ولی الدین احمد بن عبد الرحیم عراقی متوفی ۸۲۶ھ

(۹) شرح سنن ابی داؤد۔

از حافظ علاء الدین بن قلیج مغلطائی متوفی ۷۶۲ھ مگر یہ دونوں شرحیں کامل نہیں ہوئیں۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے شرح عراقی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی شروع کتاب سے سجود سہو تک سات جلدیں ہیں اور ایک جلد میں صیام، حج اور جہاد ہے۔ اگر یہ پوری ہو جاتی تو چالیس جلدوں سے زائد میں ہوتی۔

(۱۰) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ شہاب الدین احمد بن حسین الرملی المقدسی الشافعی متوفی ۸۴۴ھ

(۱۱) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ قطب الدین ابو بکر بن احمد بن دعین الیمنی الشافعی متوفی ۷۵۲ھ۔ یہ چار ضخیم جلدوں میں ہے۔

(۱۲) شرح سنن ابی داؤد۔

از شیخ شہاب بن رسلان، صاحب غایۃ المقصود نے لکھا ہے کہ ہمارے شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی نے بلاد

عرب میں ان کی شرح آٹھ ضخیم جلدوں میں دیکھی ہے۔

(۱۳) شرح سنن ابی داؤد۔

از علامہ بدر الدین محمود بن احمد العینی الحنفی متوفی ۸۵۵ھ۔

(۱۴) شرح سنن ابی داؤد۔ از شیخ محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۷ھ یہ ناتمام ہے۔

(۱۵) غایۃ المقصود۔

از شیخ شمس الحق ابوالطیب عظیم آبادی، غالباً اس کا صرف جزو اول ہی طبع ہو سکا ہے۔

(۱۶) عون المعبود۔

از شیخ محمد اشرف، یہ غایۃ المقصود کی تلخیص ہے اور چار جلدوں میں ہے، لیکن آخر کتاب کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خود شیخ شمس الحق ہی نے اپنی شرح کی تلخیص کی ہے۔

(۱۷) فتح الودود۔

از علامہ ابوالحسن عبد الہادی سندھی متوفی ۱۱۳۹ھ۔ وھو شرح لطیف بالقول

(۱۸) التعلیق المحمود۔

مولانا فخر الحسن صاحب گنگوہی کا نہایت عمدہ اور مشہور حاشیہ ہے۔

(۱۹) بذل المجہود۔

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کی بہترین شرح ہے جو اہل علم میں مشہور و معروف ہے۔

(۲۰) المنہل الورود۔

یہ جدید شرح حجاز سے آئی ہے جو مختصر اور مفید ہے۔

(۲۱) انوار المحمود۔

حضرت شاہ صاحب کے افادات کا مجموعہ ہے۔

(۲۲) الہدی المحمود ترجمہ سنن ابی داؤد

از مولوی وحید الزماں بن مسیح الزمان لکھنوی۔

(۲۳) فلاح و بہبود شرح اردو قال ابوداؤد۔

نادم تحریر کی تالیف ہے جس کی دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ باقی زیر تالیف ہے۔ اس میں قال ابوداؤد کا بہترین حل ہے اور اقوال سے متعلقہ ابواب کی مفصل تشریح۔

(۱۸) امام ابن ماجہ

نام و نسب...... محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، الربعی القزوینی نسبت، ابن ماجہ عرف اور والد کا نام یزید ہے۔ عام کتابوں میں داد کا نام مذکور نہیں، لیکن شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے بستان المحدثین میں دادا کا نام عبد اللہ لکھا ہے۔ اب شجرہ نسب یوں ہے ابو عبد اللہ بن یزید بن عبد اللہ ابن ماجہ الربعی القزوینی۔

تحقیق ماجہ...... ماجہ کے بارے میں سخت اختلاف ہے۔ بعض اس کو دادا کا نام سمجھتے ہیں جو صحیح نہیں۔ بعض کا قول ہے کہ یہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام ہے۔ علامہ سید مرتضیٰ زبیدی نے بعض علماء سے اس قول کی تصحیح بھی نقل کی ہے۔ چنانچہ تاج العروس شرح قاموس میں لکھتے ہیں کہ اس بارے میں ایک اور قول بھی ہے اور اس کی بھی علماء نے تصحیح کی ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ کا نام تھا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی بستان المحدثین میں اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں۔
"اور صحیح یہی ہے کہ ماجہ، بتخفیف میم آپ کی والدہ تھیں۔ لہذا ابن میں الف لکھنا چاہیئے تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے نہ کہ عبداللہ کی۔ نواب صدیق حسن خان نے بھی الحطہ بذکر صحاح ستہ اور اتحاف النبلاء المتقین باحیاء مآثر الفقہاء والمحدثین میں بعینہ یہی نقل کر دیا ہے۔ مگر خود شاہ صاحب موصوف کے عجالہ نافعہ میں ہے کہ ماجہ ابو عبداللہ کے والد کا لقب ہے دادا کا نہیں اور ماں کا نام بھی نہیں ہے۔"
شاہ صاحب نے عجالہ نافعہ میں جو لکھا ہے اکثر علماء کی تصریحات اسی کے مطابق ہیں۔ پھر اس بحث کے طے کرنے کا حق سب سے زیادہ مورخین قزوین کو ہے کہ اہل البیت ادری بمافیہ (گھر کی بات گھر والے ہی خوب جانتے ہیں) اور ان حضرات کے بیانات حسب ذیل ہیں۔
محدث رافعی تاریخ قزوین میں امام ماجہ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ "ان کا نام محمد بن یزید ہے اور ماجہ یزید کا لقب ہے۔ جس پر تشدید نہیں ہے۔ یہ فارسی نام ہے اور کبھی ان کا شجرہ نسب یوں بھی بیان کر دیا جاتا ہے محمد بن یزید بن ماجہ، لیکن پہلی بات زیادہ ثابت ہے۔
حافظ ابن کثیر نے "البدایۃ والنھایۃ" میں حافظ خلیلی کے حوالہ سے جو قزوین کے مشہور مورخ ہیں نقل کیا ہے کہ ماجہ یزید کا عرف تھا سب سے بڑھ کر یہ کہ اس بارے میں خود امام ابن ماجہ کے مشہور ترین شاگرد حافظ ابوالحسن بن القطان کا بیان موجود ہے جس میں وہ نہایت جزم کے ساتھ تصریح کرتے ہیں کہ ماجہ آپ کے والد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔ امام نووی نے تہذیب الاسماء واللغات میں علامہ مجدالدین فیروز آبادی نے القاموس المحیط میں اور ابوالحسن سندھی نے شرح ابن ماجہ میں صاف تصریح کی ہے کہ "ماجہ آپ کے والد ماجد کا لقب تھا دادا کا نہیں۔"
ماجہ حسب تصریح رافعی فارسی نام ہے جو غالباً ماہ یا ماچہ کا معرب ہے۔ معلوم ہوا کہ آپ عجمی نژاد ہیں عربی النسل نہیں۔ پس ربعی جو آپ کی نسبت ہے یہ نسلی نہیں بلکہ نسبت ولاء ہے جیسا کہ ابن خلکان نے تصریح کی ہے۔
تحقیق قزوین...... قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے۔ جس کو امام ابن ماجہ کے وطن عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے یہ ایران کے صوبہ آذربیجان میں واقع ہے۔ علامہ یاقوت حموی معجم البلدان میں جو عربی زبان میں قدیم جغرافیہ پر مشہور ترین کتاب ہے رقمطراز ہیں۔
"قزوین میں قاف پر زبر، زا پر سکون، واؤ پر زیر اور یاء ساکن ہے، یہ مشہور شہر ہے اس کے اور رے کے درمیان ۲۷ فرسخ کی مسافت ہے اور ابہر اس کے بارہ فرسخ پر ہے۔ یہ شہر اقلیم چہارم میں پچھتر درجہ طول بلد اور ۳۷ درجہ عرض بلد پر واقع ہے۔ ابن الفقیہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے جس نے اس شہر کی بنیاد ڈالی وہ شاہپور ذوالاکتاف تھا۔ قزوین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتح ہوا ہے۔ آپ نے ۲۴ھ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کو رے کا والی مقرر کیا تھا۔ انہوں نے اسی سنہ میں پہلے ابہر کو فتح کیا۔ پھر قزوین پر آ کر اپنی فوجیں ڈال دیں۔ اہل شہر نے صلح کی درخواست کی۔ آپ نے اہالی ابہر سے جن شرائط پر صلح کی تھی وہی شرطیں ان کے سامنے رکھیں۔ قزوین والوں نے سب شرطیں تو منظور کر لیں مگر جزیہ دینے پر آمادہ نہ ہوئے۔ لیکن جب حضرت براء رضی اللہ عنہ نے صاف کہہ دیا کہ اس کے بغیر کام نہیں چلے گا تو سب نے اسلام قبول کر لیا۔ جس کی بدولت ان کی سابقہ حالت برقرار رہی اور قزوین کی سب اراضی عشری قرار پائیں۔ صاحب حبیب السیر نے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ ہمارے زمانہ میں شہر قزوین میں ایک شخص نے ایک خربوزہ چاک کیا تو اس میں ایسی روشنی نمودار ہوئی کہ پورا مکان روشن ہو گیا اور تین روز تک برابر روشن رہا۔ لوگ جوق در جوق تماشا دیکھنے کیلئے آتے رہے۔
فن حدیث میں قزوین کی شہرت کا آغاز تیسری صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔ اس صدی میں جو مشہور محدث

یہاں کے باشندے یا نزیل تھے ان میں محمد بن سعید بن سابق ابو عبداللہ رازی متوفی ۲۱۰ھ حافظ علی بن محمد ابوالحسن طنافسی متوفی ۲۳۳ھ حافظ عمرو بن رافع ابو حجر بجلی متوفی ۲۳۷ھ، اسماعیل بن توبہ ابو سلیمان قزوینی حنفی متوفی ۲۴۷ھ اور امام ابن ماجہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں بعد میں یہاں کی خاک سے بڑے بڑے محدثین اور فقہاء پیدا ہوئے جن کے ذکر سے تواریخ قزوین مالا مال ہیں۔

ولادت باسعادت...... امام ابن ماجہ کی ولادت جیسا کہ خود ان کی زبانی ان کے شاگرد جعفر بن ادریس نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے ۲۰۹ھ میں واقع ہوئی جو ۸۲۴ عیسوی کے مطابق ہے۔

عہد طالب علمی...... امام ابن ماجہ کے بچپن کا زمانہ علوم و فنون کیلئے باغ و بہار کا زمانہ تھا۔ اس وقت بنو عباس کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا اور دودمان عباسی کا گل سر سید مامون عباسی سریر آرائے خلافت بغداد تھا اور قزوین میں بڑے بڑے علماء مثلاً ابوالحسن علی بن محمد طنافسی متوفی ۲۳۳ھ، ابو حجر عمرو بن رافع بجلی متوفی ۲۳۷ھ، ابو سلیمان (ابو سہل) اسماعیل بن توبہ قزوینی متوفی ۲۴۷ھ، ابو موسیٰ ہارون بن موسیٰ بن حبان تمیمی متوفی ۲۴۸ھ اور ابو بکر محمد بن ابی خالد یزید قزوینی وغیرہ مسند درس وافتاء پر جلوہ افروز تھے۔ امام ابن ماجہ نے پہلے ان سے حدیث کا بہت بڑا ذخیرہ فراہم کیا۔ اس کے بعد تکمیل فن کیلئے بلاد اسلامیہ کی طرف رحلت کی تاکہ ایک حافظ حدیث کیلئے طرق واسانید کا جتنا سرمایہ درکار ہے وہ فراہم ہو جائے۔

طلب حدیث کیلئے رحلت...... امام ابن ماجہ اکیس بائیس سال کی عمر تک وطن عزیز ہی میں تحصیل علم میں مصروف رہے۔ جب یہاں سے فارغ ہوئے تو دوسرے ممالک کا سفر اختیار کیا۔ آپ کی رحلت علمیہ کی صحیح تاریخ تو معلوم نہ ہو سکی مگر علامہ صفی الدین خزرجی نے خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال میں اسماعیل بن عبداللہ بن زرارہ ابوالحسن رقی کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ ابن ماجہ نے ۲۳۰ھ کے بعد سفر کیا ہے اس سے اتنا معلوم ہوا کہ غالباً عمر عزیز کے تیئسویں سال آپ نے راہ طلب میں وطن مالوف سے قدم باہر نکالا ہے اور حسب تصریح مورخین مختلف ممالک خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام اور مختلف شہروں رے، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ اور دمشق وغیرہ کی خاک چھانی ہے، چنانچہ حافظ ابو یعلی خلیلی لکھتے ہیں کہ ابن ماجہ نے کوفہ، بصرہ، مصر اور شام کا سفر کیا۔ حافظ ابن جوزی رقمطراز ہیں کہ مکہ، بصرہ، کوفہ، بغداد، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔ مورخ شمس الدین بن خلکان فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے لکھنے کیلئے عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، شام، مصر اور رے کا سفر کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی تحریر فرماتے ہیں کہ خراسان، عراق، حجاز، مصر، شام اور دیگر بلاد میں سماع حدیث کیا۔

شیوخ واساتذہ...... حافظ ابن حجر کے الفاظ "وغیرہا من البلاد" سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فہرست انہی ناموں تک محدود نہیں بلکہ امام ابن ماجہ کے حدود سفر میں ان کے علاوہ اور شہر بھی داخل ہیں۔ چند اساتذہ کرام کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

ابو مصعب احمد بن ابی بکر زہری، ابواسحاق ابراہیم بن المنذر حزامی، بکر بن عبدالوہاب خواہر زادہ واقدی، ابو محمد حسن بن علی الخلال حلوانی، ابو عبدالرحمٰن سلمہ بن شبیب نیشاپوری، محمد بن یحییٰ عدنی، حسین بن حسن سلمی، محمد بن میمون الخیاط، محمد بن سلمہ عدنی، یزید بن عبداللہ یمامی، عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ، عبداللہ الاشج، محمد بن عبداللہ ہمدانی، ابو کریب محمد بن العلاء، ہناد بن السری، ولید بن شجاع سکونی، اسماعیل بن موسیٰ فزاری، علی بن منذر اودی، عبداللہ بن عمار حضرمی، حسن بن مدرک الطحان سدوسی، زید بن اخزم طائی، عباس عنبری، عباس بن یزید بحرانی، عبداللہ بن اسحاق البدعہ جوہری، عقبہ بن مکرم، عمرو بن علی الفلاس، محمد بن بشار، محمد بن المثنی، محمد بن معمر بحرانی، نصر بن علی جہضمی، احمد بن عبدہ ضبی، بشر بن ہلال الصواف، محمد بن خلاد باہلی، احمد بن ابراہیم الدورقی، ابراہیم بن سعید جوہری، رجاء بن مرجی غفاری، زہیر بن حرب نسائی، ابو قلابہ عبدالملک رقاشی، فضل بن یعقوب رخامی، محمد بن اسحاق صاغانی، ابوالاحوص محمد بن الہیثم، احمد بن سنان واسطی، اسحاق بن وہب العلاف، ایوب بن حسان الدقاق، حسین بن محمد البزار، صالح بن الہیثم الصرنی، عمار بن خالد۔

اصحاب و تلامذہ......امام ابن ماجہ کے تلامذہ کی فہرست بھی طویل ہے۔ حافظ جمال الدین مزی نے تہذیب الکمال میں حسب ذیل حضرات کے نام گنائے ہیں۔

علی بن سعید بن عبداللہ عسکری، ابراہیم بن دینار جرشی ہمدانی، احمد بن ابراہیم قزوینی، ابوالطیب احمد بن روح شعرانی، اسحاق بن محمد قزوینی، جعفر بن ادریس، حسین بن علی بن برانیاد، سلیمان بن یزید قزوینی، محمد بن عیسی صفار، ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ قزوینی، ابوعمر واحد بن محمد بن حکیم مدنی اصبہانی، ان ناموں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں وآخرون یعنی ان کے علاوہ اور بھی ہیں۔

علماء کا آپ کی خدمت میں خراج تحسین......امام ابن ماجہ کی امامت فن، فضل و کمال، جلالت شان، وسعت نظر، حفظ حدیث اور ثقاہت کے تمام علماء معترف ہیں اور ہر دور کے تذکرہ نویسوں نے آپ کے ترجمہ میں ان چیزوں کو نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔ چنانچہ ابویعلی خلیلی لکھتے ہیں کہ "ابن ماجہ بڑے ثقہ، متفق علیہ، قابل احتجاج میں آپ کو حدیث اور حفظ حدیث میں پوری معرفت حاصل ہے۔

حافظ ابن الجوزی فرماتے ہیں کہ آپ نے بہت سے شیوخ سے سماع حدیث کیا اور سنن، تاریخ، تفسیر تصنیف کی۔ آپ ان سب چیزوں کے عارف تھے۔

علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ "بیشک آپ حافظ حدیث، صدوق اور وافر العلم تھے۔" مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ حدیث کے امام، حدیث اور اس کے جمیع متعلقات سے واقف تھے۔

مسلک......امام ابن ماجہ کا بھی مسلک متعین طور پر معلوم نہ ہو سکا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک امام احمد کے مسلک کی طرف میلان تھا۔ علامہ انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ شاید امام ابن ماجہ شافعی تھے۔ علامہ طاہر جزائری فرماتے ہیں کہ ابن ماجہ وغیرہ علماء و مجتہدین میں سے کسی کے مقلد نہیں تھے بلکہ ائمہ حدیث امام شافعی، احمد، اسحاق اور ابو عبیدہ کے قول کی طرف میلان رکھتے تھے۔ یعنی اہل عراق کے مذہب کے مقابلہ میں اہل حجاز کی طرف زیادہ مائل تھے جس کا اندازہ کتاب کے مطالعہ سے بھی ہوتا ہے۔

وفات......امام ابن ماجہ کی وفات خلیفہ معتمد علی اللہ عباسی کے عہد میں ہوئی ہے۔ بقیہ مصنفین صحاح ستہ نے بھی بجز امام نسائی کے اسی کے دور خلافت میں وفات پائی ہے۔ حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی شروط الائمۃ الستہ میں لکھتے ہیں کہ میں نے قزوین میں امام ابن ماجہ کی تاریخ کا نسخہ دیکھا تھا۔ یہ عہد صحابہ سے لے کر ان کے زمانہ تک کے رجال اور احصار کے حالات پر مشتمل ہے۔ اس تاریخ کے آخر میں امام ممدوح کے شاگرد جعفر بن ادریس کے قلم سے حسب ذیل تحریر ثبت تھی۔ "ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ نے دو شنبہ کے دن انتقال فرمایا اور سہ شنبہ ۲۲ ماہ رمضان المبارک ۲۷۳ھ کو دفن کئے گئے اور میں نے خود ان سے سنا، فرماتے ہیں کہ میں ۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۴ سال تھی۔ آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے ہر دو برادران ابوبکر اور ابو عبداللہ اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے آپ کو قبر میں اتارا اور دفن کیا۔

امام ابوالقاسم رافعی نے تاریخ قزوین میں یہ بھی لکھا ہے کہ غسل میت محمد بن علی قہرمان اور ابراہیم بن دینار وراق نے دیا تھا۔

تصانیف......امام ابن ماجہ نے حسب ذیل تصانیف یادگار چھوڑیں۔

(۱) التفسیر۔

جس کے متعلق مشہور مفسر حافظ عماد الدین ابن کثیر "الھدایۃ والنہایۃ" میں لکھتے ہیں "ولا بن ماجہ تفسیر حافل"

حافظ صاحب کی اس تصریح سے معلوم ہوا کہ یہ ایک ضخیم تالیف ہے۔ اس میں امام ابن ماجہ نے قرآن پاک کی تفسیر کے سلسلہ میں جس قدر احادیث اور صحابہ و تابعین کے اقوال مل سکتے ہیں ان سب کو بالاسناد روایت کیا ہے۔

(۲) التاریخ۔

جس کا تعارف مورخ ابن خلکان نے "تاریخ ملیح" اور محدث ابن کثیر نے "تاریخ کامل" کے الفاظ سے کرایا ہے۔ یہ صحابہ سے لے کر مصنف کے عہد تک کی تاریخ ہے جس میں بلاد اسلامیہ اور راویان حدیث کے حالات ہیں۔

(۳) السنن...... امام ابن ماجہ کی وہ مایہ ناز اور شہرہ آفاق تصنیف ہے جس نے آپکی امامت فن کا سکہ بٹھایا۔ حافظ شمس الدین ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں خود امام ابن ماجہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ میں نے اس سنن کو جب امام ابوزرعہ کے سامنے پیش کیا تو وہ اس کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آگئی تو یہ (حدیث کی موجودہ) تصنیفات یاان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی۔"

محدث ابوالقاسم امام الدین عبدالکریم بن محمد قزوینی تاریخ قزوین میں رقمطراز ہیں کہ "حفاظ حدیث امام ابن ماجہ کی کتاب کو صحیحین، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی کے برابر رکھتے ہیں اور اس کی روایات سے احتجاج کرتے ہیں۔"

حافظ ابن کثیر البدایۃ والنہایۃ میں فرماتے ہیں کہ "یہ کتاب امام ابن ماجہ کے علم وعمر، تبحر، اطلاع اور اصول و فروع میں ان کی اتباع سنت کو بتاتی ہے۔"

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ ان کی کتاب سنن (احکام) میں ایک عمدہ اور جامع کتاب ہے۔

تعداد روایات...... امام ابن ماجہ نے لاکھوں احادیث کے ذخیرے سے چار ہزار روایات کا انتخاب کر کے بتیس کتب اور پندرہ سو ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ درج کیا ہے۔

ناقلین ورواۃ...... آپ کی کتاب السنن کے مشہور راوی جیسا کہ امام رافعی نے تاریخ قزوین میں لکھا ہے یہ چار حضرات ہیں۔ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر القطان مولود ۲۵۴ھ متوفی ۳۴۵ھ سلیمان بن یزید، ابوجعفر محمد بن عیسی، ابوبکر حامد ابہری۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں راویان سنن میں سعدون اور ابراہیم بن دینار دو شخصوں کے نام کا اور اضافہ کیا ہے۔

ان سب لوگوں میں جس شخص کی روایت کو قبول عام نصیب ہوا ہے وہ حافظ ابوالحسن القطان ہیں۔ ان کے نسخہ میں بہت سی روایتیں خود ان کی سند سے بھی منقول ہیں۔ چنانچہ مطبوعہ نسخوں میں جس جگہ قال ابوالحسن حدثنا آتا ہے اس سے یہی مراد ہیں۔

یہ ابوالحسن اپنے وقت کے بہت بڑے عالم، حافظ حدیث، صاحب تفسیر، عالم فقہ، ماہر نحو ولغت اور عابد وزاہد تھے۔ تیس سال تک صائم الدہر رہے۔ افطار میں صرف روٹی اور نمک پر گذران کرتے تھے۔ اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے کہا کرتے تھے کہ یہ مجھے کثرت کلام کی سزا ملی ہے۔

ثلاثیات...... سنن ابن ماجہ میں پانچ حدیثیں ثلاثی ہیں جو امام بخاری کے بعد مصنفین صحاح میں سب سے زیادہ ہیں۔ یہ پانچوں روایتیں ایک ہی شخص جبارہ بن مغلس سے بواسطہ کثیر بن سلیم حضرت انس بن مالک سے مروی ہیں اور یہ اگرچہ امام ابن ماجہ کے طبقہ کے لحاظ سے بہت عالی ہیں مگر سند کے لحاظ سے ان کا کوئی خاص وزن نہیں، کیونکہ کثیر بن سلیم راوی پر محدثین عام طور پر جرح کرتے چلے آئے ہیں۔ روایات حسب ذیل ہیں۔

(۱) من احب ان یکثر اللہ خیر بیتہ فلیتوضاء اذا حضر غداؤہ واذا رفع (باب الوضوء عند الطعام)

(۲) مارفع من بین یدی رسول اللہ ﷺ فضل شواء قط ولا حملت معہ طنفسۃ (باب الشواء)

(۳) الخیر اسرع الی البیت الذی یغشی من الشفرۃ الی سنام البعیر (باب الضیافتہ)
(۴) مامررت بلیلتہ اسری بی بملاء الا قالو لیا محمد مر امتک بالحجامتہ (باب الحجامتہ)
(۵) ان ہذہ الامتہ مرحومتہ عذابہا بایدیہا فاذا کان یوم القیامتہ دفع الی کل رجل من المشرکین فیقال ہذا فداؤک من النار (باب صفتہ امتہ محمد ﷺ)

صحت کے اعتبار سے سنن ابن ماجہ کا درجہ...... حافظ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں کہ سنن ابو عبداللہ (ابن ماجہ) اچھی کتاب ہے، کاش اس کو چند اہی حدیثیں جو تعداد میں زیادہ نہیں خراب نہ کرتیں۔
یہ چند روایات کہ جنھوں نے سنن ابن ماجہ جیسی صاف کتاب کو گدلا اور مکدر بنادیا ان کی تعداد کیا ہے اس کے بارے میں حافظ محمد طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ میں نے شہر رے میں ایک قدیم جزء کی پشت پر حافظ ابو حاتم معروف بخاموش کے قلم سے یہ لکھا دیکھا ہے۔
"ابوزرعہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ ابن ماجہ کی کتاب کا مطالعہ کیا تو اس میں بجز تھوڑی سی مقدار کے کہ جن میں کچھ خرابی موجود ہے اور کوئی بات نہ دیکھی۔ چنانچہ انہوں نے کچھ اوپر دس روایات ایسی ذکر کی ہیں۔" لیکن حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں ابوزرعہ ہی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں کہ جن کی اسناد میں ضعف ہو۔
غالباً یہ تیس کے قریب وہی روایتیں ہیں جن کو حافظ ابن جوزی نے موضوعات میں داخل کیا ہے یا دیگر محدثین نے ان میں سے بعض روایات کے موضوع ہونے کی تصریح کی ہے۔ رہی عام ضعیف روایات سو واقعی اس کتاب میں بکثرت ہیں۔ حافظ ذہبی "سیر النبلاء" میں لکھتے ہیں کہ
"ابوزرعہ کا یہ بیان کہ شاید اس میں پوری تیس حدیثیں بھی ایسی نہ ہوں جن کی سند میں ضعف ہے، اگر صحیح ہیں تو ان کی مراد ان تیس حدیثوں سے نہایت گری ہوئی اور ساقط روایتیں ہیں ورنہ جن روایتوں سے حجت نہیں قائم ہوتی وہ تو بہت ہیں شاید ایک ہزار کے قریب ہوں۔"

ایک اہم غلط فہمی...... حافظ ابوالحجاج مزی نے اس بارے میں ایک عام حکم لگایا ہے کہ "ہر وہ روایت جو صرف ابن ماجہ میں ہو اور صحاح ستہ کی کسی دوسری کتاب میں نہ ہو وہ ضعیف ہے" لیکن حافظ ابن حجر نے اس کلیہ سے اتفاق نہیں کیا۔ چنانچہ وہ تہذیب التہذیب میں لکھتے ہیں کہ میرے تتبع کے مطابق علی الاطلاق ایسا نہیں ہے اگرچہ فی الجملہ اس میں بہت سی منکر حدیثیں ہیں۔
حافظ ابن حجر کی رائے میں احادیث کی بہ نسبت رجال کے بارے میں ایسا کہنا زیادہ مناسب ہے۔ فرماتے ہیں لیکن حافظ مزی کی تصریح کو رجال پر محمول کرنا اولی ہے۔ حدیثوں پر محمول کرنا صحیح نہیں جیسا کہ میں نے سابق میں بتایا کہ جن روایات میں وہ ائمہ خمسہ سے منفرد ہیں ان میں سے صحیح حدیثیں بھی ہیں اور حسن بھی۔ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی کی تحقیق میں رجال کے متعلق بھی کلی طور پر یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ چنانچہ موصوف نے اپنی کتاب ابن ماجہ اور علم حدیث میں ان کو مثالوں کے ذریعہ واضح کیا ہے۔ بہر کیف سنن ابن ماجہ میں کتب خمسہ کی بہ نسبت ضعیف حدیثیں زیادہ ہیں اس لئے اس کا درجہ صحاح ستہ مین سب سے فروتر ہے۔

سنن ابن ماجہ کا شمار صحاح ستہ میں...... حافظ ابن السکن نے اسلام کی بنیادی کتابیں چار بتائی ہیں۔ صحیحین، ابوداؤد، نسائی۔ حافظ ابن مندہ نے بھی اسی پر اکتفا کیا ہے۔ بعد کو حافظ ابو طاہر سلفی نے جامع ترمذی کو بھی مذکورہ کتابوں کے ساتھ شمار کر کے تصریح کی ہے کہ ان پانچوں کتاب کی صحت پر علماء شرق و غرب کا اتفاق ہے۔
سنن ابن ماجہ کو کتب خمسہ کے بالمقابل سب سے پہلے جس شخص نے جگہ دی وہ حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی

متوفی ۵۰۷ھ ہیں۔ جنہوں نے شروط الائمۃ الستہ اور اطراف الستہ دو مشہور کتابیں تصنیف کی ہیں۔ پہلی کتاب میں موصوف نے ائمہ خمسہ کے ساتھ امام ابن ماجہ کی شرط پر بھی بحث کی ہے اور دوسری کتاب میں ان چھوؔں کتابوں کے اطراف احادیث کو جمع کیا ہے۔ بعد کو تمام مصنفین اطراف ورجال نے بقول حافظ سیوطی ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ ارباب رجال میں سب سے پہلے حافظ عبدالغنی مقدسی متوفی ۶۰۰ھ نے الکمال فی اسماء الرجال میں ان چھوؔں کتابوں کے رجال کو مدون کیا ہے۔ اسی عہد میں حافظ ابن طاہر کے معاصر محدث زین بن معاویہ عبدری سرقسطی مالکی متوفی ۵۲۵ھ نے اپنی کتاب "التجرید للصحاح والسنن" میں کتب خمسہ کے ساتھ سنن ابن ماجہ کی بجائے موطا امام مالک کی حدیثوں کو درج کیا ہے۔ اس بناء پر بعد کے علماء میں یہ بحث پیدا ہوئی کہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب موطا کو قرار دیا جائے یا سنن ابن ماجہ کو۔ علامہ ابن الاثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ نے اپنی کتاب "جامع الاصول" میں محدث زرین ہی کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ لیکن عام متاخرین کا فیصلہ ابن ماجہ ہی کے حق میں ہے۔ محدث ابوالحسن سندھی شارح ابن ماجہ لکھتے ہیں کہ "عام متاخرین اسی طرف ہیں کہ یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے۔

شروح وتعلیقات...... سنن ابن ماجہ پر بڑے بڑے حفاظ اور اہل فن حضرات نے شروح وتعلیقات لکھی ہیں۔

(۱) شرح سنن ابن ماجہ۔

حافظ علاء الدین بن قلیج بن عبداللہ مغلطائی الحنفی متوفی ۷۶۲ھ کی سب سے پہلی اور سب سے جامع شرح ہے۔ افسوس ہے کہ یہ تمام نہ ہو سکی صرف ایک حصہ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

(۲) شرح سنن ابن ماجہ۔

علامہ ابن رجب زبیری کی تصنیف ہے اور یہ وہ ابن رجب نہیں جو شیخ ابن تیمیہ کے شاگرد اور مشہور مصنف ہیں بلکہ یہ کوئی اور ابن رجب ہیں۔ ان کی شرح کا ذکر شیخ ابوالحسن سندھی نے اپنے حواشی میں کیا ہے۔ و ذکر السیوطی فی البغیة من الشارحین ذین الدین عبدالرحمن بن احمد بن رجب الحنبلی المتوفی ۷۹۵ھ

(۳) ما تمس الیہ الحاجہ علی سنن ابن ماجہ

مشہور مصنف شیخ سراج الدین عمر بن علی ابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ نے صرف زوائد کی شرح لکھی ہے۔ یعنی ان روایات کی جو کتب خمسہ میں موجود نہیں۔ یہ شرح ۸۰۰ھ میں لکھی گئی۔

(۴) الدیباجہ فی شرح سنن ابن ماجہ۔

شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیری متوفی ۸۰۸ھ کی شرح ہے جو پانچ جلدوں میں ہے۔

(۵) شرح سنن ابن ماجہ۔

حافظ برہان الدین ابراہیم بن محمد معروف بسبط ابن العجمی متوفی ۸۴۱ھ کی مختصر سی تعلیق ہے۔

(۶) مصباح الزجاجہ۔

علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ کا مختصر سا حاشیہ ہے۔

(۷) نور مصباح الزجاجہ۔

شیخ علی بن سلیمان مالکی مغربی نے سیوطی کے حاشیہ مذکورہ کا اختصار کیا ہے۔

(۸) شرح سنن ابن ماجہ۔

شیخ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی حنفی متوفی ۱۱۳۸ھ کی شرح ہے جو سیوطی کے حاشیہ سے زیادہ جامع ہے۔ اس میں ضبط الفاظ حل غریب اور بیان اعراب کا زیادہ اہتمام کیا گیا ہے۔

(۹) انجاح الحاجہ بشرح سنن ابن ماجہ۔
شیخ عبد الغنی بن ابی سعید مجددی دہلوی حنفی متوفی ۱۲۹۵ھ کی مختصر مگر جامع شرح ہے۔
(۱۰) حاشیہ بر سنن ابن ماجہ۔
مولانا فخر الحسن گنگوہی کا ہے جو مشہور و متداول ہے۔ اس میں علامہ سیوطی اور مولانا عبد الغنی دونوں کی شرحوں کو مع مزید اضافہ کے جمع کر دیا ہے۔
(۱۱) مفتاح الحاجۃ۔
شیخ محمد علوی کا حاشیہ [1] ہے۔

(۱۹) امام ترمذیؒ

نام ونسب...... محمد نام، ابو عیسیٰ کنیت اور والد کا نام عیسیٰ ہے۔ پورا نسب یوں ہے۔ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی۔ ترمذی، بوغی، قبیلہ بنو سلیم سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لئے نسبت میں سلمی کہلاتے ہیں۔ بوغی قریہ بوغ کی جانب منسوب ہے جو ترمذ سے کچھ فرسخ کی طرف کی مسافت پر واقع ہے بعض روایات کے مطابق امام ترمذی اسی پر آسودۂ خواب ہیں۔ علامہ سمعانی نے ان کے نسب نامہ میں موسیٰ کے بجائے شداد لکھا ہے۔ امام ترمذی کے دادا مروزی الاصل ہیں لیث بن یسار کے زمانہ میں ترمذ کی طرف منتقل ہو کر یہیں اقامت گزیں ہو گئے تھے۔
سنہ پیدائش اور تحقیق ترمذ...... امام ترمذی ۲۰۹ھ میں ترمذ مقام پر پیدا ہوئے۔ ترمذ ایک قدیم شہر کا نام ہے جو اموداریا کے (جس کو جیحون اور نہر بلخ بھی کہتے ہیں) ساحل پر واقع ہے۔ لفظ ماوراء النہر میں بھی نہر سے بیشتر یہی نہر مراد لی گئی ہے۔ کسی زمانہ میں یہ نہایت شاندار اور مشہور تھا لیکن چنگیز خان کے ہنگامہ میں تباہ و برباد ہو کر صرف ایک قصبہ کی حیثیت کا رہ گیا ہے۔
حکیم محمد بن علی اور ابو بکر وراق اسی ترمذ کے باشندے تھے۔
لفظ ترمذ کے تلفظ میں اختلاف ہے۔ بعض لوگ تاء اور میم کو مفتوح کہتے ہیں اور بعض دونوں کو مضموم حافظ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ
خود وہاں کے لوگ نیز دوسرے اشخاص کی زبان زد ان دونوں کا کسرہ ہے اور یہی اہل درس کے یہاں مشہور ہے۔ ایک جماعت تاء کو فتحہ اور میم کو کسرہ دیتی ہے۔ وقال موتمن الساجي سمعت عبدالله بن محمد الانصاري يقول هو بضم التاء۔
تحصیل علم...... امام ترمذی جس دور میں پیدا ہوئے اس زمانہ میں علم حدیث درجہ شہرت کو پہنچ چکا تھا۔ بالخصوص خراسان اور ماوراء النہر کے علاقے تو مرکزی حیثیت رکھتے تھے اور امام بخاری جیسے جلیل القدر محدث کی مسند علم بچھ چکی تھی۔ امام ترمذی کو شروع ہی سے تحصیل علم حدیث کا شوق دامن گیر ہو گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے طلب حدیث کیلئے مختلف حصوں، علاقوں اور ملکوں کا سفر کیا۔ بصرہ، کوفہ، واسط، رے، خراسان اور حجاز میں برسوں زندگی گزاری۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ "طاف البلاد وسمع خلقا من الخراسانيين والعراقيين والحجازيين"
شیوخ واساتذہ...... امام ترمذی نے اپنے زمانہ کے ہر خرمن حدیث سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ امام بخاری، امام مسلم، علی بن حجر مروزی، ہناد بن سری، قتیبہ بن سعید، محمد بن بشار، ابو اسحاق ابراہیم بن سعید جوہری، بشر بن آدم، جارود بن معاذ، حاتم بن سیاہ، رجاء بن محمد، زیاد بن ایوب، سعید بن عبد الرحمٰن، صالح بن عبد اللہ بن ذکوان، عباس بن عبد العظیم، فضل بن سہل، محمد بن ابان بن وزیر نصر بن علی، ہارون بن عبد اللہ، یحییٰ بن اکثم وغیرہ بڑے بڑے محدثین سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ جن شیوخ سے آپ نے "جامع" میں حدیثیں روایت کی ہیں ان کی تعداد ہماری شمار کے مطابق

[1] ملخص از ابن ماجہ اور علم حدیث، بستان المحدثین، محدثین عظام ۱۲۔

۲۰۶ ہے۔ جنمیں سے ۱۴۱ حضرات کوفی ہیں۔

امام بخاری و مسلم کا امام ترمذی سے سماع حدیث...... اگرچہ امام ترمذی امام بخاری کے ارشد اور مایہ ناز تلامذہ میں سے ہیں تاہم یہ شرف ان کو بھی حاصل ہے کہ خود استاد نے ان سے حدیث کا سماع کیا ہے۔ چناچہ "ابواب التفسیر" "سورۃ الحشر" میں حسب ذیل روایات کو لکھ کر "حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن عن هارون بن معاويه عن حفص بن غياث عن حبيب بن عمره عن سعيد بن جبير عن النبی ﷺ مرسلا فرماتے ہیں۔" مجھ سے محمد بن اسماعیل نے یہ حدیث سنی ہے۔ اور "ابواب المناقب" میں حدیث "یاعلی لایحل لاحدان یجنب لی هذا المسجد غیر وغیرك" کے متعلق لکھا ہے۔ "وقد سمع محمد بن اسماعيل منی هذا الحديث۔" خود امام بخاری کو بھی اپنے لائق شاگرد پر ناز تھا۔ چنانچہ آپ نے امام ترمذی کے سامنے اس امر کا اعتراف ان الفاظ میں کیا تھا۔ "انتفعت بك اكثر مما انتفعت بی" [1] میں نے تم سے اس سے زیادہ نفع اٹھایا جتنا تم نے مجھ سے اٹھایا ہے۔

اسی طرح امام مسلم بھی گو امام ترمذی کے استاد ہیں لیکن ایک روایت صحیح مسلم میں بھی امام ترمذی سے مروی ہے اور وہ احصوا هلال شعبان لرمضان والی روایت ہے۔

اصحاب و تلامذہ...... بقول حافظ محمد موسیٰ بن علک "مات البخاری فلم يخلف بخراسان مثل ابی عيسى فی العلم والحفظ والورع والزهد۔" امام بخاری کے انتقال کے بعد امام ترمذی کے ہم پلہ خراسان میں کوئی محدث نہیں تھا۔ اس لئے ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی ان کے تلامذہ میں خراسان و ترکستان کے علاوہ دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں۔ چند ممتاز تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

ابو حامد احمد بن عبداللہ مروزی، ہیثم بن کلیب شاشی، ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب مروزی، احمد بن یوسف نسفی، عبد بن محمد بن نسفی، محمد بن محمود، داؤد بن نصر بن سہل بزدوی وغیرہ۔

قوت حافظہ...... حق تعالیٰ شانہ جب کسی سے کوئی کام لینا چاہتا ہے تو اس کے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے۔ امام ممدوح کو جس طرح اکابر محدثین سے استفادہ کا موقع ملا ویسے ہی خداداد قوت حفظ بھی عطا کی گئی۔ ابو سعید ادریسی فرماتے ہیں کہ امام ترمذی کی قوت حفظ بھی ضرب المثل تھی۔ ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ رجال کی سب ہی کتابوں میں مذکور ہے کہ انہوں نے ایک شیخ سے دو جزو کے بقدر بواسطہ حدیثیں سنیں اور قلمبند کی تھیں لیکن ابھی ان کو پڑھ کر سنانے کا موقعہ نہ ملا تھا حسن اتفاق مکہ مکرمہ کے راستے میں ان سے ملاقات ہو گئی تو ترمذی نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر قرات اجزاء کی درخواست کی۔ شیخ نے منظور کیا اور کہا، اجزاء نکال لو، میں پڑھتا ہوں تم مقابلہ کرتے جاؤ۔ ترمذی نے اجزاء تلاش کئے۔ مگر وہ ساتھ نہ تھے۔ بہت گھبرائے لیکن اس وقت ان کی سمجھ میں اس کے سوا اور کچھ نہ آیا کہ سادے، کاغذ کے دو اجزاء ہاتھ میں لے کر فرضی طور سے سننے میں مشغول ہو گئے۔ شیخ نے قرات شروع کی اور اتفاق سے ان کی نظر کاغذ پر پڑ گئی تو سادے نظر آئے۔ شیخ کو طیش آیا اور فرمایا "میرا مذاق بناتے ہو۔" ترمذی نے واقعہ بیان کیا اور کہا اگرچہ وہ اجزاء میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن لکھے ہوؤں سے زیادہ محفوظ ہیں۔ شیخ نے فرمایا اچھا سناؤ۔ ترمذی نے وہ تمام حدیثیں فرفر سنا دیں۔ شیخ کو خیال ہوا کہ شاید ان کو پہلے سے یاد تھیں اس لئے باور نہیں کیا ترمذی نے عرض کیا کہ آپ دوسری حدیثیں سنائیے اور امتحان لے لیجئے۔ شیخ نے اپنی خاص چالیس حدیثیں اور پڑھیں۔ ترمذی نے ان کو بھی فوراً صحت کے ساتھ دہرا لیا تب شیخ کو ان کے حفظ کا یقین ہوا اور نہایت متعجب ہوئے۔

زہد و تقویٰ...... امام ترمذی زہد و تورع اور خوف خدا اس درجہ کا رکھتے تھے کہ اس سے زیادہ کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ خوف الٰہی سے بکثرت روتے روتے آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔

---

[1] مولانا انور شاہ صاحب کشمیریؒ نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ جب ذہین شاگرد استاد سے سوال کرتا ہے تو اس کی نگاہ دیگر علوم کی طرف جاتی ہے۔ ۱۲

نور آور دبسینہ و ظلمت بر دز دل — آغاز صبح و آخر شہبا گریستن

رہے گا تو ہی جہاں میں یگانہ و یکتا — اتر گیا جو تیرے دل میں لاشریک لہ

بعض حضرات کی رائے ہے آپ مادر زاد نابینا تھے۔ لیکن حافظ ابن حجر نے اس کی تردید کی ہے۔

ابو عیسی کنیت کی کراہت...... ہم شروع میں بتا چکے ہیں کہ امام ترمذی کا نام محمد اور کنیت ابو عیسی ہے اور مصنف ابن ابی شیبہ اور ابوداؤد کی روایت میں ابو عیسی کنیت رکھنے کی کراہیت وارد ہے۔ کیونکہ حضرت عیسیؑ کے باپ نہ تھے، پھر آپ نے اس کنیت کو کیوں اختیار کیا۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ علماء نے اس کو خلاف اولی پر محمول کیا ہے مگر یہ چیز امام ترمذی کی جلالت شان سے بعید ہے۔ بعض حضرات نے یہ اعتذار کیا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شیبہ نے اپنی کنیت ابو عیسی رکھی تھی اور حضور ﷺ نے ان کو ابو عیسی کہہ کر پکارا ہے۔ اس سے عدم کراہت پر استدلال ہو سکتا ہے لیکن بستان المحدثین میں شاہ عبدالعزیز صاحب کا میلان کراہت ہی کی طرف ہے۔

وفات...... امام ترمذی کا انتقال مشہور [۱] روایت کے مطابق ۱۳ رجب ۲۷۹ھ میں شب دوشنبہ کو خاص ترمذ میں ہوا اور آپ نے ستر سال کی عمر پائی۔ سنہ وفات اور مدت عمر کو کسی نے اس شعر میں ظاہر کیا ہے۔

الترمذی محمد ذو زین — عطر وفاۃ عمرہ فی عین
۲۷۹ — ۷۰

تصانیف...... امام ترمذی نے بکثرت تصانیف کی ہیں۔ آپ کو فقہ اور تفسیر پر بھی کافی دستگاہ تھی جو ان کی سنن سے ظاہر ہے، ان کی مختلف کتابوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

(۱) الشمائل...... اس میں آپ نے چار سو حدیثیں جمع کی ہیں۔ یہ چھپن بابوں پر منقسم ہے۔ مختلف حضرات نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ جن میں ملا علی قاری کی جمع الوسائل اور شیخ ابراہیم بیجوری کی مواہب لدنیہ اور مولانا احمد علی صاحب کا حاشیہ زیادہ مقبول ہے۔ شیخ علیم الدین قنوجی کی درر الفضائل فی شرح الشمائل اور شیخ ابوالامداد ابراہیم اللقانی المالکی کی بہجۃ المحافل شرح الشمائل بھی اچھی شروح میں سے ہیں۔ دیگر شروح یہ ہیں: اشرف الوسائل از حافظ شہاب الدین احمد بن حجر مکی متوفی ۹۷۳ھ شرح حمائل عربی اور فارسی از شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح ابن جلال اللاری المتوفی ۹۷۹ھ۔ شرح شمائل از عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی متوفی ۹۴۳ھ۔ شرح شمائل از شیخ عبدالرؤف المناوی المتوفی ۱۰۳۱ھ۔

(۱) زہر الخمائل علی الشمائل۔
از علامہ جلال الدین سیوطی۔

(۲) العلل

اس موضوع پر آپ نے دو کتابیں لکھی ہیں ایک علل صغری جو مطبوع ہے اور ایک علل کبری، یہ بالکل نایاب ہے۔

(۳) المفرد

(۴) الزہد

(۵) الاسماء والکنی

(۶) کتاب التاریخ۔

اس کا تذکرہ ابن الندیم نے اپنی فہرست میں کیا ہے۔

(۷) جامع ترمذی

اس میں آپ نے امام ابوداؤد سجستانی اور امام بخاری دونوں کے طریقوں کو جمع کیا ہے۔ ایک طرف آپ نے احادیث احکام میں سے صرف ان احادیث کو لیا ہے جن پر فقہاء کا عمل رہا ہے۔ دوسری طرف اس کو صرف احکام کیلئے مختص نہیں کیا

[۱] وذکر السمعانی انہ مات فی ۲۷۵ھ۔

بلکہ امام بخاری کی طرح سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراط اور مناقب سب ابواب کی احادیث کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنادیا ہے اور پھر اس پر مستزاد یہ کہ علوم حدیث کی مختلف انواع کو اس میں اس طرح سمویا ہے کہ وہ علم حدیث کا بو قلموں زار بن گئی ہے۔ چنانچہ ابو جعفر بن الزبیر متوفی ۷۰۸ھ صحاح ستہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ
"امام ترمذی کو علم حدیث کے مختلف فنون کو جمع کرنے کے لحاظ سے جو امتیاز حاصل ہے اس میں کوئی اور ان کا شریک نہیں۔" قال ابن خلکان "صنف کتاب الجامع والعلل تصنیف رجل متقن وبه کان یضرب المثل
جامع ترمذی چودہ علوم پر مشتمل ہے...... حافظ ابن رشید متوفی ۷۲۲ھ نے ان فنون کی حسب ذیل تفصیل دی ہے۔
(۱) تبویب۔ (۲) بیان فقہ۔ (۳) علل احادیث و بیان صحیح وضعیف۔ (۴) بیان اسماء وکنی۔ (۵) جرح و تعدیل۔
(۶) جن سے حدیث نقل کی ہے ان کے متعلق یہ بتانا کہ ان میں سے کس نے آنحضرت ﷺ کو پایا ہے اور کس نے نہیں۔
(۷) راویان حدیث کا شمار اس تفصیل کے بعد حافظ موصوف لکھتے ہیں کہ یہ تو اس کتاب کے علوم کا اجمالی بیان ہے اور تفصیل میں جایا جائے تو اور بھی متعدد علوم ہیں۔
حافظ ابو الفتح بن سید الناس فرماتے ہیں کہ منجملہ ان علوم کو جو ترمذی کی کتاب میں موجود ہیں اور ابن رشید نے ان کو ذکر نہیں کیا یہ ہیں۔ (۸) بیان شذوذ۔ (۹) بیان موقوف۔ (۱۰) بیان مدرج، حافظ ابو بکر بن العربی متوفی ۷۵۴ھ صاحب "عارضۃ الاحوذی" کے بیان سے چار علوم کا اور اضافہ ہوتا ہے۔ (۱۱) بیان اسناد۔ (۱۲) متروک العمل روایات کی توضیح۔
(۱۳) احادیث کتاب کے رد و قبول کے بارے میں علماء کا جو اختلاف ہے اس کا بیان۔ (۱۴) حدیثوں کی توجیہ و تاویل کے سلسلہ میں علماء کے اختلاف آراء کا ذکر۔
ترمذی کی کتاب پر سنن و صحیح اور جامع کا اطلاق...... امام ترمذی کی کتاب آٹھ قسم کے مضامین پر مشتمل ہے جن کی تفصیل گزر چکی ہے۔ اس لئے اس کو جامع کہا جاتا ہے اور چونکہ ترتیب فقہی کے اعتبار سے بکثرت احکام کی حدیثیں لائے ہیں اس لئے اس پر سنن کا اطلاق بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ پہلے کتاب الطہارۃ لاتے ہیں۔ اس کے بعد کتاب الصلوٰۃ پھر زکوٰۃ وصوم وغیرہ۔
علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ حاکم نیشاپوری اور خطیب بغدادی نے بھی اسے "الجامع" کہا ہے۔ مگر ترمذی کو حاکم کا صحیح کہنا اور نسائی و ترمذی کو خطیب کا صحیح کہنا ان کے نزدیک تساہل ہے۔ مگر فی الواقع اس کو تساہل قرار دینا مناسب نہیں کیونکہ باعتبار اغلب صحیح کہا جاسکتا ہے۔ جیسے صحاح ستہ کہنا باعتبار اغلبیت ہے۔ نیز امام ترمذی خود بھی اس کو صحیح کہتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو بکر بن نقطہ بغدادی متوفی ۶۲۹ھ اپنی مشہور کتاب "التقید فی رواۃ الکتب والمسانید" میں خود امام ترمذی کی زبانی نا قل ہیں کہ "میں نے اس المسند الصحیح (یعنی کتاب الجامع) کو تصنیف کر کے علماء حجاز کے سامنے پیش کیا الخ۔"
جامع ترمذی بڑوں کی نگاہ میں...... حافظ ابو الفضل محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہرات میں شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ بن محمد انصاری صوفی متوفی ۴۸۱ھ سے امام ترمذی اور ان کی جامع کا ذکر آیا تو فرمانے لگے کہ ان کی کتاب میرے نزدیک بخاری و مسلم کی کتاب سے زیادہ نافع ہے۔ کیونکہ بخاری و مسلم کی کتابوں سے تو صرف عالم متبحر ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے لیکن ابو عیسیٰ کی کتاب سے ہر شخص مستفید ہو سکتا ہے۔
حافظ ابو الفتح بن سید الناس متوفی ۷۳۴ھ شرح ترمذی کے مقدمہ میں حافظ یوسف بن احمد سے نقل کرتے ہیں کہ امام عیسیٰ ایسے فضائل کے حامل ہیں کہ جن کو لکھا جاتا ہے، بیان کیا جاتا ہے اور سنا جاتا ہے۔ ان کی کتاب ان پانچ کتابوں میں داخل ہے جن کی قبولیت اور ان کے اصول کی صحت کے فیصلہ پر علماء و فقہاء اور اکابرین محدثین میں سے اہل حل وعقد اور ارباب فضل و دانش نے اتفاق کیا ہے۔
شیخ ابراہیم بجوری کا ہر طالب حدیث کیلئے یہ مشورہ ہے کہ الجامع الصیح کا مطالعہ کرنا چاہیئے کیونکہ کتاب حدیث و

فقہی فوائد اور سلف وخلف کے مذاہب کی جامع ہے۔ پس یہ مجتہد کیلئے کافی ہے اور مقلد کیلئے نیاز کرنے والی ہے۔ (ہمارے خیال میں مجتہد کیلئے تو کافی ہو سکتی ہے لیکن مقلد کیلئے کافی نہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ ترمذی کی جامع ان کی کتابوں میں سب سے بہتر تصنیف ہے بلکہ متعدد وجوہ سے جمیع کتب حدیث سے احسن ہے۔

ترمذی کی ثلاثیات...... اسناد کے لحاظ سے سب سے اونچا درجہ وحدانیات کا ہوتا ہے۔ جس میں روایت کنندہ اور نبی کریم ﷺ کے درمیان ایک واسطہ ہے۔ ائمہ اربعہ میں یہ شرف صرف امام ابو حنیفہؒ کو حاصل ہے۔ اس کے بعد ثنائیات کا درجہ ہے۔ جس میں دو واسطے ہوں۔ تیسرے نمبر پر ثلاثیات ہیں جن میں تین واسطے ہوں۔

امام ترمذی کی جامع مین ایک سو اکیاون عنوان کتب اور ہر کتاب کے تحت متعدد ابواب ہیں اور اس میں ایک روایت ثلاثی بھی ہے۔

ملا علی قاری کا تسامح...... ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں لکھا ہے کہ جامع ترمذی کو صحاح کے درمیان ایک خصوصیت یہ حاصل ہے کہ اس کی ایک حدیث ثنائی ہے اور وہ یہ ہے "یاتی علی الناس زمان الصابر فیھم علی دینہ کالقابض علی الجمر . فاسنادہ اقرب من اسنادی البخاری و مسلم و ابی داود فان لھم ثلاثیات۔"

امام ترمذی نے اس کو کتاب الفتن میں روایت کیا ہے۔ پوری اسناد یوں ہے۔ "حدثنا اسماعیل بن موسی الفزاری بن ابنت السدی الکوفی فاعمر بن شاکر عن انس بن مالک ؓ قال، قال رسول اللہ ﷺ الخ" میں حضور ﷺ تک تین واسطے ہیں۔ اسماعیل بن موسی، عمر بن شاکر اور انس بن مالک ؓ۔ پس اس کی سند ثلاثی ہوئی نہ کہ ثنائی۔ جامع ترمذی میں صرف یہی ایک روایت ثلاثی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی ثلاثی روایت نہیں ہے۔

جامع ترمذی کی کل احادیث معمول بہا ہیں...... امام ترمذی نے کتاب العلل میں یہ دعوی کیا ہے کہ میری اس کتاب کی کل احادیث معمول بہا ہیں اور ہر ایک پر اہل علم میں سے کسی نہ کسی کا عمل ضرور ہے۔ سوائے دو حدیثوں کے۔

(۱) حدیث ابن عباس ؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم جمع بین الظھر والعصر بالمدینۃ والمغرب والعشاء من غیر خوف ولا مطر ولا سفر۔

(۲) عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ

لیکن اگر دیکھا جائے تو ان دونوں حدیثوں پر بھی بعض اہل علم کا عمل ہے۔ حنفیہ حدیث اول کو جمع صوری پر اور حدیث ثانی کو سیاست پر محمول کرتے ہیں۔ اگر حاکم وقت مصلحت سمجھے تو چوتھی بار قتل بھی کر سکتا ہے۔ پس احناف کے یہاں ان دونوں پر عمل ممکن ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ امام ترمذی نے اپنی بہت سی احادیث مرویہ کو خود ضعیف کہا ہے۔ پھر بھی ان کے معمول بہا ہونے کا اعتراف اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ عمل بالحدیث کا مدار صرف قوت سند پر نہیں ہے اور یہی صحیح حقیقت بھی ہے۔

جامع ترمذی پر ابن جوزی کی بیجا تنقید...... علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے جامع ترمذی کی تیس احادیث کو موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن ابن جوزی نقد روایات میں متشدد قرار دیئے گئے ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے بہت سی ایسی احادیث کو موضوع کہہ دیا ہے جن کے موضوع ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ فی الواقع وہ ضعیف ہیں۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ ابن جوزی نے بہت سی قوی و حسن روایات کو بھی کتاب الموضوعات میں داخل کر لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ابن جوزی کا ہر حدیث کے متعلق وضع کا فیصلہ بے جا ہے۔ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب "القول الحسن فی الذب عن السنن" میں ان سب کا جواب دیا ہے۔

بعض اہل الکوفہ کا مصداق...... شیخ سراج لکھتے ہیں کہ امام ترمذی نے جہاں کہیں اہل کوفہ کا تذکرہ کیا ہے اس سے مراد امام ابو حنیفہ ہیں اور ایسا امام صاحب کی شان میں غایت تعصب سے کیا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی یہی فرمایا ہے کہ امام

ترمذی کو ائمہ مجتہدین کے ساتھ ایک طرح کا تعصب تھا۔ خصوصاً امام اعظم ابو حنیفہ کی ذات گرامی سے، اس لئے انہوں نے امام صاحب اور ان کے تلانذہ کی طرف "بعض اہل الکوفہ" سے اشارہ کیا ہے اور امام صاحب کے اسم شریف کو کہیں کتاب میں صراحۃ ذکر نہیں کیا۔

ان حضرات کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ "بعض اہل الکوفہ" سے حنفیہ بھی مراد ہوتے ہیں۔ حالانکہ یہ کلیہ نہیں ہے کبھی اس کا اطلاق دوسرے علماء کوفہ پر بھی کیا ہے۔ جیسے "باب ماجاء لنہ یبداء بمو خرالراس" کے تحت میں فرماتے ہیں۔
"قد ذهب اهل الكوفةالى هذا الحديث منهم وكيع بن الجراح۔"

حضرت مولانا انور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام ترمذی کو امام صاحب کا مسلک کبھی قابل اعتماد سند سے نہیں پہنچا تھا۔ جیساکہ زعفرانی کے واسطے سے امام شافعی کا قول قدیم پہنچا۔

امام ترمذی کے نزدیک امام اعظم کی شخصیت مسلم ہے...... چنانچہ امام ترمذی نے کتاب العلل میں امام صاحب سے ایک روایت نقل کی ہے جو مصری نسخہ میں موجود ہے اور حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ البتہ موجود متداول و مطبوعہ نسخوں سے غائب ہے جو معاندین کے حذف والحاق کی خطرناک پالیسی کا نتیجہ ہے روایت یہ ہے۔
"حدثنا محمود بن غيلان حدثنا ابويحى الحمانى قال سمعت اباحنيفه يقول مارأيت اكذب من جابرالجعفى ولا افضل من عطاء بن ابى رباح ۔"

اس روایت کا تعلق رجال کی جرح و تعدیل سے ہے اور امام ترمذی نے اس کو سند کے طور پر نقل کیا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ امام ممدوح کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا شمار ان ائمہ میں ہے جن کے قول سے جرح و تعدیل کے باب میں سند پکڑی جاتی ہے۔

جامع ترمذی کے رواۃ...... حافظ ابو جعفر بن الزبیر نے اپنے برنامج میں تصریح کی ہے کہ اس کتاب کو امام ترمذی سے حسب ذیل حضرات نے روایت کیا ہے۔

(۱) ابو العباس محمد بن احمد بن محبوب۔

(۲) حافظ ابو سعید ہیثم بن کلیب شاشی متوفی ۳۳۵ھ، صاحب ہدایہ نے جامع ترمذی کو ان ہی کے طریق سے روایت کیا ہے۔

(۳) ابوذر محمد بن ابراہیم۔

(۴) ابو محمد حسین بن ابراہیم قطان

(۵) ابو حامد احمد بن عبداللہ تاجر

(۶) ابوالحسن واذری

جامع ترمذی کی شروح...... اس کی اہمیت و افادیت کے پیش نظر علماء محدثین نے اس کے ساتھ پورا اعتناء کیا اور اس کی متعدد شروح و حواشی لکھے چند مشہور و متداول شروح و حواشی یہ ہیں۔

(۱) عارضۃ الاحوذی۔

از حافظ ابو بکر بن العربی مالکی متوفی ۵۴۶ھ

(۲) قوت المغتذی۔

از علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ

(۳) شرح ترمذی۔

از ابو الطیب مدنی متوفی ۱۱۰۹ھ
(۴) شرح ترمذی۔
از شیخ سراج احمد سرہندی۔ یہ چاروں شرحیں یکجا "شروح اربعہ" کے نام سے بھی چھپی ہیں مگر صرف دو ہی جلدیں طبع ہو سکیں۔
(۵) نفع قوت المغتذی۔
علامہ دمنتی نے قوت المغتذی کی تلخیص کی ہے جو کتاب کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔
(۶) شرح ترمذی۔
از حافظ ابو الفتح محمد بن محمد بن سید الناس شافعی متوفی ۷۳۴ھ اس کا مکمل نسخہ مدینہ منورہ کے کتب خانے میں موجود ہے۔
(۷) شرح ترمذی۔
از شیخ زین الدین عبد الرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلی متوفی ۷۹۵ھ
(۸) شرح ترمذی۔
از شیخ سراج الدین عمر بن رسلان البلقینی الشافعی متوفی ۸۰۵ھ
(۹) شرح زوائد ترمذی
از شیخ سراج الدین عمر بن رسلان
(۱۰) حاشیہ شیخ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الهادی السندی الحنفی متوفی ۱۱۳۸ھ
(۱۱) تحفۃ الاحوذی از مولانا عبد الرحمٰن صاحب مبارک پوری۔ اس کے مقدمہ میں بہت سی مفید معلومات ہیں۔
(۱۲) العرف الشذی مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے افادات ان کے شاگرد نے جمع کئے ہیں۔
(۱۳) معارف السنن
مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مد ظلہ حضرت شاہ صاحبؒ کے افادیت کی روشنی میں نہایت محققانہ شرح تصنیف فرمارہے ہیں۔ ابھی صرف چار جلدیں طبع ہوئی ہیں۔
(۱۴) الکوکب الدری حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی متوفی ۱۳۲۳ھ کے افادات ہیں جن کو حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی نے مرتب کیا تھا۔ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مد ظلہ شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارن پور کے حواشی کے ساتھ دو جلدوں میں چھپی ہوئی ہے۔[1]

(۲۰) امام نسائیؒ

نام و نسب...... احمد نام، ابو عبد الرحمٰن کنیت۔ والد کا نام شعیب ہے۔ پورا نسب یوں ہے احمد بن شعیب بن علی بن بحرین سنان بن دینار النسائی۔ خراسان اور ماوراء النہر کا علاقہ ہمیشہ سے علم و فن اور ارباب کمال کا مرکز رہا ہے۔ تاریخ اسلام کے سینکڑوں نامور فضلاء اس خاک سے اٹھے ہیں۔ امام نسائی بھی اسی زرخیز خاک پاک کے ایک مایہ ناز فرزند تھے۔
تحقیق نساء...... نسائی نساء کی طرف نسبت ہے۔ کبھی عرب لوگ ہمزہ کو واؤ سے بدل کر نسبت میں نسوی بھی کہا کرتے ہیں اور قیاس کے مطابق بھی یہی ہونا چاہیئے لیکن مشہور نسائی ہی ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ یہ نساء کی طرف نسبت ہے۔ جس میں نون و سین دونوں مفتوح ہیں اور اس کے بعد ہمزہ مکسور واقع ہے۔ یہ سرخس کے قریب خراسان کا ایک مشہور شہر ہے جس کو

[1] ملخص از ابن ماجہ اور علم حدیث۔ بستان المحدثین۔ محدثین عظام، ابن خلکان، کشف۔ ۱۵

فیروز بن یزدجرد نے آباد کیا تھا۔ یہاں بہت سے ارباب فن پیدا ہوئے ہیں۔ نسائی ہمزہ کے مد اور قصر دونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔

سنہ پیدائش...... امام نسائی ۲۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ بعض نے آپ کا سن پیدائش ۲۱۴ھ بتایا ہے مگر "تہذیب" میں خود امام نسائی کی زبانی منقول ہے۔ "یشبہ ان یکون مولدی فی سنۃ ۲۱۵ھ" اندازہ ہے میری پیدائش ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

تحصیل علم...... آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے شیوخ سے حاصل کی۔ اس کے بعد ۲۳۰ھ میں سب سے پہلے قتیبہ بن سعید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔ "رحل الی قیتبہ ولہ خس عشرۃ سنت و شھرین" سب سے پہلے امام قتیبہ کی خدمت میں سفر کر کے گئے جبکہ عمر شریف پندرہ سال کی تھی اور ان کے پاس ایک سال دو ماہ قیام رہا۔ اس کے بعد دوسرے شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیا۔ دنیائے اسلام کے مختلف حصوں کا سفر کیا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے خراسان، عراق، حجاز، جزیرہ، شام اور مصر وغیرہ بہت سے شہروں کے اکابر، شیوخ و اساتذہ سے استفادہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے مصر کو اپنے علوم کی نشر و اشاعت کا مرکز بنالیا۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ مصر میں مستقل طور پر سکونت اختیار کی۔ ان کی تصانیف اسی اطراف میں پھیلیں اور بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا اور حدیث کی روایت کی۔ پھر آخر میں ماہ ذیقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر سے دمشق آگئے۔

شیوخ و اساتذہ...... ان کے شیوخ و اساتذہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ بیشمار مخلوق سے حدیث کا سماع کیا۔ اسحاق بن راہویہ، محمد بن نصر، علی بن حجر، یونس بن عبدالاعلی، محمد بن بشار، امام ابوداود سجستانی وغیرہ ان کے شیوخ میں داخل ہیں۔ حافظ ابن حجر نے امام بخاری کو بھی ان کے اساتذہ میں شمار کیا ہے۔ ابوزرعہ رازی اور ابوحاتم سے بھی روایت کرنا ثابت ہے۔

اصحاب و تلامذہ...... ان کے تلامذہ میں دنیائے اسلام کے مختلف گوشوں کے آدمی ملتے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے ان کے تلامذہ کی ایک طویل فہرست نقل کرنے کے بعد لکھا ہے "وامم لایحصون" چند مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں۔ امام نسائی کے صاحبزادے عبدالکریم، ابوبکر بن احمد ابن السنی، ابوعلی حسن بن خضر اسیوطی، حسن بن الطبق عکسری، ابوالقاسم حمزہ بن محمد بن علی کنانی، ابوالحسن محمد بن عبداللہ، محمد بن معاویہ، محمد بن قاسم اندلسی، علی بن جعفر الطحادی، احمد بن محمد بن مہندس، ابوبشر دولابی وغیرہ۔

زہد و تقوی...... امام نسائی زہد و تقوی میں یکتائے روزگار تھے۔ صوم داودی پر ہمیشہ عمل پیرا رہتے تھے۔ یعنی ایک روز روزہ رکھتے تھے اور دوسرے روز افطار کرتے تھے۔ حافظ محمد بن مظفر فرماتے ہیں کہ میں نے مصر میں اپنے مشائخ سے سنا ہے وہ بیان کرتے تھے کہ امام نسائی کے دن رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزرتا تھا اور اکثر حج بیت اللہ کیا کرتے تھے۔

خیالك فی عینی وذکرك فی فمی وحبك فی قلبی فاین تطیب

شجاعت و بہادری...... امام نسائی بہت شجاع اور بڑے بہادر حق گوئی و بیباکی میں بہت آگے تھے جو مردان خدا کا ہمیشہ سے عام شعار رہا ہے۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی (اقبال)

(جہاد کا جذبہ بھی تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ امیر مصر کے ساتھ جہاد میں شرکت بھی کی۔

عام حالات زندگی...... امام نسائی نے سنت نبویہ کو قائم کیا۔ تاشہادت ان کی زندگی اسی پر قائم رہی۔ سنت کی اشاعت اور بدعت سے نفرت پر ان کی شہادت کا واقعہ خود ایک واضح دلیل ہے۔ بادشاہوں کی مجالس سے آپ نے ہمیشہ گریز کیا۔ اس کے باوجود کھانے پینے میں ہمیشہ کشادہ دست رہے۔ بہترین غذائیں کھاتے، مرغ خرید کر پالتے اور خوب فربہ کر کے کھاتے تھے۔ حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ روزانہ مرغ کھانے کے بعد نبیذ (شربت) پیتے تھے۔ آپ کے نکاح میں چار بیویاں تھیں

اور ہر ایک کے پاس ایک شب رہتے تھے۔ان کے علاوہ لونڈیاں بھی تھیں لیکن آپ کی اولاد میں صرف صاحبزادہ عبد الکریم کا نام معلوم ہوسکا۔

حلیہ مبارک...... قدرت نے جس طرح امام نسائی کو معنوی اور باطنی محاسن عطا کرنے میں فیاضی سے کام لیا تھا اسی طرح ان کو حسن ظاہری کی دولت بھی بافراط عطا کی گئی تھی۔ بڑے وجیہ و شکیل تھے۔ چہرہ نہایت پر شکوہ اور روشن تھا۔ رنگ نہایت سرخ وسفید تھا۔ یہاں تک کہ بڑھاپے میں بھی حسن وتروتازگی میں فرق نہیں آیا تھا۔ لباس نہایت نفیس اور قیمتی زیب تن فرماتے تھے۔

علماء ومعاصرین کا اعتراف...... حافظ ابن حجر، علامہ ذہبی اور ابن کثیر وغیرہ نے بہت سے اہل علم کے اقوال نقل کئے ہیں جنہوں نے امام نسائی کی رفعت شان اور فضل وکمال کا اعتراف کیا ہے۔ مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں حدیث کے امام تھے۔ ابو سعید عبد الرحمٰن نے اپنی تاریخ مصر میں لکھا ہے کہ "آپ حدیث میں امام، ثقہ، معتبر اور حافظ تھے۔" امام دار قطنی فرماتے ہیں کہ "اپنے زمانہ کے تمام محدثین سے (شیخین کے بعد) بلند اور اونچے تھے۔" حاکم کہتے ہیں کہ میں نے دار قطنی سے یہ سنا ہے کہ امام نسائی جرح رواۃ، فن حدیث، فن تنقید اور احتیاط میں اپنے معاصرین سے کہیں فائق تھے۔" ابن الحداد شافعی فرماتے ہیں کہ میں اپنے اور اللہ کے مابین امام نسائی کو واسطہ بنا چکا ہوں۔

ناقدین فن کے نزدیک امام نسائی کا مقام...... ناقدین فن کے نزدیک جلالت علمی کے اعتبار سے امام نسائی کا پایہ امام مسلم سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں رقم طراز ہیں۔ "فن رجال میں ماہرین فن کی ایک جماعت نے ان کو امام مسلم بن الحجاج پر بھی فوقیت دی ہے اور دار قطنی وغیرہ نے ان کو اس فن میں اور دیگر علوم حدیث میں امام الائمہ ابو بکر بن خزیمہ صاحب الصحیح پر بھی فوقیت دی ہے۔"

حافظ شمس الدین ذہبی سیر اعلام النبلاء میں امام نسائی کے ترجمہ میں فرماتے ہیں کہ "یہ مسلم، ترمذی اور ابوداؤد سے حدیث، علل حدیث اور علم الرجال میں زیادہ ماہر ہیں اور بخاری وابوزرعہ کے ہمسر ہیں۔"

علامہ تاج الدین سبکی طبقات الشافعیۃ الکبری میں لکھتے ہیں۔ "میں نے اپنے شیخ حافظ ابو عبد اللہ ذہبی سے سوال کیا کہ آیا مسلم بن الحجاج حدیث کے زیادہ حافظ ہیں یا امام نسائی۔ فرمایا امام نسائی۔ پھر شیخ (حافظ تقی الدین سبکی) سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے اس سے موافقت کی۔"

امام نسائی کا مسلک...... دیگر محدثین کی طرح امام نسائی کے فقہی مسلک کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔ شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں کہ "آپ شافعی المذہب تھے۔ جیسا کہ آپ کے مناسک سے پتہ چلتا ہے۔"

نواب صدیق حسن خاں نے بھی شاہ صاحب کی تائید کرتے ہوئے امام نسائی کو شوافع میں شمار کیا ہے اور شاہ ولی اللہ صاحب کے نزدیک بھی ان کا انتساب مسلک شافعی کی جانب مناسب ہے۔ لیکن فیض الباری میں حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کا قول ہے کہ کچھ لوگوں نے امام ابوداؤد اور امام نسائی کو شافعی کہا ہے، لیکن حق یہ ہے کہ یہ حضرات حنبلی تھے۔ حافظ ابن تیمیہ نے اس کی تصریح کی ہے۔ امام نسائی کی سنن کے مطالعہ سے بھی ان کا حنبلی ہونا ظاہر ہے۔ مثال کے طور پر امام احمد کے نزدیک جمعہ کی نماز قبل الزوال جائز ہے۔ چنانچہ امام نسائی نے "باب وقت الجمعۃ" ترجمہ قائم کر کے وہی روایات نقل کی ہیں۔ جن سے حنابلہ کا استدلال ہے اور جمہور ائمہ ثلاثہ کی دلیل حضرت انس ﷺ کی صریح روایت "کان یصلی الجمعۃ حین تمیل الشمس" کو ترک کر دیا ہے۔

اسی طرح جمہور کے نزدیک شوہر وبیوی ایک ساتھ غسل جنابت کر رہے ہوں تو دونوں کا غسل بالاتفاق ہو جائے گا۔ لیکن اگر عورت مرد سے پہلے غسل کرے تو اس کے غسل سے بچے ہوئے پانی سے شوہر کو غسل کرنا امام احمد کے نزدیک ناجائز ہے اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک جائز ہے۔ امام نسائی نے "باب اغتسال الرجل والمراۃ من اناء واحد" ترجمہ قائم کر کے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو نقل کیا ہے۔ جس سے ان کا حضور ﷺ کے ساتھ غسل کرنا ثابت ہے اس کے بعد دوسرا ترجمہ "باب الرخصة فی ذلك" قائم کیا جو فی الواقع جمہور کا متدل بیان کرنے کیلئے لیکن یہاں جو روایت نقل کی ہے، وہ جمہور کے مسلک پر صحیح دلالت نہیں کرتی۔ حالانکہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی مشہور روایت جمہور کا متدل ہے۔ اس کو امام نسائی نے اس باب میں ترک کر دیا ہے۔

امام نسائی پر تشیع کا شبہ غلط ہے...... ملک شام میں خارجیت کا زور تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین بڑی تعداد میں موجود تھے۔ اس لئے امام نسائی نے کتاب "خصائص علی" لکھی تا کہ لوگوں کو اس کے ذریعہ ہدایت ہو اور آپ نے برملا حق کا اظہار کیا۔ اس پر لوگوں نے تشیع کا الزام لگادیا۔ پھر ناقلین اس کو نقل کرتے چلے گئے۔ چنانچہ ابن خلکان کے الفاظ میں "کان یتشیع" ابن کثیر لکھتے ہیں۔ فیه شئی من التشیع "مگر یہ چیز سراسر غلط اور کذب محض ہے۔ کیونکہ اس کے بعد آپ نے فضائل صحابہ پر ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی جس سے خود بخود تشیع کا شبہ بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔ نیز آپ کی سنن سے یہ حقیقت بالکل واشگاف ہو جاتی ہے کہ خلفاء راشدین میں امام نسائی اسی ترتیب کے قائل ہیں جو جمہور اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔

امام نسائی پر دور ابتلاء......

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزار ہستی میں تو کانٹوں میں الجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے (اقبال)

امام نسائی کو مصر میں جو شہرت و عظمت اور مقبولیت حاصل ہوئی اس کی بناء پر حاسدین حسد کرنے لگے۔ اس لئے آپ نے ذیقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر کو خیرباد کہا اور وہاں سے فلسطین کے ایک مقام رملہ آگئے۔ چونکہ شام میں بنی امیہ کی طویل حکومت کے سبب سے خارجیت و ناصبیت کا زور تھا۔ عوام حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بدگمان تھے، اس لئے آپ دمشق تشریف لے گئے اور جامع دمشق میں ممبر پر چڑھ کر کتاب خصائص علی رضی اللہ عنہ سنانی شروع کی۔ ابھی تھوڑی ہی سی پڑھی تھی کہ کسی سائل نے سوال کیا آپ نے امیر معاویہ کے فضائل پر بھی کوئی کتاب لکھی ہے۔ آپ نے فرمایا معاویہ کے لئے یہی کافی ہے کہ برابر سرابر چھوٹ جائیں۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مجھے ان کے مناقب میں بجز اس حدیث کے "لا اشبع الله بطنه" اور کوئی حدیث نہیں پہنچی۔ اس پر عوام نے مشتعل ہو کر زدوکوب شروع کر دی، امام صاحب کے نازک مقام پر سخت چوٹیں آئیں جن کے سبب سے امام صاحب نیم جاں ہو گئے۔

در رہ حق کشیدہ اند بلا این بلا شد سبب بقرب ولا

اسی حالت میں لوگ آپ کو مکان پر لائے امام صاحب نے فرمایا کہ مجھ کو مکہ مکرمہ لے چلو تا کہ میرا انتقال مکہ معظمہ میں ہو۔

وفات...... کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۱۳ صفر ۳۰۳ھ میں پیر کے دن مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی اور وہاں صفا و مروہ کے درمیان دفن کئے گئے۔

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار (اقبال)

دوسری روایت یہ ہے کہ مکہ معظمہ جاتے ہوئے راستہ میں بمقام شہر رملہ (فلسطین) انتقال ہوا۔ پھر وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظمہ پہنچائی گئی۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ۸۸ سال کی تھی۔

تصانیف...... امام نسائی نے مختلف موضوع پر کتابیں لکھی ہیں۔ جن کتابوں کے نام معلوم ہو سکے وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) السنن الکبری۔

یہ ابو بکر محمد بن معاویہ معروف بابن الاحمر کی روایت سے مروی ہے۔

(۲) کتاب الضعفاء والمتروکین۔

اس میں آپ نے بہت سے ثقہ ائمہ حدیث و فقہ کو بھی ضعیف کہہ دیا ہے۔ کچھ تو امام نسائی کے مزاج میں تشدد زیادہ تھا اور کچھ مزاج میں تعصبی رنگ تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امام نسائی کے نقد رجال میں تشدد سے فائدہ اٹھا کر دوسرے لوگوں نے الحاقی عبارتوں کا اضافہ کر دیا ہو جیسا کہ میزان الاعتدال میں امام صاحب کا ذکر الحاقی ہے۔

(۳) کتاب الجمعہ۔

اس کا تذکرہ شاہ عبد العزیز صاحب نے کیا ہے۔

(۴) عمل الیوم واللیلۃ۔

مشہور تصنیف ہے اور مطبوعہ ہے۔

(۵) کتاب المدلسین

(۶) کتاب الاسماء والکنی

(۷) مسند علی

(۸) مسند منصور بن زاذان

(۹) خصائص علی۔

جس کی وجہ سے آپ پر تشیع کا الزام لگایا گیا تھا۔

(۱۰) السنن الصغری جو مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے۔

(۱۱) اغراب شعبہ علی سفیان وسفیان علی شعبہ

سنن نسائی...... اس میں آپ نے امام بخاری و مسلم کی طرح صرف صحیح الاسناد روایات ہی کو لیا ہے۔ آپ کی یہ تصنیف بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کو جامع سمجھی جاتی ہے اور علل حدیث کا بیان اس پر متزاد ہے۔ اس کے ساتھ حسن ترتیب اور جودت تالیف میں بھی ممتاز ہے۔ چنانچہ حافظ ابو عبداللہ بن رشید متوفی ۷۲۱ھ فرماتے ہیں کہ

یہ کتاب علم سنن میں جس قدر کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان سب میں تصنیف کے لحاظ سے انوکھی اور ترتیب کے اعتبار سے بہترین ہے اور یہ بخاری و مسلم دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔ نیز علل حدیث کے بھی ایک خاص حصے کا اس میں بیان آگیا ہے۔

تالیف سنن...... حضرت شاہ عبد العزیز صاحب فرماتے ہیں کہ امام نسائی جب "سنن کبری" کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو امیر رملہ کی خدمت میں پیش کیا۔ امیر موصوف نے امام ممدوح سے دریافت کیا کہ اس میں جو کچھ ہے وہ صحیح ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں! اس پر امیر نے فرمائش کی کہ میرے لئے صرف صحیح روایات کو جمع کر دیجئے تو امام نسائی نے ان کیلئے سنن صغری تصنیف کی جو مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے اور صحاح ستہ میں داخل ہے۔

لفظ مجتبیٰ تاء فوقانیہ کے بعد باء موحدہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے۔ بعض نے بجائے باء کے نون سے پڑھا ہے۔ مجتبیٰ اجتباء سے ہے جس کے معنی انتخاب اور برگزیدہ کرنے کے ہیں اور مجتبیٰ اجتباء ہے جس کے معنی درخت سے پختہ میوہ چننے کے ہیں۔ مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر علامہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے اور ملا علی قاری نے بھی اس کو مرقاۃ شرح مشکوۃ میں سید جمال الدین کے حوالے سے نقل کیا ہے۔

سنن نسائی کے بارے میں حافظ ذہبی کی رائے...... لیکن علامہ ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء" میں امام نسائی کے ترجمہ میں اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں بلکہ مجتبیٰ ابن السنی کا اختصار ہے۔ جو نسائی کے شاگرد ہیں۔

مولانا عبد الرشید نعمانی کی رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ بالفعل جو کتاب سنن نسائی کے نام سے ہمارے

یہاں داخل درس ہے وہ دراصل امام موصوف کی تصنیف نہیں بلکہ ان کی کتاب کا اختصار ہے۔ جو ان کے نامور شاگرد حافظ ابو بکر بن السنی کے قلم کا مرہون منت ہے اس مختصر کا نام المجتبیٰ ہے اور اس کو سنن صغری بھی کہا جاتا ہے۔ مگر امام نسائی کا خود اپنا بیان جس کو ان کے شاگرد ابن الاحمر نے نقل کیا ہے کہ "کتاب السنن ای الکبری کله صحیح وبعضه معلوم الا انه یبینه والمنتخب المسمی بالمجتبی صحیح "پوری کتاب السنن (الکبری) کا بیشتر حصہ صحیح ہے اور بعض حدیثیں معلول ہیں تو ان کی علت کو بیان کر دیا اور اس کا انتخاب جو المجتبیٰ کے نام سے موسوم ہے وہ تمام تر صحیح ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنن کبری کا اختصار ابن السنی نے امام نسائی کے زیر نگرانی رہ کر کیا ہے۔

فی الیانع الجنی یمکن حملها علی ان یکون ابن السنی باشر اختصار رها بامر النسائی فلنحمل علیه هذه الروایته ولا یجترء اعلی شق عصا الجماعة بقول محتمل۔"

امام اعظم اور امام نسائی...... حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ حافظ ابو الشیخ ابن حیان نے اپنی کتاب السنۃ میں اور ابن عدی نے اپنی تاریخ کامل میں اور خطیب نے تاریخ بغداد میں اور ان سے پہلے دوسرے لوگوں نے جیسے ابن شیبہ نے مصنف میں اور امام بخاری و نسائی نے ائمہ مجتہدین کے بارے میں جو کلام کیا ہے میں ان ائمہ کو اعتراضات سے برتر سمجھتا ہوں، کیونکہ ان کے مقاصد نہایت اعلی تھے۔ اس لئے ان معترضین کی پیروی سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

جب امام نسائی مصر آئے تو وہاں امام طحاوی سے مذاکرے رہے۔ شاید اسی زمانہ میں ایک روایت امام اعظم سے بھی کی ہے اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام نسائی نے امام ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ پر جو نقد کیا تھا اس سے رجوع کر لیا تھا۔ اس واسطے کہ اگر امام نسائی کے نزدیک امام اعظم حدیث میں قوی نہیں تھے کثیر الغلط تھے (جیسا کہ یہ الفاظ ان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں) تو سنن نسائی میں امام صاحب سے روایت کرنے کے کیا معنی روایت کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ وہ امام صاحب کو قوی فی الحدیث اور ثقہ سمجھتے ہیں۔ روایت یہ ہے

"حدثنا علی بن حجر ثنا عیسی هو ابن یونس عن النعمان یعنی اباحنیفته عن عاصم بن ابی رزین عن ابن عباس رضی الله تعالی عنهما لیس علی من اتی بهیمته حد۔"

یہ حدیث ابن السنی کی روایت میں نہیں ہے لیکن ابن الاحمر، ابو علی سیوطی اور مغاربہ کے نسخوں میں موجود ہے۔

سنن نسائی کی طویل السند حدیث...... سنن نسائی میں "الفضل فی قراة قل هوالله احد" کے ذیل میں ایک عشاری (دس واسطوں والی حدیث ہے اور یہ ہے۔ "اخبرنا محمد بن بشر حدثنا عبدالرحمن حدثنا زائده عن منصور عن هلال بن یساف عن ربیع بن خیثم عن عمرو بن میمون عن ابی لیلی عن امراة عن ایوب عن النبی صلی الله علیه سلم قال قل هوالله احد ثلث القرآن۔" امام نسائی فرماتے ہیں ما اعرف اسنادا اطول من ہذا۔"

راویان سنن نسائی...... امام نسائی سے ان کی کتاب السنن کو جن حضرات نے روایت کیا ہے ان کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں۔

(۱) امام ممدوح کے صاحبزادہ عبدالکریم۔
(۲) حافظ ابو بکر احمد بن محمد بن اسحاق الدینوری معروف بابن السنی متوفی ۳۶۴
(۳) ابو علی حسن بن خضر اسیوطی
(۴) حسن بن رشیق عسکری
(۵) حافظ ابو القاسم حمزہ بن محمد علی کنانی متوفی ۳۵۷ھ
(۶) ابو الحسن محمد بن عبد اللہ بن زکریا حبویہ
(۷) محمد بن معاویہ بن الاحمر

(۸) ابو عبد اللہ محمد بن قاسم بن محمد بن قاسم بنائی، اموی، قرطبی متوفی ۳۲۸ھ

(۹) امام احمد بن محمد بن المہندس

(۱۰) امام ابو الحسن علی بن احمد طحاوی متوفی ۳۵۱ھ۔ اکابر فقہاء حنفیہ میں سے ہیں اور بڑے پایہ کے محدث گزرے ہیں۔ یہ مشہور امام وقت ابو جعفر طحاوی کے صاحبزادہ ہیں جن کی شرح معانی الآثار بے مثل کتاب ہے۔

شروح و تعلیقات...... سنن نسائی باتفاق علماء صحاح ستہ کا ایک فرد ہے۔ مگر افسوس کہ اس کی شروح کی طرف علماء نے وہ توجہ نہیں کی جو دیگر کتب کی طرف کی گئی چھ صدی گزرنے کے بعد جلال الدین سیوطی نے اس پر ایک تعلیق لکھی جس کا نام زہر الربی علی المجتبی ہے۔ مصنف کے دیگر تعلقیات کی طرح یہ تعلیق بھی بہت سی خوبیوں کی حامل ہے۔ دوسری تعلیق یا حاشیہ شیخ ابو الحسن نور الدین محمد بن عبد الہادی سندھی متوفی ۱۱۳۸ھ کا ہے۔ یہ سیوطی کی تعلیق سے زیادہ مفصل ہے اس میں متن کے ضروری مقامات کا حل اور اعراب کی تحقیق اور الفاظ غریبہ کی تشریح کی گئی ہے۔ تیسری شرح ابو حفص سراج عمر بن علی بن محمد معروف بابن الملقن متوفی ۸۰۴ھ کی ہے۔ انہوں نے صحاح کی شروح لکھی ہیں۔ اس سلسلہ میں انہوں نے زوائد النسائی علی الاربعہ کی ایک جلد مرتب کی جس میں سنن نسائی کی ان احادیث کی شرح کی ہے جو بخاری، مسلم، ترمذی اور ابوداؤد میں نہیں ہیں۔ مگر یہ نایاب ہے۔

چوتھے حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور کی تعلیق ہے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب وغیرہم کی افادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں مشکل مقامات کا حل، اغلاط طباعت کی تصحیح اور امام نسائی کے قول "ھذا منکر وھذا صواب" پر محققانہ بحث اور اس کتاب کی خصوصیات و تراجم پر سیر حاصل کلام کیا گیا ہے۔ افسوس کہ یہ بھی ہنوز زیور طبع سے روشناس نہ ہو سکی۔ [1]

(۲۱) امام طحاویؒ

نام و نسب

احمد نام، ابو جعفر کنیت، ازدی، طحاوی نسبت اور والد کا نام محمد ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ۔ یہاں تک جمہور محدثین و مورخین کا اتفاق ہے۔ مورخ ابن خلکان نے سلمہ کے والد عبد الملک کی اور حافظ بن عساکر نے عبد الملک کے والد سلمہ اور ان کے دادا سلیم کی بھی تصریح کی ہے۔ مسلمہ بن قاسم قرطبی نے انکے بعد کچھ اور پشتوں کا تذکرہ کیا ہے۔ پورے کو ملا کر سلسلہ نسب کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبد الملک بن سلمہ بن سلیم بن سلیمان بن جواب الازدی الحجری المصری الحنفی۔ ازد یمن کا ایک طویل الذیل قبیلہ ہے اور حجر اس کی ایک شاخ ہے۔ ایک دوسرے قبیلہ ازد شنورہ سے ممتاز کرنے کیلئے ازد حجر بولا جاتا ہے۔ چونکہ امام طحاوی کا تعلق یمن کے مشہور قبیلہ ازد کی شاخ حجر سے تھا اس لئے اس کی طرف منسوب ہو کر ازدی حجری کہلاتے ہیں۔ نیز آپ کے آباؤ اجداد فتح اسلام کے بعد مصر میں فروکش ہو گئے تھے۔ اس لئے مصری بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کے والد عالم اور دیندار آدمی تھے۔ طحاوی نے ان سے سماعت بھی کی ہے۔ جس سال طحاوی کے ماموں اسماعیل مزنی کا وصال ہوا یعنی ۲۶۴ھ میں اسی سال ان کے والد نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔

تحقیق طحا...... طحاء، صعید مصر کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔ جس کی طرف منسوب ہو کر طحاوی کہلاتے ہیں۔ اکثر مصنفین نے یہی کہا ہے۔ لیکن صاحب معجم البلدان کی تحقیق یہ ہے کہ امام موصوف طحا کے باشندے نہیں تھے بلکہ اس کے قریب ہی ایک مختصر سی آبادی جو تقریبا دس مکانات پر مشتمل تھی جس کو طحطوط کہتے ہیں اس کو امام صاحب کے وطن

[1] ملخص از ابن ماجہ اور علم حدیث، بستان المحدثین، محدثین عظام، ابن خلکان، کشف الظنون۔

عزیز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ مگر آپ نے طحطوطی نسبت کو پسند نہیں فرمایا بلکہ اپنے وطن سے قریبی آبادی طحا کی طرف نسبت کی۔ علامہ سیوطی نے بھی "لب اللباب فی تحریر الانساب" میں یہی ذکر کیا ہے۔

سنہ پیدائش...... اس میں قدرے اختلاف ہے۔ مورخ ابن خلکان ۲۳۸ھ اور حافظ ابن عساکر بروایت ابن یونس ۲۳۹ھ بیان فرماتے ہیں۔ علامہ ذہبی نے دوسرے قول کی تصحیح کی ہے اور ابوالمحاسن بھی اسی طرف گئے ہیں۔ مگر نخب الافکار میں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ سمعانی نے کہا ہے کہ امام طحاوی کی ولادت ۲۲۹ھ میں ہوئی ہے۔ یہی درست معلوم ہوتا ہے۔ ابو سعید بن یونس کا بیان ہے کہ امام طحاوی نے فرمایا کہ میری ولادت کا سال ۲۲۹ھ ہے۔

یہ بیان حافظ ابن عساکر کے مذکورہ بالا قول سے مختلف ہے جس کو وہ بھی بروایت ابن یونس نقل کر رہے ہیں مگر یہ اس لئے راجح معلوم ہوتا ہے کہ خود مصنف کے اپنے قلم سے قلمبند ہوا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ حافظ ابن نقطہ نے بھی "التقیید لمعرفۃ رواۃ المسانید" میں یہی سال (۲۲۹ھ) بیان کیا ہے۔ دوسرے حضرات نے اتنی وضاحت اور کی ہے کہ ربیع الاول کی دس تاریخ اور شب یکشنبہ تھی۔

تحصیل علم...... امام طحاوی علم کی طلب میں اپنے مسکن سے مصر آئے اور یہاں اپنے ماموں ابو ابراہیم اسماعیل بن یحییٰ مزنی جو امام شافعی کے اجل تلامذہ اور سر بر آوردہ اصحاب میں تھے ان سے پڑھتے رہے اور اسی لئے ابتداء میں امام شافعی کے مذہب پر رہے۔ مگر چند سالوں کے بعد فقہ شافعی کے بجائے فقہ حنفی کے متبع ہو گئے تھے۔

سماع حدیث کیلئے سفر...... امام طحاوی نے امام مزنی کے علاوہ مصر کے دیگر محدثین کی خدمت میں بھی حاضر ہو کر فقہ و حدیث کو حاصل کیا بلکہ مصر میں ہر وارد ہونے والے محدث وعالم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے تھے۔ اپنے شہر کے شیوخ سے استفادہ کے بعد ۲۶۸ھ میں ملک شام کا رخ کیا۔ بیت المقدس، غزہ، عسقلان کے شیوخ سے سماعت کی۔ دمشق میں ابو عازم عبدالحمید قاضی دمشق سے ملاقات کی اور ان سے فقہ حاصل کیا۔ اس کے بعد ۲۶۹ھ میں مصر واپس تشریف لائے۔

علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ جو شخص امام طحاوی کے شیوخ پر نظر ڈالے گا اسے بخوبی معلوم ہو جائے گا کہ ان کے شیوخ میں مصری، مغاربہ، یمنی، بصری، کوفی، حجازی، شامی اور خراسانی مختلف ممالک کے حضرات ہیں۔ جن سے آپ نے اخبار و آثار کا علم حاصل کیا۔ مصر اور اس کے علاوہ دیگر شہروں کے شیوخ سے تحصیل علم کیلئے صحرا نوردی کی۔ یہاں تک کہ وہ علوم جو مختلف اشخاص کے پاس پراگندہ تھے ان سب کو امام موصوف نے سمیٹ لیا اور بالآخر ایک وقت وہ آیا کہ اپنے زمانہ میں تحقیق مسائل اور دقت نظر کے لحاظ سے طحاوی کا کوئی مثل نہ رہا۔

شیوخ و اساتذہ...... آپ کے شیوخ کی تعداد بے شمار ہے۔ بعض حضرات نے ان کے شیوخ کو مستقل تصنیف میں جگہ دی ہے۔ چنانچہ حافظ عبدالعزیز بن ابی طاہر تمیمی نے اپنی ایک تالیف میں آپ کے اساتذہ کو یکجا جمع کیا ہے۔ چند مشہور اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

ابراہیم بن ابی داؤد برلسی، ابراہیم بن منقذ خولانی، ابراہیم بن محمد صیرفی، ابراہیم بن مرزوق بصری، احمد بن قاسم کوفی، احمد بن داؤد سدوسی، احمد بن سہل رازی، احمد بن اصرم مزنی، احمد بن مسعود مقدسی، احمد بن سعید فہری، ابو بشر احمد دولابی، احمد بن خالد فارسی، احمد بن عبداللہ برقی، احمد بن حماد تجیبی، احمد بن محمد بن بشار، احمد بن شعیب نسائی، اسحاق بن ابراہیم وراق، اسحاق بن حسن طحان مروزی، اسماعیل بن یحییٰ مزنی، بحر بن نصر خولانی، بکار بن قتیبہ بصری، جعفر بن احمد اسلمی، حجاج بن عمران مازنی، حسن بن عبدالاعلی صنعانی، حکیم بن سیف رقی، ربیع بن سلیمان ازدی، روح بن فرج، زکریا بن یحییٰ، سعید بن بشر رقی، سلیمان بن شعیب کیسانی، صالح بن حکیم تمار بصری، صالح بن شعیب بصری، طاہر بن عمرو، عبدالرحمن ابو زرعہ دمشقی، عبدالعزیز بن معاویہ نسائی، علی بن شیبہ مصری، علی بن معبد، علی بن سعید رازی، علی بن زید فرائضی، عمران بن موسی طائی، فہد بن سلیمان مکی، قاسم بن عبیداللہ اخمیمی، لیث بن عبدہ مروزی، محمد بن جعفر

فریابی، محمد بن حرملہ، محمد بن مکی، محمد بن حمید رعینی، محمد بن سلامہ طحاوی، نصر بن مرزوق عتقی، ولید بن محمد تمیمی، ہارون بن محمد عسقلانی، یحییٰ بن عثمان سہمی، یحییٰ بن اسماعیل بغدادی۔

اصحاب و تلامذہ...... امام طحاوی کے علمی کمالات نے آپ کی ذات گرامی کو طالبان حدیث و فقہ کا مرجع بنادیا تھا۔ اختلاف مسلک و مشرف کے باوجود دور دراز ملکوں سے طالبان علوم سفر کی صعوبتیں اٹھا اٹھا کر علمی استفادہ کیلئے آپ کے پاس آتے تھے، چند تلامذہ کے نام یہ ہیں۔

ابو عثمان احمد بن ابراہیم، احمد بن عبدالوارث زجاج، احمد بن محمد دامغانی، ابو محمد حسن بن قاسم، سلیمان بن احمد طبرانی، ابو محمد عبداللہ بن حدید، عبدالرحمٰن بن اسحٰق جوہری، ابوالقاسم عبیداللہ بن علی داؤدی، محمد بن احمد اخمیمی، محمد بن ابراہیم مقری، محمد بن جعفر غندر بغدادی، محمد بن عمر ترمذی، مسلم بن قاسم قرطبی، مکی بن احمد بردعی، میمون بن حمزہ عبیدلی، ہشام بن محمد رعینی، ہشام بن محمد بن قرہ مصری، یوسف بن قاسم میانجی۔

امام طحاوی کا مسلک......

جہاں میں اہل ایماں صورت خورشید جیتے ہیں ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

امام طحاوی نے ابتدائی نشوونما کے زمانہ میں اپنے ماموں ابو ابراہیم اسمعیل بن یحییٰ مزنی ہی سے فقہ حاصل کرنا شروع کیا تھا۔ اس لئے ابتداً آپ امام شافعی کے مقلد تھے۔ پھر تفقہ میں جتنا آگے بڑھتے رہے اتنا ہی انقلاب سے دوچار ہوتے رہے۔ اصل و فرع میں مد و جزر میں مدافعت، اقدام و احجام کا معاملہ، نقض و ابرام کی صورت، قدیم و جدید کی تقسیم ایک عجیب کیفیت تھی۔ ادہر ماموں کے پاس وہ سامان نہ تھا جس سے طحاوی کی تشنگی دور ہو سکتی۔ آخر اس کی جستجو ہوئی کہ مسائل خلافیہ میں ماموں جان کیا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ کثرت سے فقہ حنفی کا مطالعہ کرتے ہیں اور بہت سے مسائل میں امام شافعی کے مسلک سے الگ ہو کر امام اعظم کے ارشاد سے ملتا جلتا فیصلہ صادر کر دیتے ہیں، اور اس طرح کے تمام مسائل ایک ذاتی یادداشت (مختصر) میں جمع کر لیتے ہیں۔ اب طحاوی نے بطور خود عراقی اسلوب فقہ کا مطالعہ شروع کیا۔ دل کو بھا گیا اس کے بعد امام طحاوی نے باقاعدہ احمد بن ابی عمران سے فقہ حنفی حاصل کرنا شروع کیا جو عراق سے تشریف لائے تھے۔ اس سے پہلے طحاوی بکار بن قتیبہ کی وہ تردید بھی ملاحظہ کر چکے تھے جو امام مزنی کے سلسلہ میں کی گئی تھی۔ یہی وہ موڑ ہے جہاں سے طحاوی پرانی راہ مسلک شافعی کو خیر باد کہتے ہوئے نئی راہ مسلک حنفی پر گامزن ہوئے۔

بے حقیقت افسانے و بے بنیاد کہانیاں...... تبدیلی مسلک کے سلسلہ میں جو واقعہ صادق اوپر مذکور ہوا یہ امام طحاوی کا اپنا بیان ہے جس کو محمد بن احمد شروطی نے آپ کی زبانی نقل کیا ہے۔ اس لئے یہی صحیح و معتبر اور قابل پذیرائی ہے۔ اس سلسلہ میں اور جو واقعات نقل کئے گئے ہیں مثلاً ابو اسحاق شیرازی نے طبقات الفقہاء میں بیان کیا ہے کہ ”اول اول شافعی المسلک تھے اور مزنی سے علم فقہ حاصل کرتے تھے۔ ایک روز مزنی کی زبان سے نکل گیا بخدا تم کو کچھ نہ آیا۔“ طحاوی کو یہ بات سخت ناگوار گذری اور ابن ابی عمران کی درسگاہ میں آرہے۔ جب طحاوی نے مختصر تالیف کی تو فرمایا اگر ابو ابراہیم زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔

اسی طرح سلفی نے ”معجم شیوخ“ میں بروایت احمد بن عبدالمنعم آمدی عن ابن علی زامغانی عن القدری اور حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور حافظ ابن حجر نے ”لسان المیزان“ میں اسی قسم کے جو واقعات نقل کئے ہیں وہ سب بے سند، خلاف درایت اور بعید از عقل ہیں۔

علو شان و علمی مقام...... امام طحاوی حفظ حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ و اجتہاد میں بہت بلند مقام رکھتے تھے۔ قافلہ علم میں بہت کم ایسے حضرات نکلیں گے جو بیک وقت حدیث و فقہ اور اصول فقہ میں امام طحاوی کے کامل ہمہ دانی ہمسری کر سکیں۔

آپ کا شمار اعاظم مجتہدین میں ہوتا۔ چنانچہ ملا علی قاری نے آپ کو طبقہ ثالثہ کے محدثین میں شمار کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مجتہدین ہیں جو ان مسائل میں اجتہاد کرتے ہیں۔ جن میں صاحب مذہب سے کوئی روایت منقول نہ ہو۔ جیسے خصاف، ابو جعفر، طحاوی، ابوالحسن کرخی، شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزدوی، فخر الدین قاضی خاں وغیرہ۔ یہ لوگ امام صاحب سے اصول و فروع میں مخالفت نہیں کرتے۔ البتہ حسب اصول و قواعد ان مسائل کے احکام کا استنباط کرتے ہیں جن میں صاحب مذہب سے کوئی نص نہ ہو۔

مگر شاہ عبدالعزیز صاحب فرماتے ہیں کہ "مختصر طحاوی" اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام طحاوی مجتہد منتسب تھے محض امام ابو حنیفہ کے مقلد نہ تھے۔ کیونکہ بہت سے مسائل میں انکے مذہب سے اختلاف کیا ہے۔ اسی لئے مولانا عبدالحئی صاحب نے امام ابو یوسف اور امام محمد کے طبقے میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ انکا مرتبہ ان دونوں سے کم نہیں تھا۔

طحاوی کا مرتبہ ارباب حکومت کے یہاں...... حسین بن عبداللہ قرشی بیان کرتے ہیں کہ ابو عثمان احمد بن ابراہیم اپنے زمانہ قضاء میں ہمیشہ طحاوی کو اپنے ساتھ رکھتے تھے اور سماع حدیث کا مشغلہ رہتا تھا۔ عبدالرحمن بن اسحاق جوہری کو قضاء مصر کا منصب تفویض ہوا تو ہمیشہ سواری کے موقعہ پر یہ معمول رہا کہ طحاوی کے بعد سوار ہوتا اور بعد میں اترتا۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ قاضی وقت ہو کر ایسا کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم پر یہی ضروری ہے کیونکہ طحاوی عالم اور پیشوا ہیں۔ نیز یہ کہ وہ مجھ سے گیارہ برس بڑے ہیں۔ گیارہ برس تو خیر بڑی مدت ہوتی ہے اگر وہ مجھ سے گیارہ گھنٹے بھی بڑے ہوتے تب بھی محض عہدہ قضاء کی وجہ سے ان پر بڑائی جتانا مناسب نہ ہوتا۔

جب ابو محمد عبداللہ بن زبر اسی عہدہ قضاء پر فائز ہوئے اور طحاوی نے ان کے سامنے فریضہ شہادت انجام دیا تو بڑی تعظیم سے پیش آئے۔ نہ صرف یہی بلکہ ابو محمد نے طحاوی سے ایک حدیث کے بارے میں بھی سوال کیا۔ یہ حدیث ابو محمد کسی اور شخص کے واسطہ سے بروایت طحاوی سن چکے تھے۔ اس موقعہ پر طحاوی نے اس حدیث کا املا کرایا۔

ایک بار طحاوی احمد بن طولون کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ مجلس میں پہلے نکاح کی رسم ادا ہوئی۔ نکاح کے بعد خادم ایک صینی میں سودینا اور خوشبو لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ تحفہ قاضی صاحب کیلئے ہے۔ قاضی نے طحاوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ حق طحاوی کا ہے۔ اس کے بعد دس صینیاں گواہوں کیلئے آئیں مگر قاضی برابر یہی کہتا رہا کہ یہ طحاوی کا حق ہے۔ آخر میں خود طحاوی کا ذاتی تحفہ بھی آگیا۔ اس طرح طحاوی ایک ہی مجلس سے بارہ ہزار دینا اور خوشبو لے کر اٹھے۔

فن جرح و تعدیل اور امام طحاوی...... فن رجال و جرح و تعدیل میں امام طحاوی کو کامل دستگاہ حاصل تھی۔ اس فن میں آپ کی مستقل تصانیف بھی ہیں۔ تاریخ کبیر اور نقض المدسین جو کرابیسی کے رد میں ہے۔ اسی طرح ابو عبید کی کتاب النسب پر مستقل تردید لکھی ہے جہاں آپ مشکل الآثار میں رواہ پر اور معانی الآثار میں احادیث متعارضہ پر کلام کرتے ہیں۔ اس سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

امام طحاوی کے کمالات کا اعتراف...... امام طحاوی کے فضل و کمال، ثقاہت و دیانت کا اعتراف ہر دور کے محدثین و مورخین نے کیا ہے۔ علامہ عینی نخب الافکار میں فرماتے ہیں۔

"امام طحاوی کی ثقاہت، دیانت، امانت، فضیلت کاملہ اور علم حدیث میں ید طولی اور حدیث کے ناسخ و منسوخ کی مہارت پر اجماع ہو چکا ہے۔ امام طحاوی کے بعد کوئی ان کا مقام پر نہ کر سکا۔"

ابو سعید بن یونس تاریخ علماء مصر میں امام طحاوی کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"طحاوی صاحب ثقاہت وفقہ ہونے کے ساتھ بلا کی نظر بھی رکھتے تھے۔ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہیں ہوا ہے۔

مسلمہ بن قاسم قرطبی "الصلۃ" میں فرماتے ہیں کہ

"امام طحاوی ثقہ، جلیل القدر، فقیہ، علماء کے اختلافی مسائل اور تصنیف و تالیف میں صاحب بصیرت تھے۔ حافظ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ

"طحاوی حنفی المسلک ہونے کے باوجود تمام فقہی مذاہب پر نظر رکھتے تھے۔"

ابن جوزی "منتظم" میں فرماتے ہیں کہ "طحاوی ثقہ، ثبت، فہیم و فقیہ تھے۔"

سبط ابن الجوزی "مرآۃ الزمان" میں مذکورہ بالا جملہ دہرانے کے بعد فرماتے ہیں کہ "طحاوی کے فضل، صدق، زہد و ورع پر تمام اہل علم کا اتفاق ہے۔"

علامہ ذہبی کے الفاظ تاریخ کبیر میں یہ ہیں۔ "فقیہ، محدث، حافظ، زبردست امام، ثقہ، ثبت اور ذی فہم۔"

علامہ سیوطی کے الفاظ میں "الامام، العلامۃ، الحافظ، صاحب تصانیف، ثقہ، ثبت، فقیہ ان کے بعد کوئی ان جیسا نہ ہوا۔"

"علامہ عینی نے بہت سے علماء کے اقوال نقل کئے ہیں۔ بہر حال یہ واقعہ ہے کہ امام طحاوی قرآن و حدیث سے استنباط و فقہ میں اپنے معاصرین و مابعد کے علماء میں نظیر نہیں رکھتے۔ انہیں اعلم الناس بمذہب ابی حنیفہ کہا گیا ہے۔

امام طحاوی کی جلالت شان و ثقاہت کے باوجود حافظ بیہقی، ابن تیمیہ اور ابن حجر وغیرہ نے اعتراضات کئے ہیں جو متقدمین کے اعتراف و توثیق کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔

وفات...... ابن خلکان وفیات الاعیان میں امام طحاوی کے حالات بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ ذیقعدہ کی چاند رات تھی، جمعرات کی شب تھی کہ اچانک پیغام اجل آپہنچا اور ۳۲۱ھ میں امام طحاوی یہ کہتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔

نامہ رسید ازاں جہاں بہر مراجعت برم　　عزم رجوع می کنم رخت بچرخ می برم

قبر شریف قرافہ میں ہے جو عام طور پر مشہور ہے۔ آپ کی تاریخ ولادت مصطفے ۲۲۹، مدت عمر محمد ۹۲ اور تاریخ وفات محمد مصطفے ۳۲۱ ہے۔ علامہ سمعانی ابن کثیر اور حافظ سیوطی وغیرہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

مدفن...... علامہ عینی نخب الافکار میں فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک مصری عالم کی تصنیف مصر کے اماکن متبرکہ کے سلسلہ میں دیکھی ہے۔ اس کا مولف بیان کرتا ہے کہ بعض حضرات کا بیان ہے کہ طحاوی کا مرقد مقام خندق عبور کرنے کے بعد دائیں سمت میں مسجد محمود کے قریب ہے جسے عام طور پر لوگ جانتے ہیں۔ تاریخ اور جغرافیہ میں اس خندق اور مسجد محمود کے نام اکثر ملتے ہیں، مگر اب کچھ بھی نہیں رہا۔ آج طحاوی کے مزار پر جانے کی صورت یہ ہے کہ جو سڑک امام شافعی کے مرقد تک جارہی ہے اس پر دائیں طرف بالکل سامنے جہاں مرقد شافعی جانے والی ٹرم رکتی ہے وہیں مزار ہے۔ شارع شافعی سے دائیں جانب جانے والی سڑک پر شارع طحاویہ کے سامنے ایک پرانے گنبد کے نیچے یہ آفتاب علم محو خواب ہے۔ مزار پر تاریخ وفات کندہ ہے اور ایک خاص عظمت برستی ہے۔ گنبد کے نیچے ایک خالی جگہ بھی ہے۔ گمان یہ ہے کہ یہاں سید احمد طحطاوی مدفون ہے۔ موصوف زندگی میں اس بات کے متمنی رہتے تھے۔

تصانیف و تالیف...... امام طحاوی کی تالیفات ازدیاد فوائد کے لحاظ سے دیکھی جائیں یا جامعیت و تحقیق کے پہلو سے۔ ہر طرح نہایت مقبول و ممتاز رہی ہیں جن کو علماء و فقہاء نے ہمیشہ بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ لیکن بہ نسبت متاخرین کے متقدمین میں ان کا اعتناء زیادہ رہا ہے۔ اسی لئے آپ کی کتابیں بہت کم طبع ہو سکیں۔ مشہور و اہم تالیف کا تعارف حسب ذیل ہے۔

(۱) **مشکل الآثار**...... ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ یہ آپ کی آخری تصنیف ہے۔ جس کا اصل نام "مشکل الحدیث" ہے عام طور پر لوگ مشکل الآثار کے نام سے جانتے ہیں۔ احادیث نبویہ میں جو بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے اس کتاب میں اس تضاد کو دور کر کے احکام کا استخراج کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ سات ضخیم جلدوں میں مکتبہ شیخ الاسلام فیضی اللہ استنبول میں موجود ہے جو صحت کے لحاظ سے قابل اعتماد ہے۔ اس کو ابو القاسم ہشام بن محمد ابن ابی خلیفہ رعینی نے طحاوی سے روایت کیا ہے علامہ کوثری

فرماتے ہیں کہ جن حضرات کو امام شافعی کی "اختلاف الحدیث" اور ابن قتیبہ کی "مختلف الحدیث" دیکھنے کا موقعہ ملا ہے اور پھر انہوں نے طحاوی کی یہ تالیف بھی دیکھی ہے ان پر طحاوی کی عظمت اور وسعت علم بخوبی روشن ہو جاتی ہے۔ ابو الولید قاضی ابن رشد نے بعض اعتراضات کے ساتھ اس کا اختصار کیا ہے۔ علامہ عینی کے شیخ قاضی القضاۃ جمال الدین یوسف بن موسی ملطی نے اس اختصار کا بھی اختصار کیا ہے جو "المعتصر من المختصر" کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔ یہ نہ صرف یہ کہ تلخیص بہت عمدہ ہے بلکہ ابو الولید کے تمام اعتراضات کی حقیقت بھی کھول دی ہے۔

(۲) اختلاف العلماء...... یہ تصنیف مکمل نہ ہو سکی۔ تاہم نئے سائز کے تقریباً ایک سو تیس جزو حدیث میں بیان کی جاتی ہے۔ علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ میں یہ اصل کتاب نہیں دیکھ سکا۔ البتہ اس کا خلاصہ "مختصر اختلاف علماء الامصار" جو ابو بکر رازی نے کیا ہے مکتبہ جار اللہ ولی الدین استنبول میں موجود ہے۔ مختصر کا اندازہ یہ ہے کہ ائمہ اربعہ اور اصحاب ائمہ اربعہ کے ساتھ نخعی، عثمان بتی، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، ابن شبرمہ، ابن ابی لیلی اور حسن بن حی جیسے قدیم مجتہدین و کبار محدثین متقدمین کے اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۳) احکام القرآن...... یہ بیس اجزاء میں ہے۔ قاضی عیاض اکمال میں بیان کرتے ہیں کہ "طحاوی نے تفسیر قرآن کے موضوع پر ایک ہزار ورق لکھے تھے۔" (یہ احکام القرآن ہی کا ذکر ہے۔)

(۴) کتاب الشروط الکبیر فی التوثیق...... یہ تقریباً چالیس اجزاء پر مشتمل ہے۔ بعض مستشرقین نے اس کا کچھ حصہ شائع کیا ہے۔ اس کا ایک حصہ مکتبہ علی پاشا شہید استنبول میں اور ایک حصہ مکتبہ مراد ملا استنبول میں ملتا ہے۔ مگر ان دونوں سے بھی کتاب مکمل نہیں ہوتی۔

(۵) الشروط الاوسط...... مختصر الشروط یہ پانچ اجزاء پر مشتمل ہے۔ مکتبہ شیخ الاسلام فیض اللہ میں موجود ہے۔ اس کتاب سے علم شروط و توثیق پر طحاوی کی دسترس کا اندازہ ہوتا ہے۔

(۶) مختصر الطحاوی فی الفقہ...... فقہ حنفی میں سب سے پہلی نہایت معتمد اور اعلیٰ تصنیف بالکل اسی انداز پر جیسی شافعی مسلک پر امام مزنی کی مختصر ہے جس میں امام اعظم و اصحاب امام کے اقوال مع ترجیحات ذکر کئے ہیں۔ اس کے نسخے مکتبہ ازہر، مکتبہ جار اللہ استنبول میں موجود ہیں۔ لوگوں نے اس کی شرحیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں سب سے قدیم اور سب سے اہم ابو بکر جصاص رازی کی شرح ہے۔ روایت و درایت دونوں لحاظ سے عمدہ ہے۔ اس کا ایک ٹکڑا دار الکتب مصریہ میں اور باقی حصہ مکتبہ جار اللہ میں ہے۔ دوسری شرح ابو عبد اللہ حسین بن علی صیمری کی ہے۔ تیسری شرح شمس الائمہ سرخسی کی ہے۔ اس کا کچھ حصہ مکتبہ سلیمانیہ میں اور باقی حصہ مکتبہ شہزادہ آستانہ میں ملتا ہے۔ چوتھی شرح ابونصر احمد بن محمد اقطع شارع مختصر القدوری کی ہے۔ پانچویں شرح بہاء الدین علی بن محمد سمرقندی اسبیجابی کی ہے۔ چھٹی شرح ابونصر احمد بن منصور خجندی کی ہے جو بہت مفصل ہے۔ شرح خجندی مکتبہ علی پاشا شہید میں اور شرح سمرقندی مکتبہ ینی جامع میں موجود ہے۔ ساتویں شرح احمد بن محمد بن مسعود وبری کی ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی شروح ہیں۔

(۷) نقض کتاب المدلسین...... یہ پانچ اجزاء میں ہے۔ جس میں ابو علی حسین بن علی کرابیسی کی کتاب المدلسین کا بہترین رد کیا ہے۔ کرابیسی کی کتاب بہت مضر اور خطرناک تھی۔ جس میں اعداء سنت کیلئے حدیث کے خلاف مواد فراہم کیا تھا اور اپنے مسلک کی زندگی کے لئے خلاف مسلک تمام رُواۃ کو ذلیل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کتاب کے بارے میں امام احمد کا ارشاد ابن رجب نے شرح علل ترمذی میں دہرایا ہے۔ طحاوی نے اس فتنہ کی سرکوبی بڑی اولوالعزمی سے کی ہے۔ کتاب المدلسین کے باب میں امام احمد کے علاوہ ابو ثور وغیرہ نے بھی سخت مذمت کی ہے۔

(۸) عقیدۃ الطحاوی...... یہ عقائد پر مشہور کتاب ہے۔ اس کا پورا نام یہ ہے۔ "بیان اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ علی

مذہب فقہاء الملۃ ابی حنیفہ وابی یوسف الانصاریؒ ومحمد بن الحسن۔ "علامہ کوثری فرماتے ہیں کہ اس میں اہل سنت والجماعت کے عقائد بہ لحاظ مذہب فقہاء امت (امام اعظم واصحاب امام) بیان کئے ہیں۔ جس کی بہت سی شروح بھی لکھی گئی ہیں۔

(۹) سنن الشافعی...... اس میں وہ سب احادیث جمع کردی ہیں جو امام مزنی کے واسطہ سے امام شافعی سے مروی ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ مسند امام شافعی کو روایت کرنے والے اکثر امام طحاوی کے واسطہ سے ہیں۔ اس لئے سنن الشافعی کو سنن الطحاوی بھی کہا جاتا ہے۔

(۱۰) التاریخ الکبیر...... ابن خلکان، ابن کثیر یافعی، سیوطی اور ملا علی قاری وغیرہ سب نے اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ میں نے اس کتاب کی تلاش میں انتہائی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ کتب رجال اس کی نقول سے بھری ہوئی ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت اہم اور معتمد ترین کتاب ہے۔

(۱۱) کتاب النحل...... تقریباً چالیس اجزاء ہیں جن میں احکام، صفات، اجناس اور احادیث مرویہ سے بحث کی ہے۔

(۱۲) شرح المغنی...... حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس سے بہت جگہ اخذ کیا ہے۔ مثلاً باب اذا صلی فی الثوب الواحد فلیجعل علی عاتقیہ میں کہا ہے کہ طحاوی نے شرح المغنی میں اس پر باب قائم کیا ہے اور اس کی ممانعت حضرت ابن عمر ؓ پھر طاؤس ونخعی سے نقل کی ہے۔

(۱۳) الرد علی ابی عبید...... ایک جزو میں ہے اس کا تعلق مسئلہ انساب سے ہے۔ ابو عبید نے کتاب النسب میں جو غلطیاں کی تھیں امام طحاوی نے ان کی تصحیح کی ہے۔ ان کے علاوہ دیگر تالیفات یہ ہیں۔

(۱۴) النوادر الفقہیہ دس اجزاء میں ہے۔

(۱۵) النوادر والحکایات...... تقریباً بیس اجزاء میں ہے۔

(۱۶) حکم ارض مکہ...... ایک جزو ہے۔

(۱۷) حکم الفیئ والغنائم...... ایک جزو ہے۔

(۱۸) کتاب الاشربہ...... طحاوی کی دوسری کتابوں کے ساتھ ہشام وعینی اس کو بھی لے گئے تھے۔

(۱۹) الرد علی عیسی بن ابان

(۲۰) الرزیہ...... ایک جزو ہے۔

(۲۱) شرح الجامع الکبیر

(۲۲) شرح الجامع الصغیر

(۲۳) کتاب المحاضر والسجلات

(۲۴) کتاب الوصایا

(۲۵) کتاب الفرائض

(۲۶) اخبار ابی حنیفہ۔ واصحابہ۔
اس کو لوگ مناقب کے نام سے جانتے ہیں۔

(۲۷) التسویتہ بین حدثنا واخبرنا۔
اس کی تلخیص ابن عبد البر نے جامع بیان العلم وفضلہ میں کی ہے۔

(۲۸) کتاب صحیح الآثار

(۲۹) اختلاف الروایات علی مذہب الکوفیین۔ دو جزو ہیں۔

(۳۰) کتاب العزل

(۳۱) معانی الآثار...... حسب تحقیق ملا علی قاری یہ کتاب امام طحاوی کی پہلی تصنیف ہے۔ اختلافی مسائل پر دلائل کا محاکمہ اس کتاب کا موضوع ہے۔ طحاوی اپنی سند سے ان تمام احادیث واخبار کو بیان کرتے ہیں۔ جن سے ائمہ کرام اختلافی مسائل پر استدلال کرتے ہیں۔ پھر اسناد ومتن، روایات ونظر کی روشنی میں فریضہ نقد انجام دے کر خاص انداز سے وہ حقائق نکالتے ہیں جو ہر ایسے انصاف پسند اور متلاشی انسان کیلئے کافی ہوتے ہیں۔ جس کا مقصد تقلید جامد نہ ہو۔ حافظ سخاوی نے جن کتب حدیث کے مطالعے کا خصوصی مشورہ دیا ہے ان میں معانی الآثار بھی ہے۔ جس کو شرح معانی الآثار بھی کہا گیا ہے۔ علامہ امیر اتقانی فرماتے ہیں "شرح معانی الآثار پر غور کرو کیا تم ہمارے اس مذہب حنفی کے علاوہ دیگر مذاہب میں بھی اس کی نظیر پا سکتے ہو۔" عالم مصر شیخ محمد خضری بک صاحب "التشریع الاسلامی...... " فرماتے ہیں "قد اطلعنا علی ھذا الکتاب فوجدناہ کتاب رجل ملئی علما و تمکن من حفظ سنت رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم مع تمام الاطلاع علی اقاویل الفقہاء و مستند اتھم فیما ذھبوا الیہ۔"

بیہقی کا طعن اور اس کا جواب...... حافظ بیہقی نے اپنی کتاب "الاوسط" میں لکھا ہے کہ جب میں نے اس کتاب کی تالیف شروع کی تو ایک شخص میرے پاس ابو جعفر طحاوی کی کتاب لے کر آیا (یعنی معانی الآثار) میں نے دیکھا کہ مصنف نے بہت سی ضعیف احادیث کو محض اپنی رائے سے صحیح قرار دیا ہے اور بہت سی صحیح احادیث کو ضعیف کہا ہے، شیخ عبد القادر قرشی "الکتاب الجامع" میں اس طعن کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ امام طحاوی کا دامن اس ناپاک طعن سے بالکل پاک ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی کتاب "الحاوی فی بیان آثار الطحاوی" میں تمام اسانید کتب اور اس کی احادیث پر کلام کر کے ثابت کیا ہے کہ جرح مذکور بے بنیاد ہے، صاف لفظوں میں فرماتے ہیں" ھذا الکتبا شیئا مماذکرہ البیھقی عن الطحاوی "واللہ ارفی" اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ قاضی القضاۃ علاء الدین المارد ینی نے بیہقی کی کتاب "سنن کبیر" پر ایک کتاب لکھی ہے۔ (یعنی الجوہر النقی فی الرد علی البیہقی) اس میں ثابت کیا ہے کہ بیہقی نے جو طعن امام طحاوی پر کیا ہے خود وہی اس کے مرتکب ہیں۔

کتب حدیث میں معانی الآثار کا مقام...... علامہ عینی نے اس کو دوسری بہت سی کتب حدیث پر ترجیح دی ہے فرماتے ہیں کہ "سنن ابی داؤد، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ وغیرہ پر اس کی ترجیح اس قدر واضح ہے کہ اس میں شک کوئی ناواقف ہی کرے گا۔" علامہ ابن حزم نے اپنے جمود وتشدد کے باوجود اس کو سنن ابی داؤد وسنن نسائی کے درجہ پر رکھا ہے۔ علامہ ابن خلدون، امام دار قطنی وغیرہ کی تقلید میں یہ لکھ گئے کہ طحاوی کے شرائط متفق علیہ نہیں ہیں کیونکہ مستور الحال وغیرہ سے بھی روایت کی ہے۔ اس لئے اس کا مرتبہ صحیحین وسنن کے بعد ہے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس کا مرتبہ سنن ابی داؤد کے قریب ہے کیونکہ اس کے رواۃ معروف ہیں۔ اگرچہ بعض متکلم فیہ بھی ہیں۔ اس کے بعد ترمذی پھر سنن ابن ماجہ کا درجہ ہے۔

معانی الآثار کی خصوصیات...... (۱) اس میں بکثرت ایسی حدیثیں موجود ہیں جس سے دیگر کتب خالی ہیں۔

(۲) ایک حدیث کی مختلف اسانید جمع کر دیتے ہیں جس میں ایک محدث کو بہت سے نکات وفوائد کا علم ہوتا ہے۔

(۳) غیر منسوب رواہ کی نسبت اور مبہم راوی کا نام، مشتبہ کی تمیز، مجمل کی تفسیر، اضطراب وشک راوی سب کو نہایت وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔

(۴) صحابہ وتابعین کے آثار، فقہاء کے اقوال اور ائمہ کی جرح وتعدیل بھی بیان کرتے ہیں۔ جس سے ان کے معاصرین کی کتابیں خالی ہیں۔

(۵) کبھی ترجمہ کسی فقہی مسئلہ پر قائم کرتے ہیں اور باب کے تحت کی روایت سے ایسے دقیق استنباطات کرتے ہیں جن کی طرف اذہان کم منتقل ہوتے ہیں۔

(۶) ادلہ احناف کے ساتھ دوسرے ائمہ کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں اور اس پر نظر قائم کرتے ہوئے پوری طرح محاکمہ کر کے تفقہ کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

شرح و تعلیقات معانی الآثار ...... معانی الآثار پر ہمیشہ بہترین علمی کوششیں کی گئی ہیں۔ درس روایت، تلخیص، تشریح، نقد رجال، غرض ہر پہلو سے اس کو علماء کی توجہ کا شرف رہا ہے۔ چند شروح و تعلیقات یہ ہیں۔

(۱) الحاوی فی تخریج معانی الآثار للطحاوی...... حافظ عبدالقادر قرشی کی تصنیف ہے جس کا ایک ٹکڑا دار الکتب المصریہ میں موجود ہے۔ حافظ موصوف نے اپنی طبقات میں جہاں قسم الجامع کا باب باندھا ہے۔ وہاں اپنی اس شرح کی تالیف کا تذکرہ پوری تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔

(۲) شرح معانی الآثار...... از مولانا ابو محمد بنجی صاحب لباب، اس کا ایک ٹکڑا مکتبہ ایاصوفیہ آستانہ میں موجود ہے۔

(۳) نخب الافکار...... علامہ بدر الدین عینی کی بے نظیر شرح ہے۔ جس میں شرح حدیث کے ذیل میں رجال پر بھی مفصل گفتگو ہے۔ اس کی آٹھ جلدیں مولف ہی کے قلم سے لکھی ہوئی دار الکتب المصریہ کے مخطوطات میں موجود ہیں۔ مگر کرم خوردہ ہیں۔ اس کے کچھ اجزاء مکتبہ احمد ثالث بمقام طوبقبو میں اور کچھ اجزاء مکتبہ عموجہ حسین پاشا آستانہ میں ملتے ہیں۔ علامہ موصوف کی یہ عظیم الشان خدمت بھی شرح بخاری سے کم درجہ کی نہیں ہے۔

(۴) مبانی الاخبار...... یہ بھی علامہ بدر الدین عینی کی تصنیف ہے، جو آپ ہی کے علم سے لکھی ہوئی چار جلدوں میں در الکتب المصریہ میں موجود ہے۔ اس شرح میں رجال پر گفتگو نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے لئے مولف موصوف نے ایک مستقل کتاب معانی الاخبار فی رجال معانی الآثار لکھی ہے۔

(۵) معانی الاخبار فی رجال معانی الآثار...... اس کی دو جلدیں ہیں۔ اس کا جو نسخہ دار لکتب المصریہ میں ہے وہ ناقص ہے۔ مگر یہ نقص مکتبہ رواق الاتراک ازہر کے نسخے سے دور کیا جا سکتا ہے۔

(۶) امانی الاحبار...... حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رئیس التبلیغ (نور اللہ مرقدہ) کی گرانقدر شرح ہے جو تمام سابقہ شروح کا بہترین خلاصہ ہے۔ افسوس ہے کہ شرح کی تکمیل تو تقریباً ہو چکی تھی لیکن حضرت مولانا کی زندگی میں اس کی صرف دو ہی جلدیں شائع ہو چکی تھیں کہ اچانک موصوف کا سانحہ وصال پیش آگیا۔

(۷) تلخیص معانی الآثار...... حافظ ابن عبدالبر کی تصنیف ہے۔ موصوف اپنی عام کتابوں میں عموماً اور "التمہید" میں خصوصاً بڑی کثرت سے امام طحاوی سے نقل کرتے ہیں۔

(۸) تلخیص معانی الآثار...... حافظ زیلعی صاحب نصب الرایہ کی تصنیف ہے جو مکتبہ رواق الاتراک ازہر میں محفوظ ہے۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ کوبریلی آستانہ میں بھی ہے۔ اس کی شرح صاحب لباب نے کی ہے جو مکتبہ اباصوفیہ آستانہ میں[۱] ہے۔

(۲۲) صاحب مصابیحؒ

نام و نسب اور سکونت ...... حسین نام، کینت، ابو محمد، لقب محی السنۃ، والد کا نام مسعود اور دادا کا محمد ہے فراء بغوی سے مشہور ہیں اور ابن الفراء بھی کہلاتے ہیں۔ آپ کا سن پیدائش ۴۳۵ھ ہے۔

لغت عرب میں فرو پوستین کو کہتے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی پوستین سی کر فروخت کرتا تھا اس لئے ان کو فراء اور ابن الفراء کہتے ہیں۔ بغوی ان کے وطن بغو کی طرف نسبت ہے۔ بغو کی اصل بغشور ہے جو "باغ کور" کا معرب ہے۔ یہ ایک معمور و آباد شہر ہے جو ہرات اور مرد کے درمیان واقع ہے۔ شور کو حذف کر کے بغ کی طرف نسبت کی تو

[۱] ملخص از بستان المحدثین، محدثین عظام، الجواہر المضیہ، حیات امام طحاوی، ابن خرکان، معجم البلدان۔

بغوی ہو گیا۔ یہ لفظ ثنائی ہے، مگر زیادت واؤ کی وجہ سے ثلاثی ہو گیا۔
تحصیل علوم...... آپ اپنے زمانہ کے مشہور محدث و مفسر اور بلند پایہ قراء میں سے ہیں۔ فقہ میں قاضی حسین بن محمد کے شاگرد ہیں اور صاحب تعلیقہ اور اجل شوافع میں سے ہیں اور حدیث میں ابو الحسن عبد الرحمٰن بن محمد داؤد کے شاگرد ہیں جو زمرہ محدثین میں داخل ہیں۔ ابو عمر عبد الواحد الحلیحی، ابو الفضل، ر میاد بن محمد الحنفی، ابو بکر یعقوب بن احمد صیرفی، ابو الحسن علی بن یوسف جوینی احمد بن ابی نصر، حسان بن محمد، ابو بکر محمد بن الہیثم، ابو الحسن محمد بن محمد اور دیگر محدثین سے بھی کافی استفادہ کیا ہے۔ آپ سے ابو منصور محمد بن اسعد العطاری، ابو الفتوح محمد بن محمد الطائی اور ابو المکارم فضل اللہ بن محمد رمانی وغیرہ نے روایت کی ہے۔
زہد وورع...... تمام عمر تصنیف و تالیف اور حدیث و فقہ کے درس میں مشغول رہے۔ ہمیشہ باوضو درس دیتے اور زہد و قناعت میں زندگی گزارتے تھے۔ افطار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑے پانی سے تر کر کے کھاتے تھے۔ جب لوگوں نے اصرار کے ساتھ کہا کہ خشک روٹی کھانے سے دماغ میں خشکی پیدا ہو جائے گی تو بطور نانخورش (سالن) کے روغن زیتون استعمال کرنے لگے۔
کہا جاتا ہے کہ ان کی بیوی کا انتقال ہوا اور کافی مال چھوڑ کر مریں لیکن آپ نے انکی میراث میں سے کوئی چیز نہیں لی۔

گر نہیں دولت تو صدمہ کچھ نہیں دل غنی رکھتے ہیں شکوی کچھ نہیں (ازل لکھنوی)

محی السنہ لقب کی وجہ...... جب آپ نے شرح السنۃ تصنیف کی تو آنحضرت ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہیں کہ تو نے میری احادیث کی شرح کر کے میری سنت کو زندہ کر دیا۔ پس اسی دن سے آپ کا لقب محی السنۃ ہو گیا۔
وفات...... ماہ شوال ۵۱۶ھ میں بمقام شہر مرو روز وفات پائی اور اپنے استاد قاضی حسین کے پاس مقبرہ طالقانی میں مدفون ہوئے۔ وہاں آپ کی قبر مشہور و معروف ہے۔ عمر اسی سال سے متجاوز تھی۔
تصانیف...... آپ کی جلیل القدر حدیثی خدمت مصابیح السنۃ ہے جس میں (۴۴۸۴) احادیث ہیں۔ صحاح میں بخاری اور مسلم سے (۲۴۳۴) اور حسان میں سنن ابی داؤد اور ترمذی وغیرہ سے (۲۰۵۰) دو ہزار پچاس لیکن صاحب کشف نے احادیث مصابیح کی جو تعداد بعض حضرات سے نقل کی ہے وہ اس سے مختلف ہے۔ انہوں نے کل احادیث کی تعداد (۴۷۱۹) بتائی ہے۔ جن میں (۳۲۵) بخاری کی ہیں اور (۸۷۵) مسلم کی اور (۱۰۵۱) متفق علیہ اور باقی دیگر کتب حدیث کی ہیں (فلیحقق) صاحب کشف نے بعض حضرات کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ اس کتاب کا نام مصابیح خود مصنف کا معین کردہ نہیں ہے بلکہ صاحب کتاب نے جو دیباچہ میں یہ کہا ہے۔ "اما بعد ان احادیث هذا الكتاب مصابیح اه" اس کی وجہ سے بطور غلبہ اس کا نام مصابیح ہو گیا۔ دوسری خاص تالیفات یہ ہیں۔ تفسیر معالم التنزیل، شرح السنۃ، فتاوی بغویہ، ارشاد الانوار فی شمائل النبی المختار، ترجمۃ الاحکام (فی الفروع) تہذیب (فی الفروع) الجمع بین الصحیحین۔
شروح مصابیح......

(۱) المیسر شرح مصابیح...... از شیخ شہاب الدین فضل بن حسین تورپشتی حنفی متوفی ۶۶۱ھ
(۲) شرح مصابیح...... از شیخ یعقوب بن ادریس بن عبد اللہ رومی قرمانی حنفی متوفی ۸۳۳ھ
(۳) شرح مصابیح...... از شیخ علاء الدین علی بن محمود بن محمد بسطامی ہروی حنفی ۸۷۵ھ
(۴) شرح مصابیح...... از علامہ زین الدین ابو العدل قاسم بن قطلوبغا حنفی ۸۷۵ھ
(۵) شرح مصابیح...... از قاضی ناصر الدین عبد اللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ
(۶) التنویر...... از شمس الدین محمد بن مظفر الخلخالی متوفی ۷۴۵ھ
(۷) شرح مصابیح...... از شیخ محمد بن الواسطی البغدادی معروف با بن العاقولی المتوفی ۷۹۷ھ

(۸) تصحیح المصابیح......از شیخ شمس الدین محمد بن محمد الجزری التوفی ۸۳۳ھ
(۹) شرح مصابیح......از شیخ ظہیر الدین محمود بن عبد الصمد
(۱۰) شرح مصابیح......از شمس الدین احمد بن سلیمان معروف بابن کمال پاشا
(۱۱) شرح مصابیح......از علی بن عبد اللہ بن احمد معروف بزین العرب
(۱۲) المفاتیح شرح مصابیح......از شیخ مظہر الدین الحسین بن محمود بن الحسین الزیدانی۔
(۱۳) شرح مصابیح......از شیخ عبد المومن بن ابی بکر بن محمد الزعفرانی۔
(۱۴) شرح مصابیح......از شیخ ابو عبد اللہ اسماعیل بن محمد اسماعیل بن عبد الملک بن عمر المدعو باشرف الفقاعی۔
(۱۵) المناہج والتفاتیح فی شرح احادیث المصابیح......از شیخ صدر الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابراہیم۔
(۱۶) تلفیقات المصابیح......از شیخ قطب الدین محمد ازنیقی متوفی ۸۸۴ھ

مختصرات وتخاریج......

(۱) ضیاء المصابیح......از شیخ تقی الدین علی بن عبد الکافی السبکی متوفی ۷۵۶ھ
(۲) مختصر المصابیح......از شیخ ابو الخبیب عبد القاہر بن عبد اللہ السہر وردی التوفی ۵۶۳ھ
(۳) التخاریج فی فوائد متعلقہ باحدیث المصابیح۔ از شیخ مجد الدین ابو طاہر محمد بن یعقوب الفیروز آبادی۔[1]

(۲۳) صاحب مشکوۃ

نام ونسب...... نام محمد (یا محمود) کنیت ابو عبد اللہ، لقب ولی الدین اور والد کا نام عبد اللہ ہے۔ نسباً عمری ہیں اور خطیب تبریزی سے مشہور ہیں۔ اپنے وقت کے محدث علام اور فصاحت وبلاغت کے امام تھے۔ حدیث میں آپ کا امتیازی پایہ مشکوۃ سے ظاہر ہے۔ مبارک شاہ ساوی وغیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

تصانیف...... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور صحاح ستہ کا ضخیم مجموعہ "مشکوۃ المصابیح" ہے جس میں صحاح کے سوا دوسری کتابوں کی حدیثیں بھی جمع ہیں۔ یہ نہایت مقبول ومتداول کتاب ہے۔ ہندوستان میں تو ایک مدت تک صرف مشکوۃ اور مشارق الانوار ہی درس حدیث کا معراج کمال رہی ہیں اور اب جب کہ صحاح ستہ تکمیل فن حدیث کیلئے ضروری قرار پا چکیں مشکوۃ بھی دورہ حدیث سے قبل لازمی ہے۔

حافظ مشکوۃ ہندوستان میں...... بلکہ ایک زمانہ تو وہ تھا کہ مشکوۃ کو قرآن کی طرح سینوں میں جگہ دی جاتی تھی۔ تذکرہ علمائے ہند میں بابا داؤد مشکوتی کے ذکر میں ہے کہ فقہ، حدیث، تفسیر اور حکمت ومعانی میں کمال رکھتے تھے اور مشکوۃ کے (متناً وسنداً) حافظ تھے۔ اسی وجہ سے ان کا لقب مشکوتی ہو گیا۔ واللہ در من قال

لئن کان فی المشکات یوضح مصباح	فذلک مشکوۃ و فیھا مصابیح
وفیھا من الانوار مشاع نفعھا	لھذا علی کتب الانام تراجیح
فضیہ اصول الدین والفقہ والھدی	حوائج اھل الصدق منہ مناجیح

طرف تالیف...... مصابیح میں صرف احادیث مذکور تھیں راوی کا نام، مخرج حدیث، صحت وضعف اور حسن وغیرہ کا تذکرہ تھا۔ صاحب مشکوۃ نے جملہ امور بیان کئے اور یہ بھی بتادیا کہ وہ حدیث کس کتاب کی ہے۔ چنانچہ تیرہ اصحاب حدیث کا خصوصی ذکر ہے۔ صحاح ستہ، امام مالک، شافعی، احمد، دارمی، دار قطنی، بیہقی اور ابو الحسن رزین بن معاویہ۔ پھر صرف صاحب

[1] از مفتاح السعادۃ۔ ابن خلکان۔ بستان المحدثین۔ کشف الظنون ۱۲۔

مصابیح کے لکھنے پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اصول کی ان تمام کتابوں میں روایات کا اختلاف مقابلہ کر کے نقل کیا ہے اور جہاں جہاں صاحب مصابیح نے احادیث کو غریب یا ضعیف یا منکر قرار دیا ہے موصوف نے ان کا سبب بھی ظاہر کر دیا۔

مصابیح کی فصلیں اور مشکوۃ میں اضافہ...... صاحب مصابیح نے ہر باب کے تحت دو فصلیں قائم کی ہیں۔ فصل اول میں صحیحین کی حدیث لائے ہیں جن کو صحاح کے نام سے تعبیر کیا ہے اور فصل ثانی میں ابوداؤد، ترمذی، نسائی وغیرہ کی احادیث لائے ہیں جن کو حسان کے نام سے یاد کیا ہے۔ صاحب مشکوۃ نے اکثر و بیشتر ہر باب میں تیسری فصل کا اضافہ کیا ہے جن میں صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث کی احادیث لائے ہیں۔ نیز مرفوع احادیث کے علاوہ صحابہ اور تابعین کے اقوال وافعال بھی جو باب کے مناسب تھے جمع کر دیئے ہیں۔

احادیث مشکوۃ و مصابیح کی تعداد...... شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں بیان کیا ہے کہ مصابیح کی احادیث (۴۴۸۴) ہیں۔ (ابن ملک نے بھی یہی تعداد بیان کی ہے۔) اس پر صاحب مشکوۃ نے (۱۵۱۱) کا اضافہ کیا ہے تو مشکوۃ کی کل احادیث (۵۹۹۵) ہوئیں۔ لیکن مظاہر حق والے نے اور صاحب تعلیق الصبیح نے مصابیح کی احادیث (۴۴۳۴) مانی ہیں۔ اس شمار کے مطابق مشکوۃ کی احادیث کا مجموعہ (۵۹۴۵) ہے۔ تاریخ الحدیث میں ہے کہ مشکوۃ میں ۲۹ کتابیں ہیں، ۳۲۷ ابواب اور ۱۰۳۸ فصلیں ہیں۔

سنہ وفات...... صاحب مشکوۃ کا سال وفات تحقیق کے باوجود معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ یہ یقین ہے کہ ۷۳۷ھ کے بعد وفات ہوئی ہے۔ کیونکہ بروز جمعہ ماہ رمضان ۷۳۷ھ میں تو اس تالیف سے فراغت ہوئی ہے جیسا کہ صاحب مشکوۃ نے آخر کتاب میں تصریح کی ہے۔ بعض حضرات نے اندازہ لگا کر سال وفات ۷۴۸ھ ذکر کیا ہے اور صاحب تاریخ حدیث نے ۷۴۰ھ مانا ہے۔

شروح و حواشی مشکوۃ......

(۱) الکاشف عن حقائق السنن...... از علامہ حسن بن محمد الطیبی متوفی ۷۴۳ھ
(۲) شرح مشکوۃ...... از ابوالحسن علی بن محمد مشہور بعلم الدین سخاوی۔
(۳) منہاج المشکاۃ...... از شیخ عبدالعزیز ابہری، متوفی فی حدود ۸۹۵ھ
(۴) مرقاۃ شرح مشکوۃ...... از شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد ہروی مشہور بالقاری متوفی ۱۰۱۴ھ
(۵) شرح مشکوۃ...... از شیخ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد ابن علی بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۳ھ
(۶) حاشیہ مشکوۃ...... از سید شریف علی بن محمد جرجانی۔
(۷) حاشیہ مشکوۃ...... از شیخ محمد سعید بن المجدد الف ثانی متوفی ۱۰۷۰ھ
(۸) ہدایۃ الرواۃ الی تخریج المصابیح والمشکوۃ...... از شیخ الفضل احمد بن علی معروف با بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۳ھ
(۹) لمعات التنقیح (عربی)
(۱۰) اشعۃ اللمعات (فارسی)...... از شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین بخاری دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ
(۱۱) التعلیق الصبیح...... از مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی۔
(۱۲) مرعاۃ المفاتیح...... از مولانا عبیداللہ رحمانی مبارک پوری
(۱۳) ذریعۃ النجاۃ شرح مشکوۃ...... از شیخ عبدالنبی عماد الدین محمد شطاری متوفی ۱۰۲۰ھ
(۱۴) زینۃ النکاۃ فی شرح المشکوۃ...... از سید محمد ابوالمجد محبوب عالم بن سید جعفر احمد آبادی متوفی ۱۱۱۱ھ
(۱۵) مظاہر حق (اردو) از نواب قطب الدین خاں بہادر متوفی ۱۲۸۹ھ
(۱۶) ترجمہ مشکوۃ (جلد اول) از مولوی کرامت علی جانپوری متوفی ۱۲۹۰ھ

(۲۴) صاحب مقدمہ فتح الباری

حافظ ابن حجر عسقلانی کی مشہور و معروف تصنیف ہے جن کے حالات "نخبۃ الفکر" کے ذیل میں آرہے ہیں۔

(۲۵) صاحب مقدمہ ابن الصلاح

نام و نسب اور پیدائش...... عثمان نام، ابو بکر و کنیت اور تقی الدین لقب ہے، سلسلہ نسب یہ ہے ابو عمرو تقی الدین عثمان بن عبد الرحمان بن عثمان بن موسیٰ بن ابی النصر الکردی الشہرزوری الشرخانی الشافعی۔

آپ شہرزور سے قریب اربل (شمالی عراق) میں ایک گاؤں "شرخان" میں ۵۷۷ھ مطابق ۱۱۸۱ء میں پیدا ہوئے۔ اس لئے شرخانی کہلاتے ہیں۔ لیکن مشہور نسبت شہرزوری ہے، ان کے والد عبد الرحمٰن کا لقب صلاح الدین تھا۔ اس لئے ابن الصلاح کے ساتھ مشہور ہوئے اور کبھی پردادا کی طرف منسوب ہو کر نصری بھی کہلاتے ہیں۔

تحصیل علوم...... ان کے والد صلاح الدین بڑے جلیل القدر عالم اور نہایت مخز فقیہ تھے۔ اس لئے ابن الصلاح نے ابتداء میں اپنے والد محترم سے علم فقہ حاصل کیا اور تھوڑی ہی مدت میں علم فقہ میں ایسا رسوخ حاصل کر لیا کہ فقہ شافعی کی کتاب "المہذب" کا درس دینے اور تکرار کرانے لگے۔ پھر ان کے والد نے ان کو موصل بھیج دیا جہاں آپ نے فقہ اصول، تفسیر، حدیث اور لغت وغیرہ انواع علوم میں مہارت تامہ حاصل کی۔

سماع حدیث اور رحلت و سفر...... پھر آپ نے تحصیل علوم حدیث کی خاطر بلاد اسلامیہ بغداد، خراسان اور شام وغیرہ کا سفر کیا اور متعدد شیوخ حدیث سے مستفید ہو کر حدیثی دولت سے مالا مال ہوئے، حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں لکھا ہے کہ آپ نے موصل میں عبید اللہ بن السمین، نصر اللہ بن سلامہ، محمود بن علی موصلی، عبد المحسن بن الطوسی سے، بغداد میں ابو احمد بن سکینہ، عمر بن طبرزد سے، ہمدان میں ابو الفضل بن المعزم سے، نیشاپور میں منصور موید سے، مرو میں ابو المظفر بن السمعانی وغیرہ سے، دمشق میں جمال الدین عبد الصمد، شیخ موفق الدین مقدسی، فخر الدین بن عساکر سے، حلب میں ابو محمد بن علوان سے اور حران میں حافظ عبد القادر سے حدیث کی سماعت کی ہے۔

درس و تدریس...... ابن خلکان کہتے ہیں کہ تحصیل علوم سے فراغت کے بعد آپ نے ملک الناصر صلاح الدین یوسف بن ایوب کے مدرسہ "ناصریہ" میں درس دینا شروع کیا۔ وہاں آپ مدت دراز تک رہے اور بہت کثرت سے لوگوں نے فائدہ اٹھایا، پھر شام سے دمشق میں زکی ابو القاسم ہبۃ اللہ بن عبد الواحد بن رواحہ حموی کے مدرسہ ملحد رواحیہ میں منتقل ہو گئے، حافظ ذہبی نے "العبر فی اخبار من غبر" میں لکھا ہے کہ یہاں آپ مستقل تیرہ سال تک شیخ الحدیث رہے ہیں، پھر جب الملک الاشرف بن الملک العادل بن ایوب نے دمشق میں "دار الحدیث" کی تعمیر کی تو تدریسی خدمات انجام دینے کیلئے اس نے آپ کو منتخب کیا۔ چنانچہ آپ مدرسہ رواحیہ سے دار الحدیث میں آگئے، اس کے بعد زمرد خاتون بنت ایوب کی مدرسہ "العادلیۃ الصغریٰ" میں بھی درس دیا۔ غرض آپ نے مختلف مدارس میں درس حدیث کی عظیم الشان خدمات انجام دیں۔

اصحاب و تلامذہ...... آپ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کے استاد تھے اور استاد بھی ایسے کہ ان کو آپ سے کافی فیض پہنچا۔ چنانچہ ابن خلکان نے خود اس کا اعتراف کیا ہے۔ فرماتے ہیں "وھو احد اشیاخی الذین انتفعت بھم" شیخ ذہبی فرماتے ہیں کہ آپ سے شمس الدین عبد الرحمٰن بن نوح، کمال الدین سلار، کمال الدین اسحاق تقی الدین بن رزین اور قاضی وغیرہ نے علم فقہ اور فخر الدین عمر کرجی، مجد الدین بن المہتار، شیخ تاج الدین عبد الرحمٰن، شیخ زین الدین فاروقی، قاضی شہاب الدین جوری، خطیب شرف الدین فراوی، شہاب محمد بن شرف، صدر محمد بن حسن ارموی، عماد بن البالسی، شرف محمد بن الخطیب الآبادی، ناصر

الدین محمد بن المھتار، قاضی ابو العباس احمد بن علی الجیلی اور شہاب احمد بن العفیف وغیرہ نے حدیث حاصل کی ہے۔
علمی مقام...... آپ بڑے مشہور و معروف محدث تھے، فن حدیث کے تمام علوم پر گہری نگاہ رکھتے تھے یہاں تک کہ علمائے حدیث کے یہاں جب لفظ شیخ مطلق بولا جاتا تو اس سے آپ ہی مراد ہوتے تھے جیسا کہ شیخ عراق نے اپنے الفیہ میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے۔

وکلما اطلقت لفظ الشیخ ما اریدالا ابن الصلاح مبہما

نیز اسماء رجال کے اندر کافی مہارت رکھتے تھے اور حدیث کے علاوہ فن تفسیر، فقہ اور نقل لغات میں بھی غیر معمولی ملکہ حاصل تھا، ابن خلکان کہتے ہیں۔

کان احد علماء عصرہ فی التفسیر والحدیث والفقه واسماء الرجال وما یتعلق بعلم الحدیث ونقل اللغة وکانت له مشارکة فی فنون عدیدة

آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء رجال اور علم حدیث اور نقل لغات سے متعلق تمام علوم میں اپنے دور کے یکتا تھے۔ نیز آپ کو بہت سے فنون میں دسترس حاصل تھی۔
شیخ سخاوی نے اپنی کتاب "فتح المغیث" کے شروع میں آپ کو ان القاب کے ساتھ یاد کیا ہے۔

"العلامة الفقیه حافظ الوقت مفتی الفرق شیخ الاسلام تقی الدین ابو عمرو عثمان ابن الامام البارع صلاح الدین کان اماما،بارعا،حجة،متبحرا فی العلوم الدینیة،بصیرا بالمذهب ووجوهه،خبیرا باصوله، عارفا بالمذاهب جید المادة من اللغة والعربیة حافظا للحدیث،متفنیه حسن الضبط، کبیر القدر،وافر الحرمة،عدیم النظیر فی زمانه مع الدین والعبادة والنسك والصیانة،والورع والتقوی،انتفع به خلق وعولوا اعلی تصانیفه۔"

زہد وورع...... آپ جس طرح علم وفن کے دریا تھے اسی طرح زہد وورع اور پرہیز گاری کے لحاظ سے بھی اپنی نظیر آپ تھے۔ چنانچہ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وکان من العلم والدین علی قدر عظیم

آپ علم اور دینداری کی اندر ایک بڑے رتبہ پر فائز تھے۔
نیز دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

ولم یزل امره جاریا علی السداد والصلاح والاجتهاد فی الاشتغال والنصح۔

آپ قوم کی اصلاح وسدھار اور اس کے نفع اور دیگر اشغال خیر میں ہمیشہ سرگرداں رہتے۔
رحلت ووفات...... علی الصبح ۲۵ ربیع الآخر ۶۴۳ھ مطابق ۱۲۴۵ء میں وفات پائی اور ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی اور باب النصر سے باہر مقابر صوفیہ میں دفن کئے گئے۔
مولفات وتصنیفات...... موصوف دمشق میں کافی مدت تک اقامت پذیر رہے اور یہیں مختلف علوم میں کتابیں تصنیف کیں۔ جن میں آپ نے تحقیقات جدیدہ وفوائد بدیعہ کا ذخیرہ جمع کردیا ہے۔ آپ کی اہم ترین تصنیفات حسب ذیل ہیں۔

(۱) طبقات الفقہاء الشافعیہ
(۲) الامالی
(۳) فوائد رحلتہ
(۴) ادب المفتی والمستفتی
(۵) صلة الناسک فی صفة المناسک

(۶)شرح الوسیط

(۷)الفتاوی

(۸)شرح صحیح مسلم

(۹)المؤتلف والمختلف

(۱۰)طریق حدیث الرحمۃ

(۱۱)علوم الحدیث......یہ آپ کی جلیل القدر اور عظیم الشان تصنیف ہے۔ جو آپ نے اپنی عمر کے آخری دور میں لکھی ہے۔ چنانچہ اس کے ایک نسخہ کے اخیر میں مرقوم ہے کہ مصنف نے اس کو بروز جمعہ ۷ رمضان ۶۳۰ھ میں املاء کرنا شروع کیا اور آخر محرم ۶۳۴ھ میں نماز جمعہ اور نماز عصر کے درمیان فراغت پائی۔ موصوف وقتاً فوقتاً اس کا املا کراتے تھے۔ تاہم پوری کتاب کا املاء دار الحدیث الملکیۃ الاشرفیہ میں ہوا ہے۔ کتاب کے شروع میں ایک اہم مقدمہ ہے۔ جس میں علوم حدیث کا مرتبہ اور اس کی عظمت ظاہر کی ہے، اس کے بعد مضامین کتاب کو علوم حدیث کی (۶۵) انواع ذکر کرتے ہوئے منضبط کیا ہے۔

موصوف کی یہ کتاب تدوین علوم حدیث کی تمام سابقہ کتب پر فائق ہے، حافظ عبدالرحیم عراقی اس کتاب کی شرح کے شروع میں فرماتے ہیں۔

فان احسن ماصنف اهل الحديث في معرفة الاصطلاح كتاب علوم الحديث لابن الصلاح

معرفت اصطلاح میں اہل حدیث نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان سب میں بہتر کتاب ابن الصلاح کی علوم الحدیث ہے۔

اسی طرح شیخ برہان الدین ابناسی رقم طراز ہیں "ان کتابه هذا احسن تصنيف فيه" کہ علوم حدیث میں ان کی یہ کتاب بہترین تصنیف ہے۔ اسی لئے علماء نے اس کی طرف وہ توجہ کی ہے جو اس سے پہلے علوم حدیث کی کسی کتاب کی طرف نہیں کی۔ چنانچہ نظم ونثر، اختصار واستدراک اور تشریح ہر لحاظ سے علماء نے اس کی خدمت کی، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں "فلهذا عكف الناس عليه وساروا بسيره فلايحصى كم ناظم له و مختصر ومستدرك عليه و مقتصر ، و معارض له ومنتصر"

(۱)الارشاد......از یحییٰ بن شرف نووی۔ اس میں موصوف کی کتاب کی تلخیص کی ہے۔ پھر اس کو "التقریب" میں ملخص کیا ہے۔

(۲)اختصار علوم الحدیث......از حافظ اسماعیل بن عمر۔ ابن کثیر

(۳)الخلاصۃ فی علم الحدیث......از علامہ طیبی

(۴)محاسن الاصطلاح......از علامہ بلقینی

(۵)مختصر علوم الحدیث از شیخ علاء الدین ماردینی۔

(۶)التبصرہ والتذکرہ......از حافظ عبدالرحیم بن حسین العراقی، ایک ہزار اشعار میں منظوم ہے۔

(۷)الفیۃ الحدیث......از شیخ جلال الدین سیوطی

(۸)التقیید والایضاح لما اطلق واغلق من کتاب ابن الصلاح حافظ عراقی کی شرح ہے جس کو "النکت" بھی کہتے ہیں۔

(۹)شرح علوم الحدیث......از شیخ بدر الدین محمد بن بہادر الزرکشی۔

(۱۰)الافصاح علی نکت ابن الصلاح......از حافظ ابن حجر عسقلانی [۱]

---

[۱] از ابن خلکان، شذرات الذہب، کشف الظنون، کتاب الاعلم، معجم المولفین ۱۲۔

(۲۶) صاحب نخبۃ الفکر

نام و نسب......احمد نام، ابوالفضل کنیت اور شہاب الدین لقب ہے۔ عسقلان کی طرف منسوب ہیں۔ والد کا نام علی اور لقب نور الدین ہے۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ احمد بن علی بن محمد بن محمد علی بن احمد الکنانی النسب العسقلانی الاصل المصری المولد النزیل القاھرۃ۔

علامہ سیوطی اور حافظ بن فہد مکی نے محمد بن علی کے بعد ابن محمود بن احمد بن حجر بن احمد کا اضافہ کیا ہے۔

وجہ تلقب...... حافظ موصوف ابن حجر کے لقب سے مشہور ہیں۔ جد امجد کا لقب بھی ابن حجر تھا۔ پس یا تو آپ نے بطور تفاول اپنا لقب ابن حجر رکھا یا آل حجر کی نسبت سے ابن حجر مشہور ہوئے جیسا کہ ابن عماد حنبلی نے لکھا ہے آل حجر کا قبیلہ ارض قابض میں آباد تھا وہاں سے منتقل ہو کر جرید کے جنوبی حصہ میں سکونت پزیر ہو گیا تھا اس مردم خیز خاندان میں محدثین اور فقہاء کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوئی ہے۔

تحقیق نسبت......حافظ ابن حجر کے نام کے ساتھ عسقلانی اور مصری کی نسبت جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہے ایک زمانہ میں [۱] عسقلان فلسطین کا خوبصورت شہر تھا اسی لئے اس کو عروس شام کا خطاب دیا جاتا تھا صاحب روضات نے تلخیص الآثار کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک بھی اسی شہر میں مدفن ہے، فلسطین کا دوسرا متبرک شہر رملہ ہے جس کی بابت حضرت قتادہ نے ذکر کیا ہے کہ رملہ کی مسجد اور اس کے بازار کے درمیان ستر ہزار۔ انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں جو حضرت لقمان کے بعد ایک ہی دن فوت ہوئے تھے، حافظ ابن حجر اسی عسقلان کی طرف منسوب ہیں۔ بلخ کے دیہاتوں میں سے ایک گاؤں بھی عسقلان کے ساتھ موسوم ہے جس کی طرف ابو یحیٰی عیسی بن احمد بن وردان منسوب ہیں۔ مصری کہلائے جانے کی وجہ یہ ہے کہ مصر ہی آپ کا مولد و منشاء ہے اور تحصیل علم کے بعد بھی اسی کے مختلف خطوں میں آپ کا قیام رہا اور یہیں پیوند خاک بھی ہوئے۔

ولادت باسعادت...... آپ ۲۳ شعبان ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے، مقام ولادت مصر کا عتیقہ، نامی ایک قریہ بتلایا جاتا ہے بچپن ہی میں والد ماجد شیخ نور الدین علی کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے تھے خود فرماتے ہیں کہ جب میرے والد فوت ہوئے تو میری عمر کے چار سال بھی پورے نہیں ہوئے تھے اور آج وہ مجھے بالکل ایک خیال کی طرح یاد ہیں۔ اتنا یاد آتا ہے کہ انہوں نے کہا میرے لڑکے (ابن حجر) کی کنیت ابوالفضل ہے۔

اس لئے آپ نے زکی خرنوبی نامی ایک شخص کی کفالت میں نشو و نما پائی جنہیں آپ کے والد نے وفات کے وقت وصی مقرر کیا تھا۔

ایک شیخ وقت کی مستجاب دعا......بیان کیا جاتا ہے کہ حافظ ابن حجر کے والد کی کوئی اولاد زندہ نہ رہتی تھی اس شکستہ دلی میں ایک دن مشہور بزرگ شیخ صناقبری کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض حال کیا شیخ نے دعا کی اور فرمایا کہ تیری پشت سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہو گا جو پوری دنیا کو علم کی دولت سے مالا مال کر دے گا، شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ ابن حجر کی تصنیفات کی اتنی مقبولیت اور شہرت شیخ صناقبری کی اس دعا کا نتیجہ ہے۔

تحصیل علم......باقاعدہ تعلیم کا آغاز کرنے سے پہلے ہی شیخ صدر السفطی شارح مختصر التبریزی سے کلام پاک حفظ کرنا شروع کیا۔ حافظہ غیر معمولی پایا تھا اس لئے صرف نو سال کی عمر میں حافظ قرآن ہو گئے۔ اور قرآن ہی نہیں بلکہ العمدہ، الفیۃ الحدیث (طعراقی) الحاوی الصغیر اور مختصر ابن حاجب بھی زبانی یاد کر لیں۔

---

[۱] فی المعجم العلمی ص ۶۶۹، عسقلان بلد بساحل الشام، وفی کنز العلوم وشلغۃ ص ۵۸ عسقلان ھی مدینہ بسوریتہ علی شاطی البحر الابیض وبھا آثار قدیمۃ. ۱۲

علمی سفر...... ۷۸۴ھ میں حافظ صاحب اپنے وصی زکی خرنوبی کے ہمراہ مکہ مکرمہ گئے اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد وہاں کے مشاہیر علماء کے حلقہاء درس میں شرکت کی سب سے پہلے جس شخص سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہوا وہ شیخ عفیف الدین النشاوری ہیں آپ نے ان سے صحیح بخاری کی سماعت کی ان کے علاوہ عالم حجاز حافظ ابو حامد محمد بن ظہیرہ اور شیخ جمال بن ظہیرہ سے کسب فیض کیا اور اسی سال مسجد حرام میں تراویح میں پورا کلام مجید سنایا۔ خود فرماتے ہیں کہ ، میں نے اسی سال لوگوں کو تراویح پڑھائی۔

کسب حدیث...... جب آپ سن رشد کو پہنچے تو علم حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور حدیث کے سر چشموں سے سیرابی حاصل کرنے کے لئے دور دراز ممالک کا سفر کر کے حدیث کی سماعت کی۔ تحصیل علم کیلئے آپ نے جن ملکوں کا سفر کیا ان میں حرمین شریفین کے علاوہ اسکندریہ، نابلس رملہ، غزہ، یمن، قبرص، شام اور حلب وغیرہ شامل ہیں اسی بناء پر آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے جن کو نہ بیان کرنا ممکن اور نہ شمار کرنا، ۷۹۶ھ میں آپ قاہرہ وارد ہوئے اور حافظ زین الدین ابو الفضل عبد الرحیم بن حسین بن عبد الرحمٰن عراقی سے علم حدیث کی تحصیل کی اور اس میں اتنا کمال پیدا کر لیا کہ ان کے شیخ نے حدیث پڑھانے کی اجازت فرمادی۔ جب شیخ عراقی کی وفات کا وقت قریب آیا تو کسی نے پوچھا آپ کے بعد آپ کا جانشین کون ہوگا؟ شیخ نے کہا ابن حجر! پھر ابوزرعہ پھر ہیثمی۔

دیگر علوم کی تکمیل...... فقہ میں شیخ سراج الدین ابو حفص عمر بن رسلان بلقینی، حافظ ابن الملقن، شیخ برہان الدین الابناسی اور نور الدین ہیثمی کے سر چشمہ فیض سے سیرابی کی شیخ بلقینی نے سب سے پہلے آپ کو افتاء و تدریس کی اجازت دی، ادب میں عمادی اور محب بن ہشام سے، علم عروض میں پختگی سے کتابت میں ابو علی الزفتاوی اور نور الدین بدماصی سے، قرات سبعہ میں تنوخی سے اور متفرق علوم میں عزبن جماعہ سے مہارت حاصل کی انکے علاوہ دیگر اکابر شیوخ و ماہرین فن کی خدمت میں حاضر ہوئے چنانچہ سریاقوس میں صدر الدین ابشیطی، غزہ میں احمد بن خیلی، رملہ میں احمد بن محمد ایکی، بیت المقدس میں شمس الدین قلقشندی، بدر الدین مکی، محمد المنجی اور محمد بن عمر بن موسیٰ دمشق میں بدر الدین بن قوام البالسی اور فاطمہ بنت المنجا التنوخیہ فاطمہ بنت الہادی، عائشہ بنت الہادی منی میں زین الدین ابو بکر بن الحسین کے حلقہائے درس میں شریک ہو کر تحصیل کی۔ آپ کے زمانہ میں امام لغت علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس بھی زندہ تھے جو مشہور انام اور مرجع خواص و عوام تھے، اپنے فن لغت میں ان کے بھی خرمن علم سے خوشہ چینی کی۔

بدر الدین عینی سے خوشہ چینی...... حافظ ابن حجر علامہ بدر الدین عینی (جن کی عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری مشہور و معروف کتاب ہے، بارہ سال چھوٹے تھے اور دونوں میں گو معاصرانہ منافست تھی مگر پھر بھی حافظ ابن حجر نے آپ سے استفادہ کیا ہے، بلکہ دو حدیثیں صحیح مسلم کی اور ایک حدیث مسند احمد کی آپ سے سنی ہیں اور بلدانیات میں ان کی تخریج بھی کی ہے نیز المجمع المؤسس معجم المفہرس، کے طبقہ ثالثہ میں آپ کو اپنے شیوخ میں شمار کیا ہے۔

ذہانت و حافظہ...... آپ کو ذہانت و فطانت سے بہرہ وافر ملا تھا جس کی شہادت خود آپ کے شیوخ و اساتذہ نے دی ہے، جب آپ پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بٹھائے گئے تو سورۂ مریم صرف ایک دن میں حفظ کر کے لوگوں کو متحیر کر دیا۔ الحادی الصغیر کو ایک مرتبہ استاد کی تصحیح کے ساتھ پڑھا دوسری مرتبہ خود پڑھا اور تیسری مرتبہ زبانی سنا دیا۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں کہ متقدمین نے ان کے حفظ، ثقاہت، امانت معرفت تامہ، ذہن کی تیزی اور غیر معمولی ذکاوت کی شہادت دی ہے علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ ان کے حفظ و اتقان کی شہادت ہر قریب و بعید اور دوست و دشمن نے دی حتیٰ کہ لفظ حافظ ان کیلئے ایک اجماعی خطاب بن گیا۔ علامہ شعرانی نے ذیل الطبقات میں حافظ سیوطی سے نقل کیا ہے کہ حافظ ابن حجر کو بیس ہزار سے زائد احادیث محفوظ تھیں نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ ان کا حافظہ اتنا وسیع تھا کہ بلا شبہ ان کا وصف بیان کرتے وقت۔ بحر بن حجر

کہاجاسکتاہے۔ حافظ ابن فہد مکی نے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے حفظ واتقان کا خصوصیت سے ذکر کیاہے فرماتے ہیں کہ حفظ واتقان میں ان کا کوئی جانشین نہ ہو سکا۔ منقول ہے کہ آپ نے زمزم اس نیت سے پیا کہ قوت حافظہ میں امام ذہبی کے برابر ہو جائیں چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ مراد آپ کی پوری کی محققین کا خیال ہے کہ آپ حفظ واتقان میں علامہ ذہبی پر فوقیت رکھتے تھے، وکان یقول الشروط التی اجتمعت فی الان بھا اسمی حافظا۔

سرعت قرات......ان کی سرعت قرات کے بعض ایسے محیر العقول واقعات منقول ہیں جن پر اس زمانہ میں یقین کرنا مشکل ہے لیکن یہ واقعات حافظ صاحب کے اکابر تلامذہ اور بڑے بڑے علماء سے متواترا منقول ہیں اس لئے ان کی صحت میں کوئی شک نہیں کیاجاسکتا۔ حافظ ابن فہد مکی لکھتے ہیں کہ انہوں نے بخاری ظہر وعصر کے درمیان کی دس مجلسوں میں ختم کی اور مسلم ڈھائی دن کی پانچ مجلسوں میں اور نسائی دس مجلسوں میں۔ ان میں سے ہر مجلس تقریباچار گھڑی کی ہوتی تھی۔ دمشق میں ناصر الدین ابو عبداللہ محمد جہبل کو سنانے کیلئے باب النصر اور باب الفرج کے درمیان جو مزار نعل شریف نبوی کے مقابل ہے صحیح مسلم کو تین روز میں ختم کیاچنانچہ اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قرات بحمد اللہ جامع مسلم ۔۔۔ بجوف دمشق الشام کرش الاسلام

علی ناصر الدین الامام بن جھبل ۔۔۔ بحضرۃ حفاظ مجادیع اعلام

وتم بتوفیق الالہ وفضلہ ۔۔۔ قراءۃ ضبط فی ثلاثۃ ایام[1]

ابن فہد دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے شام کے سفر میں طبرانی کی معجم صغیر کو ظہر وعصر کے درمیان کی ایک مجلس میں پڑھا۔ اس میں طبرانی کی جس معجم صغیر کاذکر ہے جسے حافظ موصوف نے صرف ایک مجلس میں ختم کیاوہ ڈیڑھ ہزار احادیث مع اسناد پر مشتمل ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب اور نواب صدیق حسن خاں نے لکھاہے کہ وہ سنن ابن ماجہ چار مجلسوں میں ختم کردیتے تھے۔ دمشق میں موصوف کی مدت اقامت کل سوادوماہ رہی اور اس قلیل مدت میں موصوف نے ایک سو مجلدات پڑھ ڈالیں۔

ذوق شعر وسخن......حافظ صاحب کو ابتدائے عمر ہی سے شعر وسخن سے بھی خاص شغف تھا اور انہوں نے اپنی فطری ذہانت کی بناء پر اس فن میں بھی پوری مہارت حاصل کرلی تھی علامہ سیوطی کا بیان ہے کہ شعروادب کی طرف توجہ مبذول کی تواس میں بھی پوری مہارت حاصل کرلی اور کثرت سے بہت عمدہ نظمیں کہیں۔ آپ کو شاعر کی حیثیت سے بھی اتنی شہرت حاصل تھی کہ مصر کے ان سات مشہور شعراء میں آپ کانام دوسرے نمبر پر تھا جنہیں شہاب کہاجاتا تھا۔ علامہ شوکانی نے لکھاہے کہ ان کو شعر میں ید طولے حاصل تھا مصنفین ادباء کی ایک جماعت نے ان کی بہترین ادبی تخلیقات نقل کی ہیں جیسے ابن الحجۃ نے شرح البدیعیہ میں۔ اور یہ سب شاعری میں آپ کے علو مرتبت کے معترف ہیں۔

حافظ ابن حجر کی شاعری کے جو نمونے منتشر طور پر کتابوں میں ملتے ہیں ان کے مطالعہ سے اندازہ ہوتاہے کہ اس میں ادبی چاشنی کے ساتھ موعظت وحکمت کاخزینہ بھی ہے۔

دیوان ابن حجر......دیوان ابن حجر کے نام سے ان کا مجموعہ کلام بھی موجود ہے جس میں ہر صنف سخن کے الگ الگ اشعار ہیں یہ دیوان سات اصناف سخن پر مشتمل ہے۔ نبویات، ملوکیات، اخوانیات، غزلیات، اعراض، موشحات تقاطیع۔ آغاز دیوان میں مدح رسول میں ایک طویل قصیدہ ہے جس میں صحیح بخاری کے ختم کا بھی ذکر ہے۔ نواب صدیق حسن خاں کے بیان کے مطابق اس دیوان کاایک نسخہ ان کے پاس موجود تھاایک نادر نسخہ کتب خانہ خدیویہ اور ایک جامع الباشاموصل میں ہے۔

رنگ کلام وانداز بیان...... آپ کے کلام کاعمومی رنگ یہ ہے۔

اجبت وقاذا کنجم ساطع ۔۔۔ انزلت برضا العزائم فوادی

---

[1] خدا کاشکر ہے میں نے جامع مسلم کو پڑھاہے۔ دمشق شام میں جو اسلام کادل ہے، امام ناصر الدین ابن جہبل کے روبرو ایسے حفاظ کے حضور میں جو علماء کی حاجتوں کا مرکز ہیں اور اللہ کے فضل اور اس کی توفیق سے پورے ضبط کے ساتھ تین دن میں ان کی قرات تمام ہوئی۔ ۱۲۔

وانا الشهاب فلا تعاند عاذلی　　ان نحو الکواکب الوقاد

ذیل کے قطعہ میں کتنی حکیمانہ بات کہی ہے۔

ثلث [۱] من الدنیا اذا حصلت　　لشخص فلن یخشی من الضر والضیر

غنی عن بنیها والسلامة منهم　　وصحة جسم وخاتمة خیر

ایک قطعہ میں عشرہ مبشرہ صحابہ کرام ﷺ کو اس طرح جمع کیا ہے۔

لقد [۱] بشر الهادی فی الصحب زمرة　　بجنات عدن کلهم فضل اشتهر

سعید، زبیر، سعد، طلحة، عامر　　ابوبکر، عثمان بن عوف علی و عمر

اپنی وفات سے تین سال قبل اپنی کتاب "الامالی الحدیثیہ" کے بارے میں جو ایک ہزار سے زیادہ مجالس پر مشتمل ہے گیارہ اشعار کی ایک نظم کہی جس کے ابتدائی دو شعر یہ ہیں۔

یقول راجی اله الخلق احمد من　　اهل الحدیث نبی الخلق منتقلا

تدلو من الالف ان عدت مجالسه　　تخریج اذکار رب ناقدو علا

حافظ ابن حجر بہت برجستہ گو شاعر تھے ان کی برجستہ گوئی کے متعدد نمونے بستان، نظم العقیان اور ذیل "طبقات الحفاظ" میں ملتے ہیں، نواب صدیق حسن خاں نے "حظیرۃ القدس" میں یہ قطعہ بھی آپ ہی کی طرف منسوب کیا ہے۔

خاض العواذل فی حدیث مدامعی　　لماجری کالجر سرعته سیره

فجسته لاصون ستر هوا کم　　حتی یخوضوا فی حدیث غیره

لطافت و ظرافت...... آپ کے مزاج میں مزاح و خوش طبعی تھی جس کا کبھی کبھی مظاہرہ ہوتا تھا ایک مرتبہ عہدہ قضاء پر شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن علی قایاتی کا ان کی جگہ تقرر ہوا، حسن اتفاق سے کسی تقریب میں دونوں نے ایک دوسرے کے ساتھ کھانا کھایا اس موقعہ پر آپ نے برجستہ یہ قطعہ کیا۔

عندی حدیث ظریف بمثله تلتقی　　من قاضیین یعزی هذا و هذا یهنا

یقول ذا اکرهونی و ذایقول استرحنا　　ویکذبان جمیعًا ممن یصدق منا

علمی مشغلہ اور مطالعہ کتب...... آپ کے اوقات معمور رہتے تھے کسی وقت خالی نہ بیٹھتے تھے۔ تین مشغلوں میں سے کسی ایک شغل میں ضرور مصروف رہتے تھے مطالعہ کتب، تصنیف و تالیف یا عبادت، دمشق میں دو ماہ دس دن تک قیام فرمایا اور اس مدت میں افادہ عام کی غرض سے کتب حدیث کی سو جلدیں پڑھیں اور تقریباً" سو مجلسوں میں املا کرایا اور تصنیف و تالیف، عبادت اور دیگر ضروریات کو ان اوقات کے علاوہ انجام دیتے تھے۔

درس و تدریس...... تحصیل علوم اور ان میں کمال پیدا کرنے کے بعد آپ نے درس و تدریس کی مسند بچھائی آپ کے فضل و کمال کا شہرہ سن کر دور دراز ملکوں کے شائقین علم نے جوق در جوق آپ کی طرف ہجوم کیا وقت کے اکابر علماء و فضلاء تک نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور مصر کے بیشتر علماء نے آپ سے فیض حاصل کیا۔

---

[۱] تین چیزیں دنیا میں ایسی ہیں کہ اگر یہ کسی کو حاصل ہو جائیں تو اسے کسی نقصان یا تکلیف کا خوف نہ کرنا چاہئے ایک اہل دنیا سے بے نیازی اور ان سے مامون رہنا، دوسرے تندرستی اور تیسرے خاتمہ بالخیر۔ [۱] بلا شبہ ہادی نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو جنت خلد کی بشارت دی جن کا فضل مشہور ہے وہ سعید، زبیر سعد، طلحہ، عامر، ابوبکر، عثمان بن عوف، علی اور عمر ہیں۔

[۲] کہتا ہے احمد جو اللہ تعالیٰ سے امید کرنے والا ہے اور عام مخلوق کی نبی کی حدیث نقل کرنے والوں سے ناقل ہے ہزار کے قریب ہیں اگر اس کی وہ مجالس شمار کی جائیں جن میں اس نے اپنے رب کے ذکر کئے ہیں جو برتر و ناقد ہیں۔

[۳] یہ ایک دلچسپ قصہ ہے کہ اس کے مثل سے دو قاضیوں سے ملاقات ہوگئی کہ ایک تعزیت کرتا ہے اور دوسرا مبارکباد دیتا ہے کہتا ہے کہ مجھے قاضی بننے پر مجبور کیا اور یہ کہتا ہے کہ ہم نے معزول ہو کر راحت پائی حالانکہ دونوں جھوٹے ہیں پس ہم میں کون سچا ہے۔ ۱۲

انہوں نے خانقاہ بیبرسیہ میں تقریباً" بیس سال تک حدیث، فقہ اور قرآن پاک کا درس دیا اسی طرح شیخونیہ، جامع اقلع اور جمالیہ میں کچھ عرصہ تک قال اللہ وقال الرسول کے نغمے سنائے پھر موئیدیہ میں فقہ کا درس دیا آپ کے درس کی شہرت سے پوری دنیائے اسلام گونج اٹھی اور ہر ملک کے بے شمار شائقین علم آنے لگے ان کی تعداد حد شمار سے باہر ہے درس و تدریس کے ساتھ جامع ازہر اور جامع عمرو میں خطیب کے فرائض بھی انجام دیتے تھے، تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا۔

اصحاب و تلامذہ...... آپ کے حلقہ درس سے سینکڑوں طلبہ آسمان علم و فضل کے اختر تابندہ بنے امام سخاوی کا بیان ہے کہ کثرت تعداد کی بناء پر تلامذہ کے نام شمار میں نہ آسکے ہر مذہب کے باکمال علماء آپ کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ ان میں سے مشاہیر کے نام اور اجمالی تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی مولود سن ۸۳۱ھ متوفی ۱۶ شعبان سن ۹۰۲ھ موصوف خود لکھتے ہیں کہ میں نے سن ۸۳۸ھ سے ابن حجر کی صحبت اختیار کی اور پھر عمر بھر ان سے وابستہ رہا یہاں تک کہ ان سے پورا پورا علم حاصل کیا اور مجھے یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ میں نے بہت سے علوم میں اختصاص پیدا کیا۔ میں ان کی فرودگاہ سے قریب ہی سکونت پذیر تھا اس لئے ان کے درس کا کوئی سبق مجھ سے کبھی ناغہ نہ ہوتا تھا حافظ صاحب بسا اوقات قرات کیلئے مجھے بلوا بھیجتے تھے۔

(۲) برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی مولود سن ۸۰۹ھ متوفی سن ۸۸۵ھ انہوں نے ابتداء نحو اور فقہ کی تحصیل تاج بہادر سے اور قرات علامہ جزری سے کی اس کے بعد تقی الحصنی، تاج الغرابیلی، عماد بن اشرف، علاء القلقشندی اور حافظ ابن حجر وغیرہ سے مختلف علوم وفنون میں مہارت اور اپنے معاصرین پر فوقیت حاصل کی آپ کی شہرہ آفاق تفسیر آپ کے تبحر علمی، جامعیت اور فہم وذکا کی شاہد عدل ہے۔

(۳) حافظ عمر بن فہد مکی مولود سن ۸۱۴ھ متوفی سن ھ صغر سنی میں کلام پاک حفظ کرنے کے بعد شیوخ مکہ مراغی، جمال بن ظہیرہ، ولی، عراق، ابن الجزری، نجم بن جی اور کارزونی وغیرہ سے استفادہ کر کے سن ۸۵۰ھ میں مصر آئے اور لسان المیزان اور دوسری کتابیں حافظ ابن حجر سے پڑھیں خود لکھتے ہیں کہ "میں نے حافظ ابن حجر سے نخبۃ الفکر، تخریج احادیث الاربعین (للنووی) الامتناع بالاربعین، المتباینہ بشرط سماع پڑھیں اور مسلسل بالاولیۃ کو بلند طرق کے ساتھ ان سے سنا۔

(۴) قاضی زکریا بن محمد انصاری مولود ۸۲۶ھ متوفی ۹۰۶ھ صغر سنی میں قرآن پاک، عمدۃ الاحکام اور مختصر التبریزی کا کچھ حصہ حفظ کیا۔ پھر ۸۴۱ھ میں قاہرہ آگئے اور مختصر ند کو پوری حفظ کی۔ بلقینی، قایانی، شرف سبکی، ابن حجر، ابن ہمام اور زین العراقی جیسے جلیل القدر اور نادرہ روزگار شیوخ سے کسب فیض کیا۔ حافظ ابن حجر نے افتاء و تدریس کی اجازت مرحمت فرمائی۔

ان علماء کے حالات سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ حافظ ابن حجر جس طرح شیوخ کے معاملہ میں خوش نصیب تھے۔ اسی طرح تلامذہ کے سلسلہ میں بھی انتہائی نصیبہ ور تھے۔ آپ کے حلقہ درس سے جو طلبہ بھی سند فراغ لے کر نکلے وہ ایام وقت اور فاضل دوراں بن کر چمکے اور اپنے نام کے ساتھ اپنے عالی مرتبت استاد کا نام بھی روشن کیا۔

تبحر علمی اور جامعیت...... حافظ صاحب نے اپنے عہد کے تمام مشہور علمی مراکز اور یگانہ روزگار فضلاء سے کسب فیض اور ان کی صحبت سے استفادہ کیا تھا اور تحصیل علم میں غیر معمولی محنت جانکاہی اور عرق ریزی نے آپ کو نہ صرف اپنے عہد بلکہ تاریخ اسلام کا نامور عالم بنادیا۔ چنانچہ آپ کو حافظ العصر، خاتمۃ الحفاظ، امام الائمہ، محی السنۃ علم الائمۃ الاعلام، فرید الوقت، مفخر الزمان اور عمدۃ المحققین کے خطابات سے نوازا گیا۔

خاکساری و فروتنی...... لیکن بایں ہمہ تبحر علمی و جلالت شان فروتنی اور تواضع کا پیکر تھے، اپنی جانب کسی بڑائی کو منسوب نہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ برمش الفقیہ نے آپ سے سوال کیا تم نے اپنا مثل دیکھا ہے۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "فلاتزکوا انفسکم ھو اعلم بمن اتقی"

در راہ ما شکستہ دلی می خرند و بس بازار خود فروشی ازاں سوئے دیگر است

شیخ سعدی نے کیا ہی خوب کہا ہے

مرا پیر دانائے مرشد شہاب دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ بر خویش خود بیں مباش دگر آنکہ بر غیر بدبیں مباش

بذل اموال......افلاس انسان کے حوصلے کو پست کرتا ہے اور دولتمندی قوائے دماغی کو کند اور سست کرنے والی ہے جس طرح افلاس میں مستقل مزاج رہنا دشوار ہے اسی طرح نشہ دولت میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا مشکل ہے اسی لئے کسی نے کہا ہے۔

بادہا خوردن وہشیار نشستن سہل ست چوں بدولت برسی مست نگردی مردی

مگر اسلاف کے حالات میں نہ افلاس سے کوئی فتور آتا تھا نہ ثروت سے کوئی تغیر۔ شاہ عبد العزیز صاحب حافظ ابن حجر کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب حافظ ممدوح بخاری کی شرح فتح الباری کی تالیف سے فارغ ہوئے تو آپ کو اتنی مسرت ہوئی کہ قاہرہ کے باہر مقام "تاج" میں ۸ شعبان ۸۴۲ھ کو پانچ سو اشرفیاں خرچ کر کے ایک شاندار دعوت کی۔ جس میں قایانی، دنائی اور سعد دیری وغیرہ علماء اور تمام اعیان شہر شریک ہوئے۔ حافظ سخاوی لکھتے ہیں "وہ ایک یادگار دن تھا علماء و قضاۃ، امراء و فضلاء کا ایسا اجتماع لوگوں نے نہیں دیکھا، اس اجتماع میں مقدمہ فتح الباری پڑھا گیا اور شعراء نے خصوصی نظمیں پڑھیں۔

منصب قضاء......حافظ ابن حجر نے قضاء کی آزمائشوں میں مبتلا ہونے کا شروع ہی سے عزم کر لیا تھا۔ سلطان موئد نے آپ کو شام کا منصب قضاء بارہا سپرد کرنا چاہا مگر ہر مرتبہ آپ نے شدت سے انکار کیا۔ لیکن قدرت کو اس سلسلہ میں بھی آپ سے خدمات لینا مقصود تھا۔ اس لئے محرم ۸۲۷ھ میں جب ملک اشرف برسبائی نے منصب قضاء قبول کرنے کیلئے آپ کے احباب سے دباؤ ڈلوایا تو ناچار اس پیشکش کو قبول کرنا پڑا۔ جس سے آپ بحسن وخوبی عہدہ بر آ ہوئے۔

ابن فہد مکی نے لکھا ہے کہ حافظ صاحب سب سے پہلے ۸۲۷ھ میں قاضی القضاۃ کے منصب پر مامور ہوئے اور اسی سال ذیقعدہ میں اس سے گلو خلاصی حاصل کر لی۔ پھر رجب ۸۲۸ھ کو دوبارہ اسی منصب پر فائز ہوئے اور ۸۳۳ھ تک رہے پھر اس کو چھوڑ دیا۔ جمادی الاولی ۸۳۴ھ میں چھٹی بار قاضی ہوئے۔ درمیانی کچھ وقفوں کو چھوڑ کر ۸۲۷ھ سے ۸۵۲ھ تک برابر اسی عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ جمادی الثانی ۸۵۲ھ میں اس سے ہمیشہ کیلئے سبکدوشی حاصل کر لی۔

تعصب ابن حجر الاماں والحذر......مذکورہ بالا تمام صفات حمیدہ کے ساتھ حافظ صاحب میں حنفی شافعی کا تعصب بھی حد درجہ کا تھا۔ بالخصوص انہوں نے اپنی تصانیف میں حنفیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور جادہ حق واعتدال کو ملحوظ نہ رکھ سکے۔ بقول حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ "حافظ ابن حجر سے رجال حنفیہ کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا ہے" مثال کے طور پر انہوں نے تہذیب التہذیب میں امام اعظم کے صرف ۲۳ کبار تلامذہ کا ذکر کیا ہے جب کہ حافظ مزی نے تہذیب الکمال میں ایک سو سے زائد کبار تلامذہ کے تراجم لکھے ہیں۔ قاضی ابن شحنہ نے لکھا ہے کہ "حافظ ابن حجر نے بھی احناف کے سلسلہ میں وہی روش اختیار کی ہے جو علامہ ذہبی نے احناف و شوافع دونوں کے حق میں اختیار کی تھی۔" اسی بناء پر علامہ سبکی نے لکھا ہے کہ "علامہ ذہبی کے کلام سے شافعی اور حنفی کے تراجم پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے اور اسی طرح حافظ ابن حجر کے کسی حنفی کے ترجمہ کو بھی نہ لینا چاہیئے۔ خواہ وہ متقدم ہو یا متاخر۔" ویقول تلمیذہ البرهان البقاعی انه لایعامل احدا بمایستحقه من الاکرام۔

حافظ سخاوی ابن حجر کیلئے کس درجہ سراپا سپاس رہتے ہیں سب جانتے ہیں مگر انہیں بھی درر کامنہ پر تعلیقات میں کہہ دینا پڑا کہ حافظ ابن حجر جب تک سچائی کا پہلو کمزور نہ کر دیں کسی حنفی عالم کے حالات بیان ہی نہیں کر سکتے۔" حافظ سخاوی کے اس نقطہ نظر کے نقوش درر کامنہ کے حواشی میں بہت ملیں گے۔

یہ حقیقت درون خانہ طشت از بام ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ محب الدین محمد بن شحنہ نے حافظ ابن حجر کے بارے میں بالکل درست فیصلہ صادر کیا ہے کہ "حافظ ابن حجر تعصب کے اس مقام پر ہیں جہاں کسی متقدم یا متاخر حنفی عالم کے بارے میں ان کی باتیں یکسر بے اعتناء ہو جاتی ہیں۔"

سنہ وفات...... اکثر محققین کی رائے کے مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ کو شنبہ کے دن بعد نماز عشاء علم و عمل کا یہ آفتاب غروب ہوا۔ اس وقت عمر شریف ۷۹ سال ۴ ماہ ۱۰ دن کی تھی۔ مرض الموت کا سبب سہال کی شدت تھی۔ ایام مرض الموت میں قاضی القضاۃ سعد الدین دیری برائے عیادت تشریف لائے اور حال دریافت کیا تو موصوف نے علامہ زمخشری کے قصیدے کے چار شعر پڑھے۔

قرب الرحیل الی دیار الآخرہ ۔۔۔ فاجعل الٰہی خیر عمری آخرہ

ولدحم مبیتی فی القبور ووحدتی ۔۔۔ وارحم عظامی حین تبقی ناخرہ

فانا المسکین الذی ایامہ ۔۔۔ ولت باوزار غدرت متواترہ

فلئن رحمت فانت اکرم راحم ۔۔۔ فبحار جودک یاالٰہی زاخرہ

طاش کبری زادہ نے وفات کی تاریخ اور سنہ ۱۸ ذی الحجہ ۸۵۸ھ دیا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ سال ولادت ۷۷۳ھ اور ۷۹ سال کی عمر پر خود صاحب مفتاح السعادۃ بھی متفق ہیں۔ اس کی رو سے سنہ وفات ۸۵۲ھ ہی صحیح ہوتا ہے۔ غالباً طاش کبری زادہ ہی کی تحقیق پر اعتماد کر کے نواب صدیق حسن خاں نے بھی لکھا ہے کہ ۱۸ ذی الحجہ ۸۵۸ھ یوم شنبہ کی صبح سویرے انتقال فرمایا اور اس وقت ان کی عمر ۷۹ سال ۴ ماہ اور ۱۰ دن تھی۔

جنازہ بہت دھوم سے اٹھا تھا۔ حافظ سخاوی کا بیان ہے کہ میں نے اتنا جم غفیر کسی کے جنازہ میں نہیں دیکھا۔ ابن فہد مکی لکھتے ہیں کہ ان کے جنازے میں بہت عظیم مجمع تھا۔ جنازہ کی نماز علم بلقینی نے پڑھائی اور نماز جنازہ میں سلطان ظاہر چقمق اور اس کے درباریوں نے بھی شرکت کی، کہا جاتا ہے کہ نماز جنازہ میں حضرت خضرؑ بھی شریک تھے۔

تدفین مصر کے مشہور قبرستان "قرافتہ الصغری" میں دیلمی کی تربت کے سامنے اور امام شافعی و شیخ مسلم سلمی کی قبروں کے درمیان عمل میں آئی۔ حافظ سخاوی بیان کرتے ہیں کہ ان کی لاش کو کاندھا دینے کیلئے امراء اور اکابر ٹوٹے پڑ رہے تھے اور وہ لوگ بھی ان کی قبر تک پیدل گئے جو کبھی اس کی نصف مسافت پیدل نہ گئے ہوں گے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ مجھ سے شہاب الدین منصوری نے بیان کیا کہ وہ حافظ ابن حجر کے جنازے میں شریک تھے جب وہ نماز میں پہنچے تو آسمان نے لاش پر باران رحمت شروع کر دی اس وقت انہوں نے یہ اشعار پڑھے

قد[1] بکت السحب علی ۔۔۔ قاضی القضاۃ بالمطر

وانہدم الرکن الذی ۔۔۔ کان مشیدا من حجر

تصانیف...... حافظ ابن حجر نے اپنی طویل علمی زندگی میں مختلف فنون کی بکثرت کتابیں تصنیف کیں اور آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اپنی تصانیف کی شہرت و قبول عام کا مشاہدہ اپنی زندگی ہی میں کر لیا۔ امام سخاوی نے ان کی کل تصنیفات کی تعداد ۱۵۰ سے زائد بتائی ہے جن میں بیشتر کتابیں فن حدیث سے متعلق ہیں علامہ سیوطی نے (۱۸۶) کتابوں کے نام شمار کرائے ہیں اور ابن عماد حنبلی نے (۷۲) تصانیف کے نام لکھے ہیں جن کی کل مجلدات کی تعداد (۱۱۲) ہے۔ چند مشہور تصانیف کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) تعلیق التعلیق...... یہ آپ کی سب سے پہلی کتاب ہے جو ۸۰۴ھ کی تصنیف ہے۔ اس میں صحیح بخاری کی تعلیقات کی اسانید موصولہ کا ذکر ہے اور آثار موقوفہ اور متابعات سے بحث کی گئی ہے۔ اس کی تکمیل کبار شیوخ کی حیات میں

[1] بلاشبہ آسمان نے آنسو بہائے۔ قاضی القضاۃ پر بارش کے، ایک ایسا رکن منہدم ہو گیا جو حجر سے مضبوط بنا ہوا تھا۔ ۱۲

ہوئی اور شیوخ نے اس کے بے مثل ہونے کی شہادت دی۔ موصوف نے ایک جلد میں اس کی تلخیص بھی کی ہے جس کا نام "التشویق الی وصل المبہم من التعلیق" ہے اس کے بعد اس کو بھی مختصر کیا ہے۔ جس کا نام "التوفیق بتعلیق التعلیق" ہے۔

(۲) فتح الباری شرح صحیح البخاری...... اس مایہ ناز کتاب نے حافظ ابن حجر کو تاریخ علم و فن میں زندہ جاوید کر دیا۔ ان کو خود بھی اپنی تصنیف پر بجا طور پر ناز تھا۔ جیسا کہ امام سخاوی نے تصریح کی ہے کہ رایته فی مواضع اثنی علی شرح البخاری والتعلیق والنخبته وقال السخاوی فی الضوء اللامع سمعت ابن حجر یقول لست راضیا عن شئی من تصانیفی لانی عملتها فی ابتداء الامر ثم لم یتهیا لی من تحریر هاسوی شرح البخاری ومقدمته والمشتبه والتهذیب ولسان المیزان۔

یہ شرح دس جلدوں میں ہے اور "ہدی الساری" کے نام سے ایک ضخیم جلد میں اس کا مقدمہ علیحدہ ہے۔ مقدمہ کی تالیف سے ۸۱۳ھ میں فراغت ہوئی۔ اس کے بعد ۸۱۷ھ سے فتح الباری کی تالیف کا کام شروع ہوا اور یکم رجب ۸۴۲ھ میں اس عظیم کام سے فراغت ہوئی۔

(۳) بلوغ المرام من ادلۃ الاحکام...... یہ حدیث کی کتاب ہے جس کا تعارف خود حافظ صاحب نے ان الفاظ میں کرایا ہے یہ مختصر کتاب احکام شرعیہ کے دلائل حدیث پر مشتمل ہے میں نے اسے اسلئے تصنیف کیا ہے کہ جو شخص اسے یاد کر لے وہ اپنے ہمعصروں میں نابغ مانا جائے اس سے ایک مبتدی بھی استفادہ کر سکتا ہے اور منتہی بھی۔

(۴) لسان المیزان...... یہ امام ذہبی کی شہرہ آفاق تصنیف، میزان الاعتدال فی نقد الرجال کی تلخیص ہے اس کے متعلق خلیفہ چلپی نے حافظ ابن حجر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میری خواہش تھی کہ میزان الاعتدال کے طرز پر ایک کتاب تصنیف کروں لیکن اس میں طول عمل معلوم ہوا اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ اسی کتاب کی تلخیص اس طرح کر دی جائے کہ ان اسماء کو حذف کر دیا جائے جن کی تخریج ائمہ ستہ یا ان میں سے بعض نے اپنی کتابوں میں کی ہے۔

(۵) الدرایہ فی منتخب تخریج احادیث الہدایہ...... حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے جب امام رافعی کی شرح الوجیز کی تخریج احادیث کی تلخیص کی تھی اس وقت امام زیلعی کی تخریج احادیث ہدایہ سے بھی مراجعت کی تھی، میرے بعض احباب نے اس کا خلاصہ کرنے کا مشورہ دیا تا کہ اس سے استفادہ کیا جا سکے میں نے ان کا مشورہ قبول کر کے اس کا بہترین خلاصہ کیا اس تلخیص سے ۸۲۷ھ میں فارغ ہوئے۔

(۶) الاصابہ فی تمیز الصحابہ...... طبقات صحابہ میں ہے اس میں استیعاب، ذیل استیعاب لابن عبد البر اور اسد الغابہ کا خلاصہ اور اس پر مزید اضافہ واستدراک ہے راقم الحروف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے۔

(۷) تہذیب التہذیب...... یہ فن رجال کی مشہور و ممتاز کتاب ہے جو حافظ عبد الغنی مقدسی متوفی ۶۰۰ھ کی الکمال فی معرفتہ الرجال، اور حافظ مزی متوفی ۷۴۲ھ کی تہذیب الکمال فی اسماء الرجال کی بہترین تلخیص ہے۔

(۸) تقریب التہذیب...... یہ تہذیب التہذیب کی بھی کی تلخیص ہے تہذیب کے آخر میں حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ اس کی تالیف میں سات سال گیارہ ماہ لگے اور اس کی تلخیص جو تقریب کے نام سے موسوم ہے اس سے ۹ جمادی الآخرہ ۸۰۸ھ کو فراغت ہوئی۔ راقم الحروف کے مطالعہ میں یہ دونوں کتابیں رہی ہیں۔

(۹) تعجیل المنفعہ...... مسانید ائمہ اربعہ کے رجال سے علامہ محمد بن علی نے التذکرہ میں مفصل بحث کی ہے حافظ ابن حجر نے اس کو پیش نظر رکھ کر یہ تلخیص کی ہے اور ائمہ اربعہ کی دوسری تصانیف سے رواۃ کا اضافہ کیا ہے۔

(۱۰) الدرر الکامنہ فی اعیان المائۃ الثامنہ...... اس میں آٹھویں صدی کے علماء فضلاء، صلحاء، امراء وغیرہ کے حالات وسوانح ہیں۔ تراجم کی کل تعداد (۴۵۰۰) ہے اس کی تالیف سے ۸۳۰ھ میں فراغت ہوئی اس کے بعد ۸۳۷ھ تک اس میں اضافہ فرماتے رہے پھر بھی آخر عمر تک اس کی تکمیل نہ ہو سکی اور بہت سے تراجم رہ گئے امام سخاوی نے اس پر

نظر ثانی کر کے مفید حواشی لکھے اور بہت سے تراجم کا اضافہ کیا۔

(۱۱) نخبتہ الفکر فی مصطلح اہل الاثر...... جن کتابوں پر خود حافظ ابن حجر کو ناز تھا ان میں سے ایک نخبتہ الفکر بھی ہے جو اصول حدیث میں نہایت جامع اور بہت عمدہ معتمد متن صغیر الحجم ہونے کے باوجود کثیر النفع ہے اور سینکڑوں سال سے داخل درس ہے اس کی افادیت اور جامعیت کے پیش نظر بہت سے ارباب علم حضرات نے اس پر قلم اٹھایا اور حواشی وشروحات، تعلیقات و منظومات ہر طرح سے اس کی خدمت کی گئی۔

شروح وحواشی نخبتہ الفکر......

(۱) نزہتہ النظر فی توضیح نخبتہ الفکر...... یہ خود حافظ ابن حجر کی شرح ہے جس میں توضیح و تشریح کے ساتھ متن کی عبارت کو اس طرح سمویا ہے کہ شرح سے متن کا امتیاز اگر ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

(۲) نتیجۃ النظر فی توضیح نخبتہ الفکر...... یہ حافظ موصوف کے صاحبزادے کمال الدین محمد کی شرح ہے۔

(۳) امعان النظر فی توضیح نخبتہ الفکر...... یہ مولانا محمد اکرم بن عبد الرحمٰن مکی کی شرح ممزوج ہے۔

(۴) حاشیہ نخبتہ الفکر...... از شیخ ابراہیم اللقانی المتوفی ۱۰۴۰ھ

(۵) تعلیق نخبتہ الفکر...... از علامہ زین الدین قاسم بن قطلو بغا الحنفی متوفی ۸۷۹ھ

منظومات نخبتہ الفکر......

(۱) عقد الدرر فی نظم نخبتہ الفکر...... از شیخ ابو حامد بن ابی المحاسن یوسف بن محمد الفاسی متوفی ۱۰۵۲ھ

(۲) منظومہ...... از ابن الصیرنی احمد بن صدقہ متوفی ۹۰۵ھ۔

(۳) منظومہ...... از کمال الدین محمد بن الحسن شمنی مالکی متوفی ۸۲۱ھ

(۴) منظومہ...... از شہاب الدین بن محمد متوفی ۸۹۳ھ

(۵) منظومہ...... از شیخ منصور سبط الناصر طبلاوی۔

(۶) منظومہ...... از قاضی برہان الدین محمد بن ابی اسحاق المقدسی المتوفی ۹۰۰ھ

شروح نزہتہ النظر......

(۱) مصطلحات اہل الاثر علی شرح نخبتہ الفکر...... از ملا علی قاری بن سلطان محمد ہروی متوفی ۱۰۱۴ھ

(۲) الیواقیت والدرر علی شرح نخبتہ الفکر...... از شیخ محمد مدعو بعبد الرؤف المناوی الحدادی المتوفی ۱۰۳۱ھ

(۳) عقد الدرر فی جید نزہتہ النظر...... از مولانا عبد اللہ صاحب ٹونکیؒ

(۴) شرح شرح نخبتہ الفکر...... از مولانا وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین علوی گجراتی متوفی ۹۹۸ھ

(۵) شرح شرح نخبتہ الفکر...... از ابو الحسن محمد صادق بن عبد الهادی السندھی الحنفی متوفی ۱۱۳۸ھ

(۲۷) امام قدوری

نام و نسب...... احمد نام، ابو الحسین کنیت، قدوری نسبت اور والد کا نام محمد ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے ابو الحسین احمد بن ابی بکر محمد بن احمد بن جعفر بن حمدان البغدادی القدوری۔

چوتھے طبقے کے فقہاء کبار میں سے بڑے جلیل القدر فقیہ اور محدث تھے۔ آپ کا سنہ پیدائش ۳۶۲ھ ہے اور جائے پیدائش شہر بغداد

ل از الضوء اللامع، حسن المحاضرہ، غذرات الذہب، بستان المحدثین، مفتاح السعادۃ، کشف الظنون مقدمہ فتح الباری مقالہ حافظ محمد نعیم۔ ۱۲

تحقیق کنیت...... مختصر القدروی کے اکثر نسخوں میں موصوف کی کنیت ابوالحسن مکتوب ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ آپ کی کنیت ابوالحسین ہے جیساکہ تاریخ ابن خلکان، مدینۃ العلوم اور انساب سمعانی وغیرہ میں مذکور ہے۔

قدوری نسبت کی تحقیق...... مورخ ابن خلکان نے اپنی تاریخ "وفیات الاعیان" میں ذکر کیا ہے کہ "قدوری بضم قاف و دال وبسکون واؤ قدور کی طرف نسبت ہے جو قدر (بمعنی ہانڈی) کی جمع ہے۔ لیکن مجھے اس نسبت کا سبب معلوم نہیں۔" صاحب مدینۃ العلوم فرماتے ہیں کہ قدوری صنعت قدور (دیگ سازی) کی طرف نسبت ہے یا اس کی خرید و فروخت کی طرف۔ یا قدور اس گاؤں کا نام ہے جس کے امام موصوف باشندے تھے۔ (وفیہ نظر، کذافی شرح درر البحار للرہادی)

تحصیل علم...... امام قدوری نے علم فقہ اور علم حدیث رکن الاسلام ابو عبداللہ محمد بن یحیٰی بن مہدی جرجانی متوفی ۳۹۸ھ سے حاصل کیا جو امام ابو بکر احمد جصاص کے شاگرد ہیں۔ اور ابو بکر جصاص، ابوالحسن عبیداللہ کرخی کے تلمیذ رشید ہیں اور امام کرخی، ابو سعید بردعی کے خوشہ چیں ہیں اور ابو سعید بردعی علامہ موسیٰ رازی کے فیض یافتہ ہیں اور موسیٰ رازی امام محمد شیبانیؒ کے علم پروردہ اور مایہ ناز فرزند ہیں۔ گویا امام قدوری نے پانچ واسطوں سے امام محمد شیبانی سے علم فقہ حاصل کیا ہے۔ حدیث محمد بن علی بن سوید اور عبیداللہ بن محمد جوشنی سے روایت کرتے ہیں۔ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی صاحب تاریخ، قاضی القضاۃ ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد دامغانی قاضی مفضل بن مسعود بن محمد بن یحیٰی بن ابی الفرج التنوخی متوفی ۴۴۳ھ صاحب اخبار النحویین وغیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

امام قدوری کی توثیق...... خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ "میں نے آپ سے حدیث لکھی ہے۔ آپ صدوق تھے اور حدیث کی روایت کم کرتے تھے۔" امام سمعانی فرماتے ہیں کان فقیھا صدوقا انتھت الیہ ریاسۃ اصحاب ابی حنیفہ بالعراق وعز عندھم قدرہ وارتفع جاھہ وکان حسن العبارۃ فی النظر مدیما لتلاوۃ القرآن "آپ فقیہ و صدوق تھے۔ آپ کی وجہ سے عراق میں ریاست مذہب حنفیہ کمال پر پہنچی اور آپ کی بڑی قدر و منزلت ہوئی۔ آپ کی تقریر و تحریر میں بڑی دل کشی تھی۔ ہمیشہ تلاوت قرآن کرتے تھے، قاضی ابو محمد نے طبقات الفقہاء میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے پرزور الفاظ میں تعریف کی ہے۔

اہل کمال کی قدر دانی...... اختلاف عقائد و اختلاف جزئیات مسائل کے باوجود مخالفین سے حسن سلوک اور اہل کمال کی قدر دانی ہمارے اسلاف کا عام شیوہ رہا ہے۔ امام قدوری اور شیخ ابو حامد اسفرائنی شافعی کے مابین ہمیشہ علمی حدیثی مناظرے رہے ہیں۔ مگر امام قدوری ان کی نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

فقہی مقام...... ابن کمال پاشا نے آپ کو اور صاحب ہدایہ کو طبقہ خامسہ یعنی اصحاب ترجیح میں شمار کیا ہے اکثر علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ حضرات قاضی خاں وغیرہ سے بڑھے ہوئے ہیں اور بالفرض بڑھتے ہوئے نہ ہوں تو برابر کے ضرور ہیں۔ پس امام قدوری کو بھی تیسرے طبقہ میں شمار کرنا چاہیئے۔

رحلت و وفات...... امام قدوری نے شہر بغداد میں بعمر ۶۶ سال اتوار کے دن ۵ رجب ۴۲۸ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور اسی روز "درب ابی خلف" میں مدفون ہوئے۔ اس کے بعد آپ کو "شارع منصور" کی طرف منتقل کر لیا گیا۔ اب آپ ابو بکر خوارزمی حنفی کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ مادہ تاریخ "لامع النور" ہے۔

ہزاراں فیض بر جان و تنش باد بجاناں دیدہ جاں روشنش باد

تصانیف......

(۱) تجرید...... یہ سات جلدوں میں ہے۔ اس میں اصحاب حنفیہ و شافعیہ کے مسائل خلاف پر محققانہ بحث کی ہے اس کا املا آپ نے ۴۰۵ھ میں شروع کر لیا ہے۔

(۲) مسائل الخلاف...... اس میں علل وادلہ سے تعرض کئے بغیر صرف امام صاحب اور آپ کے اصحاب کے مابین

فروعی اختلاف کا ذکر ہے۔

(۳) تقریب......اس میں مسائل کو معہ ادلہ ذکر کیا ہے۔

(۴) شرح مختصر الکرخی

(۵) شرح ادب القاضی

مختصر القدوری......یہ تقریبا ایک ہزار سال کا قدیم مستند متن متین ہے۔ جس میں بیسیوں کتابوں سے تقریبا بارہ ہزار ضروری مسائل کا انتخاب ہے اور عہد تصنیف سے آج تک پڑھایا جارہا ہے قدرت نے اس کتاب کی عظمت حنفی مسلمانوں میں اتنی بڑھادی ہے کہ طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔ "ان ہذا المختصر تبرک بہ العلماء حتی جربوا قراءتہ لوقات الشدائد ولیام الطاعون۔" علماء نے اس کتاب سے برکت حاصل کی ہے۔ مصائب اور طاعون میں اسکو آزمایا گیا ہے۔

صاحب "مصباح انوار الادعیہ" نے ذکر کیا ہے کہ جو شخص اس کو حفظ کرلے وہ فقر وفاقہ سے مامون رہے گا۔ نیز جو شخص اس کو کسی صالح استاد سے پڑھے اور وہ ختم کے وقت برکت کی دعا کرے تو انشاء اللہ وہ اس کے مسائل کی شمار کے موافق دراہم کا مالک ہوگا۔

کشف الظنون وغیرہ میں اور چیزیں بھی اس سلسلہ میں نقل کی گئی ہیں کم از کم اتنا تو ہمیں بھی ماننا چاہئے کہ مصنف کے تقوی اور تقدس کا اثر پڑھنے والوں کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

حفاظ قدوری......صاحب "الجواہر المضیہ" نے اپنے بھائی محمد بن محمد بن محمد بن نصر اللہ بن سالم بن ابی الوفاء القرشی متوفی ۷۲۲ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ مختصر القدوری کا حافظ تھا۔

کرامت عجیبہ......علامہ بدر الدین عینی نے شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے کہ امام قدوری اپنی مختصر کی تصنیف سے فارغ ہو کر اس کو سفر حج میں ساتھ لے گئے اور طواف سے فارغ ہو کر حق تعالی سے دعا کی۔ بار الہا! اگر مجھ سے کہیں اس میں غلطی یا بھول چوک ہوگئی ہو تو مجھے اس پر مطلع فرما۔ اس کے بعد آپ نے کتاب کو اول سے لے کر آخر تک ایک ایک ورق کھول کر دیکھا تو پانچ یا چھ جگہ سے مضمون محو تھا۔ فہذا من اجل کراماتہ۔

ہنر وراپنے بھی عیب وہنر کو دیکھتے ہیں (ذوق) بنا کے آئینہ دیکھے ہے پہلے آئینہ گر

کتب فقہیہ کی اہمیت......قدوری اور کنز کا لفظ بولنے میں تو نہایت سبک اور ہلکا معلوم ہوتا ہے لیکن میرے نزدیک یہ کتابیں اسلام کے بہترین دل ودماغ کی انتہائی عرق ریزیوں کے آخری مخ نتائج ہیں۔ خدا جزائے خیر دے ان بزرگوں کو جنہوں نے دین کی دشواریوں کو حل کر کے مذہبی زندگی گزارنے والوں کیلئے راہ آسان کردی۔

شروح وحواشی مختصر القدوری......

(۱) خلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل......از امام حسام الدین علی بن احمد مکی متوفی ۵۹۸ھ

(۲) المجتبی......از نجم الدین مختار بن محمود بن محمد زاہدی (معتزلی الاعتقاد حنفی الفروع) متوفی ۶۵۶ھ تین جلدوں میں ہے۔[1]

(۳) السراج الوہاج الموضح لکل طالب محتاج تین جلد۔

(۴) الجوہرۃ النیرۃ......دو جلد۔ یہ دونوں ابو بکر بن علی الحدادی المتوفی ۸۰۰ھ کی تصانیف ہیں۔

(۵) شرح قدوری......از محمد شاہ بن الحاج حسن رومی ۹۳۹ھ

(۶) جامع المضمرات......از یوسف بن عمر بن یوسف الصوفی الکادوری۔

---

[1] وہو من الکتب الغیر المعتبرۃ، قال فی تنقیح الفتاوی الحامدیہ۔ نقل الزاہدی لایعارض نقل المعتبرات العمانیہ فانہ ذکر ابن وہبان انہ لایلتفت الی ماقالہ صاحب القنیۃ مخالفا للقواعد مالم یعضدہ نقل من غیرہ، ومثلہ فی النہر ایضا انتہی وفیہ ایضا فی موضع آخر الحاوی للزاہدی مشہور بنقل الروایات الضعیفۃ۔ ۱۲

(۷) تصحیح القدوری......از علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا متوفی ۹۷۹ھ
(۸) شرح قدوری......از امام احمد بن محمد معروف بہ بن نصر الاقطع متوفی ۴۷۴ھ دو جلدوں میں۔
(۹) البحر الزاخر......از شیخ احمد بن محمد بن اقبال۔
(۱۰) النوری شرح القدوری......از محمد بن ابراہیم رازی متوفی ۶۱۵ھ
(۱۱) ملتمس الاخوان......از ابو المعالی عبد الرب بن منصور غزنوی متوفی ۵۰۰ھ
(۱۲) الکفایہ......از اسماعیل بن الحسین البیہقی
(۱۳) البیان......از محمد بن رسول الموقانی۔
(۱۴) التقرید......از محمود بن احمد قونوی متوفی ۷۷۰ھ چار جلدوں میں ہے۔
(۱۵) اللباب......از جلال الدین ابو سعد مطہر بن الحسن بن سعد بن علی مندار یزدی۔ دو جلدوں میں ہے۔
(۱۶) زاد الفقہاء......از ابو المعالی بہاء الدین۔
(۱۷) الینابیع فی معرفۃ الاصول والتفاریع......از بدر الدین محمد بن عبد اللہ شبلی طرابلسی متوفی ۷۶۹ھ
(۱۸) شرح القدوری......از شہاب الدین احمد سمرقندی۔
(۱۹) از رکن الائمہ عبد الکریم بن محمد بن علی الصیاغی۔
(۲۰) شرح القدوری......از ابو اسحاق ابراہیم بن عبد الرزاق بن ابی بکر بن رزق اللہ بن خلف الرسغی مشہور بابن المحدث متوفی ۶۹۵ھ، یہ بھی نامکمل ہے۔
(۲۲) شرح قدوری......از امام ابو العباس محمد بن احمد الجبوبی۔
(۲۳) تنقیح الضروری حاشیہ قدوری......از مولانا نظام الدین کیرانوی۔(۱)
(۲۴) التصحیح النوری شرح اردو مختصر القدوری......از راقم سطور محمد حنیف غفرلہ گنگوہی۔

(۲۸) صاحب ہدایہ

نام ونسب......علی نام، ابو الحسن کنیت، برہان الدین لقب اور والد ابو بکر ہیں۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ ابو الحسن علی ابی بکر عبد الجلیل بن الخلیل ابی بکر حبیب۔ سلسلہ نسب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کی پیدائش ۸ رجب الرجب ۵۱۱ھ میں دوشنبہ کو عصر کے بعد ہوئی۔ ۵۴۴ھ میں آپ زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔
وطن عزیز......عام طور پر آپ کا وطن مرغینان ہی بتلایا جاتا ہے۔ جو مرغنا کا ایک قصبہ ہے لیکن صاحب ہدایہ کے ہم وطن بادشاہ بابر نے "تزک" میں صاحب ہدایہ کے گاؤں کا نام "رشدان" بتلایا ہے، جو مرغینان کے تعلقہ میں تھا۔ صاحب مفتاح السعادۃ نے بھی مرغینانی کے بعد نسبت میں رشدانی بڑھایا ہے۔
تحصیل علوم......صاحب ہدایہ نے اپنے دور کے ان اساطین امت سے علوم کی تحصیل کی تھی جو ہر فن میں مرجع خلائق تھے۔ جن کے اسماء کی ایک طویل فہرست جس کو مشیخہ کہتے ہیں، بقول حافظ عبد القادر قرشی صاحب جواہر مضیہ خود صاحب ہدایہ نے مرتب کی ہے جس میں اپنے شیوخ اور ان کی مرویات کو جمع کیا ہے چند خاص اساتذہ کے اسماء گرامی یہ ہیں۔
اساتذہ و شیوخ...... مفتی الثقلین نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن لقمان النسفی متوفی ۵۳۷ھ مشیخہ مذکور کو انہی کے ذکر سے شروع کیا ہے، ان سے ان کی بعض تصانیف پڑھی ہیں اور مسندات خصاف کا سماع کیا ہے، ابو اللیث

(۱) از مفتاح السعادۃ، الفوائد البہیہ، ابن خلکان، انساب سمعانی، کشف الظنون، الجواہر المضیہ، حدائق حنفیہ، دائرۃ المعارف ۱۲

احمد بن حفص عمر النسفی متوفی ۵۳۷ھ ابوالفتح محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر بن محمد ابی توبہ الکشھینی المروزی، ان سے صحیح بخاری کا اکثر حصہ پڑھا ہے ضیاء الدین محمد بن الحسین بن ناصر بن عبد العزیز البندنجی، ان سے فقہ پڑھا ہے اور صحیح مسلم کی اجازت حاصل کی ہے۔ محمد بن الحسن بن مسعود بن الحسن ان سے طحاوی کی شرح آثار کی اجازت حاصل کی ہے، شیخ الاسلام ضیاء الدین ابو محمد صاعد بن اسعد بن اسحاق بن محمد بن امیرک المرغینانی۔ ان سے مرغینان میں ترمذی شریف پڑھی ہے، شیخ عثمان بن ابراہیم بن علی بن نصر بن اسماعیل الخواقندی۔ ان سے کچھ فقہی مسائل پڑھے ہیں، ابوالبرکات صفی الدین عبد اللہ بن محمد بن الفضل بن احمد بن احمد بن محمد الصاعدی الفرادی۔ ان سے نیشاپور میں بالمشافہ اجازت مطلقہ ملی ہے۔ ابو محمد حسام الدین عمر بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ مشہور بصدر الشہید متوفی ۵۲۶ھ، تاج الدین احمد بن عبد العزیز بن عمر بن مازہ مشہور بصدر السعید، قوام الدین احمد بن عبد الرشید بن الحسین البخاری متوفی ۵۹۹ھ، ابو عمرو عثمان بن علی بن محمد بن محمد بن علی البیکندی متوفی ۵۵۲ھ، ابو شجاع ضیاء الاسلام عمر بن محمد بن عبد اللہ البلخی البسطامی، شیخ الاسلام بہاؤ الدین علی بن محمد بن اسماعیل بن علی بن احمد بن محمد بن اسحاق السمرقندی الاسبیجابی متوفی ۵۳۵ھ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمٰن البخاری متوفی ۵۴۶ھ، منہاج الشریعہ محمد بن محمد بن الحسین۔ قال صاحب الهدایه فی حقه لم ترعینی مثله والاعزمنه ولا اوفر منه علما۔"

مثل تصویر...... ان محترم و مقدس ہستیوں کے فیضان صحبت نے آپ کو کشور علم و فضل کا تاجدار بنادیا۔ جس کی مکمل تصویر صاحب جواہر مضیہ نے اس طرح کھینچی ہے جس میں ان کے چہرہ فضل و کمال کا ایک ایک خد و خال نمایاں ہوجاتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"كان اماما، فقيها، حافظا، محدثا، مفسرا، جامعا للعلوم، ضابطا للفنون، متقنا محققا نظارا مدققا، زاهدا، ورعا بارعا، فاضلا، ماهرا، اصوليا اديبا، شاعرا لم ترالعيون مثله فى العلم والادب۔"

صاحب ہدایہ امام وقت، فقیہ بے بدل، حافظ دوراں، محدث زماں، مفسر قرآن، جامع علوم، ضابطہ فنون، پختہ علم، محقق، وسیع النظر، باریک بیں، عابد و زاہد، پرہیزگار، فائق الاقران، فاضل الاعیان ماہر فنون، اصولی، بے مثل ادیب اور بے نظیر شاعر تھے۔ علم و ادب میں آپ کا ثانی نہیں دیکھا گیا۔

آپ کے ہم عصر علماء امام فخر الدین قاضی خاں، صاحب محیط و ذخیرہ محمود بن احمد بن عبد العزیز۔ شیخ زین الدین ابونصر احمد بن محمد بن عمر عتابی اور صاحب فتاوی ظہیریہ محمد بن احمد بخاری وغیرہ نے آپ کے فضل و تقدم کا اقرار کرتے ہوئے داد قابلیت پیش کی ہے۔ قال عبد القادر القرشی "اقر له اهل مصره بالفضل والتقدم۔"

صاحب ہدایہ کا عالی مقام...... ابن کمال پاشا نے آپ کو اصحاب ترجیح میں گنا ہے۔ جن کی کارگزاری صرف اتنی ہی ہوتی ہے کہ صاحب مذہب سے جو مختلف روایتیں ہوں ان میں سے کون افضل ہے اور کون مفضول اس کو بتاتے ہیں۔ کقولهم هذا اصح روایت، هذا اوفق بالناس۔ لیکن اکثر علماء نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ آپ کی شان قاضی خاں سے کم نہیں۔ چنانچہ خود قاضی خاں اور زین الدین عتابی سے منقول ہے کہ صاحب ہدایہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے۔ بلکہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے تھے۔ نیز نقد دلائل و استخراج مسائل کا جو ملکہ آپ کو حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں پس انصاف یہ ہے کہ آپ کو مجتہدین فی المذہب کے زمرہ میں شمار کیا جائے، جس میں امام ابو یوسف اور امام محمد تھے۔

درس و تدریس...... باب افادہ و درس بہت وسیع تھا۔ شیخ الاسلام جلال الدین محمد، نظام الدین عمر شیخ الاسلام عماد الدین بن ابی بکر، شمس الائمہ محمد بن عبد الستار بن محمد کردری، جلال الدین محمود بن الحسین، شیخ الاسلام الاشتر دشتی برہان الاسلام زرنوجی، قاضی القضاۃ محمد بن علی بن عثمان سمرقندی جیسے آفتاب و ماہتاب آپ ہی کے دامن تربیت سے فیضیاب ہیں، صاحب جواہر مضیہ نے قاضی عمر بن محمود بن محمد کے حالات میں بحوالہ صاحب ہدایہ لکھا ہے آپ فرماتے ہیں کہ یہ میرے پاس رشدان سے تحصیل فقہ کیلئے آئے اور ایک مدت تک میرے درسی وظائف کی پوری پابندی کرتے رہے، جب

واپسی کا ارادہ کیا تو میرے پاس یہ اشعار لکھے۔

اباذا الذی ذاق الانام جمیعها	وحاز اسالیب العلی والمحامد
وانت عدیم المثل لازالت باقیا	وانت جمیع الناس فی ثوب واحد
وانت الذی ءا　سورا لعلے	وانت الذی ربیتنی مثل والد
اریدالمرتحالا من ذراك ضرورة	فهل منك اذن یا كبیر الاماجد
فان طال الباث الغریب ببلدة	فلا بدیوما ان یكون بعائد

حاشیہ عنایہ ص ۱۹۴ / ۳ پر ہے کہ سب سے پہلے ہدایہ کتاب خود ان کے مصنف سے علامہ شمس الائمہ کردری نے پڑھی۔

بدأت سبق میں صاحب ہدایہ کا خاص طرز عمل...... صاحب ہدایہ کے تلمیذ خاص برہان الاسلام زرنوجی نے تعلیم المتعلم میں ذکر کیا ہے کہ ہمارے استاد (صاحب ہدایہ) کی خاص عادت تھی کہ آپ اسباق کی ابتداء بدھ کے روز کراتے تھے اور اس سلسلہ میں یہ حدیث روایت کرتے تھے "مامن شئی بدی یوم الاربعاء الاتم۔" "ایسی کوئی چیز نہیں جو بدھ کے روز شروع کی جائے اور وہ پوری نہ ہو۔ امام صاحب کا بھی طرز عمل یہی تھا۔

صاحب ہدایہ نے یہ حدیث شیخ قوام الدین احمد بن عبد الرشید بن حسین بخاری سے بسند متصل روایت کی ہے۔ فوائد بہیہ میں ہے کہ بعض محدثین نے اس روایت کے متعلق کلام کیا ہے، چنانچہ شیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن سخاوی نے "المقاصد الحسنة فی الاحادیث المشتهرة علی الالسنة" میں کہا ہے کہ مجھے اس کی کوئی اصل نہیں ملی۔ نیز حدیث جابر رضی اللہ عنہ "یوم الاربعاء یوم نحس مستمر" (۱) کے معارض ہے۔ ملا علی قاری نے المصنوع فی معرفة الموضوع میں حدیث جابر کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ بدھ کا روز کفار کے حق میں نحس ہے جس کا مفہوم یہ نکلا کہ مومنین کے حق میں سعد ہے پس دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں۔ مولانا عبد الحیٔ صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے حدیث اول کیلئے ایک اور اصل تلاش کی ہے اور وہ یہ کہ امام بخاری نے (ادب میں) امام احمد و بزاء نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد فتح میں پیر، منگل، بدھ تین ایام میں دعا کی اور بدھ کے روز ظہر و عصر کے درمیان دعا مقبول ہوئی۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے جب بھی کوئی امر مہم درپیش ہوا تو میں نے بدھ کے روز ظہر و عصر کے مابین دعا کی اور وہ مقبول ہوئی۔

علامہ سیوطی نے سہام الاصابتہ فی الدعوات المستجابتہ میں کہا ہے کہ اس کی اسناد جید ہے نور الدین علی بن احمد سمہودی نے "وفاء الوفاء باخبار دار المصطفےٰ" میں اس حدیث کو مسند احمد کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ پس اس حدیث سے یہ نکلا کہ بدھ کے روز میں ایک مستجاب ساعت ہے۔ اس لئے علماء نے بدھ کے روز اسباق کی ابتداء کو بہتر خیال کیا ہے۔ علاوہ ازیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حق تعالیٰ نے بدھ کے روز نور کی تخلیق کی اور ظاہر ہے کہ علم سراسر نور ہے فیقاس لتمامه ببدایته اذیابی الله الا ان یتم نوره۔

وفات حسرت آیات...... صاحب ہدایتہ نے ۱۴ ذی الحجہ ۵۹۳ھ یا ۵۹۶ھ میں شب سہ شنبہ کو عالم آب و گل سے رشتہ حیات منقطع کیا اور سرزمین سمرقند میں یہ آفتاب علم و ہدایت یہ کہتا ہوا کہ [1]

چنیں قفس نہ سزائے چو من خوش الحانست　　　روم بگلشن رضواں کہ مرغ آں چمنم

ہمیشہ کیلئے روپوش ہو گیا۔ رحمتہ اللہ رحمتہ واسعتہ۔

کہا جاتا ہے کہ سمرقند میں تقریباً چار سو نفوس مدفون ہیں جن میں سے ہر ایک کا نام محمد ہے۔

الباقیات الصالحات...... صاحب ہدایہ کے تین صاحبزادے تھے۔ عماد الدین، نظام الدین عمر، ابو الفتح جلال الدین محمد

---

(۱) رواہ الطبرانی فی الاوسط　　[1] ہدایہ گویا اس باب میں قرآن سے مشابہ ہے جس نے گزشتہ شرائع کی کتابوں کو منسوخ کر دیا۔ پس اس کتاب کو پڑھتے رہو اور اس کی خواندگی لازم کر لو، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری گفتگو کجی اور غلطیوں سے پاک ہو جائے گی۔ ۱۲

اور تینوں صاحب فضل وکمال اور والد ماجد سے تربیت یافتہ تھے۔ جلال الدین محمد نے ادب اور فقہ میں نام روشن کیا۔ عماد الدین نے کتاب "ادب القاضی" اور نظام الدین عمر نے "جواہر الفقہ" اور "الفوائد" وغیرہ کتابیں یادگار چھوڑیں۔

تصانیف و تالیفات...... آپ کی تصانیف ہدایہ، کفایہ، منتقی، تجنیس، مزید، مناسک حج، نشر المذہب، مختارات النوازل، فرائض العثمانی، مختار الفتاوی وغیرہ نہایت گرانقدر نافع و مفید ہیں۔ بالخصوص ہدایہ تو آپ کا وہ مایہ ناز و بلند پایہ علمی شاہکار ہے جس کی نظیر آج تک دنیائے علم و فن کا کوئی فرزند پیش نہیں کر سکا۔

ہدایہ...... ہدایہ میں گو فقہ کے تمام مسائل نہیں ہیں اور ان مختصر جلدوں میں فقہ جیسے بحر زخار علم کا سمانا مشکل کیا ہے بھی ناممکن۔ لیکن دماغ کی جتنی ورزش، اس کی عجیب وغریب سہل ممتنع عبارتوں سے ہوتی ہے میں نہیں جانتا کہ اس مقصد کے لئے ہدایہ سے بہتر کتاب مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔ ہدایہ کے پڑھنے والے کجراہی اور غلط روی کے شکار نہیں ہو سکتے۔ خود صحیح سوچنے اور دوسرے کے کلام کے صحیح مطلب کے سمجھنے کا جتنا اچھا سلیقہ یہ کتاب پیدا کر سکتی ہے عام کتابوں میں اس کی نظیر مشکل ہی سے ملتی ہے پس کسی شاعر کا اس قطعہ میں

ان الهداية كالقرآن قد نسخت	ماصنفو قبلها في الشرع من كتب
فاحفظ قراتها والزم تلاوتها	يسلم مقالك من زيغ ومن كذب

مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ وكذافي انشاد عماالدين ابن صاحب الهداية۔

كتاب الهداية يهدى الهدى	الى حافظيه ويجلوا لعمى
فلازمه واحفظ ياذا العجى	فمن ناله نال اقصى المنى

تالیف ہدایہ...... صاحب کتاب نے اپنی تصنیف ہدایہ کے دیباچہ میں کہا ہے کہ شروع ہی سے میرے دل میں یہ بات آتی تھی کہ فقہ میں کوئی کتاب ایسی ہونی چاہیئے جو صغیر الحجم ہونے کے ساتھ ساتھ ہر نوع کے مسائل پر حاوی ہو۔ حسن اتفاق کہ چندے بعد ہی میں نے امام قدوری کی مختصر پائی، جو اپنی نظیر آپ ہے۔ ادھر میں نے جامع صغیر کے حفظ وضبط کا غایت درجہ اہتمام دیکھا تو میں نے ان دونوں کا انتخاب کر کے جامع صغیر کی ترتیب پر ایک کتاب بدایۃ المبتدی کے نام سے تصنیف کی۔ اگر توفیق شامل حال رہی تو اس کی شرح بھی لکھوں گا جس کا نام کفایۃ المنتہی ہوگا۔

صاحب مفتاح السعادۃ لکھتے ہیں۔ "شرحها شرحافي نحو ثمانين مجلدات وسماء كفاية المنتهى۔" کہ حق تعالی کی طرف سے آپ کو شرح کی توفیق ہوئی اور آپ نے اسی جلدوں میں اس کی شرح لکھی جس کا نام کفایۃ المنتہی ہے۔ پھر اس شرح کا اختصار کیا جس کو ہدایہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح صاحب ترجمہ حنفی عالم کی ہدایہ اور کفایہ نام سے ہے اسی طرح حنابلہ میں ابو الخطاب کی ہدایہ اور شافع میں سے شیخ نجم الدین بن الرفعہ کی بکفایہ بھی انہی ناموں سے مشہور ہے۔

زمانہ تالیف...... موصوف نے ماہ ذیقعدہ ۵۷۳ھ میں بروز چہار شنبہ بعد نماز ظہر ہدایہ کی تصنیف شروع کی اور پوری عرق ریزی و جانکاہی کے ساتھ مسلسل تیرہ سال تک اس طرح مصروف رہے کہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور اس کی بھی کوشش کرتے کہ کسی کو روزہ کی اطلاع نہ ہو۔ چنانچہ خادم کھانا رکھ کر چلا جاتا اور آپ کسی طالب علم کو بلا کر کھلا دیتے۔ خادم واپس آتا اور برتن خالی دیکھ کر خیال کرتا کہ کھانے سے فارغ ہو چکے۔

ہدایہ کی اہمیت...... حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری نے علامہ زیلعی کی نصب الرایہ کے مختصر سے پیش نامہ میں حضرت علامہ کشمیریؒ کا قول براہ راست ان ہی سے سن کر نقل کیا ہے کہ ابن ہمام کی فتح القدیر جیسی کتاب لکھنے کے لئے اگر مجھ سے کہا جائے تو یہ کام کر سکتا ہوں، لیکن اگر ہدایہ جیسی کتاب لکھنے کا مطالبہ کیا جائے تو "ہرگز نہیں کے سوا اس کا کوئی

جواب میرے پاس نہیں ہے۔“ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ فرماتے ہیں کہ غالبا خاکسار سے بھی حضرت شاہ صاحب نے یہی فرمایا تھا۔ شاہ صاحب کی جانب اس مفہوم کی نسبت ان الفاظ میں بھی کی جاتی ہے کہ ”الحمد للہ میں ہر کتاب کے مخصوص طرز پر کچھ نہ کچھ لکھ سکتا ہوں لیکن چار کتابیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ قرآن عزیز، بخاری شریف، مثنوی اور ہدایہ۔“ علامہ کشمیری کی جلالت شان سے جو واقف ہیں وہ ان کے اس قول کے وزن کو محسوس کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صاحب ہدایہ کی وفات پر ساڑھے سات سو سے زیادہ زمانہ گزر چکا مگر ہدایہ آج بھی اسی طرح نصاب میں باقی ہے۔ وجہ یہی ہے کہ جن مقاصد کے پیش نظر یہ کتاب نصاب میں داخل کی گئی ہے فقہ حنفی میں کوئی دوسری کتاب اب تک ایسی تصنیف ہی نہیں ہوئی جو اس کی قائم مقامی کر سکے۔

حفاظ ہدایہ ...... شیخ محی الدین عبد القادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں شمس الدین محمد بن الحسن حلبی کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ صغر سنی میں کتاب ہدایہ کو از بر کر چکے تھے، حفظ کے بعد انہوں نے فقہاء کی ایک جماعت کو ہدایہ سنائی جن میں علامہ ابو حفص عمر بن الوردی بھی ہیں۔ انہوں نے مختلف مقامات سے ہدایہ کو سن کر مذکورہ ذیل عبارت میں اجازت نامہ لکھ کر مرحمت کیا۔ اما بعد حمد الله على حسن البدايته والصلوة على نبيه محمد الموصوف فى الكتب بما فيه الكفايته وعلى آله واصحابه سفن النجاة و نجوم الهدايته فقد عرض على الفاضل اللبيب شمس الدين محمد بن الحسن الحنفى من كتاب الهدايته مواضع متوافرة اوائله واواسطه واداخره، فجرى فيه بلسان رطب فصيح جرى من جمع (يعنى طرفيه بالياء والنون وهذا جمع السلامته وبالفاء والواو وهذا جمع الصحيح) فهو نجيب من نجيب لابل عجيب من عجيب لابل علم من علم ومن يشابه اباه فما ظلم، فالله تعالى يرزقه العلم والعمل بما فى الكتاب، وغيره بدع لمحمد بن الحسن ان يعد من اعيان الاصحاب، حرر ذلك فى منتصف شعبان سنته اربع واربعين وسبع مائته نیز شہاب الدین محمود بن ابی بکر بن عبد القاہر متوفی ۶۸۰ھ کے متعلق لکھا ہے کہ یہ بھی ہدایہ کے حافظ تھے۔

احادیث ہدایہ کے متعلق ایک غلط فہمی کا ازالہ ...... صاحب ہدایہ نے مسائل کے سلسلہ میں جن احادیث و آثار سے استدلال کیا ہے بعض حضرات کو ان کے متعلق ضعف کا اور صاحب ہدایہ کی قلت نظر کا شبہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ عبد الحق صاحب دہلوی نے بھی ان کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے۔

وکتاب ہدایہ کہ در دیار مشہور و معتبر ترین کتابہا است نیز درین وہم انداختہ چہ مصنف وے در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ واگر حدیثے آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ، غالبا اشتغال آن استاد در علم حدیث کمتر بودہ است ولیکن شرح شیخ ابن الہمام جزاہ اللہ خیر الجزاء تلافی آں نمودہ و تحقیق کار فرمودہ است (شرح سفر السعادہ ص ۲۳)

اور کتاب ہدایہ نے بھی جو اس دیار میں مشہور اور معتبر ترین کتابوں میں سے ہے اس وہم میں (کہ مذہب شافعی بہ نسبت مذہب حنفی حدیث کے زیادہ موافق ہے) ڈال دیا ہے کیونکہ اس کے مصنف نے بیشتر دلیل عقلی ہی پر بنا رکھی ہے اور جو حدیث لاتے ہیں وہ محدثین کے نزدیک ضعف سے خالی نہیں ہوتی۔ غالبا ان کا شغل علم حدیث سے کم رہا ہے۔ لیکن شیخ ابن الہمام کی شرح ہدایہ نے اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کی تلافی کر دی ہے اور انہوں نے تحقیق سے کام لیا ہے۔

حالانکہ نہ تو صاحب ہدایہ کا شغل علم حدیث کم تھا بلکہ وہ خود بڑے محدث اور حافظ حدیث تھے، اور نہ جو حدیثیں وہ بیان کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ سب ائمہ متقدمین کی کتابوں سے منقول ہیں بلکہ بات یہ ہے کہ جس طرح امام بغوی نے مصابیح السنتہ میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجتہ اللہ البالغہ میں اپنے ائمہ کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہوئے بلا حوالہ وسند درج کیا ہے اسی طرح صاحب ہدایہ نے متقدمین ائمہ پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی روایات کو اپنی تصنیف میں جگہ دی ہے۔ بعد میں فتنہ تاتار میں متقدمین کا علمی سرمایہ بہت کچھ ضائع ہو گیا اور بہت سی کتابیں جو پہلے متداول تھیں اب فتنہ میں بالکل معدوم

ہو گئیں۔ اب ارباب تخریج نے ان روایات کو متقدمین ائمہ کی تصانیف میں تلاش کرنے کی بجائے ان کتابوں میں تلاش کیا ہے جو ان کے عہد میں تھیں۔ اسی لئیے ان کو متعدد روایات کے متعلق یہ کہنا پڑا کہ یہ روایت ہم کو ان لفظوں میں نہ مل سکی۔ ورنہ ظاہر ہے کہ بہت سی روایات کے متعلق حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ مخرجین احادیث ہدایہ بصراحت لکھتے ہیں کہ ہم کو نہ مل سکیں، حالانکہ وہ روایات کتاب الآثار اور مبسوط امام محمد وغیرہ میں موجود ہیں اور یہ کچھ ہدایہ ہی کی خصوصیت نہیں خود صحیح بخاری کی تعلیقات میں بھی بہت سی ایسی روایتیں موجود ہیں جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے یہی تصریح کی ہے جس کی اصل وجہ وہی ائمہ متقدمین کی کتابوں کا فقدان ہے۔ ورنہ امام بخاری یا صاحب ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ ان کے متعلق کسی نے اصل روایت کے بیان کرنے کا شبہ بھی ... ممکن ہے کوئی یہ ... ہو سکتا ہے کہ حدیث ثابت ہو اور حافظ ابن حجر "لم نقف" یا "لا ادری" کہیں جب کہ حافظ ابن حجر کی وسعت نظر اور کثرت اطلاع مسلمات میں سے ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وسیع النظر ہونے سے محیط العلم ہونا تو لازم نہیں ہے۔ آخر یہی حافظ ابن حجر ہیں جنہوں نے "المجمع المؤسس" میں امام فخر الدین رازی کی نرینہ اولاد کی نفی کی ہے اور کہا ہے "ولا بلغنا من کلام احد من المور خین انہ کان للامام ولد ذکر۔" حالانکہ مدینۃ العلوم، طبقات کفوی، تاریخ یافعی اور تاریخ ابن خلکان وغیرہ میں محمد اور محمود دو صاحبزادوں کی تصریح موجود ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ تاریخ ابن خلکان میں تو یہ بھی ہے کہ ان دونوں کی شادی شہر رے کے ایک بہت بڑے مالدار اور حاذق طبیب کی دو صاحبزادیوں کے ساتھ ہوئی تھی۔ بہر حال حافظ ابن حجر کے لا ادری کہنے سے اصل حدیث کا عدم لازم نہیں آتا بلکہ یہ موصوف کے عدم علم پر مبنی ہے۔ چنانچہ علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا نے "منیۃ الالمعی فی مافات من تخریج احادیث الھدایۃ للزیلعی" میں ان احادیث کی بھی تخریج کر دی ہے۔ جن کے بارے میں حافظ ابن حجر نے "لم اجدہ" کہا ہے۔

درس ہدایہ میں صحیحین سے استدلال...... ہدایہ کی جن حدیثوں کے نیچے ارباب حواشی غریب جدا، نادر جدا کے الفاظ لکھ دیا کرتے ہیں یہ غرابت و ندرت صرف لفظی حد تک ہے، ورنہ اگر الفاظ سے قطع نظر کر لیا جائے تو ان ہی حدیثوں کے مفہوم اور مفاد کو اکثر و بیشتر صحاح کی حدیثوں کے الفاظ سے ثابت کیا جا سکتا ہے، چنانچہ سیر الاولیاء میں مولانا فخر الدین زرادی کے متعلق لکھا ہے کہ یہ چاشت کی نماز کے بعد ہدایہ کا درس دیا کرتے تھے۔ ایک دن کا واقعہ جو خود میر خورد کا چشم دید ہے درج کرتے ہیں کہ مولانا حسب دستور ہدایہ پڑھا رہے تھے کہ

روزے آں عالم ربانی مولانا کمال الدین سامانی کہ از مشاہیر علماء شہر بود بدیدن سلطان المشائخ آمد چوں از خدمت سلطان المشائخ باز گشت سبب فرط اتحادیکہ بخدمت مولانا فخر الدین داشت دریں مجلس حاضر شد۔

ایک دن عالم ربانی مولانا کمال الدین سامانی جو مشاہیر علماء میں تھے سلطان المشائخ کی زیارت کو تشریف لائے جب وہاں سے واپس ہوئے تو اس تعلق کی وجہ سے جو انہیں مولانا فخر الدین سے تھا اس مجلس میں حاضر ہوئے۔

مولانا فخر الدین نے ان کو دیکھ کر ہدایہ پڑھانے کا طرز عجیب طریقہ سے بدل دیا، میر خورد لکھتے ہیں کہ

چوں خدمت مولانا کمال الدین دید تمسکات ہدایہ را ترک دادہ با احادیث صحیحین تمسک می داد

جب مولانا کمال الدین کی خدمت دیکھی تو ہدایہ کی حدیثوں کو چھوڑ کر صحیحین کی حدیثوں سے استدلال فرمانے لگے۔

یعنی حنفی مذہب کے مسائل کی تائید میں صاحب ہدایہ جن حدیثوں کو عموماً پیش کرتے ہیں مولانا فخر الدین نے بغیر کسی سابقہ تیاری کے اچانک ایک مقام سے جہاں سبق ہو رہا تھا یہ رنگ بدلا کہ صاحب ہدایہ کی پیش کردہ دلیلوں کو چھوڑ کر حنفی نقطہ نظر کی تائید میں صحیحین کی حدیثیں پیش کرنی شروع کر دیں۔

شروح و حواشی ہدایہ...... (۱) النہایۃ...... شیخ حسام الدین حسین بن علی بن الحجاج بن علی معروف بالصغناقی الحنفی متوفی

۷۰۱ھ۔ علامہ سیوطی نے "طبقات النحاۃ" میں ذکر کیا ہے کہ یہ ہدایہ کی سب سے پہلی شرح ہے۔
(۲) حاشیہ ہدایہ...... از شیخ جلال الدین عمر بن محمد بن عمر الخبازی المتوفی ۶۹۱ھ
(۳) خلاصۃ النہایۃ فی فوائد الہدایۃ...... محمود بن احمد قونوی متوفی ۷۷۰ھ نے شرح مذکور کا خلاصہ کیا ہے جو ایک جلد میں ہے۔
(۴) الفوائد...... حمید الدین علی بن محمد الضریر بخاری۔ متوفی ۶۶۷ھ کی تصنیف ہے اور دو جزوں میں ہے۔ بعض حضرات کا بیان ہے کہ ہدایہ کی سب سے پہلی شرح یہی ہے۔
(۵) معراج الدرایۃ الی شرح الہدایۃ...... شیخ قوام الدین محمد بن محمد بخاری کاکی متوفی ۷۴۹ھ کی تصنیف ہے۔
(۶) نہایۃ الکفایۃ فی درایۃ الہدایۃ...... از شیخ ابو عبداللہ تاج الشریعہ عمر بن صفور الشریعہ الاول عبید اللہ المحبوبی الحنفی۔
(۷) الغایۃ...... شیخ ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن عبدالغنی بن ابی اسحاق السروجی ۷۱۰ھ کی تصنیف ہے جو ناتمام ہے کتاب الایمان تک چھ ضخیم جلدوں میں ہے جس کا تکملہ قاضی سعد الدین محمد دیری متوفی ۸۶۷ھ نے کتاب الایمان سے لکھا ہے۔
(۸) حواشی ہدایہ...... از نجم الدین ابو طاہر اسحاق بن علی بن یحییٰ متوفی ۷۱۱ھ۔ دو جلدوں میں ہے اور فوائد نفیسہ سے مشحون ہے۔
(۹) شرح ہدایہ...... از شہاب الدین احمد بن حسن مشہور بابن الزرکشی متوفی ۷۳۸ھ
(۱۰) غایۃ البیان ونادرۃ الاقران...... شیخ قوام الدین امیر کاتب عمید ابن امیر عمر الاتقانی الحنفی متوفی ۷۵۸ھ کی تصنیف ہے۔
(۱۱) الکفایہ شرح الہدایۃ...... از جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی الکرلانی۔
(۱۲) الکفایہ شرح الہدایۃ...... از علاء الدین علی بن عثمان المادرینی الترکمانی متوفی ۷۵۰ھ
(۱۳) فتح القدیر للعاجز الفقیر...... شیخ کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی معروف بابن الہمام الحنفی المتوفی ۸۶۱ھ کی مبسوط و مفصل، محقق و معتمد اور بے نظیر شرح ہے۔
(۱۴) التوشیح...... سراج الدین عمر بن اسحاق الہندی المتوفی ۷۷۳ھ۔ حافظ اس شرح کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "وھو مطول ولم یکفل" یہ بڑی طویل شرح ہے۔ اگرچہ مکمل نہ ہو سکی۔
(۱۵) شرح ہدایۃ...... یہ بھی شیخ سراج الدین ہی کی ہے جو چھ جلدوں میں ہے طاش کبری زادہ نے اس شرح کی خصوصیت یہ بیان کی ہے کہ ہو علی طریق الجدل اس میں جدل (بحث) کا طریقہ اختیار کیا ہے، گویا یہ استدلالی شرح ہے۔
(۱۶) العنایہ...... از شیخ اکمل الدین محمد بن محمود البابرتی الحنفی متوفی ۷۸۶ھ بہت عمدہ شرح ہے۔
(۱۷) شرح ہدایۃ...... از شیخ علاء الدین علی بن محمد بن حسن الخلاطی المتوفی ۷۵۸ھ
(۱۸) النہایہ شرح ہدایہ...... از قاضی بدر الدین محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ بہت عمدہ شرح ہے۔
(۱۹) نہایۃ النہایہ...... از شیخ محب الدین محمد بن محمد بن محمد بن محمود معروف بابن الشحنۃ الحلبی المتوفی ۸۹۰ھ فصل غسل تک پانچ جلدوں میں ہے۔
(۲۰) شرح ہدایہ۔ از شیخ ابوالکلام احمد بن حسن التبریزی الجاربردی الشافعی المتوفی ۷۴۶ھ
(۲۱) شرح ہدایہ۔ از شمس الدین محمد بن عثمان بن الحریری المتوفی ۷۲۸ھ
(۲۲) شرح ہدایہ۔ از شیخ احمد بن مصطفیٰ معروف بطاش کبری زادہ متوفی ۹۶۸ھ نا مکمل ہے۔
(۲۳) شرح ہدایہ۔ از شیخ علی بن محمد معروف بمصنفک متوفی ۸۷۵ھ کتاب البیع تک ہے۔

(۲۴) شرح ہدایہ۔ از شیخ عبد الحلیم بن محمد معروف باخی زادہ متوفی ۱۰۱۳ھ
(۲۵) ارشاد الروایہ فی شرح الہدایہ۔ از شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن زکریا بن ابی دوغمش القرمانی متوفی ۸۰۹ھ
(۲۶) زبدہ الدرایہ شرح ہدایہ۔ از قاضی عبد الرحیم بن علی الا آمدی
(۲۷) شرح ہدایہ۔ از شیخ ابن عبد الحق ابراہیم بن علی بن احمد بن علی بن یوسف بن ابراہیم الدمشقی متوفی ۷۴۴ھ یہ غالباً نامکمل ہے۔
(۲۸) شرح ہدایہ۔ از تاج الدین ابو محمد احمد بن عبد القادر الحنفی متوفی ۷۴۹ھ
(۲۹) شرح ہدایہ۔ از سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ
(۳۰) سلالۃ الہدایہ۔ از شیخ ابراہیم بن احمد الموصلی، میر سید شریف کی شرح کا اختصار ہے۔
(۳۱) الدرایہ شرح ہدایہ۔ از شیخ ابو عبد اللہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد الملقب بمعین الہروی۔
(۳۲) شرح ہدایہ۔ از شیخ ابو بکر تقی الدین بن محمد الحصنی المتوفی ۸۳۹ھ
(۳۳) شرح ہدایہ۔ از شیخ نجم الدین ابراہیم بن علی الطرطوسی الحنفی المتوفی ۷۵۸ھ
(۳۴) شرح ہدایہ۔ از شیخ حمید الدین المتخلص بابن عبد اللہ السندی الدہلوی، عمدہ شرح ہے مگر ناتمام ہے۔
(۳۵) شرح ہدایہ۔ از الہداد جونپوری تلمیذ مولانا عبد اللہ تلنبی چند جلدوں میں ہے۔
(۳۶) عین الہدایہ (اردو) از مولانا امیر علی صاحب یہ کئی ضخیم جلدوں میں ہے۔

تجریدات الہدایہ ...... (۱) عدۃ اصحاب الہدایہ والنہایۃ فی تجرید مسائل الہدایہ۔ از شیخ کمال الدین محمد بن احمد ہدایہ میں جو مسائل بضمن دلائل مذکور ہیں ان سب کو دلائل سے مجرد کر کے جمع کیا ہے اور ضرورت کے مطابق کہیں تشریح بھی کی ہے۔
(۲) الرعایہ فی تجرید مسائل الہدایہ۔ از شیخ ابو البلیغ محمد بن عثمان معروف بابن اقرب المتوفی ۷۷۴ھ

تخاریج احادیث ہدایہ ...... (۱) العنایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ۔ از شیخ محی الدین عبد القادر بن محمد القرشی متوفی ۷۷۵ھ (۲) نصب الرایہ لاحادیث الہدایہ۔ از شیخ جمال الدین یوسف الزیلعی المتوفی ۷۶۲ھ (۳) الدرایۃ فی منتخب احادیث الہدایہ۔ از شیخ احمد بن علی بن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ علامہ زیلعی کی کتاب نصب الرایہ کا اختصار ہے۔ (۴) منیۃ الالمعی فی مافات من تخریج احادیث الہدایہ للزیلعی۔ از علامہ زین الدین قاسم بن قطلوبغا الحنفی۔

صاحب اکسیر پر از تفسیر ...... علامہ زیلعی نے احادیث کشاف کی بھی تخریج کی ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کی بھی تلخیص کی ہے۔ نواب صدیق حسن خاں نے اپنی کتاب "الاکسیر فی اصول التفسیر" میں اصل تخریج احادیث کشاف کو حافظ ابن حجر کی تالیف قرار دے کر جو کچھ اوصاف و فضائل اس کے لکھے گئے ہیں وہ سب تخریج ابن حجر کے ساتھ لگا دے اور اس کی تلخیص کو زیلعی کی طرف منسوب کر دیا حالانکہ یہ بات عقل و نقل ہر دو اعتبار سے غلط ہے نقلاً تو اس لئے غلط ہے کہ خود ابن حجر کی تلخیص میں حمد و صلوۃ کے بعد یہ عبارت ہے۔ ہذا تلخیص تخریج الاحادیث الواقعۃ فی الکشاف الذی خرجہ الامام ابو محمد الزیلعی لخصتہ مستوفیاً لمقاصدہ غیر مخل بشی من فوائدہ اور عقلاً اس لئے غلط ہے کہ حافظ ابن حجر حافظ زیلعی کی وفات سے گیارہ سال بعد پیدا ہوئے ہیں تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اصل کتاب تو حافظ ابن حجر بعد کو لکھیں اور حافظ زیلعی اس کی تلخیص پہلے ہی کر ڈالیں۔

نواب صاحب کی یہ ایک ہی غلطی نہیں بلکہ مولانا عبد الحئی صاحب نے ان کی تراجم و وفیات کے سلسلے میں اور بھی بہت سی غلطیاں گنائی ہیں حافظ ابن حجر کی درایہ تلخیص نصب الرایہ، ہندوستان میں دو مرتبہ چھپی ہے ایک مرتبہ اس کو بھی زیلعی کی طرف منسوب کر دیا گیا مقصد یہی ہوگا کہ اصل تو حافظ ابن حجر کی ہے اور تلخیص زیلعی کی ہے حالانکہ واقعہ برعکس ہے یعنی اصل زیلعی کی ہے اور تلخیص ابن حجر کی ہے قال صاحب کشف الظنون عند ذکر الہدایۃ و خرج الشیخ جمال

الدین یوسف الزیلعی المتوفی ۷۶۲ھ احادیثہ و سماہ نصب الرایۃ لاحادیث الہدایۃ کذ بخط السخاوی والخصہ الشیخ احمد بن حجر العسقلانی وسماہ الدرایۃ فی احادیث الہدایہ انتہی۔ [1]

(۲۹) صاحب کنز الدقائق

نام و نسب اور سکونت...... عبداللہ نام، ابوالبرکات کنیت، حافظ الدین لقب، والد کا نام احمد، دادا کا نام محمود ہے۔ نسف (بفتحتین) کے باشندے تھے جو ماوراء النہر میں بلاد سغد سے ایک شہر کا نام ہے اسی نسبت سے آپ کو نسفی کہتے ہیں شہر نسف جس کو نخشب بھی کہتے ہیں ایک زمانہ میں بڑا پر رونق اور معمور شہر تھا لیکن مرور ایام اور حوادثات زمانہ سے ویران ہو گیا۔ آپ بڑے عابد و زاہد، متقی، امام کامل، فقہ و اصول میں یگانہ روزگار اور مشہور متون نگار مصنفین میں سے ہیں۔ قال الاتقاق ہو، امام کامل فاضل محرر مدقق

تحصیل علوم...... آپ نے بڑے جلیل القدر و بلند پایہ محدثین و فقہا شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری، نجم العلماء علی بن محمد بن علی حمید الدین عزیز، بدر الدین خواہر زادہ وغیرہ ہم سے علوم کی تحصیل کی اور آپ سے علامہ سغناقی وغیرہ نے سماع کیا۔

صاحب جواہر کی غلطی...... صاحب جواہر مضیہ نے حرف عین میں امام نسفی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ حافظ موصوف نے علم فقہ علامہ کردری سے حاصل کیا ہے اور احمد بن عتابی سے زیادات کی روایت کی ہے ملا علی قاری نے بھی انہی کی پیروی کی ہے علامہ کفوی فرماتے ہیں کہ صاحب جواہر نے خود تصریح کی ہے کہ عتابی کی وفات ۵۸۹ھ میں ہوئی ہے اور امام نسفی کی وفات ۷۱۰ھ یا (۷۱۱ھ) میں ہوئی ہے پس امام نسفی متوفی ۷۱۰ھ کی روایت علامہ عتابی متوفی ۵۸۶ھ سے کیسے صحیح ہو سکتی ہے۔

صاحب کنز کا فقہی مقام...... ابن کمال پاشا نے آپ کو فقہاء کے چھٹے طبقے میں شمار کیا ہے جو روایات ضعیفہ کو روایات قویہ سے تمیز کر سکتے ہیں بعض حضرات نے آپ کو مجتہدین فی المذہب میں سے مانا ہے اور کہا ہے کہ جس طرح اجتہاد مطلق کا درجہ آئمہ اربعہ پر ختم ہو گیا ہے اسی طرح اجتہاد فی المذہب آپ پر ختم ہو گیا ہے قائل مذکور نے اس پر تفریع کرتے ہوئے یہ بھی کہا ہے کہ امت پر ان میں سے کسی ایک کی تقلید واجب ہے۔ علامہ بحر العلوم نے شرح تحریر الاصول اور شرح مسلم الثبوت میں اس قول کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ہرگز قابل اعتناء نہیں بلکہ یہ قول بلاشک و ریب رجما بالغیب ہے۔

تاریخ وفات...... میں شدید اختلاف ہے شیخ قوام الدین اتقانی اور ملا علی قاری نے نیز صاحب کشف الظنون نے اعتماد الاعتقاد کا تعارف کراتے ہوئے ۷۰۱ھ ذکر کی ہے اور بعض حضرات نے ۷۱۰ھ علامہ قاسم بن قطلوبغا نے اپنے رسالہ الاصل فی بیان الوصل والفصل، میں ۷۱۰ھ کے بعد مانی ہے شیخ حموی نے اپنی شرح میں ذکر کیا ہے کہ ان کی وفات ماہ ربیع الاول ۷۱۱ھ میں جمعہ کی شب میں ہوئی ہے علامہ اتقانی نے جائے وفات شہر ایذج بتایا ہے اور جائے دفن "الجلال" واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ صاحب خلاصۃ الاصفیاء نے تاریخ وفات کے سلسلہ میں یہ قطع تحریر کیا ہے جس سے سن وفات ۷۱۰ھ نکلتا ہے۔

شد زدار فنا گلد بریں	حافظ دین و متقی نسفی
مخزن جود و گو بتار بخش	ہم بفرما دیگر تقی نسفی

علمی کارنامے...... امام نسفی بڑے بلند پایہ مصنفین میں سے ہیں بالخصوص متن نگاری تو ان کی کلاہ افتخار کا طرہ امتیاز ہے فروع میں متن وافی اور اس کی شرح کافی، فقہ میں مشہور متن کنز الدقائق اصول میں متداول و مقبول متن المنار اور اس کی شرح کشف اسرار، شرح منتخب حسامی، مستصفی، مصفی شرح منظومہ نسفیہ، شرح فقہ نافع، اعتماد الاعتقاد شرح عمدہ، فضائل الاعمال اور تفسیر میں مدارک تنزیل وغیرہ بھی آپ کی یادگار ہے۔

[1] مفتاح السعادۃ، الفوائد البہیۃ، الجواہر المضیہ، کشف الظنون، نظام تعلیم و تربیت ابن ماجہ اور علم حدیث حدائق حنفیہ ۱۳۔

صاحب کشف الظنون نے شروح ہدایہ کے ذیل میں امام نسفی کی شرح ہدایہ کا بھی تذکرہ کیا ہے لیکن طبقات تقی الدین میں بخط ابن شحنہ مرقوم ہے کہ ان کی کوئی شرح ہدایہ معروف نہیں ہے۔ علامہ اتقانی نے غایۃ البیان میں ذکر کیا ہے کہ امام نسفی نے چاہا تھا کہ ہدایہ کی شرح لکھوں لیکن جب ان کے ہم عصر عالم تاج الشریعہ نے یہ سنا اور فرمایا کہ ان کیلئے یہ زیبا نہیں تو امام نسفی نے اپنے اس ارادہ کو ختم کر دیا اور ہدایہ کے مثل ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام موافی ہے پھر اس کی شرح کی جس کا نام کافی ہے فکانہ شرح الہدایۃ۔

کنز الدقائق کی جامعیت...... بظاہر کنز وغیرہ متون کی کتابیں جو آج کل موٹے موٹے حروف اور طویل الذیل حواشی کے ساتھ چھپی ہوئی ہیں دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ کوئی بڑی کتاب ہے لیکن جن حروف میں آج کل اخبارات و جرائد یومیہ وغیرہ شائع ہوتے ہیں ان ہی حروف میں مثلاً کنز کو اگر لکھا جائے تو بلا مبالغہ کسی معمولی سی نوٹ بک میں پوری کتاب سما سکتی ہے ان متون کی نوعیت میرے خیال میں ان یادداشتوں کی سی ہے جو لیکچر وغیرہ دینے کیلئے نوٹ کر لیتے ہیں۔ اسلاف نے اس کی عجیب مشق بہم پہنچائی تھی دس دس صفحات میں جس کی تفصیل آسکتی ہے اسی مضمون کو دو سطر دو سطر میں اس طرح بند کر سکتے تھے کہ سارے مفصل مضمون پر وہ عبارت حاوی ہو سکتی تھی یہ ایک کمال تھا جسے اب نقص ٹھہرا لیا گیا ہے قضاء و افتاء کے کام کرنے والے حضرات ان یادداشتوں کو زبانی یاد کر لیتے تھے نتیجہ یہ تھا کہ سارے ابواب اور مضمون کے عنوان انہیں محفوظ رہتے تھے۔

کنز الدقائق اور اس کے غیر ظاہر الروایہ وغیر مفتی بہا مسائل...... امام نسفی نے اپنی اس مختصر میں دو باتوں کا خاص اہتمام کیا ہے اول یہ کہ اس میں بالالتزام وہی مسائل ذکر کئے ہیں جو آئمہ احناف سے ظاہر الروایہ ہیں قال صاحب البحر فی ذیل مسئلہ فما کان ینبغی للمولف ذکرہ فی المتن لانہ موضوع لظاہر الروایۃ اھ "(بحر ص ۲۳۲ ج ۷) دوم یہ کہ اس میں زیادہ تر آئمہ ثلاثہ کے وہی اقوال لئے ہیں جو مفتی بہا ہیں لیکن کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو غیر ظاہر الروایہ اور غیر مفتی بہا ہیں۔

لیکن وہ کون کون سے مسائل ہیں جن کے متعلق حتمی طور پر یہ کہا جاسکے کہ یہ غیر ظاہر الروایہ ہیں اور یہ غیر مفتی بہا ہیں یہ مسئلہ نہایت اہم اور وقت طلب ہے کیونکہ نہ اس کے متعلق کسی شرح میں تعرض ہے اور نہ حواشی میں اس کی نشان دہی ہے۔ بجز چند مسائل کے جن کے متعلق ارباب حواشی نے چند مختلف مقامات میں کہا ہے کہ یہ غیر ظاہر الروایہ یا غیر مفتی بہا ہیں ہم نے بڑی کاوش اور نہایت عرق ریزی کے بعد صدہا کتب فقہیہ کے مطالعہ سے وہ مسائل ترتیب کے ساتھ مع حوالجات جمع کئے ہیں جو غیر ظاہر الروایہ یا غیر مفتی بہا ہیں اگر ان کی تفصیل مطلوب ہو تو ہماری شرح "معدن الحقائق" کے مقدمہ کی طرف رجوع کرو۔

کنز الدقائق اور اس کی شروحات...... یوں تو متن مذکور اپنی جامعیت اور ترتیب و تہذیب کے ساتھ ساتھ حسن اختصار کی وجہ سے یوم تصنیف سے لے کر آج تک ہمیشہ ہی ارباب قلم کا منظور نظر رہا ہے اور مختلف اہل علم حضرات زیلعی، عینی، حلبی، مقدسی اور کرمانی وغیرہ نے اس پر قلم اٹھایا ہے اور بیسیوں شروحات معرض وجود میں آچکی ہیں جن کی فہرست درج ذیل ہے لیکن علامہ ابن نجیم مصری کی شرح البحر الرائق کشف مغلقات، توضیح معضلات اور تصریحات و تفریعات میں اپنی نظیر آپ ہے و نعم ما قال المنصور التلیلی

علی الکنز فی الفقہ الشروح کثیرہ بحار تفید الطالبین لالیا
ولکن بھذا الجر صارت سواقیا ومن درد البحر امستقل السواقیا [1]

فہرست شروحات و حواشی کتاب کنز الدقائق

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	البحر الرائق فی شرح	زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن بکر	۹۷۰ھ

[1] الفوائد البہیۃ کشف الظنون نظام تعلیم و تربیت جواہر مضیہ حدائق حنفیہ ۱۲۔

	کنز الدقائق	معروف با بن نجیم	
۲	تبیین الحقائق لما اکتنز فیہ من الدقائق	فخر الدین ابو محمد عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳ھ
۳	رمز الحقائق شرح کنز الدقائق	قاضی بدر الدین محمود بن احمد العینی	۸۵۵ھ
۴	المطلب الفائق	= علامہ بدر الدین محمد بن عبد الرحمٰن العیسی الدیری	
۵	النہر الفائق	= سراج الدین عمر بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن محمد بن بکر الشہیر با بن نجیم	۱۰۰۵ھ
۶	مستخلص الحقائق	= شیخ ابراہیم بن محمد القاری	
۷	الضرائد فی حل المسائل والقواعد	مصطفےٰ بن بالی معروف بہالی زادہ	
۸	فتح مسالک الرمزنی شرح مناسک الکنز	شیخ عبد الرحمٰن عیسی العمری	
۹	شرح کنز الدقائق	معین الدین ہروی معروف بملا مسکین	
۱۰	======	قاضی عبد البر بن محمد معروف با بن الشحنہ حلبی	۹۲۱ھ
۱۱	======	الخطاب بن ابی القاسم القرہ حصاری	۷۳۰ھ
۱۲	======	شمس الدین محمد بن علی القوج حصاری	
۱۳	======	قاضی زین العابدین عبد الرحیم بن محمود العینی	۸۶۴ھ
۱۴	======	شیخ علی بن محمد الشہیری با بن غانم مقدسی	۱۰۰۴ھ
۱۵	======	شیخ قوام الدین ابو الفتوح مسعود بن ابراہیم کرمانی	۷۴۸ھ
۱۶	======	ابن سلطان قطب الدین ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن عمر الصالحی	۹۵۰ھ
۱۷	======	شیخ ابو حامد محمد بن احمد بن الضیاء المکی	۸۵۸ھ
۱۸	ملتقط الدقائق	ابو المعارف محمد عنایت اللہ قادری لاہوری	
۱۹	حاشیہ کنز الدقائق	مولونا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۳۱۲ھ
۲۰	حاشیہ کنز الدقائق	مولانا محمد اعزاز علی بن محمد مزاج علی	۱۳۷۴ھ
۲۱	احسن المسائل ترجمہ اردو	مولانا محمد احسن صدیقی نانوتوی	۱۳۱۲ھ
۲۲	ترجمہ فارسی	از شاہ اہل اللہ (برادر حضرت شاہ ولی اللہ) دہلوی	
۲۳	ظہیر الحقائق (ترجمہ اردو)	از ظہیر احمد سہوانی	۱۳۶۱ھ
۲۴	معدن الحقائق (شرح اردو)	از راقم سطور محمد حنیف غفرلہ گنگوہی	
۲۵	تحفۃ العجم فی فقہ الامام الاعظم (اردو) از مولانا محمد سلطان خان		۱۲۵۲ھ کے بعد

۳۰ صاحب وقایہ (۳۱) وشارح وقایہ

نام و نسب...... شارح وقایہ کا نام عبید اللہ ہے اور لقب صدر الشریعۃ الاصغر اور والد کا نام مسعود ہے اور دادا کا نام محمود اور لقب تاج الشریعہ ہے (علامہ دمیاطی نے "تعالیق الانوار علی الدر المختار" میں بواسطہ شیخ مرتضیٰ حسینی تاریخ بخارا سے اور علامہ کفوی رومی نے کتاب اعلام الاخیار فی طبقات فقہاء مذہب النعمان المختار میں علامہ ازبیقی نے مدینۃ العلوم میں یہی ذکر کیا ہے۔
علامہ قہستانی نے جامع الرموز میں اور ملا لطف اللہ نے حواشی شرح میں دادا کا نام عمر بتایا ہے۔

اور پردادا کا نام احمد ہے اور لقب صدر الشریعتہ الاکبر ہے اور پردادا کے باپ کا نام عبید اللہ ہے اور لقب جمال الدین اور کنیت ابو المکارم اور عبید اللہ جمال الدین کے باپ کا نام ابراہیم ہے آخر میں آپ کا نسب حضرت عبادہ بن الصامت ﷺ سے مل جاتا ہے شجرہ نسب یہ ہے۔ صدر الشریعۃ الاصغر عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعۃ الاکبر احمد بن جمال الدین ابی المکارم عبید اللہ بن ابراہیم بن احمد بن عبد الملک بن عمیر بن عبد العزیز بن محمد بن جعفر بن خلف بن ہارون بن محمد بن محمد بن محبوب بن الولید بن عبادہ بن الصامت الانصاری المحبوبی

رفع اشتباہ...... ہم نے یہ پوری تفصیل اس لئے ذکر کی کہ ان کے نسب کے سلسلہ میں بہت سے لوگوں نے غلطی کی ہے چنانچہ صاحب مدینۃ العلوم نے عبید اللہ کو تاج الشریعہ کا والد قرار دیا ہے اور ان کے درمیان جو صدر الشریعۃ الاکبر احمد کا واسطہ ہے اس کو حذف کر دیا فانہ قال ومن شروح الہدایۃ الکفایۃ لتاج الشریعۃ ہو محمود بن عبید اللہ بن محمود المحبوبی" نیز عبید اللہ کے باپ کا نام محمود مانا ہے حالانکہ ان کا نام ابراہیم ہے اسی طرح قہستانی نے اپنی عبارت "عبید اللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ عمر بن صدر الشریعہ عبید اللہ بن محمود بن محمد المحبوبی" میں پے در پے پانچ جگہ غلطی کی ہے۔ اول یہ کہ تاج الشریعہ کا نام عمر قرار دیا ہے حالانکہ ان کا نام محمود ہے دوم یہ کہ تاج الشریعہ کو عبید اللہ کا بیٹا مانا ہے حالانکہ وہ احمد بن عبید اللہ کا بیٹا ہے سوم یہ کہ صدر الشریعہ کو عبید اللہ کا لقب دیا ہے حالانکہ وہ ان کے بیٹے احمد کا لقب ہے جو تاج الشریعہ کے باپ ہیں چہارم یہ کہ عبید اللہ کے والد کو محمود کے ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ وہ مسمی بابراہیم ہے پنجم یہ کہ عبید اللہ کے دادا کو محمد کے ساتھ موسوم کیا ہے حالانکہ ان کا نام احمد بن عبد الملک ہے اسی طرح صاحب کشف الظنون وغیرہ نے بھی سلسلہ نسب میں کئی جگہ غلطی کی ہے جس کی تفصیل مقدمہ سعایہ مقدمہ عمدۃ الرعایۃ اور الفوائد البہیہ میں موجود ہے۔

تحصیل علوم...... شارح وقایہ اپنے وقت کے امام، جامع معقول و منقول، محدث جلیل، بے مثل فقیہ، علم تفسیر، علم خلاف وجدل، نحو ولغت، ادب وکلام اور منطق وغیرہ کے متبحر عالم تھے علم کی تحصیل اپنے دادا تاج الشریعہ وغیرہ اکابر علماء سے کی تھی۔
آپ کے خاندان میں نسلا بعد نسل فضل وکمال منتقل ہوتا رہا آپ کے جد امجد صدر الشریعہ الاکبر سے مشہور ہوئے تو آپ صدر الشریعۃ الاصغر کہلائے حافظ ابو طاہر محمد بن حسن بن علی طاہری اور صاحب فصل خطاب محمد بن محمد بخاری مشہور بخواجہ پارسا وغیرہ آپ کے شاگرد رشید ہیں۔

وفور علم وطرز تدریس...... علامہ قطب الدین رازی شارح شمسیہ آپ کے ہم عصر ہیں اور معقولات میں طرفہ روزگار انہوں نے آپ سے بحث ومباحثہ کرنا چاہا تو پہلے آپ نے اپنے پروردہ غلام و تلمیذ خاص مولوی مبارک شاہ کو ان کے درس میں بھیجا اس وقت آپ ہراۃ میں تھے اور قطب الدین رے میں تھے مبارک شاہ نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ صدر الشریعہ ابن سینا کی کتاب الارشادات اس طرح پڑھا رہے ہیں کہ نہ مصنف کی پیروی کرتے ہیں اور نہ کسی شارح محقق طوسی وغیرہ کی مبارک شاہ نے درس کی یہ کیفیت دیکھ کر قطب الدین رازی کے پاس لکھا کہ یہ شخص تو آگ کا شعلہ ہے آپ اس کے مقابلہ کیلئے ہرگز نہ آئیں ورنہ شرمندگی ہوگی قطب الدین نے مبارک شاہ کی یہ بات مان لی اور مباحثہ کا خیال چھوڑ دیا۔

سنہ وفات و آرام گاہ...... آپ نے بزبان حافظ یہ کہتے ہوئے۔

ایں جان عاریت کہ بحافظ سپرد دوست　　روزے رخش بینم و تسلیم دے کنم

۷۴۷ھ میں جان جان آفریں کے سپرد کی۔ تعدیل العلوم کا تعارف کراتے ہوئے صاحب کشف الظنون نے کتاب الطبقات میں علامہ کفوی نے اور خطیب عبدالباقی وغیرہ نے سنہ وفات یہی ذکر کیا ہے ملا علی قاری نے چھ سو اسی کے قریب بتایا ہے اور صاحب کشف الظنون نے وشارح ، وقایہ ، نقایہ اور شرح فصول الخمسین کا تعارف کراتے ہوئے ۷۴۵ھ ذکر کیا ہے غالب یہ ہے کہ پہلا قول (۷۴۷ھ) ہی صحیح ہے۔

آپ کا اور آپ کے والدین کا اور والدین کے اجداد سب کے مزارات شارع آبار بخارا میں ہیں اور آپ کے دادا تاج الشریعۃ اور نانا برہان الدین کا مزار کرمان میں ہے۔

تصنیفات و تالیفات...... آپ نے مشہور فقہی کتاب وقایہ کی (جو آپ کے دادا تاج الشریعہ کی تصنیف ہے اعلی شرح لکھی جو نہایت مقبول ومتداول اور داخل درس ہے پھر وقایہ متن کا اختصار کیا جو نقایہ کے نام سے موسوم ہے جس کو عمدہ بھی کہتے ہیں اصول فقہ میں تنقیح پھر اس کی شرح توضیح لکھی جس کی شرح سعد الدین تفتازانی نے تلویح کے نام سے کی ہے یہ بھی داخل درس ہیں ان کے علاوہ دوسری اہم تصانیف ہیں۔

المقدمات الاربعہ ، تعدیل العلوم (اقسام علوم عقلیہ میں) وشاح علم معانی میں شرح فصول الخمسین (نحو میں) کتاب الشروط کتاب الحاضر وغیرہ۔ مشکلات علوم اور مسائل کے حل میں آپ بڑے ماہر تھے اسلئے آپکی تمام تصانیف سے نفع عظیم ہوا۔

فہرست شروحات کتاب وقایہ

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	شرح وقایہ	علاء الدین علی بن عمر رومی مشہور بقرہ خواجہ	۸۰۰ھ
۲	= =	عبد اللطیف بن عبد العزیز بن فرشتہ مشہور بابن ملک	-
۳	عنایہ شرح وقایہ	سید علی توقاتی رومی	اواخر ۸۰۰ھ
۴	شرح وقایہ	علی بن مجد الدین محمد بن مسعود بن محمود بن محمد بن فخر الدین رازی	۸۷۵ھ
۵	= =	سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی	۸۱۶ھ
۶	==	محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحیی کوابکی جلبی	۱۰۹۶ھ
۷	الحمایہ فی شرح الوقایہ	شیخ یوسف بن حسین کرماستی	فی حدود ۹۰۰ھ
۸	شرح وقایہ	محمد بن مصلح الدین قوجوی معروف بشیخ زادہ رومی	۹۵۰ھ
۹	==	محمد بن مصلح الدین محمد بن عبد اللہ بن احمد بن محمد بن ابراہیم تمر تاشی	۱۰۰۴ھ
۱۰	=	علامہ فصیح الدین ہروی	
۱۱	توفیق العنایہ فی شرح لوقایہ	شیخ زین الدین جنید بن صندل	
۱۲	الاستغناء	شیخ علاء الدین علی طرابلسی	
۱۳	التطبیق	شیخ قاسم بن سلیمان بیکندی	۹۷۰ھ
۱۴	الاستغناء فی الاسیتفاء	شیخ حسام الدین الکوسج	

فہرست حواشی شرح وقایہ

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سن وفات
۱	حاشیہ شرح وقایہ	علی بن مجد الدین محمد بن محمد بن مسعود بن محمد	۸۷۵ھ
۲	ذخیرۃ العقبی	یوسف بن جنید توقانی مشہور باخی چلپی	۹۰۵ھ
۳	حاشیہ شرح وقایہ	حسن چلپی بن شمس الدین محمد شاہ بن شمس الدین محمد بن حمزہ	۸۸۶ھ
۴		محی الدین محمد بن تاج الدین مشہور بخطیب زادہ رومی	۹۰۱ھ
۵		محی الدین محمد بن ابراہیم بن حسین نکساری رومی	=
۶		شیخ یوسف بن حسین کرماسی	فی حدود ۹۰۰ھ
۷	=(تاباب الشہید)	محی الدین احمد بن محمد عجمی	
۸		مصلح الدین مصطفی بن حسام الدین	
۹		محی الدین محمد شاہ بن علی بن یوسف بالی بن شمس الدین محمد بن حمزہ	۹۲۹ھ
۱۰	=(تاباب الشہید)	اسعدی بن الناجی بیگ مشہور بناجی زادہ	۹۰۲ھ
۱۱	=(علی الاوائل)	محی الدین چلپی محمد بن علی بن یوسف بالی فناری	۹۵۴ھ
۱۲	==	کمال الدین اسماعیل قرامانی مشہور بقرہ کمال	
۱۳	==	یعقوب باشا بن خضر بیگ بن جلال الدین رومی	
۱۴	==	شیخ سنان الدین یوسف رومی	
۱۵	==	شمس الدین احمد بن قاضی موسی مشہور بالخیالی	بعد ۸۶۲ھ
۱۶	==	محمد بن فراموز مشہور بملا خسرو	۸۸۵ھ
۱۷	==	محمد بن محمد مشہور بعرب زادہ رومی	۹۶۹ھ
۱۸	==	تاج الدین ابراہیم بن عبید اللہ حمیدی	۹۷۳ھ
۱۹	==	شیخ صالح بن حلال	
۲۰	==	محمد بن مصلح الدین توجوی معروف بشیخ زادہ رومی	۹۵۰ھ
۲۱	==	حسام الدین حسین بن عبد اللہ	۹۲۶ھ
۲۲	==	شیخ مصطفی بن خلیل	۹۳۵ھ
۲۳	=(علی الاوائل)	شمس الدین احمد بن بدر الدین مشہور بقاضی زادہ رومی	۹۸۸ھ
۲۴	==	شیخ الاسلام احمد بن یحیٰ بن محمد بن سعد الدین تفتازانی	۹۱۶ھ
۲۵	حاشیہ شرح وقایہ	عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی	۹۴۴ھ
۲۶	حاشیہ شرح وقایہ	محی الدین محمد قرہ باغی	۹۴۳ھ
۲۷	==	قاضی شمس الدین احمد بن حمزہ معروف بعرب چلپی	۹۵۰ھ
۲۸	==	مفتی زکریا بن بہرام	۱۰۱۰ھ
۲۹	==	عبد اللہ بن صدیق بن عمر ہروی	

نمبر	کتاب	مصنف	وفات
۳۰	==	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۳۱	حل المشکلات	شاہ لطف اللہ بن لورنگ زیب معروف بملاتان	
۳۲	غایتہ الحواشی	ابو المعارف محمد عنایت اللہ قادری لاہوری	
۳۳	حاشیہ شرح وقایہ	شیخ نور الدین بن شیخ محمد صالح احمد آبادی	۱۱۵۵ھ
۳۴	=(تا بحث مسح الراس)	محمد یوسف بن محمد اصغر بن ابی الرحم بن یعقوب	۱۲۸۶ھ
۳۵	=(غیر تام)	عبد الحلیم بن امین اللہ بن محمد اکبر بن ابی الرحم	۱۲۸۵ھ
۳۶	==	خادم احمد بن محمد حیدر بن محمد مبین بن محب اللہ بن احمد عبد الحق	۱۲۷۱ھ
۳۷	=(غیر تام)	عبد الرزاق بن جمال الدین احمد	۱۲۷۸ھ
۳۸	==	محمد حسن بن ظہور حسن بن شمس علی سنبھلی	
۳۹	==	عبد الحکیم بن عبد الرب بن بحر العلوم عبد العلی	۱۲۸۷ھ
۴۰	تعلیق بر شرح وقایہ	ابو الخیر محمد معین الدین بن شاہ خیرات علی بن سید احمد کردی	
۴۱	عمدۃ الرعایۃ	مولانا عبد الحی بن عبد الحلیم بن امین اللہ انصاری	۱۳۰۷ھ
۴۲	نور الہدایہ (اردو)	مولانا وحید الزماں بن مسیح الزماں لکھنوی فاروقی حنفی [۱]	

(۳۲) صاحب نور الایضاح

نام و نسب...... نام حسن، کنیت ابو الاخلاص اور والد کا نام عمار اور دادا کا نام علی ہے وفائی کر کے مشہور ہیں شبرا بلولہ جو سعاد مصر میں ایک بستی ہے اس کی طرف نسبت کرتے ہوئے آپ کو شرنبلالی کہتے ہیں جو خلاف قیاس ہے۔

قیاس کے لحاظ سے شبرا[۲] بلوی ہونا چاہیئے جیسا کہ خود موصوف نے اپنی کتاب "درر الکنوز" کے آخر میں تصریح کی ہے آپ کا سن پیدائش تقریباً ۹۹۴ھ ہے۔

تحصیل علوم...... چھ سال کی عمر میں ان کو ان کے والد مصر لے آئے تھے یہیں آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور شیخ محمد حموی اور شیخ عبد الرحمن المسیری سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ امام عبد اللہ نحریری، علامہ محمد المحبی سے علم فقہ حاصل کیا شیخ الاسلام نور الدین علی بن غانم مقدسی وغیرہ علماء سے بھی کافی استفادہ کیا۔ ۱۰۳۵ھ میں مسجد اقصی کی زیارت نصیب ہوئی اور شیخ ابو الاسعاد یوسف بن وفا کی صحبت حاصل رہی۔

درس و تدریس...... آپ اپنے زمانہ کے نامور محدثین وفقہاء میں سے تھے بالخصوص فتاوی میں تو آپ مرجع خلائق تھے آپ نے ایک عرصہ تک جامع ازہر میں درس دیا ہے سید السند احمد بن محمد حموی شیخ شاہین الامنادی علامہ احمد عجمی اور علامہ اسماعیل نابلسی دمشقی وغیرہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔

وفات...... تقریباً ۷۵ سال کی عمر میں جمعہ کے روز عصر کے بعد ۱۱ رمضان ۱۰۶۹ھ میں بزبان حال یہ کہتے ہوئے۔

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے ... اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے (ذوق)

سفر[۱] آخرت فرمایا اور تربتہ المجاورین میں مدفون ہوئے۔ حدائق حنفیہ، کشف، ہامش، مقدمہ عمدۃ الرعایۃ المعجم العلمی غیث الغمام، اور خلاصۃ الاثر فی اعیان القرن الحادی عشر میں سنہ وفات یہی مذکور ہے اور یہی صحیح ہے التعلیقات السنیۃ مصر

[۱] الفوائد البہیہ۔ مقدمہ عمدۃ الرعایہ، کشف الظنون حدائق حنفیہ ۱۲ [۲] فی القاموس شبری کسکری ثلاثۃ وخمسون موضعاً کلہا بمصر عشرۃ بالمشرقیۃ وخمسۃ بالمرتاحیۃ وستۃ بجزیرہ توسنیا واحدی عشرۃ بالغربیۃ وسبعۃ بالسنودیۃ وثلاثۃ بالمنوفیۃ وثلاثۃ بجزیرہ بنی نصر واربعۃ بالبحیرۃ واثنان بمسیس واثنان بالجیزیۃ ۱۲

یہ میں ۱۰۶۹ھ اور نسخہ یوسفیہ و مصطفائیہ میں ۲۶۹ھ ہے مگر یہ غلط ہے۔
تصانیف و تالیفات......(۱) رقم البیان فی دیۃ المفصل والاسنان۔ یہ ۱۰۱۹ھ کی تالیف ہے (۲) بسط الکفالۃ فی تاجیل الکفالۃ یہ ۱۰۲۶ھ کی تصنیف ہے (۳) حفظ الاصغرین عن اعتقاد من زعم الحرام لایعدی لذمشین (۴) سعادۃ اہل الاسلام بالمصافحۃ عقیب الصلوۃ والسلام۔ یہ دونوں ۱۰۲۹ھ کی تصنیف ہیں۔ (۵) غنیۃ ذوی الاحکام فی بغیۃ درر الاحکام یہ ۱۰۳۵ھ کی تصنیف ہے۔ (۶) اسعاد آل عثمان المکرم ببناء بیت اللہ الحرم۔ یہ ۱۰۳۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۷) انفاذ الاوامر الالہیۃ بنصر العساکر العثمانیہ۔ یہ ۱۰۴۱ھ کی تصنیف ہے۔ (۸) تنقیح الاحکام فی الابراء الخاص والعام یہ ۱۰۴۲ھ کی تصنیف۔ (۹) امداد الفتاح شرح نور الایضاح۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۰۴۵ھ کو شروع کر کے ۱۵ ربیع الاول ۱۰۴۶ھ میں اس کی تلییض سے فراغت پائی۔ (۱۰) حسام الحکام المحقیقین لصد المعتدین عن اوقاف المسلمین (۱۱) نظر الحاذق الخریر فی الرجوع علی المستعیر (۱۲) جد اول الزلال الجاریۃ لترتیب الفوائت بکل احتمال یہ تینوں ۱۰۵۰ھ کی تصنیف ہیں۔ (۱۳) واضح الحجۃ للعدول عن خلل الجتہ یہ ۱۰۵۲ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۴) مراقی الفلاح شرح نور الایضاح۔ اواخر جمادی الاخری میں شروع کر کے اوائل رجب ۱۰۵۴ھ میں فراغت ہوئی (۱۵) النعمۃ الجدذۃ بتکمیل الوالدۃ یہ ۱۰۵۵ھ کی تصنیف ہے۔ (۱۶) الاستعارۃ من کتاب الشہادۃ (۱۷) الزہر النضیر فی الحوض المستدیر یہ دونوں ۱۰۵۷ھ کی تصنیف ہیں (۱۸) نفیس المتجر بشراء الدرر یہ ۱۰۵۸ھ کی تصنیف ہے (۱۹) فتح باری الالطاف بجدول مختفی الاوقاف۔ یہ ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۰) الاحکام الملخصہ فی حکم ماء الحمصہ یہ بھی ۱۰۵۹ھ کی تصنیف ہے۔ (۲۱) ارشاد الاعلام لرتبۃ الجد و ذوی الارحام فی تزویج الایتام (۲۲) الابتسام باحکام الافخام یہ دونوں ۱۰۶۰ھ کی تصنیف ہیں۔ (۲۳) اتحاف الاریب بجواز استنابۃ الخطیب (۲۴) ایضا الخفیات لتعارض بینۃ النفی والاثبات (۲۵) نزہۃ اعیان الحزب بمسائل الشرب یہ تینوں ۱۰۶۱ھ کی تصانیف ہیں۔ (۲۶) الدرہ الفرید وبین الاعلام تعقیق میراث من علق طلاقہا قبل الموت باشہر اوایام یہ ۱۰۶۴ھ کی تصنیف ہے (۲۷) تحفۃ الاکمل فی جواز لبس الاحمر (۲۸) النظم المستطاب محکم القراۃ فی صلوۃ لجنازۃ بام الکتاب یہ دونوں ۱۰۶۵ھ کی تصانیف ہیں۔ (۲۹) الدرۃ الیتیمہ فی الغنیمہ (۳۰) الاثر المحمود لقہر ذوی العہود (۳۱) الاقناع فی حکم اختلاف الراہن والمرتہن فی الرہن من غیر ضیاع (۳۲) تحفۃ اعیان الغنا بصحتہ الجمعۃ فی الفناء (۳۳) بدیعتہ الہدی لما استیسر من الہدی یہ پانچوں ۱۰۶۷ھ کی تصانیف ہیں۔ (۳۴) قہر الملتہ الکفر یہ بالادلتہ المحمدیہ لخرب وبر الحلتہ الجولانیۃ یہ ۱۰۶۸ھ کی تصنیف ہے۔
ان کے علاوہ دیگر تالیفات جن کا سنہ تالیف معلوم نہیں ہو سکا یہ ہیں کشف القناع الرفیع عن مسالتہ التبرع بما یستحق الرضیع (۳۶) ایقاظ ذوی الدراستہ بوصف من کلف السعایۃ (۳۷) اصابتہ الفرض الاہم فی العتق المبہم (۳۸) احسن الاقوال للتحرز عن محظور الفعال (۳۹) سعادۃ الماجد بعمارۃ المساجد (۴۰) نہایتہ الفریقین فی اشتراط الملک لاخر الشرطین (۴۱) اکرام ذوی الالباب بشریف الخطاب (۴۲) درر الکنوز (۴۳) کشف العضل فیمن عضل (۴۴) تجدد المسرات بالقسم بین الزوجات (۴۵) العقد الفرید فی جواز التقلید۔
(۴۶) **نور الایضاح......** یوں تو آپ کی جملہ تصانیف گوہر بے بہا اور تحقیقات و تدقیقات کا خزانہ ہیں مگر ان سب میں حاشیہ درر وغرر سب سے اعلی وارفع ہے جو موصوف کی حیات ہی میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکا تھا امداد الفتاح شرح نور الایضاح بھی نہایت لاجواب کتاب ہے مگر بالکل نایاب ہے فقہ میں نور الایضاح متن متین ساڑھے تین سو سالہ قدیم ترین مختصر سار سالہ ہے مگر نہایت مفید اور داخل درس ہے اولا آپ نے یہ کتاب الاعتکاف تک لکھی جس سے ۲۴ جمادی الاول ۱۰۳۲ھ میں جمعہ کے روز فارغ ہوئے اس کے بعد مسائل زکوۃ وحج کو اس کے ساتھ ملحق کر کے عبادات خمسہ کی تکمیل فرمائی اس کے متعلق حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کا مصر میں صرف ایک بار سرسری مطالعہ کرنے کے بعد ہندوستان میں

بلفظ طبع کرانے کا قصہ مشہور ہے اور حضرت شاہ صاحب کے حافظہ کے لحاظ سے یہ بات کوئی بعید بھی نہیں لیکن مجھے اس کا کوئی معتمد اور قابل وثوق حوالہ نہیں مل سکا۔[۱]

(۳۳) صاحب منتخب حسامی

نام و نسب اور سکونت...... محمد نام، ابو عبداللہ کنیت، حسام الدین لقب، والد کا نام محمد اور دادا کا نام عمر ہے۔ اخسیکث (بفتح الف وسکون خاء وکسر سین) کی طرف منسوب ہیں جو فرغانہ کا ایک شہر ہے جس کے متعلق صاحب انساب نے لکھا ہے "کانت من انزہ بلادھا واحسنھا"

شیخ کامل، امام فاضل عالم فروع واصول، ماہر جدل و خلاف تھے محمد بن عمر نوجاباذی محمد بن محمد بخاری فخر الدین محمد بن احمد بن الیاس مایمرغی وغیرہ نے آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی ہے۔

تصانیف...... آپ کی کتاب منتخب حسامی اصول فقہ کی بہترین و معتبر اور مقبول و متداول کتاب ہے اس کے علاوہ حجۃ الاسلام امام غزالی کی منخول کی تردید میں جو امام اعظم کی تشنیع پر مشتمل ہے آپ نے ایک نفیس رسالہ چھ فصول میں لکھا ہے جس میں امام غزالی کا ایک ایک قول لے کر مدلل تردید کی ہے اور امام صاحب کے مناقب جلیلہ بھی ذکر کئے ہیں۔

شروح حسامی...... اکابر علماء و محققین فضلاء نے ان کی شروح لکھی ہیں جن میں امیر کاتب عمید بن امیر عمرو بن عمیر غازی کی تبیین جو موصوف نے ۷۱۶ھ میں سفر حج کے موقعہ پر لکھی اور عبدالعزیز بخاری کی تحقیق زیادہ مشہور ہیں۔

وفات...... آپ نے بروز دو شنبہ ۲۲ یا ۲۳ ذیقعدہ ۶۴۴ھ میں وفات پائی اور قاضی خاں کے قریب مقبرہ القضاہ میں مدفون ہوئے۔

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر　　آئے تھے دنیا میں اس دن کیلئے[۲]

فہرست حواشی وشروح کتاب منتخب حسامی

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	الوافی شرح منتخب	شیخ حسام الدین حسین بن علی صغناقی	بعد ۷۱۱ھ
۲	التحقیق =	شیخ عبدالعزیز بن احمد بخاری	۷۳۰ھ
۳	التبیین =	شیخ قوام الدین امیر کاتب بن امیر عمر واتقانی حنفی	۷۵۸ھ
۴	شرح منتخب (مختصر)	امام حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی	۷۱۰ھ
۵	= (مطول)	==	=
۶	تعلیق بر منتخب	شیخ احمد بن عثمان ترکمانی	۷۴۴ھ
۷	حاشیہ حسامی	مولانا معین الدین عمرانی دہلوی	
۸	تعلیم العامی فی تشریح الحسامی	مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	
۹	النامی شرح حسامی	شیخ ابو محمد عبدالحق بن محمد امیر بن خواجہ شمس الدین دہلوی	
۱۰	التعلیق الحامی علی الحسامی	مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن گنگوہی	

[۱] التعلیقات السنیۃ مقدمہ عمدۃ الرعایۃ طرب الاماثل تراجم الافاضل کشف الظنون خلاصۃ الاثر ۱۲۔
[۲] از کشف الظنون، الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ فوائد بہیہ حدائق حنفیہ ۱۲۔

(۳۴) صاحب منار الانوار

صاحب کنز الدقائق حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ کا مشہور و معروف جامع مختصر اور نہایت نافع متن متین ہے جن کے حالات کنز الدقائق کے ذیل میں گزر چکے۔

فہرست حواشی و شروح کتاب المنار

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	کشف الاسرار فی شرح المنار	حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی (مصنف متن)	۷۱۰ھ
۲	افاضۃ الانوار فی اضاءۃ اصول المنار	ابو الفضائل سعد الدین محمود بن محمد دہلوی	۷۷۱ھ
۳	شرح المنار	ناصر الدین الربوۃ محمد بن احمد بن عبدالعزیز قونوی دمشقی	۷۶۴ھ
۴	تبصرۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ شجاع الدین ہبۃ اللہ بن احمد ترکستانی	۷۳۳
۵	الانوار فی شرح المنار	شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بن البابرتی حنفی	۷۸۶ھ
۶	اقتباس الانوار فی شرح المنار	شیخ جمال الدین یوسف بن قوماری العنتری الخراطی	
۷	جامع الاسرار فی شرح المنار	شیخ قوام الدین محمد بن محمد بن احمد الکاکی	
۸	شرح المنار	شیخ شرف الدین ابن کمال قریمی	
۹	فتح الغفار فی شرح المنار	علامہ زین الدین بن نجیم مصری (صاحب بحر الرائق)	۹۷۰ھ
۱۰	شرح المنار	شیخ جلال الدین رسولا بن احمد بن یوسف التبانی الحنفی	۷۹۳ھ
۱۱		شیخ زین الدین عبدالرحمن بن ابی بکر معروف بابن العینی	۸۹۳ھ
۱۲		شیخ عبدالرحمن بن صاچلی امیر	۹۸۷ھ
۱۳		شیخ کمال الدین حسین الوزیر	
۱۴		شیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز بن فرشتہ مشہور بابن ملک	
۱۵	زبدۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ ابوالثناء احمد بن محمد سیواسی	
۱۶	الفوائد الغیاثیہ الشمسیۃ	شیخ شمس الدین محمد قوجہ حصاری	
۱۷	مدرک الفحول فی شرح الاصول	شیخ ابو عبداللہ محمد بن مبارک شاہ بن محمد ہروی الملقب بالعین	
۱۸	زبدۃ الافکار فی شرح المنار	شیخ شمس الدین محمد بن حسین بن محمد نوشابادی	
۱۹	زین المنار	شیخ یوسف بن عبدالملک بن بخشایش	
۲۰	انوار الافکار	شیخ عیسیٰ بن اسماعیل بن خسروشاہ الاقسرائی	۷۲۷ھ
۲۱	التبیان	شیخ محمد بن محمود بن حسن الحسینی	
۲۲	شرح المنار	شیخ جلال الدین بن احمد رومی حنفی معرف بالقبانی	۷۹۲ھ
۲۳	زبدۃ الاسرار فی شرح المنار	شیخ شمس الدین سیواسی	۱۰۴۵ھ
۲۴	شرح المنار	علامہ زین ابوالعدل قاسم بن قطلوبغا حنفی	۸۷۹ھ

۲۵	=	قاضی القضاۃ بدر الدین محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین العینی الحنفی	
۲۶	==	شیخ عز الدین عبد اللطیف بن عبد العزیز بن امین الدین	۸۸۵ھ
۲۷	==	شیخ محمد بن مصلح الدین قوجوی معروف بشیخ زادہ رومی	۱۰۰۴ھ

فہرست مختصرات و منظومات کتاب المنار

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف	سن وفات
۱	قدس الاسرار فی اختصار المنار	شیخ ناصر الدین الربوۃ محمد بن احمد بن العزیز قونوی	۷۶۴ھ
۲	لب الاصول	شیخ زین الدین ابن نجیم مصری	۹۷۰ھ
۳	مختصر المنار	شیخ زین الدین ابو العز طاہر بن حسن معروف بابن حبیب	۸۰۸ھ
۴	تنویر المنار	قاضی ابو الفضل محمد بن محمد بن شحنہ	۸۹۰ھ
۵	اساس الاصول	شیخ علی بن محمد	-
۶	غصون الاصول	شیخ خضر بن محمد آماسی	-
۷	منظومۃ المنار	شیخ فخر الدین احمد بن علی معروف بابن الفصیح ہمدانی	۷۵۵ھ
۸	===	شیخ محمد بن حسن بن احمد بن ابی یحیٰ کواکبی حلبی	۱۰۹۶ھ

(۳۵) صاحب اصول الشاشی

اصول الشاشی اصول فقہ حنفی کی ایک مسلم الثبوت بنیادی کتاب ہے جس کا مصنف ان باا ثر متقدمین فضلاء میں سے ہے جو ریاو سمعہ اور نمود و شہرت کو پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ صاحب کتاب نے اخلاص و حسن نیت اور نفع رسانی خلائق کو باعث ثواب دارین سمجھ کر اپنا نام نامی صفحات کتاب پر ظاہر نہیں فرمایا شارحین نے بھی مصنف کے متعلق کوئی تصریح نہیں کی فہرست کتب خانہ آصفیہ (ریاست حیدر آباد دکن) میں اس کا ایک قلمی نسخہ موجود ہے مگر اس میں بھی مصنف کا خانہ خالی چھوڑ دیا گیا۔ "محبوب الالباب فی تعریف الکتب والکتاب" فہرست پٹنہ میں اس کا کوئی قلمی یا مطبوعہ نسخہ نہیں ہے۔ "اکتفاء القنوع بما ہو مطبوع" میں اصول فقہ کے تحت لکھتے ہیں۔ "الشاشی الملقب بالقفال اھ" لیکن یہ کتاب زیر بحث اصول الشاشی کے علاوہ ہے اور مصنف بھی اور ہیں اس واسطے کہ ملقب بالقفال دو شخص گذرے ہیں ایک ابو بکر محمد بن علی بن اسماعیل القفال متوفی ۳۱۴ھ دوم ابو بکر عبد اللہ بن احمد بن عبد اللہ القفال اگر یہاں اول مراد ہو تو یہ شافعی المذہب ہیں اور اصول الشاشی حنفی مذہب کے مطابق تالیف ہوئی ہے اور اس کے مصنف اسی مذہب کے ہیں اور اگر ثانی مراد ہو تو یہ شاشی نہیں بلکہ مروزی ہیں۔

فہرست خدیویہ مصر میں اصول الشاشی مطبوعہ ہند ۱۱۸۹ھ کے تحت میں مصنف کا نام اسحاق بن ابراہیم الشاشی السمرقندی متوفی ۳۲۵ھ لکھا ہے ان کی کنیت ابو ابراہیم ہے اپنے زمانہ کے بہت بڑے عالم اور ثقہ تھے جامع کبیر کی روایت ابو سلیمان جوزجانی سے بواسطہ زید بن اسامہ کرتے تھے ان کی وفات مصر میں ۳۲۵ھ میں ہوئی حاجی خلیفہ ملا کاتب چلپی نے اس کتاب کو "کتاب الخمسین" کے نام سے لکھا ہے اور وجہ تسمیہ یہ نقل کی ہے کہ اس کی تصنیف کے وقت مصنف کی عمر پچاس سال کی تھی اور مصنف کا نام نظام الدین شاشی تحریر کیا ہے وجہ تسمیہ کے سلسلہ میں بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ صرف پچاس روز میں تصنیف کی گئی ہے اس لئے یہ خمسین کے نام کے ساتھ مشہور ہو گئی جیسے اور بعض کتابیں کیروزی وغیرہ کے نام سے مشہور ہیں۔

مولانا عبدالحی صاحب نے "الفوائد البہیہ" میں صاحب کشف کی عبارت بلانکیر نقل کی ہے اگر صاحب کشف کی تحقیق قابل وثوق سمجھی جائے تو مصنف کا نام نظام الدین کہنا بیجانہ ہوگا مگر غیر مشاہیر علماء میں ماننا ہی پڑے گا کیونکہ کتب تواریخ میں اس نام کے مصنف کا کہیں پتہ نہیں چلتا۔

شاش کے متعلق دائرہ المعارف میں اور لغت کی دیگر کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک شہر کا نام ہے جو ماوراء النہر کے متعلقات میں سے ہے وذکر السمعانی انہا مدینۃ وراء نہر سیحون من ثغور الترک۔

شروح وحواشی اصول الشاشی...... (۱) شرح الشیخ محمد بن الحسن خوارزمی فارابی مشہور بشمس الدین شاشی اتمہ فی ۷۸۱ھ (۲) فصول الحواشی (۳) احسن الحواشی علی اصول الشاشی از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) عمدۃ الحواشی۔ از مولانا فیض الحسن بن فخر الحسن گنگوہی۔

(۳۶) صاحب توضیح وتنقیح

تنقیح متن اور توضیح شرح دونوں کتابیں شارح وقایہ صدر الشریعۃ الاصغر عبید اللہ بن مسعود بن محمود محبوبی حنفی متوفی ۷۴۷ھ کی ہیں جن میں شیخ فخر الاسلام بزدوی کی کشف کو منقح کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ امام رازی کی محصول اور علامہ ابن حاجب کی مختصر کے چند مباحث بھی مع تحقیقات بدیعہ وتدقیقات منیعہ پورے ضبط وایجاز کے ساتھ منضم کئے ہیں صاحب کتاب کے حالات شرح وقایہ کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

حواشی وشروح توضیح وتنقیح...... (۱) شرح تنقیح ،از سید عبد اللہ بن محمد الحسینی معروف بہ نقرہ کار متوفی ۷۵۰ھ

(۲) تغییر التنقیح از علامہ شمس الدین احمد بن سلیمان بن کمال پاشا متوفی ۹۰۱ھ

(۳) حاشیہ توضیح از شیخ عبد القادر بن ابی القاسم انصاری متوفی ۸۲۰ھ (تقریبا)

(۴) تلویح شرح توضیح از علامہ سعد الدین تفتازانی

(۵) تعلیق بر مقدمات اربعہ توضیح از شیخ علاء الدین علی العربی الحلبی متوفی ۹۰۱ھ

(۶) تعلیق بر مقدمات از سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ

(۷) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ محی الدین محمد بن ابراہیم بن خطیب متوفی ۹۰۱ھ

(۸) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ محمد بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ

(۹) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ لطف اللہ بن حسن توقانی مقتول ۹۰۰ھ

(۱۰) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ عبد الکریم متوفی فی حدود ۹۰۰ھ

(۱۱) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ حسن بن عبد الصمد سامسونی متوفی ۸۹۱ھ

(۱۲) تعلیق بر مقدمات۔ از شیخ مصلح الدین مصطفیٰ قسطلانی متوفی ۹۰۱ھ

(۳۷) صاحب تلویح شرح توضیح

علامہ سعد الدین مسعود بن قاضی فخر الدین عمر بن برہان الدین عبد اللہ تفتازانی متوفی ۷۹۲ھ کی مایہ ناز شہرۂ آفاق شرح ہے جو حل غوامض تنقیح اور تشریح مغلقات توضیح میں بے نظیر کتاب ہے ان کے حالات اور تفصیلی تعارف مختصر المعانی کے ذیل میں آئے گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست حواشی کتاب تلویح شرح توضیح

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سن وفات
۱	حاشیہ تلویح	المحقق حسن چلپی بن محمد شاہ بن محمد بن حمزہ مشہور بفناری	۸۸۶ھ
۲	=====	سید شریف علی بن محمد جرجانی حنفی	۸۱۶ھ
۳	=====	شیخ محی الدین محمد بن حسن سامسونی	۹۱۹ھ
۴	=====	شیخ علاؤالدین محمد بن محمد مشہور بمصنفک	۸۷۱ھ
۵	=====	شیخ علاؤالدین علی الطوسی۔	۸۸۷ھ
۶	=====	الفاضل بن محمد فراموز مشہور بملا خسرو	۸۸۵ھ
۷	الترجیح حاشیہ تلویح	قاضی برہان الدین احمد بن عبد اللہ سیواسی	۸۰۰ھ
۸	حاشیہ تلویح	شیخ علاؤالدین علی بن محمد قوشی	۸۷۹ھ
۹	====(غیر تام)	الفاضل مصلح الدین مصطفٰے مشہور بحسام زادہ	===
۱۰	====	علامہ ابو بکر بن ابی القاسم لیثی سمرقندی	===
۱۱	====(علی الاوائل)	الفاضل معین الدین	===
۱۲	====	علامہ عثمان الخطابی مشہور بحسام زادہ	===
۱۳	====	شیخ مصلح الدین مصطفٰے بن یوسف بن صالح مشہور بخواجہ زادہ	۸۹۳ھ
۱۴	====	شیخ مصلح الدین مصطفٰے بن شعبان مشہور بسروری	۹۶۹ھ
۱۵	====	شیخ الاسلام احمد بن یحی بن محمد بن سعد الدین تفتازانی	۹۱۶ھ
۱۶	====	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۱۷	====	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	۱۰۵۵ھ
۱۸	====	علامہ زین الدین ابو العدل قاسم بن قطلوبغا حنفی	۸۷۹ھ
۱۹	====	شیخ علاء الدین علی بن محمود بن محمد بسطامی	۸۷۵ھ
۲۰	====	شیخ یعقوب بن نور اللہ بن حسن بنارسی	۱۰۰۳ھ
۲۱	====	حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسن بنارسی	۱۱۳۳ھ
۲۲	====	مولوی عبد السلام دیوی	

فہرست تعلیقات بر تلویح شرح توضیح

نمبر شمار	تعلیق	مصنف	سن وفات
۱	تعلیق بر تلویح (علی الاوائل)	شیخ یوسف بالی ابن شیخ یکان	
۲	====	محمد بن یوسف بالی ابن شیخ یکان	
۳	====(علی الاوائل)	علامہ سلمان بن کمال پاشا	۹۴۰ھ
۴	====	شیخ خضر شاہ منشوی	۸۵۳ھ

۵	===(علی الاوائل)	شیخ عبدالکریم	فی صدور ۹۰۰ھ
۶	===	شیخ شمس الدین احمد بن محمود معروف بقاضی زادہ	۹۸۸ھ
۷	تعلق بر تلویح	شیخ ہدایتہ اللہ علائی	۱۰۳۹ھ
۸	غمرات الملیح	الفاضل ابوالسعود بن محمد العمادی	۹۸۳ھ
۹	تعلیق بر تلویح	شیخ محی الدین محمد قرہ باغی	۹۴۳ھ

(۳۸)صاحب مسلم الثبوت

مسلم الثبوت قاضی محبّ اللہ بہاری صاحب سلم العلوم کی نہایت عالی مرتبہ کتاب ہے جو غالباعلامہ ابن ہمام کی تحریر شیخ ابن حاجب کی مختصر اور قاضی بیضاوی کی منہاج سے ماخوذ ہے بہت سی جگہ فاضل موصوف نے اپنی تحقیقات کا بھی اضافہ کیا ہے۔

ہر فریق کے دلائل پھر اس پر شبہات وجوابات کی بھرمار، مواضع صعبہ ومباحث مشکلہ کا بہترین حل اس کے ساتھ ساتھ عمدگی عبارت وغایت اختصار وغیرہ امور اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔ صاحب کتاب کے حالات انشاء اللہ تعالی سلم العلوم کے ذیل میں آئیں گے۔

حواشی وشروح مسلم الثبوت...... (۱)شرح مسلم الثبوت از مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی (۲) کشف المبھم ممانی المسلم از محمد بشیر الدین بن محمد کریم الدین عثمانی قنوجی (۳) التعلیق المنعوت علی مسلم الثبوت از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت از مولانا بحر العلوم عبدالعلی بن نظام الدین بن قطب الدین شہید (۵) مفاتح البیوت فی حل مسلم الثبوت از مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن سہارنپوری (۶) شرح مسلم الثبوت (تا مبادی الاحکام) از ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ (۷) شرح مسلم الثبوت از ملا محمد مبین بن ملا محب اللہ لکھنوی۔ (۸) نفائس الملکوت شرح مسلم الثبوت از مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی۔

(۹)۔ شرح مسلم الثبوت از ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی۔

(۱۰) السبیل الاقوم فی توضیح المسلم (اردو) از مولانا عبدالحیٔ صاحب خطیب جامع رنگون

(۳۹)صاحب نور الانوار

نام ونسب...... آپ کا نام احمد ہے اور والد کا نام ابو سعید، ملاجیون سے مشہور ہیں سلسلہ نسب یوں ہے احمد بن شیخ ابو سعید بن عبداللہ بن شیخ عبدالرزاق بن شاہ مخدوم (مخدوم خاصہ) آخر میں آپ کا نسب شریف سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے وابستہ ہے۔

پیدائش وسکونت...... آپ کے دادا عبداللہ کے جد امجد مخدوم خاصہ جو شیخ صلاح الدین دہلوی کی اولاد سے ہیں قصبہ امیٹھی کے مشہور بزرگوں میں سے تھے دہلی سے منتقل ہو کر قصبہ امیٹھی میں اقامت پذیر ہوگئے تھے ملاجیون اسی قصبہ امیٹھی میں پیدا ہوئے سنہ پیدائش تقریبا ۱۰۴۸ھ ہے۔

تحصیل علوم......ساتھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا پھر تحصیل علوم وفنون میں مشغول ہوئے اور یورپ کے متفرق قصبات میں رہ کر فضلائے عصر سے استفادہ علوم کیا درسیات میں سے اکثر کتب شیخ محمد صادق ترکھی سے پڑھیں آخر میں ملا لطف اللہ کوردی جہاں آبادی سے سند فراغت حاصل کی آپ کے تجر علمی کے متعلق مولانا آزاد بلگرامی کے الفاظ ہیں۔ "حاصل کلام الہی دور دانش عقلی ونقلی بحر انتاہی "تحصیل علوم سے فراغت کے بعد مسند صدارت تدریس کو زینت

بخشی اور اپنے وطن میں درس دیتے رہے۔
قوت حافظہ وسادگی مزاج...... آپ نہایت سادہ وضع، غریب الطبع، منکسر المزاج، ملنسار اور رسمی تکلفات سے قطعا بیگانہ اور قوت حافظہ میں یگانہ تھے درسی کتابوں کی عبارتوں کے پورے پورے اوراق وصفحات حفظ اور بڑے بڑے قصیدے ایک مرتبہ سننے سے یاد ہو جاتے تھے۔
شاہ عالمگیر ملا صاحب کے سامنے...... چالیس سال کی عمر میں اجمیر شریف ہو کر دہلی پہنچے اور یہاں کافی مدت تک اقامت کی اور درس وافادہ کا مشغلہ جاری رہا کشش طالع نے آپ کو شہاب الدین شاہجہاں بادشاہ تک پہنچایا۔ شاہجہاں نے آپ کو اورنگ زیب عالمگیر کی تعلیم کیلئے مقرر کیا اور عالمگیر نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا اور پھر عمر بھر حد سے زیادہ اعزاز واحترام کرتا رہا اسی طرح شاہ عالم خلف عالمگیر آپ کے سامنے لوازم تکریم بجالاتا اور شاہ فرخ سیر بھی آپ کی بڑی قدر ومنزلت کرتا تھا۔
زیارت حرمین شریفین...... پچپن سال کی عمر میں حرمین شریفین حاضر ہوئے یہاں بھی ایک مدت تک اقامت کی اور ظاہری وباطنی وبرکات سے مالا مال ہوئے چار پانچ سال کے بعد واپس ہو کر بلاد دکن میں سلطان عالمگیر کے ساتھ چھ سال گزارے ۱۱۱۲ھ میں پھر حرمین شریفین حاضری دی ایک سال اپنے والد ماجد کی طرف سے، دوسرے سال والدہ ماجدہ کی جانب سے مناسک حج ادا کئے اور صحیحین کا درس نہایت تحقیق واتقان کے ساتھ مراجعت کتب وشروح کے بغیر دیا۔
تصوف وسلوک...... ۱۱۱۶ھ میں ہندوستان واپس آکر اپنے وطن میں دو سال قیام کیا اس زمانہ میں طریق سلوک و تصوف کی طرف زیادہ توجہ فرمائی اور حضرت شیخ یسین بن عبدالرزاق قادری سے خرقہ خلافت حاصل کیا پھر اپنے احباب و مریدین کے ساتھ دہلی تشریف لائے اور درس وافادہ میں مشغول ہوئے۔
ایک عجیب وغریب خواب...... صاحب آئینہ اودھ شاہ سید محمد ابوالحسن مانک پوری نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ ملا جیون کے والد نے خواب دیکھا کہ میں اپنے دونوں بیٹوں (ملا جیون اور ان کے برادر حقیقی ملا بوڈھن) کی انگلی پکڑے ہوئے چلا جا رہا ہوں کہ اچانک ایک طرف سے سور دوڑا ہوا قریب میں آیا میں نے ملا بوڈھن کو گود میں اٹھالیا اور وہ ملا جیون کا دامن چھو کر چلا گیا۔ جب بیدار ہوئے تو بہت متاسف ہو کر فرمایا کہ سور کے چھونے کا مطلب دنیا میں ملوث ہونا ہے بوڈھن اس سے بچ گیا۔

ملا جیون تاحیات سوائے اپنے کھانے اور کپڑے کے اور کسی طرح بادشاہ سے متمتع نہیں ہوئے اور نہ اپنے لئے کوئی علوفہ مقرر کرایا جبکہ بادشاہ خود اس کا متمنی رہتا تھا بایں ہمہ احتیاط ان کے والد نے اس قدر ملوث ہو جانے کی نسبت پہلے ہی فرمادیا کہ اس کو دنیا نے چھو لیا۔
دنیا سے رحلت...... آپ نے ۱۱۳۰ھ میں بزبان اقبال یہ کہتے ہوئے۔

آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں ۔۔۔ رخصت اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں

کاشانہ فردوس کو نشیمن بنایا۔ پچاس روز کے بعد نعش مبارک دہلی سے امیٹھی لے جاکر آپ کے مدرسہ میں دفن کی گئی تاریخ وفات اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

شیخ احمد چوں بفضل ایزدی ۔۔۔ شد ازیں دنیا بجنت بار یاب
مہدی حق شیخ احمد وصل اوست (۱۱۳۰ھ) ۔۔۔ نیز شیخ احمد عالی جناب (۱۱۳۰ھ)

علمی کارنامے...... آپ نے اپنی پوری زندگی درس وتدریس اور تصنیف میں صرف کی اصول فقہ میں نور الانوار شرح المنار آپ کی زندہ یادگار ہے جس سے دنیاء علم کا بچہ بچہ بخوبی واقف ہے یہ کتاب آپ نے مدینہ منورہ کے قیام کے دوران

صرف دو ماہ کے اندر لکھی ہے۔ نیز ہندوستان میں سب سے پہلے احکام القرآن کے موضوع پر التفسیرات الاحمدیہ فی بیان الا آیات الشرعیۃ مع تالیفات المسائل الفقہیہ "آپ ہی نے تالیف کی جس میں قرآن مجید کی کم و بیش پانچ سو آیات کی تشریح و توضیح حنفی نقطہ نگاہ سے کی ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ موصوف کی دور طالب علمی کی تصنیف ہے جیسا کہ خاتمہ کتاب میں خود موصوف نے سال تکمیل و تصنیف بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ میں نے آیات شریفہ کی تفسیر امیٹھی شہر میں لکھنا شروع کی تھی۔ یہ ۱۰۶۴ھ کا واقعہ ہے جب میں حسامی پڑھتا تھا اور سولہ برس کا تھا ۱۰۶۹ھ میں بلدہ مذکورہ میں اس سے فراغت پائی اس وقت میں شرح مطالع پڑھتا تھا اور کاروان عمر اکیسویں منزل طے کر چکا تھا کچھ زمانہ کے بعد ۱۰۷۵ھ میں امیٹھی کے اندر درس کے زمانہ میں نظر ثانی کر کے اس کی صحت کی اس وقت میں ستائیس سال کا تھا۔

ان کے علاوہ دیگر تالیفات یہ ہیں: "السوانح" یہ لوائح جامی کے طرز پر ہے جس کو آپ نے حجاز کے دوسرے سفر میں تصنیف کیا۔ "مناقب الاولیاء" یہ امیٹھی کے آخری زمانہ قیام کی تصنیف ہے۔ "آداب احمدی" سیر و سلوک میں ہے جو آپ نے ابتدائے عمر میں لکھی تھی۔[1]

(۴۰) صاحب فرائض سراجیہ

نام و نسب...... نام محمد کنیت ابو طاہر، لقب سراج الدین، والد کا نام محمد اور دادا کا نام عبد الرشید ہے نسب میں سجاوندی سے مشہور ہیں۔

علامہ حمید الدین محمد بن علی توقدی وغیرہ نے آپ سے تعلیم حاصل کی ہے علم فرائض میں سراجیہ متن اور اس کی شرح علم حساب میں تجنیس وغیرہ آپ کی تصانیف ہیں اور خود سراجیہ متن کی شرح بھی لکھی ہے۔

نمبر شمار	شرح	مصنف	سن وفات
۱	شرح سراجیہ	شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی مصری حنفی	۷۸۶ھ
۲	=====	شیخ شہاب الدین احمد بن محمود سیواسی	۸۰۳ھ
۳	المواہب المکیہ فی شرح فرائض سراجیہ	شیخ ربو محمد بن احمد بن عبد العزیز دمشقی قونوی	۷۶۴ھ
۴	شرح سراجیہ	شیخ ابو الحسن حیدرہ بن عمر	ـ
۵	=====	شیخ محی الدین محمد بن مصطفےٰ معروف بشیخزادہ	ـ
۶	=====	شیخ مصلح بن صلاح اللاری	ـ
۷	=====	شیخ برہان الدین حیدری بن محمد ہروی	۸۳۰ھ
۸	=====	شیخ الاسلام سیف الدین احمد بن یحیی بن محمد ہروی	۹۱۶ھ
۹	=====	شیخ شمس الدین محمد بن حمزۃ فناری	۸۳۴ھ
۱۰	=====	فاضل بہشتی محمد مشہور بفخر خراسان	ـ
۱۱	=====	شیخ شمس الدین احمد بن سلیمان معروف بابن کمال باشا	۹۴۰ھ
۱۲	=====	شیخ سعید الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۲ھ
۱۳	شریفیہ شرح سراجیہ	سید شریف الدین علی بن محمد جرجانی	۸۱۶ھ
۱۴	شرح سراجیہ	شیخ مجد الدین حسن بن احمد حلبی مشہور بابن امین الدولہ	۶۵۸ھ

[1] خزینۃ الاصفیاء آئینہ اودھ شاندار ماضی، مقدمہ اتقان از مولانا عبد الحلیم تذکرہ علمائے ہند ۱۲

۱۵	====	شیخ بہاء الدین حیدرہ بن محمد بن ابراہیم حلبی	۷۹۳ھ
۱۶	ضوء السراج	شیخ محمود بن ابی بکر بن ابی العلاء بخاری کلاباذی	۷۰۰ھ
۱۷	الفرائد التاجی فی شرح فرائض السراجی	شیخ عبد الکریم بن محمد بن حسن محمد بن حسن ہمدانی	-
۱۸	المقاصد السنیہ بشرح السراجیہ	شیخ یونس بن یونس بن عبد القادری رشیدی اثری	۱۰۱۱ھ
۱۹	التحقیق	شیخ محمد بن حاج احمد بن نصر	بعد ۸۵۲ھ
۲۰	شرح سراجیہ	شیخ ادریس بن شیخ پاشا	بعد ۸۵۸ھ
۲۱	حاشیہ سراجیہ	شیخ مصطفےٰ مشہور بطاشکبری زادہ	۹۶۸ھ
۲۲	شرح سراجیہ	شیخ محی الدین محمد بن مصلح الدن قوجوی	۹۵۰ھ
۲۳	ارشاد الراجی شرح فرائض سراجی	شمس الدین محمود بن احمد بن ظہیر اللارندی	

منظومات کتاب سراجیہ

۱	منظومہ	محمود بن عبد اللہ بدر الدین گلستانی	۸۰۱ھ
۲	===	ابو العز عزالدین طاہر بن حسن معروف بابن حبیب حلبی	۸۰۸ھ
۳	===	فخر الدین احمد بن علی بن الفصیح ہمدانی	۷۵۵ھ
۴	===	ابو عبد اللہ تاج الدین عبد اللہ بن علی سنجاری	۷۹۹ھ

(۴۱) صاحب حجۃ اللہ البالغہ

فن اسرار شریعت میں یہ مایہ ناز کتاب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تصنیفی شاہکار ہے جن کے حالات تفصیل کے ساتھ "صاحب الفوز الکبیر" کے ذیل میں گذر چکے۔

حجۃ اللہ البالغہ کا اجمالی تعارف...... حضرت شاہ صاحب کو یقین تھا کہ کچھ عرصہ بعد دور عقلیت شروع ہونے والا ہے جس میں احکام شریعت کے متعلق اوہام و شکوک کی گرم بازاری ہو گی اسی خطرہ کا سد باب کرنے کے لئے شاہ محمد عاشق پھلتی کے اصرار پر آپ نے بالہام ربانی یہ بے نظیر کتاب ایسے عالم میں تحریر فرمائی جو محو و استغراق کا عالم تھا۔ یہ ایک دوسری صفت الہامی ہے جو شاید کسی دوسری کتاب میں موجود نہیں خطبہ و کتاب میں استخارہ کا حال بیان فرماتے ہیں "صرت کالمیتۃ فی ید الغسال" اکثر اثناء کتاب میں "علمنی ربی الہمنی ربی" فرماتے ہیں۔

یہ کتاب جس محدثانہ، متکلمانہ، فقیہانہ اور فلسفیانہ انداز میں تصنیف ہوئی ہے وہ حضرت شاہ صاحب ہی کا حق ہے جس میں آپ نے تعلیمات اسلام کو مطابق فطرت اور دینی احکام کو مبنی بر عدل ثابت کیا ہے ہر حکم الٰہی اور امر شریعت کے اسرار و مصالح نہایت بلیغ اور مدلل انداز میں بیان کئے ہیں جس سے ایک طرف تو متشکک و متردد حضرات کے شکوک و شبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے اور دوسری طرف معترضین کے احکام اسلام پر معاندانہ اعتراضات کا منہ توڑ جواب مل جاتا ہے۔

اس کتاب میں آپ نے مابعد الطبیعی مسائل سے ابتداء کی ہے اور فلسفہ اسلام کو ایک مرتب شکل میں پیش کرنے کی کامیاب کوشش فرمائی ہے قدرت کے قانون مکافات کو فلسفیانہ طرز پر بیان کیا ہے اس کے بعد ارتفاقات کے زیر عنوان اقتصادیات اور سیاسیات کے مسائل پر بحث کی ہے پھر اخلاقیات کا موضوع لیا ہے اور انسانی سعادت پر گفتگو کی ہے اس کے بعد نظام شریعت اس کے عقائد و ارکان پر تبصرہ کرتے ہوئے ان کے اسرار و حکم بیان فرمائے ہیں اور معاصی و آثام پر تفصیلی

بحث کی ہے۔ بعد ازاں تاریخ مذاہب پر تبصرہ کیا ہے اور تشریع و قانون سازی کے بارے میں نہایت مفید نکات بیان کئے ہیں آخر میں آپ نے حدیث سے استنباط کا صحیح طریقہ بتایا ہے اور فقہ سے متعلق بیش بہا معلومات بہم پہنچائی ہیں دوسرے حصے میں فقہی طرز پر ابواب قائم کر کے شریعت کے جملہ احکام پر مفصل تبصرہ کیا ہے اور ہر حکم کی علت اس کی حکمت اور فوائد و مصالح بیان کئے ہیں جس سے پڑھنے والا ان احکام پر علی وجہ البصیرہ ایمان لے آتا ہے اور اس کے تمام شکوک و شبہات زائل ہو جاتے ہیں غرض اس کتاب کو اگر پورے مذہب اسلام کی مکمل شرح کہا جائے تو غلط نہ ہوگا در حقیقت یہ کتاب امام غزالی کی "احیاء العلوم" کے طرز پر ہے اور بعض اعتبار سے اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ ایک معجزہ ہے...... علامہ سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ شاہ صاحب کی یہ مایہ ناز تصنیف آنحضرت ﷺ کے ان معجزات میں سے ہے جو آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے امتیوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور جن سے اپنے وقت میں رسول کریم ﷺ کا اعجاز نمایاں اور اللہ کی حجت تمام ہوئی۔

حجۃ اللہ البالغہ کے متعلق علماء فحول کی آراء...... اس کتاب کی نسبت خصوصاً و نیز در بارۂ ازالۃ الخفاء تفہیمات و سطعات وغیرہ عموماً علماء کرام کا مقولہ ہے کہ یہ کتابیں زمانہ اسلام میں بے مثل و عدیم النظیر کتابوں میں سے ہیں جن کا مثل پایا نہیں گیا۔

نواب صدیق حسن خاں قنوجی صاحب "اتحاف النبلاء حجۃ اللہ البالغہ کی بابت فرماتے ہیں۔

این کتاب اگر چہ در علم حدیث نیست اما
یہ کتاب اگر چہ علم حدیث میں نہیں ہے لیکن اس میں بہت
شرح احادیث بسیار دراں کردہ و حکم و
سی احادیث کی شرح اور ان کے اسرار و حکم بیان کئے گئے
اسرار آں بیان نمودہ تا آنکہ در فن خود غیر
ہیں حتی کہ اپنے فن میں بے نظیر ثابت ہوئی ہے اور کسی
مسبوق علیہ واقع شدہ و مثل آں دریں دوازدہ
دوسری کتاب کو اس پر سبقت حاصل نہیں ہوئی بارہ سو
صد سال ہیچ یکے از علمائے عرب و عجم
سال کے اندر علماء عرب و عجم میں سے کسی نے ایسی معرکۃ الاراء
تصنیفے موجود نیامدہ و مجملہ تصانیف
کتاب تصنیف نہیں کہ غرضیکہ یہ کتاب مولف کی تمام تصانیف
مؤلفش مرضی بودہ است و فی الواقع بیش
میں عمدہ اور بہترین تصنیف ہے اور حقیقت میں (ہماری) ازاں است
اس (رائے) سے بہت کچھ زیادہ ہے۔

مولانا محمد منظور نعمانی فرماتے ہیں کہ "میں اپنی زندگی میں کسی بشر کی کتاب سے اتنا مستفید نہیں ہوا جس قدر کہ اس کتاب سے خدا نے مجھے فائدہ پہنچایا۔ میں نے اسلام کو ایک مکمل اور مربط الاجزاء نظام حیات کی حیثیت سے اس کتاب ہی سے جانا ہے دین مقدس کی ایسی بہت سی باتیں جن کو پہلے میں صرف تقلیداً مانتا تھا اس جلیل القدر کتاب کے مطالعہ کے بعد الحمد للہ میں ان پر تحقیقاً اور علی وجہ البصیرہ یقین رکھتا ہوں۔"

حجۃ اللہ البالغہ کا ادبی مقام...... یہ کتاب عربی زبان میں ایک عجمی کے قلم سے ہونے کے باوجود کہیں سے عجمی قلم کی

بو نہیں آتی اس سے شاہ صاحب کی بہترین عربی انشاء پردازی کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔
شیخ ابو محمد عبد الحق حقانی حجۃ اللہ البالغہ مترجم کے مقدمہ میں لکھتے ہیں۔ "عبارت وہ عمدہ ہے کہ اگر فن ادب میں بجائے مقامات حریری کے اس کو مقرر کیا جائے تو نہایت مناسب ہے۔"
شیخ مصطفیٰ مکی فرماتے ہیں کہ "جب یہ کتاب عرب میں پہنچی تو علما اسے دیکھ کر حیران ہو گئے، مصر میں چونکہ ادب کا مشغلہ زیادہ ہے ان لوگوں نے ادب کے پیرائے میں تعمق نظر ڈالی اور دیکھ کر حیرت زدہ ہوئے کہ ہندی کی ایسی تحریر کہ عرب کے کملاء بھی ایسا نہیں لکھ سکتے، نیز یہ کتاب جب یورپ پہنچی تو ان لوگوں کو یقین ہی نہ آتا تھا کہ کسی ہندوستانی نے اسے آخری دور میں تصنیف کیا ہے بلکہ ان کا یہ خیال تھا کہ پرانے زمانہ میں کسی جلیل القدر ہستی نے تصنیف کی ہے کیونکہ ان کے نزدیک آخری دور میں کسی ایسی شخصیت کا پیدا ہونا بعید از قیاس تھا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ ...... مولانا عبد الغفور دانا پندی نے حجۃ اللہ البالغہ مترجم کی تقریظ میں نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ کتاب تیار ہوئی تو تمام ملکوں میں اس کا شہرہ ہوا اور نقل ہو کر شائع ہونے لگی شاہ وقت کی نظر سے بھی گذری اس نے دیکھ کر پھانسی کا حکم دیدیا، وزیر اعظم کسی فہم پر گئے تھے رات کو پہنچے تو یہ خبر معلوم ہوئی اسی وقت شاہ کے پاس جا کر دریافت حال کیا۔ شاہ نے کہا اس نے بہت سی عجیب عجیب باتیں لکھی ہیں اور مذہب حنفی کے خلاف میں بہت زور دیا ہے وزیر نے جواب دیا کہ جو درجہ اجتہاد پر پہنچا ہوا ہو اس کے لئے خلاف درست ہے اور یہ صرف نام کے ملا نہیں بلکہ قطب شہر ہیں ان کی ایک آہ کے اثر سے دلی کی کیا حقیقت ہے دنیا کا تختہ الٹ جائے تو کچھ تعجب نہیں، شاہ پر عجیب حالت طاری ہوئی اور اس نے پھانسی کا حکم منسوخ کر دیا۔

حجۃ اللہ البالغہ کے اردو تراجم ...... (۱) نعمۃ اللہ السابغہ، از ابو محمد عبد الحق دہلوی، مولف تفسیر حقانی (۲) آیات اللہ الکاملہ از مولوی خلیل احمد اسرائیلی (۳) شموس اللہ البازغہ از مولوی عبد الحق ہزاروی، یہ سراسر آیات اللہ الکاملہ کی نقل ہے صرف شروع کے چند ابواب کا ترجمہ بدل دیا گیا ہے (۴) ترجمہ حجۃ اللہ از مولوی بشیر یہ ترجمہ نامکمل ہے مبحث دوم پر ختم ہو جاتا ہے (۵) ترجمہ حجۃ اللہ از مولانا عبد الرحیم۔

(۴۲) صاحب الاشباہ والنظائر

نام و نسب اور پیدائش ...... عمدۃ العلماء قدوۃ الفضلاء الشیخ العلامہ زین العابدین بن ابراہیم بن محمد بن محمد بن (محمد بن) بکر المصری الحنفی، ان کے اجداد میں کسی کا نام نجیم تھا اس لئے ان کی طرف منسوب ہو کر ابن نجیم سے مشہور ہیں، سنہ پیدائش ۹۲۶ھ ہے اور جائے پیدائش قاہرہ۔

تحصیل علوم ...... آپ نے علماء قاہرہ سے تعلیم حاصل کی اور شیخ امین الدین بن عبد العال حنفی، شیخ ابو الفیض سلمی، شیخ شرف الدین بلقینی، شیخ الاسلام احمد بن یونس مشہور با بن الشلبی سے علم فقہ حاصل کیا اور علوم عربیہ وعقلیہ کی تحصیل شیخ نور الدین دیلمی مالکی اور شیخ شقیر مغربی وغیرہ سے کی اور علم طریقت عارف باللہ سلیمان خضیری سے حاصل کیا۔

ایک صاحب علم کی فحش غلطی ...... مولانا احمد رضا صاحب بجنوری نے مقدمہ انوار الباری صفحہ ۲ / ۱۶۴ پر موصوف کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ "آپ نے حافظ قاسم بن قطلوبغا حنفی وغیرہ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی" اور اس سے پہلے ۲ / ۱۵۴ پر حافظ قاسم کا سن وفات ۸۷۹ھ تحریر کر چکے ہیں اور ابن نجیم مصری (صاحب ترجمہ) کا سنہ ولادت ۹۲۶ھ ہے فاین التلمذ تدبر

اصحاب و تلامذہ ...... آپ اپنے زمانہ کے اکابر علماء سے اجازت افتاء و تدریس رکھتے تھے چنانچہ آپ ساری عمر درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور خلق خدا نے آپ سے کافی فائدہ اٹھایا، چند مشہور تلامذہ یہ ہیں۔ آپ کے بھائی سراج الدین عمر بن ابراہیم صاحب النہر الفائق، علامہ محمد غزنی تمرتاشی صاحب المنح، شیخ محمد عمی سبط ابن ابی شریف

مقدسی، عبدالغفار مفتی القدس۔
اخلاق و عادات...... جس طرح آپ کمال علم و فضل میں اونچے مقام پر فائز تھے اسی طرح حسن معاشرہ اور خلق عظیم کے زیور سے بھی خوب آراستہ تھے شیخ عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ میں دس سال تک آپ کا ہم صحبت رہا لیکن کبھی آپ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوتے ہوئے نہیں دیکھا جو باعث عیب ہو نیز فرماتے ہیں کہ میں ۹۵۳ھ میں آپ کے ساتھ حج کیلئے گیا تو میں نے آپ کو اپنے ساتھیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ خلق عظیم پر پایا جبکہ سفر آدمی کے ہر اچھے برے اخلاق کی قلعی کھول دیتا ہے۔ ولقد اجاد الشیخ نور الدین ابوالحسن الخطیب فقال

ذو الفضل زين الدين حاز من التقى — والعلم ماعجز الورى من حصره
لاسيما الفقه الشريف فانه — يمليكه بكماله من صدره
واذا نظرت الى الشروح باسرها — فترى الجميع كنقطةفي بحره

رحلت و وفات...... سید احمد حموی نے حواشی الاشباہ والنظائر میں بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ آپ نے ۸ رجب ۹۷۰ھ میں وفات پائی اور سیدہ سکینہ کے قریب مدفون ہوئے خود ابن نجیم کے صاحبزادے احمد نے الرسائل الزینیۃ کے دیباچہ میں یہی سنہ لکھا ہے بعض حضرات نے شیخ نجم غزی کی کتاب "الکواکب السائرۃ فی اعیان المائۃ العاشرۃ" سے ۹۶۹ھ نقل کیا ہے والصحیح ہو الاول

تصنیفات و تالیفات......(۱) البحر الرائق فی شرح کنز الدقائق کشف مغلقات توضیح معضلات اور تشریحات و تفریعات میں اپنی نظیر آپ ہے ولنعم ما قال المنصور البلبسی۔

على الكنز فى الفقه الشروح كثيرة — بحار تفيد الطالبين لاليا
ولكن بهذا البحر صارت سواقيا — ومن ورد البحرا ستقل السواقيا

(۲) شرح المنار (۳) لب الاصول مختصر تحریر الاصول (۴) تعلیق الہدایۃ (۵) حاشیہ جامع الفصولین (۶) الفتاوی (۷) اربعین رسائل (۸) الفوائد الزینیہ فی فقہ الحنفیہ۔
(۹) الاشباہ والنظائر...... فقہ حنفی کے قواعد و ضوابط میں مشہور و معروف اور بلند پایہ تصنیف ہے جو آپ نے اخیر عمر میں چھ ماہ کی مدت میں لکھی ہے اور جمادی الآخر ۹۶۹ھ میں اس سے فراغت پائی ہے۔
شروح و حواشی الاشباہ والنظائر...... (۱) زواہر الجواہر فی شرح الاشباہ والنظائر از علامہ محمد بن محمد تمر تاشی (۲) تنویر الاذہان فی شرح الاشباہ والنظائر از شیخ مصطفیٰ بن خیر الدین (۳) التحقیق الباہر فی شرح الاشباہ والنظائر از شیخ محمد ہبۃ اللہ البعلی الحنفی (۴) تعلیق از شیخ علی بن غانم الخزرجی۔ (۵) تعلیق از مولی محمد بن محمد مشہور بچوی زادہ (۶) تعلیق از مولی علی بن امر اللہ مشہور بقنالی زادہ (۷) تعلیق از مولی عبدالحلیم بن محمد مشہور باخی زادہ (۸) تعلیق از مولی مصطفیٰ مشہور بابو الیامن (۹) تعلیق از مولی مصطفیٰ بن محمد مشہو بعزمی زادہ (۱۰) تعلیق از مولی محمد بن محمد الحنفی مشہور بزیرک زادہ (۱۱) تعلیق از مولی شرف الدین عبدالقادر بن برکات الغزی۔[1]

(۴۳) صاحب عقود رسم المفتی

نام و نسب...... آپ کا نام محمد امین اور والد کا نام عابدین اور دادا کا نام سید شریف عمر ہے ۱۱۹۸ھ میں دمشق شام میں پیدا ہوئے اور والد ماجد کے زیر سایہ پرورش پائی ان کے چچا شیخ صالح صاحب کشف بزرگ تھے انھوں نے آپ کی والدہ کو آپ

[1] از فوائد بہیہ کشف الظنون وغیرہ۔

کی پیدائش کی خوشخبری سنائی اور ابھی آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ موصوف نے آپ کو محمد امین کے ساتھ موسم کیا۔
تحصیل علوم...... کم سنی میں قرآن پاک حفظ کر کے تجارت کیلئے اپنے والد کی جگہ بیٹھنے لگے تاکہ خرید و فروخت اور امور تجارت میں آگہی حاصل ہو ایک مرتبہ بیٹھے ہوئے قرآن پاک پڑھ رہے تھے کہ اچانک ایک غیر متعارف شخص یہ کہتے ہوئے گزرا کہ اس طرح تلاوت کرنا جائز نہیں اس لئے کہ یہ بازار کا موقعہ ہے تم پڑھتے ہو اور لوگ آمد و رفت خرید و فروخت اور امور تجارت میں لگے رہتے ہیں قرآن نہیں سنتے تو تم بھی گناہ گار ہوتے ہو اور تمہارے سبب سے دوسرے لوگ بھی گناہ گار ہوتے ہیں۔ نیز تجوید کے لحاظ سے تمہاری قرات بھی صحیح نہیں یہ سنتے ہی موصوف اٹھ کھڑے ہوئے دل میں تجوید کی تڑپ پیدا ہو گئی کسی بہترین قاری کی جستجو شروع کی لوگوں نے شیخ سعید حموی کا پتہ بتایا آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میدانیہ، جزریہ اور شاطبیہ وغیرہ کتابیں حفظ کیں اور فن قرات میں اس کی جمیع وجوہ اور تمام طرق کے ساتھ اتقان حاصل کیا اس کے بعد صرف و نحو اور فقہ وغیرہ علوم کی تحصیل شیخ ابراہیم حلبی وغیرہ سے کی یہاں تک کہ جملہ علوم میں متبحر بالخصوص فقہ و حدیث میں شہرہ آفاق ہو گئے۔
علمی ذخیرہ...... آپ کے پاس جملہ علوم و فنون کی کتب کا اتنا ذخیرہ تھا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی ان کے والد کے پاس اسلاف کی جتنی کتابیں موجود تھیں وہ سب انھوں نے ان کو دیدی تھیں اس کے علاوہ ان کی طرف سے عام اجازت تھی کہ جس کتاب کی ضرورت ہو خرید لو، ان کے والد ان سے کہا کرتے تھے انک احییت ما امتہ اناس من سیرۃ سلفی فجزاک اللہ خیر الجزاء۔
اساتذہ کا ادب و احترام...... ایک مرتبہ شیخ محمد عبد النبی دمشق تشریف لائے اور آپ اپنے شیخ محمد شاکر کی معیت میں ان کی زیارت کیلئے حاضر ہوئے شیخ محمد شاکر نے ملاقات کی اور شیخ محمد عبد النبی کے پاس بیٹھ گئے موصوف ان کی جوتیاں لئے ہوئے چوکھٹ پر کھڑے رہے شیخ محمد عبد النبی نے ان کے شیخ سے کہا کہ ان سے کہہ دیجئے کہ بیٹھ جائیں چنانچہ شیخ محمد شاکر کو کہنا پڑا "اجلس یاولدی"

باادب باش تا بزرگ شوی　　　　کہ بزرگی نتیجۂ ادب ست

وفات...... تقریبا چون سال زندہ رہ کر ۲۱ ربیع الثانی ۱۲۵۲ھ میں بدھ کے روز طائر ملکوتی نے قفس قالب ناسوتی سے نجات پائی اور مقبرہ دمشق کے باب الصغری میں مدفون ہوئے جس کا انتخاب آپ اپنی وفات سے بیس روز پہلے کر چکے تھے۔

سعدیا مرد نکونام نمیرد ہرگز　　　　مردہ آنست کہ نامش بہ نکوئی نہ برند

علمی خدمات...... ۱۲۴۹ھ میں فقہ کی مقبول و متداول کتاب ردالمختار حاشیہ در مختار معروف بہ شامی تصنیف فرمائی جو پانچ ضخیم جلدوں میں ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے اس پر فتاوی حنفیہ کا بڑا مدار ہے عرصہ سے نایاب تھی اب راقم الحروف کے زیر تصحیح مکتبہ نعمانیہ سے فوٹو آفسٹ پر شائع ہو رہی ہے جس کی جلد اول منظر عام پر آچکی ہے دوسری تصانیف یہ ہیں حاشیہ بیضاوی، حاشیہ مطول، حاشیہ شرح ملتقی حاشیہ نہر سل الحسام الہندی لنصرہ مولانا خالد نقشبندی، حواشی شرح منار، شفاء العلیل و بل الغلیل، منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق، العقود الدریۃ فی تنقیح فتاوی الحامدیہ، نشر العرف فی بنا بعض الاحکام علی العرف، اتحاف الذکی النبیہ بجواب مایقول الفقیہ عقود رسم المفتی اور اس کی شرح جو فن افتاء میں نہایت مقبول اور داخل درس ہے۔

(۴۴) صاحب بیان السنۃ

امام طحاوی کا ایک مختصر مگر نہایت جامع متن ہے جو عقیدۃ الطحاوی کے نام سے مشہور ہے اور حال ہی میں داخل درس ہوا ہے صاحب کتاب کے حالات مصنفین کتب حدیث کے ذیل میں گزر چکے۔
حواشی و شروح بیان السنۃ...... (۱) شرح عقائد الطحاوی از شیخ شجاع الدین ہبۃ اللہ بن احمد بن معلّٰی بن محمود الطرازی

ترکستانی متوفی ۷۳۶ھ یہ شرح ترکی زبان میں ہے۔ (۲)شرح عقائد الطحاوی از صدر الدین علی بن محمد بن العز الاذرعی الدمشقی الحنفی متوفی ۷۴۶ھ (۳)القلائد فی شرح العقائد از شیخ محمود بن احمد بن مسعود القونوی الحنفی متوفی ۷۷۰ھ یہ سب سے بہترین شرح ہے (۴)شرح عقائد الطحاوی ازسراج الدین عمر بن اسحاق الهندی الحنفی متوفی ۷۷۳ھ (۵)شرح عقائد الطحاوی از ابوعبدالله محمود بن محمد بن ابی اسحاق القسطنطینی الحنفی متوفی بعد ۹۱۶ھ (۶)النور اللامع والبرهان الساطع ،ازابو الفضائل نجم الدین بکترس الترکی متوفی ۶۵۲ھ (۷)نور الیقین فی اصول الدین ازشیخ کافی حسن البسنوی الاقحصاری متوفی ۱۰۶۵ھ (۸)العتلیق ازحضرت الاستاذحکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند۔

(۴۵) صاحب عقائد نسفیہ

نام ونسب اور پیدائش...... نام عمر ،ابو حفص کنیت ، مفتی الثقلین اور نجم الدین لقب ہے والد کا نام محمد ہے سلسلہ نسب یوں ہے ابو حفص نجم الدین عمر بن محمد بن احمد بن اسماعیل بن محمد بن لقمان النفسی ۔ پیدائش ۴۶۱ھ میں ہے اور مقام ولادت شہر نسف (من بلاد ماوراء النہر)

تحصیل علم وافادہ...... آپ اپنے زمانہ کے امام فاضل اجل،اصولی، متکلم،ادیب ، مفسر ، محدث، نحوی، فقیہ اور مشہور آئمہ حفاظ میں سے تھے (ذکرہ ابن النجار) علم فقہ کی تعلیم صدر الاسلام ابو الیسر محمد بن محمد بن عبد الکریم بن موسی بزودی متوفی ۴۹۳ھ سے پائی تھی۔ ان کے علاوہ اور بہت سے شیوخ سے علم حاصل کیا تھا جن کی فہرست آپ کی کتاب "تعداد الشیوخ لعمر" میں موجود ہے آپ سے آپ کے صاحبزادے ابواللیث احمد معروف بمجد نسفی صاحب ہدایہ برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی اور ابو بکر احمد بن علی بن عبد العزیز بلخی معروف بالظہیر ،ابوالفضل محمد بن عبد الجلیل بن عبد الملک بن حیدر سمرقندی احمد بن محمد موفق الدین خطیب خوارزم ،احمد بن موسی الکشنی ابو عبداللہ محمد بن الحسن بن محمد برہان الدین الکاسانی وغیرہ نے تعلیم حاصل کی کہا جاتا ہے کہ آپ جن وانس ہر دو کو تعلیم دیتے تھے اسی لئے آپ کو مفتی الثقلین کہتے ہیں۔

لطیفہ ملیحہ...... ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ موصوف علامہ جار اللہ زمخشری سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کیلئے تشریف لے گئے کیونکہ "بہار عمر ملاقات دوستاں باشد" دروازے پر دستک دی علامہ جار اللہ زمخشری نے اندر سے کہا کون۔ موصوف نے جواب دیا عمر۔ زمخشری نے کہا ،انصرف منصرف ہو جا یعنی واپس ہو جا آپ نے فرمایا !عمر لاینصرف عمر منصرف نہیں ہوتا۔ زمخشری نے جواب میں کہا اذا نکر صرف۔

نسفی اشعار...... شیخ الاسلام علامہ زرنوجی نے تعلیم المتعلم میں ذیل کے اشعار کو آپ کی طرف منسوب کیا ہے

کن للاوامر والنواهی حافظا — وعلی الصلوة مواظبا و محافظا

واطلب علوم الشرع واجهد واستعن — بالطیبات تصرفقیها حافظا

واسئل الهك حفظ حفظك راغبا — فی فضله فالله خیر حافظا

وقال ایضا — اطیعوا وجدوا ولا تکسلوا

وانتم الی ربکم ترجعون — ولاتهجعوا فخیارا لوری

قلیلا من اللیل مایهجعون — وقال فی ام ولدله

سلام علی من تیمتنی بطرفها. دلمعته خدیها و لمعته طرفها، سبتنی واصبتنی فتاة ملیحت تحیرت الاوهام فی کنه و صفها. فقلت ذرینی اعذرینی فاننی .شغفت تحصیل العلوم و کشفها

ولی فی طلاب العلم و الفضل والتقی

غنی عن غناء الغانیات و عرفها

ان کے صاحبزادے ابو اللیث احمد کہتے ہیں انشدنی والدی لنفسہ

یاصاحب العلم اترضی بان	تسعد قوم ولك الشقوة
کفاك الله سبحانه لایکن	غیرك اوفی منك بالخطره

وقال صاحب الهدایته انشدنا الشیخ الامام الزاهد صفی الدین منظومافی الاجازة للشیخ الامام نجم الدین عمر بن محمد نسفی

اجزت لهم، روایت مستجازی. ومسموعی و مجموعی بشرطه. فلاید عو دعائی بعد موتی و کاتب ابو حفص بخطه

تصانیف...... فقہ و تفسیر اور علم تاریخ وغیرہ میں آپ کی بہت سی تصانیف ہیں جن کی تعداد ایک سو کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے چند جلیل القدر تصانیف یہ ہیں۔

(۱) التیسیر فی علم التفسیر، آپ کی تصنیفات میں یہ سب سے زیادہ مہتم بالشان تصنیف ہے جو فن تفسیر کی کتب مبسوط میں مانی گئی ہے فی الکشف فسر الایات بالقول وبسط فی معناہا کل البسط (۲) المنظومہ یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو علم فقہ میں نظم کی گئی ہے۔ (۳) نظم الجامع الصغیر (۴) قند فی علماء سمرقند علم تاریخ میں بے نظیر کتاب ہے بیس جلدوں میں بتائی جاتی ہے۔ (۵) کتاب المواقیت (۶) الاشعار بالمختار من الاشعار یہ بھی بیس جلدوں میں ہے۔ (۷) مشارع الشرائع (۸) کتاب الشروط (۹) طلبۃ الطلبۃ علم لغت میں ہے بعض حضرات نے یہ عبد الکریم بن محمد رکن الائمہ تلمیذ صدر الاسلام کی تالیف مانی ہے۔ (۱۰) تاریخ بخارا۔ (۱۱) العقائد النسفیہ علم کلام میں بہت عمدہ اور مشہور داخل درس متن ہے جس کی شروح علامہ تفتازانی وغیرہ نے لکھی ہے (۱۲) عجالۃ الحبی بصفۃ المغربی (۱۳) الفتاوی النسفیہ (۱۴) کتاب النجاح فی شرح کتاب اخبار الصحاح۔

غلط انتساب...... مولانا فقیر محمد جہلمی نے حدائق حنفیہ میں اور مولانا عبد الحئی صاحب لکھنوی نے فوائد بہیہ میں ملا علی قاری سے بحوالہ زرقانی وغیرہ ذکر کیا ہے کہ کشف الظنون نے عقائد نسفیہ کو شیخ ابو حفص عمر نسفی متوفی ۵۳۷ھ کی طرف منسوب کیا ہے جو ذلت قدم ہے ان حضرات کی رائے میں یہ کتاب شیخ ابو الفضل برہان الدین محمد بن محمد بن محمد نسفی مولود ۶۰۰ھ متوفی ۶۸۶ھ یا (۶۷۹ھ) کی تصنیف ہے۔ قال محمد بن عبد الباقی الزرقانی المالکی فی شرح المواہب اللدنیہ فی بحث خصائص الامتہ المحمدیہ العقائد النسفیہ الذی شرحہ السعد التفتازانی لابی الفضل محمد بن محمد بن محمد المعروف بالبرہان الحنفی النسفی لہ مختصر تفسیر الرازی و مقدمتہ فی الخلاف و تصانیف کثیرہ فی علم الکلام وغیرہ توفی ۶۸۷ھ نہ ہو متاخر عن النسفی صاحب التفسیر والفتاوی وغیرہما توفی ۵۳۷ھ وغیر صاحب الکنز من الفوائد البہیۃ۔

تخطیہ غلط ہے اور انتساب صحیح...... مگر ان حضرات کا تخطیہ بظاہر غلط اور صاحب کشف کا انتساب صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ شارح عقائد علامہ تفتازانی نے تصریح کی ہے کہ یہ کتاب شیخ نجم الملتہ والدین عمر نسفی کی تصنیف ہے عبارت ملاحظہ ہو۔

"وان المختصر المسمٰی بالعقائد للا مام الهمام قدوة علماً الاسلام نجم الملته والدین عمر النسفی اعلی الله درجاته فی دار السلام یشمل من هذالفن علی غرر الفرائد ودررا الفوائد."

علامہ خیالی نے بھی اپنے حاشیہ میں اس پر کوئی نکیر نہیں کی۔ وفی المعجم العلی النسفی هو نجم الدین ابو حفص عمر النسفی لہ "العقائد النسفیہ" توفی ۵۳۷ھ البتہ صاحب کشف نے حافظ الدین عبد اللہ بن احمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ کی کتاب "عمدۃ العقائد" کے ذیل میں جو یہ کہا ہے "اولہ قال اہل الحق حقائق الاشیاء ثابتہ اھ" یہ باعث تردد ہے کیونکہ شیخ

ابو حفص عمر موصوف کی کتاب کا آغاز بھی انہیں الفاظ کے ساتھ ہے بہت ممکن ہے کہ دونوں کی عبارت میں توارد ہو ہمارے پاس حافظ الدین نسفی کی کتاب عمدۃ العقائد نہیں ہے دیکھنے کے بعد ہی فیصلہ ہو سکتا ہے۔

وفات...... شیخ نجم الدین ابو حفص عمر نسفی نے شہر سمرقند میں شب پنج شنبہ ماہ جمادی الاولی ۵۳۷ھ میں وفات پائی۔ مادہ تاریخ فقیہ والا قدر (۵۳۷) اور مقبول عصر (۵۳۷) ہے۔

روئے زمانہ قابل دیدن دوبارہ نیست رو پس نہ کرد ہر کہ ازیں خاکداں گذشت

وفات کے بعد...... کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ منکر نکیر کے سوالات کا معاملہ کیسے گذرا۔ انھوں نے کہا کہ حق تعالیٰ نے میری روح واپس کی اور منکر و نکیر نے سوالات کئے میں نے کہا کہ ان کا جواب نثر میں دوں یا نظم میں انھوں نے کہا کہ نظم میں فقلت۔

ربی اللہ لا الہ سواہ ونبی محمد مصطفاہ
ودینی الاسلام وفعلی ذمیم اسأل اللہ عفوہ وعطاہ

فہرست شروحات کتاب العقائد النسفیہ

نمبر شمار	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح العقائد	شمس الدین ابو الثناء محمد بن احمد اصفہانی	۷۴۹ھ
۲	القلائد علی العقائد	شیخ جمال الدین محمود بن احمد بن مسعود قونوی	۷۷۰ھ
۳	القول الوافی شرح عقائد النسفی	شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن زین الدین ابو العدل قاسم	-
۴	الدرۃ	شیخ ابن حزم اندلسی	-
۵	حل المعاقد فی شرح العقائد	شیخ ملازادہ ہروی خیر زیانی	-
۶	شرح العقائد	علامہ سعد الدین تفتازانی	۷۹۲ھ

۷ الفوائد الفاخرہ بہیہ فی شرح العقائد النسفیہ عبد القادر بن ابو النصر محمد ادریس بن محمد محمود سلہٹی[۱]

۴۶ صاحب شرح عقائد

علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی کی تصنیف ہے جو عقائد نسفیہ کی تمام شروح میں اعلی وارفع ہے ان کے حالات مختصر المعانی کے ذیل میں آئیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست حواشی شرح عقائد

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ رمضان آفندی	شیخ رمضان بن محمد	
۲	حاشیہ شرح عقائد	شیخ محمد بن غرس حنفی	۹۳۲ھ
۳	حاشیہ الکستلی	شیخ مصلح الدین مصطفے قسطلانی	۹۰۱ھ
۴	حاشیہ شرح عقائد	شیخ علاؤ الدین علی بن محمد معروف بمصنفک	۸۷۵ھ
۵	==	شیخ محمد بن ییناس	

[۱] از حدائق حنفیہ فوائد بہیہ کشف الظنون شذرات الذہب روح البیان الجواہر المضیہ وغیرہ ۱۲

۶	==	ملا عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی	۹۴۳ھ
۷	==	شیخ احمد بن عبداللہ قریمی	=
۸	==	شیخ محی الدین محمد معروف بیر الوجہ	
۹	==	شیخ سنان الدین یوسف حمیدی	۹۱۲ھ
۱۰	==	شیخ علاؤ الدین علی العربی	۹۰۱ھ
۱۱	==	شیخ خضر شاہ رومی منتشاوی	۸۵۳ھ
۱۲	==	شیخ محی الدین محمد بن ابرہیم نکساری	۹۰۱ھ
۱۳	تحفۃ الفوائد شرح العقائد	قاضی شہاب الدین احمد بن یوسف حصنکیفی سندی	۸۹۵ھ
۱۴	حاشیہ شرح عقائد	حکیم شاہ محمد بن مبارک قزوینی	۹۲۰ھ
۱۵	==	شیخ محمد قاسم غزی شافعی معروف بابن الغرابیلی	۹۱۸ھ
۱۶	==	شیخ صلاح الدین معلم سلطان بایزید بن محمد خاں	
۱۷	==	ملا عبدالحکیم سیالکوٹی	۱۰۶۷ھ
۱۸	==	شیخ عزالدین محمد بن ابی بکر بن جماعہ	۸۱۹ھ
۱۹	مطلع بدور الفوائد ومنبع جوہر الفرائد	شیخ منصور بطلاوی شافعی	
۲۰	حاشیہ شرح عقائد	شیخ احمد بردعی	
۲۱	تعلیق الفرائد علی شرح العقائد	شیخ ابراہیم لقانی مصری	۱۰۴۱ھ
۲۲	الفرائد فی حل شرح العقائد	علامہ محمد بن ابی شریف قدسی	۹۰۵
۲۳	حاشیہ شرح عقائد	شیخ شہاب الدین احمد عینی	
۲۴	==	شیخ محمد بن احمد بن علی بہونی	
۲۵	النکت علی شرح العقائد	امام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی	۸۸۵ھ
۲۶	حاشیہ شرح عقائد	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۲۷	==	علامہ احمد بن موسی مشہور بخیالی	بعد ۸۶۲ھ
۲۸	فرائد القلائد علی احادیث شرح العقائد	شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد قاری ہروی	۱۰۱۰ھ
۲۹	==	شیخ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۳۰	حاشیہ شرح عقائد	قاضی نظام بدخشی	۹۹۲ھ
۳۱	==	الیاس بن ابراہیم بن داؤد بن خضر کردی [1]	۱۱۳۸ھ
۳۲	==	ملا علاء الدین لاری	

(۴۷) صاحب مسایرہ

نام ونسب......نام محمد، لقب کمال الدین، والد کا نام عبدالواحد، لقب ہمام الدین اور دادا کا نام جد الحمید، پردادا کا نام مسعود ہے سیواسی الاصل اور اسکندری الاتامہ ہیں اور ابن الہمام سے مشہور ہیں علامہ حموی نے حواشی اشباہ میں ذکر کیا ہے کہ "الہمام"

[1] از کشف الظنون لملا کاتب چلپی" تاریخ علماء ہند ۱۲

پر الف لام بعوض مضاف الیہ ہے یہ اصل میں ہمام الدین ہے علامہ طحطاوی نے در مختار میں اور ابن ابی شریف نے شرح مسایرہ میں کہا ہے کہ یہ (یعنی ہمام الدین) ان کے والد عبد الواحد کا نام ہے۔

سنہ پیدائش...... ان کے والد عبد الواحد مشہور قضاۃ میں سے ہیں اولاً سیواس میں قاضی رہے جو روم کا ایک شہر ہے پھر قاہرہ میں قاضی رہے اس کے بعد اسکندریہ میں قاضی مقرر ہوئے اور یہیں ایک مالکی المذہب قاضی کی صاحبزادی سے شادی کی جن کے بطن سے علامہ ابن الہمام ۷۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ علامہ سیوطی نے بغیہ میں سنہ پیدائش ۷۹۰ھ اور صاحب مفتاح نے اس کے قریب قریب بتایا ہے۔

تحصیل علوم...... ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اور ہدایہ شیخ سراج الدین عمر بن علی مشہور بقاری الہدایہ متوفی ۸۲۹ھ سے پڑھی۔ علوم عربیہ جمال حمیدی سے اور اصول وغیرہ علامہ بساطی سے اور حدیث ابو زرعہ ابن العراقی سے حاصل کی۔ جمال حنبلی اور شمس شامی وغیرہ سے بھی حدیث کا سماع کیا اور علامہ مراغی وابن ظہیرہ اور رقیہ مدینہ سے بھی اجازت حاصل کی[1]۔ علم تصوف آپ نے شیخ خوانی سے اور علم قرات علامہ زراتیتی سے حاصل کیا تھا نیز شیخ الاسلام ابو الولید محب الدین محمد بن محمد الحلبی سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے اور ان حضرات کی توجہات نے آپ کو امام عصر، علامہ دوراں اور بلند پایہ محدث بنا دیا فقہ اصول فقہ، نحو، صرف، معانی، بیان حدیث، تفسیر، تصوف وسلوک، جدل وخلاف، منطق وموسیقی غرض تمام علوم وفنون میں یگانہ روزگار بنے کہا کرتے تھے کہ یہ معقولات میں کسی کی تقلید نہیں کرتا۔ آپ علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ صوفی کامل اور صاحب کشف وکرامات بھی تھے اور آپ پر جذب کی حالت طاری ہوتی تھی۔

فقہی مقام...... صاحب بحر علامہ ابن نجیم مصری نے آپ کو اہل ترجیح میں لکھا ہے لیکن دوسرے علماء نے آپ کو اہل اجتہاد میں شمار کیا ہے اور یہی رائے قوی ہے جس کی شاہد آپ کی تصنیفات وتالیفات ہیں آپ کے ہم عصر شیخ برہان انباسی فرماتے ہیں کہ میں نے دین کے حجج ودلائل طلب کئے، معلوم ہوا ابن ہمام سے بڑھ کر ان کا عالم ہمارے شہر میں کوئی نہ تھا۔

درس وتدریس واشاعت علم...... تکمیل علوم کے بعد آپ آخر عمر تک اشاعت علم میں مشغول رہے۔ منصور اشرفیہ شیخونیہ اور قبۃ الصالح میں ایک مدت تک درس وتدریس اور افتاء کا کام انجام دیا۔

محقق ابن الہمام، علامہ بدر الدین عینی اور حافظ ابن حجر تینوں ہم عصر ہیں لوگ اخذ حدیث کیلئے حافظ ابن حجر کی طرف اور اخذ فقہ واصول کیلئے محقق ابن الہمام کی طرف رجوع کرتے تھے شمس الدین محمد مشہو بابن امیر حاج حلبی، قاضی القضاۃ عبد البر بن محمد بن محمد محب الدین معروف بابن الشحنہ اور سیف الدین محمد بن محمد بن عمر بن قطلو بغا شیخ محمد بن ابراہیم بن ابی الصفا ابو العدل زین الدین قاسم بن قطلو بغا وغیرہ تشنگان علم آپ کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے۔

وفات...... ۸۱۳ھ میں قاہرہ آئے اور ایک عرصہ تک یہیں قیام کیا اس کے بعد حلب کی طرف منتقل ہو گئے اور بروز جمعہ ۷ رمضان ۸۶۱ھ میں دنیا سے کوچ کر گئے قال الشہاب المنصور یمدحہ

زھا کخد الخود روض انف. وادمع الطل علی تکف. کانما الاغصان اذتمایلت شرف سطت شربا علیھم فرقف. کانما الدولاب ثکلی قد عذت. تندب شجوا والدموع ذرف کانما القمری فیہ قاری.
صبحا واوراق الغصون مصحف . کانما کل حمام ھمزۃ یحملھا من کل غصن الف.
کانما ریح الصبا معشوقتہ فالدوح مصیبو نحوھا ویعطف کانما زھر الریاض اعین.
فاتحتہ اجفانھا لاتطرف. فلاتشبہ بالنجوم لطفھا فانھا من النجوم الطف. ولاتقس بالبدر
وجہ شیخنا. فانہ عندالکمال یکسف بحر خضم فی العلوم زاخر. سیف صقیل فی الحقوق مرھف.

[1] قال الشیخ فی فیض الباری ولعل ابن الھمام لم تکن لہ اجازۃ عن الحافظ (یعنی ابن حجر) بالمشافھۃ نعم یستفا من ذکرہ بلفظ الشیخ ان لہ اجازۃ منہ کتابتہ ۱۲۔

سل عنه فی العلم والحلم معا. فهو ابو حنیفة والا حنف. لاثانیا عطفا ولا مستکبرا.
ولا اخر عجب ولا مستکف لایطرف الکبرله شمائلا. ولا یهز جانبه الصلف.
فهومن الخیر وانواع التقی علی الذی کان علیه السلف. فلو حلفت انه شیخ الهدی.
لصدق الناس و بر الحلف یادوحة العلم التی قد اینعت. ثما رها والناس منها تقطف.
یاسیدابه الانام تقتدی یارحمة به البلاء یکشف. قدکان لی بالخانقاه خلوة. الفقها دهرا
و نعم المالف نقد تها وان لی منّ بعدها. لحالته اثر فیها التلف. ومن عجیب ان اکون
شاعرا ولیس لی فی الدهر بیت یعرف. لازلت محروس الجناب راقیا. فی شرف لایعتریه سرف

تصنیفات و تالیفات ...... آپ نے بہت سی مفید و معتبر کتابیں تصنیف کیں جن میں سے ہر ایک ایسے علمی مباحث و فوائد پر مشتمل ہے جو دوسری کتابوں میں بہت کم ملتے ہیں۔

"فتح القدیر للعاجز الفقیر شرح ہدایہ آپ کی بے نظیر کتاب ہے اس کی ابتداء ۸۲۹ھ میں ہوئی مگر تکمیل نہیں ہو سکی بلکہ کتاب الوکالۃ سے آخر کتاب تک علامہ شمس الدین۔ احمد بن قودر مشہور بقاضی زادہ رومی متوفی ۹۸۸ھ نے مکمل کیا ہے۔

اصول فقہ میں "التحریر" بھی لاجواب ہے علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں لکھا ہے کہ شیخ ابو العباس احمد بن محمد السرسی متوفی ۸۶۱ھ کے پاس آپ کی آمد و رفت رہتی تھی ایک مرتبہ آپ شیخ کے پاس آئے اور کتاب "التحریر" ہاتھ میں تھی شیخ نے کتاب کو دیکھ کر فرمایا کہ کتاب تو بہت عمدہ ہے مگر اس سے لوئی نفع نہ اٹھا سکے گا فکان الامر کما قال الشیخ۔

عقائد میں "مسایرہ" بہت عمدہ اور داخل درس ہے فقہ میں "زاد الفقیر" بھی بہت عمدہ ہے اور ایک رسالہ اعراب سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم پر بھی لکھا ہے۔

مسایرہ ......اس کا پورا نام "المسایرہ فی العقائد المنجیة فی الاخرة" ہے ابتداء آپ نے امام غزالی" کے رسالہ قدسیہ کا اختصار کیا تھا بعد میں کچھ زائد باتیں ذہن میں آئیں آپ نے ان کا اضافہ کیا اور ہوتے ہوتے کتاب پہلے مقصد سے نکل گئی اور ایک مستقل تصنیف بن گئی۔ اس کتاب میں ایک مقدمہ ہے اور ایک خاتمہ اور چار ارکان مقدمہ میں فن کی تعریف وغیرہ ہے اور رکن اول میں ذات باری رکن دوم میں صفات باری رکن سوم میں افعال باری رکن چہارم میں صدق رسول ﷺ کا بیان ہے ہر رکن میں دس دس اصول ہیں اور خاتمہ میں ایمان واسلام کی بحث ہے۔

شروح مسایرہ ...... (۱) شرح مسایرہ۔ از شیخ سعد الدین الدیری الحنفی متوفی ۸۶۷ھ (۲) شرح مسایرہ از شیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی متوفی ۸۷۸ھ (۳) المسامرہ فی شرح المسایرہ از شیخ کمال الدین محمد بن محمد معروف بابن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ۔[1]

(۴۸) صاحب حاشیہ خیالی

نام و نسب ...... احمد نام شمس الدین لقب اور والد کا نام موسیٰ ہے خیالی سے مشہور ہیں بڑے محقق مدقق جامع معقول و منقول عالم تھے حافظ ابن عماد حنبلی نے آپ کو امام علامہ لکھا ہے آپ نے مبانی علوم کی تحصیل اپنے والد ماجد سے کی اس کے بعد مولیٰ خضر بیگ بن جلال الدین متوفی ۸۶۳ھ کی خدمت میں رہے۔

درس و تدریس ...... آپ کے بہترین مشاغل تھے غیاث الدین باشا چلپی اور کمال الدین اسماعیل بن بالی قرامانی مشہور بقرہ کمال وغیرہ بڑے بڑے علماء نے آپ کی شاگردی کی ہے شروع میں آپ سلطانیہ بروسا میں مدرس تھے اور یومیہ تیس درہم پاتے تھے اس کے بعد کسی اور جگہ منتقل ہوگئے جب خطیب زادہ کے والد تاج الدین ابراہیم مشہور بابن الخطیب کا (جو مدرسہ

---

[1] از مفتاح السعادہ شذرات الذہب بغیۃ الوعاۃ فوائد بہیہ تعلیقات حدائق حنفیہ ۱۲

ازنیق میں مدرس تھے انتقال ہو گیا تو وزیر محمود باد شاہ نے سلطان محمد خاں کی خدمت عالیہ میں علامہ خیالی کے متعلق عرضی پیش کی شاہ نے کہا یہ وہی شخص تو ہے جس نے شرح عقائد پر حواشی لکھے ہیں۔ محمود باد شاہ نے کہا جی ہاں! یہ وہی شخص ہے شاہ نے کہا بے شک یہ اس کا مستحق ہے ادھر علامہ خیالی عزم حج کر چکے تھے۔ قسطنطنیہ پہنچنے پر وزیر نے یہ بات ان کے گوش گذار کی موصوف نے کہا اب تو میں حج کا ارادہ کر چکا ہوں اگر آپ اپنی وزارت اور باد شاہ سلامت اپنی سلطنت بھی دیدے تب بھی سفر حج ملتوی نہیں کر سکتا چنانچہ آپ حج کیلئے چلے گئے اور واپس ہونے کے بعد کچھ دنوں تک مذکورہ مدرسہ میں مدرسی کی اس کے بعد انتقال ہو گیا یہاں آپ کا روزینہ ایک سو تمیں درہم تھا۔

زہد و تقوی ...... پیکر علم و فضل ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے عابد زاہد بھی تھے صوفیاء کے طریق پر ذکر و اذکار میں مشغول رہتے اور دن رات میں صرف ایک دفعہ کھانا کھاتے تھے اور اتنے نحیف الجثہ تھے کہ انگشت شہادت اور انگوٹھے کے حلقہ میں ان کا بازو آجاتا تھا۔ مولوی غیاث الدین کا بیان ہے کہ میں دو سال برابر آپ کی خدمت میں رہا اور شہر ازنیق میں میں نے آپ سے تعلیم بھی حاصل کی مگر کبھی آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک روز جامع مسجد میں خواجہ زادہ کے ساتھ مباحثہ ہوا اور آپ اس پر غالب آگئے کسی نے آپ سے کہا کہ آج تو آپ خواجہ زادہ پر غالب آگئے آپ نے فرمایا کہ میں بھی ابن صالح بخیل کا سر ٹھوکتا ہی رہا۔ راوی کا بیان ہے کہ میں نے صرف اسی دن آپ کو ہنستے ہوئے دیکھا ہے خواجہ زادہ مذکور کی مرعوبیت کا یہ عالم تھا کہ وہ علامہ خیالی کے خوف سے کبھی بستر پر نہیں سویا۔ جب علامہ خیالی کا انتقال ہو گیا تب اس نے کہا "انا سلقی بعد ذلک علی ظہری"

وفات ...... آپ نے صرف تینتیس سال کی عمر پائی اور دنیا سے رخصت ہو گئے۔

غافلاں از مرگ مہلت خواستند عاشقاں گفتند نے نے زود باد

سفر ملک عدم میں کروں کیونکر تاخیر بار کرنا نہیں کسنا نہیں محمل مجھ کو (بہادر شاہ)

صاحب "المعجم اعلمی" نے سنہ وفات ۸۶۲ھ لکھا ہے۔ صاحب کشف نے حواشی شرح تجرید کا تعارف کراتے ہوئے سنہ وفات (۸۷۰) ذکر کیا ہے اور حواشی شرح عقائد کے ذیل میں کہا ہے کہ ۸۶۰ھ کے بعد انتقال ہوا ہے اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حواشی شرح عقائد کی تاریخ تالیف آخر رمضان ۸۶۲ھ ہے صاحب انوار الباری نے ۸۸۶ھ لکھا ہے مگر یہ غلط ہے۔

تصانیف ...... شرح عقائد پر آپ کے حواشی نہایت مشہور و مقبول اور متداول ہیں اس میں بعض مضامین ایسے دقیق و دشوار ہیں کہ ان کو حل کرنے سے بڑے بڑے فضلاء عاجز ہو جاتے ہیں لیکن علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے ان کا بھی بہترین حل کر دیا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔

خیالات خیالی بس عظیم است برائے حل او عبدالحکیم است

اوائل شرح تجرید پر بھی آپ کا بہت عمدہ حاشیہ ہے اور استاد خضر بیگ کے منظومۃ العقائد کی شرح بھی کی ہے نیز ایک حاشیہ عقائد عضدیہ پر بھی لکھا ہے۔

حواشی خیالی ......(۱) حاشیہ خیالی۔ از شیخ کمال الدین اسماعیل قرامانی معروف بقرہ کمال (۲) حاشیہ خیال از شیخ لطف اللہ بن الیاس رومی مقتول ۹۰۰ھ (۳) حاشیہ خیالی از شیخ رمضان بن عبدالحسن معروف بہ بہشتی متوفی ۹۷۹ھ (۴) حاشیہ خیالی۔ از شیخ حسن بن حسین بن محمد (۵) حاشیہ خیالی از شیخ محمد عالم مرعشی معروف چقلی زادہ متوفی ۱۱۵۰ (۶) حاشیہ خیالی از شیخ خواجہ زادہ (۷) حاشیہ خیالی۔ از شیخ حسن چلپی بن الفناری متوفی ۸۸۶ھ (۸) حاشیہ خیالی از ملا عبدالحکیم بن شمس الدین سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ (۹) حاشیہ خیالی از شیخ محمد سعید بن امام ربانی مجدد الف ثانی متوفی ۱۰۷۰ھ (۱۰) تعلیق بر خیالی۔ از ملا نور محمد کشمیری متوفی ۱۱۹۵ھ (۱۱) حاشیہ خیالی از شیخ قول احمد۔ [1]

[1] فوائد بہیہ۔ مقدمہ مدۃ الرعایۃ کشف الظنون شقائق نعمانیہ شذرات الذہب حدائق حنفیہ ۱۲۔

(۴۹) صاحب مسامرہ

نام و نسب اور پیدائش...... نام محمد، ابو لمعالی کنیت۔ کمال الدین لقب۔ والد کا نام محمد لقب ناصر الدین ہے۔ دادا کا نام علی اور کنیت ابو بکر ہے ابن ابی شریف قدسی سے مشہور ہیں ۵ ذی الحجہ ۸۲۲ھ کو شنبہ کی رات میں بمقام قدس پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی۔

تحصیل علوم...... پہلے قرآن پاک حفظ کیا پھر شاطبیہ اور نووی کی کتاب "المنہاج حفظ یاد کر کے حافظ ابن حجر عسقلانی اور قاضی القضاۃ سعد الدین دیری حنفی وغیرہ کو سنائی شیخ زین الدین اور شیخ عماد الدین بن شرف سے فقہ حاصل کیا شہاب بن ارسلان کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ۸۴۴ھ میں قاہرہ پہنچے اور یہاں حافظ ابن حجر سے استفادہ کیا اور شیخ محقق ابن ہمام حنفی وغیرہ سے بھی سیرابی حاصل کی۔

درس و تدریس اور افتاء...... ۸۴۶ھ سے فتوی دینا شروع کیا ۸۵۳ھ میں حج کیلئے گئے اور زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے ۸۷۹ھ میں والد ماجد دنیا سے رخصت ہوگئے تو ۸۸۱ھ میں آپ نے قاہرہ کو وطن بنالیا اور یہیں درس و تدریس کا مشغلہ رہا اور خلق کثیر نے آپ سے استفادہ کیا۔

وفات...... کشف الظنون میں ہے کہ آپ نے ۹۰۵ھ میں وفات پائی۔

الموت کاس وکل الناس شاربہ والقبر باب وکل الناس داخلہ

تصانیف...... علم فقہ میں "اسعاد بشرح الارشاد" اصول فقہ میں "الدرر اللوامع بتحریر جمع الجوامع" عقائد و کلام میں الفرائد فی حل شرح العقائد اور المسامرہ شرح المسایرہ تصنیف کی جو داخل درس ہے یہ حواشی شرح عقائد کے بعد کی تصنیف ہے تفسیر بیضاوی بخاری اور صفوۃ الزبد پر بھی کچھ تحریر فرمایا۔ صوب الغمامہ بھی آپ ہی کی تصنیف ہے آپ کے تلمیذ خاص مجیر الدین عبد الرحمن حنبلی نے الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل میں آپ کا ترجمہ قلمبند کیا ہے۔[1]

(۵۰) صاحب امور عامہ

نام و نسب...... آپ کا نام مرزا محمد زاہد ہے قاضی محمد اسلم کے فرزند ارجمند ہیں مولانا خواجہ کوہی جو خراسان کے مشہور بزرگ اور شیخ طریقت تھے قاضی محمد اسلم انہیں کی اولاد میں ہیں مرزا زاہد کی پیدائش شہر ہرات میں ہوئی اس لئے نسبت میں ہروی کہلاتے ہیں۔

تحصیل علوم...... آپ نے اپنے والد ماجد قاضی محمد اسلم اور ملا محمد فاضل وغیرہ علماء عصر سے علوم مروجہ کی تکمیل کی اور صرف تیرہ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کر کے علم و فن میں یکتائے روزگار ہوئے، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں مرزا از مشرب صافی صوفیہ نیز بہرہ تمام داشتہ و صحبت یکے از اکابر ایں طریقہ دریافتہ حضرت شاہ عبد العزیز صاحب مرزا صاحب کی فقہی قابلیت پر تنقید فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "مرزا زاہد را دخل اور فقہ کم بود امیر لے شرح وقایہ می خواندے حضرت جد بزرگوار (شاہ عبد الرحیم صاحب) سبق نمی فرمود۔

ملازمت اور درس و تدریس...... ابتداءً رمضان ۱۰۶۴ھ میں شاہجہاں کی جانب سے کابل کی واقعہ نویسی پر مامور ہوئے پھر شاہ عالمگیر نے ۱۰۷۵ھ میں اردوئے معلی (لشکر شاہی) کا محتسب بنادیا۔

اس زمانہ میں آپ کا قیام اکبر آباد میں رہا اور اسی زمانہ میں شاہ ولی اللہ صاحب کے والد ماجد حضرت شاہ عبد الرحیم

---

[1] تعلیقات طرب الاماثل کشف الظنون ۱۲۔

صاحب نے آپ سے منطق وفلسفہ کی تمام کتابیں پڑھیں ایک عرصہ کے بعد آپ کو کابل کی صدارت تفویض ہوئی پھر تمام منصوبوں سے استعفاء دیکر گوشہ نشینی اختیار کی اور تدوین وترویج علوم کی خدمت اپنے ذمہ لے لی۔

دیانتداری اور پرہیزگاری ...... حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ؒ نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جس سے مرزا صاحب کی دیانتداری پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ مرزا صاحب نے رمضان شریف میں اپنے شاگرد رشید شاہ عبدالرحیم صاحب کی دعوت کی شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں مرزا صاحب کے مکان پر پہنچا افطار کا وقت قریب تھا ایک کباب فروش حاضر ہوا اور اس نے کباب کا پورا خوان مرزا صاحب کے سامنے رکھ کر عرض کیا یہ حضور کی نیاز ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ عزیز من میں تمہارا پیر نہیں استاد نہیں پھر نیاز کیسی۔ بظاہر کوئی اور غرض ہے اس کو بیان کرو کباب فروش نے پہلے تو یہی کہا کہ کوئی غرض نہیں مگر جب زیادہ اصرار کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اس کی دکان لب سڑک ہے اور قاضی صاحب کے پیادے اس کو وہاں سے اٹھوانا چاہتے ہیں بہر حال مرزا صاحب نے اس کی تسلی فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ کل کسی متدین پیادے کو بھیجوں گا جو تحقیق کر کے صحیح فیصلہ کر دے گا۔ اب آپ جائیے! کباب فروش! حضور افطار کا وقت قریب آگیا، اب میں یہ کباب کہاں لے جاؤں، فروخت کا وقت بھی نہیں رہا میں نے تو یہ آپ ہی کیلئے بنائے تھے آپ ہی منظور فرمالیں۔ مرزا صاحب نے اپنے بچوں کے معلم سے فرمایا ان کبابوں کی قیمت طے کر کے مکان میں بھجوا دو اور قیمت ان کے حوالے کر دو۔ چنانچہ معلم نے کباب فروش کو علیحدہ لے جا کر قیمت دریافت کی کباب والے نے صرف آٹھ آنے مانگے، معلم نے آٹھ آنے اس کے حوالے کر دیئے۔ شاہ عبدالرحیم صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے معلم سے کہا کہ یہ مال بہت زیادہ کا ہے، آٹھ آنے میں بھی اس نے خوشامد میں دیا ہے رشوت سے تو اب بھی خالی نہیں میری یہ گفتگو مرزا صاحب نے سن لی فوراً کباب فروش کو بلوا کر دریافت فرمایا۔ ان کبابوں پر کیا صرف ہوا ہے اور تمہاری محنت کتنی ہے۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ بہر کیف جب حساب کیا گیا تو ان کبابوں کی قیمت ساڑھے تین روپے ہوتی تھی۔ مرزا صاحب نے اس کو یہی قیمت دلوائی اور معلم کو بلا کر بہت ڈانٹا اور فرمایا: تم چاہتے ہو کہ اپنا روزہ حرام مال سے افطار کریں یہ کون سی عقلمندی ہے اور کیا خیر خواہی۔

کرامت و بزرگی ...... حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب آگرہ میں قاضی صاحب کے پاس حضرت شیخ سعدی شیرازی ؒ کے یہ دو شعر پڑھ رہے تھے۔

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع ست ... جز سر عشق ہر چہ بخوانی بطالت ست

سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر حق ... علمے کہ رہ حق نہ نماید جہالت ست

چوتھا مصرعہ یعنی "علمے کہ رہ حق نہ نماید" یاد نہیں آرہا تھا اس کی وجہ سے بہت تنگ دل ہو رہے تھے کہ دفعتہً ایک شخص کمبل اوڑھے ظاہر ہوا جب وہ تیسرا مصرعہ پڑھ چکے تو اس شخص نے برابر سے نکل کر چوتھا مصرعہ پڑھ دیا بس سنتے ہی کھل گئے دوڑے اور جا کر مصافحہ کیا پوچھا آپ کا اسم شریف۔ کہا "فقیر را مصلح الدین شیرازی می گویند" یعنی عالم یقظہ میں حضرت شیخ سعدی ؒ کی روح نے ممثل ہو کر مصرعہ بتا دیا۔

وفات حسرت آیات ...... ۱۱۱۱ھ میں اس قاضی زاہد منش نے دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

وداع کلبہ تنگ جہاں کرد ... وطن بر اوج کاخ لامکاں کرد

تصانیف ...... جس زمانہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب شرح مواقف پڑھتے تھے۔ مرزا صاحب نے شرح مواقف کا مشہور حاشیہ تحریر فرمایا۔ شرح تہذیب علامہ دوانی اور رسالہ تصور و تصدیق ملا قطب الدین رازی کے حواشی و شرح ہیاکل آپ کی مشہور تصانیف ہیں جو ہندوستان، بخارا اور کابل وغیرہ کے عربی مدارس میں داخل درس ہیں اور ایک عرصہ تک ان کتابوں کو اتنی اہمیت حاصل رہی ہے کہ کسی مولوی کو اپنے اقران میں اس وقت تک امتیاز حاصل ہی نہیں ہوتا تھا جب تک کہ تبرکاً ہی سہی اعلم ان

العلم المجد داھ کے دو لفظوں ہی پر چند حروف بنام حاشیہ منقوش نہ کر دے ہوں مشہور ہے کہ مولانا محمد حسن کانپوری میر زاہد کے تیس تیس حاشیوں کو سامنے رکھ کر پڑھایا کرتے تھے کتب مذکورہ کے علاوہ شرح تجرید پر بھی مرزا صاحب کے حواشی ہیں۔

فہرست حواشی کتاب امور عامہ

۱	حاشیہ بر امور عامہ	ملا احمد عبد الحق بن ملا محمد سعید بن ملا قطب الدین فرنگی محلی	====
۲	حاشیہ بر امور عامہ	قاضی احمد علی بن سعید فتح محمد سندیلی	اواخر ۱۲۰۰
۳	حاشیہ بر امور عامہ	بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الدین شہید	۱۲۳۵ھ
۴	حاشیہ بر امور عامہ	ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفےٰ بن اسعد	۱۲۰۹ھ
۵	حاشیہ بر امور عامہ	ملا محمد مبین بن ملا محب اللہ لکھنوی	۱۲۲۵ھ
۶	حاشیہ بر امور عامہ	محمد وارث رسول نما بنارسی	
۷	حاشیہ بر امور عامہ	مولوی ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی	۱۲۷۰ھ
۸	حاشیہ بر امور عامہ	مولوی عبد الحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	
۹	حاشیہ بر امور عامہ	مولوی وحید الزماں بن مولوی مسیح الزماں [۱]	

درس نظامی میں سات کتب ادبیہ داخل درس ہیں، سبعہ معلقہ، حماسہ، متنبی، مقامات، نفحۃ الیمن، مفید الطالبین، نفحۃ العرب

(۵۱) صاحب سبعہ معلقہ م ۱۵۵ھ

نام ونسب...... حماد نام، ابو القاسم کنیت راویہ لقب، والد کا نام سابور یا میسرہ ہے اور کنیت ابو لیلی اور دادا کا نام مبارک اور پردادا کا نام عبیدہ ہے اس کی اصل ویلم کی تھی یہ ۹۰ھ میں (اور بقول حسن سندوبی ۷۵ھ میں) کوفہ میں پیدا ہوا اور وہیں نشو ونما پائی۔ کوفہ میں تین شاعر تھے اور تینوں کا نام حماد تھا۔ ایک حماد بن عمر جو حماد عجرد سے مشہور ہے اور ایک حماد بن الزبرقان اور ایک حماد راویہ۔

تعارف...... حماد شعر واشعار، لغات وادب اور معرفت ووا قعات عرب میں ید طولی رکھتا تھا۔ سیر وسیاحت سے اس کو بہت دلچسپی تھی، چنانچہ اس نے بہت سے شہروں اور ملکوں، دیہاتوں اور جنگلوں کا سفر کیا ہے مورخ زرکلی کتاب الاعلام میں اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے۔

کان من اعلم الناس بایام العرب و اشعار ھا و اخبارھا و انا بھا و لغاتھا

یہ لوگوں میں سب سے زیادہ عربوں کی جنگ ان کے اشعار واخبار اور انساب ولغات کا جاننے والا تھا

ابن النطاح نے ذکر کیا ہے کہ حماد ابتداء میں بڑا لاابالی قسم کا آدمی تھا اکثر چوروں اور ڈاکوؤں کے ساتھ رہتا تھا ایک مرتبہ اس نے کسی کے یہاں نقب لگایا اور صاحب خانہ کا سب مال نکال لیا۔ اس میں انصار کے اشعار کا ایک جز بھی تھا۔ حماد نے اس کو پڑھا اور پورے کو محفوظ کر لیا، اس کے بعد شعر وادب ایام عرب اور لغات کی طلب میں لگ گیا یہاں تک کہ اس میں وہ کمال حاصل کیا جس کی نظیر نہیں۔

راویہ لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ...... ولید بن یزید اموی نے اس سے پوچھا کہ تمہیں راویہ کا لقب کیسے ملا۔ اس نے کہا امیر المومنین! میں نے ہر اس شاعر کے قدیم وجدید اشعار کو یاد کیا ہے جس کو آپ جانتے ہیں یا آپ نے اس کا نام

[۱] ابجد العلوم تذکرہ علماء ہند شاندار ماضی، نظام تعلیم، حدائق حنفیہ ۱۲۔

سنا ہے نیز میں ان کے اشعار کی روایت بھی کرتا ہوں اس لئے لوگ مجھے راویہ کہنے لگے۔

ولید بن یزید کا تحیر ...... یہ سنکر ولید متحیر رہ گیا اور اس نے پوچھا کہ تمہیں کتنے اشعار یاد ہیں۔ حماد نے کہا کہ اس کثرت سے یاد ہیں کہ حروف معجم کی ترتیب سے ہر حرف پر سو قصیدے پڑھ سکتا ہوں اور یہ شعراء جاہلیت کے ان اشعار کے علاوہ ہوں گے جو مقطعات کہلاتے ہیں۔

قوت حافظہ اور آزمائش ...... ولید نے بغرض امتحان اشعار سنانے کا حکم دیا چنانچہ حماد نے اشعار سنانا شروع کئے اور اتنے سنائے کہ ولید سنتے سنتے تھک گیا اور مجبور ہو کر اپنی جگہ اپنے ایک معتمد کو بٹھادیا، حماد نے اس کو صرف عرب جاہلیت کے کچھ کم تین ہزار اشعار سناڈالے جب ولید کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے ایک لاکھ درہم دینے کا حکم کیا۔

کہا جاتا ہے کہ کسی نے حماد سے کثرت روایتہ کے متعلق دریافت کیا اس نے کہا کہ میں سات سو قصیدے ایسے روایت کرتا ہوں جن میں سے ہر ایک کا آغاز "بانت سعاد" سے ہے۔

ایک مرتبہ طرماح شاعر نے حماد کو ساٹھ اشعار کا ایک قصیدہ سنایا حماد نے کہا یہ قصیدہ تیرا نہیں ہے اس نے کہا یہ کیسے۔ حماد نے کہا کہ میں یہی قصیدہ بیس اشعار کے اضافہ کے ساتھ سناتا ہوں جس سے خود ثابت ہو جائے گا کہ یہ قصیدہ تیرا نہیں ہے چنانچہ حماد نے اس کو اسی طرح سنادیا۔

حماد راویہ اور من گھڑت اشعار ...... مولانا سعید احمد اکبر آبادی نے "وحی الٰہی" میں ذکر کیا ہے کہ بنوامیہ اور عباسیہ کے عہد میں کچھ ایسے لوگ تھے جو خلفاء وامراء سے بیش از بیش انعام حاصل کرنے اور بعض دوسری اغراض کے لئے از خود کلام گھڑ گھڑ کر شعراء و خطباء جاہلیت کی طرف منسوب کر کے سنادیتے تھے ان وضاعین میں حماد الراویہ اور خلف بن حیان الاحمر زیادہ مشہور ہیں۔ امام اصمعی کا قول ہے کہ حماد اعلم الناس ہے اگر وہ اشعار میں کمی بیشی نہ کرے علامہ یاقوت حموی لکھتے ہیں کہ اصمعی نے یہ اس لئے کہا کہ حماد کے متعلق عام خیال یہ تھا کہ وہ شعر از خود کہتا ہے اور پھر شعراء عرب کی طرف اسے منسوب کر دیتا ہے۔ مفضل ضبی کا قول ہے کہ شعر پر حماد کی وجہ سے ایسی آفت ٹوٹی ہے جس کی کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی، یہ شخص قدیم شاعروں کے محاورات، انداز بیان اور ان کے لغات واسلوب ادا سے پوری طرح واقف تھا اس لئے ان کے ہی طرز میں شعر کہہ کر ان کی طرف منسوب کر دیتا تھا اور سوائے ماہر فن نقاد کے عام لوگوں کو امتیاز نہیں ہو سکتا تھا کہ اس قصیدے میں کتنے شعر شاعر کے ہیں اور کتنے خود حماد کے کہے ہوئے ہیں۔ یہی حال خلف الاحمر کا تھا۔ اس کی تصدیق اس قصہ سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی نے مفضل ضبی کو بلا کر پوچھا کہ زہیر بن ابی سلمیٰ نے اپنے قصیدہ کا آغاز "دع ذا وعد القول فی ھرم" سے کیا ہے اس سے پہلے کوئی بات نہیں کی پھر اس نے "دع" کہہ کر خود کو کس بات کے ترک کا حکم کیا ہے۔ مفضل نے کہا حضور مجھے اس کی بابت کچھ معلوم نہیں البتہ یہ خیال ہوتا ہے کہ شاعر کسی فکر میں ڈوبا ہوا تھا یا کوئی شعر کہنا چاہتا تھا اس سے ہٹ کر اس نے کہا "دع ذا" ای دع ما انت فیہ من الفکر وعد القول فی ھرم" مہدی نے حماد راویہ کو بلا کر پوچھا، اس نے کہا قصیدے کا آغاز یوں ہے۔ لمن الدیار بقنة الحج. اقوین مذجج ومذدھر لعب الزمان بھاد غیر ھا لعدی سوافی المورو القطر قضر بمند فع النحائت من. ضفوی الات الضال والسدر. دع ذا وعد القول ۵۱

مہدی نے مفضل سے کہا: یہ اس نے کیا سنایا ہے۔ مفضل نے کہا حضور! یہ اس نے اپنی طرف سے گھڑا ہے۔ مہدی نے حماد سے حلف لیا تو حماد نے اس کا اعتراف کیا کہ واقعی یہ میرا کلام ہے مہدی نے حماد کو انعام دیا۔ لیکن مفضل کو اس سے زیادہ دیا اور عام اعلان کر لیا کہ ہم نے حماد کو عمدگی شعر کی بناء پر مفضل کو اس کی سچائی کی بنا پر انعام دیا ہے سو جو شخص نیا اور عمدہ شعر سننا چاہے وہ حماد سے سنے اور جو شخص صحیح روایت کے ساتھ سننا چاہے وہ مفضل سے سنے۔

حماد کی کہانی خود اس کی زبانی ...... علامہ حریری نے "درۃ الغواص" میں اور ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں حماد کا بیان

نقل کیاہے وہ کہتا ہے کہ یزید بن عبد الملک کے یہاں میرا آنا جانا رہتا تھا جس کی وجہ سے اس کا بھائی ہشام مجھ پر ہمیشہ جور وجفا اور زیادتی کرتا رہتا تھا۔ جب یزید کا انتقال ہو گیا اور خلافت کی باگ ڈور ہشام کے ہاتھ میں آگئی تو مجھے اپنے متعلق اور اندیشہ ہوا اس لئے میں نے باہر آنا جانا بند کر دیا اور گھر میں چھپ کر بیٹھ رہا اگر کوئی اشد ضرورت ہوتی تو خفیہ طور پر کسی قابل وثوق دوست کے ساتھ باہر جاتا اور ضرورت پوری کر کے واپس آجاتا اسی طرح پورا ایک سال گذر گیا مگر اس درمیان میں کسی سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جو میرے لئے باعث تردد ہو اس لئے میں مطمئن ہو گیا چنانچہ ایک روز میں نے رصافہ کی جامع مسجد میں نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا تو پولیس والوں سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے کہا حماد! امیر یوسف بن عمر نے بلایا ہے میں اپنے دل میں کہنے لگا کہ یہی اندیشہ تھا اس کے بعد میں نے ان سے کہا کہ مجھے اتنی مہلت ملے گی جس میں اپنے گھر والوں کو ہمیشہ کیلئے الوداع کہہ کر آؤں۔ انھوں نے کہا ہرگز نہیں میں نے مایوس ہو کر خود کو ان کے حوالہ کر دیا اور وہ مجھے یوسف بن عمر کے پاس لے گئے وہ اس وقت ایوان احمر میں رونق افروز تھا میں نے سلام کیا اس نے سلام کا جواب دے کر مجھے ایک خط دیا جس میں یہ مضمون تھا۔"

بسم الله الرحمن الرحيم

من هشام امير المومنين الى يوسف بن عمر الثقفى امابعد فاذا قرات كتابى هذا فابعث الى حماد الراوية من ياتيك به من غير ترويع وادفع له خمسمائة دينار وجملا مهريا يسير عليه الاثنتى عشرة ليلة الى دمشق۔"

حماد کہتا ہے کہ میں نے اشرفیاں لیں اور اونٹ پر سوار ہو کر بارہ روز کی مسافت طے کر کے دمشق پہنچا اور اجازت طلب کر کے "دار قوراء" یمن داخل ہوا جہاں ہشام ریشمی سرخ لباس زیب تن کئے ہوئے سرخ قالین پر جلوہ افروز تھا میں نے سلام کیا ہشام نے سلام کا جواب دے کر مجھے اپنے قریب بلایا میں نے قریب ہو کر پابوسی کی اب اچانک دیکھتا ہوں کہ دو باندیاں نہایت حسین و جمیل موجود ہیں جن کے کانوں میں چمکدار موتیوں والے جھومکے پڑے ہیں ہشام نے کہا: کہو حماد! کیا حال ہے۔ میں نے کہا: امیر المومنین! بحمد اللہ بخیر ہوں، اس نے کہا، جانتے ہو میں نے تم کو کیوں بلایا ہے۔ میں نے کہا نہیں! اس نے کہا ایک شعر کے متعلق معلوم کرنے کیلئے بلایا ہے کہ وہ کس کا ہے میں نے کہا وہ کون سا شعر ہے۔ تو ہشام نے یہ شعر پڑھا۔

ودعوا بالصبوح یوما فجاءت   قینۃ فی یمینہا ابریق

میں نے عرض کیا حضور! یہ شعر عدی بن زید عبادی کے قصیدے کا ہے۔ ہشام نے کہا قصیدہ سناؤ میں نے قصیدہ سنایا بکر العاذلون فی وضع الصبح۔ یقولون لی اما تستفیق۔ ویلومون فیک یابنۃ عبد اللہ والقلب عندکم موہوق۔ لیست ادری اذا اکثروا العذل فیہا۔ اعدو یلومنی ام صدیق۔

قال حماد فانتہیت فیہا الی قولہ۔

دوعوا بالصبوح يوما فجاء ت. قينته في يمينها ابريق . قلمته على عقار كعين الديك صفى سلافها الرّووق. مرة قبل مزجها فاذاما. مرجت لذطعمها من يذوق وطفا فوقها فقا قيع كاليا . قوت حريز ينها التصفيق . ثم كان المزائج ماء سحاب لاصرى اجن ولامطروق

حماد کا بیان ہے کہ قصیدہ سنکر ہشام مستی میں جھومنے لگا اور بولا! حماد! تم نے خوب کہا پھر اس نے باندی سے کہا کہ اسے جام مے پلا چنانچہ اس نے مجھے ایک گھونٹ شراب پلائی جس سے میری تہائی عقل ماؤف ہو گئی پھر ہشام نے قصیدہ کا اعادہ کرایا میں نے دوبارہ سنایا تو اس نے دوسری باندی سے شراب کے لئے کہا اس نے بھی اسی طرح شراب پلائی اس کے بعد ہشام نے کہا حماد! بول کیا ضرورت ہے۔ میں نے کہا ان میں سے ایک باندی عنایت کر دیجئے ہشام نے کہا یہ دونوں مع سازو سامان تیری ہیں۔ اس کے بعد پھر شراب کا دور چلا اور میں اتنا مدہوش ہو گیا کہ صبح تک کچھ خبر نہیں رہی جب صبح ہوئی تو

دیکھا کہ دس خادم ہیں جن میں سے ہر ایک کے پاس دس دس ہزار درہموں کی تھیلیاں ہیں ان میں سے ایک خادم نے کہا کہ امیر المومنین نے سلام کہا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ آپ یہ عطیہ لیجئے اور اپنے سفر میں اس سے فائدہ اٹھایئے چنانچہ میں وہ دونوں باندیاں اور زر نقد لے کر واپس آ گیا۔ [1]

سبعہ معلقہ...... زمانہ جاہلیت کی مختصر سی مدت میں جو شاعری روایت کی گئی ہے وہ اتنی زیادہ ہے کہ اس کو یکجا کرنا مشکل ہے حالانکہ اس کا بڑا حصہ راویان شعر کے فاتحانہ معرکوں میں مر جانے کی وجہ سے تلف ہو گیا ابو عمرو بن العلاء کا قول ہے کہ "عرب کی شاعری کا بہت ہی کم حصہ تم تک پہنچا ہے اگر وہ تمام ملتا تو تم کو علم و حکمت اور شعر و ادب کا بہت بڑا حصہ ملتا۔" لیکن اس بہت سے حصہ کی نسبت بھی جاہلیت کی طرف غیر صحیح اور اس کی روایت مشکوک ہے کیونکہ شاعری کی تدوین دوسری صدی ہجری سے قبل تک نہیں ہوئی تھی اور اتنے طویل زمانہ تک شاعری کا زبانی منتقل ہوتے رہنا اس امر کے امکانات رکھتا ہے کہ اس میں تبدیلیاں، اضافے اور مصنوعی اشعار جگہ پا چکے ہیں دور جاہلیت کی شاعری کے مشہور راوی حماد اور خلف الاحمر کے متعلق من گھڑت شعروں کو جاہلی شعراء کی طرف منسوب کرنے کا شیوہ جو ہم ذکر کر چکے ہیں اس گمان کی مزید تصدیق کرتا ہے شاید وہ انچاس قصیدے جنہیں ابو زید قرشی نے جمہرہ اشعار العرب میں جمع کیا ہے قدیم شاعری کی سب سے زیادہ صحیح روایت اور جاہلی شاعری کے طرز اداء و اسلوب بیان کی سچی مثال پیش کرتے ہیں اور ان میں بھی اعتبار روایت سب سے زیادہ مستند اور بلحاظ حفاظت و عنایت سب سے زیادہ معتمد معلقات (یا مذہبات یا سموط) ہیں جن کے متعلق غالب رائے یہ ہے کہ وہی ایسے سات قصائد ہیں جو تمام مورخین کے خیال کے مطابق عربوں کے منتخب و پسندیدہ قصائد تھے جنہیں آب زر سے وصیلوں پر لکھوا کر اظہار مقبولیت اور دائمی شہرت کے لئے خانہ کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا تھا چنانچہ ان میں سے بعض تو فتح مکہ کے دن تک وہاں لٹکے ہوئے تھے اور کچھ اس آگ کی نذر ہو گئے تھے جو اسلام سے قبل خانہ کعبہ میں لگی تھی۔ بعض لوگ ان قصائد کے خانہ کعبہ پر آویزاں کئے جانے کی بلا دلیل معقول تردید کرتے ہیں۔ متقدمین میں اس خیال کے موید ابو جعفر نحاس متوفی ۳۳۸ھ ہیں جنھوں نے شرح معلقات میں لکھا ہے کہ "یہ کہنا کہ یہ قصائد خانہ کعبہ پر آویزاں کئے گئے تھے روایۃً کوئی سند نہیں رکھتا۔" اور متاخرین میں جرمن مستشرق پروفیسر نولڈ کی ہے جس نے اپنی کتاب میں اس خیال کو ترجیح دی ہے کہ معلقات کے معنی منتخبات یعنی پسندیدہ اور چنے ہوئے قصائد ہیں اور یہ نام حماد نے ان قصائد کو گلے میں لٹکے ہوئے ہاروں سے تشبیہ دیتے ہوئے رکھا ہے اس کی مزید تقویت کیلئے یہ دلیل پیش کی ہے کہ ان قصائد کو "سموط" بھی کہتے ہیں جس کے معنی ہاروں کے ہیں، فرانسیسی پروفیسر کلامین ہیار جس نے اپنی زبان میں تاریخ ادب عربی پر کتاب لکھی ہے وہ بھی نولڈ کی کی رائے سے پورے طور پر متفق ہے حالانکہ اہم عہد ناموں کو کعبہ پر آویزاں کرنا زمانہ جاہلیت کا ایسا دستور ہے جس کے آثار اسلام آنے کے بعد بھی باقی رہے چنانچہ قریش نے اپنی وہ قرارداد بھی خانہ کعبہ پر آویزاں کی تھی جس میں انھوں نے آنحضرت ﷺ کی دعوت اسلام پر آپ کی حمایت میں اٹھنے والے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سے ترک موالات کا تہیہ کیا تھا نیز خلیفہ ہارون رشید نے بھی وہ عہد نامہ خانہ کعبہ پر آویزاں کیا تھا جس میں اس نے اپنے بعد اپنے دو بیٹوں امین اور مامون کو خلیفہ بنانے کا عہد لیا تھا۔ پھر ان قصائد کے بارے میں ایسا تسلیم کر لینے میں کون سا امر مانع ہے جبکہ یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ عرب شاعری سے کس قدر متاثر ہوتے تھے اور ان میں شاعروں کو کس درجہ عزت و وقعت تھی، ثانیاً یہ ایک ایسی رسم ہے جس کی مثالیں یونانی ادب میں بھی ملتی ہیں چنانچہ وہ قصیدہ جو غنائی شاعری کے سربر آوردہ شاعر "بندار" نے ڈیگورس کی مدح میں کہا تھا اسے بھی لنوس میں لینتز کے معبد کی دیواروں پر آب زر سے لکھایا گیا تھا۔

---

[1] حریری نے درۃ الغواص میں یہ قصہ اسی طرح نقل کیا ہے لیکن اس میں ایک اشکال تو جاریۃ اسقیہ پر ہے کیونکہ ہشام شراب نوش نہیں تھا (الا یہ کہ اس کے سامنے صرف دوسروں نے پی ہو) دوسرا اشکال ان ہشاء ابعث الی یوسف بعمر الثقفی پر ہے کہ اس وقت یوسف مذکور والی عراق نہیں تھا بلکہ والی عراق خالد بن عبد اللہ القسری تھا جیسا کہ اہل تاریخ نے ذکر کیا ہے واللہ اعلم۔

سبعہ معلقہ کے سات قصیدوں کے کہنے والے شعراء امراؤ القیس، زہیر بن ابی سلمی، طرفہ بن العبد، لبید بن ربیعہ، عنترہ بن شداد، عمرو بن کلثوم، اور حارث بن حلزہ ہیں۔

پہلا قصیدہ...... ملک الشعراء ذو القروح امرؤ القیس حندج بن حجر بن عمرو کندی کا ہے جو نبی کریم ﷺ کی بعثت سے تقریبا چالیس سال قبل گزرا ہے (المنجد الاعلامی میں ہے کہ بیاسی سال قبل گذرا ہے) یہ معزز خاندان کا نجیب الطرفین بچہ تھا اس کا باپ بنو اسد کا بادشاہ اور شاہان کندہ کی نسل سے تھا اس کی ماں کلیب و مہلہل کی بہن تھی۔ امرو القیس کے معنی عبد الصنم کے ہیں امراء بمعنی عبد اور قیس بمعنی بت، اسی وجہ سے امام اصمعی اسکو امراء اللہ کہا کرتے تھے مگر صحیح یہ ہے کہ امراء بمعنی مرد اور قیس بمعنی شدت ہے۔

امرؤ القیس کا بچپن نہایت ناز و نعم میں گذرا۔ سرداری کے ماحول میں بڑھا۔ بعد میں اس کی عادتیں بگڑ گئیں اور مے نوشی، عشق بازی، کھیل کود اور شعر و شاعری میں لگ گیا آوارگی و دل لگی اپنا شیوہ بنایا اور مجد و سروری کے بلند کاموں میں حصہ لینے سے گریز کرنے لگا اسی لئے لقب ملک الضلیل ہو گیا تھا بد چلن ہو جانے کی وجہ سے باپ نے اسے گھر سے نکال دیا۔

یہ اپنے باپ کا سب سے چھوٹا لڑکا تھا گھر سے نکلنے پر اس نے آوارہ گردوں اور اوباشوں کے گروہ میں شرکت کر لی اور شدہ شدہ یہ یمن کے ایک علاقہ "دمون" میں پہنچا جہاں اسے اپنے باپ کے مرنے کی اطلاع ملی جسے بنو اسد نے اس کے ظالمانہ رویہ کی بنا پر قتل کر ڈالا تھا، باپ کی موت کی خبر سن کر امرؤ القیس نے کہا۔

تطاول الليل علينا دمون　　دمون انا معشر يمانون

وانا لا هلنا محبون

اس کے بعد کہنے لگا "ضيعني صغيرا و حملني دمه كبيرا لا صحو اليوم ولا سكر غدا اليوم خمر و غدا امر" میرے باپ نے کم سنی میں تو مجھے گھر سے نکال دیا اور بڑا ہونے پر اپنا خون مجھ سے اٹھوایا۔ آج ہوش نہیں اور کل نشہ نہیں آج شراب اور کل معاملہ کی بات۔" پھر اس نے یہ شعر کہا۔

خليلي ما في اليوم مصحى لشارب　　ولا في غداذ كان ما كان مشرب

اس کے بعد اس نے قسم کھائی کہ جب تک اپنے باپ کے عوض بنو اسد کے سو آدمیوں کو قتل نہ کر لوں اور سو کے سر مونڈ کر ان کو ذلیل نہ کر لوں اس وقت تک نہ گوشت کھاؤں گا نہ شراب پیوں گا نہ سر میں تیل ڈالوں گا رات کو جب تاریکی چھائی اور اس نے دور کہیں بجلی کوندتے دیکھی تو کہا۔

ارقت لبرق بليل اهل. يضئ سناه باعلى الجبل. اتاني حديث فكذبته[1]

بامر تزعزع منه القلل. بقتل بني اسد ربهم. الا كل شئ سواه جلل

اگلے روز اس نے اپنے منصوبہ کی تکمیل کیلئے اپنے ننہیالی خاندان بکر و تغلب سے مدد چاہی اور بنی اسد کی طرف کوچ کیا اور ان پر حملہ بول دیا۔ بنو اسد نے اس سے کہا کہ اپنے باپ کے عوض ان میں سے سو معزز آدمی بطور فدیہ قبول کر لے لیکن وہ نہ مانا اور جنگ پر مصر رہا تب بنو تغلب و بنو بکر نے بھی اس کا ساتھ چھوڑ دیا، ادھر منذر بن ماء سماء نے اپنی دیرینہ عداوت کی وجہ سے امراؤ القیس کا پیچھا لیا جس پر امراؤ القیس کی حامی جماعتیں منذر کے ڈر سے منتشر ہو گئیں اور اس کو کہیں پناہ نہ مل سکی بالآخر اس نے سموءل بن عادیا کی پناہ لی اس کے پاس اپنی زرہیں امانت رکھیں اور شمر غانی کے نام سفارشی خط لکھوایا تا کہ وہ اسے قیصر تک پہنچا دے اس زمانہ میں قیصر شاہ روم مقام قسطنطنیہ میں تھا جب امرؤ القیس اس

---

[1] میں اس بجلی کیلئے بیدار رہا جو رات میں کوندی اور اس کی روشنی پہاڑ کے بالائی حصے کو روشن کر رہی ہے مجھے ایک ایسی خبر پہنچی ہے جس سے پہاڑ کی چوٹیاں لرز جائیں لیکن میں نے اس کی تصدیق نہیں کی وہ خبر یہ ہے کہ بنو اسد نے اپنے آقا کو قتل کر دیا ہے یہ اتنی اہم خبر ہے کہ اس کے بعد تمام دوسری چیزیں بے وقعت اور حقیر ہیں۔

کے پاس پہنچا تو اس نے نہایت گرم جوشی اور احترام سے اس کو خوش آمدید کہا قیصر کا خیال تھا کہ وہ امر وٴالقیس کو اپنا بنا لے اس کے بعد عربوں میں وہ اپنی قوت بڑھا کر ایرانی حکومت کا زور توڑ سکے گا چنانچہ اس نے ایک بڑا لشکر امر وٴالقیس کے ساتھ روانہ کر دیا لیکن بعد میں خیال بدل جانے کی وجہ سے لشکر کو واپس بلا لیا، اسی اثنا میں امر وٴالقیس کسی جلدی بیماری میں مبتلا ہو گیا جس کی وجہ سے اس کے بدن میں زخم پڑ گئے اور گوشت گل گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب امر وٴالقیس لشکر لے کر چلا گیا تو طماح اسدی نے قیصر سے اس کے خلاف شکایتیں کر کے قیصر کو ورغلایا تاکہ وہ امر وٴالقیس سے اپنے باپ کے قتل کا بدلہ لے سکے، چنانچہ قیصر نے امر وٴالقیس کو ایک زہر آلود کار چوبی جوڑا بھیجا اس وقت امر وٴالقیس انقرہ پہنچ چکا تھا اس جوڑے کے پہننے کے بعد اس کی وہ حالت ہوئی جو اوپر مذکور ہوئی امر وٴالقیس کے مندرجہ ذیل اشعار سے اس قصہ کی تائید بھی ہوتی ہے۔

[1] لقد طمح الطماح من نحو ارضه . ليلبسني من دائه ماتلبسا . و بدلت قرحا داميا بعد صحته

فيالك نعمى قدتحولت ابوسا. فلوانها نفس تموت سريته ولكنها نفس تساقط انفسا

امر وٴالقیس بچپن ہی میں شعر کہنے لگا تھا، طبیعت کا تیز اور نہایت ذہین تھا اس کی شاعری میں الفاظ کی شوکت مشکل الفاظ کی کثرت، شعروں کی عمدہ بندش، ندرت خیال اور حسن تشبیہ پائی جاتی ہے مسلسل سفروں خطرات کے مقابلوں اور مختلف معاشروں میں اختلاط نے اس کے دماغ کو کھول کر تیز کر دیا تھا چنانچہ وہ نئے نئے معانی و مضامین پیدا کرتا، انوکھے اور جدید اسالیب اختیار کرتا تھا اس کی شہرت و برتری غیر معمولی ذہانت اور بلند مرتبہ کی وجہ سے اس کے زمانے کے بہت سے لوگوں کے اشعار بھی اس کی شاعری میں جگہ پا گئے ہیں کہتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا شاعر ہے جس نے محبوب کے کھنڈروں پر کھڑے ہونے اور رونے کی رسم ایجاد کی اس کی شاعری میں شاہی شوکت و سطوت، فقیرانہ تواضع و مسکنت، قلندرانہ مستی، بھپرتے شیر کی حمیت، آوارگی کی ذلت و بے حیائی، زخم خوردہ کے شکوے اور نالے سب ہی یکجا ملتے ہیں انہیں وجوہ کی بناء پر تمام ادباء کا اتفاق ہے کہ شعراء عرب میں کوئی شاعر امر وٴالقیس سے نہیں بڑھ سکا، اس کو ملک الشعراء اور اشعر الناس کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے، بعض روایات میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد منقول ہے "ان امرؤ القيس اشعر الناس وقائد هم الى النار وانه بيده لواء الشعر" نہج البلاغۃ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول نقل کیا ہے جس میں آپ نے امر وٴالقیس کو تمام شعراء پر ترجیح دی ہے لبید شاعر سے لوگوں نے پوچھا

سب سے بڑا شاعر کون ہے۔ لبید نے کہا الملک الضلیل (یعنی امر وٴالقیس) لوگوں نے کہا اس کے بعد کون ہے۔ لبید نے کہا الشاب القتیل (یعنی طرفہ) لوگوں نے کہا اس کے بعد کون ہے۔ لبید نے کہا الشیخ ابو عقل (یعنی لبید) فرزدق شاعر سے کسی نے پوچھا اشعر الناس کون ہے۔ فرزدق نے جواب دیا اشعر الناس وہ ہے جو یہ کہتا ہے۔

[2] ما ذرفت عيناك الاليضربي بسهيمك فى اعشار قلب مقعل

خلف کا قول ہے کہ میں نے امر وٴالقیس کے اس شعر سے زیادہ جامع شعر نہیں دیکھا۔

افادوجاد وساد وزاد وقاد وذاد وعاد و افضل

امر وٴالقیس جس طرح شعر و شاعری میں تمام جاہلی دور کے شاعروں کا امام و قائد تھا اسی طرح عشق بازی میں بھی سب سے پیش پیش تھا اپنی چچازاد بہن عیزہ سے عشق کرتا اور اس کی ملاقات کا مشتاق رہتا تھا، ایک مرتبہ قبیلہ کو سفر کا اتفاق ہوا

[1] طماح اپنے وطن سے اس لئے آیا کہ اپنی الجھن اور مصیبت مجھ پر ڈال دے اور میں صحت کے بعد خونی زخموں میں مبتلا ہو جاؤں افسوس اس نعمت و خوش حالی پر جو تکالیف و شدائد میں تبدیل ہو جائے اگر میری جان صرف ایک اکیلے آدمی ہی کی موت ہوتی تو کوئی مضائقہ نہ تھا لیکن یہ تو ایسی جان ہے جو بہت سی جانیں لے ڈوبے گی۔ ۱۲۔ [2] تیری دونوں آنکھیں اشکبار نہیں ہوئیں مگر صرف اس لئے کہ تو اپنی دونوں (نگاہوں کے) تیروں کو (میرے) شکستہ دل کے ٹکڑوں میں مارے۔ وقد اجتمع عند عبدالملك اشراف من الناس والشعراء فالهم عن ارق بيت قالته العرب فاجتمعوا على بيته وما ذرفت ۱۲ ۵ ۱

حسب دستور مردوں کا قافلہ آگے تھا مگر یہ خفیہ طور پر عورتوں کی جماعت کے ساتھ ہولیا جو مردوں سے پیچھے چل رہی تھیں راستہ میں ایک تالاب واقع ہوا جس کا نام دار جلجل تھا جب عورتیں وہاں پہنچیں تو مشورہ ہوا کہ نہانا چاہئے امرؤالقیس یہ معلوم کر کے کسی جگہ چھپ گیا۔ جب عورتیں کپڑے اتار کر تالاب میں داخل ہو گئیں تو اس نے تالاب کے کنارے سے ان کے کپڑے اٹھالئے اور ایک درخت پر چڑھ گیا۔ عورتیں غسل سے فارغ ہو کر تالاب سے باہر نکلیں تو کپڑے نہ پائے، تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ امرؤالقیس نے اٹھائے ہیں عورتوں نے کپڑوں کی واپسی پر اصرار کیا لیکن اس نے یہ شرط لگائی کہ ہر عورت اس کے سامنے برہنہ آئے۔ مجبوراً عورتیں برہنہ سامنے آئیں اس معلقہ میں اسی واقعہ کا بیان ہے جو اکیاسی اشعار پر مشتمل ہے جس کا آغاز "قفا نبک من ذکری حبیب و منزل" اھ سے ہے۔

امرؤالقیس نے ۵۶۰ھ میں وفات پائی اور جبل عسیب میں دفن ہوا ابن الکلبی کہتے ہیں کہ موت کی مدہوشی کے وقت اس کی زبان پر یہ کلمات رواں تھے رب خطبة مجرة وطعنة مسحنفرة وجفنة متعجرة تبقى غدا بانقرة کتنے فصیح بلیغ خطبے نیزوں کے تیز طعنے اور لبریز پیالے کل انقرہ میں رہ جائیں گے۔

دوسرا قصیدہ...... طرفہ بن عبد بن سفیان بکری کا ہے جو بلند پایہ شاعر، ہجو گوئی میں بڑا جری اور شریف الاصل تھا امرؤ القیس کے بعد شعراء عرب میں کوئی اس کے مثل نہ تھا۔ یہ یتیمی کی حالت میں پیدا ہوا تھا اور اس کے چچاؤں نے اس کی پرورش کی تھی لیکن انھوں نے تربیت میں لاپرواہی برتی اور اسے بے ادب اور بے ڈھنگا بنادیا چنانچہ یہ جوان ہوا تو بیکاری، آرام پرستی، کھیل کود اور مے نوشی کی عادت پڑ چکی تھی لوگوں کو بے آبرو کرنے کا چسکا لگ چکا تھا یہاں تک کہ جوانی کی ترنگ میں آکر اس نے شاہ عمرو بن ہند کی ہجو کہہ ڈالی حالانکہ یہ شاہ کی خوشنودی و عطیات کا محتاج تھا۔ طرفہ بچپن ہی سے نہایت ذہین وطباع، حساس و زود فہم تھا ابھی بیس برس کا بھی نہ ہوا تھا کہ شاعری میں کمال حاصل کر لیا اور اس کا شمار بلند پایہ شاعروں میں ہونے لگا کہتے ہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں جو پہلا شعر کہا وہ یہ تھا۔

خلالك الجو فبيضي اصفري ونقري ماشئت ان تقري

قد رفع الفخ فما ذاتحذري لابدبو ما ان تصادی فاصبری

طرفہ کا باپ بہت سامال چھوڑ کر مرا تھا اس کے چچاؤں نے مال تقسیم کرنے سے انکار کیا تو طرفہ نے کہا۔

ماتنظرون بمال وردة فيكم صغر البنون وربط وردة غيب

قديبعث الامر العظيم صغيره حتى تظل له الدماء تصبب

والظلم فرق بين حيى وائل بكر فسا قيها المناياتغلب

والصدق يألفه الكريم المرتجى والكذب يالفه المدنى الاخيب

لیکن عمرو بن کلثوم کی طرح اس کی شہرت بھی اس کے معلقہ کی وجہ سے ہوئی ممکن ہے اس کے اور بہت سے اشعار بھی ہوں جو راویوں کے علم میں نہ آسکے ہوں، کسی چیز کے وصف میں مبالغہ کو چھوڑ کر راست بیانی سے کام لینا اس کی خصوصیت ہے اس کے اشعار میں پیچیدہ ترکیبیں، نامانوس الفاظ اور مبہم مضامین پائے جاتے ہیں جو اس کے معلقہ سے ظاہر ہیں یہ معلقہ ایک سو پانچ اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے "لخولة اطلال ببرقة تهمداه" اس کی ابتداء تغزل سے ہے اس کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے طرفہ نے نہایت انوکھے انداز سے پینتیس شعروں میں اپنی اونٹنی کی تعریف کی ہے پھر اپنے ذاتی کمالات پر مشتمل فخریہ شاعری ہے جو نہایت پر مغز اور بلیغ ہے۔

طرفہ کو اس کی عین حالت شباب میں (یعنی چھبیس [1] سال کی عمر میں) قتل کرادیا گیا، جس کا واقعہ مفضل بن محمد

---

[1] اس کا ثبوت طرفہ کی بہن خرنق کے مرثیہ کے اشعار ہیں۔

عددناله ستاو عشرين حجت فلما توفا ها استوى سيدافخما

فجغابه لمارجونا ايابه على خير حال لاوليد اولاقحما (بقیہ اگلے صفحہ پر)

بن یعلی ضبتی نے یوں بیان کیا ہے کہ عبد عمر و بن مرشد قبیلہ کا سردار اور شاہ عمرو بن ہند کا مقرب تھا اور طرفہ کی بہن اس سے منسوب تھی بہن نے ایک روز شوہر کے متعلق اپنے بھائی طرفہ سے کوئی شکایت کی طرفہ نے بہنوئی کی ہجو میں کچھ اشعار کہہ دیئے جن میں سے دو شعر یہ ہیں۔

۱ ولاخیر فیه غیران له الغنے وان له کشحا اذا قام اهضما

تظل نساء الحي یعکفن حوله یقلن عیب من سرارة ملهما

یہ اشعار شاہ عمرو بن ہند تک پہنچ گئے اس کے بعد ایک روز بادشاہ عبد عمرو بشر کے ساتھ شکار کیلئے نکلا اور ایک گورخر شکار کر کے عبد عمر سے ذبح کرنے کیلئے کہا، عبد عمرو نے بہت کوشش کی مگر شکار قابو میں نہ آیا، بادشاہ نے یہ دیکھا تو ہنس کر کہا کہ طرفہ نے تیرے بارے میں صحیح کہا ہے اور ہجو یہ اشعار سنادیئے۔ اس سے پیشتر طرفہ عمرو بن ہند کی ہجو بھی کر چکا تھا۔ عبد عمرو نے بادشاہ سے اشعار سن کر عرض کیا حضور! طرفہ نے آپ کی شان میں جو کچھ کہا ہے وہ اس سے بھی سخت ہے اور وہ اشعار سنادیئے جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

۲ فلیت لنا مکان الملك عمرو رغوثا حول قبتنا تخور

بادشاہ کو یہ سنکر طیش آگیا اور کہنے لگا کہ اچھا وہ میرے بارے میں ایسا کہتا ہے فوراً بحرین میں معلّیٰ نامی شخص کو جو قبیلہ عبد قیس سے تعلق رکھتا تھا حکم لکھوادیا کہ وہ طرفہ کو قتل کردے اس پر بعض مشیر کاروں نے مشورہ دیا کہ متلمس پرانا گھاگ اور طرفہ کا دوست ہے طرفہ کے قتل کے بعد اس سے ہجو کا خطرہ ہے اس لئے دونوں کو قتل کرادیا جائے چنانچہ بادشاہ نے دونوں کو بلایا اور انکو دو سربند لفافے عامل بحرین کے نام دیئے جن میں دونوں کے قتل کا حکم تھا مگر ظاہر یہ کیا کہ ان خطوط میں تمہارے لئے انعام واکرام کا حکم ہے بادشاہ نے خود بھی ان کو اس وقت ہدیئے دیئے یہ دونوں سچ سمجھ کر روانہ ہو گئے مقام حیرہ میں پہنچے تو متلمس نے بادشاہ کے بے سبب اظہار کرم سے کھٹک کر طرفہ سے کہا کہ مجھے تو کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے، بلاوجہ یہ عزت واحترام نہیں ہے میں ایسا خط لے کر نہ جاؤں گا جس کے متعلق مجھے معلوم نہ ہو کہ اس میں کیا لکھا ہے طرفہ نے کہا تم بے وجہ بادشاہ کی طرف سے بدگمانی کرتے ہو ڈر کی کیا بات ہے اگر انعام ملا فبہا ورنہ واپس آجائیں گے لیکن متلمس نہ مانا اس نے خط کی مہر کھولدی اور اہل حیرہ میں سے ایک غلام سے پڑھوایا غلام نے خط دیکھ کر کہا تو متلمس ہے۔ اس نے جواب دیا ہاں! کہا بچ نکل ورنہ تیرے قتل کا حکم ہے متلمس نے خط لے کر نہر حیرہ میں پھینک کر کہا۔

القیتها بالثنی من جنب کافر کذلك اقنی کل قط مضلل

رضیت لها بالماء لما رائیتها یجود بها التیار فی کی جدول

نیز طرفہ سے کہا کہ یقین کر بخدا جو میرے خط کا مضمون ہے، وہی تیرے خط کا ہے طرفہ نے کہا یہ ضروری نہیں کہ تیرے لئے حکم قتل ہو تو میرے لئے بھی ہو طرفہ نے جب متلمس کا کہنا نہ مانا تو وہ فوراً واپس ہو گیا اور طرفہ عامل بحرین کے پاس خط لے کر پہنچا۔ عامل نے کہا طرفہ! سن تو ایک شریف الاصل انسان ہے علاوہ ازیں تیرے خاندان والوں سے میرے اچھے تعلقات ہیں مجھ کو تیرے قتل کا حکم دیا گیا ہے بس ابھی بھاگ نکل ورنہ اگر خط کھول لیا گیا تو سوائے قتل کے اور کوئی چارہ نہ ہو گا لیکن طرفہ اب بھی نہ مانا اور یہ خیال کیا کہ عامل انعام دینے سے بچنے کیلئے ایسا کہہ رہا ہے۔ بہر حال خط پڑھا گیا اور طرفہ کی خواہش کے مطابق پہلے اس کو شراب پلا کر مست بنادیا گیا اور پھر قتل کر دیا گیا۔

اس کی عمر چھبیس سال کی ہوئی تھی اور وہ کر انقدر سردار ہو گیا تھا اسکی موت کا صدمہ ہمیں اس وقت پہنچا جب ہم یہ امید کر رہے تھے کہ وہ بخیر و عافیت واپس آئے گا اور اس وقت جب وہ نہ تو لڑکا تھا نہ سن رسیدہ تھا۔"

۱ اس میں بجز اس کے کوئی بھی خوبی نہیں کہ وہ مالدار ہے اور اس کمر نازک ہے ہے قبیلہ کی عورتیں اس کے ارد گرد چکر لگاتے ہوئے کہتی ہیں کہ لمبی کھجور کی شاخ ہے۔

۲ کاش کہ عمرو بن بادشاہ کے بجائے جو کہ ہمارے خیموں کے آس پاس بڑابڑاتا پھرتا ہے کوئی دوسرا بادشاہ ہوتا۔ ۱۲

تیسرا قصیدہ......زہیر بن ابی سلمی ربیعہ بن رباح مزنی کا ہے جو نبی کریم ﷺ کے عہد سے کچھ پہلے گذرا ہے اس نے اپنے باپ کے رشتہ داروں (بنو غطفان) میں تربیت پائی اور ایک زمانہ تک اپنے باپ کے ماموں شامہ بن عذیر کی صحبت میں رہا جو صاحب فراش مریض تھا اور اس کے کوئی اولاد نہ تھی وہ نہایت دانشمند شخص تھا اصابت رائے، بلند پایہ شعری اور کثرت مال کی وجہ سے وہ ناموری حاصل کر چکا تھا چنانچہ زہیر نے شاعری میں اس کی خوشہ چینی کی اس کے علم و حکمت سے متاثر ہوا جس کا بین ثبوت اس کی شاعری کے وہ جواہر حکمت مہم پہنچاتے ہیں جن سے اس نے اپنی شاعری کو مرصع کیا ہے۔

یوں بھی شاعری میں یہ خانوادہ ممتاز حیثیت رکھتا تھا، زہیر کا باپ ربیعہ، اس کی دونوں بہنیں سلمی اور خنساؤ دونوں لڑکے کعب اور بجیر (جو مسلمان ہوگئے تھے) قابل ذکر شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں اور یہ ایسی خصوصیت ہے جو زمانہ جاہلیت میں اولاد زہیر اور زمانہ اسلام میں اولاد جریر کے سوا کسی دوسرے شاعر کو میسر نہیں، زہیر ان شاعروں میں سے ایک ہے جنہیں مدح، کہاوتیں، اور حکیمانہ مقولے نظم کرنے میں کامل دسترس حاصل تھی نیز یہ جاہلیت کے تین مایہ ناز شعراء میں سے ایک ہے بلکہ بعض لوگ تو اسے نابغہ ذبیانی اور امرؤالقیس سے بھی بڑھاتے ہیں چنانچہ قدامہ بن موسی جو بہت اونچے عالم شاعر ہیں وہ زہیر کو تمام شعراء پر مقدم کرتے ہیں اور اس کے اس قول کو بے حد پسند کرتے ہیں۔

قدجعل المبتغون الخیر فی ھرم — والسائلون الی ابوابہ طرقا

من یلق یوما علی علاتہ ھرما — یلق السماحت فیہ والندی خلقا

اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا کلام غریب الفاظ پیچیدہ عبارت، بیہودہ خیالات اور فحشیات سے منزہ اختصار جامعیت نیز راست گفتاری اور حکمت سے پر ہونے کے باعث دیگر شعراء کے کلام سے ممتاز ہے حضرت عمر بن الخطاب سے منقول ہے کہ آپ نے لوگوں سے کہا تم اپنے سب سے بڑے شاعر کا شعر سناؤ، لوگوں نے کہا وہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا زہیر، لوگوں نے پوچھا یہ کس لئے۔ آپ نے فرمایا "کان لایعاظل بین القول ولا تلیع حوشی الکلام ولایمدح الرجل الابما ھو فیہ" کہ نہ اس کی بات میں تعقید و پیچیدگی ہوتی ہے اور نہ یہ نادر و غریب کلام کو جگہ دیتا ہے نیز یہ ہر شخص کی تعریف انہیں اوصاف کے ساتھ کرتا ہے جو اس میں موجود ہوتے ہیں وھو القائل

اذا ابتدرت قیس بن غیلان غایتہ — من المجدمن یسبق الیھا یسود

سبقت الیھا کل طلق مبرز — سبوق الی الغایات غیر مخلد

فلو کان حمد یخلد الناس لم تمت — ولکن حمد المرلیس بمخلد

عکرمہ بن جریر کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا: اشعر الناس کون ہے۔ انھوں نے کہا کہ دور جاہلیت میں یا دور اسلام میں۔ میں نے کہا دور جاہلیت میں، انھوں نے کہا دور جاہلیت میں اشعر الناس زہیر ہے۔ میں نے کہا اچھا دور اسلام میں۔ انھوں نے کہا دور اسلام میں اشعر الناس فرزوق ہے، میں نے کہا اخطل کس درجہ میں ہے۔ انھوں نے کہا اخطل شہنشاہوں کی تعریف خوب کرتا ہے اور شراب کا بہت اچھا نشہ کھینچتا ہے۔

ایک مرتبہ عبدالملک نے شعراء کی ایک جماعت سے کہا سب سے زیادہ پر مدح شعر بتاؤ تو تمام شعراء نے بالاتفاق زہیر کا یہ شعر پیش کیا۔

تراہ اذا ماجئتہ متھللا — کانک تعطیہ الذی انت سائلہ

زہیر بڑی دماغ سوزی اور غور و فکر کے بعد شعر کہتا تھا اس کے قصیدے حولیات یعنی یکسالہ کاوشوں کے نتیجے کہلاتے ہیں کہا جاتا ہے کہ یہ ایک قصیدہ چار مہینہ میں نظم کرتا، پھر چار ماہ تک اسے کاٹ چھانٹ کر درست کرتا، اس کے بعد چار ماہ تک اساتذہ فن کے سامنے پیش کرتا اور عوام میں ایک برس سے قبل اسے پیش نہیں کرتا تھا زہیر دولت و ثروت کے باوجود

خوش اخلاق، نرم مزاج، بردبار، صائب الرائے، پاکباز، صلح پسند خدا اور روز قیامت پر کامل ایمان رکھنے والا تھا، اس کے معلقہ کے ان اشعار سے اس امر کا ثبوت مہیا ہوتا ہے۔

[1] فلاتکتمن الله مافی صدورکم ... لیخفی ومهما یکتم الله یعلم

یوخر فیوضع فی کتاب فیدخر ... لیوم حساب اویعجل فینقم

اس کا معلقہ پینسٹھ اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے "امن ام اونی دمنة الخ" اس میں اس نے حارث بن عوف بن ابی حارثہ مری اور ہرم بن سنان بن ابی حارثہ مری کی تعریف کی ہے کیونکہ انھوں نے قبیلہ عبس وذبیان کے مابین صلح کو پایہ تکمیل تک پہنچایا تھا اور دیت کا تمام بار (تین ہزار اونٹ) اپنے سر لے لیا تھا۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عبسی شخص ورد بن حابس نامی نے ہرم بن ضمضم کو جنگ عبس وذبیان میں صلح ہونے سے قبل قتل کر دیا تھا اس کے بعد دونوں قبیلوں میں صلح ہوگئی مگر ہرم بن ضمضم کا بھائی حصین بن ضمضم صلح میں شامل نہ ہوا اور یہ قسم کھائی کہ جب تک اپنے بھائی کے قاتل یا بنی عبس میں سے خاص بنی غالب کے کسی شخص کو قتل نہ کرلوں اپنا سر نہ دھوؤں گا، حصین بن ضمضم کے اس عہد کی کسی کو خبر نہ ہوئی اس کے بعد ایک عبسی شخص اس کے ہاں بطور مہمان آیا، حصین نے اس سے یہ دریافت کر کے کہ وہ عبسی خاندان سے ہے اور بنو غالب سے منسوب ہے قتل کر دیا اس واقعہ کی خبر حارث بن عوف اور ہرم بن سنان کو ملی تو ان پر بہت شاق گذرا اور بنی عبس کو خبر ہوئی تو وہ آمادہ جنگ ہو کر حارث کی طرف روانہ ہوگئے حارث نے ان کے آمادہ پیکار ہونے کی خبر سن کر پوری دیت (خون بہا) اور اپنا بیٹا ان کے پاس بھیج دیا اور قاصد کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ دیت میں اونٹ لینا پسند کرتے ہو یا قصاص میں میرے بیٹے کا قتل۔ ربیعہ بن زیاد نے قوم کو حارث کا یہ پیغام سنا دیا بنی عبس نے کہا کہ نہیں! ہم اونٹ لے کر باہم صلح کرنے کیلئے آمادہ ہیں اس طرح یہ صلح پایہ تکمیل کو پہنچی۔

ان لوگوں کی عالی ظرفی سے زہیر بہت متاثر ہوا چنانچہ اس نے اپنے مشہور معلقہ کے ذریعہ ان کی مدح کی اور بعد میں بھی برابر ہرم بن سنان کی مدح میں لمبے لمبے قصیدے کہتا رہا، ہرم بن سنان نے بھی قسم کھائی تھی کہ زہیر جب بھی اس کی مدح میں کچھ کہے گا یا اس سے کچھ طلب کرے گا یا اس کو دعا سلام سے یاد کرے گا تو وہ اسے ایک غلام یا باندی، یا گھوڑا ضرور بخشے گا یہاں تک کہ زہیر اس کی بے شمار بخششوں کو قبول کرتے کرتے شرما گیا اور بعد میں جب وہ ہرم کو کسی مجمع میں دیکھتا تو کہتا ہرم کے سوا تم سب بخیر رہو اور مبارک دن گذارو، پھر کہتا کہ جس کو میں نے دعا میں شریک نہیں کیا ہے وہ تم سب سے بہتر ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب نے ہرم کے کسی لڑکے سے کہا اپنے باپ کی تعریف میں زہیر کے کچھ اشعار تو سناؤ جب وہ کچھ اشعار سنا چکا تو حضرت عمر ﷺ نے کہا زہیر تم لوگوں کی تعریف میں خوب شعر کہتا تھا لڑکے نے کہا بخدا ہم لوگ اس کو دیتے بھی خوب تھے، حضرت عمر ﷺ نے کہا تم نے اسے جو کچھ دیا تھا وہ تو ختم ہو چکا اور اس نے جو کچھ تم کو دیا ہے وہ باقی ہے زہیر نے سو سال سے زیادہ طویل عمر پائی جیسا کہ اس کے شعر سے معلوم ہوتا ہے۔

بدا لی انی عشت تسعین حجة ... تباعا وعشرا عشتها وثمانیا

یعنی مجھ پر یہ ظاہر ہو چکا کہ میں لگاتار نوے سال پھر دس سال اور آٹھ سال (ایک سو آٹھ برس) زندہ رہ چکا ہوں اس نے ہجرت سے گیارہ سال قبل وفات پائی۔

چوتھا قصیدہ...... ابو عقیل لبید بن ربیعہ بن مالک بن جعفر بن کلاب عامری کا ہے جو نجیب النسل، شریف النفس بڑا فیاض، نہایت دانا اور پیکر مہر و مروت تھا طبیعت میں شجاعت سخاوت اور جسارت بہت زیادہ تھی یہی وہ اخلاق و جذبات ہیں جو اس کی شاعری میں رواں دواں نظر آتے ہیں۔

---

[1] خدا سے اپنے دلوں کا حال چھپانے کی کوشش مت کرو کیونکہ اس پر تو ہر پوشیدہ چیز آشکارا ہے اگر اسے بدلہ لینے میں تاخیر منظور ہوتی ہے تو عمل نامہ میں لکھ کر قیامت کے دن پر ملتوی کر دیتا ہے اور اگر تعجیل منظور ہوتی ہے تو دنیا ہی میں بدلہ لے لیا جاتا ہے ۱۲

اس نے جود و سخا اور جنگی ماحول میں پرورش پائی، اس کا باپ ربیعہ پریشانی حال لوگوں کا ملجا وماوی تھا اس کا چچا عامر بن مالک "ملاعب الاسنۃ" (نیزوں سے کھیلنے والا) قبیلہ مضر کا نامور بہادر اور شہسوار تھا، نابغہ ذبیانی نے لبید کے بچپن ہی میں کہہ دیا تھا کہ یہ بچہ بنو ہوازن میں سب سے بڑا شاعر ہوگا۔

اس کی شعر گوئی کا حقیقی سبب یہ ہے کہ ان کے قبیلہ اور بنی عبس میں نسلی عداوت تھی اتفاق سے یہ دونوں قبیلے نعمان بن منذر کے دربار میں حاضر ہوئے بنو عبس ربیع بن زیاد کے زیر قیادت تھے اور عامری لوگ ان کے چچا ملاعب الاسنۃ کی سرداری میں۔ ربیع بن زیاد جو عبس (لبید کے ننھیالی خاندان) کا سردار اور نعمان بن منذر کا ہم پیالہ اور ہم نوالہ تھا اس نے پہلے ہی بنو عامر (لبید کی قوم) کا برے الفاظ میں تذکرہ کر کے نعمان کو ان کے خلاف بھڑکا دیا چنانچہ جب وفد بنو عامر بادشاہ کے دربار میں پہنچا تو بادشاہ نے ان کو بلندی مقام نہ دیا بلکہ ان سے بے رخی برتی جس سے قبیلہ کی بڑی تحقیر ہوئی اور اس بدسلوکی سے بنو عامر کو سخت صدمہ ہوا اور یہ لوگ پشیمان ہو کر دربار سے واپس ہوئے لبید اس وقت کم سن تھا اس نے حالات دریافت کئے لیکن اس کے بچپن کی وجہ سے کسی نے حالات نہ بتائے مگر اس نے اصرار کر کے حالات دریافت کئے اور وفد سے کہا کہ کل مجھے بھی دربار میں ساتھ لے جانا میں ربیع کی ایسی سخت ہجو کہوں گا کہ وہ تمام عمر بادشاہ کو منہ نہ دکھا سکے گا، لوگوں نے کہا ہجو کہنے سے پہلے ہم تمہاری قوت بیان کا امتحان لیں گے۔" اس نے کہا وہ کیسے۔ لوگوں نے کہا پہلے تم اس بوٹی کی برائیاں بیان کرو، اس وقت ان کے سامنے ایک باریک شاخوں، کم پتوں والی زمین پر بچھی ہوئی "تربہ" نام کی ایک بوٹی تھی لبید نے برجستہ کہنا شروع کیا کہ یہ بوٹی نہ آگ میں جلانے کے کام آتی ہے نہ گھر میں لگائی جاتی ہے نہ کسی کیلئے مسرت کا باعث ہے نیز اس کی لکڑی کمزور ہوتی ہے اس کے فوائد بہت کم ہیں شاخیں چھوٹی چھوٹی، چاروں میں سب سے بدتر چارہ اور مشکل سے اکھڑنے والی ہے اس پر لوگوں نے لبید کو ہجو گوئی کی اجازت دیدی چنانچہ اس نے ایک بہت تیز چبھتی ہوئی ہجو یہ رجز کہی جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے "مهلا ابيت اللعن لاتاكل معه" بادشاہ سلامت! ذرا ٹھہریئے، خدا آپ کو بلند اقبال عطا کرے اس کے ساتھ کھانا نہ کھائیے۔ اس رجز کو سننے کے بعد نعمان بن منذر، ربیع سے دل برداشتہ ہو گیا، اسے اپنے دربار سے نکال دیا اور بنو عامر کو اعزاز و احترام سے نواز کر اپنا مقرب بنالیا، کہتے ہیں کہ لبید کی یہی وہ پہلی رجز تھی جو اس کی شہرت کا باعث بنی، بعد ازاں لبید عمدہ قطعات اور طویل منظومات کہتا رہا یہاں تک کہ جب دنیا میں نور نبوت ظاہر ہوا اور آنحضرت ﷺ نے قبائل کو اسلام کی دعوت دی تو یہ بھی اپنے قبیلہ کے ہمراہ دربار نبوی میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے نہایت پاکباز انسان بنے قرآن پاک حفظ کیا اور شعر و شاعری کو بالکل ترک کر دیا فرمایا کرتے تھے کہ اب ہمارے لئے شاعری کے بجائے قرآن کافی ہے ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا "انشدنی من شعرک" اپنے کچھ اشعار سناؤ تو انھوں نے سورۂ بقرہ کی تلاوت کی اور کہا اب میں شعر نہیں کہہ سکتا کیونکہ حق تعالی نے مجھے سورۂ بقرہ سکھادی ہے اس پر حضرت عمر نے دو ہزار کے عطیہ میں پانچ سو کا اضافہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اسلام لانے کے بعد صرف ایک ہی شعر کہا تھا جو بقول ابو الیقظان یہ ہے۔

الحمدلله اذلم یاتنی اجلی حتی کسانی من الاسلام سربالا

خدا کا ہزار ہا شکر ہے کہ اس نے مجھے جامہ اسلام سے ملبوس کئے بغیر نہیں مارا، بعض حضرات نے یہ شعر ذکر کیا ہے۔

ماعاتب المراء الكريم كنفه والمر يصلحه الجليس الصالح

یہی وجہ ہے کہ آپ اسلام کے بعد طویل عمر پانے کے باوجود جاہلی شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔

اربد بن قیس جو عامر بن الطفیل کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تھا یہ لبید کا ماں شریک بھائی تھا نبی کریم ﷺ نے اس کے حق میں بددعا فرمائی تھی جس کے نتیجہ میں اس پر بجلی گری اور اس نے اس کو جلا ڈالا بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ آیت ویرسل الصواعق فیصیب بها من یشاء" اسی کے حق میں نازل ہوئی ہے لبید کے اشعار ذیل اسی سے متعلق ہیں۔

اخشی علی اربد الحتوف ولا ارهب نوء السماك والاسد

فجعنی الر عدوا الصواعق بالفارس عند الكريهت النجد

وفیہ یقول۔ بلینا وماتبلی النجوم الطوالع. وتبقی الدیار بعدنا والمصانع

وقد كنت فی اكناف جار مضنته نفارقنی جار باربد نافع. فلا جزع ان فرق الدهر بيننا

فكل امرمنی یوما به الدهر فاجع وما الناس الا كالديار واهلها. بهایوم حلوها وعذوا بلاقع

وما المرء الا كالشهاب وضونه بحور وما وابعد ماهو ساطع. وما المال والا هلون الادوائع

ولا بدیو ما ان تروا لودائع وما الناس الاعاملان فعامل. تبير ما يبنی وآخر رافع

فمنهم سعيد آخذ بنصيبه ر منهم شقی بالمعيشت قانع. اليس ورائی ان تراخت منيتی

لزوم العصا تحنی عليها الصابع اخبر اخبار القرون التی مضت. ادب كافی كلما قمت راكع

فاصبحت مثل السيف اخلق جفنه تقادم عبدالقين والسيف قاطع. فلا تبعدن ان المنيت موعد

علينا فدان للطلوع وطالع اماذل مايدريك الاتظنها. اذارحل السفارمن هوراجع

اجزع مما احدث الدهر بالفتی. وای كريم لم تصبه القوارع

لبید کی شاعری فخریہ شاعری اور شرافت وکرم کا مرقع ہے اس کی نظم کی عبارت پر شوکت اور الفاظ کی ترتیب خوشنما ہے جس میں بھرتی کے الفاظ نہیں ہیں نیز وہ حکمت عالیہ وموعظت حسنہ اور جامع کلمات سے مزین ہے ہمارا خیال ہے کہ مرثیہ نگاری اور صابر ومحزون کے جذبات کی عکاسی کے لئے جو مناسب الفاظ اور پر اثر اسلوب آپ اختیار کرتے ہیں اس میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، آپ ہی سب سے پہلے شاعر ہیں جس نے چاگلوں کو بطوں سے تشبیہ دی حیث قال۔

تضمن بيضا كالا وزظر وفها اذا انا قوا اعناقها والحواصلا

لبید کا معمول تھا کہ جب پورب کی ہوا چلتی تھی تو عام مہمانی کرتا تھا جس میں سیکڑوں اونٹ ذبح کرتا تھا بڑھاپے میں جب دولت کی طرف سے تنگی ہوئی تو یہ معمول قضا ہونے لگا۔ ولید بن عقبہ کو خبر ہوئی تو اس نے سو اونٹ بھیج دیئے کہ معمول میں فرق نہ آنے دو، لبید نے اپنی لڑکی سے کہا کہ اس شخص نے میرے ساتھ احسان کیا ہے لیکن اب مجھ سے شعر نہیں کہے جاتے میری طرف سے تو شکریہ کے اشعار کہہ دے، اس پر لڑکی نے یہ اشعار کہے۔

اذاهبت رياح ابی عقيل. دعونا عند هبتها الوليدا اعز الوجه ابيض عبشميا

اعان علی مرونطبيدا. اباوهب جزاك الله خيرا نحرنا ها واطعمنا الثريدا

آخری شعر یہ تھا

فعدان الكريم له معاد. وظنی بابن اروی ان يعودا

(ترجمہ) دوبارہ بھی ایسی ہی فیاضی کر کیونکہ شریف آدمی بار بار فیاضی کرتے ہیں اور گمان ہے کہ تو ایسا ہی کرے گا۔
چونکہ اس شعر میں اظہار حاجت تھا اس لئے لبید نے بیٹی سے کہا کہ اور شعر بہت اچھے ہیں لیکن آخری شعر غیرت کے خلاف ہے۔

آپ کا معلقہ تو اسی اشعار پر مشتمل ہے جسکے الفاظ پر زور ہیں اور اسلوب پختہ، وہ بدوی زندگی اور بدویوں کے اخلاق وعادات کی منہ بولتی تصویر ہے اسکے ساتھ ساتھ اس میں عاشقوں کی شوخیوں اور اولوالعزم لوگوں کے بلند مقاصد کا وصف بھی ہے۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں جب شہر کوفہ بسایا گیا تو حضرت لبید یہیں اقامت پذیر ہو گئے تھے ایک سو تیس سال کی عمر پا کر اوائل خلافت معاویہ ۴۱ھ میں وفات پائی اور صحراء بنی جعفر بن کلاب میں مدفون ہوئے تاریخ الادب العربی میں مدت

عمر ایک سو پینتالیس برس اور الشعر والشعراء میں ایک سو ستاون ۱۵۷ برس لکھی ہے خود حضرت لبید کا شعر ہے۔

ولقد سئمت من الحیاۃ وطولہا وسوال ھذا الناس کیف لبید

یعنی حقیقت یہ ہے کہ میں زندگی اور اس کے طول سے اکتا گیا ہوں اور لوگوں کے بار بار یہ پوچھنے سے (تنگ آگیا ہوں) کہ لبید کا کیا حال ہے۔

پانچواں قصیدہ...... عمرو بن کلثوم بن مالک تغلبی کا ہے جو زمانہ جاہلیت کے شعراء میں سے ہے، اس نے جزیرہ فرات میں قبیلہ تغلب کے معزز و باحسب لوگوں میں پرورش پائی، جوان ہوتے پر بڑے لوگوں کی طرح خوددار، غیور، بہادر اور فصیح و خوش گفتار ہوا، ابھی پندرہ برس کا بھی نہ ہونے پایا تھا کہ اپنی قوم میں معزز اور قبیلہ کا سردار بن گیا۔

بسوس کی وجہ سے بکر و تغلب (کے دو خاندانوں) میں لڑائیاں ہوتی تھیں ان میں یہی روح رواں تھا جس نے پوری مستعدی و جانبازی سے ان لڑائیوں میں کارہائے نمایاں انجام دیئے بالآخر دونوں قبیلوں نے متفقہ طور پر آل منذر کے شاہان حیرہ میں سے ایک بادشاہ عمرو بن ہند کے ہاتھ پر صلح کرلی۔ مگر یہ صلح کچھ زیادہ مدت تک باقی نہ رہی اور جلد ہی ان کے سرداروں میں پھوٹ پڑ گئی ان کی رگ حمیت پھڑکنے لگی یہاں تک کہ انہوں نے عمرو بن ہند کے دربار ہی میں جھگڑنا شروع کردیا بکر قبیلہ کا مشہور شاعر حارث بن حلزہ کھڑا ہوا اور اس نے اپنا شہرہ آفاق معلقہ پڑھ کر سنایا جس کی وجہ سے شاہ کی نظر عنایت اس کی قوم کی طرف ہوگئی حالانکہ وہ پہلے تغلبیوں کا طرف دار تھا اس پر عمرو بن کلثوم شاہ سے ناراض ہو کر وہاں سے چلا گیا۔

اس کے متعلقہ (قصیدہ) کے کہنے کا محرک یہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ شاہ عمرو بن ہند نے اپنے مقربین اور خاص درباریوں سے دریافت کیا کیا آج عرب میں تم کوئی ایسا شخص بتا سکتے ہو جس کی ماں میری ماں کی خدمت کرنا باعث ذلت و عار سمجھے۔" انھوں نے جوب دیا کہ عمرو بن کلثوم جس کے متعلق "اعز من کلیب" (کلیب سے بھی زیادہ باعزت ہے) کی مثل مشہور ہے اس کی ماں کیلئے بنت مہلہل کے سوا ہمیں ایسی کوئی عورت نظر نہیں آتی کیونکہ اس کا باپ مہلہل بن ربیعہ ہے، چچا کلیب بن وائل اعز العرب ہے شوہر کلثوم بن عتاب عرب کا جوانمرد شہسوار ہے اس کا بیٹا عمرو بن کلثوم بنی تغلب کا واحد و مایہ ناز سردار ہے شاہ نے یہ معلوم کر کے برائے آزمائش عمرو بن کلثوم کے نام پیغام بھیجا کہ میں آپ سے ملاقات کا متمنی ہوں نیز میری والدہ آپ کی والدہ سے ملاقات کا اشتیاق رکھتی ہیں اگر ہم دونوں کی یہ آرزو ایک ساتھ پوری ہو جائے تو بہت مناسب ہوگا۔

چنانچہ عمرو بن، کلثوم نے شاہ کا یہ پیغام سنکر اپنے ہمراہ سرداران بنی تغلب اور والدہ کے ساتھ قبیلہ کی شریف عورتیں لیں اور جزیرہ سے شاہ کی ملاقات کیلئے دربار میں حاضر ہوا۔ شاہ نے فرات و حیرہ کے درمیان شامیانے تنوائے اپنی حکومت کے امراء و روٴساء کو مدعو کیا اور وہ سب وہاں جمع ہوگئے عمرو بن کلثوم شاہ کے پاس تخت پر بیٹھا اور اس کی والدہ شاہ کی والدہ کے خیمہ میں فروکش ہوئی شاہ عمرو بن ہند نے اپنی والدہ کو پہلے ہی سکھادیا تھا کہ عمرو بن کلثوم کی والدہ سے کوئی خدمت لینا۔

چنانچہ اس نے باتوں باتوں میں لیلے سے کہا: ذرا مجھے یہ طبق (سینی) اٹھا دیجئے، لیلی نے عزت و وقار برقرار رکھتے ہوئے کہا، جس کو ضرورت ہو خود اٹھالے، شاہ کی والدہ نے دوبارہ تقاضا کیا اس پر لیلے نے "واذلاہ یا تغلب" (وائے ذلت بنی تغلب کی دہائی) کا پرزور نعرہ لگایا، یہ الفاظ سنتے ہی عمرو بن کلثوم جو شاہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا سمجھ گیا کہ ضرور والدہ کی تحقیر ہوئی ہے اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا چنانچہ وہ نہایت غضب ناک و خشم آگیں اور برافروختہ ہو کر اٹھا، شاہ کی تلوار جو قریب میں ہی لٹکی ہوئی تھی (اور اس کے علاوہ کوئی تلوار وہاں موجود نہ تھی کھینچ کر شاہ کے سر پر ماری اور اس کو وہیں بھرے دربار میں قتل کردیا اور اپنی جماعت کو شاہ کا گھر لوٹ لینے کا حکم دیدیا چنانچہ شاہ کا سارا ساز و سامان اور تمام اونٹ لوٹ لئے گئے اور عمرو بن کلثوم وہاں سے فوراً جزیرہ واپس چلا گیا۔

عمرو بن کلثوم کا پورا گھرانہ بڑا بہادر اور نہایت جری تھا چنانچہ عمرو بن کلثوم کے لڑکے عتاب نے بشر بن عمرو بن

عدس کو قتل کیا اور اس کے بھائی مرہ بن کلثوم نے منذر بن النعمان بن المنذر کو قتل کیا، اسی لئے اخطل کہتا ہے۔

ابنی کلیب ان عمی اللذا قتلا الملوك وفككا الا غلالا

اور فرزدق کہتا ہے

ماضر تغلب وائل اهجوتها ام بلت حيث تناطح البحران

قوم همو قتلوا ابن هند عنوة عمراوهم قسطوا على النعمان

عمرو بن کلثوم برجستہ گو شاعر تھا، اس کا طرز بیان اور مضمون نہایت پاکیزہ اور بلند ہوتا تھا، یہ کم گو شعراء میں سے ہے اس نے شاعری کی بہت سی صنفوں میں طبع آزمائی نہیں کی نہ اپنی فطری قابلیت کو آزاد چھوڑا اور نہ اپنی خداداد طبیعت کے سامنے سر تسلیم خم کیا، اس کی شاعری کی کل کائنات ایک تو یہی مشہور معلقہ ہے باقی کچھ دوسرے قطعات ہیں جن کا موضوع معلقہ کے موضوع سے ہٹا ہوا نہیں ہے۔

معلقہ ایک سو تین اشعار پر مشتمل ہے جو اس نے شاہ عمرو بن ہند کو قتل کرنے کے بعد جزیرہ واپس آکر کہا تھا پہلا شعر یہ ہے۔ "الاھبی بصحنک فاصبحینا" اس کی ابتداء تغزل اور ذکر مے سے ہے پھر عمرو بن ہند کے ساتھ جو کچھ گذرا اس کا بیان ہے ساتھ ہی اپنی اور اپنی قوم کی عزت و بڑائی کا فخریہ تذکرہ ہے اس کا ایک ایک شعر جوش و غیرت، حمیت و آزادی اور دلیری و فخر کے صاعقہ کی گرج ہے اسی میں کہتا ہے۔

الا لا يجهلن احد علينا فنجهل فوق جهل الجاهلينا

اذا بلغ الفطام لنا صبى تخرله الجبابر ساجدينا

ہاں دیکھو کوئی ہم سے جہالت نہ کرے ورنہ ہم جاہلوں سے بڑھ کر جاہل ہیں، جب ہمارا کوئی بچہ دودھ چھوڑتا ہے تو بڑے بڑے جبار اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑتے ہیں۔ یہ قصیدہ اولاً عکاظ کے میلے میں اور ثانیاً موسم حج کے موقعہ پر مکہ میں بڑے زور و شور اور جوش و خروش سے پڑھا گیا خاص طور پر خاندان تغلب کے ہر خورد و کلاں میں اس قصیدہ کو بڑی مقبولیت حاصل ہوئی، انھوں نے اس کو ورد زبان کیا، خوب گایا اور عوام میں پھیلایا، اس کی شہرت و مقبولیت کو دیکھتے ہوئے ایک شاعر نے کہا ہے۔

الهى بنى تغلب عن كل مكرمت[1] قصيدة قالها عمرو بن كلثوم

يفاخرون بها مذكان اولهم يالل رجال لشعر غير مسؤم

عمرو بن کلثوم نے چھٹی صدی عیسوی کے اواخر میں وفات پائی۔

چھٹا قصیدہ...... ابو المغلس عنترہ بن شداد عبسی کا ہے اس کا نسب بعض نے عنترہ بن عمرو بن شداد ضبط کیا ہے اور بعض نے عنترہ بن شداد بن عمرو بن معاویہ، شیخ کلبی کہتے ہیں کہ شداد اس کا دادا ہے اور یہ اس کے باپ کے نام پر غالب آگیا دوسرے حضرات کا خیال ہے کہ شداد اس کا چچا ہے جس نے اس کے باپ کے انتقال کے بعد اس کی کفالت کی تھی اس کا باپ شریف النسل تھا اور ماں زبیبہ نامی ایک حبشن باندی تھی، اس کا شمار عرب کے بدنسلوں اور غیر عمریوں میں ہوتا ہے یہ خود سیاہ فام اور بدشکل تھا ہونٹوں کے کھلے رہنے کی وجہ سے اس کا لقب "الفلحاء الشفتین" پڑ گیا تھا مگر اس کے فخر کیلئے یہ امر کافی ہے کہ اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "عنترہ کے سوا کسی اعرابی کے اوصاف ایسے بیان نہیں کئے گئے جن کو سنکر میرے دل میں اس کی ملاقات کا جذبہ پیدا ہو گیا ہو۔

جب یہ پیدا ہوا تو اس کے باپ نے جاہلی دستور کے مطابق اپنے ساتھ اس کے تعلق نسبی کا انکار کر دیا تھا۔

خود عنترہ بھی اپنی غلامی سے متنفر و بیزار رہا، اس نے جنگلی تربیت حاصل کی، سپہ گری اور شہسواری کی خوب مشق کی

---

[1] عمرو بن کلثوم کے قصیدہ نے خاندان تغلب کو اتنا سرفراز کر دیا ہے کہ اب ان کو مزید کسی قسم کے کارنامے انجام دینے کی ضرورت نہیں، اس کے ذریعہ وہ اپنے جداعلی پر فخر کرتے رہیں گے لوگو! دیکھو یہ ہے وہ شاعری جس سے دل بھی برگشتہ اور سیر نہیں ہو سکتا۔ ۱۲

یہاں تک کہ ایک دن وہ آیا کہ یہ مرد میدان اور سالار لشکر ہو گیا ایک مرتبہ کچھ قبائل عرب نے عبس پر حملہ کیا اور ان کے اونٹ لے بھاگے، عبسیوں نے ان کا تعاقب کیا جن میں عنترہ بھی شریک تھا، اس کے باپ نے کہا "کر یا عنتر" فقال العبد لا یحسن الکر انما یحسن الحلاب والصر قال کر وانت حر" اے عنترہ آگے بڑھ اور حملہ کر باپ کے غلام بنائے رکھنے کی وجہ سے وہ جلا ہوا تو تھا ہی فوراً جواب دیا، غلام حملہ کرنے میں ہوشیار نہیں ہوتا وہ دودھ دوہنا اور تھن باندھنا خوب جانتا ہے، باپ نے کہا، حملہ کر تو آزاد ہے، چنانچہ وہ حملہ آوروں پر ٹوٹ پڑا اور جی توڑ کر لڑا، یہاں تک کہ حملہ آوروں کو شکست ہوئی، لوٹے ہوئے اونٹ واپس لے لئے گئے تب اس کے باپ نے اسے اپنا بیٹا تسلیم کیا اسی دن سے اس کا نام مشہور ہوتا چلا گیا یہاں تک کہ جرات و بہادری اور پیش قدمی و بے باکی میں ضرب المثل ہو گیا، کسی نے اس سے دریافت کیا کیا آپ سب سے زیادہ بہادر ہیں۔ اس نے کہا نہیں اس نے کہا پھر لوگوں میں یہ بات کیوں مشہور ہو گئی۔ اس نے کہا میں جب آگے بڑھنے میں مصلحت دیکھتا تو پیش قدمی کرتا اور جب پیچھے ہٹنے میں احتیاط اور ہوشیاری سمجھتا تو پیچھے ہٹ جاتا، اس جگہ کبھی نہیں گھستا جہاں داخل ہونے کے بعد واپسی کا راستہ نظر نہ آئے، عنترہ نے داحس وغبراء کی مشہور لڑائی میں نہایت عمدگی سے عبس کے فوجی دستوں کی سپہ سالاری کے فرائض انجام دیئے اور سرداری کے بلند مقام پر پہنچ گیا۔

غلام کے دوران میں نہ تو اس کے اچھے شعر منقول ہیں نہ برے کیونکہ غلامی دل پر رنگ چڑھاتی اور آتش جذبات کو سرد کرتی ہے مگر جب اس کے باپ نے اس کو اپنا بیٹا تسلیم کر لیا اور عبلہ کی محبت نے اس کے دل میں ہلچل مچادی تو شاعری کا طوفان اس کے سینہ میں موجیں مارنے لگا اور وہ نہایت عمدہ اور پرجوش شعر کہنے لگا، اس کی شاعری میں تشبیب و تغزل کی چاشنی اور سنجیدہ فخر کی آمیزش ہے لیکن اس کی شاعری کا بیشتر حصہ مصنوعی ہے جسے اس کی شاعری سے بجز اس کے کوئی نسبت نہیں کہ وہ طرز بیان اور موضوع میں اس کے اشعار سے ملتا جلتا ہے اس کی خالص اور غیر مخلوط شاعری میں وہ شاہکار معلقہ ہے جسے اس نے اپنی شاعری کا سکہ جمانے اور اپنی فصاحت کی دھاک بٹھانے کیلئے نظم کیا تھا۔

واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ عبس خاندان کے ایک شخص نے اس سے بدکلامی کی، ماں کی طرف سے بدنسل اور سیاہ فام ہونے کا طعنہ دیا عنترہ نے اس سے کہا کہ میں جنگ میں حصہ لیتا ہوں، مجھے مال غنیمت میں سے پورا حصہ دیا جاتا ہے، دست سوال بڑھانا ناپسند کرتا ہوں، اپنے مال سے سخاوت کرتا ہوں اہم مواقع پر آگے بڑھایا جاتا ہوں، بدکلامی کرنے والے نے کہا کہ میں تجھ سے بہتر شاعر ہوں، عنترہ نے کہا یہ بھی تم کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا چنانچہ اس نے صبح ہی لوگوں کے سامنے اپنا مشہور قصیدہ "مذھبہ" پیش کیا جو تراسی اشعار پر مشتمل ہے پہلا شعر یہ ہے "ہل غادر الشعراء من متردم اھ" اس قصیدے نے اس کے حریف کا منہ بند کر کے اس کی بڑی بات کو نیچا دکھا دیا۔

عنترہ نے بہت بڑی عمر پائی تھی بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہڈیاں کمزور اور کھال لٹک گئی تھی یہ تقریباً ۶۱۵ء میں قتل کر دیا گیا۔

سا تواں قصیدہ...... ابو ظلیم حارث بن حلزہ لشکری بکری کا ہے جس کو خاندان بکر میں وہی مقام حاصل تھا جو عمرو بن کلثوم کو تغلب میں حاصل تھا اس کا سبب یہ ہے کہ عمرو بن ہند شاہ حیرہ نے حرب بسوس کے بعد بکر و تغلب کے درمیان صلح کرادی تھی جو ایک عرصہ تک قائم رہی اسی اثناء میں کسی ضرورت سے عمرو بن ہند نے بنی تغلب کا ایک قافلہ کوہ طے کی طرف روانہ کیا، راستہ میں یہ قافلہ بنی بکر کے علاقہ میں ایک مقام پر فروکش ہوا جہاں ان کو پانی نہ ملا اور بہت سے لوگ پیاسے مر گئے باقی ماندہ لوگوں نے واپس آکر اپنی قوم سے اس امر کی شکایت کی کہ بنی بکر نے ہم کو باہمی مصالحت کے باوجود اپنے پانی سے ہٹا دیا جس کی وجہ سے ہمارے آدمی پیاسے مر گئے یہ معلوم کر کے بنی تغلب عمرو بن ہند کے پاس اس عہد شکنی کے فریادی بن کر گئے، بادشاہ نے بنی بکر سے مواخذہ کیا انھوں نے کہا یہ الزام غلط ہے ہم نے ان کو پانی سے نہیں روکا بلکہ پانی دیا

اور راستہ بھی بتایا اگر یہ خود راستہ میں بھٹک جائیں اور ہلاک ہو جائیں تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے، حارث بن حلزہ کو بھی جوش آیا اور یہ قصیدہ جو تراسی اشعار پر مشتمل ہے اور پہلا شعر یہ ہے "آذ نتنا ببینھا اسماء اھ" اس نے اپنی کمان پر تکیہ لگائے ہوئے فی البدیہہ کہا جس میں اپنی قوم کے کارناموں پر فخر کرتا ہے اور اس کی قوم نے جو احسانات بادشاہ کے ساتھ کئے ان کا تذکرہ کرتا ہے، قصیدہ کہتے وقت اس قدر جوش وغضب میں تھا کہ کمان کی نوک جس پر اس نے تکیہ لگا رکھا تھا اس کے ہاتھ میں گھس گئی اور اس کو قطعاً خبر نہ ہوئی قصیدہ میں بنی تغلب اور ان کے سردار عمرو بن کلثوم پر چوٹیں کیں۔

بادشاہ نے یہ پر اثر قصیدہ سنکر بنی بکر کو تمام الزامات سے بری قرار دیا اور اتنا متاثر ہوا کہ یا تو حارث اور اپنے درمیان پردہ لٹکوا رکھا تھا جس کا سبب حارث کا مرض برص تھا یا پھر اس کو اپنے برابر تخت پر بٹھالیا اور اس سے محبت کرنے لگا اور عمرو بن کلثوم سے نفرت ہوگئی جس کا نتیجہ پانچویں معلقہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

اکثر رواۃ نے حارث کی اس بدیہہ گوئی پر استعجاب کا اظہار کیا کہ اتنا طویل قصیدہ اس روانی اور پختہ کلامی کے ساتھ کہہ ڈالا۔ ابو عمرو شیبانی کا کہنا ہے کہ اگر وہ اس قصیدہ کو ایک برس میں کہتا تب بھی قابل ملامت نہ ہوتا۔ حارث کی عمر بہت طویل ہوئی چنانچہ ایک قول یہ ہے کہ اس قصیدہ کے کہنے کے وقت اس کی عمر ایک سو ترپن برس کی تھی اصمعی کا خیال ہے کہ وہ اس وقت ایک سو پینتیس برس کا تھا۔

شروح معلقات سبعہ......(۱)شرح المعلقات. از ابوبکر عاصم بن ایوب بطلیوسی متوفی ۴۹۴ھ (۲)شرح المعلقات. ازابوجعفر احمد بن محمد نحاس نحوی متوفی ۳۳۸ھ (۳)شرح المعلقات (ابو علی اسماعیل بن قاسم قالی متوفی ۳۵۶ھ (۴)شرح المعلقات از ابو عبدالله حسین بن احمد بن حسین زوزنی متوفی ۴۸۶ھ (۵)شرح المعلقات از ابو زکریا یحی بن علی معروف بابن الخطیب تبریزی متوفی ۵۰۲ھ (۶)شرح المعلقات از شیخ دمیری شافعی صاحب حیوٰۃ الحیوان (۷)التوشیحات علی السبع المعلقات (اردو) از قاضی سجاد حسین کرت پوری۔ [۱]

(۵۲) صاحب دیوان حماسہ

نام ونسب...... حبیب نام، ابو تمام کنیت، والد کا نام اوس اور نسبت طائی ہے شجرہ نسب یہ ہے ابو تمام حبیب بن اوس بن الحرث بن قیس بن الاشج بن یحیی بن مروان بن مر بن سعد بن کاہل بن عمرو بن عدی بن عمرو بن یغوث بن طی (جلہمہ) بن اود بن زید بن کہلان بن یشجب بن یعرب بن قحطان۔

سنہ پیدائش......دمشق اور طبریہ کے درمیان بلاد "جیدور" میں سے "جاسم" ایک بستی ہے ابو تمام ۱۷۲ھ میں یہیں پیدا ہوا اور مصر میں نشو ونما پائی، بعض حضرات نے سنہ پیدائش ۱۸۸ھ اور بعض نے ۱۹۰ھ اور بعض نے ۱۹۲ھ ذکر کیا ہے۔

حلیہ اور سیرت...... ابو تمام گندمی رنگ، طویل القامہ، شیریں کلام، نہایت ذہین وطباع، حاضر دماغ، برجستہ گو، پختہ عقل، نازک خیال، قوی الحافظہ تھا اور گفتگو میں قدرے ہکلاتا تھا، اس کی دو مشہور کتابیں "الحماسۃ" اور "فحول الشعراء" اس کی بالغ نظری اور ادبی مہارت کی ناطق شہادت ہیں۔

عام حالات زندگی......ابو تمام کا باپ اوس جولاہہ پیشہ آدمی تھا جو اپنی بستی سے دمشق میں منتقل ہوگیا تھا، شروع میں ابو تمام اپنے باپ کے کام میں ہاتھ بٹاتا رہا اور جب ذرا جوان ہوا تو مصر چلا گیا اور یہاں عمرو بن عاص کی جامع مسجد میں پانی بھرنے لگا اور ساتھ ہی مسجد کے علماء سے علم حاصل کرتا رہا وہ مستقل اشعار حفظ کرتا، شاعروں کی نقلیں اتارتا اور اسی کوشش کے اتار چڑھاؤ میں گردش کرتا رہا یہاں تک کہ ایک دن آیا کہ وہ شاعری کے اس بلند مقام پر پہنچا جہاں اس کے ہم عصروں میں

[۱] از دائرۃ المعارف، کشف الظنون، تذکرۃ الشعراء، الشعر والشعراء، تاریخ ابن خلکان، درۃ الغواص، تاریخ ادب عربی، وحی الٰہی توشیحات وغیرہ ۱۲

کوئی بھی اس کا حریف نہ بن سکا اور اس کی شاعری نے ملک کے تمام اطراف میں دھوم مچادی، چنانچہ اس نے مصر سے نکل کر مشہور و معروف سخی لوگوں اور امراء و خلفاء کی مدح سرائی میں انعامات واکرامات، جوائز و عطیات حاصل کئے اور ادب و مدح کے دلدادگان میں اسے کچھ ایسی عظیم مقبولیت حاصل ہوئی جس کی نظیر کسی دوسرے شاعر میں نہیں ملتی حتی کہ اس کی زندگی میں کوئی دوسرا شاعر ایک درہم بھی شاعری کے ذریعہ پیدا نہ کر سکا، نیز ابو تمام احمد بن معتصم کے پاس پہنچا اور اس کی مدح کی جس کے صلہ میں اس نے موصل کی ڈاک کا محکمہ اس کے ماتحت کر دیا اور وہ دو سال تک اس عہدہ پر کام کرتا رہا۔

ابو تمام کی شاعری...... ابو تمام مؤلدین کے دوسرے طبقہ کا سرگروہ ہے اس نے متاخرین و متقدمین کے معانی اپنی شاعری میں یکجا کر دیے، اس کے دور میں تمدن ترقی کر رہا تھا، علوم کے تراجم ہو رہے تھے، ان نئی ترقیوں سے واقفیت کی بنا پر اس کی عقل پختہ اور خیال نازک ہو گیا تھا چنانچہ اس نے اپنے لئے جداگانہ اسلوب وضع کیا جس میں تسہیل عبارت پر تجوید معنی کو ترجیح دی۔ یہی سب سے پہلا شاعر ہے جس نے بکثرت عقلی دلائل سے استنباط کیا اور خفیہ کنایات استعمال کئے گو اس سبب سے اس کی عبارت میں کبھی تعقید بھی پیدا ہو جاتی ہے اور جب اسے اپنے کلام میں سلاست الفاظ کا فقدان نظر آیا تو اس نے اس خامی کا ازالہ تجنیس، مطابقت اور استعارہ کے ذریعہ کرنا چاہا، چنانچہ کہیں موضوع کو خوبی سے نباہ دیا اور کہیں بات بگڑ گئی اور یہ عیوب بدر کامل میں جھائیوں کی طرح نمودار ہو گئے، علامہ تفتازانی نے مختصر المعانی میں اسماعیل بن عباد سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے استاذ ابن العمید کی مجلس میں ابو تمام کا وہ قصیدہ پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

کریم متی امدحه امدحه والوری معی واذا مالمته لمته وحدی

جب میں اس شعر پر پہنچا تو استاذ نے کہا اس شعر میں ایک عیب ہے جانتے ہو وہ کیا ہے۔ میں نے کہا شاعر کا مدح کے مقابلہ میں لوم لانا کیونکہ مدح کے مقابلہ میں یا ذم آتا ہے یا ہجو، استاذ نے کہا یہ عیب کوئی قابل سوال عیب نہیں اس کا تو شاعر کی جانب سے بایں طور جواب دیا جا سکتا ہے کہ شاعر نے مقابلہ مذکور سے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مدح کا حقیقی مقابل یعنی ذم ممدوح کے علو مرتبت کی بنا پر دل میں آ ہی نہیں سکتا اگرچہ بطریق تعلیق اور فرضی طور پر ہی سہی اسی بناء پر شاعر نے جانب لوم میں اذا استعمال کیا ہے جو قضیہ مہملہ جزئیہ کی قوت میں ہوتا ہے اور جانب مدح میں لفظ متی استعمال کیا ہے جو قضیہ کلیہ کا سور ہے جس میں ہر وقت مدح کے صدور کی طرف اشارہ ہے نیز شعر کی روایت "واذا ماذمته ذمته وحدی" الفاظ سے بھی ثابت ہے علی ان الحبیب سلفافی مقابلة المدح باللوم۔ قال

ومن یلق خیرا یحمد الناس امره ومن یغو لا یعدم علی الغی لائما

بہر کیف یہ عیب قابل سوال عیب نہیں اسماعیل نے کہا اس کے علاوہ اور تو مجھے معلوم نہیں استاذ نے کہا امدحہ کا مکرر ہونا جو سخت ترین تنافر کا باعث ہے اس پر میں نے استاد کی بہت تعریف کی۔

تاہم اس کا وہ کلام جو خامیوں سے مراد منزہ ہے اس قدر کثیر ہے کہ اتنی مقدار نہ اس سے پہلے گزرنے والے شاعروں میں سے کسی کی ہے نہ بعد میں آنے والوں کی انوکھے معانی، منتخب الفاظ جن میں امثال و حکم کو اس خوبی سے سمویا ہے کہ اس سے ایک طرف تو ادب کے سرمایہ میں گرانقدر اضافہ ہو گیا اور دوسری طرف اس نے اپنے بعد آنے والوں کیلئے اس راہ میں ترقی کے مواقع بہم پہنچا دیے، چنانچہ اس کے بعد متنبی اور ابو العلاء معری نے اسی کے طریقہ کی پیروی کی اور اس پر حکمت کا اس قدر غلبہ ہے کہ لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا کہ ابو تمام و متنبی تو حکیم ہیں اور شاعر در حقیقت بحتری ہے۔

اس کی شاعری کی بابت صحیح نظریہ...... ابو تمام کی شاعری کے متعلق لوگوں میں بہت زیادہ اختلاف ہے کچھ لوگ اس کی حمایت میں انتہائی غلو سے کام لیتے ہوئے اگلے اور پچھلے تمام شعراء پر ترجیح دیتے ہیں اور کچھ انتہائی مخالفت کی وجہ سے اس کی خوبیوں کو چھپا کر محض خامیوں کو اچھالتے ہیں، تاہم غلبہ اس کے مابین کو ہی حاصل ہے، بڑے بڑے رؤسا، و امراء میں اسے جو

مقبولیت اور داد تحسین ملی ہے اس کی تردید مخالفین کسی بھی طرح نہیں کر سکتے، جب اس نے ایک عمدہ قصیدہ کے ذریعہ محمد بن عبد الملک زیات کی مدح کی تو اس نے کہا ابو تمام! تم اپنی شاعری میں جو الفاظ کے جواہرات جڑتے ہو اور ان میں انوکھے معانی سے جو حسن دوبالا کرتے ہو وہ حسن و شوکت حسین و خوبصورت دوشیزاؤں کے گلوں کے مرصع ہاروں میں بھی نہیں ہوتا اور جو بڑے سے بڑا انعام تمہاری شاعری کے عوض تمہیں دیا جاتا ہے وہ بوقت موازنہ تمہاری شاعری سے کمتر ہی رہتا ہے۔

ابو تمام اور اس کی شاعری کا وزن ...... ابو تمام مختلف ملکوں کا سفر کرتے ہوئے بصرہ پہنچا جہاں عبد الصمد بن معذل شاعر رہتا تھا جب اس کو ابو تمام کی آمد کی اطلاع ملی تو اس کو اندیشہ ہوا کہ اگر ابو تمام یہاں ٹھہر گیا تو لوگ اس کی طرف راغب ہو جائیں گے اور میری دکان ٹھپ ہو جائے گی اس لئے اس نے ابو تمام کو یہ اشعار لکھ بھیجے۔

انت بین اثنتین تبرز للنا ۔۔۔ س و کلتا هما بوجه مذال

لست تفك راجیا الوصال ۔۔۔ من حبیب او طالب لنوال

ای ماء یبقی لوجهك هذا ۔۔۔ بین ذل الهوی وذل السوال

جب یہ اشعار ابو تمام کے پاس پہنچے تو اس نے فوراً جواب میں یہ اشعار لکھے

انی تنظم قول الزور والفند. وانت انقص من لاشی فی العدد ۔۔۔ اشرجت قلبك من غیظ علی حنق

کانها حرکات الروح فی الجسد . اقدمت ویلك من هجوی علی خطر ۔۔۔ کالعیر یقدم من خوف علی الاسد

ابو تمام کی شاعری کا نمونہ

ابو تمام اپنے شاہکار قصیدہ میں کہتا ہے ......

۱ غدت تستجیر الدمع خوف نوی غد ۔۔۔ وعاد قتاداً عندها کل مرقد

۲ وانقذها من عمره الموت انه ۔۔۔ صدود فراق لاصدود تعمد

فاجری لها الاشفاق و معامور دا ۔۔۔ من الدم یجری فوق خد مورد

ولکننی لم احود فرا مجمعا ۔۔۔ فضرت به الابشمل مبدد

ولم تعطنی الایام نوما مسکنا ۔۔۔ الذبه لا بنوم مشرد

وطول مقام المرء فی الحی مخلق ۔۔۔ لدیبا جتیه فاغترب تجدد

فانی رایت الشمس زیدت مجة ۔۔۔ علی الناس ان لیست علیهم بسرمد

ایضا

۳ نقل فوادك حیث شئت من الهوی ۔۔۔ ماالحب الا للحبیب الاول

کم منزل فی الارض ،یالفه الفتی ۔۔۔ وحنینه ابدا لاول منزل

وله من قصیدة یقول لها فی خالد بن یزیدبن مزید الشیبانی ۔۔۔ کالخطوط فی القد والغزالة فی الهجته

---

۱ کل پیش آنے والے فراق کے خوف سے اس نے آنسوؤں کی پناہ لینا شروع کر دی اور پہلو بدلنے کا یہ عالم ہے کہ گویا اس کے بچھونے پر کانٹے بچھا دیئے گئے۔ ۲ اسے موت کے منہ سے اگر کسی چیز نے بچایا تو اس کے اس خیال نے کہ یہ بے رخی عمداً نہیں بلکہ محض سفر کی مجبوری کے سبب ہے اس خوف نے اس کے آنسوؤں کو خون کی آمیزش سے پیازی بنا کر اس کے سرخ گالوں پر بہا دیا لیکن مجھے بہت سا اکٹھا مال نہ ملا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے کر کے ملتا رہا، زمانہ نے مجھے آرام کی نیند کا مزہ بھی نہ لینے دیا البتہ کچھ پریشان خوابی ضرور ملی، قبیلہ میں ایک عرصہ تک پڑے رہنے سے آدمی کی عزت کم ہونے لگتی ہے پس سفر کرتے رہو تو عزت از سر نو بڑھ جائے گی میں نے دیکھا ہے کہ سورج سے اس لئے زیادہ محبت کی جاتی ہے کہ وہ انسانوں پر مسلسل روشن نہیں رہتا۔" ۳ عاشقی میں تم جہاں چاہو اپنے دل کو پھینکتے اور منتقل کرتے رہو لیکن حقیقی محبت تو صرف پہلے محبوب کے حصہ میں آتی ہے یوں تو انسان کتنے ہی مقامات میں بود و باش اختیار کرتا ہے لیکن جدھر ہمیشہ اس کا دل کھنچتا ہے وہ اس کا مقام پیدائش ہی ہے۔ ۱۲

وابن الغزال فی غمیده　وماحکاه ولا نعیم له

فی جیده بل حکاه فی جیده　الی المفدی ابی یزید الذی

یضل عمر الملوك فی ثمده　ظل عفاة یحب زائره

حب الکبیر الصغیر من ولده　اذا انا خوابابه اخذوا

حکمهم من لسانه ویده　وقالی فی قصیده یرثی بها ابانصر و محمد و قحطبة بنی حمید بن قطبة الطائی

لعمرك ماکانوا ثلاثة اخوة　ولکنهم کانوا ثلاث قبائل

وله ایضا

وحیاة القریض احیاؤك الجو　دفان مات الجواد مات القریض

یامحب الاحسان فی زمن اصبح　فیه الاحسان وهو بضیض

وقال ایضا

ثم اطر حستم قراباتی و آصرتی　حتی تو همت انی من بنی اسد

وطلعته الحمد اقلی فی عیونهم　وفی صدور هم من طلعته الاسد

وقال ایضا

ایاك یعنی القائلون بقولهم　ان الشقی بکل حبل یخنق

من شاعر وقف الکلام ببابه　واکتن فی کنفی ذراه المنطق

سر حیث شئت من البلاد فلی بها　سور علیك من الرجال وخندق

قدتقفت منه الشام و سهلت　منه الحجاز ورقة المشرق

وقال ایضا

ای شی یکون احسن من صب　ادیب متیم بادیب

محمد بن حمید طوسی کے مرثیہ میں کہتا ہے

[۱] کذا فلیجل الخطب ولیفدح الامر. فلیس لعین لم یفض ماؤ ھاعذر　توفیت الا مال بعد محمد

واصبح فی شغل عن السفرا السفر. الالی سبیل الله من عطلت له　فجاج سبیل الله وانثغر الثغر

فتی کلما فاضت عیون قبیلة. وما ضحکت عنه الاحادیث والذکر　فتی دهره شطران فیما ینوبه

ففی باسه شطروفی جوده سطر. فتی مات بین الطعن والضرب موتة　تقوم مقام النصر اذفاته النصر

ومامات حتی مات مضرب سیفه.من الضرب واعتلت علیه القنا السمر

تردی ثیاب الموت حمرا فمادجی. لها اللیل الا وهی من سندس خضر

امیر مذکور کی مدح میں کہتا ہے

[۱] یہ ہے وہ سانحہ جسے عظیم مصیبت اور حد سے بڑھا ہوا معاملہ کہنا چاہیئے اور اس موت پر جو آنکھ آنسو نہ بہائے اس کیلئے کوئی عذر نہیں ہے محمد بن احمد کے بعد آرزوئیں ختم ہو گئیں اور مسافر سفر کرنا بھول گئے لو وہ راہ خدا میں چل بسا اور اب اس کی وجہ سے راہ خدا کے راستے ویران ہو گئے اور سرحدیں غیر محفوظ ہو گئیں۔ ۱۲۔ ۲وہ ایسا بہادر تھا کہ جب بھی قبیلہ کی آنکھیں خون کے آنسو بہائیں گی اس کی یاد اور اس کے چرچے ہنستے ہی رہیں گے وہ ایسا بہادر تھا کہ دنیا میں اس کے دو ہی کام تھے ایک جنگوں میں حصہ لینا دوم سخاوت کرتے رہنا وہ ایسا بہادر تھا جو تلواروں اور نیزوں کے درمیان ایسی موت مرا کہ اگر اسے فتح بھی ہو تو وہ فتح سے کچھ کم بھی نہیں، اس نے اس وقت تک جان نہ دی جب تک کہ اس کی تلوار کا قبضہ ٹوٹ نہ گیا اور اس کے گندم گوں نیزے نے جواب نہ دیدیا، اس نے موت کا سرخ لباس پہن لیا اور رات کی تاریکی ابھی آنے بھی نہ پائی تھی کہ وہ سبز ریشمی لباس میں تبدیل ہو گیا۔

ا۔ اذا حرکته هزة المجد غیرت. عطایاه اسماء الامانی الکواذب یری اقبح الاشیاء اوبة آمل
کسته یدالمامول حلت خائب. واحسن من نور تفتحه الصبا بیاض العطایا فی سواد المطالب

وقال ایضا

بنو عبدالکریم نجوم لیل تری فی طی ابدا تلوح
اذاکان الهجاء لهم ثوابا فبخرنی لمن خلق المدیح

وقال ایضا

اشرب فانك سوف تعلم انه. قدح یصیب العرض منه خمار عاداك اسوار الکلام بشرد
عون القریض حتوفها ابکار. غرر متی ماشئت کن شواهدی ان لم یکن لی والد عطار

ایک قصیدہ پر پچاس ہزار کا انعام...... ایک مرتبہ ابو تمام نے ابودلف عجلی کو اپنا مشہور قصیدہ بائیہ سنایا جس کا مطلع یہ ہے۔

علی مثلها من اربع وملاعب. اذیلت مصونات الدموع السواکب

ابودلف نے اس کو بے حد پسند کیا اور پچاس ہزار درہم دے کر کہا بخدا یہ رقم آپ کے اشعار کے لحاظ سے بہت ہی کم ہے نیز خوبی اور عمدگی میں اگر اس جیسا کلام ہو سکتا ہے تو صرف آپ کے وہ اشعار جو آپ نے محمد طوسی کے مرثیہ میں کہے ہیں یعنی کذا فلیجل الخطب اھ۔

اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے...... ایک مرتبہ ابو تمام نے کسی شاعر کو اپنا ایک قصیدہ سنایا جو عمدہ ترین اشعار پر مشتمل تھا بجز ایک شعر کے کہ وہ کچھ گرا ہوا تھا شاعر قصیدہ سننے کے بعد ابو تمام سے بولا ابو تمام! اگر آپ قصیدہ سے یہ شعر نکال دیتے تو آپ کا قصیدہ عیب سے پاک ہو جاتا ابو تمام نے جواب دیا کہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں مگر عزیز من! شاعر کے نزدیک اس کے اشعار کی مثال اولاد کی سی ہے کہ اس میں خوبصورت وبدصورت، ذہین وغبی سبھی قسم کے ہوتے ہیں، باپ کو جہاں فاضل بیٹے سے محبت ہوتی ہے وہیں ناقص سے بھی قلبی تعلق ہوتا ہے۔

حاضر جوابی...... جب ابو تمام، عبداللہ بن طاہر کے پاس خراسان پہنچا تو دور دور سے شعراء ملاقات کیلئے حاضر ہوئے اور کلام سننے کی خواہش ظاہر کی ابو تمام نے کہا کہ آئندہ کل کچھ اشعار سنانے کا وعدہ امیر سے ہو چکا ہے آپ حضرات بھی تشریف لے آئیں۔ چنانچہ یہ لوگ اگلے روز حاضر ہوئے ابو تمام نے امیر مذکور کی تعریف میں ایک قصیدہ پیش کیا جس کا مطلع یہ ہے۔

اهن عوادی یوسف وصواحبه فعز مافقدما ادرك السول طالبه

شعراء میں ابو العمیثل شاعر بھی موجود تھا اس نے کچھ نکتہ چینی شروع کی اور کہنے لگا "لم لا تقول ما یفهم" آپ ایسی بات کیوں نہیں کہتے جو سمجھی جا سکے ابو تمام نے برجستہ جواب دیا "لم لا تفهم مایقال" آپ سے جو بات کہی جائے وہ کیوں نہیں سمجھتے۔ پس آپ کے اس برجستہ جواب کو بہت پسند کیا گیا۔

زود فہمی وحاضر دماغی...... علامہ صولی نے ذکر کیا ہے کہ ابو تمام نے احمد بن معتصم کی شان میں قصیدہ سینیہ کہا جس کا مطلع یہ ہے۔

۲۔ مافی وقوفك ساعت من باس تقضی ذمام الاربع الادراس

اس قصیدہ کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

ا۔ جب اسے مجد وسروری کی لہر آتی ہے تو اس کی بخششیں جھوٹی آرزوؤں کے ناموں کو بدل دیتی ہیں اس کی نظر میں سب سے بری بات یہ ہے کہ جس سے کوئی آرزو کی جائے وہ آرزو کنندہ کو اس سے محروم واپس کردے اسے بخششوں کی وہ سفیدی جو مانگنے والوں کی تاریکی کو روشن کر دیتی ہے باد صبا کی کھلائی ہوئی کلیوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔

۲۔ پرانے کھنڈروں کا حق ادا کرنے کیلئے ان پر گھڑی بھر ٹھہر جانے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے ۱۲۔

بکر اذا ابتسمت اراك ومیضها. نور الاقاح برملت میعاس — واذا مشت ترکت بصدرك ضعف ما
بحلیها من کثرۃ الوسواس. قالت وقدحم الفراق فکاسه — قد خولط الساقی بهاو الحاسی
لاتنسین تلك العهود فانما. سمیت انسانا لانك ناسی — هدات علی تامیل احمد همستی
واطاف تقلیدی بها وقیاسی. نور العرارۃ نورہ ونسیمه — نشر الخزامی فی اخضرار الاسی

جب وہ قصیدہ پڑھتے ہوئے اس شعر پر پہنچا۔

۱؎ اقدام عمرو فی سماحت حاتم. — فی حلم احنف فی ذکاء ایاس

تو حاضرین میں سے ابو یوسف کندی فلسفی نے کہا: امیر کی ذات گرامی اپنی خوبیوں میں تیری اس تعریف سے بالاتر ہے (تو نے تو انہیں عرب کے بدوؤں سے تشبیہ دیدی) ابو تمام فوراً تاڑ گیا اور اس نے قدرے تامل کے بعد ان اشعار میں جواب دیا۔

۲؎ لاتنکرو اضربی له من دونه — مثلا شرودا فی الندی والباس
فالله قدضرب الاقل لنورہ — مثلا من المشکوۃ والنبراس

کہتے ہیں کہ جب اس کا تحریر کردہ قصیدہ اس سے لیا گیا تو اس میں یہ دو شعر نہیں تھے بلکہ یہ اس نے اسی وقت اعتراض کے جواب میں برجستہ کہے تھے اس پر لوگوں کو انتہائی حیرت ہوئی اور معترض فلسفی نے امیر سے سفارش کی کہ یہ جو بھی مطالبہ کرے اسے پورا کر دیجئے کیونکہ اس کی فکر اس کے جسم کو اسی طرح کھا جائے گی جس طرح تیز تلوار کو اس کی نیام کھا جاتی ہے اور یہ زیادہ دن زندہ نہیں رہے گا، چنانچہ احمد بن معتصم نے اسے موصل کے محکمہ ڈاک کا نگراں کر دیا۔

دریا دلی...... جب ابو تمام اپنے اس قصیدہ کو پڑھتا ہوا جس کا مطلع یہ ہے ابن عوادی یوسف اہ "ان اشعار پہنچا۔

وقلقل نای من خراسان جاشها. — فقلت اطمئنی انضر الروض عازبه
ورکب کا طراف الاسنته عرسوا — علی مثلها واللیل تسطو غیاهبه.
لامر علیهم ان تتم صدورہ — ولیس علیهم ان تتم عواقبه

تو شعراء اچھل پڑے چاروں طرف سے صدائے تحسین بلند ہوئی اور ریاحی شاعر نے اٹھ کر امیر کی خدمت میں عرض کیا حضور! آپ نے جس عطیہ کا وعدہ میرے حق میں کیا تھا وہ میں ابو تمام کو دیتا ہوں امیر نے کہا نہیں بلکہ ہم تجھ کو اس کا ڈبل حصہ دیں گے اور ابو تمام کیلئے جو کچھ واجب ہوگا وہ ہم علیحدہ دیں گے چنانچہ ابو تمام قصیدہ سے فارغ ہوا اور اس پر ایک ہزار اشرفیاں نچھاور کی گئیں جن کو ابو تمام نے چھوا تک نہیں سب بچے ہی اڑا لے گئے۔

ابو تمام اپنے فن کا کامل انسان تھا...... ہم ابو تمام کے ذکر خیر کو اس قول پر ختم کرتے ہیں جو علماء اعلام سے منقول ہے کہ قبیلہ طے سے تین آدمی مرد کامل پیدا ہوئے ہیں جود و سخا میں حاتم طائی، زہد و روع میں داؤد بن نصیر طائی اور شعر و شاعری میں ابو تمام حبیب بن اوس طائی۔

وفات...... ابو یوسف کندی فلسفی کی پیش گوئی کے مطابق ابو تمام نے بہت ہی کم زندگی پائی یعنی ابھی اس نے اپنی عمر کی چالیس بہاریں بھی نہ دیکھیں تھیں کہ اللہ کو پیارا ہو گیا۔

امروز گر از رفتہ حریفاں خبرے نیست — فرداست دریں بزم زما ہم اثرے نیست

سنہ پیدائش کی طرح سنہ وفات میں بھی مختلف اقوال ہیں بعض نے ۲۳۱ھ ذکر کیا ہے اور بعض نے ذیلقعدہ ۲۲۸ھ اور بعض نے جمادی الاولی ۲۲۹ھ اور بعض نے محرم ۲۳۲ھ بحتری نے بیان کیا ہے کہ ابو نہشل بن حمید طوسی نے اس کی قبر

۱؎ اے ممدوح تجھ میں عمرو کی جرات کے ساتھ حاتم کی سخاوت اور احنف کی بردباری کے ساتھ ایاس کی ذکاوت ہے۔ ۱۲

۲؎ میں نے ممدوح کی سخاوت نہ شجاعت کے سلسلہ میں جو کم درجہ کی شخصیتیں بطور مثال پیش کی ہیں ان پر برا ماننے کی ضرورت نہیں اس لئے کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے نور کیلئے جو طاق اور چراغ کی مثال ذکر کی ہے وہ اس کے بے مثال نور کے مقابلہ میں بہت ہی کم حیثیت رکھتا ہے۔

پر ایک قبہ بنوایا جو موصل میں "باب المیدان" سے باہر خندق کے کنارہ پر واقع ہے معتصم کے وزیر محمد بن عبد الملک زیارت نے اس کے مرثیہ میں اشعار کہے۔

نباء اتی من اعظم الانباء ۔۔۔ لما الم مقلقل الاحشاء

قالوا حبیب قد ثوی فاجبتهم ۔۔۔ ناشد حکم لاتجعلوه الطائی

تالیف دیوان حماسہ ...... ایک مرتبہ ابو تمام خراسان میں عبد اللہ بن طاہر کے یہاں حاضر ہوا اور اس کی شان میں مدحیہ اشعار کہہ کر ایک ہزار اشرفیاں حاصل کیں وہاں سے بارادہ عراق واپس ہوئے، ہمدان پہنچ کر موسم سرد مہری پیش آیا اور برف اس کثرت سے پڑی کہ تمام راستے بند ہوگئے اور ابو تمام کو چندے وہیں قیام کرنا پڑا، سفر کی حالت میں ایسا حرج واقع ہونے سے طبیعت کو جو پریشانی لاحق ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں مگر اس زندہ دل شاعر کی خاطر جمع تھی ابو الوفاء بن سلمہ رئیس جن کا یہ مہمان تھا اس کے یہاں دواوین عرب بکثرت تھے ابو تمام نے موقعہ کو غنیمت سمجھ کر سب دیوان پڑھے اور ان میں سے اشعار منتخب کر کے نظم عربی کا ایک بے بہا مجموعہ تیار کیا جو آج تک "دیوان حماسہ" کے نام سے سارے عالم میں مشہور ہے اس نے یہ انتخاب اس قدر عمدہ اور موزوں کیا ہے کہ لوگ کہنے لگے کہ اس کا انتخاب اس کی شاعری سے بہتر ہے۔

جمع و ترتیب حماسہ ...... یہ دیوان ایک عرصہ تک آل سلمہ کے پاس محفوظ رہا یہاں تک کہ جب ان کے حالات دگرگوں ہوگئے تو اہل دینور میں سے ایک شخص ابو العواذل ہمدان پہنچا جس کے ہاتھ یہ دیوان لگ گیا وہ اس کو اصبہان لے آیا۔ اصبہان والوں نے اس کی اتنی قدر کی کہ اس کے علاوہ تمام ادبی ذخیروں کو پس پشت ڈال دیا اور یہیں سے ہوتے ہوتے پوری دنیا میں اس کی شہرت ہوگئی۔

یہ دیوان ایک عرصہ تک غیر مرتب رہا یہاں تک کہ ابو بکر صولی نے اس کو حروف وار مرتب کیا اس کے بعد علی بن حمزہ اصبہانی نے اس کو بلحاظ انواع جمع کیا جو باب الحماسہ، باب المراثی، باب الادب، باب النسیب باب الہجاء باب الاضیاف، باب الصفات، باب السیر، باب الملح، باب مذمۃ النساء، دس ابواب پر مشتمل ہے لیکن باب اول "الحماسہ" کے نام سے مشہور ہے دیوان حماسہ کے علاوہ "کتاب الاختیارات" اور "فحول الشعراء وغیرہ بھی ابو تمام ہی کی یادگار ہیں۔

فہرست شروح و حواشی دیوان حماسہ

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح دیوان حماسہ	ابو ہلال حسن بن عبد اللہ عسکری	۳۹۵
۲	=====	ابو المظفر محمد بن آدم ہروی	
۳	=====	ابو الفتح عثمان بن جنی	۳۹۲ھ
۴	=====	ابو القاسم زید بن علی فسوی	۴۲۷ھ
۵	=====	ابو عبد اللہ الخطیب اسکافی	۴۲۱ھ
۶	الانیق (۶ جلد)	ابو الحسن علی بن اسماعیل بن سید لغوی	۴۵۸ھ
۷	شرح دیوان حماسہ	ابو بکر محمد بن یحیٰ صولی	۴۷۶ھ
۸	=====	ابو الفضل عبد اللہ بن احمد میکالی	۴۷۵ھ
۹	=====	عبد اللہ بن ابراہیم	۵۸۴ھ
۱۰	=====	حسن بن بشر آمدی	۳۳۵ھ

۱۱	=====	عبد اللہ بن احمد سامانی	۴۷۵ھ
۱۲	=====	ابراہیم بن محمد بن ملکوت اشبیلی	۵۸۴ھ
۱۳	=====	ابو علی حسن بن علی استر آبادی	
۱۴	=====	ابو نصر قاسم بن محمد واسطی	
۱۵	ذکری حبیب	ابو العلاء احمد بن عبد اللہ المعری	۴۴۹ھ
۱۶	شرح دیوان حماسہ	ابو المحاسن مسعود بن علی بیہقی	۵۴۴ھ
۱۷	=====(۵ جلد)	ابو الحجاج یوسف بن سلیمان شتری	۴۸۶ھ
۱۸	=====	ابو زکریا یحیی بن مشہور بخطیب تبریزی	۵۰۲ھ
۱۹	=====	ابو علی احمد بن محمد مرزوقی	۴۲۱ھ
۲۰	=====	ابو نصر منصور بن مسلم حلبی معروف بابن الدمیک	
۲۱	=====	حسین بن محمد رافعی معروف بابن بالخالع	بعد ۳۸۰
۲۲	شرح دیوان حماسہ	ابو الریحان محمد بن احمد حوارزمی	بعد ۴۴۰
۲۳	النظام (۱۰ جلد)	ابو البرکات ابن المستوفی مبارک بن احمد اربلی	۶۳۷ھ
۲۴	شرح دیوان حماسہ	ابو منصور محمد بن احمد ازہری	۳۷۰ھ
۲۵	تسہیل الدراسہ (اردو)	مولانا ذو الفقار علی صاحب دیوبندی	
۲۶	شرح دیوان حماسہ	تاج العلماء نجف علی بن عظیم الدین مجہری	۱۰۹۵ھ
۲۷	حاشیہ اعزازیہ	شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی بن محمد مزاج علی [۱]	۱۳۷۴ھ

(۵۳) صاحب دیوان (متنبّی)

نام و نسب...... احمد نام، ابو الطیب کنیت، متنبّی لقب، اور والد کا نام حسین ہے پورا نسب نامہ یہ ہے ابو الطیف احمد بن حسین بن حسن بن عبد الصمد جعفی بن سعد العشیرہ بن مزحج مالک بن اد بن زید بن یشجب بن یعرب بن زید بن کہلان۔
بعض حضرات نے نسب نامہ یوں ذکر کیا ہے ابو الطیف احمد بن حسین بن مرہ بن عبد الجبار۔

سنہ پیدائش...... متنبّی ۳۰۳ھ میں کوفہ کے محلہ کندہ میں پیدا ہوا اس لئے اس کو کندی کہتے ہیں کندہ جو مشہور قبیلہ ہے اس سے اس کا تعلق نہیں بلکہ یہ جعفی القبیلہ ہے۔
متنبّی کا باپ حسین "عیدان السقاء" سے مشہور تھا جو کوفہ کے محلہ والوں کو پانی پلایا کرتا تھا اس کی ماں ہمدانی صحیح النسب اور کوفہ کی باعفت عورتوں میں سے تھی و مما یدل علی ان المتنبی کان من السکون قولہ۔

امنی السکون و حضر موتا [۲] و والدتی و کندة والسبیعا

نشو و نما اور تحصیل ادب...... متنبّی بچپن ہی میں کوفہ سے ملک شام میں آگیا تھا یہیں اس نے نشو و نما پائی اور فنون ادب کی تحصیل کی، اکابر علماء ادب زجاج، ابن السراج ابو الحسن اخفش، ابو بکر محمد بن درید، ابو علی فارسی وغیرہ سے ملاقات کی اور ان حضرات کے فیضان صحبت سے وہ کمال حاصل کیا کہ فصاحت و بلاغت، ادب و لغت شعر و شاعری میں یگانہ روزگار ہو گیا، چنانچہ اس کے ہم عصر شعراء میں کوئی بھی اس کی ٹکر کا نہ تھا لغات مشہورہ کے علاوہ لغات وحشیہ و غریبہ سے بھی بخوبی واقف تھا جب

[۱] از مفتاح السعادة، ابن خلکان دائرہ المعارف، کشف الظنون، ابجد العلوم، تاریخ ادب عربی، البیان والتبیین وغیرہ ۱۲
[۲] اے وہ شخص کہ بسبب احسانات کے محلات سکون حضر موت کندہ سبیع اور میری والدہ کا مجھ کو بھلانے والا ہے۔ ۱۲

ایں سے محاورات کے سلسلہ میں کچھ پوچھا جاتا فوراً اہل عرب کے کلام منثور و منظوم کو بطور سند پیش کر دیتا ہے۔
تبحر علمی و استحضار ......امام نحو شیخ ابو علی فارسی نے ایک روز متنبی سے پوچھا کہ عربی زبان میں فعلی کے وزن پر کتنے اسم جمع آتے ہیں۔ متنبی نے برجستہ جواب دیا حجلی اور ظربی شیخ ابو علی کہتے ہیں کہ میں نے برابر تین رات لغت کی کتابیں چھانیں کہ ان دو کے سوا اس وزن پر کوئی اور جمع آتی ہے یا نہیں، مگر نہ ملی اس تبحر کا کیا ٹھکانہ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ایک شخص نے متنبی سے اس کے قول یا در ہو اک صبرت ام لم تصبرا کی بابت دریافت کیا کہ اس میں لم جازمہ کے ہوتے ہوئے الف کیسے ثابت رہا لم تصبر ہونا چاہیئے متنبی نے کہا اگر ابو الفتح ابن جنی یہاں ہوتا تو وہ جواب دیتا ارے یہ الف نون ساکن کے بدلہ میں ہے کیونکہ یہ اصل میں لم تصبرن تھا اور جب نون تاکید خفیفہ پر وقف کیا جائے تو اس کو الف سے بدل دیتے ہیں جیسے اعشیٰ کہتا ہے۔

فایاک والمیتات لاتقربنھا ولاتعبدالشیطان واللہ فاعبدا

یہ اصل میں فاعبدن تھا فلما وقف علیہا اتی بالالف بدلا من النون۔
قوت حافظ ......ابو الحسن علوی نے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ وراق نے مجھ سے کہا ما رایت احفظ من ہذا الفتی ابن عیدان السقاء "میں نے اس نوجوان عیدان السقاء کے بیٹے سے زیادہ حافظہ والا نہیں دیکھا اس نے کہا یہ کیسے۔ وراق نے کہا: ایک روز ایک آدمی امام اصمعی کی کوئی کتاب جو تقریباً تیس ورق پر مشتمل تھی برائے فروخت لے کر آیا متنبی نے اسے لے کر پڑھنا شروع کر دیا صاحب کتاب نے کہا: جناب میں تو کتاب بیچنے کیلئے لایا تھا آپ نے خواہ مخواہ مطالعہ کے پیچھے مجھے اٹکا دیا۔ اگر آپ حفظ کرنا چاہتے ہیں تو یہ ایک ماہ سے کم میں حفظ نہ ہو سکے گی، متنبی نے کہا: اگر میں ابھی حفظ کر کے سنادوں تو کیا ہوگا۔ صاحب کتاب نے کہا کتاب مفت دیدوں گا۔ متنبی نے ایک آدھ مرتبہ کتاب پڑھ کر اول تا آخر سنادی۔
جلالت شان اور استاد الشعراء کا اعتراف ......متنبی ایک شاعر بلیغ، لطیف الطبع، بلند فکر، نازک خیال اور فصاحت و بلاغت کا رمز شناس تھا جس کی جلالت شان پر سب کا اتفاق ہے "الصبح المنبی" میں ہے کہ ابو العلاء معری جب شعراء کا تذکرہ کرتا تو یوں کہا کرتا تھا کہ ابو نواس نے یوں کہا ہے اور بحتری نے یہ اور ابو تمام نے یہ اور جب متنبی کا تذکرہ کرتا تو کہتا تھا کہ شاعر نے یہ کہا ہے اس پر کسی نے ابو العلاء سے کہا کہ آپ متنبی کی بہت تعظیم کرتے ہیں ابو العلاء نے جواب دیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس شعر کا قائل متنبی ہے۔

بلیت بلی الاطلال ان لم اقف بھا وقوف شحیح ضاع فی الترب خاتمہ

اگر میں دیار مندرسہ احبہ پر بحالت تکلیف ایسا جم کر کھڑا نہ ہوں جیسے شخص بخیل کہ اس کی انگشتری خاک میں رل گئی ہو تو میں ایسا مضمحل و کہنہ ہو جاؤں جیسے دوستوں کے کھنڈر دیار۔
متنبی نے اس بخیل کے ساتھ جس کی انگشتری خاک میں رل گئی ہو اس واسطے تشبیہ دی ہے کہ دستور ہے کہ جب کوئی بڑی چیز کنگن کے مثل گم ہو جاتی ہے تو اس کو کھڑے کھڑے تلاش کرتے ہیں اور جب کوئی چھوٹی چیز موتی کے مثل گم ہو تو اس کو بیٹھ کر تلاش کرتے ہیں اور جب کوئی شئے انگشتری کے مثل مٹی میں گر جائے تو اسے جھک کر تلاش کرتے ہیں اور جھکنے میں کھڑے رہنے اور بیٹھنے سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے پس متنبی کہتا ہے کہ اگر میں احبہ کے ویران منازل کو دیکھ کر اپنے جگر پر ہاتھ رکھ کر بحالت تکلیف انگشتری گم شدہ بخیل کی طرح کھڑا نہ ہوں تو خانہائے ویران کی طرح خود ویران ہو جاؤں۔
متنبی سے سوال ہوا کہ انگشتری گم شد بخیل کے قیام کی مدت کتنی ہے۔ اس نے جواب دیا چالیس روز اس سے پوچھا گیا یہ کہاں سے معلوم ہوا۔ اس نے کہا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چالیس روز تک انگوٹھی تلاش کرتے رہے پھر سوال ہوا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا بخیل ہونا کہاں سے معلوم ہوا۔ اس نے جواب دیا حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے "وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی۔

متنبی اور علو ہمت ...... بچپن ہی سے متنبی سبک روح، عالی ہمت، بلند حوصلہ اور مجد وسروری کی طرف مائل تھا اور یہی وہ چیز تھی جس نے اسے نوجوانی اور ناتجربہ کاری کی عمر میں لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت پر ابھارا اور بیعت کا معاملہ پورا ہوا ہی چاہتا تھا کہ علاقہ کے گورنر کو اس سازش کی اطلاع مل گئی اور اس نے اسے قید کرنے کا حکم دیدیا متنبی نے جیل خانہ سے گورنر کو ایک قصیدہ بھیجا جس میں وہ کہتا ہے۔

امالك رقي ومن شانه .هبات اللجين وعتق العبيد دعوتك عند انقطاع الرجا

والموت مني كحبل الوريد. دعوتك لما براني البلى وأوهن رجلي نقل الحديد. تعجل في وجوب الحدود

وحدي قبل وجوب السجود

(ترجمہ) میرے آقا! جس کا کام ہی دولت بخشنا اور غلاموں کو آزاد کرنا ہے، میں آپ سے امید منقطع ہو چکنے اور اپنا گلا موت کے ہاتھ میں پہنچ جانے کے وقت مدد کی درخواست کرتا ہوں، اور اس وقت مدد چاہتا ہوں جبکہ میری حالت خستہ ہو چکی ہے اور میرے پاؤں کو بیڑیوں کے بوجھ نے کمزور کردیا ہے مجھ پر ابھی سے حدود قائم کی جارہی ہیں حالانکہ ابھی تو مجھ پر نماز بھی فرض نہیں ہوئی۔ چنانچہ گورنر نے اسے رہا کردیا لیکن تمنائے سروری اس کے دل ودماغ میں اس طرح سماچکی تھی کہ جوانی ختم ہو جانے کے بعد بھی اس نے نبوت کا دعوی کرڈالا۔

دعوی نبوت ...... جب متنبی نے بنی کلب میں اقامت اختیار کی تو اولا اس نے یہ دعوی کیا کہ میں علوی ہوں اس کے بعد یہ دعوی کر بیٹھا کہ میں نبی ہوں ابو علی بن حامد کہتے ہیں کہ میں نے حلب میں ایک جم غفیر سے سنا ہے کہ متنبی نے بادیہ سماوہ میں نبوت کا دعوی کیا تھا اور اپنے اشعار کو اپنا معجزہ قرار دیا تھا اور بنی کلب کا انبوہ کثیر اس کا تابع ہو گیا تھا جب اس سے کہا جاتا تھا کہ ہر نبی کے پاس وحی آتی تھی تو تیرے پاس بھی وحی آتی ہے۔ تو یہ دیہاتیوں کو اپنی گھڑی ہوئی سورتیں سناتا اور کہتا کہ یہ قرآن ہے، ابو علی کہتے ہیں کہ ان سورتوں میں سے ایک سورت کے ابتدائی کلمات مجھے محفوظ ہیں۔

"والنجم السيار والفلك الدوار والليل والنهار ان الكافرلفي اخطار امض على سنتك واقف اثر من قبلك من المرسلين فان الله قامع بك زيغ من الحدفي دينه وضل عن سبيله (نعوذ بالله)"

جب اس سے آنحضرت ﷺ کے متعلق دریافت کیا گیا تو اس نے کہا: آپ ہی نے تو میری آمد کی بشارت دی تھی اور فرمایا تھا "لا نبی بعدی" یعنی میرے بعد "لا" نامی شخص نبی ہو گا اور میرا نام آسمان میں "لا" ہے۔

دعوی نبوت کے بعد ...... ایک انبوہ کثیر اس کا تابع ہو گیا اور ملک شام میں خاندان کے خاندان اس کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے تو شاہ اخشیدیہ کے نائب ابو لولو امیر حمص نے اس پر چڑھائی کی اور اس کے مجمع کو متفرق کر کے اس کو قید کر لیا اور عرصہ دراز تک مقید رکھا یہاں تک کہ متنبی ہلاکت کے قریب پہنچ گیا اور توبہ کرنے پر مجبور ہو گیا چنانچہ اس نے دعوی نبوت سے توبہ کی اور اس کو قید خانہ سے رہا کردیا گیا رہائی کے بعد وہ اپنی بلند آرزوؤں سے بھی دور کے سفر کرنے لگا اور ان سفروں میں اس کے پاس صبر وثبات اور عزم وہمت کے سوا اور کوئی زاد راہ نہ ہوتا تھا جیسا کہ اس کے متعدد اشعار سے معلوم ہوتا ہے مثلاً۔

وحيد من الخلان في كل بلدة اذا عظم المطلوب قل المساعد

کہ میں ہر شہر میں دوستوں کے بغیر تن تنہا ہوں جب مقصود عظیم ہوتا ہے تو مددگار کم ہو جاتے ہیں۔

ضاق صدري وطال في طلب الرزق قيامي وقل عنه قعودي

ابدا اقطع البلاد و نجمي في نحوس و همتي في سعود

یعنی میں دل برداشتہ ہو گیا ہوں طلب معاش میں ہر دم مارا مارا پھرتا ہوں اور اس طرف سے مجھے طمانینت نہیں

ملتی، سدا ایک ملک سے دوسرے ملک کا قصد کرتا رہتا ہوں، میرے تارے نحوست میں ہوتے ہیں لیکن میری ہمت سعادت میں رہتی ہے۔

ابو عبداللہ یاقوت رومی کہتے ہیں کہ متنبّی رہائی کے بعد ایک مدت تک پریشان حال رہا، یہاں تک کہ جب ابوالعشائر والی انطاکیہ کے دربار تک رسائی ہوئی اور اس کی شان میں مدحیہ قصائد کے ذریعہ عطیات حاصل کئے تب پراگندہ حالی دور ہوئی ابوالعشائر نے اسے سیف الدولہ کے حضور میں پیش کر کے اس کے شعر و ادب کی صلاحیتوں کا تعارف کرا کر اس کا بلند مقام بتایا چنانچہ سیف الدولہ نے اس کا بڑا احترام کیا اور اسے اپنے مقربین میں شامل کر لیا یہاں تک کہ اسے خوب آسودہ اور مالا مال کر دیا چنانچہ متنبّی خود کہتا ہے۔

ترکت السری خلفی لمن قل ماله	وانعلت افراسی بنعماك عسجدا
وقيدت نفسی فی هواك محبة	ومن وجه الاحسان قيد القيدا

یعنی میں راتوں کا سفر اپنے پیچھے ان لوگوں کیلئے چھوڑ دیا جن کے پاس مال کی کمی ہے اور میں نے تیرے انعامات و احسانات کی وجہ سے اپنے گھوڑوں کو سونے کی نعلیں لگوالیں اور میں نے تیرے لطف و کرم کی وجہ سے خود کو تیری محبت میں مقید کر دیا اور جو بھی احسان کو بیڑی کی صورت میں پاتا ہے وہ قید ہو جاتا ہے۔

متنبّی لقب کے ساتھ موسوم ہونے کی وجوہ...... اس لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ ایک تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی (دعوی نبوت) بعض حضرات نے کچھ اور وجوہ ذکر کی ہیں (۲) لوگوں نے متنبّی سے کہا کہ یہاں ایک شریر اونٹنی ہے اگر تو اس پر سوار ہو جائے تو ہم تجھے نبی سمجھیں گے، متنبّی کسی حیلہ سے اس پر سوار ہو گیا لوگوں نے اس کو متنبّی کہنا شروع کر دیا۔

(۳) متنبّی کسی وجہ سے روپوش تھا ایک مرتبہ ایک شخص کے ساتھ باہر نکلا راستہ میں ایک کتے نے ان کا پیچھا کیا اور بھونکنے لگا، متنبّی نے اپنے ساتھی سے کہا کہ جب تو واپس ہوگا تو کتے کو مردہ پائے گا اس شخص نے واپس ہو کر کتے کو دیکھا تو واقعتاً مردہ تھا۔

(۴) یہ ایک قسم کا جادو جانتا تھا جس کو "صدحة المطر" کہتے ہیں اس کو دیکھ کر لوگ اسے نبی سمجھ بیٹھے، ابو عبداللہ معاذ بن اسماعیل لاذقی نے اس سلسلہ میں تفصیل کے ساتھ ایک قصہ نقل کیا ہے من شاء فليطالع الصبح المنبی۔

(۵) ابو محمد عبدالکریم ابن ابراہیم نہفلی کا خیال ہے کہ یہ نہایت ذکی و تیز فہم تھا اس لئے اس کو متنبّی کہنے لگے۔

(۶) امام واحدی اور ابوالفتح عثمان بن جنی نے متنبّی کے اشعار

[1] مامقامی بارض نخلة الا کمقام المسيح بين اليهود۔ انا فی امة تدارکها الله غريب کصالح فی ثمود کی تفسیر میں کہا ہے کہ ان اشعار میں جو ابوالطیب نے اپنے آپ کو حضرت صالح اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس سبب سے لوگ اسے متنبّی کہنے لگے۔

(۷) ابو علی کہتے ہیں کہ متنبّی سے سوال کیا گیا تیرا دعوی نبوت کن لوگوں پر ہے۔ اس نے کہا شعراء پر سوال ہوا کہ ہر نبی کے پاس معجزہ ہوتا ہے تیرے پاس کیا معجزہ ہے۔ اس نے کہا میرا معجزہ یہ شعر ہے۔

ومن نكدا الدنيا علی الحران يری	عدواله مامن صداقته بد

[1] میری اقامت سرزمین نخلہ میں ایسی ہے جیسے حضرت عیسیٰ کی اقامت یہود میں۔ میں ایک امت میں سے ہوں جو میری قدر نہیں جانتی خدا ان کا تدارک کرے اور میں غریب ہوں مثل حضرت صالحؑ کے قوم ثمود میں۔ آزاد اور شریف آدمی پر دنیا کی سختی اور قلت خیر سے ایک یہ ہے کہ وہ اپنے ایسے دشمن کو دیکھے جس کی دوستی سے چارہ نہیں ہے۔

لطیفہ ...... ایک بادشاہ سیف الدولہ کی مجلس میں ابن خالویہ نحوی نے کہا: اگر ہمارا بھائی (متنبی) جاہل نہ ہوتا تو متنبی لقب سے خوش نہ ہوتا کیونکہ متنبی کے معنی کاذب اور جھوٹے کے ہیں اور جو شخص خود کو کاذب کے ساتھ پکارے جانے سے خوش ہو اس سے زیادہ جاہل کون ہو سکتا ہے، متنبی نے کہا میں اس سے خوش نہیں ہوں بلکہ یدعونی بہ من یرید الغض منی ولست اقدر علی المنع۔

اخلاق وعادات ...... متنبی اپنی فصاحت کلامی و سخن سنجی پر نہایت نازاں اور اپنی مہارت ادبیہ کی وجہ سے بڑا خود بین شخص تھا یہاں تک کہ جب یہ شاہ سیف الدولہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اول وہلہ ہی یہ شرط لگائی کہ میں کھڑا ہو کر اشعار نہ پڑھوں گا نیز شاہ کی تعظیم میں زمین بوسی کی رسم ادا نہ کروں گا اس نے اپنے عجب کا اظہار کرتے ہوئے خود کہا ہے۔

لابقومی فخرت بل فخروابی وبنفسی فخرت لابجدودی

علی بن حمزہ نے کہا ہے کہ میں نے متنبی میں تین خصلتیں اچھی پائی ہیں اول یہ کہ اس نے جھوٹ نہیں بولا دوم یہ کہ اس نے کبھی زنا نہیں کیا سوم یہ کہ کبھی لواطت نہیں کی۔ اور تین عادتیں بری پائیں اول یہ کہ اس نے کبھی روزہ نہیں رکھا۔ دوم یہ کہ اس نے کبھی نماز نہیں پڑھی۔ سوم یہ کہ اس نے کبھی قرآن پاک کی تلاوت نہیں کی۔

متنبی بخل و کنجوسی میں بھی اپنی نظیر آپ تھا اور بقول علامہ ابو بکر خوارزمی، شاعر کے اس شعر کا مصداق تھا۔

وان احق الناس باللوم شاعر یلوم علی البخل الرجال ویبخل

ایک روز کا واقعہ ہے کہ متنبی کے سامنے شاہ سیف الدولہ کا بخشش کردہ مال خوب دیکھ بھال کر تول تال کر پوری احتیاط کے ساتھ تھیلیوں میں بھرا جا رہا تھا بدقسمتی سے ایک معمولی چیز چٹائی کے درج میں رہ گئی تو متنبی اس کو نکالنے کیلئے چٹائی پر اوندھا گر پڑا اور اس چکر میں اپنے ہم نشینوں کو بھول گیا جب اس کا کچھ حصہ نکل آیا تو فرط مسرت میں قیس بن حطیم کا یہ شعر پڑھا۔

تبدت لنا کالشمس تحت غمامة بدا حاجب منها وظنت بحاجب

آزادانہ خیالات ...... متنبی کے زمانہ میں عرب کی تمام خصوصیات مٹ چکی تھیں تاہم جب سیف الدولہ نے متنبی کی ناز برداری میں کمی کی اور شعراء کو اس کا ہم رتبہ قرار دیا تو اس نے ایک قصیدہ لکھ کر دربار میں پڑھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

وما انتفاع اخی الدنیا بناظرة اذا استوت عنده الانوار والظلم

یعنی جب انسان کو روشنی اور تاریکی یکساں معلوم ہو تو آنکھ سے کیا حاصل، تمام قصیدہ میں اسی قسم کے آزادانہ خیالات ظاہر کئے اور بگڑ کر دربار سے چلا آیا۔

مردم شناسی اور اہل کمال کی قدر دانی ...... جیسا کہ اوپر مذکور ہوا متنبی نہایت مغرور اور خود بیں تھا اپنی سخن گوئی کے سامنے بڑے سے بڑے کامل الفن شاعر کو بھی نظر میں نہ لاتا تھا لیکن اس کے باوجود مردم شناس اور اہل فضل کا قدرداں بھی تھا چنانچہ وہ ابن عبدربہ کی فصاحت وبلاغت شعر کا صدق دل سے معترف تھا حتی کہ جب اس سے اندلس کا کوئی شخص ملتا تو وہ فرمائش کر کے ابن عبدربہ کا کلام سنتا تھا۔

متنبی اور شعر و شاعری ...... متنبی معنی آفریں شاعروں میں سے ہے اس نے شاعری اور فلسفہ کو ایک دوسرے سے ہم آہنگ کیا اور اپنی بیشتر توجہ معنی پر صرف کی نیز شاعری کو ان بندشوں سے رہائی دی جن میں ابو تمام اور اس کے ہم نواؤں نے قید کر دیا تھا اس نے عربی شاعری کو مخصوص قدیم عربی ڈگر سے نکالا یہی شخص عربی شاعری میں رومانی طرز انشاء (جس میں تخیل وجذبات کا زور ہوتا ہے اور نفس مضمون کو الفاظ و طرز ادا پر ترجیح دی جاتی ہے) کا قائد ہے اس نے اپنی شاعری میں حکم ط مثال کو جگہ دی جنگ کے وصف میں جدت طرازی عرب کی دیہاتی عورتوں سے تشبیب، حسن تشبیہ، ایک شعر میں دو ضرب

المثل لے آنا، حسن گریز، مدح کا انوکھا انداز، چبھتی ہوئی ہجو اس کی شاعری کی خصوصیات ہیں اور سب سے زیادہ جو چیز متنبی کو نمایاں اور ممتاز کرتی ہے وہ ہے شاعری میں اس کی شخصیت کا ابھر کر آنا، اس کی پختگی رائے خودی و خود اعتمادی اور لوگوں کے مشاغل دلی خواہشات و جذبات، حقائق کائنات اور مقاصد حیات کی صحیح عکاسی اور پوری پوری ترجمانی یہی وہ چیزیں ہیں جن کی وجہ سے اس کی شاعری ہر زمانہ کے ادیب کیلئے مددگار اور خطیب کیلئے معاون بنی رہی بہر کیف اس میں کوئی شک نہیں کہ متنبی شعر و شاعری میں صاحب بخت بلند اور بڑا خوش قسمت تھا جس کی فصاحت و بلاغت زبان کی سلاست، انداز بیان کی دلکشی، مضامین کی شستگی اور بے ساختگی، معانی کی عمدگی مسلمات میں سے ہے شیریں استعارات و تمکین تشبیہات اور محاسن کلام میں تو متنبی کا وہ مقام ہے کہ دوسرے شعراء کو نصیب ہی نہیں بلکہ بعض صنعتوں کا تو موجد ہی متنبی ہے۔

حافظ ابن حجر نے ذکر کیا ہے کہ متقدمین صنعت توریہ سے کوسوں دور تھے سب سے پہلے جس نے اس کو بے نقاب کیا وہ متنبی ہے اس کے بعد ابوالعلاء معری ہے حسن مخلص، حسن تعلیل، توجیہ، تجرید، ابداغ تجاہل عارفانہ مقابلہ، تجع، اغراق، غرض ہر قسم کے محاسن سے اس کا کلام مزین ہے نمونہ کے طور پر چند صنعتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بعض صنائع شعری کا تذکرہ......وجوہ معنویہ

قد حرن فی بشیر فی تاجہ قمر　　　فی درعہ اسد تدمی اظافرہ

(ترجمہ) نظریں ایک ایسے بشر میں حیران ہیں کہ وہ ماہ تاب تاج پوش اور شیر زرہ پوش ہے کہ اسکے ناخن دشمنوں کو خون آلود کرتے ہیں اس شعر میں صنعت تجرید ہے تجرید اس کو کہتے ہیں کہ ایک صاحب صفت امر سے دوسرا امر اسی کے مثل الگ کرلیں، اس کا مقصد صرف اس صفت میں مبالغہ پیدا کرنا ہوتا ہے کہ موصوف اس اتصاف وصف میں اس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہے کہ اس سے اس جیسا ایک اور امر منتزع کیا جاسکتا ہے شعر میں اسد سے مراد نفس ممدوح ہے لیکن شجاعت میں مبالغہ کرنے کیلئے اس سے اسد آخر کا انتزاع کیا ہے۔

لم تحك نائلك السحاب وانما　　　حمت به فصبيبها الرحضاء

(ترجمہ) بادل نے تیری عطاء کی نقل نہیں کی بلکہ اس کو بخار آگیا پس اس سے ٹپکا ہوا پانی پسینہ ہے۔

اس شعر میں حسن تعلیل ہے حسن تعلیل اس کو کہتے ہیں کہ کسی وصف کیلئے بنظر دقیق ایسی علت کا دعوی کیا جائے جو اس وصف کے مناسب ہو اور غیر واقعی ہو۔

بادل سے پانی کا بہنا ایک صفت ثابتہ ہے جس کی کوئی علت عادۃ ظاہر نہیں ہے متنبی نے اس کی یہ علت بیان کی ہے کہ یہ پانی بخار کا نتیجہ ہے جو عطاء ممدوح کو دیکھ کر براہ شرم پیدا ہو گیا ہے۔

اذا مطرت منهم دمنك سحائب　　　فوابلهم طل وطلك وابل

(ترجمہ) جب ان کے اور تیرے ابرہائے عطا برمیں تو ان کی عطا کثیر تیرے مقابلہ میں نہایت قلیل ہے اور تیری عطاء قلیل ان کی عطاء کی نسبت کثیر ہے اس شعر میں عکس و تبدیل ہے عکس اس کو کہتے ہیں کہ اولا کلام میں ایک جزء کو مقدم ذکر کر کے پھر اس کو موخر ذکر کیا جائے مصرع ثانی میں اولا ویل کو طل پر مقدم کیا ہے پھر اس کا عکس

من الجاذر فی زی الاعاریب　　　حمر الحلی والمطایا ولجلابیب

(ترجمہ) لباس عرب میں یہ بچہ ہائے گاؤ دشتی کون ہیں جن کا زیور سرخ یعنی سونے کا ہے اور سرخ رنگ کی اونٹنیوں پر سوار ہیں اور ان کی چادریں بھی سرخ ہیں اس شعر میں تجاہل عارفانہ ہے وہو ظاہر۔

سأطلب حقی بالقنا ومشائخ　　　کانهم من طول مالتمنوا مرد

اب میں اپنا حق نیزوں اور تجربہ کار جنگجوؤں کے ذریعہ جو بسبب دوام برقع پوشی کے گویا امرد ہیں طلب کروں گا

ثقال اذا لاقوا خفاف اذا دعوا کثیر اذا شدوا قلیل اذا عدوا

(ترجمہ) جب وہ مشائخ لڑتے ہیں تو ان کا حملہ سخت وگراں ہے اور جب وہ مدد کے واسطے بلائے جاتے ہیں تو ہلکے ہیں اور جب وہ اعداء پر حملہ کرتے ہیں تو بہت معلوم ہوتے ہیں اور جب شمار کئے جائیں تو تھوڑے ہیں۔
اس شعر میں صنعت تقسیم ہے تقسیم کا اطلاق اس پر ہوتا ہے کہ ایک شے کے چند احوال ذکر کئے جائیں اور ہر حال کی طرف اس کے مناسب امر کو منسوب کیا جائے۔

وجوہ لفظیہ ......

فنحن فی جذل والروم فی وجل والبر فی شغل والبحر فی خجل

(ترجمہ) ہم اس کی فتح ونصرت سے خوش ہیں اور روم اس کے حملہ سے خائف اور خشکی اس کے لشکروں سے گھری ہوئی اور دریا اس کی سخاوت سے شرمندہ ہے، اس شعر میں سجع ہے، سجع فواصل کلام کو ایک ہی قافیہ پر لانے کو کہتے ہیں شعر میں جذل، وجل، شغل، خجل سب ایک ہی قافیہ پر ہیں۔

کان رحلی کان من کف طاهر فاثبت کوری فی ظهور المواهب

(ترجمہ) گویا میرا کوچ طاہر کے ہاتھ سے تھا اس نے میرے کجاوے کو اپنی بخششوں کی پشت پر قائم کر دیا۔
اس شعر میں حسن تخلص ہے، حسن تخلص اس کو کہتے ہیں کہ متکلم غزل، افتخار، شکوہ شکایت وغیرہ سے ایسی چیز کی طرف منتقل ہو جو ممدوح کے مناسب ہو اور انتقال کے وقت اسلوب اتنا عمدہ اور دقیق ہو کہ سامع کو اس کا شعور بھی نہ ہو سکے۔

متنبی کے بعض عمدہ ترین اشعار ......

ازورهم وسواد اللیل یشفع لی وانثنی وبیاض الصبح یغری بی

(ترجمہ) میں معشوقوں کے پاس رات کو جاتا ہوں اس حالت میں کہ تاریکی شب میری شفاعت اور مدد کرتی ہے (کہ تاریکی کے سبب سے کوئی میرے جانے پر مطلع نہیں ہوتا) اور آخر شب میں وہاں سے لوٹتا ہوں اس حال میں کہ صبح کی سفیدی محافظین کو میری گرفتاری پر برانگیختہ کرتی ہے (کیونکہ وہ میرا آنا ظاہر کرتی ہے)
ناقدین کلام اور حذاق شعر کہتے ہیں کہ یہ شعر متنبی کے اشعار کا امیر ہے کیونکہ وہ اول مصرع میں پانچ چیزیں لایا ہے زیارت، سیاہی، لیل، شفاعت لی۔ جو اس کے فائدہ کی ہیں پھر دوسرے مصرع میں پانچ چیزیں مخالف بترتیب لایا ہے انثنی، بیاض، صبح، یغری، بی جو اس کے نقصان کی ہیں، بایں ہمہ الفاظ شستہ اور معنی عمدہ ہیں۔

ویغنیك عما ینسب الناس انه الیك تناهی المکرمات وتنسب

(ترجمہ) اور لوگ جو اپنی نسبت اپنے اپنے قبیلہ کی طرف کرتے ہیں تجھ کو اس نسبت سے اس امر نے بے پرواہ کر دیا کہ تو تمام حسنات کا منتہی ہے اور وہ خود تیری طرف نسبت کی جاتی ہیں۔
حق یہ ہے کہ ایک حبشی بے اصل ونسب غلام کی اس سے بہتر تعریف نہیں ہو سکتی۔

لحا الله ذی الدنیا مناخا لراکب فکل بعید الهم فیها معذب

(ترجمہ) اس دنیا پر جو سوار کیلئے تھوڑی دیر کی فرودگاہ ہے خدا لعنت کرے کہ اس میں ہر بلند ہمت عذاب دیا جاتا ہے متنبی کا یہ شعر اصدق الاشعار ہے۔

نهبت من الاعمار مالو حویته لهنیت الدنیا بانك خالد

(ترجمہ) تو نے دشمنوں کو قتل کر کے ان کی اس قدر عمریں لوٹی ہیں کہ اگر تو ان سب کو جمع کر لیتا اور اپنی

عمر پر ان کا اضافہ کر دیتا تو دنیا کو اس کی مبارک باد دی جاتی کہ تو ہمیشہ رہے گا۔
یہ شعر مدح میں بجائے قصیدہ بلکہ ایک مستقل دیوان کے درجہ میں ہے کیونکہ بوجوہ کثیرہ مدح ہے اول یہ کہ اس نے عمروں کو لوٹا ہے نہ کہ اموال کو دوم یہ کہ اس نے اس قدر دشمن قتل کئے ہیں کہ اگر وہ ان کی عمروں کا وارث ہو جاتا تو دنیا میں ہمیشہ رہتا، سوم یہ کہ اس کا دنیا میں ہمیشہ رہنا باعث صلاح اہل دنیا ہے ورنہ مبارک بادی چہ معنی دارد، چہارم یہ کہ وہ دشمنوں کے قتل میں ظالم نہیں کیونکہ وہ ان کے قتل سے دنیا و اہل دنیا کی صلاح کا قصد کرتا ہے اور لوگ اس کے ہمیشہ رہنے سے خوش ہیں شارح ابن جنی کہتا ہے کہ اگر متنبی سیف الدولہ کی مدح میں اس شعر کے سوا اور کچھ نہ کہتا تو اس کی دوام یادگار کیلئے کافی تھا۔

اتراھا لکثرۃ العشاق تحسب الدمع خلقۃ فی الماق

(ترجمہ) اے مخاطب کیا تجھ کو محبوبہ ایسے حال میں دکھائی جاتی ہے کہ وہ بسبب اپنے عشاق کی کثرت کے خیال کرتی ہے کہ اشک گوشہ ہائے چشم میں مخلوق ہیں، یہ بدیع معنی متنبی کے مخترعات میں سے ہیں جس کی طرف کوئی نہیں جاسکا۔

لایسلم الشرف الرفیع من الاذی حتی یراق علی جوانبہ الدم

(ترجمہ) شریف کے شرف رفیع اعداء و حساد کی تکلیف سے نہیں بچتے جب تک کہ اس کے اطراف میں خون دشمناں نہ گرا یا جائے قال ابو الفتح اشھد باللہ انہ لولم یقل الاھذا لکان اشعر المجیدین ولکان لہ ان یتقدم علیھم

متنبی کی شاعری کے عیوب...... کبھی کبھی متنبی کی شاعری میں مضمون و معنی تنگ اور اسے سمجھنا دشوار ہو جاتا ہے الفاظ سے بے توجہی کی بنا پر اس کی عبارت میں خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں مثلاً بھونڈے الفاظ، معنوی تعقید غریب و نامانوس الفاظ کا استعمال، مطلع بے ڈول، قیاس کی مخالفت، شاعری کے مضمون میں تفاوت، مبالغہ میں حد سے تجاوز کر کے اسے ناممکن حد تک پہنچا دینا مثلاً۔

ولا الضعف حتی یبلغ الضعف ضعفہ ولاضعف ضعف الضعف بل مثلہ الف

یا جیسے

انی یکون ابا البرایا آدم وابوك والثقلان انت محمد

کہنا یہ چاہتا ہے کہ "انی یکون آدم ابا البرایا وابوک محمد وانت الثقلان" یعنی آدم کیوں کر انسانوں کا جد اعلی ہو سکتا ہے حالانکہ آپ کا باپ محمد ہے اور آپ ثقلان ہیں۔ اسی طرح ایک جگہ کہتا ہے۔

لولم تکن من ذا الوری الذمنك هو عقمت بمولد نسلها حواء

یعنی اے ممدوح! اس دنیا میں جس کا وجود ہی تیری ذات سے ہے اگر تو نہ ہوتا تو اماں حواء بانجھ ہو جاتیں اور ان کے کوئی اولاد نہ ہوتی، اس قسم کے پر تعقید شعروں کی مثالیں ہمیں ہمارے موضوع سے دور لے جائیں گی جسے ان چیزوں کے معلوم کرنے کا شوق ہو وہ ثعالبی کی تصنیف "تیمیتہ الدہر" دیکھے۔

متنبی کے بعض بدترین اور معیوب اشعار...... متنبی کے اشعار میں سب سے بدترین قصیدہ وہ ہے جو اس نے ضبہ بن یزید عقبی کی ہجو میں کہا ہے جس کا مطلع یہ ہے ماانصف۔ القوم ضبہ۔ وامہ الطرطبہ اس قصیدہ میں متنبی نے ایسی ایسی گالیاں دی ہیں کہ معاذ اللہ۔

کرما فلو حدثتہ عن نفسہ بعظیم ماصنعت نطنك كاذبا

(ترجمہ) ممدوح ایسی بخشش کرتا ہے کہ اگر تو اس کے روبرو وہ بڑا کام جو اس نے کیا ہے بیان کرے تو تجھ کو جھوٹا سمجھے گا یعنی اس امر کو بڑا سمجھ کر تیری تصدیق نہ کرے گا۔

شراح نے کہا ہے کہ متنبی کا یہ قول بہتر نہیں ہے کیونکہ خوبی تو اس میں ہے کہ غیر اس کو بڑا سمجھے نہ کہ خود ممدوح۔

ابن جنی اور حسن عقیدت...... الصبح المنبی میں ہے کہ شارح ابن جنی متنبی کا بہت دلدادہ اور اس کے اشعار پر بڑا فریفتہ تھا اور ان کو متنبی کے اشعار پر ابو علی فارسی کا طعن نہایت گراں گذرتا تھا ایک روز ابو علی نے ابن جنی سے کہا کوئی شعر بتا تا کہ بحث و مباحثہ کریں، ابن جنی نے فوراً متنبی کا یہ شعر پڑھا۔

حلت دون المزار فاليوم لوزر تلحال النحول دون العناق

(ترجمہ) اس سے قبل تو ہم میں اور ملاقات میں حائل تھی اس لئے ہم غم ہائے فراق میں گھل گئے سو آج اگر تو ہم سے ملے تو ہماری لاغری معانقہ سے مانع ہو گی جس کی وجہ سے ہم گلے لگنے کے قابل نہیں رہے۔

ابو علی نے شعر کو بہت پسند کیا اور بار بار سنتا رہا پھر دریافت کیا کہ یہ شعر کس کا ہے۔ ابن جنی نے کہا یہ شعر اسی کا ہے جس نے یہ کہا ہے۔

ازورهم وسواد الليل يشفع لى وانثنى وبياض الصبح يغرى بى

ابو علی یہ سن کر اچھل پڑا اور کہنے لگا، یہ کس کا ہے۔ یہ تو بہت ہی عمدہ ہے ابن جنی نے کہا یہ اسکا ہے جس کا یہ شعر ہے۔

امضى ارادته فسوف له قد واستقرب الاقصى فثم له هنا

(ترجمہ) وہ اپنے ارادہ کا پکا ہے جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے پس کلمہ سوف (جو استقبال کیلئے ہے) ممدوح کیلئے بجائے کلمہ قد ہے (جو ماضی کیلئے ہے) اور وہ امر بعید کو بہت نزدیک سمجھتا ہے (اپنی بلند عزمی کے سبب) پس کلمہ ثم (جو اشارہ بعید کیلئے) کلمہ ہنا کیلئے استعمال کرتا ہے (جو اشارہ قریب کیلئے ہے۔)

ابو علی یہ سن کر ششدر رہ گیا اور کہنے لگا یہ کس کا ہے۔ ابن جنی نے کہا یہ اسی کا ہے جس کا یہ شعر ہے۔

ووضع الندى فى موضع السيف بالعلىٰ مضر كوضع السيف فى موضع الندى

(ترجمہ) تلوار کے موقع میں بخشش کا استعمال انسان کے علو رتبہ کیلئے مضر ہے جیسے بخشش کے موقع میں تلوار کا استعمال مضر ہے۔ ابو علی کا اعجاب حد سے بڑھ گیا اور وہ بے تاب ہو کر کہنے لگا جلد بتائیے یہ اشعار کس کے ہیں۔ بخدا میں نے اتنے عمدہ اشعار آج تک نہیں سنے، ابن جنی نے کہا، یہ اشعار اسی کے ہیں جس کے بارے میں آپ طعن کرتے رہتے ہیں ابو علی نے کہا شاید اس سے آپ کی مراد متنبی ہے ابن جنی نے کہا ہاں! ابو علی نے کہا آج آپ نے مجھے متنبی کا گرویدہ بنا دیا اس کے بعد ابو علی عضد الدولہ کے پاس گیا اور وہاں متنبی کی بہت تعریف کی۔

مجمل حیات و تاریخ وفات...... متنبی قید خانہ سے رہائی کے بعد ۳۳۷ھ میں امیر سیف الدولہ علی بن حمدان عدوی صاحب حلف کے دربار میں آگیا تھا تقریباً نو سال تک اسی کے یہاں قیام رہا امیر موصوف اظہار محبت کے ساتھ اس کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کرتا تھا کہتے ہیں کہ امیر موصوف وقتی انعامات و ہدایا کے علاوہ تین ہزار اشرفیاں سالانہ متنبی کی ذات خاص پر صرف کیا کرتا تھا دوران قیام میں کسی بات پر متنبی اور ابن خالویہ کے درمیان کشیدگی پیدا ہوئی اور امیر کے روبرو دست درازی تک نوبت آگئی اس لئے متنبی کو وہاں سے علیحدہ ہونا پڑا، چنانچہ ۳۴۶ھ میں مصر آگیا اور ابو المسیب کافور اخشیدی کی شان میں مدحیہ قصائد کہنے شروع کئے کیونکہ اسنے متنبی سے اعطاء ولایت کا وعدہ کیا تھا اس کے یہاں متنبی کا قیام تقریباً چار سال تک رہا مگر وہ پورا نہ کیا یہاں تک کہ متنبی کو کہنا پڑا۔

ابا اسك هل فى الكاس فضل اناله فانى اغنى منذ حين و تشرب

ابو المسلک! کیا جام میں کچھ میرے لے بھی بچے گا۔ میں مدتوں سے گا رہا ہوں اور آپ پیئے جا رہے ہیں اسی طرح

ایک اور موقعہ پر کہتا ہے۔

هل نافعي ان ترفع الحجب بيننا ودون الذى املت منك حجاب

وفى النفس حاجات و فيك فطانته سكوتى بيان عندها و خطاب

ہمارے درمیان کے حجابات دور ہو جانے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا جبکہ وہ امید جو میں آپ سے لگائے بیٹھا ہوں ابھی تک پردہ میں ہے میرے دل کے ارمان دل ہی میں ہیں اور آپ ان سے خوب واقف ہیں کیونکہ آپ میں اندرونی حالات بھانپنے کی صلاحیت ہے نیز خود میری خاموشی زبان حال سے اس قلبی کیفیت کو کھول کر بیان کر رہی ہے۔

اس قسم کی طنزیہ شاعری، تعلّی اور شوق طلب امارت سے کافور کو اس کی طرف سے خطرہ لاحق ہو گیا اور وہ اس سے روگردانی کرنے لگا بلکہ صاف طور پر لوگوں سے کہہ دیا کہ جو شخص نبوت کا دعوی کر سکتا ہے کیا وہ کافور کے ساتھ مملکت کا دعوی نہیں کر سکتا۔ اس پر متنبّی نے ناراض ہو کر اس کی ہجو کہہ ڈالی اور ۳۵۰ھ میں بغداد کا رخ کر لیا، چونکہ وہ بالعموم بادشاہوں سے کم درجہ کے لوگوں کی مدح کہنا کسر شان خیال کرتا تھا اس لئے اس نے وزیر مہلبی کی مدح نہیں کی جس سے مہلبی نے برا مانا اور انتقاماً بغداد کے شاعروں کو اس کے پیچھے لگا دیا جنھوں نے اس کی خوب گت بنائی لیکن متنبّی ان کے منہ نہ لگا اور فضل بن عمید سے ملاقات کیلئے ارجان روانہ ہو گیا صاحب بن عباد وزیر نے اس خیال سے کہ وہ اس کی مدح کرے گا اسے اصبہان آنے کی دعوت دی لیکن وہ اسے نظر میں نہ لایا اور عضد الدولہ سے ملنے کیلئے شیراز کا قصد کر لیا اس پر صاحب اس سے جل گیا اور اس کے کلام کی خامیاں نکالنے اور نکتہ چینی کرنے پر تل گیا حالانکہ وہی اس کے محاسن کو سب سے زیادہ جاننے والا تھا چنانچہ صاحب اور اس کے ساتھیوں نے اس کے خلاف محاذ قائم کر کے قلمی جنگ برپا کر دی اس پر سرقہ مضامین اور ادب عربی کے اسلوب سے بغاوت کا الزام لگایا لیکن خود اعتمادی اور اپنی شاعری پر ناز ہونے کی وجہ سے متنبّی نے ان ناقدین میں سے کسی کو درخور اعتناء نہ سمجھا۔ جب متنبّی عضد الدولہ کے دربار میں پہنچا تو اس نے اپنے بھرپور احسانات واکرامات سے نوازا تین ہزار دینار، گھوڑے خلعت اور انعام بخشا، پھر اپنے کسی آدمی کے ذریعہ خفیہ اس سے دریافت کر لیا کہ یہ بخشش وانعام گرانقدر ہے یا سیف الدولہ کا ہے۔ متنبّی نے کہا: یہ نہایت گرانقدر اور عظیم تر ہے لیکن اس میں کچھ تکلف ہے اور سیف الدولہ کی بخشش جوش دروں کا نتیجہ تھی، اس جواب سے عضد الدولہ برہم ہو گیا کہتے ہیں کہ اس نے بنی ضبہ کے کچھ لوگوں کو فاتک بن ابی جہل بن خراس بن شداد اسدی کے ساتھ روانہ کیا تا کہ وہ لوگ متنبّی کو مار ڈالیں چنانچہ بغداد کے علاقہ صافیہ میں وہ ایک دوسرے کے بالمقابل آئے اور جنگ ہونے لگی جب متنبّی نے اپنی کمزوری اور شکست کا اندازہ لگالیا تو بھاگنے کا ارادہ کیا لیکن اس کے غلام نے اس سے کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں میں بھگوڑے کہلاؤ حالانکہ تم نے یہ شعر کہا ہے۔

الخيل والليل والبيداء تعرفني والسيف والرمح والقرطاس والقلم

گھوڑوں کے دستے، رات، لق ودق صحراء، تلوار، نیزہ، کاغذ اور قلم سب مجھے جانتے پہچانتے ہیں، چنانچہ وہ جنگ کرتا رہا یہاں تک کہ متنبّی اس کا بیٹا محسد اور اس کا غلام مفلح بروز چہار شنبہ ۲۸ رمضان ۳۵۴ھ میں قتل کر دیا گیا۔ اس حساب سے متنبّی کی کل عمر اکیاون سال کی ہوئی ابو القاسم مظفر علی طبّی نے اس کے مرثیہ میں یہ اشعار کہے۔

مارى الناس ثانى المتنبى. اى ثان يرى لبكر الزمان كان من نفسه الكبيرة فى حبيش. وفى كبرياء ذى سلطان

ونبى شعره نبى ولكن. ظهرت معجزاته فى المعانى

دیوان متنبّی...... جو مقام ہم عصر شعراء کے درمیان متنبّی کا ہے وہی مقام دواد بین شعراء کے درمیان دیوان متنبّی کا ہے امام واحدی نے اپنی شرح کے آخر میں کہا ہے کہ یہ دیوان پانچ ہزار چار سو چورانوے اشعار پر مشتمل ہے صاحب کشف نے دیوان متنبّی کا تعارف کراتے ہوئے آخر میں اس کے اشعار کی جو تفصیل نقل کی ہے وہ یہ ہے، شامیات ۲۳۵۲ سیفیات۔

۱۵۴۰، کافوریات ۵۲۸، خانکیات ۳۵۸، شیرادیات ۳۵۷ اس تفصیل پر مجموعہ اشعار ۵۱۳۵ ہوتا ہے قاضی ابن خلکان نے اپنی تاریخ "وفیات الاعیان" میں لکھا ہے کہ علماء نے اس دیوان کی بڑی قدر کی ہے اور اس کی متعدد شرحیں لکھی ہیں جرجی زیدان کا بیان ہے کہ اس کے بعض اشعار کا ترجمہ انگریزی اور لاطینی زبان میں ہو چکا ہے بعض اساتذہ کا قول ہے کہ دیوان متنبی کی تقریباً چالیس شرحیں دیکھنے میں آئی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں۔

فہرست شروح دیوان متنبی

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح دیوان متنبی	امام ابوالحسن علی بن احمد واحدی	۴۶۸ھ
۲	=====	ابوالفتح شیخ عثمان بن جنی نحوی	۳۹۲ھ
۳	=====	==========	===
۴	لامع غزنوی	ابوالعلاء ابن سلیمان معری	۴۴۹ھ
۵	الجنی علی ابن جنی	ابوالفتح محمد بن احمد معروف بابن فورجہ	بعد ۴۳۷ھ
۶	الفتح علی ابی الفتح	==========	===
۷	شرح دیوان متنبی	ابوالحسن علی بن اسماعیل معروف بابن سیدہ	۴۲۸ھ
۸	=====	ابوموسیٰ عیسیٰ بن عبدالعزیز بربری جزدلی	۶۰۷ھ
۹	[1] کتاب النظام (۱۰ جلد)	ابوالبرکات مبارک معروف بابن المستوفی اربلی	۶۳۷ھ
۱۰	شرح دیوان متنبی	ابوالقاسم ابراہیم بن محمد معروف بالا قلیلی	۴۴۱ھ
۱۱	=====	ابوالظفر کمال الدین محمد آدم ہروی	۴۱۴ھ
۱۲	=====	ابوالبقاء عبداللہ بن الحسین عکبری حنبلی	۶۱۶ھ
۱۳	=====	ابوعبداللہ محمد بن علی بن ابراہیم الہراس الخوارزمی	۴۲۵ھ
۱۴	شرح دیوان متنبی	ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن حمدان دلفی عجلی	۴۶۰ھ
۱۵	=====	ابوطالب سعد بن محمد ازدی معروف بوعید	۳۸۵ھ
۱۶	=====	ابوعبداللہ بن سلیمان بن عبداللہ حلوانی	۴۹۴ھ
۱۷	=====	عبداللہ بن احمد سامانی	۴۷۵ھ
۱۸	=====	ابوزکریا یحییٰ بن علی معروف بالخطیب تبریزی	۵۰۲ھ
۱۹	=====	ابومحمد عبداللہ بن محمد معروف بابن السید بطلیوسی	۵۲۱ھ
۲۰	=====	عبدالقاہر بن عبداللہ حلبی معروف بواوا	۶۱۳ھ
۲۱	حاشیہ دیوان متنبی	ابوالیمن تاج الدین زید بن حسن کندی	
۲۲	=====	شیخ الادب مولانا محمد اعزاز علی بن محمد مزاج علی	۱۳۷۴ھ
۲۳	تسہیل البیان فی شرح الدیوان	مولانا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی [2]	

[1] وقد مرنی شروح دیوان ابی تمام فلیحقق ۱۲۔
[2] از ابن خلکان، مقدمہ حاشیہ اعزازیہ، کشف الظنون، غلامان اسلام، ابجد العلوم، تاریخ ادب عربی وغیرہ ۱۲۔

(۵۴) صاحب مقامات حریری

نام و نسب...... قاسم نام، ابو محمد کنیت، والد کا نام علی، دادا کا نام محمد اور پردادا کا نام عثمان ہے حریر یعنی ریشم کو تیار یا فروخت کرتے تھے اس لئے آپ کو حریری کہتے ہیں اور قبلہ بنی حرام سے آپ کا نسبی تعلق تھا اس لئے آپ کو حرامی بھی کہتے ہیں مسترشد باللہ کے عہد خلافت میں شہر بصرہ کے قریب قصبہ مشان کے اندر ۴۴۶ھ میں پیدا ہوئے اور بصرہ کے محلہ بنی حرام میں سکونت اختیار کی ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت بصرہ ہی میں ہوئی تھی۔

تحصیل علوم...... علامہ حریری اپنے ریشم بیچنے کے پیشہ کو ناپسند سمجھتے تھے آپ کو علم و ادب سے جو فطری مناسبت اور ضعف تھا وہ اس سلسلہ میں مانع بنا اسی سبب سے آپ نے علماء اور فضلاء کے مجامع اور مجالس کو اپنا مستقر قرار دیا ان کی صحبت و ہم نشینی کو آب حیات سمجھا، چنانچہ آپ علماء کی مجالس میں آتے جاتے اور ادبی علوم کے حاصل کرنے میں انتہائی جد و جہد اور جانفشانی سے کام لیتے تھے علم ادب آپ نے ابو القاسم فضل بن محمد قصبانی سے پڑھا اور حدیث شریف ابو تمام محمد بن الحسین وغیرہ سے حاصل کی۔

ادبی مطالعہ...... مقامات کے مطالعہ سے یہ بات خاص طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے لغت و نحو کا بخوبی مطالعہ کیا تھا اسی لئے کچھ ہی دنوں میں آپ کو فنی مہارت کے علاوہ معاصرین میں زبردست فوقیت حاصل ہوئی۔

آپ چونکہ عرب کے واقعات واشعار اور عربی زبان کے اچھوتے اسالیب اور طرز بیان سے واقف تھے اس لئے گھر گھر آپ کی عربیت کے نغمے گائے گئے امتیازی شہرت حاصل ہوئی اور علوم و فنون کے ساتھ منفرد ہونے والے لوگوں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

ثروت و مالداری اور اونچا مقام...... مورخ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ علامہ حریری اہل ثروت اور مالدار لوگوں میں سے تھے بصرہ میں آپ کی اٹھارہ ہزار کھجوریں تھیں چونکہ آپ شہر بصرہ میں صاحب الخبر کے عہدہ پر فائز تھے اس لئے آپ کو بڑا اونچا مقام حاصل تھا عوام و خواص سب ہی کیلئے مرجع التفات تھے۔

شیخ عماد نے اپنی کتاب "خریدہ" میں بیان کیا ہے کہ حریری بصرہ کی کچہری میں "صاحب الخبر" کے عہدے پر ہمیشہ فائز رہے اور یہ عہدہ مقتفوی عہد کے آخر تک آپ کی اولاد میں چلتا رہا۔

علمی فضل و کمال...... علامہ ممدوح نہایت ذکی، ہوشیار، نازک خیال، فصاحت و بلاغت میں یکتا اور ماہر فن، یگانہ روزگار، انشا پرداز اور ادیب تھے، علم لغت، امثال، نحو، معانی، بیان بدیع میں ید طولی اور علمیت و قابلیت، وسعت معلومات، زور انشاء، جزالت شعر و بدیہہ گوئی میں اپنے ہم عصر ادباء میں نمایاں مقام رکھتے تھے اور عربی نظم و نثر دونوں پر یکساں قدرت حاصل تھی۔

نثر نگاری...... علامہ حریری نثر کے پیغمبر تھے آپ کی ہر عبارت گویا الہامی اور ظاہری و معنوی خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے علاوہ نہایت شستہ و شگفتہ ہوتی ہے گویا وہ ایک دلہن ہے جو قوافی کے لباس میں ملبوس اور معانی کے زیور سے مزین ہے اس میں نسیم سحر کے ٹھنڈے جھونکوں کی روح افزا لطافت پھولوں اور پھلوں کی فرحت بخش سرسبزی و شادابی بھی پنہاں ہے اور شرر جیسی سوزش اور بھڑک بھی موجود ہے اگر کوئی چٹان کلام سے متاثر ہو کر پگھل سکتی ہے یا کوئی چنگاری سرد ہو سکتی ہے تو وہ صرف آپ کے اس کلام سے جو رسائل و مقامات میں موجود تھے۔

در گوش من ز روح فغانے رسد فقیر　　　صد آفریں نجامۂ سحر آفرین من

آپ کے منثورہ رسائل میں دو رسالے نہایت عجیب و غریب اور انشا پردازوں کی نظر میں خاص اہمیت کے حامل ہیں جن کے متعلق شیخ یوسف سنوبرونی نے کہا ہے کہ ان دونوں رسالوں کی وہی حیثیت ہے جو انسان کیلئے آنکھ کی یا آنکھ کیلئے پتلی کی

ہے پہلا رسالہ سینیہ ہے جس میں آپ نے نظم ونثر کے ہر کلمہ میں حرف سین لانے کاالتزام کیا ہے، رسالہ حسب ذیل ہے۔

”باسم السميع القدوس استفتح،وباسعاده استجع،سيرة سيدنا الاسفهلاء،السيد النفيس سيد الرنوساء، سيف السلاطين،حرست نفسه،واستارت سمه،وانسق انسه،وبسق غرسه،استمالة الجليس ومساهمة الانيس ومساعدة الكسير و سليب،ومواساة السحيق والنسيب،والسيادة تستدعى استداعة السنن، وحراسة الرسم الحسن وسمعتا بالامس تدارس الالسن،سلافة خندريسه فى سلسال كوؤسه،و محاسن مجلس سرته و احسان سمعته سيادته فاسنلسقت السراء،وتوسمت الاستدعا،وسوفت نفسى بالاخسار، وموانسته الجساء،وجلست استقرى السبل والسقطلع الرسل،واستبعد تناسى اسمه، واساور الوساوس لاستحالة رسمى

وسيف السلاطين مستاثر،بانس السماع و حسو الكووس،سلاتى وليس لباس السلو،يناسب حسن سمات النفيس

وسن تناسى جلاسه واسوا لسجايا تنا سى الجليس وسر حسودى بطمس الرسوم وطمس الرسوم كرمس النفوس

وساقى الحسام بكاس السلاف،واسهمنى بعبوس وبوس واسكرنى حسرة واستعاض،لقسوته سكرة الخندريس

ساكسوه بسة مستعتب،وامسك امساك سهل يوس اسطر سيناته سيرة، تسيرا ساطير ها كالسبوس

وحسبنا السلام لرسول الاسلام

دوسرا رسالہ شینیہ ہے جس کے ہر کلمہ میں شین لانے کالتزام ہے رسالہ حسب ذیل ہے۔

” بارشاد المنشى النشى شغفى بالشيخ،شمس الشعراء ريش معاشه و فشار ياشه واشرق شهابه و اعشوشبت شعايه بشاكل شغف المنتشى بالنشوى والمرتشى بالر شوى والشادن يشرخ الشباب والعطشان الى شم الشراب وشكرى لتجشمه ومشقته و شواهد شفقته يشاكل شكر النا شد للمنتشد و المسترشد للمرشد و المستشعر للمبشر والمستجيش للجيش المثمر وشعارى انشا و شعره واشجاء الكاشح والمكاشر بنشره وشغلى اشاعته وشائعه وتشييد شفائعه والا شادة بشذوره وشنوفه والمشورة، بتشفيعه وتشريفه واشهد شهادة المنع الكاشف والمنشر المكاشف لانشاده هدش الشائب والناشى ويلاشى شعر الناشى والمشاهدته كاشتيار الشهد وتباشير الرشد والمشاخته تشقى المشاجن والمشاجرته تشرا المشاين والشاغبته تشظى الاشطان وتشيط الشيطان فشر فالشيخ شرفا وشغفا بشنشنته شغفا.

فاشعا ره مشهورة و مشاعره.وعشرت مشكورة و عشائره شاى الشعراء والشمعلين شعره فشانية مشجو الحشاء و مشاغره

وشوه ترقيش المرقش رقشت فاشياعه يشكونه و معاشره وشان الشباب الشم والشيب و شيه فمشواه البشرى المشوق ناشز

شمائله معشوقتہ كشموله وشريبه مستبشر و معاشره شكورو مشكور وحشو عشاشته شہامتہ شمير لطيش مشاجره

شفاشقه فحشيت وشانه،شبا مشرنى جاش للشر شاهره شفا بالا ناشيد انشادى و شفهم،فمشفيه مشفى و شاكيه شاكره

ويشدد فيهتش الشحيح لشده،ويشغفه انشاده فيشاطره تجشم غشيانى فشر دوحشتى،ممشاه ببشرا ياشره

سانشده شعر ايشرق شمسه واشكره شكرا تشع بشاعره

واشهد شهادة شاهدالاشياء ومشبع الاحشاء ليشعلن شواظ اشواقى شحطه وليشعثن شمل نشاطى نشطه فناشدت الشيخ اليشعر باستيحاشى لشوعه واجهاشى لتشيعه وشابتى لنشيد الموشى ونشيد شخصه بالاشراق والعشى وشاه حاشاه نغشيه شبيهة وتغشاه فليتشف شرح شجونى لشطوته ومشاركى بشمونه و اشغالى بتمشيه شونه ليشد جاشى و يشارف لكماشى،عاش منتعش الحشاشته مشحو ذالشفار منتشر الشرار شتا مالا شرار شحاذا بالاشعار ليشرح ويجوش ومعيش المنقوش بمشيه الشديد البطش الشامخ

العرش وتشریفه لبشیر البشر وشفیع المحشر ﷺ

شعر گوئی...... آپ جس طرح نثر لکھنے میں مہارت تامہ اور ملکہ راسخہ رکھتے تھے اسی طرح شعر و شاعری میں بھی اعلیٰ قابلیتوں کے حامل اور بلند پایہ درک وادراک اور بے پایاں اہم خصوصیات کے مالک تھے چونکہ آپ شعراء جاہلیت کے پیروکار اور ان کے انداز بیان اور اسلوب کے دلدادہ تھے اس لئے آپ نے اکثر وبیشتر امری القیس، زہیر، عمر بن کلثوم کی طرح بحر کامل اور بحر طویل میں اشعار کہے آپ کے اشعار و قصائد کا مستقل دیوان ہے جس میں سلاست روانی شوکت الفاظ، بلندی تخیل اور شگفتگی بدرجہ اتم موجود ہے دلآویز ترکیبیں، عمدہ اور نادر تشبیہات عجیب وغریب استعارات، جناس وازدواج وغیرہ صنائع آپ کے اشعار کا اہم جزو ہیں فن شعر میں حسن تصرف کے لحاظ سے آپ کو امتیازی شان حاصل ہے آپ کے اشعار جودت لفظ اور جدت اسلوب میں آپ کی نثر سے کم وقعت نہیں رکھتے البتہ جو شہرت آپ کو نثر میں ہے وہ نظم میں نہ ہو سکی اور مجموعی طور پر اشعار میں وہ چستی اور برجستگی نہیں ہے جو نثر میں پائی جاتی ہے تاہم اہم اور نازک مضامین کو بڑی سہولت کے ساتھ اچھوتے انداز میں رشیق وحسین اور پرشکوہ الفاظ کے دامن میں دیتے تھے مقامات کے تمام تر اشعار آپ ہی کی جودت طبع کا نتیجہ ہیں البتہ دو شعر اس سے مستثنیٰ ہیں جن میں سے ایک داداو مشقی کا اور دوسرا اختری کا ہے۔

ان کے علاوہ عماد اصفہانی نے اپنی کتاب ''خریدہ میں ذیل کے اشعار کو بھی آپ ہی کی طرف منسوب کیا ہے

قال العواذل ماهذا الغرام به ... اماترى الشعر فى خديه قدنبتا

فقلت والله لوان المفندلي قائل الرشد فى عينيه ماثبتا ... ومن قام بارض وهى مجدبته

فكيف يرحل عنها والربيع اتى ... كم طباء سحاجر . فعنت بالمحاجر

ونفوس نفائس. حذرت بالمحاذر ... وتثن لخاطرها. ج وجد الخاطر

وعذار لاجله. عاذلى فيه عاذرى ... وشجون تضافرت. عند كشف الضفائر

یہ دوبیت بھی آپ ہی کے بتائے جاتے ہیں۔

لاتخطون الى خطء ولا خطاء ... من بعد ماالشيب فى فوديك قدوخطا

واى عذر لمن شابت ذوائبه ... اذا سعى فى مياد ين الصبا و خطا

حریری کے حکیمانہ اشعار

لاتزرمن تحب فى كل شهر ... غير يوم ولاتزده عليه

فاجتلاء الهلال فى الشهر يوما ... ثم لاتنظر اليعون اليه

(ترجمہ) دوستوں سے ہر ماہ ایک دن سے زیادہ ملاقات نہ کر کیونکہ چاند کو مہینہ میں ایک ہی دن دیکھا جاتا ہے پھر اس کی طرف کوئی نہیں دیکھتا۔

لاتقعدن على ضرو مسغبت. لكى يقال عزيز النفس مصطبر ... وانظر بعينيك هل ارض معطلة

من النبات كارض حفها الشجر . فعد عما تشير الاغبياء به ... فاى فضل لعود ماله ثمر

واء حل ركابك عن زلغ ظلمت به ... الى الجناب الذى يهمى به المطر

واستنزل الرى من وراء السحاب فان ... هلت يداك به فليهنك الظفر

(ترجمہ) تکلیف اور بھوک پر اس خیال سے صبر کئے نہ بیٹھے رہو کہ لوگ کہیں گے بڑا خوددار صابر ہے اپنی آنکھوں سے دیکھو کیا درختوں سے خالی زمین اور وہ زمین جو

درختوں سے بھری ہو یکساں ہوتی ہے۔ تم پاگلوں کے مشوروں کو نظر انداز کر دو
اور سوچو کہ اس درخت میں کیا خوبی ہے جس پر پھل نہ لگے، اور ایسی جگہ سے
جہاں تم پیاسے رہو کوچ کر کے اس جگہ چلے جاؤ جہاں موسلادھار بارش ہو رہی ہو
اور بادلوں کی جھڑی سے سیرابی حاصل کرنے کی کوشش کرو پھر اگر اس سے
تمہارے ہاتھ تر ہو جائیں تو یہ کامیابی تمہیں مبارک ہو۔

حریری کے علم و فضل کا اعتراف...... ابو الفلاح عبد الحی بن العماد حنبلی نے اپنی کتاب "شذرات الذہب" میں لکھا ہے کہ حریری لواء بلاغت کے حامل اور میدان نظم ونثر کے شہسوار ہیں۔" اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "الحاصل شیخ حریری زمانہ کے عجائب اور نوادرات میں سے ہیں۔ ابو الفتح ہبۃ اللہ بن فضل کہتے ہیں کہ۔ امام اجل شیخ ابو محمد قاسم بن علی بن حریری مشہور اہل فضل اور اپنے زمانہ کے ان منتخب اور یکتا لوگوں میں سے ہیں جو متقدمین کے گروہ سے ملحق ہیں لیکن فضائل و محاسن اور خصوصیات میں ان سے بھی متجاوز ہیں۔

حریری کے فضل و کمال کا اعتراف شیم حلی جیسے بلند مرتبہ فاضل نے بھی کیا ہے جیسا کہ یاقوت حموی نے معجم میں نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "ان عجائبات میں سے جن کو میں نے دیکھا اور مشاہدہ کیا ہے یہ ہے کہ میں اعفوان شباب ۵۹۳ھ میں شہر آمد پہنچا مجھے معلوم ہوا کہ یہاں علی بن حسین جو شیم حلی کے لقب سے مشہور ہیں تشریف رکھتے ہیں لیکن علماء متقدمین اور متاخرین میں سے وہ کسی کا بھی وزن نہیں سمجھتے اور نہ کسی کی فضیلت و منقبت کے معترف ہوتے ہیں میں ان کے یہاں حاضر ہوا تو میں نے ان کو اہل فضل پر نقد و تبصرہ اور تنقیص و تذلیل کرتے ہوئے دیکھا اور مسلسل دیکھتا رہا، بالاخر ملول ہو کر میں نے کہا کیا آپ کے نزدیک متقدمین کی جماعت میں کوئی ماہر فن ہے۔ انھوں نے کہا ہاں تین آدمی ہیں متنبی مدح و ستائش میں ابن نباتہ خطبات میں ابن الحریری مقامات میں میں نے کہا آپ کیلئے حریری کی راہ پر چلنے سے کون چیز مانع ہے۔ ایک ایسی مقامات تصنیف کر دیجئے جس سے حریری کی یاد کی چنگاری سرد ہو جائے اور اس کی ساری دولت آپ کے قبضہ میں آجائے۔ انھوں نے کہا بیٹا حق کی طرف رجوع کرنا بہتر ہے حقیقت یہ ہے میں نے تین مرتبہ مقامات تصنیف کی لیکن ہر مرتبہ جب غور سے دیکھا اور موازنہ کیا تو مقامات حریری کے مقابلہ میں رذیل و مبتذل ہی معلوم ہوئی چنانچہ میں نے اس کو حوض میں دھو ڈالا اور آئندہ لکھنے کا ارادہ ختم کر دیا میرا خیال ہے کہ حق تعالی نے مجھے حریری کی فضیلت و منقبت ظاہر کرنے کیلئے ہی پیدا کیا ہے۔

خاکساری و بردباری اور اعتراف حق...... علامہ حریری نہایت بردبار، نیک طینت اور راستی پسند انسان تھے اگر کوئی شخص کسی لغزش پر متنبہ کرتا تو آپ خوش ہو کر اپنی لغزش کا اعتراف کر لیتے اور اس کا اعزاز و اکرام کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جابر بن ہبۃ اللہ نے مقامات پڑھتے ہوئے قد دفع اللیل الذی اکفھر الی ذراکم شعثا مغبرا میں " شعثا مغبرا" کے بجائے سغبا معترا پڑھا تو آپ نے توقف کرنے کے بعد کہا بخدا تو نے بہت عمدہ تصحیف کی کیونکہ ہر سغب معتر کا ضرور تمند ہونا لازمی ہے اور ہر شعث مغبر کا حاجتمند ہونا ضروری نہیں اگر میں نے سات سو نسخوں پر جو میرے سامنے پڑھے گئے ہیں اپنے ہاتھ سے یہ لفظ نہ لکھا ہوتا تو میں " شعثا مغبرا" کو سغبا معترا سے ضرور بدل دیتا۔

ظرافت طبع...... موصوف متبحر عالم ہونے کے ساتھ ساتھ ظریف الطبع تھے اور خوش مزاج بھی تھے آپ کی طبیعت لطیفوں اور چٹکلوں کی طرف بہت زیادہ مائل تھی مخاطب کو خوش کرنا ہنسانا اور اس سے داد تحسین حاصل کرنا بخوبی جانتے تھے۔

دل را اثر روئے تو گلپوش کند — جاں را سخن خوب تو مدہوش کند

ابن خلکان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نو وارد شخص فیضیاب ہونے کی غرض سے حاضر خدمت ہوا اور آپ کی شکل و

صورت دیکھ کر منقبض ہوا آپ نے اس کا احساس کرلیا جب اس نے املاء کرانے کی درخواست کی تو آپ نے یہ شعر املا کرلیا۔

ما لے انت اول سارغرہ القمر ۔۔۔ ورائد اعجبۃ خضرۃ الدمن

فاختر لنفسک غیری اننی رجل ۔۔۔ مثل المعیدی فاسمع بی ولاترنی

اس پر وہ بیچارہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔

زہد وورع اور معاصی سے نفرت...... آپ زاہد و متورع، پاک باطن اور پرہیزگار آدمی تھے دولت عباسیہ میں اگرچہ عیش وعشرت اور شراب نوشی کا دور دورہ تھا مگر آپ اس سے کوسوں دور تھے بلکہ آپ کو شراب نوشوں سے بھی طبعی نفرت تھی جابر بن زہیر کہتے ہیں کہ میں ایک بار قصبہ مشان میں آپ سے مقامات پڑھ رہا تھا اچانک خبر آئی کہ ابوزید مطہر بن سلام نے شراب پی رکھی ہے آپ نے فوراً یہ اشعار لکھ کر اس کے پاس بھیجے اور ہم کو بھی سنائے۔

ابازید اعلم ان من شرب الطلا ۔۔۔ تدنس فافھم سرقوا المھدب

ومن قبل سمیت المطھر والفتی ۔۔۔ یصدق بالافعال تسمیۃ الادب

فلاتحسھا کیما تکون مطھرا ۔۔۔ والا فغیر ذلک الاسم و اشرب

مطہر بن سلام کے پاس جب یہ اشعار پہنچے تو وہ ننگے پاؤں حاضر خدمت ہوا اور قرآن ہاتھ میں لے کر قسم کھائی کہ آئندہ کبھی شراب نہ پیوں گا۔ آپ نے فرمایا بلکہ شراب پینے والوں کے پاس بھی نہ جانا، علامہ حریری کے ادب کا یہ حال تھا کہ تنہائی میں بھی پاؤں دراز نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے حفظ الادب مع اللہ احق۔

باادب باش تا بزرگ شوی ۔۔۔ کہ بزرگی نتیجہ ادب ست

وفات...... آپ کی وفات ۶ رجب ۵۱۵ھ یا (۵۱۶ھ) میں بصرہ شہر کے محلہ بنی حرام میں ہوئی عام طور پر سنہ وفات یہی بتایا جاتا ہے لیکن ابن خلکان نے بروایت ابوالفتح مطہر بن سلام نقل کیا ہے کہ جب آپ ۵۳۸ھ میں شہر واسط آئے تو میں نے آپ سے "ملحۃ الاعراب" کی سماعت کی اس کے بعد آپ بغداد چلے گئے اور ایک زمانہ تک قیام رہا اور وہیں وفات پائی۔ عماد اصفہانی نے بھی اپنی کتاب "خریدہ" میں اسی طرح ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ آپ نے ۵۴۰ھ کے بعد وفات پائی۔

مرا در منزل جاناں چہ امن و عیش چوں ہر دم ۔۔۔ جرس فریاد می دارد بر بندید محملہا

الباقیات الصالحات...... بقول مورخ ابن خلکان آپ نے دو صاحبزادے چھوڑے، ایک نجم الدین ابوالقاسم عبداللہ جو بغداد کے حاکموں میں سے تھے دوسرے ضیاء الاسلام عبیداللہ جو بصرہ کے قاضی تھے جوالیقی کہتے ہیں کہ مجھے ان دونوں سے مقامات کی اجازت حاصل ہے اور یہ دونوں اپنے باپ سے نقل کرتے ہیں۔

شیخ شرزی نے تیسرے صاحبزادے ابوالعباس کا بھی تذکرہ کیا ہے جو قصبہ مشان میں اپنے باپ کی جگہ پر متعین تھے آپ نے ان تینوں صاحبزادوں کو مقامات کا درس دیا تھا اور ابوالعباس جو انتہائی زیرک اور ہوشیار تھے۔ خصوصیت کے ساتھ مقامات کے مغلق اور مشکل مواقع حل کرائے یہی وجہ ہے کہ مترجمین متقدمین نے ان سے زیادہ اخذ کیا ہے۔

حلیہ...... معجم میں ہے کہ آپ انتہائی فطین و ہوشیار اور فصیح و بلیغ تھے لیکن آپ کا خد و خال اچھا نہ تھا حسن و جمال سے محروم تھے ابن خلکان نے لکھا ہے کہ آپ غور و فکر کے وقت ڈاڑھی نوچنے کے عادی اور حریص تھے اسی وجہ سے ابوالقاسم علی بن افلح[۲] نے آپ کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں۔

شیخ لنامن ربیعۃ الفرس. منتیف عثونہ من الھوس ۔۔۔ انطقہ اللہ بالمشان وقد. الجمہ فی العراق بالخرس

---

[۱] رات میں چلنے والے تم ہی پہلے شخص نہیں ہو جسے چاند نے دھوکا دیا ہو اور نہ تم چراگاہ تلاش کرنے والے پہلے شخص ہو جسے کوڑی کی سبزی بھلی معلوم ہوئی ہو تم اپنے لئے میرے سوا کسی اور کو پسند کرلو کیونکہ میں معیدی کی طرح ہوں میری باتیں سنو اور میری شکل مت دیکھو۔"

[۲] وقیل ان ہذین البیتین لابی محمد بن احمد معروف بابن جکینا حریمی ۱۲۔

امام زیارت نے بیان کیا ہے کہ آپ بد شکل پستہ قد اور بخیل آدمی تھے میلے اور گندے کپڑے پہنتے تھے غور و فکر کے وقت داڑھی نوچنے کے عادی تھے حق تعالی نے آپ کو بد صورتی کے بدلے بہترین ادب، لطیف، چٹکلے، خوش مذاقی، بذلہ سنجی عدل وانصاف اور فراخدلی عطا فرمائی تھی اسی لئے آپ کے قصص وحکایات آپ کی زیارت سے بہتر بتائے جاتے ہیں۔

چہ غم زمنقصت صورت اہل معنی را چو جاں زروم بود گو تن از حبش میباش

تصنیفات و تالیفات...... آپ نے اپنی زندگی میں مختلف موضوعات پر قلم اٹھایا اور متعدد کتابیں تصنیف کیں جو اپنی معنویت اور افادیت اور مخصوص انداز بیان کی بناء پر شہرہ آفاق ہیں۔

(۱) درۃ الغواص فی اوہام الخواص۔ اس میں آپ نے معاصرین پر نقد کرتے ہوئے بتلایا ہے کہ ادباء عصر الفاظ کو بے موقعہ یا غیر موضوع لہ میں استعمال کر کے غلطی کرتے ہیں یہ ۵۰۴ھ کی تصنیف ہے ۱۲۷۳ھ میں مصر سے اور ۱۸۷۱ء میں لپزک شہر سے طبع ہوئی ہے علامہ خفاجی نے اس کی مفصل شرح لکھی ہے جو ۱۲۹۹ھ میں قسطنطنیہ سے شائع ہوئی ہے۔ (۲) ملحۃ الاعراب یہ ۵۰۴ھ کے بعد کی تصنیف ہے اس میں مبتدی طلبہ کیلئے نحو کے مسائل کو نظم کیا ہے مطلع قصیدہ یہ ہے۔

اقول من بعد افتتاح القول بحمد ذی الطول شدید الحول

محمد بن محمد حضرمی نے اس کی شرح کی ہے جو ۱۳۰۶ھ میں مصر سے شائع ہوئی ہے خود مصنف نے بھی اس کی شرح لکھی ہے فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ بھی ہوا ہے جو ۱۸۸۵ء میں پیرس کے اندر طبع ہوا ہے۔

(۳) صدور زمان الفتور و فتور زمان الصدور فن تاریخ میں بہت عمدہ اور لطیف تصنیف ہے جس سے علامہ اصفہانی نے اپنی کتاب "نصرۃ الفترۃ وعصرۃ الفطرۃ" میں بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ (۴) دیوان حریری (۵) توضیح البیان (۶) رسالہ سینیہ (۷) رسالہ شینیہ

مقامات نویسی...... مقامہ اس مختصر اور دلپسند و خوش اسلوب کہانی کو کہتے ہیں جس میں کوئی نصیحت یا لطیفہ ہو یہ دراصل "مقام" سے ہے جس کے معنی ہیں کھڑے ہونے کی جگہ، پھر اس کے معنی میں وسعت پیدا کر کے جگہ اور مجلس کے معنی میں استعمال کرنے لگے اس کے بعد کثرت استعمال سے مجلس میں بیٹھنے والوں کو "مقامہ" کہنے لگے جیسے مجلس سے مراد کبھی کبھی اہل مجلس ہوتے ہیں بعد ازاں مجلس میں پڑھے جانے والے خطبہ اور پند و نصیحت وغیرہ کو بھی مقامہ یا مجلس کہنے لگے چنانچہ "مقامات الخطباء" کے معنی ہیں خطیبوں کی تقاریر اور مقامات القصاص کے معنی ہیں قصہ گویوں کی کہانیاں اور "مقامات الزہاد" کا مفہوم ہے زاہدوں کی پند و نصائح، مقامہ سے مقصود نہ تو جمال حکایت ہوتا ہے نہ حسن وعظ اور نہ افادہ علمی بلکہ وہ ایک فنی ادبی تحریر کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جس میں خوش نما سجع کے طرز پر غریب الفاظ نادر تراکیب اس طرح جمع کئے جاتے ہیں کہ وہ اثر آفرینی سے زیادہ طبیعت کو مسرور کرتے اور فائدہ بخشی سے زیادہ لذت بخشتے ہیں اسی لئے اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا اس میں فن افسانہ نگاری کو ملحوظ نہیں رکھا گیا اور مقامات لکھنے والوں نے قصہ نگاری کہانی میں رنگ بھرنے اور اس کے کرداروں کی تحلیل نفسی پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ انھوں نے اپنی پوری توجہ تحسین لفظی پر مبذول رکھی۔

مقامات نویسی کی ابتداء...... کہانیوں کی یہ صنف عہد بنی عباس کے وسط میں پیدا ہوئی یہی وہ زمانہ تھا جب ادب اور فنی انشاء پردازی اپنے شباب پر تھی کہتے ہیں کہ مقامات نگاری کی ابتداء ابن فارس نے کی پھر اس کی تقلید میں اس کے شاگرد بدیع الزماں نے گداگری اور دیگر موضوعات پر چار سو مقامات املا کرائے جو اتنے عمدہ اور دلچسپ تھے کہ ان کی وجہ سے وہ اس فن کا امام بن گیا لیکن اس کے مقامات میں سے صرف ترپن مقامات مل سکے ہیں بعد ازاں حریری نے پچاس مقامے لکھے جن میں بدیع الزماں کی پیروی کی ان بلند پایہ ادیبوں کے بعد بہت سے انشاء پردازوں نے مقامات نگاری کو اپنا موضوع بنایا لیکن وہ ان دونوں کے مرتبہ کو نہ پہنچ سکے مثلاً ابن اشتر کوفی۔ کی مقامات "سر قسطیہ" جس میں پچاس مقامے ہیں جو اس نے قرطبہ میں حریری کے مقامات دیکھنے کے بعد لکھے تھے اس میں منذر بن حمام کی زبانی سائب بن تمام کا واقعہ بیان کیا ہے علاوہ

ازیں علامہ زمخشری کے مقامات ہیں جو مشہور ہیں نیز ابو العباس یحیی بن سعید بن ماری نصرانی بصری طبیب متوفی ۵۸۹ھ کی مقامات "مسیحیہ" ہے جو اس نے حریری کے طرز پر لکھی ہے اور احمد بن اعظم رازی کے بارہ مقامات ہیں جو اس نے ۶۳۰ھ میں لکھے اس میں اس نے قعقاع بن زنباع وغیرہ کو راوی بنایا ہے نیز زین الدین ابن صیقل جزری متوفی ۷۰۱ھ کی مقامات "زینیہ" ہے جس میں مقامات حریری کے مقابلہ میں پچاس مقامات ہیں اس کی روایت قاسم بن جریان دمشقی، ابونصر مصری سے کرتے ہیں نیز مقامات سیوطی ہے جو بجائے مقامات کے مضامین (رسائل) سے زیادہ مشابہ ہے۔

(۸) مقامات حریری...... آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ اہم اور قابل فخر کتاب "مقامات" ہے جس میں آپ نے عربی لافانی خزانہ کے قیمتی موتیوں کو بڑی خوبی کے ساتھ ٹانکا ہے اس کو دنیائے ادب میں بے پناہ شہرت و قبولیت اور تمام ادبی کتابوں پر اپنے اسلوب بیان اور جدت موضوع کے لحاظ سے طرہ امتیاز حاصل ہے و نعم ما قال الشاعر

سمعت بالجر سامعا وقد. یقال فیما قیل عنہ عجاب وقدرایت الدر لاقیمتہ. لہ وفی الدر الذی فیہ عاب
وابن الحریری والفاظہ. بحرود رلیس فیہ معاب لہ المقامات التی لم تکن. لابن قریب ولا لابن حباب
تشھد بالنبل لہ والجمحی. شھادۃ الزھر لودق السحاب اقسم باللہ لقد ما اتت. عن ادب جم و صدر حاب
وکم لہ من کلمات غدت. فی الشرق و الغرب ذات اغتراب لایعمل المزھر الا بھا. کانما تحدد الحداۃ الرکاب
ولیس بالمنکر منہ الحجی. والبحر لاینکر منہ العباب

زمان تالیف...... شیخ ہبۃ اللہ بن فضل نے بیان کیا ہے کہ مقامات حریری کی تالیف ۴۹۵ھ میں شروع ہوئی اور ۵۰۴ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی اس میں تاریخ ابتداء کے متعلق تو موصوف کا قول صحیح ہے کیونکہ شہر سروج ۴۹۰ھ میں فتح ہو چکا تھا لیکن تاریخ اختتام علامہ ابن اثیر کے قول کی بنا پر صحیح نہیں کیونکہ وہ کہتے ہیں اسدی ذبیس ۵۰۳ھ میں بچہ تھا حالانکہ مقامات میں اس کا ذکر موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس وقت صرف عاقل و بالغ ہی نہیں بلکہ اس زمانہ کی مشہور و معروف شخصیات میں سے تھا۔

طرز مقامات...... علامہ حریری نے اپنی کتاب مقامات میں بدیع الزماں ہمدانی کی تقلید اور اسی کے طرز کو اختیار کیا ہے جیسا کہ آپ نے دیباچہ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "میں بھی بدیع الزماں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے چند مقالے لکھوں اگرچہ لنگڑا ٹٹو تیز رو گھوڑے کی چال کو نہیں پہنچ سکتا۔" موصوف نے دیباچہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے پچاس مقالے لکھے جن میں عمدہ اور پوچ باتیں، شیریں اور فصیح الفاظ، فصاحت و بیان اور اس کے گوہر ہائے نایاب ادبی لطیفے اور نوادر سب کچھ موجود ہیں حتی کہ میں نے اس کو آیات قرآنیہ اور کنایات نفیسہ سے مزین اور ادبی چٹکلے، نحوی چلیستاں، لغوی مسائل، جدید رسائل، مزین خطبوں، رلانے والے وعظوں، لہو ولعب میں ڈالنے والی ہنسی کی باتوں سے مرصع کیا ہے۔

بظاہر غلط بباطن صحیح...... ایک صنعت ہے جس کو عربی میں بڑی وسعت دی گئی ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ عبارت کے معنی بظاہر غلط معلوم ہوں لیکن واقع میں صحیح ہوں مثلاً بھاشا میں سیام سیاہ کو بھی کہتے ہیں اور معشوق کو بھی اسی طرح لال سرخ کو بھی کہتے ہیں اور محبوب کو بھی اب اگر یہ کہا جائے کہ "سیام زرد ہے" تو بظاہر غلط ہوگا کیونکہ سیاہ چیز زرد نہیں ہو سکتی لیکن اگر سیام کے معنی محبوب کیلئے جائیں تو یہ جملہ صحیح ہو سکتا ہے مقامات حریری میں سو فقہی سوال و جوابات ہیں جوابات تمام تر غلط معلوم ہوتے ہیں لیکن واقع میں صحیح ہیں مثلاً ایک سوال ہے کہ اگر کوئی شخص وضو کے بعد نعل کو چھولے تو کیا حکم ہے۔ جواب دیا ہے کہ وضو ٹوٹ جائے گا نعل عربی میں جوتی کو کہتے ہیں اور یہ معنی زیادہ متداول ہیں لیکن نعل عورت کو بھی کہتے ہیں اور شوافع کے نزدیک عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

وجہ تالیف...... شیخ ابو سعید محمد بن عبد الرحمن بن مسعود بندھی (منجد یہی) نے اس کتاب کی تالیف کا سبب یہ بیان کیا

ہے کہ ابوزید سروجی نامی ایک فصیح وبلیغ ہیرو اور بھکاری آدمی تھا شہر بصرہ کی مسجد بنی حرام میں وارد ہوا اور حاضرین مجلس کو نہایت احترام کے ساتھ سلام کرنے کے بعد اپنی خستہ حالی و پریشانی کو نہایت موثر و فصیح الفاظ میں بیان کر کے اپنے لڑکے کا روم کے ہاتھوں قید ہونا ذکر کیا حاضرین مجلس میں جہاں اور علم دوست ادباء و فضلاء اور بعض ولاۃ شریک تھے وہیں علامہ حریری بھی موجود تھے سب اس کی فصاحت وبلاغت اور اس کے کلام کی دلفریب و خوشنما ساخت پرداخت سے بے انتہا مسرور ہوئے اور ابوزید نے اپنی شیریں تقریر سے ان کو مسحور کر لیا۔

حسن اتفاق اسی دن حریری کے پاس بصرہ کے بڑے بڑے علماء و فضلاء بغرض ملاقات تشریف لائے موصوف نے ان کو یہ پورا واقعہ سنایا اور اس کی عبارت کی لطافت و نزاکت و شگفتگی کی تعریف کی تو ان میں سے ہر ایک نے ابوزید کے اسی نوع کے بہت سے قصے نقل کئے اور بتایا کہ وہ ہر مسجد میں اسی طرح رنگ و روپ بدل کر حیلے اور تدبیریں اختیار کر کے اپنے علم و فضل کا اظہار کیا کرتا ہے حاضرین کو اس کی تلون مزاجی اور فصاحت وبلاغت کے حسین تصرفات کی اطلاع سے بے انتہا حیرت ہوئی اس پر علامہ حریری نے مقامہ حرامیہ جو سب سے پہلا مقامہ ہے تصنیف کیا اور اسی پر دوسرے مقاموں کی بنیاد رکھی۔

علامہ ابن جوزی کا بیان...... ابن جوزی نے بھی اپنی تاریخ میں اسی قسم کی حکایت ذکر کی ہے اور لکھا ہے کہ سب سے پہلے مقامہ حرامیہ لکھ کر شرف الدین ابونصر انوشروان بن خالد بن محمد قاشانی خلیفہ عباسی وزیر مسترشد باللہ کی خدمت میں پیش کیا اس نے اس کو بنظر استحسان دیکھا اور اس پر اضافہ کی درخواست کی چنانچہ علامہ حریری نے اسی طرز پر پچاس مقالے تحریر کئے وجہ تالیف کے سلسلہ میں علامہ حریری کے صاحبزادے ابوالقاسم عبداللہ کا بیان بھی اس سے ملتا جلتا ہے۔

مورخ ابن خلکان کی رائے...... علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں کہ تاریخ کی متعدد کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے (جیسا کہ حریری کے صاحبزادے نے بیان کیا لیکن میں نے بمقام قاہرہ ۶۸۶ھ میں حریری کے ہاتھ کا لکھا ہوا مقامات کا ایک نسخہ دیکھا جس کی پشت پر آپ ہی کے قلم سے تحریر تھا کہ اس کی تصنیف جلال الدین عمید الدولہ ابوالحسن علی بن ابی العز علی بن صدقہ کیلئے (جو کہ سترشد باللہ کا وزیر تھا) عمل میں آئی۔" یہ روایت بایں الفاظ کہ خود مصنف کے خط سے ہے زیادہ مستند ہے۔

واقعہ کا دوسرا رخ...... وجہ تالیف کے ذیل میں یہ بھی نقل کیا جاتا ہے کہ علامہ حریری نے مقامہ حرامیہ کے بعد چالیس مقامہ تحریر کئے اور ان کو ساتھ لے کر بغداد تشریف لائے اور وزیر موصوف کی خدمت میں پیش کئے حساد و بدخواہ لوگوں نے طعن کیا کہ یہ مقالے حریری کے نہیں ہیں اگر وہ اپنے اس دعوی میں سچا ہے تو اسے چاہئے کہ مجمع عام میں اس جیسا مقامہ تحریر کر دے چنانچہ وزیر موصوف نے جریری کو دربار عام میں طلب کر کے ان مقامات کے متعلق دریافت کیا حریری نے کہا بے شک یہ میں نے ہی تحریر کئے ہیں وزیر نے کہا اچھا اس جیسے اور تحریر کرو علامہ حریری۔ دوات قلم لے کر دیوان عام کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور دیر تک کوشش کرتے رہے مگر قسمت کی بات کہ مضمون کی آمد نہ ہو سکی بالآخر آپ کو شرمندہ ہو کر اٹھنا پڑا۔ اس کے بعد بصرہ واپس ہو کر آپ نے دس مقالے اور تیار کئے اور وزیر کی خدمت میں عذر پیش کیا کہ مجھ پر دربار عام میں آپ کی ہیبت چھا گئی تھی جس کی وجہ سے مقامہ تحریر نہ کر سکا۔

افترا پردازی...... صاحب معجم نے لکھا ہے کہ بعض حاسدین نے افتراء پردازی سے کام لیتے ہوئے کہا ہے کہ مقامات حریری کی تصنیف نہیں ہے کیونکہ اس کی عبارات آپ کے وسائل سے مناسبت نہیں رکھتیں بلکہ یہ ایک ایسے شخص کی تصنیف ہے جو آپ کے یہاں مہمان رہ کر انتقال کر گیا تھا حریری نے اس کو اپنی طرف منسوب کر لیا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عرب نے کسی قافلہ کو پکڑ لیا تھا جس کے مختلف ساز و سامان میں بعض اہل مغرب کا ایک تھیلا بھی تھا جس کو عرب نے بصرہ لے جا کر فروخت کیا اس میں مقامات کتاب بھی تھی حریری نے اس کو خرید کر دعوی کیا کہ یہ میری تصنیف ہے مگر مذکورہ بالا معتمد و قابل وثوق روایات کے سامنے اس قسم کی روایات بالکل لچر اور پوچ ہیں۔

مقامات حریری کی روایت...... مقامہ عام طور پر ایک معمولی سے واقعہ کے ارد گرد گھومتا ہے جس کا تعلق ایک شخص معین سے ہوتا ہے جسے اصطلاح فن میں "ہیرو" کہتے ہیں مثلاً یہ ہیرو مقامات حریری میں ابوزید سروجی اور مقامات بدیع میں ابوالفتح اسکندری ہے اس ہیرو اور ایک دوسرے شخص میں بڑے گہرے تعلقات اور قدیم شناسائی ہوتی ہے یہ شخص ہر واقعہ میں اسے دیکھتا ہے اور ہر مجلس میں اس کی باتیں سنتا ہے اور ہر رازداری کے موقعہ پر اچانک آن دھمکتا ہے پھر اس کے متعلق جو کچھ برا بھلا اسے معلوم ہوتا ہے وہ اسے لوگوں کو بتا دیتا ہے اس شخص کو راوی کہتا جاتا ہے جیسے مقامات بدیع میں عیسی بن ہشام اور مقامات حریری میں حارث بن ہمام۔

پھر مقامات حریری کی روایت اگرچہ حارث بن ہمام بصری کی طرف منسوب ہے لیکن اس سے مراد مصنف ہی کی ذات گرامی ہے یہ نام حضور اقدس ﷺ کی حدیث "کلکم حارث و کلکم ہمام" سے ماخوذ ہے حارث کسب کرنے والے کو اور ہمام زیادہ اہتمام کرنے والے کو کہتے ہیں اور کوئی شخص بھی ایسا نہیں جس کو حارث اور ہمام نہ کہا جاسکے کیونکہ ہر آدمی کیلئے اپنے امور کا کسب اور اہتمام ضروری ہے۔

قاضی اکرم کمال الدین ابوالحسن علی بن یوسف شیبانی وزیر حلب نے اپنی کتاب "انباء الرواۃ علی انباء النحاۃ" میں ذکر کیا ہے کہ ابوزید سے مراد مطہر بن سلام ہی کی شخصیت ہے یہ ایک لغوی اور نحوی شخص تھا جس نے بصرہ میں رہ کر حریری سے علم حاصل کرنے کو اپنا مشغلہ بنایا اور ایک مدت تک آپ کے فیض صحبت سے مستفید ہوتا رہا بالآخر ۵۴۰ھ میں اس نے بصرہ میں وفات پائی۔ واللہ اعلم

مقامات حریری ادباء کی نظر میں...... معجم میں لکھا ہے کہ مقامات حریری کو جو سعادت و اقبال حاصل ہے وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہیں اس میں بلاغت و جودت کی حقیقت ہے الفاظ کا دائرہ وسیع ہے فصاحت و بلاغت اس کے تابع ہے گویا حریری کے ہاتھوں میں اس کی باگ ڈور ہے وہ جس قسم کے الفاظ اور ترتیب چاہتے ہیں منتخب کر لیتے ہیں حتی کہ اگر وہ اس کے معجز ہونے کا دعوی کریں تو کوئی شخص اس کی تردید نہیں کر سکتا مشہور مورخ استاد نکلسن نے کہا ہے کہ "مقامات حریری اہل بصرہ کیلئے ان کے آثار قدیمہ اور تہذیب و تمدن اور زبان کی ایک بے مثال یادگار ہے۔"

ناصر الدین مطرزی رقمطراز ہیں کہ "میں نے ادب عربی کی کتابوں اور عجم و عرب کی تصانیف میں کوئی کتاب تصنیف و تالیف اور ترصیع کے لحاظ سے زیادہ عجیب و غریب اور خوبصورت، ادبی نوادر و نکات اور کہاوتوں کے اعتبار سے مقامات سے زیادہ جامع اور مکمل نہیں دیکھی جس کو زمانہ کی باجمال و باکمال شخصیت ابو محمد قاسم بن علی نے تصنیف کیا ہے جو بہترین انشاء پر حاوی ہے اور اپنی نوعیت کا ایک نادر و غریب مجموعہ ہے وہ ایک ایسی اچھوتی اور بلند پایہ کتاب ہے جس کے تمام محاسن مکمل و اکمل اور جس کی آیات و بینات اس کے اعجاز کیلئے برہان قاطع ہیں۔"

ڈاکٹر زکی مبارک نے اپنی کتاب "النثر الفنی" میں لکھا ہے کہ: جو لوگ فن مقامات سے متاثر ہیں ان کے آثار کی طرف رجوع کرتے وقت ہم ان کو عموماً حریری کا شاگرد پاتے ہیں کیونکہ اکثر لوگوں نے حریری کی طرح لفظی تحسین و تزئین اور صنائع و بدائع کا اہتمام کیا ہے لیکن اس کے باوجود بہت ہی کم لوگ ان کے فطری طرز سے مانوس ہوئے۔ علامہ زمخشری نے حریری اور ان کی مقامات کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ

اقسم باللہ و آیاتہ. ومشعرا لحج ومیقاتہ ان الحریری حری بان. تکتب بالتبر مقاماتہ

معجزۃ تعجز کل الوری. ولو سروافی ضوء مشکاتہ

وللعلامہ ابن ظفر رازی

کتاب مقامات الحریری آیت. وصاحبہ ابدی بہ کل معجز واوضح برھان الائمت ناضرا. غوامضہ اعجب بہ من مبرز

فليس على منواله نسبح ناسج. وناهيك من سحر حلال مجوز اراه حريرا والحريرى حاكه. وطرزه الشيخ الامام المطرزى

مقامات حریری اور درس مقامات...... صاحب مفتاح السعادۃ اور مورخ ابن خلکان وغیرہ نے اپنی تواریخ میں نقل کیا ہے کہ مقامات کتاب کے سات سو نسخے خود مصنف نے اپنے ہاتھ سے لکھے اور وہ سب آپ کے سامنے پڑھے بھی گئے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ادباء کی کتنی بڑی جماعت نے آپ سے مقامات پڑھی ہے لیکن ان میں آپ کے تینوں صاحبزادے نجم الدین عبداللہ، ضیاء الاسلام عبیداللہ، ابوالعباس محمد اور شریف الدین علی بن طراوزمینی، قوام الدین علی بن صدقہ، ابن المائدان ابن المتوکل، ابن النقود وغیرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں علامہ جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ" میں شیخ ابو سعید محمد بن علی بن عبداللہ بن احمد بن ابی جابر احمد بن الھیجاء بن حمدان العراقی الحلی متوفی ۵۶۱ھ کے متعلق لکھا ہے قراء المقامات علی الحریری وشرحہا۔

مقامات اور اس کی خدمت...... مقامات حریری اپنی ہمہ گیر ادبیت اور جامع معنویت کے لاتعداد محاسن اور خصوصیات پر حاوی ہونے کی وجہ سے فضلاء اور ادباء کیلئے ہر زمانہ میں محور نظر اور مرجع التفات رہی ہے کوئی زمانہ اس کی خدمت سے خالی نہیں رہا عربی فارسی، ترکی، عبرانی، فرانسیسی، جرمنی، انگریزی لاطینی اور اردو وغیرہ متعدد زبانوں میں اس پر بسط تفصیل اور شرح وتحشیہ کا کام ہوا ہے۔

ڈی ساسی نے اصل عربی مقامات کو ۱۸۲۲ھ میں پیرس سے اور ایک دوسرے صاحب نے ۱۸۴۷ء میں فرانسیسی شروح کے ساتھ دو جلدوں میں اور شانیجاس نے ۱۸۹۶ء میں لندن سے انگریزی شروح کے ہمراہ طبع کیا ہے یورپ کے کتب خانوں میں بھی بہت سے قلمی نسخے پائے جاتے ہیں برطانیہ کے عجائب خانہ میں ایک نسخہ نقش ونگار سے آراستہ اور تقریبا اکیاسی رنگین تصویروں سے مزین ۶۵۴ھ کا لکھا ہوا موجود ہے ایک اور انگریز نے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو چھ سو سے زائد صفحات پر ۱۸۵۰ء میں لندن سے طبع ہوا ہے شری وغیرہ نے بھی انگریزی میں ترجمہ کر کے ایک مقدمہ اور شروح کے ساتھ تقریبا ایک ہزار صفحات پر مشتمل دو جلدوں میں لندن سے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا ہے لاطینی زبان میں بھی اس کا ترجمہ ہوا ہے جو ہمسبرگ میں ۱۸۳۲ء کے اندر تین جلدوں میں شائع ہوا ہے فارسی زبان میں محمد شمس الدین نے ترجمہ کیا ہے جو ۱۲۲۳ھ میں ہندوستان کے مشہور شہر لکھنو میں طبع ہوا ہے ترکی زبان میں بھی ترجمہ ہوا ہے جو قسطنطنیہ کا چھپا ہوا ہے بعض حضرات نے عبرانی زبان میں بھی ترجمہ کیا ہے۔

فہرست شروح کتاب مقامات

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح مقامات	ابو سعید بن عبداللہ بن احمد عراقی الحلی	۵۶۱ھ
۲	=====	ابو عبداللہ محمد بن علی بن احمد معروف بابن حمیدہ الحلی	۵۸۰ھ
۳	التنقیب علی مافی المقامات من الغریب	ابن ظفر محمد بن عبداللہ بن محمد مکی، صقلی، مالکی	۵۶۵ھ
۴	شرح مقامات	ابوالمظفر محمد بن اسعد معروف بابن حکیم حنفی	۵۶۷ھ
۵	=====	احمد بن داؤد بن یوسف جذامی	۵۹۰ھ
۶	=====	ابو بکر محمد بن عبداللہ بن میمون عبدری، قرطبی	-
۷	=====	علی بن حسن نحوی معروف بشمیم حلی	۶۰۱ھ
۸	=====	ابو جعفر احمد بن محمد نحوی	۸۳۸ھ

نمبر	کتاب	مصنف	وفات
۹	الموضح	تاج الدین نعمان بن ابراہیم زرلوجی	۶۴۵ھ
۱۰	التوضیح	قاسم بن حسن خوارزمی معروف بصدر الافاضل	۶۱۷ھ
۱۱	شرح مقامات	شیخ شمس الدین محمد مغربی طلبی	-
۱۲	شرح مقامات	ابن المعلم محمد بن ابی القاسم بن عبداللہ جبائی سکسکی	بعد ۶۹۱ھ
۱۳	=====	شیخ ابوالخیر سلامہ بن عبدالباقی بن سلامہ الفریر نحوی	۵۹۰ھ
۱۴	=====	صفی الدین بن عبدالکریم بن حسن بغوی بعلبکی	۶۰۰ھ
۱۵	=====	موفق الدین عبداللطیف بن یوسف بغدادی	۶۲۹ھ
۱۶	=====	شیخ قاسم بن القاسم واسطی	-
۱۷	شرح ماغمض من الالفاظ اللغویہ من المقامات	الحریریۃ.....ابوالبقاعبداللہ بن حسن عکبری	۶۱۶ھ
۱۸	شرح مقامات	ابوالبرکات عبدالرحمٰن بن عبیداللہ انباری	۵۷۷ھ
۱۹	الافصاح	امام ابوالفتح ناصر بن عبدالرحمٰن بن مسعود مسعودی مطرزی	۵۸۴ھ
۲۰	مغانی المقامات فی معانی المقامات	ابوسعید محمد بن عبدالرحمٰن بن مسعود بندھی	۵۸۴ھ
۲۱	شرح مقامات	شیخ ابوالعباس ـ احمد بن عبدالمومن قیسی، شریشی	۶۱۹ھ
۲۲	=====	شیخ نجم الدین سلمان بن عبدالقوی طوفی، حنبلی	۷۱۰ھ
۲۳	=====	شیخ فخر الدین احمد بن محمد بن محمد معروف بابن الصاحب	۷۸۸ھ
۲۴	نہایۃ المقامات فی درایۃ المقامات	شیخ یوسف بن یحیی تادلی	بعد ۵۴۰ھ
۲۵	شرح مقامات	شیخ ابوالعباس احمد بن مظفر رازی	-
۲۶	=====	شیخ شہاب الدین احمد بن محمد حجازی	
۲۷	غرر المعانی	شیخ ابوالمعالی مظفر بن سعد الدین محمد بن زین الدین مظفر	-
۲۸	شرح مقامات (۲۰ جلد)	شیخ تاج الدین علی بن انجبین الساعی البغدادی	۶۷۴ھ
۲۹	=====	شیخ ابوالنجا نجم الدین عبدالغفار بن ابراہیم بن اسماعیل	-
۳۰	النکت المفصحات فی شرح المقامات	شیخ مہذب الدین ابوالحسن علی بن الحسن بن عستر ثابت خلوتی	-
۳۱	شرح مقامات	تاج العلما مولوی نجف علی بن عظیم الدین جھجری	۱۰۹۵ھ
۳۲	شرح المختار	ہارون سلوستری دی ساسی	-
۳۳	حل اللغات		-
۳۴	انموذج بینظیری (اردو)	حافظ نبی احمد خاں شادرامپوری	-
۳۵	افادات =	مولوی ظہور الدین عیش سنبھلی	-
۳۶[1]	افاصات =	مولانا محمد افتخار علی صاحب۔ [1]	-

(۵۵) صاحب نفحۃ الیمن

تعارف..... شیخ احمد عرب بن شیخ محمد بن علی بن ابراہیم انصاری یمنی شروانی یمن میں مقام حدیدہ شہر زبید کے باشندے تھے اس لئے یمنی کہلاتے ہیں تیرھویں صدی کے مشہور ادیب اور صاحب ذوق شخص تھے نظم ونثر دونوں پر پوری قدرت رکھتے تھے

[1] لہ ثلاث شروح علی المقامات [1] از مفتاح السعادۃ، ابن خلکان، کشف الظنون، دائرۃ المعارف، غلامان اسلام حریری اور مقامات ۱۲

برجستہ اشعار کہنے میں مہارت تامہ حاصل تھی چنانچہ مشہور شاعر اقتیلی کے ساتھ آپ کے مراسلات ومناظرات نظم ونثر بردو میں بکثرت ہوتے رہے ہیں بارہویں صدی ہجری کے اواخر یا تیرہویں صدی کے آغاز میں ہندوستان آئے اور بڑے بڑے شہروں کی سیاحت کی اکثر کلکتہ میں مقیم رہے علامہ فضل حق خیر آبادی کے معاصر ہیں موصوف نے ایک اہم حادثہ کے سلسلہ میں آپ سے مراسلت بھی کی ہے۔ مولوی اوحد الدین بلگرامی صاحب "نفائس اللغات" آپ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں۔

تحقیق شروان...... شروانی خاندان تاریخی لحاظ سے ایک ممتاز مقام رکھتا ہے تحصیل کا سگنج ضلع ایٹہ اور تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ میں یہ خاندان زیادہ تر آباد ہے ان دیہات سے مشرقی سمت پر قصبہ سہاور ضلع ایٹہ تقریباً ۲۰ میل اور ریاست بوڑھانسی ضلع علی گڑھ بھی جانب مغرب اتنی ہی مسافت پر ہے اس چالیس میل کے رقبہ میں یہ شروانی خاندان آباد ہے اسی لئے اسے خطہ افغانستان بھی کہہ دیا جاتا ہے یہ خاندان ہندوستان میں کب سے آباد ہے اس کی صحیح تاریخ تو ملنا مشکل ہے البتہ لودھی سلاطین کے زمانہ میں اس کا تذکرہ ملتا ہے بہلول لودھی ۸۵۵ھ میں بادشاہ بنا ۸۸۳ھ میں وفات پائی۔ عمر خاں شروانی اس کے زمانہ میں باقتدار تھے بہلول کے بعد سکندر لودھی کو تخت سلطنت پر عمر خاں شروانی ہی نے بٹھایا تھا اور پھر اس کے وزیر بھی ہوئے ان کے علاوہ اعظم خاں، بابو خاں، ابراہیم خاں، جبار خاں، ہیبت خاں، احمد خاں اور سعید خاں شروانیوں کا بھی تاریخ فرشتہ وغیرہ میں ذکر موجود ہے۔

وفات...... صاحب معجم نے لکھا ہے کہ ہمیں آپ کی تاریخ وفات کا علم نہ ہوسکا البتہ اتنا لکھا ہے کہ آپ تیرہویں صدی کے عالم اور ادیب گذرے ہیں۔ زرکلی نے الاعلام میں ۱۲۵۳ھ لکھی ہے۔

تصانیف...... نفحۃ الیمن فیما یزول بذکرہ الشجن ہمتی لمرڈن صدر المدرسین کلکتہ کی خاطر اور "مناقب حیدریہ، غازی الدین حیدر فرماں روائے لکھنو کی خاطر تصنیف کی ان کے علاوہ "اخوان الصفا" "الجواہر الوقاد فی شرح بانت سعاد" "حدیقۃ الافراح لازالۃ الاتراح، شمس الاقبال فی مناقب ملک بھوپال اور انشاء عجب العجاب فیما یغنیہ الکتاب آپ کی تصانیف ہیں۔ [1]

(۵.۶) صاحب مفید الطالبین

نام ونسب اور سکونت...... آپ کا نام محمد احسن ہے اور والد کا نام لطف علی اور دادا کا نام محمد حسن ہے شجرہ نسب یوں ہے۔
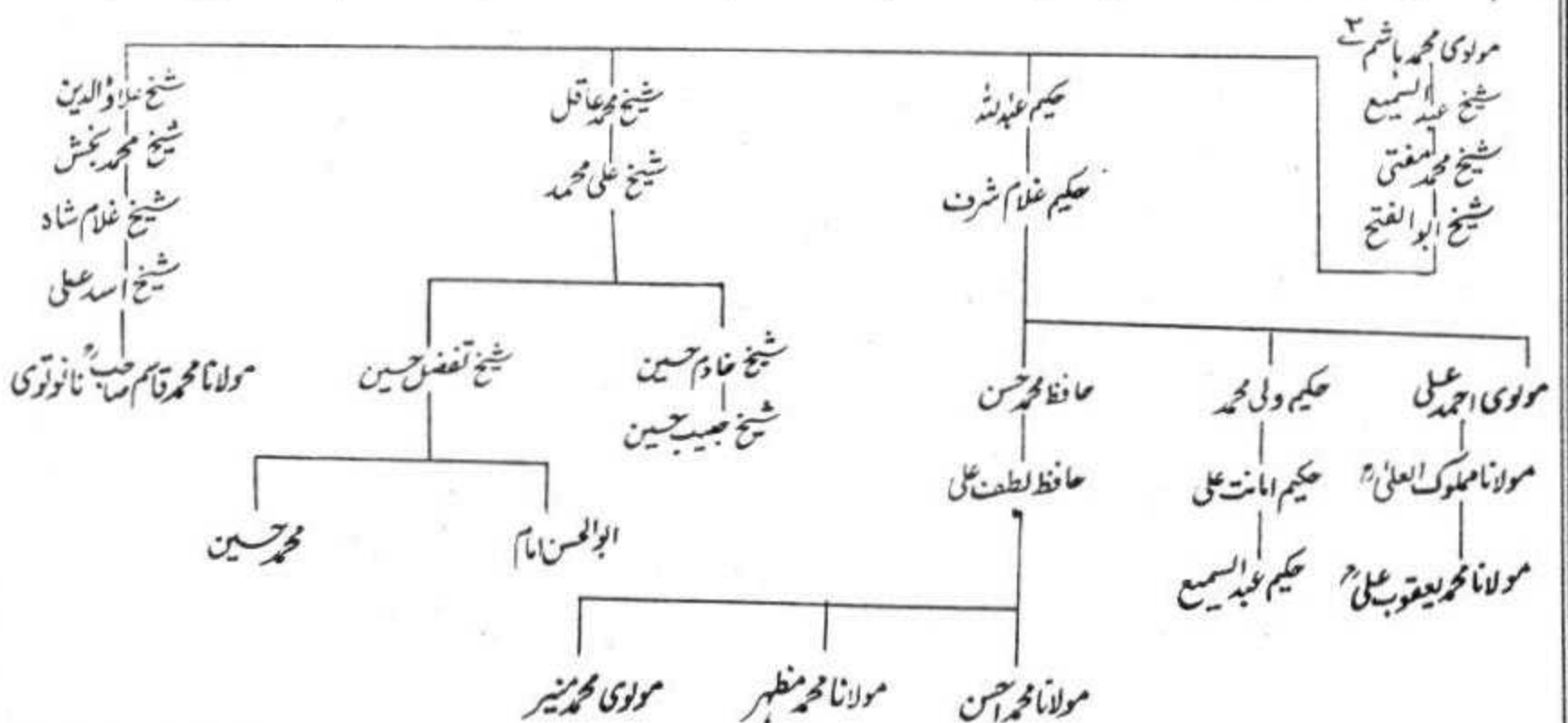
[1] از تذکرہ علماء ہند و باغی ہندوستان وغیرہ ۱۲۔
[2] مولوی محمد ہاشم سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تک مکمل سلسلہ مکتوبات مولانا محمد یعقوب میں درج ہے ۱۲

وطن عزیز قصبہ نانوتہ کی مردم خیز پاک سرزمین ہے جہاں مولانا مملوک العلی مولانا محمد قاسم اور مولانا محمد یعقوب علی وغیرہ آسمان شریعت وطریقت کی وہ نامور ہستیاں گزری ہیں جن کے نام برصغیر کی اسلامی تاریخ میں بقائے دوام کا درجہ رکھتے ہیں۔

خاندان...... سکندر لودی کے عہد میں خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک بزرگ قاضی مظہر الدین دہلی آئے اور جہاں آباد کے قاضی مقرر ہوئے ان کے بیٹے میران بڈھے نہایت جری اور بہادر تھے۔ انھوں نے نانوتہ کے قرب وجوار کے سرکش راجپوتوں کو سلطنت دہلی کا مطیع ومنقاد بنایا جس کے صلہ میں قاضی میران بڈھے علاوہ املاک وجاگیر عہدہ قضا پر سرفراز ہوئے دور شاہجہانی میں ان ہی قاضی میران بڈھے کی اولاد میں ایک بزرگ مولوی محمد ہاشم ہوئے جو دربار شاہی میں مقرب تھے ان کو بھی چند دیہات جاگیر میں ملے تھے نانوتہ میں مولوی محمد ہاشم کی اولاد خوب پھولی پھلی، مولانا محمد احسن انہی کی اولاد میں ہیں۔

تاریخ پیدائش...... صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی، البتہ ارواح ثلثہ میں مولانا کے بڑے بھائی محمد مظہر کے سلسلہ میں ایک روایت ہے کہ "مولوی محمد مظہر نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی محمد قاسم نانوتوی" دونوں سے بڑے تھے۔"

مولانا محمد قاسم صاحب کا سال پیدائش ۱۲۴۸ھ اور مولانا رشید احمد گنگوہی کا سال پیدائش ۱۲۴۴ھ ہے مولوی محمد مظہر کا سال پیدائش ۱۲۲۷ھ ہے کیونکہ محمد مظہر تاریخی نام ہے اور خاندانی روایت کے مطابق مولانا محمد احسن مولوی محمد مظہر سے تین چار سال چھوٹے تھے اس طرح مولانا محمد احسن کا سال پیدائش تقریباً ۱۲۴۱ھ ہوتا ہے۔

تحصیل علوم...... جس طرح مولانا کے سال پیدائش کے سلسلہ میں معلومات محدود ہیں اسی طرح تعلیم وتدریس کے باب میں بھی ہماری معلومات تشنہ ہیں مولانا کے خاندان میں علم وفضل کا چرچا تھا آپ کے دادا اور والد ماجد حافظ قرآن تھے مولانا کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی اور اپنے والد حافظ لطف علی سے حفظ قرآن فرمایا پھر اپنے والد کے حقیقی چچازاد بھائی استاذ العلماء مولانا مملوک العلی کے پاس دہلی پہنچے جو اس وقت دارالحکومت دہلی میں مجلس علوم ومعارف کے صدر نشین تھے اور دہلی کالج میں تعلیم پائی نیز اس وقت کے ممتاز علماء مولانا احمد علی محدث سہارنپوری اور مولوی سبحان بخش شکارپوری وغیرہ سے بھی علم حاصل کیا علم حدیث کی تکمیل و تحصیل حضرت شاہ عبدالغنی مجددی متوفی ۱۲۹۶ھ سے کی جو شاہ محمد اسحاق دہلوی کے شاگرد اور نقشبندی سلسلہ کے مشہور شیخ اور خانقاہ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے مسند نشین تھے، یہ تمام حضرات حکیم الامتہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے خاندان کے فیض یافتہ تھے اور ان حضرات کا مسلک بھی وہی تھا۔

فضل وکمال اور علو مقام...... مولانا محمد احسن جامع فضائل وکمالات تھے آپ نے علوم متداولہ کی باقاعدہ تحصیل کی تھی تصنیف وتالیف سے ان کو خاص شغف تھا نیز آپ نے انگریزی زبان کی بھی باقاعدہ تحصیل کی تھی، آپ کی قلمی بیاض میں اکثر یادداشتیں انگریزی میں تحریر ہیں سرسید احمد خاں بہادر کی تحریک پر گاڈفری ہیگنس کی کتاب کا ترجمہ حمایۃ الاسلام کے نام سے آپ ہی نے کیا تھا، مولانا کے تراجم کے متعلق مولف مظہر العلماء تحریر فرماتے ہیں۔

"مولوی محمد احسن نانوتوی، فرید العصر، وحید الدہر، مترجم لاثانی، یگانہ روزگار، مشہور ہر دیار وامصار، ایک دفتر عظیم کتب دینیات عربیہ کا ترجمہ نہایت دلچسپ پیرایہ میں تاقیام قیامت آپ سے یادگار رہے گا۔"

تعارف احسن بزبان حسین...... مولوی محمد حسین مرادآبادی اپنی کتاب "انوار العارفین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ مولوی محمد احسن حافظ قرآن وواعظ خوش بیان، عالم فروع واصول، دانندہ براہین ودلائل معقول، مدرس علم معانی وکلام ودرس کنندہ بفصاحت وبلاغت تام، مفسر کلام اللہ ومحدث حدیث رسول اللہ، وجامع جمیع علوم، مترجم احیاء العلوم ومتصف باخلاق حسن ہستند۔"

قیام بنارس...... دہلی کالج سے عربی کی تکمیل کے بعد آپ ۱۲۶۳ھ میں بنارس کالج میں فارسی کے مدرس اول مقرر

ہوئے آپ کی تصنیف "تحفۃ المحصنین" کے آغاز کی عبارت "جب کارکنان تقدیر نے روزی اس بے سروپا کی شہر بنارس میں لکھ دی اھ" سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ تحصیل علم کے بعد بنارس ہی سے مولانا کی ملازمت کا آغاز ہوا۔ ورنہ یہ الفاظ نہ ہوتے بلکہ تبادلہ وغیرہ کا ذکر ہوتا، آپ کے اس چار پانچ سالہ قیام بنارس میں بنارس کالج کے طلباء نے تعلیمی فائدے حاصل کئے، مسلمانان بنارس نے مولانا سے مذہبی و دینی خدمات لیں اور آپ نے یہاں احباب کا ایک حلقہ قائم کر لیا تھا۔

من احیا سنتی فکانما احیانی ...... حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی نے برصغیر پاک وہند میں تجدید و احیاء دین اور کتاب وسنت کی جو خدمات انجام دی ہیں وہ دینی تاریخ کا ایک اہم باب ہیں اس سلسلہ میں اس خاندان کے کارنامے بڑے روشن اور تابناک ہیں، برصغیر میں یہاں کے غیر اسلامی معاشرہ کے اثر سے نکاح بیوگان کو معیوب خیال کیا جاتا تھا حضرت سید احمد شہید اور مولانا محمد اسماعیل شہید کی مساعی جمیلہ سے نکاح بیوگان کا خوب شیوع ہوا مولانا مملوک العلی نانوتوی" نے باوجود خاندان کی مخالفت کے احیاء سنت کے خیال سے پہلا نکاح قصبہ منگلور (ضلع سہارنپور) کے کاظمی سادات کے ممتاز و معزز رکن قاضی سید فدا حسین کی بیٹی "اصالت النساء" سے کیا تھا۔

مولانا محمد احسن صاحب بنارس میں مقیم تھے کہ ان کے حلقہ احباب میں سے ایک شخص مسمی غلام محمد کا انتقال ہوا انھوں نے ایک جوان بیوہ، ایک لڑکی زینب اور ایک شیر خوار بچہ اپنی یادگار چھوڑے یہ نیک اور پاکباز بیوہ خاتون برادری اور خاندان کے جھوٹے رسم ورواج کے مطابق نکاح ثانی نہیں کر سکتی تھی حالانکہ شریعت اسلامیہ کی طرف سے صریح اجازت تھی اس بیوہ خاتون کا مولانا کے یہاں آمدورفت کا سلسلہ تھا لیکن مولانا محمد احسن جیسے عالم دین تلمیذ مولانا مملوک العلی اور فیض یافتہ خاندان شاہ ولی اللہی دہلوی کو یہ آمدورفت کس طرح گوارا ہوسکتی تھی اس میں ہزار دینی و دنیوی مقاصد و خطرات پوشیدہ تھے مولانا نے ان ارکان ثلثہ کی دستگیری کی اور شریعت کے حکم کے مطابق بیوہ غلام محمد بنارسی کے ساتھ نکاح کر لیا اور شرعی طور سے ان کے کفیل و سرپرست بن گئے اس شیر بچے کا نام مولانا نے "عبدالاحد" رکھا یہ کون عبدالاحد ہے یہی مطبع مجتبائی دہلی کے مالک ہیں جو بڑی حیثیت اور شہرت کے مالک ہوئے۔

بریلی کالج سے تعلق ...... ۱۸۳۷ء میں بریلی میں ایک اسکول کا قیام ہوا ۱۸۴۱ء میں اسکول کی عمارت کی تعمیر شروع ہوگئی جو ۱۸۴۳ء میں اتمام کو پہنچی اس وقت کلارک کلکٹر بریلی تھے اس اسکول کو خوب ترقی ہوئی اور بریلی کی یہ درسگاہ اور میرٹھ اسکول دہلی کالج کی شاخ قرار پائے ۱۸۵۰ء میں بریلی کا یہ اسکول کالج بنادیا گیا، مولانا محمد احسن صاحب بنارس سے جمادی الاول ۱۲۶۷ھ مطابق مارچ ۱۸۵۱ء میں تبدیل ہو کر بریلی پہنچے اور فارسی شعبہ کے صدر مقرر ہوئے اور جب عربی کا اجراء ہوا تو دونوں شعبوں کی صدارت آپ ہی کو تفویض ہوگئی جیسا کہ احسن القواعد کی تقریظ سے معلوم ہوتا ہے مولانا کالج کے طلبہ کی تعلیم کا خاص خیال رکھتے تھے آپ کی قلمی بیاض میں چند تلامذہ نجف علی، فضل رسول، کرامت حسین، کالی چرن، چھوٹے لال، سوہن لال، بھوانی پرشاد، اجودھیا پرشاد، کشن پرشاد، بختاور سنگھ اور کیدارناتھ وغیرہ کے نام ملتے ہیں۔

قیام بریلی اور انقلاب ۱۸۵۷ء ...... بنارس سے بریلی تشریف لانے کے بعد آپ نے مستقل قیام کیلئے بریلی ہی منتخب کر لی اور جب ۱۸۵۷ء کا انقلاب انگیز طوفان آیا تو آپ نے اپنے بھائیوں اور دوسرے بزرگوں اور ساتھیوں کے خلاف اس انقلابی طوفان کے سامنے سینہ تان لیا، ابھی یہ سیلاب بریلی میں داخل نہیں ہوا تھا کہ آپ نے وعظ تقریر کے ذریعہ مسلمانوں کو شرکت سے روکنے کی کوشش کی چنانچہ ۲۲ مئی کو نماز جمعہ کے بعد آپ نے بریلی کی مسجد نو محلہ میں ایک تقریر کی جس میں بتایا کہ حکومت سے بغاوت کرنا خلاف قانون ہے لیکن زمانہ کی رو کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو جانا قطعاً غلط تھا چنانچہ تمام مسلمان آپ کے خلاف ہوگئے اور عوام کی یورش یہاں تک بڑھی کہ اگر کوتوال شہر شیخ بدرالدین کی فہمائش پر آپ بریلی نہ چھوڑتے تو ان کی جان کو بھی خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ ۲۲ مئی ۱۸۵۷ء کو مولانا نے بریلی چھوڑ دی اور بریلی سے

آنولہ آئے یہاں حکیم سعادت علی خاں رئیس اعظم آنولہ و مدار المہام ریاست رامپور کے صاحبزادے حکیم ولایت علی صاحب کے پاس ٹھہرے اور پھر وہاں سے رامپور (افغانان) ہو کر نانوتہ پہنچے۔

بریلی کو واپسی...... جب ۱۸۵۷ء کا انقلاب پایاب ہو گیا تو آپ آخر ذی قعدہ ۱۲۷۴ھ میں دوبارہ بریلی پہنچ گئے جیسا کہ آپ کی قلمی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ یکم ذی الحجہ ۱۲۷۴ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۸۵۸ء بروز سہ شنبہ انھوں نے بریلی میں مکان کرایہ پر لیا اور دوبارہ ملازمت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

مطبع صدیقی بریلی...... انگریزی حکومت کے قیام اور مغربی علوم وفنون کی اشاعت کے ساتھ برصغیر پاک وہند میں پریس بھی قائم ہوئے اور جلد ہی ملک میں پریسوں کا ایک جمال پھیل گیا بریلی (روہیل کھنڈ) میں سب سے پہلا مطبع ۱۸۴۷ء میں قائم ہوا یہ مطبع بریلی کالج سے متعلق تھا گویا یہ گورنمنٹ پریس تھا مراد آباد اور بدایوں کا سرکاری کام بھی اسی مطبع میں ہوتا تھا انقلاب ۱۸۵۷ء کے بعد مولانا نے بریلی میں "مطبع صدیقی" قائم کیا اس مطبع کا صحیح سال قیام تو معلوم نہ ہو سکا مگر مولانا کی قلمی، بیاض سے ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا قیام ستمبر ۱۸۶۲ء سے قبل ہوا تھا، یہ مطبع مولانا اور آپ کے بھائی مولوی محمد منیر کی شرکت میں تھا مطبع کے مہتمم مولوی محمد منیر تھے مولانا کا قیام خواجہ قطب (بریلی) میں تھا اور اسی محلّہ میں مطبع صدیقی تھا مطبع میں دو دستی مشینیں تھیں جس مکان میں مطبع تھا وہ ایک مدت تک "چھاپہ خانہ والا مکان" مشہور رہا ہے، اس مطبع میں مستقل کاتب منشی مٹھو لال بریلوی تھے انھوں نے ازالۃ الخفاء وغیرہ کی کتابت کی ہے مولانا کے اس مطبع کا مقصد صرف تجارت کتب نہ تھا بلکہ دراصل یہ "ولی اللہی اکیڈمی" تھی اس مطبع سے ولی اللہی حکمت وفلسفہ کی خوب نشر واشاعت ہوئی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی اکثر معرکتہ الآراء تصنیفات حجۃ اللہ البالغہ اور ازالۃ الخفاء وغیرہ سب سے پہلے ۱۲۸۶ھ میں اسی مطبع سے شائع ہوئیں۔

احسن الاخبار بریلی...... مطبع صدیقی بریلی سے ایک ہفتہ وار اخبار "احسن الاخبار" کے نام سے ۱۷ ستمبر ۱۸۶۲ء سے نکلنا شروع ہوا اس اخبار کے مالک مدیر مولوی محمد احسن تھے اور اس کا دفتر درزی چوک بریلی میں تھا یہ اخبار بالعموم جمعہ کو شائع ہوتا تھا سالانہ چندہ سات روپے دس آنے تھا۔

حج بیت اللہ...... ۱۵ دسمبر ۱۸۶۶ء کو بریلی سے حج کیلئے روانہ ہوئے پانچ مہینے اس مقدس سفر میں لگے چنانچہ قلمی بیاض میں ایک جگہ تحریر ہے "تاریخ ۱۵ دسمبر (۱۸۶۶ء) سفر حج افتاد و پنج ماہ در آمد رفت صرف شد آنچہ کہ بود دریں مدت صرف گردید۔"

فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں روضہ نبی اکرم ﷺ پر حاضری دی، صاحب انوار العارفین سفر حج کے متعلق لکھتے ہیں "ایشاں در سن یک ہزار دو صد و ہشتاد و سوم بردر آستانہ بیت اللہ الحرام احرام بستہ سجدہ کردند و پیشانی سودند و از شوق وذوق طواف نمودہ و عمرہ آوردہ و از غلبہ شوق۔ لبیک گویاں بوادی عرفات دویدند و حج ادا کردند پس ازاں بمدینہ منورہ حاضر شدہ بر دہلیز باب السلام سید خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام بوسہ دادند و بہ نیاز تمام آداب وسلام آوردند بمصداق حدیث شریف "من زار قبری وجب لہ شفاعتی بزیارت سید کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات سعادت اندوز گشتند و در مسجد قدس نماز با جماعت ادا کردند۔"

مدرسہ مصباح التہذیب بریلی...... بریلی میں مختلف علماء کرام انفرادی طور پر مذہبی تعلیم دیتے تھے جن میں مولوی ہدایت علی فاروقی، مولوی لائق علی، مولوی یعقوب علی اور مولانا محمد احسن وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، مولوی ہدایت علی نے بریلی میں مدرسہ شریعت کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس میں وہ درس دیتے تھے، اکبر حسین کمبوہ کی بیوی نے بھی ایک مدرسہ قائم کیا تھا اور وہ تنہا اس مدرسہ کی کفیل تھیں، اس مدرسہ میں مولانا یعقوب علی نے بھی کچھ مدت تک درس دیا جو شہر کہنہ بریلی کے رئیس عالم فاضل اور فقیہ تھے۔

ان مدارس کے باوجود مسلمانوں کی کوئی مرکزی درسگاہ نہ تھی اس لئے مولانا محمد احسن [1] نے بریلی کے اکابر وعمائد

[1] مولانا ملک ظفر الدین بہاری نے حیات اعلیٰ حضرت جلد اول صفحہ ۲۱۱ میں مدرسہ مصباح التہذیب بریلی کا بانی مولوی احمد رضا خان بریلوی کے والد مولوی نقی علی خاں کو لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے تفصیل "تنبیہ الجہال" میں موجود ہے۔ ۱۲

کے مشورہ اور معاونت سے ایک مدرسہ باسم تاریخی "مصباح التہذیب" ۱۲۹۸ھ میں قائم کیا، باشندگان شہر کہنہ بریلی نے اس مدرسہ کے قیام میں خاص طور سے حصہ لیا، اس مدرسہ کے پہلے مہتمم مرزا غلام قادر بیگ تھے اور مولوی سخاوت حسین سید کلب علی شاہ، مولوی شجاعت علی، حافظ احمد حسین اور مولوی حافظ حسیب الحسن درس دیتے تھے، مگر جلد ہی بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے اس مدرسہ کی مخالفت شروع ہوگئی اور مولوی نقی علی خاں کے گروپ نے اس مدرسہ کے جواب میں ایک دوسری درسگاہ "مدرسہ اہل سنت" قائم کیا اور مولانا محمد احسن کے خلاف ایک طوفان کھڑا کردیا۔

دور مخالفت...... مولانا محمد احسن بریلی میں علوم اسلامی کی گرانقدر خدمات انجام دے رہے تھے، بریلی کالج کے علاوہ طلباء کو گھر پر بھی درس دیتے تھے، تصنیف و تالیف کا سلسلہ قائم تھا مدرسہ مصباح التہذیب کے ذریعہ اسلامی علوم وفنون کی تعلیم جاری تھی، آپ کی یہ مذہبی و علمی خدمات بعض مسائل میں اختلاف کی وجہ سے بعض علماء کو ناگوار ہوئیں جن میں مولوی نقی علی خاں بریلوی خاص طور سے قابل ذکر ہیں، صورت یہ ہوئی کہ ۱۲۸۸ھ میں شیخوپور ضلع بدایوں میں مسئلہ امکان و امتناع نظیر پر مولوی عبد القادر بدایونی اور امیر احمد سہسوانی کے درمیان ایک مناظرہ منعقد ہوا سہسوانی نے ہر دو فریق کے مفصل حالات و تحریرات پر مشتمل ایک کتاب "مناظرہ احمدیہ" کے نام سے طبع کرادی تحریرات مناظرہ میں اثر ابن عباس ﷺان اللہ خلق سبع ارضین فی کل ارض آدم کآدمکم ونوح کنوحکم بھی زیر بحث آیا، سہسوانی نے آخر کتاب میں ایک جملہ یہ بھی لکھ دیا" مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی"

بھی اسی (صحت اثر ابن عباس ﷺ) کے معتقد ہیں اور اسی مضمون پر ان کی مہر ثبت ہے اور اسی کے اور علمادین قائل اور معتقد ہیں" سہسوانی کے نقل کردہ اقتباس پر مولانا محمد احسن کی تکفیر کی گئی جب ۱۲۹۰ھ میں مدرسہ مصباح التہذیب ختم ہوگیا جانبین سے رسالے لکھے گئے علمائے بریلی اور بدایوں نے مولانا محمد احسن کی بڑی شدومد سے مخالفت کی بریلی میں اس محاذ کی قیادت مولوی نقی علی خاں کررہے تھے اور بدایوں میں مولوی عبد القادر بن فضل رسول بدایونی سر خیل جماعت تھے، یہی بریلی اور دیوبند کی مخالفت کا نقطہ آغاز تھا جو بعد کو ایک بڑی وسیع خلیج کی شکل اختیار کرگیا۔

ترک سکونت بریلی...... مولانا نے بریلی کالج سے کب پنشن حاصل کی اور کب بریلی چھوڑی اس کے متعلق کوئی صحیح تاریخ نہیں ملتی شاہجہان پوری میں پہلا میلہ خداشناسی ۷ مئی ۱۸۷۶ء کو منعقد ہوا تھا اس میں مولانا محمد احسن اور مولوی محمد منیر ہی کی تحریک پر مولانا محمد قاسم نانوتوی بلائے گئے اور واپسی میں حضرت نانوتوی مولانا محمد احسن ہی کے یہاں مقیم ہوئے حضرت نانوتوی نے مولانا محمد ابوالمنصور دہلوی کو جو ایک خط مورخہ ۳۰ محرم ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۸۷۷ء میں لکھا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۴ فروری ۱۸۷۷ء تک مولوی محمد منیر اور مولانا محمد احسن بریلی میں تھے ۱۸۷۷ء میں بریلی کالج ناقابل برداشت مصارف کی وجہ سے بند کردیا گیا پس ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸۷۷ء کے تعلیمی سال کے اختتام کے بعد مولانا نے بریلی چھوڑی ہوگی اس کے بعد بھی مولانا کبھی کبھی بریلی آتے رہے۔

قیام نانوتہ...... مولانا محمد احسن نے بریلی سے آکر نانوتہ قیام کیا آپ کے ہمراہ آپ کے بھائی محمد منیر بھی نانوتہ آگئے یہاں بھی اصلاح و تبلیغ اور تصنیف و تالیف کا کام شروع ہوگیا، مولانا کے مکان کی عمارت بہت وسیع تھی یہ مکان "بنگلہ والی حویلی" کے نام سے مشہور تھا، اس مکان کے دروازہ کے بیضوی گذر میں صبح کو درس حدیث ہوتا تھا باقی اوقات میں مولانا تصنیف و تالیف کا کام کرتے تھے اسی زمانہ میں حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسائل انصاف اور عقد الجید کا ترجمہ کشاف اور سلک مروارید کے نام سے کیا، حصن حصین کے ترجمہ کو درست اور بامحاورہ بنایا، قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین فتاوی عزیزی اور جواہر القرآن کی ترتیب و تصحیح کی مولانا اپنے محلّہ کی مسجد (نانوتہ) کے مہتمم تھے اس کی مرمت و درستگی وہی کراتے تھے عید گاہ نانوتہ کا انتظام بھی مولانا ہی کے سپرد تھا۔

احسن المدارس نانوتہ...... مولانا نے جب نانوتہ میں قیام کیا تو یہاں بھی ایک مدرسہ قائم کیا جو مولانا ہی کے نام "احسن المدارس" سے موسوم ہوا مدتوں یہ مدرسہ جاری رہا ریاست بھوپال سے اس کو امداد ملتی تھی، یہ امداد منشی جمال الدین مدار الہام کی معارف پروری اور مولانا کے تعلقات کے نتیجہ میں ہوگی ۱۹۳۷ء تک یہ مدرسہ قائم رہا، جب ۱۹۳۷ء میں صوبہ یوپی میں پہلی مرتبہ کانگریسی وزارتیں قائم ہوئیں تو حکیم محمد احمد نانوتوی ولد ملا محمد اسماعیل کی بدولت یہ مدرسہ ختم ہو گیا اور ایک دوسرا مدرسہ "امدادیہ پرائمری اسکول نانوتہ" قائم کیا گیا جس کیلئے کانگریسی حکومت سے امداد حاصل کی گئی۔

بیعت و خلافت...... مولانا علوم ظاہری کے ساتھ علم باطن کا بھی ذوق رکھتے تھے اور کسی صاحب نظر شیخ کے متلاشی تھے چنانچہ اس زمانہ کے دو تین ممتاز اہل طریقت کی طرف آپ کا خیال گیا بالآخر اپنے استاد علوم ظاہری، حضرت شاہ عبد الغنی مجددی نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ بیعت کا شرف بخشا جائے شاہ عبد الغنی صاحب مولانا کے علم و فضل سے خوب واقف تھے آپ نے فرمایا کہ جماعت درویشاں میں دعوی علم و فضل کی گنجائش نہیں یہاں تو "انا" کو مٹا کر بقا کی منزل ملتی ہے مولانا عقیدت و ارادت کے ساتھ خدمت شیخ میں حاضر ہوئے تھے لہذا شاہ عبد الغنی" کے دست حق پرست پر نقشبندی سلسلہ میں بیعت ہو گئے۔

جب مولانا ۱۲۸۳ھ میں حج بیت اللہ کو گئے تو اپنے شیخ طریقت حضرت شاہ عبد الغنی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اس موقع پر مولانا شرف اجازت و خلافت سے بھی سرفراز ہوئے صاحب انوار العارفین لکھتے ہیں "در صحبت شیخ خود از کیفیت نسبت لطیف اثر بلیغ برداشتند و اجازت یافتند و نازاں گردیدند۔"

جب ۱۲۸۷ھ میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی نے حج بیت اللہ کو جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے اپنے مرید منشی محمد قاسم نیانگری (اجمیری) کی اصلاح و تربیت کیلئے مولانا محمد احسن ہی کو تجویز کیا مولانا محمد احسن مرید بہت کم کرتے تھے آپ کے صاحبزادے منشی محمد اسماعیل کی اہلیہ نے ایک مرتبہ مولانا سے کہا کہ "مولوی صاحب! آپ بھی تو عالم اور بزرگ ہیں جس طرح مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے مرید کثرت سے ہیں آپ بھی لوگوں کو مرید کیجئے گھر بیٹھے آمدنی ہو گی۔" مولانا نے ہنس کر جواب دیا بی صاحبہ! مولانا رشید احمد صاحب کا کیا ذکر ہے وہ تو بادشاہی احدی ہیں اللہ تعالی کا حکم ہے کہ محنت کر کے کھاؤ، اسی لئے ملازمت کرتا ہوں۔"

ذکر و شغل اور یاد الہی...... مولانا کے ذکر و اذکار کا یہ عالم تھا کہ کسی وقت یاد الہی سے غافل نہ ہوتے تھے جب عشاء کی نماز کے بعد لیٹ جاتے تو گھر کے لوگ سمجھتے کہ مولانا سو رہے ہیں مگر مولانا ذکر الہی میں مشغول ہوتے تھے اور سینہ معارف گنجینہ ہلتا ہوا معلوم ہوتا تھا آپ اکثر شب بیداری کرتے تھے۔

ذوق شعر و شاعری...... مولانا کو شعر و شاعری کا بھی ذوق تھا احسن تخلص فرماتے تھے آپ کی تصنیفات میں اکثر قطعات تاریخ اپنے لکھے ہوئے ہیں رسالہ عروض میں مثالوں میں بعض جگہ خود مولانا کے اشعار میں "اغاثۃ اللہفان" اور احیاء العلوم کے ترجمہ میں اشعار کا ترجمہ اشعار میں کیا ہے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔

تم نے بات نہ میری مانی　　　کس کام آئی یہ نادانی

غرض کیا کہوں کیا ہے میرا سوال　　　کہ ظاہر ہے دل پہ ترے سب کا حال

الٰہی کروں کس سے جا التجا　　　عنایت نہ ہو تجھ سے گر مدعا

کہتی ہے گل سے یوں صبا کیوں شدہ بیجا کیا　　　اس کے عوض میں چاک ہے تیری قبا کا پیرہن

ہر چند ظاہر تھیں تری سب خلق میں بے باکیاں　　　لیکن نہ تھیں مجھ سے کبھی اس طور کی چالاکیاں

ہے برا تو ہی اگر تکتا ہے تو سب کی خطائیں　　　تو ہی اچھا ہے تری نظروں میں گر خوب سب آئیں

غم کے عالم میں پڑا رہتا ہوں | جو کچھ گذرے اسے سدا سہتا ہوں
اس غم میں یاں نہیں جو کوئی مونس | دل ہی دل میں خدا خدا کہتا ہوں
گر کیسا ہی پیدا کر وطاعت میں کمال | دن رات رہے ذکر و عبادت کا خیال
کچھ فائدہ نہ ہوا احسن اس محنت سے | کھانے کیلئے گر نہ ہو مال حلال
احسن غفلت میں کٹے ہیں دن رات | لا تعلم ان ما مضٰی لیس بات
کھوتا ہے خرافات میں کیوں عمر عزیز | فلعبد مولاک فی جمیع الاوقات

فن تاریخ گوئی...... میں بھی مولانا بہت مہارت رکھتے تھے آپ نے اپنی تصنیفات نیز اکثر مطبوعات مطبع صدیقی بریلی پر قطعات تاریخ خود لکھے ہیں، اس کے سوا ایک خاص بات یہ ہے کہ مولانا مطبوعات مطبع صدیقی کی لوح کی عنوان سطر ایسی عبارت سے ترتیب دیتے تھے جس سے سنہ طباعت نکلتا تھا یہ بڑے کمال کی بات تھی، ازالۃ الخفاء کی سطر لوح عنوان "اللہ لطیف بعبادہ یرزق من یشاء وہو القوی العزیز" ۱۲۸۶ھ غایۃ الاوطار کی "فقیہ واحد اشد علی الشیاطین من الف عابد" ۱۲۸۸ھ اور عقائد نظامیہ کی، "بعون ایزد متعال احد بے مثال" ۱۲۸۷ھ ہے جس سے سال طباعت ظاہر ہوتا ہے۔

وصال پر ملال...... مولانا کی عمر تقریباً ستر سال کی ہوئی تھی کہ شروع ۱۳۱۲ھ میں بیمار ہوئے علاج کی غرض سے دہلی گئے لیکن افاقہ نہ ہوا، رمضان میں دہلی سے واپس آئے راستہ میں مولانا ذوالفقار علی نے دیوبند میں ٹھہرنے کیلئے اصرار کیا مولوی محمد منیر بحیثیت مہتمم دارالعلوم اس وقت دیوبند میں مقیم تھے مولانا محمد احسن اپنے برادر عزیز مولوی محمد منیر کے یہاں ٹھہر گئے مولوی محمد منیر نے دیوبند کے اس مختصر سے قیام میں مولانا کی ہر قسم کی خدمت کی مگر موت کا وقت متعین ہے منشی محمد اسماعیل کی واپسی کے دو روز بعد آخر ہفتہ رمضان ۱۳۱۲ھ میں مولانا کا انتقال ہو گیا اور دارالعلوم دیوبند کے قبرستان میں اس مجسمہ فضل و کمال کا جسد خاکی سپرد خاک کر دیا گیا، مولانا فضل الرحمٰن (والد ماجد مولانا مولانا شبیر احمد عثمانی) نے آپ کی قبر کی نشاندہی ذیل کے اس شعر میں فرمائی ہے۔

قاسم بزم مودت احسن شائستہ خو | ہاں! بجسپ آسودہ ترمابین دویاران خویش

حلیہ ...... آپ اوسط قد گورے چٹے، گھنی گول ڈاڑھی ناک ستواں، خوبصورت چہرہ کسی قدر گولائی لئے ہوئے خوش گفتار و شیریں آواز تھے چہرہ سے متانت و سنجیدگی کا اظہار ہوتا تھا، حلم و بردباری طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔

لباس و پوشاک...... لباس میں کرتہ، پاجامہ اور عبا پہنتے تھے صدری اور انگرکھ بھی زیب تن کرتے تھے، موسم سرما میں لحاف، توشک، رضائی دوہر اور چادر کا اہتمام ہوتا تھا کپڑوں میں خاصہ، ململ، چھینٹ، جامدانی، گمٹی، بافتہ، تینو اور اطلس کے کپڑے مولانا کے گھر میں استعمال ہوتے تھے "امید" خیاط کا ایک مستقل کھاتہ تھا۔

اولاد امجاد...... مولانا کی پہلی بیوی امانت النساء (خواہر متولی نصیر الدین گنگوہی) سے دو لڑکے مولوی فضل الرحمٰن منشی محمد اسماعیل اور ایک لڑکی کلثوم تھیں دوسری بنارس والی بیوی سے ایک لڑکا محمد ابراہیم اور تین لڑکیاں عصمت، آمنہ، فاطمہ پیدا ہوئیں۔

تصانیف و تراجم...... مولانا کی زندگی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف سے معمور ہے۔ آپ نے زیادہ تر ضخیم اور اہم کتابوں کے اردو ترجمے کئے ہیں بریلی کے قیام میں تصنیف و تالیف کا کام زیادہ ہوا آخر زمانہ میں جب نانوتہ قیام رہا تو اس وقت مطبع مجتبائی دہلی کا تصحیح و حواشی کا کام ہوا اور بعض ترجمے بھی ہوئے آپ نے جو ترجمے کئے ہیں ان کی زبان بامحاورہ صاف اور سلیس ہے بڑی حد تک قواعد زبان اور صحت عبارت کا خاص خیال رکھتے تھے، آپ کے علمی کارناموں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) تحفۃ المحسنین، غالباً یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو باشندگان بنارس کی درخواست پر ۱۲۶۵ھ مابین عیدین ان عورتوں کے بیان میں لکھی گئی ہے جن سے مرد کو نکاح کرنا حرام ہے، یہ ایک مقدمہ، نو فصلوں اور ایک خاتمہ پر

مشتمل ہے، ہر فصل کا مضمون بیان کرنے کے بعد متعلقہ مسائل بھی اسی فصل کے ساتھ درج کر دیئے ہیں، تمام مسائل کا جواب فقہ حنفی کے موافق لکھا گیا ہے۔

(۲) اصول جر ثقیل۔ نام سے مضمون کتاب ظاہر ہے ۱۸۵۴ء میں بنارس سے طبع ہوئی ہے۔

(۳) نافعہ خریداران۔ یہ بیع وشری کے مسائل کے بیان میں ہے۔

(۴) قواعد اردو حصہ چہارم۔ ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن صوبہ شمالی و مغربی (یوپی) کے حسب الحکم نصاب کی غرض سے قواعد اردو کو چار حصوں میں ترتیب دیا گیا اس سلسلہ کا چوتھا حصہ ۱۸۶۲ء میں مولانا نے مرتب کیا ہے اور شروع کے تین حصے دوسرے حضرات نے لکھے ہیں، چونکہ یہ کتاب نصاب میں شامل رہی اس لئے اس کے بیسیوں ایڈیشن شائع ہوئے۔ (۵) رسالہ عروض فن عروض میں مختصر مگر جامع رسالہ ہے جو کیپسن صاحب بہادر ایم اے کے حسب الحکم ۱۲۸۰ھ میں تحریر کیا ہے۔ رسالہ میں اکثر مثالوں میں مولانا نے اپنے اشعار دیئے ہیں یہ رسالہ بھی متعدد بار طبع ہو چکا ہے (۶) زلوالحذرات تعلیم نسواں کے موضوع پر ۱۲۸۸ھ میں تالیف کی تھی جو ایک تمہید، چار ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے گورنمنٹ نے ازرلہ قدردانی اس کی پانچ سو جلدیں خریدیں اور تین سو روپیہ انعام بھی دیا۔ (۷) مذاق العارفین حجۃ الاسلام امام غزالی کی مشہور تصنیف احیاء العلوم کا بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ منشی نول کشور کی فرمائش پر ۱۲۸۱ھ تا ۱۲۸۶ھ میں چار ضخیم جلدوں میں کیا ہے، مذاق العارفین تاریخی نام ہے تخریج عراقی سے احادیث کے مخارج کا حوالہ حاشیہ پر لکھدیا ہے اور جن احادیث کو عراقی نے کسی وجہ سے معلول کہا ہے ان کے ساتھ ضعیف وغیرہ ہر جگہ حاشیہ پر تحریر ہے پہلے آخری دو جلدوں کا ترجمہ کیا ہے پھر پہلی جلد کا اس کے بعد دوسری جلد کا۔

(۸) تہذیب الایمان۔ حافظ ابن قیم کی مشہور کتاب اغاثۃ اللہفان کا اردو ترجمہ منشی جمال الدین صاحب مدار المہام ریاست بھوپال کی فرمائش پر صرف سات ماہ میں کیا ہے کتاب کا مضمون رد بدعات ہے ۶۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۹) احسن المسائل فقہ حنفی کی مشہور کتاب کنز الدقائق کا فارسی ترجمہ شاہ اہل اللہ دہلوی (برادر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی) نے کیا تھا، مولانا نے اپنے بھائی محمد منیر کی فرمائش پر فارسی سے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

(۱۰) غایۃ الاوطار، فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب در مختار کا اردو ترجمہ مشہور عالم مولانا خرم علی بلہوری نے حسب فرمائش نواب ذوالفقار الدولہ رئیس باندہ ۱۲۵۸ھ میں کتاب النکاح سے شروع کیا، محرم ۱۲۷۱ھ میں قریب اختتام تھا کہ پیغام اجل آگیا، مولانا محمد احسن نے اس ترجمہ کو ان کے ورثاء سے اشاعت کی غرض سے خرید اور بقیہ ترجمہ از باب الاذان تا کتاب الحج مکمل کیا (جن حضرات نے غایت الاوطار کی نسبت علی الاطلاق آپ کی طرف کی ہے وہ صحیح نہیں)

(۱۱) حمایۃ الاسلام۔ انگلستان کے مشہور مصنف گاڈفری ہیگنس کی کتاب "اپالوجی" (جو اس نے تائید و حمایت اسلام اور عیسائیوں کے اعتراضات کی تردید میں لکھی تھی) کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ ہے جو مولانا نے سرسید احمد خاں کی تفویض سے کیا ہے چونکہ اس زمانہ میں کچھ لوگ اثر ابن عباس ﷺ کی وجہ سے مولانا کے خلاف تھے اس لئے مولانا نے اس ترجمہ کو منشی عبدالودود کے نام سے ۱۸۷۳ء میں مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا کتاب سرسید احمد خاں کے مصارف سے طبع ہوئی اور اس کے جملہ حقوق محمڈن اینگلو اورینٹیل کالج لنڈ کمیٹی کیلئے محفوظ رہے۔

(۱۲) کشاف حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ "الانصاف فی بیان سبب الاختلاف" کا اردو ترجمہ ہے جو ۱۳۰۷ھ میں مالک مطبع مجتبائی دہلی کی درخواست پر نہایت محنت و کاوش سے کیا ہے۔

(۱۳) سلک مروارید حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مشہور رسالہ "عقید الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید" کا اردو ترجمہ بھی مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی کی فرمائش پر نہایت صاف اور آسان زبان میں کیا ہے حسب ضرورت تشریح و وضاحت اور حاشیہ پر بعض مفید حواشی بھی لکھے ہیں۔

(۱۴) خیر متین، حصن حصین کا اردو ترجمہ ۱۳۵۳ھ میں مولانا نواب قطب الدین خاں دہلوی مرحوم نے باسم تاریخی "مظفر جلیل" کیا مولانا نے مالک مجتبائی پریس دہلی کی درخواست پر اس ترجمہ کو بامحاورہ کیا اور تصحیح ودرستی کے فرائض بھی انجام دیئے اور تاریخی نام "خیر متین" رکھا۔

(۱۵) نکات نماز، مشہور رسالہ "اسرار الصلوۃ" کا اردو ترجمہ ہے۔

(۱۶) **مفید الطالبین**...... عربی کے ابتدائی طلبہ کیلئے نصاب کی ضرورت سے یہ کتاب لکھی گئی ہے کتاب دو بابوں پر مشتمل ہے پہلے باب میں قریب ڈیڑھ سو امثال ومواعظ کے مختصر جملے ہیں اور باب دوم میں تقریباً چالیس سبق آموز حکایات ونقلیات شامل ہیں دار العلوم دیوبند، دار العلوم کراچی اور اکثر مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے ادیب شہیر مولانا اعزاز علی مرحوم نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔

حواشی وتصحیح...... مولانا نے اکثر کتابوں کو اپنے مفید حواشی اور ضروری تصحیح کے ساتھ مرتب کیا مولوی عبدالاحد مالک مطبع مجتبائی دہلی نے اکثر کتابیں مولانا کے حواشی اور تصحیح کے ساتھ شائع کیں چند کتابوں کے نام ذیل میں درج ہیں۔

(۱۷) حجۃ اللہ البالغہ۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی مشہور ومعرکہ آراء کتاب سب سے اول ۱۲۸۶ھ میں مولانا نے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کی آپ کے پیش نظر تصحیح ومقابلہ کیلئے اس کے چار قلمی نسخے مملوکہ مفتی سعد اللہ مراد آبادی مولوی ارشاد حسین رامپوری، مولوی ریاض الدین کاکوری اور مولوی احمد حسن مراد آبادی رہے، مولانا نے مقابلہ وتصحیح وتحشیہ کے فرائض بڑی خوبی سے انجام دیئے۔

(۱۸) ازالۃ الخفاء۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی دوسری معرکہ آراء تصنیف ازالۃ الخفاء بھی سب سے اول ۱۲۸۶ھ میں مطبع صدیقی بریلی سے مولانا نے شائع کی، تصحیح ومقابلہ کیلئے مولانا کو اس کتاب کے صرف تین نسخے مل سکے۔

(۱۹) شفاء قاضی عیاض کو مولانا نے ۱۲۸۷ھ میں تصحیح کے بعد اپنے مطبع صدیقی بریلی سے شائع کیا نصف کتاب پر مولانا احمد حسن مراد آبادی نے حاشیہ لکھا ہے اور بقیہ نصف پر مولانا محمد احسن نے حاشیہ کی تکمیل کی ہے۔

(۲۰) کنوز الحقائق۔ مولوی عبدالاحد کی فرمائش پر مولانا نے کنز الدقائق پر نہایت جامع حاشیہ عربی میں لکھا ہے اس کی تکمیل مولانا حبیب الرحمٰن دیوبندی نے کی ہے۔

(۲۱) نفحۃ الیمن عربی کے مشہور ادیب احمد بن محمد شروانی یمنی کی کتاب پر مولانا نے فارسی میں حاشیہ لکھا ہے۔

(۲۲) خلاصۃ الحساب پر بھی مولانا نے حاشیہ لکھا ہے جو مطبع مجتبائی میں چھپا ہے۔

(۲۳) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی مشہور کتاب ہے جس کو مولانا نے بہ تصحیح تمام مرتب کی اور ضروری حواشی لکھے یہ ۱۳۱۰ھ میں مطبع مجتبائی سے شائع ہوئی ہے۔

(۲۴) رسالہ نیچرل فلاسفی گارسان دتاسی لکھتا ہے کہ محمد احسن نانوتوی نے نیچرل سائنس پر ایک سو بیس صفحے کا ایک مضمون اردو زبان میں لکھا ہے یہ رسالہ مسٹر ٹیلر کی نگرانی میں شائع ہوا ہے۔

(۲۵) تنبیہ الرفیق علی مغالطۃ ثبوت الحق الحقیق۔ شمس العلماء میاں نذیر حسین نے ایک رسالہ "ثبوت الحق الحقیق" لکھا تھا جو عامی اور غیر عامی لوگوں پر وجوب وعدم وجوب تقلید کے سوال کا جواب تھا، میاں نذیر حسین کے کسی شاگرد نے یہ رسالہ مولانا کے پاس بھیجا اور ایک قسم کا چیلنج دیا کہ "آپ اب یا بعد دو چار مہینے کے خود یا مشورہ اپنے علماء کے اس کا جواب دیں۔"

مولانا اگرچہ اپنی صاحبزادی کی بیماری کی وجہ سے پریشان تھے اور عارضی طور سے بریلی آئے ہوئے تھے مگر آپ نے فوراً اس رسالہ کا جواب لکھا اور بتایا کہ مولف مذکور نے اپنی تحریر میں اکثر مغالطے دیئے ہیں مولانا نے اپنے اس رسالہ میں بعض الزامی جواب بھی دیئے ہیں۔ [1]

---

[1] از کتاب "مولانا محمد احسن نانوتوی" مؤلفہ محمد ایوب قادری ایم اے ۱۲

(۵۷) صاحب نفحۃ العرب

نام ونسب اور آبائی وطن...... نام محمد اعزاز علی اور لقب اعزاز العلماء ہے نسب نامہ یہ ہے: اعزاز علی، بن محمد مزاج علی بن حسن علی بن خیر اللہ آبائی وطن مراد آباد کے مضافات میں ایک مشہور قصبہ امروہہ ہے آپ قبیلہ کمبوہ سے ہیں جو ہندوستان کا ایک مشہور قبیلہ ہے آپ کے آباؤ اجداد شاہی لشکر میں بلند مناصب اور اونچے عہدوں پر فائز تھے، آپ کی پیدائش ہندوستان کے مشہور شہر بدایوں میں ۱۳۰۰ھ میں غروب شمس کے وقت ہوئی اور نانا جان نے اعزاز علی نام تجویز کیا۔

تحصیل علوم...... ابتداء میں آپ نے قطب الدین نامی ایک شخص کے پاس قرآن شریف کے دو ثلث ناظرہ پڑھے اس کے بعد حافظ شرف الدین کی نگرانی میں تمام کلام اللہ حفظ کیا اور اردو کی معمولی سی تعلیم کے بعد فارسی کی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی اس کے بعد مقام تلہر کے مشہور مدرسہ عربی گلشن فیض میں مولانا مقصود علی خاں صاحب صدر مدرس مدرسہ کے پاس عربی درس نظامی کی ابتدائی کتابیں شرح ملا جامی تک پڑھیں پھر شاہجہانپوری کی مشہور دینی درسگاہ عین العلم میں داخلہ لیا جو مولانا عبدالحق صاحب کا قائم کیا ہوا ہے یہاں آپ نے حضرت مولانا قاری بشیر احمد صاحب سے درس نظامی کی اکثر کتابوں کے علاوہ ملاجامی اور کنز الدقائق اور حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب سے فارسی کی بعض کتب کے علاوہ فقہ کی مشہور کتاب شرح وقایہ پڑھی۔

دار العلوم دیوبند میں...... عین العلم میں درس نظامی کی جب متوسط درجہ کی کتابوں سے فارغ ہوئے تو مولانا بشیر احمد اور مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کے اصرار پر ہندوستان کی مرکزی درسگاہ دار العوم دیوبند پہنچ کر امتحان داخلہ میں کامیابی سے فارغ ہونے کے بعد مولانا حافظ احمد صاحب مہتمم دار العلوم سے ہدایہ اولین اور دار العلوم کے مشہور منطقی و فلسفی حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری سے میر قطبی اور اس کے علاوہ دوسرے اساتذہ سے بعض کتابیں شروع کیں۔

دار العلوم میں آئے ہوئے ابھی ایک سال کا عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ مولانا نے اپنی ہمشیرہ سے جو اس وقت میرٹھ میں تھیں ملاقات کے خیال سے میرٹھ کا سفر کیا یہاں مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی مصر ہوئے کہ ایک دو سال میرٹھ مدرسہ میں تعلیم حاصل کر و اس کے بعد دورہ حدیث شریف کی شرکت کے لئے دیوبند چلے جانا مولانا میرٹھی صاحب موصوف سے خصوصی تعلق اور گہرے مراسم کی وجہ سے آپ نے عارضی طور پر دیوبند کا قیام ترک کیا اور میرٹھ کی مشہور درسگاہ مدرسہ قومی خیر نگر میں داخلہ کرالیا۔ یہاں آپ نے مولانا عاشق الٰہی صاحب سے اصول و عروض کی بعض کتابیں اور مولانا عبدالمومن صاحب دیوبندی صدر مدرس مدرسہ سے عقائد، منقولات اور فلسفہ کی اکثر و بیشتر کتابیں پڑھنے کے علاوہ صحاح ستہ میں سے بخاری شریف کے علاوہ سب کتابیں ختم کیں اس حد تک تکمیل کر چکنے کے بعد مولانا عاشق الٰہی کی اجازت سے دوبارہ دیوبند حاضری ہوئی اور حضرت مولانا شیخ الہند صاحب سے صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن ابوداؤد کے علاوہ ہدایہ اخیرین، بیضاوی اور توضیح و تلویح پڑھی اس کے علاوہ فنون کی بعض کتابیں دار العلوم کے معقولی استاذ مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی سے اور فتویٰ نویسی کا کام حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب سے سیکھا اور ادب کی اکثر کتابوں کی تعلیم مولانا معز الدین صاحب سے حاصل کی۔

بھاگلپور میں درس و تدریس...... دار العلوم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند صاحب نے مولانا کی صلاحیتوں کو پا کر مدرسہ نعمانیہ واقع پورینی مضافات بھاگل پور میں تدریس کا حکم فرمایا آپ وہاں پہنچے اور مخلصانہ جدوجہد مسلسل سعی و کوشش کی وجہ سے اس غیر آباد و نامانوس علاقہ میں قال اللہ و قال رسول کا غلغلہ کچھ اس طرح بلند ہوا کہ طلبہ کی ایک بڑی جماعت بہار اور اس کے قرب و جوار کے دوسرے علاقوں سے جوق در جوق نعمانیہ مدرسہ میں پہنچنے لگی مدرسہ کی تعلیم آپ کی وجہ سے نہایت ٹھوس ہونے لگی اور یہاں سے فارغ طلبہ ذی استعداد ہونے کی بناء پر دوسری جگہوں پر امتیازی نظروں سے دیکھے جانے لگے۔

افضل المدارس شاہجہانپور میں مدرسی...... اسی دوران میں مدرسہ مذکور کا آخری جلسہ ہوا جس میں علماء دیوبند کے علاوہ پورینی کے بعض شوریدہ سر عوام کے اصرار پر بعض بریلوی علماء کو بھی شریک کیا گیا جلسہ شروع ہوا تو سوچی سمجھی

اسکیم کے مطابق اختلافی مسائل کو چھیڑ کر مناظرہ کی خطرناک صورت پیدا کردی گئی اور اس قدر ہیجان برپا کیا گیا کہ صورت حال زیادہ سے زیادہ خراب ہوتی چلی گئی حتی کہ اصلاح حال کی کوشش بھی کامیاب نہ ہوتی تھی اس لئے آپ مدرسہ نعمانیہ سے مستعفی ہو کر شاہجہانپور واپس آگئے اور یہاں والد صاحب کے اصرار پر مدرسہ افضل المدارس سے اپنا تدریسی سلسلہ قائم کرلیا۔ اس مدرسہ کا نہ کوئی وقف تھا اور نہ عام چندہ، صرف ایک باہمت مغیر انسان کی توجہ سے چل رہا تھا کچھ عرصہ کے بعد ان صاحب کا انتقال ہوگیا اور مدرسہ کی حالت دگرگوں ہوگئی اور اس عرصہ میں کئی ماہ ایسے گذرے کہ مولانا اپنی قلیل تنخواہ بھی نہ لے سکے اور حسبۃ للہ حالات کی ناخوشگواری کے باوجود کام کرتے رہے اور بالآخر سخت مجبور ہو کر مولانا نے مدرسہ سے سبکدوشی اختیار کرلی اس مدرسہ میں مولانا کی مدت تدریس تین سال ہے۔

بحیثیت مدرس دارالعلوم دیوبند میں ...... افضل المدارس سے علیحدگی کے بعد مشفق استاد حضرت مولانا محمد سہول صاحب بھاگلپوری کی سعی وکوشش سے ۱۳۲۰ھ کے اوائل میں دارالعلوم دیوبند کی منتظمہ کمیٹی نے مولانا کا تقرر پچیس روپے کے مشاہرہ پر کردیا ابھی آپ شاہجہاں پور ہی تھے کہ اہتمام دارالعلوم کی جانب سے تقرری کا اطلاع نامہ مولانا کو پہنچا آپ نے دارالعلوم کی تدریس کو دین کی نہایت اہم خدمت تصور کرتے ہوئے دیوبند آنے کا ارادہ فرمالیا، آپ تشریف لائے اور دارالعلوم کے ابتدائی مدرس مقرر کئے گئے اور علم الصیغہ، مفید الطالبین، نور الایضاح وغیرہ کتابیں تدریس کیلئے دی گئیں۔

ریاست حیدر آباد میں ...... آپ دارالعلوم میں بسلسلہ تدریس مشغول رہے، شب وروز کی جدوجہد اور بعض اکابر اساتذہ کی توجہ سے مولانا کا شمار دارالعلوم کے ممتاز اساتذہ میں ہونے لگا علمی استعداد پر اعتماد کرتے ہوئے مجلس علمیہ نے درمیانی درجہ کی کتابیں بھی تدریس کیلئے آپ کے یہاں بھیج دیں اسی دوران میں ریاست حیدر آباد کی جانب سے مولانا حافظ احمد صاحب کو ریاست کا مفتی اعظم بنا کر بلایا گیا چونکہ حافظ صاحب اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے امور متعلقہ کے انجام دینے سے معذور تھے اس لئے حافظ صاحب نے آپ کو اپنے ہمراہ جانے کے لئے فرمایا اور تقریباً نو سال دارالعلوم میں تدریس کے بعد ۱۳۲۹ھ میں آپ کو دارالعلوم چھوڑنا پڑا۔

آپ کو حیدر آباد میں خدمات انجام دیتے ہوئے ابھی ایک سال ہی گزرا تھا کہ ۱۳۴۰ھ میں مولانا حافظ احمد صاحب کو جبکہ وہ حیدر آباد سے دیوبند کا سفر کر رہے تھے جان، جان آفریں کے سپرد کردینا پڑی ادھر دارالعلوم کے شعبہ افتاء میں مفتی عزیز الرحمن صاحب کی علیحدگی کی وجہ سے کسی مناسب آدمی کی ضرورت محسوس ہوئی اس پر ۱۳۴۰ھ کی مجلس شوریٰ وانتظامی کمیٹی میں مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی نے اس خدمت کے لئے آپ کا نام پیش کیا اور کمیٹی کے ہر رکن نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور حیدر آباد میں مولانا کو اس تقرری کی اطلاع کردی گئی آپ ۱۳۴۰ھ میں حیدر آباد سے دیوبند تشریف لائے اور تادم آخر دارالعلوم میں خدمات انجام دیتے رہے۔

درسی خصوصیات ...... آج دنیا علم میں ایسے فاضل اساتذہ موجود ہیں جو ہر فن کی آخری کتاب منتہی طلباء کو پڑھادیں لیکن یہ بہت مشکل ہے کہ وہ مبتدی طلبا کو ابتدائی اسباق پڑھائیں اور ان کی استعداد کے مطابق حق ادا کرسکیں حضرت مولانا کی یہ نمایاں خصوصیت تھی کہ جس وقت دیوان متنبی، حماسہ، بیضاوی، ہدایہ اخیرین ابوداؤد شریف وغیرہ کا درس دیتے ہوتے تھے انہیں ایام میں آپ کے یہاں میزان، ابن عقیل، ملاجامی، نفحۃ العرب مفید الطالبین اور ملتقی الابحر کا درس بھی ہوتا تھا۔

جس طرح شاہ انور صاحب نے درس حدیث میں اپنے تبحر علمی وسعت مطالعہ خداداد ذہانت ممتاز قوت حافظہ کی وجہ سے ایک ایسی نمایاں خصوصیت پیدا کی کہ دارالعلوم کی سابقہ تاریخ اس سے قطعاً خالی تھی اسی طرح حضرت مولانا نے ادب کی کتابوں کے پڑھانے میں بیان لغت، ترکیب نحوی، علم صرف، علم اشتقاق، علم معانی، علم بیان کا ایسا کامیاب اضافہ فرمایا جو پہلے کسی کے درس میں نہ تھا لوگ آپ کو شیخ الادب کہتے ہیں لیکن آپ بناء بر مناسبت طبعی فن فقہ پر جس حد تک قابو یافتہ تھے اس کی نظیر مشکل سے ملے گی مسائل فقہ میں ایسی موشگافیاں کرتے تھے کہ عقل حیران رہ جاتی تھی ہدایہ اخیرین جو علم فقہ میں چوٹی کی کتاب ہے حضرت مولانا اس کا درس تقریباً چالیس سال تک نہایت کامیابی کے ساتھ اس طرح دیتے رہے کہ مسئلہ کو مسئلہ کی طرح سمجھا کر جملہ اشکالات کو رفع کرتے ہوئے فن کی گہری باتیں بھی ساتھ ساتھ لے کر

چلتے تھے مشکوۃ شریف کے درس میں معاملات کی تشریح مسائل کی تفصیل فقہی عبارتوں کی تنقیح آپ کی امتیازی خصوصیت تھی حدیث کی اہم کتاب ابوداؤد شریف کے درس میں روایت ودرایت کے اعتبار سے حدیث کا کوئی گوشہ تشنہ نہیں رہتا تھا، سند کے جھگڑے، ابوداؤد کی اپنی تحقیق اور دیگر لاینحل عقدے اس طرح حل ہوتے تھے کہ عام طلبا ان کو سہل اور عام فہم سمجھنے لگتے تھے حضرت شاہ صاحب کے زمانہ سے آپ کے یہاں شمائل ترمذی ہوتی تھی جس میں حدیثی نکات کے ساتھ حل لغت ترکیب نحوی، باحاورہ ترجمہ، تدافع حدیث علی وجہ الاتم ہوتا تھا۔

وقت کی پابندی...... جو درس کیلئے اور طلبا و معلم کیلئے ایک ضروری امر ہے مولانا کا طغرائے امتیاز ہے سردی ہو یا گرمی، جاڑا ہو یا برسات، بیماری ہو یا تندرستی، شادی ہو یا غمی بہرحال مولانا کا یہ اصول تھا کہ سبق ہونا چاہیئے کمرہ میں گھڑی موجود تھی وقت سے کم از کم دس منٹ قبل بغل میں کتاب دبائی کمرہ کو مقفل کیا اور گھنٹہ بجانے والا ابھی گھنٹہ بجانے سے فارغ بھی نہیں ہوا کہ آپ درسگاہ پہنچ گئے اور سبق شروع ہو گیا ادھر گھنٹہ بجا اور ادھر مولانا کی کتاب بند ہو گئی۔

مدو فرصت از دست گر بایدت | کہ گوئے سعادت ز میداں بری
کہ فرصت عزیز ست چل فوت شد | بے دست حسرت بدنداں بری

عادات واخلاق...... اس پایہ کے عالم اور فقیہ ہونے کے باوجود ان کے مزاج میں انکساری فروتنی اور تواضع حد سے زیادہ تھی جو مولانا کے لئے دلیل کمال ہے۔

فروتنی است دلیل رسیدگان کمال | کہ چوں سوار بمنزل رسد پیادہ شود

اس انکساری اور تواضع ہی کا نتیجہ ہے کہ آپ شہرت سے حد درجہ نفور رہتے تھے یہاں تک کہ عام مجمعوں میں جب کبھی آپ کی تلاش ہوئی تو آپ سب سے الگ ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے پائے جاتے تھے۔

تنہا نشین وصحبت دیو اختیار کن | کا تار انس در گہر آدمی نماند

خمول وگمنامی کو مولانا نے جلوت و مجلس آرائی کی بخشی ہوئی عزتوں پر ہمیشہ ترجیح دی ہے خود فرماتے ہیں

خمولی اطیب الحالات عندی | اعزازی لدیھم فیہ عاری

استغناء وخودداری...... اہل علم وفضل کے مزاج کے مطابق مولانا میں بے نیازی اور توکل حد درجہ تھا ہندوستان کی متعدد یونیورسٹیوں نے گرانقدر مشاہروں پر مولانا کو بار بار بلایا لیکن مولانا نے دارالعلوم کی قلیل تنخواہ کو چھوڑ کر گرانقدر مشاہروں پر جانا گوارا نہیں کیا۔

مرا طریق امیری نہیں فقیری ہے | خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر
خوددار نہ ہو فقر تو ہے قہر الٰہی | ہو صاحب غیرت تو ہے تمہید امیری

وہ کسی کے سامنے اپنی ضروریات کا اظہار کریں یہ تو بڑی بات ہے لوگوں کے پیش کردہ تحائف وہدایا کے لینے میں بھی پس وپیش فرماتے تھے۔ غالباً کسی کہنے والے نے مولانا ہی کے لئے کہا ہے۔

آگے کسی کے کیوں کریں دست طمع دراز | وہ ہاتھ سو گیا ہے سرہانے دھرے دھرے

زہد وورع...... علمی اشتغال وانہماک کی وجہ سے گو عبادت وریاضت میں ان کی مشغولیت زیادہ نہیں تھی لیکن اس کے باوجود وہ روشن ضمیر بھی تھے طالبا حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ سے ان کو شرف بیعت حاصل تھا اور حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت وخلافت۔

سادگی مزاج...... مولانا، مزاج کے بھی بہت سادہ واقع ہوئے تھے مزاج کی سادگی ان کے لباس سے نمایاں تھی، عام علماء کی طرح عباء وقباء، جبہ ودستار مولانا کا لباس نہ تھا ان کے جسم پر کھادی کا ایک لمبا سا کرتہ، معمولی کھدر کا پاجامہ، سر پر دوپلی ٹوپی، پاؤں میں نہایت معمولی قیمت کا جوتہ، مولانا کا لباس تھا زرق وبرق پوشاک قیمتی ملبوس مولانا کے جسم پر کبھی نہیں دیکھا گیا جسم کی آرائش وزیبائش ان کے یہاں پسندیدہ نہیں تھی۔

شاہد معنی کو آرائش کی کچھ حاجت نہیں | سبحہ وسجادہ ہیچ اور جبہ ودستار ہیچ

لیکن اس کے باوجود مزاج میں نہایت نفاست تھی۔

یاخادم الجسم کم تسعی لخدمتہ وتطلب الربح ممافیہ خسران
علیک بالنفس فاستکمل فضائلھا فانت بالنفس لابالجسم انسان

شعر و شاعری ......اکابر واساتذہ دار العلوم دیوبند کے اکثر و بیشتر افراد شاعری کے اچھے خاصے مذاق سے بہرہ ور رہے ہیں۔ اسی جماعت کے ایک ممتاز رکن حضرت مولانا بھی تھے جن کی شاعری اردو اور عربی دو حصوں میں منقسم ہے مولانا نے فارسی میں کبھی طبع آزمائی نہیں فرمائی حالانکہ فارسی کا ذوق بھی مولانا کو عربی سے کم نہیں تھا عربی میں آپ نے شعر اس وقت سے کہنا شروع کیا تھا جب آپ دیوبند سے فارغ ہو چکے تھے لیکن اردو میں آپ نہایت کمسنی اور خود سالگی سے کہتے چلے آئے ہیں آپ کے بعض عربی قصائد آپ کی تالیف نفحۃ العرب کے آخر میں درج ہیں جن سے قارئین کرام عربی سخن سنجی کی مہارت کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں، اردو کلام کا مختصر انتخاب پیش خدمت ہے۔

مانا کہ تا کنا میرا فسق و فجور تھا۔ زلفوں کا دام تم کو بچھانا ضرور تھا
افسوس ہے کہ تو کے بھی قابل نہیں رہا
جو آپ کی زبان پر کل تک حضور تھا۔ کس نے کہا کہ وادی غربت میں تھے جدا
دل سے بہت قریب تھا گو جسم دور تھا
اس دل میں حسرتوں کے سوا کچھ نہیں رہا۔ جو دل کہ تم کو دیکھ کے وقت سرور تھا
بلچل زمیں پہ مچ گئی افلاک ہل گئے
یارب کسی کی آہ تھی یا نفخ صور تھا۔ عضو اور صلح سے نہ لیا آپ نے بھی کام
مانا کہ عشق آپ سے میرا قصور تھا
تیری نشیلی آنکھ نے بے خود بنادیا۔ اعزاز ورنہ صاحب عقل وشعور تھا
کچھ ہوش ہے اسے ساقی فرزانہ کسی کا۔ لبریز ہوا جاتا ہے پیمانہ کسی کا
ہم آپ سے جاتے رہتے سنتے ہوئے جس کو
افسوس تھا الہی کہ وہ افسانہ کسی کا۔ اعزاز تیرا حال سنادے کوئی اسکو
ہم دیکھتے ہیں حوصلہ ایسا نہ کسی کا
پہنچا جو میں بولے کہ وہ پھر آگیا ظالم
دربان اسے کس لئے روکا نہیں کرتے
دل چھین لیا جان کا بھی اب ہے ارادہ
بیکس کو تو یوں چور بھی لوٹا نہیں کرتے
دل ہی نہیں وہ دل کہ تری جس میں جا نہیں
سر ہی نہیں وہ جس میں کہ سوء اترا نہیں
اے غیرت مسیح ! تو اپنے مریض کو
جا دیکھ تو کہ اس میں اب کچھ ہے بھی یا نہیں
حسن بیان میں نہیں اعزاز کا نظیر
آصف سا ملک میں کوئی فرمانروا نہیں
ہر اک رند نمازان کے پیچھے پڑھ لیتا۔ شیوخ وعظ اگر بادہ سے وضو کرتے
خطیب ہونے کا اپنے انہیں مزہ آتا
مشا فہا جو کبھی مجھ سے گفتگو کرتے۔ دریار غیر میں گمنام ہو کے میں جو مروں

خدا کرے وہ پھریں میری جستجو کرتے
یہ دل کی دل میں تمنا رہی کہ وہ مجھ کو۔ کبھی رقیب کی نظروں میں سرخرو کرتے
حریم کعبہ میں میں چیخ چیخ کر رویا
ملائکہ رہے اعلان انصتوا کرتے۔ مقدرات سے مجبور ہو گیا ورنہ
مجال ان کی تھی وہ مجھ سے تم سے تو کرتے
انقلاب چمن دہر کی دیکھی تکمیل۔ آج قارون بھی کہدیتا ہے حاتم کو بخیل
ابو حنیفہؒ کو کہے طفل وبستان جاہل
مہر تاباں کو دکھانے لگی مشعل قندیل۔ مشرک اسلام کو کہنے لگے اہل تثلیث
لوح محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل
سامری موسیٰ عمران کو کہے جادوگر۔ شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجہیل
شیر اور بھیڑ کی یکجائی پہ حیرت کیوں ہو
ایک ہی کانٹے میں تلنے لگے موزون وکیل۔ صاحب طبل وعلم نان جویں کے محتاج
ٹھوکریں کھاتے جو پھرتے تھے وہ لیتے ہیں خراج

بہار کے ایک دوست نے مولانا کو لکھ کر بھیجا کہ یہاں فلاں تاریخ میں ایک مشاعرہ ہے اس میں ہم بھی اشعار پڑھنا چاہتے ہیں تم خود یا کسی صاحب سے کچھ اشعار لکھوا کر بھیجو۔ آپ نے چند طلباء سے جو شعر کہتے تھے فرمائش کی لیکن کسی سے تکمیل نہ ہو سکی تو آپ نے ارتجالاً یہ چند شعر کہے۔

ترے ہجر میں ہوں میں نوحہ زن، میں ہوں اور یہ شب تار ہے — جو انیس ہے تری یاد ہے، جو رفیق ہے دل زار ہے
کوئی سیر باغ میں مست ہے، کوئی ہے وطن میں بصید خوشی — مرے دل کو چین ہو کس طرح، نہ بہار ہے نہ بہار ہے
مرے پاس ہووے جو مال وزر، تو ہو خوف سارق وراہزن — مجھے بیش وکم سے غرض نہیں، نہ شراب ہے نہ خمار ہے
جہاں تھے حسینوں کے قہقہے، جہاں بلبلوں کے تھے چہچہے — نہ مکاں ہے نہ مکین ہے، نہ رواں رکن ہے نہ واں دار ہے
وہ ہماری وضع میں تھی کشش جو نماز میں بھی نہیں ہے اب — نہیں کچھ عجیب یہ رنگ ہے وہ چڑھاؤ تھا یہ اتار ہے

وفات حسرت آیات ...... آپ ۱۳ رجب بروز چہار شنبہ بوقت صبح صادق ۱۳۴۷ھ میں اس عالم آب وگل سے رشتہ حیات منقطع کر کے یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گئے۔

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم — راحت جاں طلبم در پے جاناں بردم

اور مدرسہ دارالعلوم کے متصل قطعہ پاکیزگاں میں جگہ پائی جہاں دیگر اسلاف امت وسلاطین علوم دین آرام فرما ہیں (رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ)

حلیہ مبارکہ ...... قدرت نے حسن سیرت کے ساتھ آپ کو حسن صورت سے بھی نوازا تھا۔ قوی الجثہ متوسط قد وقامت، دوہرا بدن، صاف رنگ، شاداب چہرہ، آنکھوں میں ایک خاص چمک اور چہرے سے عظمت وجلال کے آثار نمایاں تھے۔

تعلیقات و تالیفات ...... دنیائے علم پر آپ کا مزید اور گرانقدر احسان یہ ہے کہ آپ نے درس نظامی کی اوق اور اصعب کتابوں کے بڑی کاوش و تحقیق کے بعد حواشی لکھے اور اپنے طویل تدریسی تجربہ کی بنا پر ہر حیثیت سے ان کو سہل اور عام فہم کر دیا جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) حاشیہ نور الایضاح (فارسی) (۲) حاشیہ نور الایضاح (عربی) (۳) حاشیہ دیوان حماسہ (۴) حاشیہ کنز الدقائق (۵) حاشیہ دیوان متنبی (عربی) (۶) اردو ترجمہ دیوان متنبی (۷) حاشیہ شرح نقایہ (۸) حاشیہ مفید الطالبین (مختصر) (۹) حاشیہ مفید الطالبین (مطول) (۱۰) نفحۃ العرب (۱۱) حاشیہ نفحۃ العرب

نفحۃ العرب ...... ادب عربی کے ابتدائی اور متوسط درجہ کے لئے مولانا کے حسن انتخاب کا بہترین مجموعہ ہے جس نے جدید تالیفات میں اپنے لئے ایک خاص مقام پیدا کر لیا ہے اور ارباب ادب میں اس تالیف کو پسندیدگی اور قدر کی نظروں

سے دیکھا گیا ہے فن ادب کی یہ ایک جامع کتاب ہے جس میں مولانا ممدوح نے کوشش کی ہے کہ اس کے ذریعہ سے طلباء میں اسلامی غیرت وحمیت، ادبی دل چسپی، علو ہمت اور علوم عربیہ کی قوت واستعداد پیدا کی جائے نیز مسائل مبہمہ کی تسہیل، اخلاق فاضلہ کی تکمیل کے ساتھ مضامین ایسے شگفتہ اور جاذب ہوں کہ ان کو محنت کے ساتھ یاد کرنے میں طلباء کے اذہان کو نہ تعب ہو نہ تشویش

حضرت مولانا کی یہ تالیف دار العلوم کے علاوہ اکثر مدارس میں داخل نصاب ہے آپ کی یہ تالیف العقد الفرید شذرات الذہب، تاریخ ابن خلکان، الاغانی وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ اگر تفصیل مطلوب ہو تو تحفۃ الادب شرح اردو نفحۃ العرب دیکھئے، ہم نے اس میں اکثر مضامین کتاب کے ماخذ کی نشاندہی کرائی ہے۔ [1]

(۵۸) صاحب میزان الصرف

درس نظامی میں علم صرف سے متعلق "میزان الصرف" رسالہ ایک اساسی اور بنیادی رسالہ ہے جس کو کتب عربیہ درسیہ میں خشت اول کا درجہ حاصل ہے نہ اس کے بغیر کسی عربی خواں کی ابتداء ہوتی ہے اور نہ کوئی منتہی اس سے بے نیاز ہوتا ہے صغیر الحجم ہونے کے باوجود کثیر النفع ہونے کے لحاظ سے جو عظمت وشہرت اس کتاب کو حاصل ہے وہ شہرت آفتاب وماہتاب سے کم نہیں، ذوق دہلوی لطیف ترین پیرائے میں میزان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے۔

بھاگے ہیں مکتب سے ہم اوراق میزان چھوڑ کر ہو گیا طفلی ہی سے دل میں ترازو تیر عشق

مولوی بختاور علی خاں، عالمگیری نے "مراۃ العالم" میں لکھا ہے کہ سلطان سکندر بن بہلول لودی نے مشہور بزرگ اور صوفی سماء الدین بن فخر الدین بن جمال الدین ملتانی ثم الدہلوی متوفی ۹۰۱ھ سے میزان کا ایک سبق پڑھا تھا لیکن یہ عجیب بات ہے کہ جتنی اس کتاب کی شہرت ہے اتنا ہی اس کا مصنف گمنام ہے جس صاحب خبر سے ان کا پتہ پوچھئے یہی جواب ملتا ہے۔

یقولون اخبر نا فانت امیها وما انا ان اخبر تهم بامین

سینکڑوں تاریخی اوراق الٹ پلٹ کرنے کے باوجود صحیح طور پر اس کے مصنف کا پتہ نہیں چلتا

[2] تسترت عن دهری بظل جنابه فعینی تری دهری ولیس یرانیا

فلو تسأل الایام ما اسمی مادرت واین مکانی ماعرفن مکانیا

شراح میزان اور بعض دیگر اہل علم حضرات نے جن جن اشخاص کی جانب اس کا انتساب نقل کیا ہے وہ بھی مخدوش معلوم ہوتا ہے اس لئے حتمی طور پر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، البتہ انتہائی جد وجہد اور بے پناہ تگ ودو کے بعد جو اقوال ہم کو ملے ہیں وہ حسب ذیل ہیں۔

پہلا قول ...... عام طور سے مشہور ہے کہ یہ کتاب شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی تصنیف ہے مگر یہ قول بلاشک وریب رجما بالغیب ہے جس کی کوئی اصل نہیں ہے، میزان الصرف مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۵ھ کے سرورق پر مولانا عبد الرحمن شاکر لکھتے ہیں کہ "وآنچہ انتساب میزان بحضرت شیخ سعدی مشتہر ست اصلے ندارد"

دوسرا قول ...... یہ ہے کہ مصنف میزان شیخ وجیہ الدین بن عثمان بن حسین ہیں، عام شراح میزان کا رجحان اسی طرف ہے نواب صدیق حسن خاں نے "سلسلۃ العسجد فی ذکر مشائخ السند" کے آخر میں جو فہرست کتب قلمبند کی ہے اس میں میزان الصرف کے خانہ میں لکھا ہے "وجیہ الدین بن عثمان، حسب تصریح شراح میزان۔"

تیسرا قول ..... مولانا محمد مدثر احمد (رکن اعلیٰ منتدی المصنفین جامع العلوم گاسباڑی (سلہٹ) نے ترجمان العلوم میں میزان الصرف کو ملا حمزہ بدایونی کی طرف منسوب کیا گیا ہے مگر کوئی حوالہ پیش نہیں کیا موصوف کا یہ انتساب کہاں تک صحیح ہے یہ خدا ہی جانتا ہے کیونکہ ملا حمزہ کی طرف صرف منشعب منسوب ہے نہ کہ میزان۔

چوتھا قول ...... یہ ہے کہ اس کا مصنف شیخ صفی الدین بن نظام الدین بن خواجہ آدم غزنوی ردولوی جونپوری متوفی ۱۳

---

[1] ملخص از تذکرۃ الاعزاز مولفہ مولانا محمد انظر شاہ واز دیگر کاغذات ۱۲۔

[2] میں اپنے محبوب کی جلوہ گاہ کی آڑ میں زمانہ کی آنکھ سے چھپ گیا، پس میری آنکھ سب کو دیکھتی ہے اور مجھے کوئی نہیں دیکھ سکتا، سو تو اگر زمانہ سے بھی میرا نام پوچھے تو وہ نہ بتا سکے، اور اگر میری رہائش گاہ کا پتہ لگائے تو اس کے بتانے سے بھی وہ عاجز رہے۔ ۱۲

ذیقعدہ ۸۱۹ھ ہے کہا جاتا ہے کہ یہ امام ابو حنیفہؒ کی نسل سے ہیں ان کے داوا نظام الدین دہلی تشریف لائے اور کچھ عرصہ تک یہاں قیام کیا اس کے بعد جونپور منتقل ہو گئے، موصوف کو اصلا ردولوی ہیں مگر بعد میں گنگوہ منتقل ہو گئے تھے، آپ شیخ عبد القدوس صاحب گنگوہی کے اجداد میں سے ہیں اور قاضی شہاب الدین

احمد بن عمر دولت آبادی متوفی ۸۴۹ھ جو مولانا خواجگی جیسے جلیل الشان عالم فاضل کے ساختہ وپرداختہ ہیں صفی موصوف ان کے نواسے ہیں اور انہیں سے آپ نے تعلیم حاصل کی تھی اور علم طریقت شیخ اشرف بن ابراہیم سمنانی سے حاصل کیا تھا شیخ سمنانی فرماتے ہیں کہ شیخ صفی کے علاوہ ہندوستان میں میں نے کسی کو نہیں دیکھا جو نادر فنون اور عجیب وغریب امور کے ساتھ آراستہ ہو" ان کی تصنیفات میں دستور المبتدی جو انہوں نے اپنے صاحبزادے اسماعیل کے لئے لکھی تھی اور غایۃ التحقیق (شرح کافیہ) جو آپ نے شیخ شہاب الدین دولت آبادی کی شرح ہندی کو سامنے رکھ کر لکھی ہے جس کے متعلق صاحب کشف نے لکھا ہے کہ کافیہ کے جس قدر شروح وحواشی لکھے گئے ہیں ان سب میں اتم واکمل اور مفید تر شیخ شہاب الدین احمد بن عمر دولت آبادی کی شرح ہندی ہے ان کا تذکرہ تو ملتا ہے مگر میزان الصرف میری نظر سے کہیں نہیں گذری۔

پانچواں قول ...... مولانا عبد الحیٔ صاحب لکھنوی نے "فوائد بہیہ" میں محمد بن مصطفیٰ بن الحاج حسن متوفی ۹۱۱ھ کی تالیفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے ،له حاشیت علی تفسیر سورة الانعام للبیضاوی و حاشیت علی المقدمات لاربع ومحاکمت بین الدوانی والصدر الشیرازی و کتاب فی الصرف سماہ میزان الصرف" صاحب کشف الظنون نے اسکو میزان التصریف کے نام سے ذکر کیا ہے اور مصنف کے والد کا نام مصطفیٰ کے بجائے مصلح لکھا ہے یہ بڑے پایہ کے عالم اور شیخ یکان وغیرہ کے شاگردوں میں سے ہیں بروسا اور قسطنطنیہ کے مختلف مدارس میں مدرس اور شاہ محمد خاں اور ان کے صاحبزادے بایزید خاں کے عہد میں قاضی بھی رہے ہیں جعفر بن الناجی وغیرہ ان کے شاگرد ہیں۔

چھٹا قول ...... صاحب تعداد العلوم علی حسب الفہوم، نے لکھا ہے کہ میزان الصرف شیخ سراج الدین عثمان اودھی کی تصنیف ہے اکثر علمانے اسی کو لیا ہے ان کے تفصیلی حالات تو ہم "ہدایۃ النحو" کے ذیل میں پیش کریں گے یہاں ہمیں اتنا عرض کرنا ہے کہ جن حضرات نے شیخ موصوف کے حالات لکھے ہیں کسی نے بھی ان کی کوئی کتاب ذکر نہیں کی بلکہ اس انتساب کا مدار "تعداد العلوم" پر ہے۔ میزان الصرف مطبوعہ کانپور کے شروع میں ہے صاحب تعداد العلوم علی حسب الفہوم سراج الدین بن عثمان اودھی نوشتہ وگفتہ کہ ھدایۃ النحو و پنج گنج نیز از تصنیف ہمیں مصنف علام ست خود پنج گنج کی عبارت فاعل و مفعول را اور میزان بیان کردیم سے بھی بظاہر یہی مفہوم ہوتا ہے نواب صدیق حسن خاں نے فہرست مذکورہ میں مصنف کے خانہ میں لکھا ہے" سراج الدین بن عثمان تبنصیص صاحب تعداد العلوم" اور تعداد العلوم کس کی ہے، کیسی ہے، کہاں ہے۔ کچھ پتہ نہیں چلتا گویا مخبر مخبر عنہ سے زیادہ گمنام ہے۔ نیز پنج گنج کی عبارت میں میزان سے کون سی میزان مراد ہے حتمی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا، دوسرے یہ کہ شیخ سراج الدین کی وفات ۷۵۸ھ میں ہے اور فاضل میر خورد جو اکثر کتابوں میں شیخ سراج الدین کے شریک درس ہیں انہوں نے لکھا ہے :

الغرض خدمت مولانا سراج الدین در کبر سنی تعلیم — کافی عمر ہو جانے کے بعد مولانا سراج الدین نے تعلیم شروع

کی کاتب الحروف برابر آغاز تعلیم — کو دو برابر کاتب حروف میر خورد در آغاز تعلیم میزان اور گردان وغیرہ کے

میزان وتصریف و قواعد و مقدمات او تحقیق کرد — قواعد سے ساتھ تھا اور پڑھتا تھا

مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہی ہوا کہ شروع میں جیسا کہ اب بھی دستور ہے صرف کی تعلیم سے ابتداء کی گئی معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت میزان ہی سے عربی زبان شروع ہوتی تھی۔"

اس روایت سے جہاں شیخ سراج الدین کا مصنف میزان نہ ہونا ثابت ہوتا ہے وہیں سابقہ انتسابات بھی غلط ہو جاتے ہیں

شروح وحواشی میزان الصرف ...... (۱) تبیان شرح میزان از مولانا عبد الحیٔ صاحب لکھنوی۔ (۲) تبیان شرح میزان از مولانا عبد الحق صاحب (۳) تبیان شرح میزان، از مولانا وارث علی صاحب دہلوی (۴) حاشیہ سعدیہ از مولانا مفتی سعد اللہ صاحب (۵) حاشیہ میزان از مولانا عبد العلی صاحب مدراسی (۶) حاشیہ میزان از مولانا الٰہی بخش صاحب

(۷)شرح میزان الصرف، از مولوی افہام اللہ بن سید فتح اللہ بن سید شاہ غلام علاء الدین سندیلی (۸) ہدایت الصبیان، از شیخ رحمت اللہ بن نور اللہ لکھنوی (۹) الایذان از مولوی احمد اللہ بن اسد اللہ قریشی (۱۰) شرح میزان از شیخ محمد علیم بن موسی الہ آبادی۔ (۱۱) شرح میزان الصرف از مولوی عبد الوہاب بن حکیم محمد علی بن عبد الفتاح (۱۲) بیان الصرف شرح میزان الصرف از ابو نصر حبیب اللہ سنبھلی۔ [1]

(۵۹) صاحب منشعب

میزان الصرف مطبوعہ نظامی کانپور ۱۲۹۵ھ کے پیش لفظ میں حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ کتاب ملا حمزہ بدایونی کی ہے اور عام طور سے لوگ جو ملا بزرجمہر کی طرف انتساب کرتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں بلکہ یہ حمزہ ہی کی تصنیف ہے مولانا عبد الحئی حسنی نے الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند میں اسی کی تصریح بھی کی ہے مگر ان کے مزید حالات ہم کو تتبع اور تلاش کے باوجود نہیں ملے، ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا.

(۶۰) صاحب شافیہ

علامہ ابن حاجب کی مشہور و معروف کتاب ہے ان کے حالات کافیہ کے ذیل میں آئیں گے۔

(۶۱) صاحب صرف میر

یہ رسالہ سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی کا ہے ان کے حالات نحو میر کے ذیل میں آئیں گے

(۶۲) صاحب پنج گنج

یہ کتاب شیخ سراج الدین اودھی کی بتائی جاتی ہے ان کے حالات ہدایۃ النحو کے ذیل میں آئیں گے بعض حضرات نے شیخ صفی الدین ردولوی کی تصنیف کہا ہے جن کا تذکرہ میزان الصرف کے ذیل میں آچکا ہے۔

(۶۳) صاحب علم الصیغہ

نام و نسب اور پیدائش ...... مفتی عنایت احمد بن منشی محمد بخش بن منشی غلام محمد بن منشی لطف اللہ۔ آپ قریشی انسل تھے آپ کے اجداد میں امیر حسام نامی ایک شخص بغداد سے آکر قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی میں آکر سکونت پذیر ہوئے اور اپنے صاحبزادے ضیاء الدین کی شادی وہیں کی اور وہیں کے قاضی مقرر ہوئے۔

قصبہ دیوہ کے جس محلہ میں امیر حسام نے قیام کیا وہ حجازی محلہ مشہور ہوا جس کو بعد میں حجاجی کہا جانے لگا اسی مناسبت سے امیر حسام کی اولاد بھی حجاجی کہلائی۔ باقی یہ خیال غلط ہے کہ امیر حسام حجاج بن یوسف حاکم عراق کی اولاد سے ہیں، حجاج قریشی نہیں تھا بلکہ ثقفی تھا مفتی عنایت احمد صاحب اسی دیوہ مقام میں ۹ شوال ۱۲۲۸ھ کو پیدا ہوئے۔

سکونت کاکوری ...... آپ کے دادا منشی غلام محمد کی سسرال کاکوری میں تھی آپ کے والد منشی محمد بخش اور چچا شیخ عبد الحسب نے اسی ننھیالی تعلق کی بنا پر کاکوری میں سکونت اختیار کرلی پھر ان کے تمام قریبی اعزاء بھی کاکوری آکر سکونت پذیر ہوگئے اور کاکوروی کہلانے لگے اب بھی وہاں ان کا بڑا خاندان سکونت پذیر ہے۔

تحصیل علم ......ابتدائی تعلیم کاکوری میں حاصل کی جب ۱۳ سال کی عمر ہوگئی تو تحصیل علم کی غرض سے رامپور گئے وہاں مولوی سید محمد صاحب بریلوی سے صرف و نحو، مولوی حیدر علی صاحب ٹونکی اور مولوی نور الاسلام صاحب سے دوسری درسی

---

[1] فوائد بہیہ، نزہۃ الخواطر، کشف الظنون، سلسلۃ العسجد، نظام تعلیم و تربیت، میزان مطبوعہ نظامی الثقافۃ الاسلامیہ ۱۲

کتابیں پڑھیں رامپور میں درسی کتابیں ختم کر کے دہلی پہنچے وہاں شاہ محمد اسحاق صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۲۶۲ھ سے کتب حدیث سبقاً سبقاً پڑھیں اور سند حاصل کی دہلی سے علی گڑھ آئے جہاں مولانا بزرگ علی مارہروی شاگرد شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی و شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی) جامع مسجد کے مدرسہ میں دینی خدمات انجام دے رہے تھے یہ مدرسہ عہد شاہی میں بانی مسجد نواب ثابت خاں نے قائم کیا تھا علی گڑھ میں آپ نے تمام منقولی اور معقول کتابیں مولانا بزرگ علی سے پڑھیں اور فارغ التحصیل ہوئے بعد فراغ اسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہو گئے کیونکہ ۱۲۶۲ھ میں مولانا بزرگ علی کا انتقال ہو گیا تھا۔

ملازمت...... ایک سال تک مدرسہ میں مدرس رہے اس کے بعد مفتی و منصف کے عہدہ پر علی گڑھ میں ہی تقرر ہو گیا اسی زمانہ میں مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی متوفی ۱۳۳۴ھ کے تلمذ کا سلسلہ شروع ہوا جو کہ مفتی صاحب کے نامور شاگرد گزرے ہیں مولوی سید حسین شاہ صاحب بخاری نے بھی اسی زمانہ میں پڑھا ہے۔

اجلاس میں سبق...... مولوی سید حسین شاہ بخاری فرمایا کرتے تھے کہ مفتی صاحب مجھ کو ھدایہ اجلاس میں پڑھایا کرتے جیسے ہی کسی مقدمہ سے فرصت ہوئی اشارہ ہو تا میں پڑھنا شروع کر دیتا پھر کوئی سرکاری کام آجاتا تو اس میں مصروف ہو جاتے اس دو گونہ مشغولیت کے باوجود مسائل اس طرح ذہن نشین کرا دیئے کہ کبھی فراموش نہ ہوئے۔ آپ طلباء سے خاص تعلق رکھتے تھے مولوی لطف اللہ صاحب کی تعلیم کے زمانہ میں ہی مفتی صاحب کا تبادلہ علی گڑھ سے بریلی ہو گیا تھا مولوی لطف اللہ صاحب بریلی ساتھ گئے وہاں جملہ کتب درسیہ ختم کیں صبح کی نماز کے بعد مفتی صاحب تلاوت فرماتے تھے مولوی لطف اللہ صاحب خدمت میں حاضر رہتے، دوران تلاوت میں اگر کوئی مشکل صیغہ آتا تو مفتی صاحب ان کی طرف دیکھتے، یہ حل کرتے حل نہ کر سکتے تو بعد تلاوت خود حل کر کے بتاتے مفتی صاحب نے بعد فراغ مولوی لطف اللہ صاحب کو اپنے ہی اجلاس کا سر رشتہ دار مقرر کر لیا۔

قیام بریلی...... بریلی کے قیام میں مفتی صاحب صدر امین ہوئے درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہا بریلی کے تلانذہ میں قاضی عبدالجلیل صاحب قاضی شہر مولوی فدا حسین منصف اور نواب عبدالعزیز خاں شہید لوگ گزرے آخر الذکر حافظ الملک نواب حافظ رحمت خاں کے پوتے تھے درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا اسی زمانہ میں بریلی میں مفتی صاحب کے ہم وطن مولوی رضی الدین بن علیم الدین متوفی ۱۲۷۴ھ صدر الصدور تھے۔ ۱۲۷۳ھ میں آگرہ کے صدر اعلیٰ مقرر ہوئے ابھی بریلی سے روانگی عمل میں نہیں آئی تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ شروع ہوئی اور آپ آگرہ نہ جا سکے۔

انقلاب ۱۸۵۷ء...... نواب خان بہادر خاں نبیرہ حافظ رحمت خاں نے روہیلکھنڈ میں علم جہاد بلند کیا تو مفتی صاحب بھی اس میں شریک ہوئے بریلی اور رام پور آپ کی سرگرمیوں کے آماجگاہ رہے۔ جب تحریک آزادی ناکام ہوئی اور انگریزیوں کا ملک پر دوبارہ تسلط ہو گیا تو مفتی صاحب گرفتار ہوئے مقدمہ چلا اور عبور دریا شور کی سزا تجویز ہوئی۔

قیام انڈمان...... مفتی صاحب نے جزیرہ انڈمان میں بھی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا کام شروع کر دیا۔ جزیرہ انڈمان میں آپ کے پاس کسی علم کی کوئی کتاب نہ تھی محض اپنی قوت حافظہ پر مختلف فنون میں رسالے تصنیف کر دیئے اور وطن واپس آکر کتابیں دیکھیں تو تمام مسائل حرف بحرف صحیح تھے۔

ایک انگریز کی فرمائش پر تقویم البلدان کا ترجمہ کیا جو دو برس میں ختم ہوا اور وہی رہائی کا سبب بنا ۱۲۷۷ء میں رہائی پا کر کاکوری آئے مولوی لطف اللہ صاحب علی گڑھی نے تاریخ رہائی لکھی اور خود کاکوری حاضر ہو کر پیش کی۔ [1]

چون بفضل خالق ارض و سماء او ستادم شد ز قید غم رہا   بہر تاریخ خلاص آنجناب بر نوشتم ان استاذی نجا[2]

قیام کانپور...... انڈمان سے واپس آکر مفتی صاحب نے مستقل قیام کانپور میں رکھا مدرسہ فیض عام قائم کیا جو کہ کانپور کی مشہور دینی درسگاہ ہے مسلمان تاجر مدرسہ کے مصارف برداشت کرتے تھے ان میں حافظ برخوردار خاص طور سے مشہور تھے مفتی صاحب اپنے مصارف کے لئے صرف پچیس تیس روپیہ ماہانہ تنخواہ لیتے تھے، بقول مولانا نواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی اسی مدرسہ کا فیض بالآخر ندوۃ العلماء کی شکل میں ظاہر ہوا۔

---

[1] از شاندار ماضی بحوالہ جناب محمد ایوب صاحب، باغی ہندوستان وغیرہ ۱۲ [2] ابجد العلوم ۱۲

سفر حج ...... دو سال کے بعد حج کا ارادہ کیا مدرسہ فیض عام کانپور میں مولوی سید حسین شاہ صاحب بخاری کو مدرس اول اور مولوی لطف اللہ صاحب کو مدرس ثانی مقرر کر کے حج کو روانہ ہو گئے مفتی صاحب ہی امیر الحجاج تھے۔ اس زمانہ میں جہاز ہوا کی مدد سے چلتے تھے۔

شہادت ...... جدہ کے قریب جہاز پہاڑ سے ٹکرا کر ڈوب گیا مفتی صاحب بحالت نماز احرام باندھے ہوئے غریق و شہید ہوئے۔

از عشق دم مزن چوں نگشتی شہید عشق — دعوائے ایں مقام درست از شہادت ست

یہ واقعہ ۷ شوال ۱۲۷۹ھ کا ہے۔ پس آپ نے ۵۲ برس کی عمر پائی ورحمہ اللہ

تصانیف ...... (۱) ملخصات الحساب فن ریاضی پر مفید رسالہ ہے ریاضی کے ابتدائی اصول آسان پیرایہ میں تحریر کئے ہیں (۲) علم الفرائض (۳) تصدیق المسیح ردع کلمۃ الفصیح (۴) کلام المبین فی آیات رحمۃ اللعالمین، یہ ضخیم تصنیف ہے اس میں معجزات رسول کریم ﷺ کا بیان نہایت شرح و بسط سے کیا ہے (۵) بیان قدر شب براۃ (۶) ضمان الفردوس بخاری کی حدیث "من یضمن لی مابین لحییہ ومابین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ کی شرح ہے۔ دو بابوں پر مشتمل ہے اور دوسرا باب عضو خاص کے گناہوں پر مشتمل ہے (۷) وظیفہ کریمہ (۸) رسالہ در مذمت میلہ یا مسلمان ہندوؤں کے میلوں میں شرکت کرتے ہیں اس کے رد میں ہے (۹) فضائل علم و علماء دین (۱۰) محاسن العلم الافضل (۱۱) فضائل درود و سلام (۱۲) ہدایات الاضاحی (۱۳) الدر الفرید فی مسائل الصیام والقیام والعید (۱۴) فجتہ بہار، گلستان کے طرز پر نثر میں ہے انڈمان میں تالیف ہوئی (۱۵) احادیث الحبیب المتبرکہ، چالیس حدیثوں کا مجموعہ ہے جو قیام انڈمان کے زمانہ میں مرتب کیا (۱۶) تواریخ حبیب اللہ انڈمان میں سرکاری ڈاکٹر محمد امیر خاں کی فرمائش پر لکھی ہے۔ جن کا ذکر مفتی صاحب نے دیباچہ میں کیا ہے واقعات نہایت تفصیل سے بقید تاریخ لکھے ہیں سیرت میں بہت خوب کتاب ہے (۱۷) تقویم البلدان ایک انگریز کی فرمائش پر انڈمان میں عربی سے ترجمہ کیا اور یہی رہائی کا سبب بنا (۱۸) نقشہ مواقع النجوم، یہ کتاب ہیئت جدید (فیثا غورسی) پر لکھی ہے بعض انگریزوں نے اس کو پسند کیا اور بقول مولف تذکرہ مشاہیر کاکوری مسٹر طامسن لفٹنٹ گورنر مغربی شمالی نے جو علم ہیئت کے عالم تھے اس کو خاص طور سے پسند کیا۔ (۱۹) لوامع العلوم و اسرار العلوم اس میں چالیس علوم کا خلاصہ لکھنا پیش نظر تھا اور ہر ایک مسئلہ پر چالیس ورق لکھنے کا التزام اس صفت کے ساتھ تھا کہ مسئلہ بھی بے نقطہ ہو اور اس پر پوری بحث بھی شگفتہ عبارت میں اسی التزام کے ساتھ کی جائے ہر علم کا نام بھی بے نقطہ تھا، مثلاً علم التفسیر کا نام علم کلام اللہ، علم حدیث کا نام علم کلام الرسول، فقہ کا نام علم الاحکام وغیرہ، تفسیر میں وعلم آدم الاسماء آیت اور حدیث میں کل مسکر حرام رواہ مسلم منتخب فرمائی تھی افسوس کہ اس سفینہ علم کے ساتھ اس نادر تصنیف کا مسودہ بھی غرقاب ہو گیا جس کی تلافی ناممکن ہے۔

علم الصیغہ ...... عربی صرف کا نہایت جامع رسالہ ہے جو آج تک درس میں شامل ہے کوئی حافظ سید وزیر اعلیٰ صاحب تھے ان کی تحریک پر ۱۲۷۶ھ میں انڈمان میں لکھا ہے یہ ایک مقدمہ چار باب اور خاتمہ پر مشتمل ہے علم الصیغہ تاریخی نام ہے اور دوسرا نام "قوانین جزیلہ حافظیہ" ہے علم الصیغہ اور تواریخ حبیب اللہ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ان حضرات کے سینے علم کے سفینے بن گئے تھے تاریخی یادداشت ترتیب واقعات قواعد فنون، ضوابط علوم بھی حیرت انگیز کرشمے دکھا رہے ہیں، ان کے علاوہ شرح ہدایۃ الحکمۃ (صدر شیرازی) تصدیقات حمد اللہ اور شرح چغمینی پر بھی حواشی لکھے ہیں۔[۱]

(۶۴) صاحب مراح الارواح

ہو احمد بن علی بن مسعود، قال السیوطی لم اقف لہ علی ترجمۃ وعلیہ شروح مفیدۃ یتداولہا المتادبون من الصبیان۔[۲]

(۶۵) صاحب فصول اکبری

نام و نسب ...... آپ کا نام علی اکبر اور والد کا نام علی ہے نسلاً حسینی اور مذہباً حنفی ہیں موطن و مسکن شہر الہ آباد ہے۔

[۱] از شاندار ماضی و باغی ہندوستان وغیرہ ۱۲ [۲] ابجد العلوم ۱۲

عام حالات زندگی …… موصوف فقہ واصول اور عربیت کے بلند پایہ عالم، وزیر سعد اللہ خاں کے صاحبزادے لطف اللہ اور شاہ عالمگیر اورنگ زیب کے صاحبزادے محمد اعظم کے معلم تھے، عالمگیر نے آپ کی علمی مہارت اور زہد و تورع کو پاکر شہر لاہور کا قاضی بنایا آپ عالمگیر کی حیات تک پوری ہیبت اور دبدبہ کے ساتھ امور قضاء انجام دیتے رہے، حدود و تعزیرات اور دیگر امور قضاء میں بھی آپ نے کوتاہی نہیں کی بہت پابند شریعت، نہایت پاکیزہ سیرت، بارعب و باوقار اور بلند گام تھے، امراء وعظماء آپ پر غیظ و غضب میں دانت پیستے رہتے تھے مگر عالمگیری ہیبت کی وجہ سے کچھ بگاڑ نہ سکے لیکن جب امیر قوم الدین اصفہانی لاہور کا قاضی ہوا تو اس نے نظام الدین وغیرہ کے ذریعہ سے ۱۰۰۹ھ میں آپ کو اور آپ کے بھانجے سید محمد فاضل کو قتل کرادیا۔[1]

چوں شہید عشق در دیناو عقبی سرخروست　　اے خوش آنساعت کہ ما راکشتہ زیں میداں برند

اس روح فرسا واقعہ کو جب عالمگیر نے سنا تو اس نے فوراً امیر کو اور نظام الدین کو معزول کردیا اور نظام الدین کو آپ کے ورثا کے حوالہ کردیا چنانچہ انھوں نے قصاص میں اس کو قتل کردیا اس کے بعد عالمگیر نے قاضی شیخ الاسلام پٹنی کو حکم دیا کہ امیر قوام الدین کے قضیہ کا فیصلہ شریعت کے مطابق کردیں لیکن آپ کے ورثا نے امیر کو معاف کردیا آپ بڑے صاحب فضل و کمال تھے جس وقت فتاوی عالمگیری کی تدوین ہورہی تھی تو اس کی نگرانی کرنے والوں میں ایک آپ بھی تھے۔

تصانیف …… فن صرف میں فصول اکبری آپ کی مشہور اور متداول تصنیف ہے اس کے علاوہ اصول اکبری اور اس کی شرح بھی صرف کی بہترین کتابیں ہیں فصول اکبری فارسی زبان میں ہے اور آخر الذکر دونوں عربی میں ہیں۔[1]

فہرست شروح فصول اکبری

نمبر شمار	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	نوادر الاصول فی شرح الاصول	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱۲۹۴ھ
۲	شرح فصول اکبری	ملا علاء الدین بن انوار الحق فرنگی محلی	۱۲۴۲ھ
۳	رکاز الاصول شرح فصول	مولوی حمایت علی بن مولوی محمد کاظم کاکوروی	-
۴	شرح فصول اکبری	مولوی علاء الدین احمد بن انوار الحق بن عبد الحق بن سعید	-
۵	=====	مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	-
۶	فیوض عثمانی (اردو)	مولانا عبد الرب میرٹھی	-

(۶۶) صاحب مأتہ عامل

تعارف …… عبد القاہر نام، ابو بکر کنیت، والد کا نام عبد الرحمن ہے جرجان کے باشندے ہیں جو طبرستان کا مشہور ضلع ہے اکابر نحاۃ میں سے ہیں علوم عربیہ میں آپ کی شخصیت مسلم ہے معانی و بیان کے امام مانے جاتے ہیں آپ کی نظر وسیع و فکر صحیح و قلم نجح سے علم معانی کی جو خدمت منتہی الغایات و اقصی النہایات بہم پہنچی ہے اس کا عشر عشیر بھی کوئی نہ کرپایا۔ انواع مجاز کے درمیان فرق قائم کرنا، بعض کو مرسل اور بعض کو استعارہ قرار دینا انواع متشابہ کے درمیان تمیز کرنا مسائل ملتبسہ کو متمیز بالحدود کرنا اسی امام عالی مقام کی سعی بلیغ اور کامل جدوجہد کا نتیجہ ہے آپ کی تحقیقات غامضہ اور آپ کے زریں اقوال علماء بلاغہ کے لئے آج تک مشعل راہ بنے ہوئے ہیں آپ کی بے پایاں خدمات کی بناء پر علماء بلاغہ نے آپ کو واضع علم بیان کے خطاب سے یاد کیا ہے۔

تحصیل علم …… زمرہ متقدمین کے آئمہ، شیوخ کا عام شیوہ تھا کہ وہ تحصیل علم کی خاطر صحرا نوردی اور بادیہ پیمائی کرتے اور مختلف ملکوں کا سفر اختیار کرکے سینکڑوں اساتذہ سے اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے مگر شیخ عبد القاہر نے ابو علی فارسی کے

[1] نزہۃ الخواطر ۱۲

خواہر زادہ کے علاوہ نہ کسی سے علم حاصل کیا اور شہر جرجان سے باہر قدم نکالا انھیں سے آپ کی تحصیل کا آغاز ہے اور انہیں سے فاتحہ فراغ اس کے باوجود آپ آسمان علم و فضل پر مہر تاباں بنکر نمودار ہوئے اور علوم عربیہ نحو، معانی، بیان، بدیع وغیرہ میں وہ شہرت حاصل کی کہ آج تک آپ کا نام روشن ہے طاش کبری زادہ آپ کی توصیف میں رقمطراز ہیں کہ عربی دانی اور فصاحت وبلاغت کے بڑے اماموں میں تھے اور مسلک کے لحاظ سے شافعی اور اشعری تھے "احمد بن عبد اللہ الضریر المہاباذی صاحب۔" شرح اللمع اور ابوالمظفر محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن محمد بن اسحاق الابیوردی صاحب "المختلف والمؤتلف" وغیرہ آپ کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ ومن شعرہ رحمتہ اللہ۔[1]

كبر على العلم يا خليلي ومل الى الجهل ميل هائم وعش حمارا تعش سعيدا فالسعد في طالع البهائم وقال

لاتامن النفشت من شاعر مادام حيا سالما ناطقا فان من يمدحكم كاذبا يحسن ان يهجوكم صادقا

وفات...... آپ نے ۴۷۱ھ میں بزبان جگر لکھنوی یہ کہتے ہوئے لو خدا حافظ وہاں جاتے ہیں اب جس جگہ جاکر کوئی آتا نہیں وفات پائی بعض حضرات نے سنہ وفات (۴۷۴ھ) ذکر کیا ہے۔

تصانیف...... (۱) المغنی، شیخ ابو علی فارسی کی "الایضاح" کی شرح ہے جو تیس جلدوں میں بتائی جاتی ہے (۲) المقتصد شرح مذکور "المغنی" کا خلاصہ ہے ایک جلد میں ہے (۳) اعجاز القرآن (۴) تفسیر الجرجانی یہ غالباً سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے (۵) الجمل علم نحو میں مختصر سا رسالہ ہے۔ (۶) العمدہ یہ علم تصریف میں ہے۔ (۷) دلائل الاعجاز (۸) اسرار البلاغہ، دونوں معانی و بیان کی مایہ ناز کتابیں ہیں جن کے متعلق حسب ذیل الفاظ میں تعریف کی گئی ہے یہ دونوں بڑی نشانی ہیں اور دونوں علوم میں ید بیضا کی حیثیت رکھتی ہیں بعد کے لوگ سب آپ ہی کے خوشہ چیں ہیں۔ (۹) مختار الاختیار فی فوائد معیار النظار، معانی بیان بدیع اور قوافی میں ہے (۱۰) مائۃ عامل، عوامل نحو کے موضوع پر بہترین اور مشہور و متداول متن ہے۔

شروح و تعلیقات مائۃ عامل...... (۱) شرح العوامل از شیخ حاج بابا طوسی (۲) شرح العوامل از شیخ حسام الدین توقانی (۳) شرح العوامل از شیخ احمد بن مصطفیٰ معروف بطاشکبری زادہ متوفی ۹۶۸ھ (۴) شرح العوامل از شیخ یحیی بن بخشی متوفی فی لوائل ۱۰۰۰ھ (۵) شرح العوامل از شیخ یحیی بن نصوح ابن اسرائیل (۶) شرح العوامل از علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ (۷) الاعراب فی ضبط عوامل الاعراب از شیخ ابراہیم بن احمد جزری (۸) تعلیق بر عوامل از سید شریف علی بن محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ (۹) شرح عوامل جرجانیہ از ملا اسعد اللہ (۱۰) شرح عوامل جرجانیہ از حسن بن موسی کردی[2]۔ متوفی ۱۱۴۸ھ۔

(۶۷) صاحب کافیہ

نام و نسب...... عثمان نام، ابو عمرو کنیت، جمال الدین لقب اور والد کا نام عمر ہے حافظ ذہبی نے لکھا ہے کہ آپ کے والد امیر عز الدین موسک صلاحی کے یہاں دربان تھے جس کو عربی میں حاجب کہتے ہیں اس لئے آپ ابن الحاجب سے مشہور ہیں سلسلہ نسب یوں ہے۔ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر بن ابی بکر بن یونس الدوینی۔

سنہ پیدائش...... ملک مصر میں سعید اعلی کے اعمال قوصیتہ میں اسنا نامی ایک چھوٹی سی بستی ہے شیخ موصوف اواخر ۵۷۰ھ میں یہیں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم...... ابتداء آپ نے قاہرہ میں تعلیم پائی صغر سنی میں قرآن پاک حفظ کیا۔ علامہ شاطبی سے قرآت کی تحصیل اور "التیسیر" کا سماع کیا علامہ ابوالجود سے قرات سبعہ پڑھی اور شیخ ابو منصور ابیاری وغیرہ سے علم فقہ مذہب مالکی میں علامہ شاطبی اور ابن البناء سے علم ادب حاصل کیا علامہ بویصیری وغیرہ سے بھی سماع حاصل ہے۔

جلالت شان...... علامہ ابن حاجب بلند پایہ فقیہ، اعلی مناظر بڑے دیندار متقی و پرہیز گار معتمد و ثقہ، نہایت متواضع اور تکلفات سے قطعاً نا آشنا تھے تجر علمی میں بہت اونچا مقام رکھتے تھے۔ مورخ ابن خلکان کا بیان ہے کہ اداء شہادت کے سلسلہ میں

---

[1] قال السيوطي في البغيته وليس لعبد القاهر استاذ سوى محمد بن الحسين بن محمد بن الحسين بن عبدالوارث الفازى الغوى.

[2] از مفتاح السعادۃ و کشف الظنون و ابجد العلوم و بغیۃ الوعاۃ وغیرہ ۱۲۔

آپ بارہا میرے پاس تشریف لائے میں نے علوم عربیہ کے مختلف مسائل مشکلہ آپ سے دریافت کئے آپ نے نہایت سکون اور وقار کے ساتھ ہر ایک کا تسلی بخش اور معقول جواب دیا میرے سوالات میں ایک سوال متنبی کے اس شعر کی بابت تھا۔

لقد[1] تصبرت حتى لات مصطبر فالان اقحم حتى لات مقتحم

کہ لفظ مصطبر اور مقتحم کیوں مجرور ہے جبکہ لات حروف جر میں سے نہیں ہے آپ نے بقول شاعر

جوابے دلکش و مطبوع گفتش چناں کامد ازاں گفتن شگفتش

اس کا نہایت بسط و تفصیل کے ساتھ بہت عمدہ جواب دیا علم نحو کے بہت سے مسائل میں آپ نے نحاۃ سے اختلاف رائے کیا ہے اور ایسے ایسے اشکالات والزامات قائم کئے ہیں جن کا جواب خیلے دشوار ہے آپ کی ذکاوت وذہانت کی تعریف میں ابن خلکان ہی رقمطراز ہیں "كان من احسن خلق الله ذهنا" اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ روشن ذہن تھے۔

درس و تدریس...... جامع دمشق میں ایک زمانہ تک درس و تدریس کے بعد آپ اور شیخ عزالدین بن عبد السلام مصر تشریف لائے اور مدرسہ فاضلیہ میں صدر مقرر ہوئے اخیر میں آپ اسکندریہ منتقل ہو گئے تھے اور یہیں مستقل قیام کا ارادہ تھا مگر یہاں آپ کو کچھ زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ راہی ملک بقا ہو گئے۔

شعر و شاعری...... سے آپ کو طبعی ذوق تھا اور بہت عمدہ اشعار کہتے تھے کتاب کافیہ آپ نے خود نظم کی ہے جس کا نام "الوافیہ" ہے اور تیس اشعار پر مشتمل آپ کا نہایت جید قصیدہ یہ ہے۔

نفسي الفداء لسائل وافاني بمائل فاحت كغصن البان

لغز و معمے سے آپ کو خصوصی دلچسپی تھی اس سلسلہ میں آپ کے بہت سے اشعار منقول ہیں مثلاً

اى خدمع يدوذى حروف طاوعت فى الروى وهى عيون

ودواة والحوت والنون ونا ت عصتهم وامر مستبين

!!وهو جواب عن البيتين المشهورين وهما

ربما عالج القوامى رجال فى القوافى فتلتوى و تلين

طاوعتهم عين وعين وعين وعصتهم نون ونون ونون

وله ايضافى اسماء قداح الميسرة ثلاثة ابيات وهى. هى فذد توام ورقيب ثم حلس ونافس ثم مسبل

والمعلى الوغد ثم سفيح وينسيح وذى الثلاثت تهمل ولكل مماعداها نصيب. مثله ان تعداول اول

وفات...... ۱۶ شوال ۶۴۶ھ میں جمعرات کے روز دن چڑھے اسکندریہ میں وفات پائی اور باب البحر سے باہر شیخ صالح ابن ابی اسامہ کی تربت کے پاس مدفون ہوئے۔

خوش آں زماں کہ ازیں گرد پردہ بر فگنم حجاب چہرہ جاں می شود غبار تنم

تصانیف...... (۱) المنتھی للمبتدی شیخ ابو علی فارسی کی الایضاح کی شرح ہے (۲) الایضاح شرح مفصل (۳) المختصر (فی الفقہ) (۴) المختصر فی الاصول (۵) جمال العرب فی علم الادب (۶) المقصد الجلیل فی علم الخلیل۔ فن عروض میں ہے (۷) منتھی السوال والامل فی علم الاصول والجدل، یہ مذہب امام مالک پر مطول کتاب ہے جسے اس نے ایک کتاب میں اختصار کے ساتھ پیش کیا ہے یہ خلاصہ مختصر ابن حاجب کے نام سے مشہور ہے (۸) المنتھی اصول میں ہے اور "مختصر" سے بڑی ہے (۹) شافیہ (۱۰) شرح شافیہ (۱۱) الامالی النحویہ نہایت عمدہ ہے اور ایک ضخیم جلد ہے۔ (۱۲) کتاب جامع الامہات علم فقہ میں ہے۔

(۱۲) کافیہ...... یوں تو آپ کی ہر تصنیف بے بہا موتیوں کا خزانہ ہے لیکن نحوی ولاتیوں میں کافیہ کی شہرت کا جو سکہ جما ہوا ہے وہ محتاج بیان نہیں جس میں آپ نے علم نحو کے تمام قواعد نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ جمع کئے ہیں علم نحو کا یہ جامع اور مستند ذخیرہ سات سو سال سے مدارس میں داخل درس ہے آپ کی تصانیف کی عمدگی اور افادیت کے بارے میں

[1] بلا شبہ میں نے بہت صبر کیا یہاں تک کہ اب صبر کی قوت مجھ میں باقی نہیں رہی پس اب میں جنگ کی ہلاکت میں خود کو ڈالتا ہوں پھر جنگ کی ضرورت نہ رہے گی۔ ۱۲۔

ابن خلکان کہتے ہیں ”وکل تصانیفہ فی نہایۃ الحسن والافادۃ“ آپ کی کل تصانیف نہایت عمدہ اور مفید ہیں۔

کافیہ اور علم تصوف...... دنیا جانتی ہے کہ کافیہ علم نحو کی مشہور کتاب ہے لیکن میر عبدالواحد بلگرامی صاحب رسالہ ”سنابل“ نے اس کو تصوف کی کتاب قرار دے کر ارباب تصوف کی زبان میں بحث غیر منصرف تک شرح لکھی ہے ارباب ذوق کی تفریح خاطر کے لئے بطور نمونہ اس کی تھوڑی سی عبارت سپرد قلم ہے۔

”الکلمۃ“ لفظ ای ملفوظۃ علی السنتنا محفوظۃ بقلوبنا وبواطننا یعنی کلمہ توحید در مرتبہ اقرار بر زبانہائے ما ملفوظ ودر مرتبہ تصدیق دلہا مارا ملحوظ ودر مرتبہ احوال باطنہائے ما از و محفوظ، مصنف اکتفا بذکر مرتبہ اقرار کرد ودر معطوف محفوظ فرو گذاشت بحکم آنکہ حکم کردن بر اسلام وسبب جریان تکالیف احکام منوط ومربوط بمرتبہ اقرار است وقرینہ حذف محذوف از عبارت مصنف است کہ می گوید وضع لمعنی مفرد نہادہ شدہ است یعنی لازم گردانیدہ شدہ است قبول آں کلمہ توحید بر رقاب ونواحی بجہت تحصیل معنی کہ فرو بحر دست از کفر ونفاق ومعاصی پس لفظ مفرد قرینہ حذف است زیرا کہ افراد سہ مرتبہ دارد، افراد از کفر وافراد از نفاق وافراد از معاصی فالافراد من الکفر فی رتبۃ الاقرار والافراد من النفاق فی رتبۃ التصدیق والافراد من المعاصی فی رتبۃ الاحوال لان من لقی رتبہ تعالی منہ حدا یبدل اللہ سیاتہ حسنات وہی اسم وآں کلمہ توحید سہ نوع است یکے اسم چہ اقرار وتصدیق فقط اسم توحید وصورت اوست وفعل ودوم فعل توحید وعمل اوست وآں دریافت احوال است وحرف وسیوم حرف توحید است وایں توحید عظمی است کی از استعداد انسانی بر طرف است واز علامت آں ہر دو توحید مذکور بے نشان وبے کیف کہ علامۃ الحرف خلوہ عن علامات الاسم والفعل۔“

علامہ آزاد بلگرامی فرماتے ہیں کہ میں نے کافیہ کی دو شرحیں اور بھی دیکھیں ہیں جو حقائق کے طور پر لکھی گئی ہیں ایک عربی زبان میں ہے اس کے مصنف کا نام میر ابو البقاء ہے۔ بظاہر یہ میر عبدالواحد کے معاصر ہیں دوسری شرح فارسی زبان میں ہے اس کے مصنف ملا موہن بہاری ہیں جو میر عبدالواحد سے متاخر معلوم ہوتے ہیں میں نے حضرت الاستاذ مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مد ظلہ کی زبانی سنا ہے کہ بعض حضرات نے اس کو علم کلام کا رسالہ مان کر اس کی شرح بطرز متکلمین لکھی ہے جس سے کافیہ کے ساتھ علما کے غایت شغف کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

فہرست شروح وحواشی کافیہ

نمبر شمار	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح کافیہ	شیخ جمال الدین ابو عمرو عثمان ابن الحاجب صاحب کافیہ	۶۴۶ھ
۲	===	شیخ رضی الدین محمد بن حسن استر آبادی	بعد ۶۸۳ھ
۳	حاشیہ = (فارسی)	سید شریف علی بن محمد جرجانی	۸۱۶ھ
۴	البسیط (کبیر)	سید رکن الدین حسن محمد استری آبادی	۷۱۶ھ
۵	الوافیہ (متوسط)	سید رکن الدین حسن بن محمد استر آبادی	۷۱۶ھ
۶	شرح کافیہ (صغیر)	======	==
۷	=====	شیخ جلال الدین احمد بن علی بن محمود غجدوانی	-
۸	المرشح	شیخ ابو بکر شمس الدین محمد بن ابی بکر بن محمد خبیصی	-
۹	شرح کافیہ	شیخ تاج الدین ابو بکر محمد احمد بن عبدالقادر بن مکتوم قیسی حنفی	۷۴۹ھ
۱۰	السعیدی	شیخ نجم الدین سعید عجمی	-
۱۱	شرح کافیہ	شیخ احمد بن محمد حلبی معروف بابن ملا	۱۰۰۰ھ
۱۲	تحفۃ الطالب (۲ جلد)	شیخ نجم الدین احمد بن محمد قمولی	۷۲۷ھ

نمبر	کتاب	مصنف	وفات
۱۳	شرح کافیہ	شیخ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن اصبہانی	۷۴۹ھ
۱۴	حاشیہ =	شیخ شہاب الدین احمد بن عمر ہندی دولت آبادی	۸۴۹ھ
۱۵	شرح کافیہ	شیخ احمد بن محمد زبیدی اسکندری مالکی	۸۰۱ھ
۱۶	=====	شیخ عیسیٰ بن محمد صفوی	۹۰۶ھ
۱۷	=====	شیخ علاؤالدین علی فناری	-
۱۸	کشف الحقائق	حکیم شاہ محمد بن مبارک قزوینی	-
۱۹	المناہل الصافیہ فی حل الکافیۃ	شیخ محمد بن محمد اسنوی قدسی	۸۰۸ھ
۲۰	مرض الرضی	مولوی میر حسین میبدی	۹۱۰ھ
۲۱	شرح کافیہ	شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی	۹۴۳ھ
۲۲	الفوائد الضیائیہ	شیخ نورالدین عبدالرحمٰن بن احمد الجامی	۸۹۸ھ
۲۳	شرح کافیہ (ترکی)	علامہ سودی	۱۰۰۰ھ
۲۴	جامع الغموض (فارسی)	ملا عبدالنبی بن قاضی عبدالرسول عثمانی احمد نگری	-
۲۵	فتح الفتاح	شیخ شمس الدین بن قاضی کمال الدین	-
۲۶	شرح کافیہ (فارسی)	شیخ معین الدین محمد امین ہروی	-
۲۷	====	شیخ علاؤالدین علی بن محمد قوشی	-
۲۸	اوفی الوافیۃ	شیخ احمد بن ابراہیم حلبی	-
۲۹	شرح کافیہ	قاضی ناصرالدین عبداللہ بیضاوی	۶۸۵ھ
۳۰	=====	شیخ اسحٰق بن محمد بن العمید ملقب بکبیر دہلوی	-
۳۱	=====	شیخ محمد بن محمد بن علی بن محمود ارانی ساکنانی	-
۳۲	=====	امام تاج الدین ابو محمد علی بن عبداللہ بن ابی الحسن اردبیلی	۷۴۶ھ
۳۳	غایۃ التحقیق	شیخ صفی الدین نصیر الدین بن نظام الدین جونپوری	۸۱۹ھ
۳۴	شرح کافیہ	شریف نورالدین علی بن ابراہیم شیرازی	۸۶۳ھ
۳۵	تعلیق	تاج الدین احمد بن عثمان بن ابراہیم بن مصطفیٰ بن سلیمان المارديني الحنفی	۷۴۴ھ
۳۶	الہادیہ الی حل الکافیہ	شیخ عبداللہ بن علی بن محمد معروف بفلک العلا تبریزی	-
۳۷	التحفۃ الوافیہ	شیخ تقی الدین ابراہیم حسین بن عبداللہ بن ثابت طائی	-
۳۸	شرح کافیہ	شیخ تاج الدین بن محمود نجمی شافعی	-
۳۹	==	علام اصفہندی	-
۴۰	=====	شیخ یعقوب بن احمد بن حاج عوض	بعد ۸۴۵ھ
۴۱	الاسرار الصافیہ	شیخ اسمٰعیل بن ابراہیم بن عطیہ بحرانی	-
۴۲	شرح کافیہ	شیخ رکن الدین حدیثی	-
۴۳	حاشیہ زینی زادہ	حسین بن احمد مشہور بزینی زادہ	-
۴۴	سعیدیہ (اردو)	مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی	-
۴۵	ایضاح المطالب =	مولوی مشیت اللہ صاحب دیوبندی	-
۴۶	تحریر سنبٹ	مولانا محمد شعیب صاحب	-
۴۷	حبیبیہ شرح کافیہ (اردو)		-

معربات کافیہ

نمبر شمار	معربات	مصنف	سنہ وفات
۱	الافصاح	بعض الفضلاء	====
۲	معرب الکافیہ	شیخ حاجی بابا طوسی	====
۳	====	شیخ محمد بن ادریس بن الیاس مرعشی	====
۴	==(ترکی)	شیخ کمال الدین معروف باقی قنتان	بعد ۱۰۲۸ھ

مختصرات کافیہ

نمبر شمار	مختصرات	مصنف	سنہ وفات
۱	اللب	قاضی ناصر الدین عبداللہ بیضاوی	٦۸۵ھ
۲	الوافیہ فی مختصر الکافیہ	شیخ فضل بن علی جمالی	۹۹۱ھ
۳	مختصر الکافیہ	شیخ برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبری	۷۳۲ھ
۴	====	شیخ محمد بن محمود مغلوی وفائی	-
۵	الاسئلہ القطبیہ	شیخ خضر بن الیاس	-

منظومات کافیہ

۱	الوافیہ	شیخ جمال الدین ابو عمرو عثمان ابن الحاجب	٦۴٦ھ
۲	نہایۃ المجہ معروف بتائیہ	شیخ ابراہیم متبشری	۹۱۷ھ
۳	نظم الکافیہ	ابن حسام الدین اسمعیل بن ابراہیم [1]	۱۰۱٦ھ

(٦۸) صاحب ہدایۃ النحو

تعارف...... عارف کبیر شیخ سراج الدین عثمان چشتی نظامی معروف باخی سراج اودھی دین حق کے نیر تاباں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محمد بدایونی دہلوی کے نمائندے شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی شیخ عبدالحق پنڈوی، شیخ وجیہہ الدین یوسف شیخ یعقوب، شیخ مغیث، شیخ برہان الدین وغیرہ حضرات جو سرزمین ہند کے مختلف علاقوں میں بکھرے ہوئے تھے انھیں میں سے ایک آپ بھی ہیں۔

ابتدائی حالات...... شیخ سراج الدین بالکل نوعمری میں حضرت نظام الدین محمد بدایونی کی خانقاہ میں آکر شریک ہوگئے تھے اور غفوان شباب میں علوم ظاہری سے قطعاناآشنا تھے البتہ علم کا شوق ضرور رکھتے تھے کیونکہ میر خورد نے لکھا ہے کہ جب یہ دہلی پہنچے تو کاغذ و کتاب خود کو جزاں دیگر رشتے نداشت کتاب اور کاغذ کے سوا کوئی دوسرا سامان ان کے پاس نہ تھا لیکن خانقاہ میں پہنچ کر واردین و صادرین کی خدمت میں کچھ اس طرح مشغول ہوئے کہ لکھنے پڑھنے کا موقعہ نہ مل سکا۔

آغاز تعلیم...... میر خورد لکھتے ہیں کہ جس وقت ہندوستان کے مختلف اقطار و جہات میں حضرت سلطان الشائخ نے چاہا کہ اپنے نمائندوں کو روانہ کریں تو قدر تا بنگال کیلئے انہی کی طرف خیال جاسکتا تھا کہ " ما ارسلنا من رسول الابلسان قومہ "

[1] از مفتاح السعادۃ، ابن خلکان، کشف الظنون، شاندار ماضی، ابجد العلوم وغیرہ ۱۲۔

(نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو لیکن اس کی قوم کی زبان کے ساتھ) لیکن جب یہ محسوس ہوا کہ انھوں نے علوم ظاہری کی تکمیل نہیں کی تو فرمایا۔ "اول درجہ دریں کار علم است نیز فرمایا کہ جاہل آدمی شیطان کا کھلونا ہوتا ہے کہ شیطان جس طرح چاہے اس سے کھیلتا رہتا ہے۔

حضرت مولانا فخر الدین زرادی بھی مجلس میں تشریف فرما تھے انھوں نے عرض کیا اور شش ماہ اور دانشمند سکنم میں ان کو چھ ماہ میں مولوی بنا دوں گا۔

تعلیم صرف...... چنانچہ حضرت مولانا فخر الدین زرادی نے غیاث پور میں شیخ سراج کی تعلیم شروع کی آپ کو جو کتابیں پڑھائی گئیں ان میں میر خورد بھی شریک تھے انھوں نے ان کتابوں کی جو فہرست دی ہے وہ یہ ہیں۔

لغرض خدمت مولانا سراج الدین در کبر سن تعلیم کردو برابر کاتب حروف میر خورد در آغاز تعلیم میزان وتصریف و قواعد و مقدمات او تحقیق کرد

کافی عمر ہو جانے کے بعد مولانا سراج الدین کی تعلیم شروع کی کاتب الحروف برابر آغاز تعلیم میزان اور گردان وغیرہ کے قواعد سے ساتھ تھا اور پڑھتا تھا۔

مولانا فخر الدین کا جو وعدہ شش ماہ کا تھا اس کیلئے خود ان کو بھی کام کرنا پڑا۔ میر خورد نے لکھا ہے کہ مولانا فخر الدین بجہت او تصریفے مختصر و مفصل تصنیف کرد و اور اعثمانی نام نہاد۔

مولانا فخر الدین نے ان کے واسطے مختصر اور مفصل گردان کی ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام عثمانی رکھا۔

غالباً یہ وہی کتاب ہے جو عربی مدارس میں اس وقت تک "زراوی" کے نام سے مشہور ہے۔

تعلیم نحو و فقہ...... صرف کی تعلیم کے بعد عثمان سراج نے شیخ رکن الدین اندر پتی سے فقہ و نحو کی تحصیل کی ان میں جو کتابیں آپ کو پڑھائی گئیں ان کے متعلق میر خورد رقمطراز ہیں کہ

پیش مولانا رکن الدین اندر پتی کاتب حروف کافیہ و مفصل و قدوری و مجمع البحرین تحقیق کردو بمرتبہ افادت رسید کاتب حروف ہمیشہ مولانا رکن الدین اندر پتی سے کافیہ، مفصل قدوری اور مجمع البحرین پڑھتا رہا اور افادہ کے لائق ہوا۔

صاحب خزینۃ الاصفیاء نے لکھا ہے کہ آپ چھ ماہ کی مدت میں اس رتبہ پر پہنچ گئے تھے کہ کسی دانشمند کو آپ کے ساتھ بحث و مباحثہ کی مجال نہ تھی۔

عطاء خرقہ خلافت...... جیسا کہ اوپر مذکور ہوا ابتدا میں آپ علم ظاہر سے بے بہرہ تھے اسی وجہ سے شیخ فرید شکر گنج نے عطاء خرقہ خلافت حصول علم ظاہر پر موقوف فرمایا۔ آپ عرصہ چھ ماہ میں تحصیل و تحقیق علم ظاہر کر کے مرتبہ تکمیل کو پہنچے ہنوز علم ظاہر سے فراغت نہ پائی تھی کہ حضرت شیخ فرید شکر گنج نے انتقال فرمایا اور وقت انتقال سلطان المشائخ سے ارشاد عطا خرقہ خلافت فرما گئے بعد اکتساب علم ظاہری بروایت اخبار الاخیار تین برس کامل سلطان المشائخ سے تعلیم پائی و بحصول خرقہ خلافت واجازت بمقام گور مشہور بہ لکھنوتی تشریف لائے اور شاہ علاء الحق پنڈوی وزیر بادشاہ بنگال کو اپنا مرید و خلیفہ اور جانشین مقرر فرمایا۔

اخی سراج اور خدمت دین...... آج بنگال کے تین کروڑ سے زائد مسلمانوں پر مسلمانوں کو ناز ہے کہ اتنی بڑی آبادی کسی خالص اسلامی واحد ملک کی بھی نہیں ہے لیکن غریب الدیار اسلام نے جب اس ملک میں قدم رکھا تھا تو لوگوں کو کیا معلوم کہ اس کی پالکی کو کندھا دینے والے کون کون لوگ تھے۔ ایک لڑکا۔

ہنوز موئے ریش آغاز نہ شدہ بود در حلقہ ارادت شیخ در آمدہ بود و در سلک خدمتگاراں پرورش یافتہ

ابھی سبزہ بھی نہ آیا تھا کہ شیخ کے ارادتمندوں میں داخل ہو چکے تھے اور خدمتگاروں سے منسلک ہو کر پرورش پانے لگے تھے۔

مسلک خدمتگاروں میں اسی پرورش پانے والے لڑکے کا نام بعد کو اخی سراج الدین عثمان ہوا۔ جس نے نظام الاولیاء کی خانقاہ سے نکل کر سارے بنگال میں آگ لگا دی ایمان و عرفان کا چراغ روشن کر دیا پنڈوہ کے علاء الحق والدین جن کا آج سارا بنگال معتقد ہے انھی اخی سراج الدین عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے تراشیدہ ہیں۔

وفات...... آپ نے ۷۸۵ھ میں وفات پائی۔ تاریخ وفات اس قطعہ سے ظاہر ہے۔

چوں سراج الدین شد از دنیائے دوں — سال وصل آں شہ والا مکاں (۷۸۵ھ)

عارف امجد سراج الدین بگو — سالک محرم سراج الدین نجواں (۷۸۵)

تصانیف...... آپ کی تصانیف میں میزان الصرف، پنج گنج اور ہدایۃ النحو بتائی جاتی ہیں مگر جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے اس انتساب کا مدار صاحب تعداد العلوم پر ہے موصوف کے حالات آئینہ اودھ، نزہۃ الخواطر وغیرہ بہت سی کتابوں میں مذکور ہیں لیکن کسی نے ان کی کوئی تصنیف ذکر نہیں کی۔[۱] واللہ اعلم

شروح و حواشی ہدایۃ النحو...... (۱) درایۃ النحو (۲) مصباح النحو از مولانا افتخار علی صاحب (۳) کفایت النحو (اردو) از مولانا محمد حیات صاحب سنبھلی۔ (۴) شرح ہدایۃ النحو از سید جعفر الہ آبادی متوفی ۱۲۴۹ھ

(۶۹) صاحب نحو میر

نام و نسب...... علی نام، ابو الحسن کنیت، زین الدین لقب، والد کا نام محمد اور دادا کا علی ہے سر سید شریف کے ساتھ مشہور ہیں عجائب المقدور فی اخبار تیمور میں جو آپ کا نام محمد بتایا گیا ہے وہ غلط ہے۔

سنہ پیدائش...... بقول علامہ غیاث الدین ہروی صاحب، حبیب السیر فی اخبار افراد البشر آپ قریہ طاغو ملحقات استر آباد میں ۲۲ شعبان ۷۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور صغر سنی ہی میں علوم ادبیہ کی تکمیل کی بلکہ صغر سنی ہی میں نحو کی متعدد کتابیں بھی لکھیں، چنانچہ وافیہ شرح کافیہ دور تعلیم ہی کی تصنیف ہے مورخ شمس الدین نے جائے پیدائش جرجان بتائی ہے۔

تحصیل علم...... علوم ادبیہ کی تکمیل کے بعد آپ نے علوم عقلیہ کی تحصیل کی اور شرح مطالع و قطبی پڑھنے کے واسطے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ یہ خود ان کے مصنف سے پڑھیں لاں صاحب البیتہ اور ی بمافیہ چانچہ آپ ان کتابوں کے مولف قطب الدین رازی (تحتانی) کی خدمت میں ہرات پہنچے مگر اس وقت قطب موصوف کی عمر دسویں منزل کی انتہا پر پہنچ چکی تھی اور آپ پیر فرتوت ہو چکے تھے بڑھاپے کیوجہ سے آبرو آنکھوں پر لٹک آئے تھے اور اپنی آخری بہار دکھا رہے تھے کہن سال علامہ نے جواں ہمت سید کی ذہانت و قابلیت کی صحیح طور پر جانچ کی تو جوہر دانش ناصیہ شباب پر نمودار پایا اور دیکھا کہ علم منطق میں آپ کی فکر و نظر برق کی طرح چمک رہی ہے اسلئے آپ نے اپنے بڑھاپے کا عذر کیا اور کہا کہ تم کو پڑھانے کیلئے جس محنت کی ضرورت ہے وہ مجھ سے نہیں ہو سکتی، اسلئے تم میرے آزاد کردہ غلام اور تلمیذ مبارک شاہ منطقی کے پاس قاہرہ چلے جاؤ مفتاح السعادۃ میں ہے کہ۔

"یہ مبارک شاہ علامہ قطب الدین کے غلام تھے بچپن سے انھوں نے مبارک شاہ کو پالا پوسا اور بڑھایا تا ایں کہ مبارک شاہ مدرس ہو گئے اور ہر علم میں فاضل عام طور سے لوگ ان کو مبارک شاہ منطقی سے موسوم کرتے تھے۔" ساتھ ہی مبارک شاہ کے نام ایک سفارشی خط بھی لکھ دیا۔

میر سید شریف کا شوق ان کو خراسان سے مصر لے پہنچا قاہرہ پہنچ کر مبارک شاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو استاد کا خط دیا سفارش کے اثر سے حلقہ درس میں تو داخل کر لئے گئے لیکن خدا جانے کیا صورت پیش آئی کہ مبارک شاہ نے ان کو صرف بیٹھنے اور سننے کی اجازت دی پوچھنے کی اور قراۃ کی اجازت نہیں دی۔

علمی تکرار سے استاد پر وجد...... مبارک شاہ کا مکان مدرسہ سے بالکل متصل اور اس کا دروازہ بھی مدرسہ ہی کی جانب تھا۔ ایک مرتبہ یہ دیکھنے کیلئے کہ طلبا کیا کر رہے ہیں شب کو چپ چاپ نکلے اور جس حجرہ میں سید شریف مقیم تھے وہاں آئے، اس وقت میر سید شریف آموختہ دہرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ کتاب کے مصنف نے تو اس مسئلہ کی یہ تقریر کی ہے اور شارح کا یہ قول ہے اور استاد نے اس کی تقریر یوں کی ہے اور میں اس کی تقریر یوں کرتا ہوں مبارک شاہ ٹھہر گئے اور کان لگا کر غور سے سننے لگے میر صاحب کی تقریر کا انداز بیان اتنا دلچسپ تھا کہ مفتاح السعادۃ میں لکھا ہے "لحقہ البہجۃ والسرور حیث رقص فی فناء المدرسۃ" ان کو ایسی مسرت اور خوشی ہوئی کہ صحن مدرسہ میں ناچنے لگے اس واقعہ سے استاذ اتنا متاثر ہوا کہ صبح

---

[۱] از آئینہ اودھ۔ نزہۃ الخواطر اخبار الاخیار حزینۃ الاصفیاء نظام تعلیم و تربیت انوار العارفین ۱۲۔

سے ان کا مستقل درس مقرر کردیا۔

اساتذہ و شیوخ...... شرح مطالع اور قطبی کے علاوہ مواقف بھی میر صاحب نے مبارک شاہ سے پڑھی اور علوم عقلیہ کے علاوہ علوم نقلیہ بمعیت شمس الدین محمد فناری شیخ اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی حنفی صاحب عنایہ (حاشیہ ہدایہ) سے قاہرہ میں حاصل کئے مفتاح العلوم نور طاؤسی (شارح مفتاح) سے اور شرح مفتاح مولف کے صاحبزادے مخلص الدین ابوالخیر علی بن قطب الدین رازی سے پڑھی۔ محمود بن اسرائیل (ابن قاضی سماوہ) اور الحاج پاشا صاحب تسہیل آپ کے ہم سبق تھے۔

میر صاحب اور سفر قرمان...... میر صاحب نے علامہ جمال الدین محمد بن محمد اقسرائی شارح موجز کی علمی شہرت سن کر بلاد قرمان کا سفر کیا اور جب آپ اس کے قریب پہنچے تو جمال موصوف کی شرح ایضاح نظر سے گزری اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا "لنہ لحم بقر علیہ ذباب" یہ تو گائے کا گوشت ہے جس پر مکھیاں بھنبھنا رہی ہیں۔

وجہ یہ تھی کہ ایضاح ایک مبسوط و مفصل کتاب ہے جو حل و شرح سے بے نیاز ہے جمال الدین اس کا متن بتمامہ لکھ کر سرخ سطر کھینچ دیتے تھے اور کہیں کہیں اپنی طرف سے کلام کرتے تھے فکان الشرح کالذباب علی لحم البقر۔

کسی طالب علم نے میر صاحب کا یہ جملہ سنکر کہا آپ ان کے پاس جاکر ان کی تقریر سنئے کیونکہ ان کی تقریر تحریر سے بہتر ہوتی ہے میر صاحب تقریر سننے کی غرض سے تشریف لے گئے مگر شہر میں داخل ہوتا تھا کہ جمال موصوف دنیا سے رخصت ہوگئے۔

علم باطن...... میر صاحب علوم ظاہری کے علاوہ علم باطن کے زیور سے بھی آراستہ تھے آپ نے علم تصوف حضرت خواجہ علاء الدین محمد بن محمد عطار بخاری" خلیفہ خاص حضرت خواجہ خواجگان سید بہاء الدین نقشبندی سے حاصل کیا تھا اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے خدا کو کما ینبغی اس وقت تک نہیں پہچانا جب تک کہ ہم خواجہ عطار کی خدمت میں حاضر نہیں ہوئے۔

شاہ شجاع الدین تک رسائی اور درس و تدریس...... علامہ غیاث الدین شیرازی صاحب حبیب السیر نے ذکر کیا ہے کہ ۷۷۰ھ میں جبکہ شاہ شجاع الدین مظفر قلعہ زرد میں مقیم تھا میر صاحب کے دل میں آیا کہ اگر کسی طرح شاہ تک رسائی ہو جائے تو اچھا ہو چنانچہ میر صاحب نے فوجی وردی پہنی اور اپنے معاصر سعد الدین تفتازانی سے کہا میں غریب آدمی ہوں تیر اندازی میں ماہر ہوں چاہتا ہوں کہ آپ میرے حق میں شاہ کے نزدیک سفارش کردیں تاکہ میرے لئے کوئی صورت نکل آئے سعد الدین تفتازانی ان کو اپنے ہمراہ لے کر شاہ کے قلعہ تک پہنچے اور میر صاحب کو دروازہ پر ٹھہرا کر خود حاضر دربار ہوئے اور شاہ کے سامنے میر صاحب کی تعریف و توصیف کی شاہ نے میر صاحب کو طلب کر کے کہا آپ اپنا تیر اندازی کا کمال دکھایئے میر صاحب نے چند اوراق نکال کر پیش خدمت کئے جن میں مصنفین پر اعتراضات تھے اور کہا کہ یہی میرے تیر ہیں اور یہی میرا پیشہ ہے شاہ نے ان کے مطالعہ سے میر صاحب کے علمی کمالات کا اندازہ لگایا اور میر صاحب کو اپنے ہمراہ شیراز لے آیا اور یہاں کے بڑے مدرسہ "دار الاشفا" کا ان کو مدرس مقرر کردیا جس میں آپ دس برس تک مقیم رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رہا شریف نور الدین علی بن ابراہیم فتح اللہ شیرازی فخر الدین انجم، جلال الدین دوانی کے والد سعد الدین دوانی خواجہ حسن شاہ بقال، مظہر الدین محمد گازرونی آپ کے خوشہ چیں ہیں اور ہمام الدین احمد بن عبد العزیز شیرازی نے آپ سے شرح مصباح پڑھی ہے۔

جرجانی و تفتازانی...... علامہ سعد الدین تفتازانی اور میر سید شریف جرجانی دونوں ہم عصر ہیں اور علوم و فنون میں دوش بدوش دونوں بزرگوں میں معاصرانہ چشمک رہتی ہے اور میر صاحب اپنی تحریرات میں علامہ تفتازانی پر خوب اعتراضات کرتے ہیں بلکہ بعض اوقات نہایت سخت الفاظ استعمال کر جاتے ہیں مثلاً قطبی کے حاشیہ میں موصوف پر چوٹ کرتے ہوئے لکھتے ہیں فمن شنع علیہ فی امثال ھذہ المواضع فذلک من فرط جھلہ بعلو حالہ او طمعہ من الجھلتہ اعتقاد رفعتہ شانہ بتزئیف مقالہ۔

میر صاحب کے پوتے ہندوستان میں...... میر صاحب کا علمی کمال صرف آپ کی ذات تک محدود نہ تھا بلکہ آپ کا فیض آپ کی نسلوں میں منتقل ہو کر دیر تک قائم و دائم رہا۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ" میں آپ کے صاحبزادے محمد کے متعلق ذکر کیا ہے کہ انہوں نے اپنے والد سے علم حاصل کیا اور شرح ارشاد شرح کافیہ حاشیہ متوسط وغیرہ مختلف

کتابیں تصنیف کیں آپ کے حقیقی پوتے میر مرتضیٰ شریفی جن کے متعلق ملا عبد القادر نے لکھاہے کہ

"یہ میر سید شریف جرجانی کے پوتے ہیں ریاضی اور فلسفہ کے تمام شعبے، منطق اور کلام میں اپنے عہد کے تمام علماء پر ان کو برتری حاصل تھی انھوں نے مکہ معظمہ جاکر علم حدیث شیخ ابن حجر سے حاصل کیا اور اس کے پڑھانے کی اجازت حاصل کی۔"

انھوں نے ہندوستان کو اپنے قدوم سمیت لزوم سے سرفراز کیا اور حرم کے مسند الوقت سے سند حاصل کر کے ہندوستان میں اپنے فیض کا دریا جاری کیا بداونی نے لکھاہے کہ مکہ معظمہ سے میر صاحب پہلے دکن تشریف لائے اور دکن سے آگرہ آئے یہاں پہنچ کر ان کو اگلے پچھلے علماء سب پر تقدم حاصل ہوا میر صاحب کا شغل علوم حکمت کا پڑھنا پڑھانا تھا۔

یوم وفات......جب شاہ تیمور لنگ نے ۷۸۹ھ میں شیراز کو فتح کیا تو وہ سید شریف کو اپنے ہمراہ سمرقند لے گیا جہاں سعد الدین تفتازانی صدر الصدور تھے تیموران کی بہت عظمت کرتا تھا اس لئے میر صاحب تیمور کی وفات تک سمرقند میں رہتے رہے اور تیمور کی وفات کے بعد شیراز واپس آئے اور یہیں یوم چہار شنبہ ۶ ربیع الاول ۸۱۶ھ میں بعمر ۷۶ سال نفس مجرد شریف نے تحمل بار بدن خاکی کشیف سے خلاصی پائی۔ مشہور دارین تاریخ وفات ہے قال الاسی فی تاریخ وصالہ

چہار شنبہ مفتہم از ماہ ربیع آخر او — کر گگشت ربیع اول باغ خباں

چونکہ بود او سر دراقران فن در قرن خویش — سر در قرن آمدہ تار حش ای آسی ازاں

میر صاحب نے آخیر وقت میں اپنے بیٹے کو جو وصیت کی تھی وہ یہ تھی۔

نصیحت ہمیں مت جان پدر — کہ عمرت عزیز ست ضائع مکن

علمی کارنامے......(۱) شرح مفتاح العلوم، فرغ منہ اواسط شوال ۸۰۳ھ (۲) شرح منتہی السوال والامل فی علمی الاصول والجدل (لابن الحاجب) (۳) شرح مواقف، فرغ منہ فی اوائل شوال ۸۰۷ھ (۴) شرح فوائد غیاثیہ (۵) شرح کافیہ (فارسی) (۶) حاشیہ بر لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار (۷) حاشیہ بر شرح شمسیہ (۸) حاشیہ بر مرح شرح کافیہ (۹) حاشیہ بر شرح وقایہ (۱۰) حاشیہ بر تحریر تصیر طوسی (۱۱) حاشیہ التحفۃ الشاہیۃ (۱۲) حاشیہ بر تذکرہ نصیریہ (۱۳) حاشیہ بر تلویح (۱۴) حاشیہ بر شرح حکمۃ العین (۱۵) حاشیہ بر خلاصہ (فی اصول الحدیث) (۱۶) تعلیق بر نصاب البیان۔ فی اللغۃ (۱۷) تعلیق بر مقامات اربعہ توضیح (۱۸) تعلیق بر شرح رضی (۱۹) تعلیق بر رسالہ عضدیہ (۲۰) تعلیق بر عوارف المعارف (۲۱) حاشیہ مطول (۲۲) الاجوبۃ لاسئلۃ الاسکندر امن ملوک تبریز (۲۳) تعریفات العلوم (۲۴) تفسیر الزہراوین (۲۵) رسالۃ فی الانس والافاق (۲۶) رسالۃ الہبایۃ (۲۷) رسالہ فی تقسیم العلوم (۲۸) رسالہ مرثیہ (۲۹) رسالہ فی الموجودات (۳۰) رسالہ صغری (۳۱) رسالہ کبری (فی المنطق) (۳۲) صرف میر (۳۳) نحو میر (۳۴) رسالۃ فی الادوار (۳۵) شرح ایسا غوجی (۳۶) حاشیہ شرح تجرید اصفہانی (۳۷) شرح چغمینی (۳۸) شریفیہ شرح سراجیہ (۳۹) حاشیہ بیضاوی (۴۰) حاشیہ مشکوۃ (۴۱) حاشیہ ہدایہ (۴۲) حاشیہ عوامل جرجانیۃ (۴۳) حاشیہ شرح طوالع[1] ان میں سے صغری کبری صرف میر داخل درس ہیں۔ میر قطبی داخل درس تھی مگر ابھی چند سالوں سے متروک ہو گئی۔

(۷۰) صاحب شرح مائۃ عامل

حسب تصریح محمد ماہ بن محمد انور صاحب "در مکنون" یہ کتاب ملا عبد الرحمٰن جامی کی معلوم ہوتی ہے جن کے حالات عنقریب شرح جامی کے ذیل میں آرہے ہیں۔

بعض حضرات نے اس کو سید شریف جرجانی کی تصنیف کہاہے جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گذر چکے۔

شروح و حواشی شرح مائۃ......(۱) التوضیح الکامل، از مولانا الٰہی بخش صاحب (۲) تبیین، از مولانا موصوف (۳) شرح شرح مائۃ عامل از مولانا عبد الرسول صاحب (۴) شرح شرح مائۃ عامل از ابو السعود ملا محمد مسعود (۵) حاشیہ صادق (۶) جواہر العرب ترجمہ و ترکیب شرح مائۃ ارد و۔

---

[1] از مفتاح السعادۃ کشف الظنون الضوء اللامع حدائق حنفیہ نظام تعلیم وغیرہ وغیرہ ۱۲

(۷۱) صاحب شرح جامی

نام و نسب...... نام عبد الرحمٰن لقب اصلی عماد الدین، لقب مشہور نور الدین کنیت ابو البرکات والد کا نام احمد اور لقب شمس الدین اور دادا کا نام محمد شیخ صفی علاء الدین واعظ کاشفی نے "رشحات عین الحیاۃ میں ذکر کیا ہے کہ آپ امام محمدؒ کی نسل سے ہیں آپ کا تخلص جامی ہے کما یشیر الیہ بقولہ

مولدم جام و رشحہ قلمم۔ جرعہ جام شیخ الاسلامی ست

لاجرم در جریدہ اشعار۔ بدو معنی تخلصم جامی ست

پیدائش اور وطن عزیز...... آپ کے والد کا اصلی وطن اصفہان ہے دشت نامی محلہ میں رہتے تھے اسی لیے آپ نسبت میں دشتی کہلاتے ہیں، پھر کسی حادثہ کے موقعہ پر جام منتقل ہوگئے تھے جو خراسان کا ایک قصبہ ہے ملا عبد الرحمٰن جامی ۲۳ شعبان ۸۱۷ھ میں بوقت عشاء یہیں پیدا ہوئے بعد میں ہرات کی طرف منتقل ہوگئے تھے۔

تحصیل علوم...... آپ نے اپنے زمانہ کے مشاہیر علماء و فضلاء سے علم کی تحصیل کی جن کے اسماء آپ کے تلمیذ خاص عبد الغفور نے حاشیہ نفحات الانس کے آخر میں درج کیے ہیں۔

پہلے صرف و نحو کی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی پھر خواجہ علی سمرقندی تلمیذ سر سید شریف جرجانی مولانا شہاب الدین محمد جاجرمی تلمیذ سعد الدین تفتازانی اور مولانا جند اصولی کے حلقہائے درس میں شریک ہوئے طلبہ مولانا جند سے شرح مفتاح پڑھتے تھے اور یہ ان کو سمجھایا کرتے اور کہتے تھے کہ جب سے سمرقند آباد ہوا ہے اس وقت سے اب تک یہاں عبد الرحمٰن جامی جیسا جید الطبع نہیں آیا۔

ہرات میں ملا علاء الدین قوشجی شارح تجرید سے مباحثہ ہوا اور آپ ہی غالب رہے یہاں تک کہ علامہ قوشجی کو اپنے طلبہ سے یہ کہنا پڑا کہ مجھے یقین ہوگیا کہ نفس قدسی اسی عالم میں موجود ہے۔

تصوف اور سلوک...... جب آپ ظاہری علوم کی تکمیل سے فارغ ہوگئے تو ایک روز کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا جو آپ سے کہہ رہے ہیں "اتخذ حبیبا یہدیک" خواب سے بیدار ہوئے اور اس واقعہ سے نہایت متاثر پس آپ سمرقند سے خراسان منتقل ہو کر خواجہ عبید اللہ الاحرار نقشبندی کے حلقہ میں داخل ہوگئے خواجہ کی محبت کے فیوض و برکات نے آپ کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا شیخ سعد الدین کاشغری سے بھی استفادہ کیا اور دیگر مشائخ عظام سے بھی ملاقات ہوئی ۸۷۷ھ میں زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے اور بلاد شام میں دمشق و حلب وغیرہ کا سفر کیا وہاں سفر حج کے علماء و مشائخ نے آپ کی تعظیم و تکریم کی علامہ شامی نے ملا جامی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ محض زیارت روضہ اقدس کی نیت سے سفر کیا جس میں حج کو بھی شامل نہ کیا تاکہ محض زیارت ہی کی نیت رہے۔

غلبۂ حال...... ایک مرتبہ آپ غلبہ حال میں یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

بسکہ در جاں فگار نہ چشم بیدارم توئی ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی

جیسے مومن کہتا ہے: جب کوئی بولا صدا کانوں میں آئی آپ کی ایک منکر شخص بھی وہاں موجود تھا اس نے اعتراض کیا کہ اگر خر پیدا می شود تو آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "پندارم توئی"۔

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ قصہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض اوقات غلبہ حال سکر تک ہو جاتا ہے جیسے کہ تو اسے تفریح کا جواب دیا بیچارے مزہ لے رہے تھے اس گدھے نے خوامخواہ کھنڈت ڈالی۔

شیفتگی و فریفتگی...... ذات اقدس ﷺ کے ساتھ والہانہ تعلق اور بے پناہ شیفتگی و عقیدت تھی آپ کے وصال سے چند روز قبل کے کہے ہوئے اشعار اس پر شاہد عدل ہیں۔

امن شوقا الی دیار لقیت فیہا جمال سلمی کہ می رسانند از اں نواحی پیام وصلت بجانب ما

زہے جمال تو قبلہ جاں حریم کوئے تو کعبہ دل فان سجدنا الیک نسجد وان سعینا الیک نسعی

بکت عیونی علی شیونی فساء حالی ولا ابالی که دانم آخر طبیب وصلت مریض خور را کند مداوا

شعر و شاعری...... سے نہ صرف یہ کہ آپ کو دلچسپی تھی بلکہ فارسی شعراء میں آپ کو ممتاز مقام حاصل ہے مثنوی طرح نوئی یوسف زلیخا اور لیلی مجنوں وغیرہ متعدد کتب منظومہ کے علاوہ آپ کا مستقل دیوان کلیات جامی" کے نام سے مطبوع ہے جو قصائد غزلیات، مربعات، ترجیعات اور مقطعات پر مشتمل ہے کاتب حروف کے پاس ہے کبھی کبھی دیکھ لیتا ہے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

در صورت آب و گل عیاں غیر تو نیست — در خلوت جان و دل نہاں غیر تو نیست
گفتی کہ زغیر من بپرواز دلت — اے جاں جہاں در دو جہاں غیر تو نیست
ای بردہ ز آفتاب بوجہ حسن سبق — قرص قمر معجز دست تو گشتہ شق!
تابی از عکس طلعت و تاری طرہ ات — صبح اذا تنفس لیل اذا غسق
بر ہر کہ تافت پر تو انوار مہر تو — شد سرخ روی در ہمہ آفاق چوں شفق
دریں سراچہ کہ چرخ کمینہ طاق نماست — ہمیشہ قامتم از بار دل چو طاق دو تا است
چگونہ شاد زید آنکہ بہر مردن زاد — بخانہ کہ پے انہدام کردہ بناست
باعتبار دریں کاخ زرنگار نگر! — کہ ہر نظر کہ نہ از روئے اعتبار خطاست
پئے مشاہدہ رازہائے نہانی! — رخام و مرمرش آئینہای دادہ جلاست
لاف بے کبری مزن کاں از نشان پائے مور — در شب تاریک بر سنگ سیہ پنہاں ترست
وز درون کردن بروں آنرا میگر آساں کزاں — کوہ را کندن بسوزن از زمیں آسان ترست

و قال فی ذم ابناء الزماں

شکل ایشاں شکل انسان فعل شاں فعل سباع — ہم ذباب فی ثیاب او ثیاب فی ذباب

مثنوی جامی...... مولانا جامی علیہ الرحمہ کی ایک مشہور نعت ہے جو "یوسف زلیخا" کے شروع میں ہے اس کے متعلق حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ نے فضائل درود شریف میں اپنے والد صاحب کی زبانی ایک قصہ نقل کیا ہے اور وہ یہ کہ مولانا جامی یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کیلئے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضہ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں امیر کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دو، امیر مکہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذب و شوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چلدیئے، امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا حضور ﷺ نے فرمایا وہ آرہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا، ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور ﷺ کی زیارت ہوئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ کوئی مجرم نہیں بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آکر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کیلئے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز و اکرام کیا گیا، قصیدہ فارسی زبان میں ہے۔ چند اشعار یہ ہیں۔

۱۔ ز مہجوری بر آمد جان عالم — ترحم یا نبی اللہ ترحم
۲۔ نہ آخر رحمۃ للعالمینی — ز محروماں چرا غافل نشینی
۳۔ زخاک اے لالہ سیراب برخیز — چو نرگس خواب چند از خواب برخیز
بروں آور سر از برد یمانی — کہ روئے تست صبح زندگانی

وفات...... آپ نے اعداد لفظ "کاس" یعنی اکیاسی سال کی عمر میں ۱۸ محرم ۸۹۸ھ میں جمعہ کے دن شہر ہرات میں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے اور طائفہ طاغیہ اردبیلیہ نے خراسان کا قصد کیا تو آپ کے صاحبزادے ضیاء الدین یوسف نے آپ کا جسم مبارک دوسری جگہ منتقل کر دیا آپ کی تاریخ وفات آیت "ومن دخلہ کان امنا" کے اعداد سے ظاہر ہے جس کو

بعض شعراء نے اس طرح نظم کیا ہے۔

جامی که بود بلبل جنت بشوق رفت — في روضت محلدقارضها السماء
کلك قضا نوشت بدر وازه بهشت — تاریخه ومن دخله کان آمنا

وللاسی المدراسی فی العربیہ ۸۹۸ھ

جامی نالذی هوراح بجا منا — کالروح کان فی جسد القبر کامنا
قدمات بالهراةوقدحل بالحرم — ارخته ومن دخله کان امنا

تصانیف...... آپ نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن کی تعداد (۵۴) تک پہنچتی ہے جو آپ کے تخلص "جامی" کے اعداد ہیں وہذا من قبیل کراماۃ امر الہامی تفصیل حسب ذیل ہے (۱) التفسیر الی قولہ تعالی فایای فارھبون (۲) شرح احادیث اربعین (۳) شرح حدیث ابی رزین یقطا العقیلی الصحابی ﷺ۔ (۴) شواہد النبوۃ (۵) نفحات الانس من حضرات القدس (۶) شرح فصوص الحکم (۷) نقد النصوص فی شرح نقش الفصوص (۸) الطریقۃ النقشبندیہ (۹) اشعۃ اللمعات (۱۰) اللوامع (۱۱) شرح قصیدہ تائیہ (۱۲) شرح رباعیات اللوائح (۱۳) شرح البیتین الاولین من المثنوی (۱۴) شرح ابیات امیر خسرو دہلوی (۱۵) شرح کلمات خواجہ محمد پارسا (۱۶) الدرۃ الفاخرہ فی تحقیق مذہب الصوفیۃ (۱۷) رسالۃ فی وحدۃ الوجود (۱۸) رسالۃ فی اسئلۃ الہند و اجو بتہا (۱۹) مناقب عارف رومی (۲۰) رسالہ لا الہ الا اللہ (۲۱) مناسک حج (۲۲) اعتقاد نامہ (۲۳) الصرف المنظوم (۲۴) المنصور (۲۵) شرح اشعار مائۃ عامل منظوم (۲۶) شرح مفتاح الغیب (۲۷) مثنوی طرح نوی (۲۸) سلسلۃ الذہب (۲۹) آبسال (۳۰) تحفۃ الاحرار مثنوی ہے جو حضرت خواجہ بہاالدین نقشبندی بخاری کی منقبت میں لکھی گئی ہے (۳۱) سبحۃ الابرار (۳۲) یوسف زلیخا (۳۳) لیلی مجنوں (۳۴) خرد نامہ اسکندریہ (۳۵) دیوان اول (۳۶) دیوان ثانی (۳۷) دیوان ثالث (۳۸) دیوان رابع (۳۹) الکبیر (۴۰) المتوسط، (۴۱) الصغیر (۴۲) الاصغر چاروں رسالے معمے میں ہیں (۴۳) رسالہ فی العروض (۴۴) رسالہ فی القوافی (۴۵) رسالہ فی الموسیقی (۴۶) بہارستان علی نمط گلستان الفہ لولدہ ضیاء الدین یوسف ۸۴۰ھ رتب علی ثمان روضات داورا و فی کل روضۃ منہا لطائف حکمیہ ونوادر کثیرہ (۴۷) الکبری (۴۸) الصغری دونوں رسالے ادبیات ومنشات میں ہیں۔ (۴۹) رسالۃ فی الھیاۃ (۵۰) رسالۃ فی الاصطر لاب (۵۱) رسالۃ فی المنطق (۵۲) حاشیہ مفتاح (۵۳) ہدیۃ الخلان فی لطائف البیان۔

(۵۴) **شرح جامی**...... شروح کافیہ میں رضی کے بعد نہایت اعلی وارفع اور سب سے زیادہ مشہور و متداول شرح ہے جس کا اصل نام "الفوائد الضیائیۃ" ہے کیونکہ یہ صاحبزادہ ضیاء الدین یوسف کیلئے لکھی گئی ہے اس میں علامہ جامی نے اکثر شروح کافیہ کو باحسن وجوہ ملخص کیا ہے اور زیادہ تر ماخذ قاضی شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر زاولی دولت آبادی متوفی ۸۴۸ھ کی شرح ہے اس میں گو نحوی مباحث کو عقلیت کا رنگ دیا گیا ہے تاہم ٹھوس استعداد پیدا کرنے کیلئے بہت عمدہ کتاب ہے قال الشیخ عمر بن عبد الوہاب عرضی

لله در امام طال ماسطعت — انوار افضاله من علمه السامی
الفاظه اسکرت اسما مناطر با — کانما الخمر تسقی من صفا الجام

ومثلہ قول ابن الحنبلی

لکافیته الاعراب شرح منقح — ذلول المعانی ذوانتساب الی الجام
معانیهحجلی عین تتلی کانما — هی الخمر تبدی شمسها من صفا الجام
ومثله قول عبدالله الدنو شری المصری — لله شرح به شرح الصدور لنا
کانه الدراو ازهار اکمام — قد اسکر السمع اذتتلی عجائبه

والسکر لامرو معروف من الجام

فہرست حواشی شرح جامی

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ شرح جامی	ملا عبد الغفور اللاری (تلمیذ الجامی)	۹۱۲ھ
۲	=====	شیخ عصام الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی	۹۴۳ھ
۳	القول السامی علی کلام ملا جامی	شیخ عبد اللہ الازہری	ـ
۴	حاشیہ شرح جامی	شیخ علامک محمد بن موسیٰ بسوی	بعد ۱۰۳۵ھ
۵	=====	شیخ محمد عصمۃ اللہ بن محمود بخاری	ـ
۶	=====	مولانا عبد اللہ بن طورسون مشہور بفیضی	۱۰۱۹ھ
۷	=====	شیخ مصلح الدین محمد اللاری	۹۷۹ھ
۸	=====	شاہ محمد بن احمد سمرقندی	ـ
۹	=====	شیخ غرس الدین احمد بن ابراہیم حلبی	۹۷۱ھ
۱۰	=====	شیخ قرۃ جہ احمد حمیدی	۱۰۲۴ھ
۱۱	حاشیہ شرح جامی (ترکی)	شیخ محمد بن عمر معروف بقوردر آفندی	۹۹۶ھ
۱۲	=====	شیخ وجیہہ الدین عمر بن الحسن ارزنجانی	ـ
۱۳	تعلیق بر شرح جامی	شیخ حسن بحری	ـ
۱۴	=====	شیخ علی بن امر اللہ	ـ
۱۵	الحاشیۃ السلطانیۃ	بابا سید بن بخاری معروف ببابا شاہ	ـ
۱۶	حاشیہ شرح جامی	شیخ شریف الروشتی معروف بفاضل امیر	۹۸۷ھ
۱۷	=====	شیخ عیسیٰ بن محمد صفوی ایجی شافعی	۹۵۵ھ
۱۸	=====	شیخ ابراہیم ماموتی شافی	ـ
۱۹	=====	شیخ وجیہہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸
۲۰	سوال باسول	مولوی وسیم گل باسولی	ـ
۲۱	سوال کابلی	مولوی محمد عمر کابلی	ـ
۲۲	حاشیہ شرح جامی	شیخ خالد بن محمد بن عمر بن عبد الوہاب العرضی	بعد ۱۱۱۵ھ
۲۳	=====	شیخ سعد الدین خیر آبادی	۸۸۲ھ
۲۴	حاشیہ شرح جامی از حال تا مجرورات	شیخ عبد النبی عماد الدین محمد شطاری	۱۰۲۰ھ
۲۵	=====	ملا عصمت اللہ سہارنپوری	۱۰۳۹ھ
۲۶	=====	مولوی تراب علی شجاعت علی بن فقیہ الدین بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ

(۷۲) صاحب تلخیص المفتاح

نام و نسب اور پیدائش...... نام محمد ابو عبد اللہ کنیت، ابو المعالی، جلال الدین، قاضی القضاۃ، لقب والد کا نام عبد الرحمن اور کنیت ابو محمد ہے سلسلہ نسب یوں ہے۔

ابو عبد اللہ محمد بن ابی محمد عبد الرحمن بن امام الدین ابی حفص عمر بن احمد بن محمد بن عبد الکریم بن حسن بن علی بن ابراہیم بن علی بن احمد بن دلف بن ابی دلف العجلی آپ قزوین کے باشندے اور شافعی المسلک تھے۔

سنہ پیدائش حافظ ابن حجر نے ۶۶۶ھ بتایا ہے اور بعض نے ۶۶۰ھ ذکر کیا ہے۔

عام حالات زندگی...... علامہ قزوینی قرن سابع کے مشہور عالم و فاضل اور باکمال بزرگ ہیں بہت ہی کم عمر میں فقہ کی تحصیل سے فارغ ہو کر اطراف روم میں کسی جگہ قاضی ہوگئے تھے اس وقت آپ کی عمر بیس سال سے بھی کم ہی تھی، کچھ عرصہ کے بعد دمشق تشریف لائے اور علوم وفنون، عربیت واصول، معانی وبیان وغیرہ میں اتقان اور پختگی پیدا کی علامہ ایکی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا اور غرفاروثی وغیرہ سے حدیث کی تحصیل کی اور جامع دمشق کے خطیب مقرر ہوگئے کچھ عرصہ کے بعد آپ کو سلطان ناصر نے شام کے عہدہ قضاء کیلئے منتخب کیا اور جو قرض آپ کے ذمہ تھا شاہ نے اس کی بھی ادائیگی کردی اس کے بعد علامہ ابن جماعہ کی جگہ مصر میں بھی آپ نے عہدہ قضاء کے فرائض انجام دیے شاہ وقت کی نظر میں آپ سے زیادہ کسی قاضی کو وقعت حاصل نہیں ہوئی کہا جاتا تھا ہے کہ ایک مرتبہ جلال قزوینی کو شیخ بدر الدین محمد بن یعقوب بن الیاس دمشقی معروف بابن النحویہ کے ساتھ عادلیہ دمشق میں ہم نشینی کا موقع ملا تو موصوف نے ان سے ابوالنجم کے قول "کلہ لم اصنع" میں حرف سلب کی تقدیم وتاخیر کی بابت سوال کیا تو یہ کوئی جواب نہ دے سکے۔[1]

شعر وشاعری...... آپ کی بعض تصنیفات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو شعر وشاعری سے بھی دلچسپی تھی چنانچہ تلخیص المفتاح میں ایک جگہ آپ کا ایک شعر منقول ہے جو ایک فارسی شعر کا عربی میں ترجمہ ہے اور وہ یہ ہے۔

لو لم تكن نية الجوزاء خدمته   لما رايت عليها عقد منتطق

(ترجمہ) اگر جوزاء کی نیت خدمت ممدوح نہ ہوتی تو تو اس پر پٹکا باندھنے والے کی طرح کر ہیں نہ دیکھتا یہ مندرجہ ذیل فارسی شعر کا ترجمہ ہے۔

گر نبودے قصد جوزا خدمتش   کس نہ دیدے بر میان او کمر

وفات...... زمانہ قضاء میں آپ پر فالج گرا اور اس سے جانبر نہ ہوسکے یہاں تک کہ ۱۵ جمادی الاولی ۷۳۹ھ میں آپ دنیا سے رخصت ہوگئے۔

چوں بوئے گل آمد ند بر باد سوار   در خاک چو قطرہائے باراں رفتند

تصانیف...... موصوف نے امامین جلیلین شیخ عبد القاہر جرجانی اور علامہ ابو یعقوب یوسف سکاکی کے دلکش انداز نگارش وطریق تحریر وتقریر کے مابین جمع کرتے ہوئے مفتاح العلوم کی قسم ثالث کی تلخیص وتنقیص کر کے ایک مختصر کتاب تالیف کی جس کا نام تلخیص المفتاح ہے چونکہ یہ خاف توقع غایت درجہ مختصر ہوگئی تھی اس لئے موصوف نے کتاب مذکور کی تالیف سے فراغت کے بعد ایک اور کتاب تصنیف کی جس کا نام "الایضاح" ہے اور متن مذکور کیلئے مثل شرح ہے "منقح کتاب میں مصنف نے خود کہا ہے "امابعد فہذا کتاب فی علم البلاغۃ وتوابعہا ترجمہ بالایضاح وجعلتہ علی ترتیب مختصری الذی سمیتہ تلخیص المفتاح وبسطت فیہ القول لیکون کالشرح لہ انتہی ان کے علاوہ "السور المرجانی من شعر الارجانی" بھی آپ کی نہایت نفیس کتاب ہے۔

تلخیص المفتاح...... متین چونکہ جامع اصول وفصول، حاوی ضوابط وقواعد، محیط الامثلہ والشواہد ہونے کے ساتھ ساتھ توضیح وتنقیح اور حسن ترتیب تہذیب کے اعتبار سے بھی عدیم المثال اور بے نظیر متن ہے اس لئے یہ ہمیشہ مقبول بین الخواص والعوام رہا اور علماء فحول وافاضل اہل معقول ومنقول حواشی وشروحات ملخصات ومنظومات ہر اعتبار سے اس کتاب پر ذوق آزمار ہے جن کی فہرست درج ذیل ہے۔

شروح التلخیص المتعلقہ بتوضیح مغلقاتہ

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	مفتاح تلخیص المفتاح	الفاضل شمس الدین محمد مظفر خطیبی خلخالی	۷۴۵ھ

[1] قال الصفدی وعدتکلم علی ھذا کلاما جیدا فی شرح کتابہ والسبب فی ذلک ان کل من وضع مصنفا لایلزمہ ان یستحضر الکلام علیہ حتی یطلب منہ لانہ فی حالتہ لتصنیف یراجع الکتب المدونۃ ویطالع فیحرر الکلام ثم یشذعنہ قال ابن حجر اویکون السبب غیر ذلک ای کون المجلس۔

۲	شرح تلخیص المفتاح	الفاضل شمس الدین بن عثمانی بن محمد زوزنی	۷۹۲ھ
۳	=====	علامہ اکمل الدین محمد بن محمود بن محمود بابرتی الحنفی	۷۸۶ھ
۴	عروس الافراح	شیخ بہاء الدین ابو حامد احمد بن تقی الدین عبد الکافی سبکی	۷۷۳ھ
۵	شرح تلخیص المفتاح	محب الدین محمد بن یوسف بن احمد بن عبد الدائم حلبی	۷۷۸ھ
۶	=====	جلال الدین رسولا بن احمد بن یوسف التبانی الیغری	۷۹۳ھ
۷	=====	شیخ شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن یوسف بن الیاس قونوی	۷۸۸ھ
۸	=====	شیخ محمد بن احمد بن الموفق القیصری	بعد ۷۶۱ھ
۹	=====	الفاضل السید ابو عبد اللہ بن الحسن معروف بقرہ کار	-
۱۰	الاطول	المحقق عصام الدین ابراہیم بن عربشاہ اسفرائنی	۹۴۵
۱۱	نفائس التنصیص	شیخ محمد بن محمد تبریزی	-
۱۲	فتوح الاوراح	ذکر فیہ مصنفہ ان جمال الدین اشاد الی تالیفہ	-
۱۳	شرح تلخیص المفتاح	امام خطیب	-
۱۴	مطول	شیخ سعد الدین تفتازانی	۷۹۲ھ
۱۵	مختصر المعانی	=======	==

شروح التلخیص المتعلقہ بتوضیح ابیاتہ

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	معاہد التنصیص علی شواہد التلخیص	شیخ عبد الرحیم بن احمد عباد ی	۹۶۳ھ
۲	شرح الشواہد	شیخ بدر الدین محمد بن رضی الدین محمد غزی	۹۸۴ھ

مختصرات التلخیص

نمبر	مختصر	مصنف	سنہ وفات
۱	لطیف المعانی	شہاب الدین احمد بن محمد معروف بالصاحب	۷۸۸ھ
۲	تلخیص التلخیص	مولوی لطف اللہ بن حسن توقانی	۹۶۰ھ
۳	تحفۃ المعانی	زین الدین ابو محمد عبد الرحمٰن بن ابی بکر معروف بالقینی	۸۹۳ھ
۴	تلخیص التلخیص	شیخ عز الدین محمد بن ابی بکر معروف بابن جماعہ	۸۱۹ھ
۵	=====	مولی پرویز رومی	۹۸۷ھ
۶	المسالک	شیخ نور الدین حمزہ بن طور غود	بعد ۹۶۲ھ
۷	اقصی المعانی	لبعض شراح المطول	-
۸	اقصی الامانی	حافظ جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ

منظومات التلخیص

نمبر	مختصر	مصنف	سنہ وفات
۱	انبوب البلاغۃ	شیخ خضر بن محمد اماسی	بعد ۱۰۶۰ھ

۲	نظم التلخیص	شیخ زین الدین ابوالعز طاہر بن حسن بن حبیب حلبی	۸۰۸ھ
۳	=====	شیخ شہاب الدین احمد بن عبداللہ البجی	-
۴	=====	شیخ زین الدین عبدالرحمن بن القینی	-
۵	=====	شیخ ابن النجا بن خلف الغوی	-
۶	مفتاح التلخیص	شیخ جلال الدین سیوطی [1]	۹۱۱ھ

مذکورہ بالا شروح کے علاوہ اور بھی شروح وحواشی ہیں مگر ان تمام میں سعد الدین تفتازانی کی شرح مطول اور مختصر کو جو خداداد مقبولیت، برتری وفوقیت اور غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

(۷۳) صاحب مختصر المعانی

نام ونسب...... مسعود نام، سعد الدین لقب، والد کا نام عمر اور لقب قاضی فخر الدین ہے، دادا کا نام عبداللہ اور لقب برہان الدین ہے، علامہ سیوطی نے طبقات النحاۃ میں ان کا نام مسعود اور والد کا نام عمر ہی ذکر کیا ہے اور یہی مشہور ہے، حافظ ابن حجر نے "الدرر الکامنہ" اور انباء الغمر میں ان کا نام محمود بتایا ہے۔

اور ملا علی قاری نے ان کا نام عمر اور والد کا نام مسعود مانا ہے علامہ محی الدین محمد بن قاسم رومی نے "روض الاخیار المستخرجہ" من ربیع الابرار" میں اور علامہ کفوی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ آپ ماہ صفر ۷۲۲ھ میں "تفتازان" میں پیدا ہوئے جو ولایت خراسان کا ایک شہر ہے نواب صدیق حسن خاں نے "ریاض المرتاض میں آپ کو نسا کی طرف منسوب کیا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ کسی نے آپ سے پوچھا شما از نسائید۔ آپ نے جواب دیا: آرے الرجال من النساء "نساء کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں بارہ ہزار چشمے جاری تھے اور یہاں استاد ابو علی وقاق کی خانقاہ کے برابر میں چار اولیاء آسودہ خواب ہیں اسی لئے نسا کو شام خرد کہتے ہیں۔

ابتدائی حالت...... بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ موصوف ابتداء میں بہت کند ذہن تھے بلکہ عضد الدین کے حلقہ درس میں ان سے زیادہ غبی اور کوئی نہ تھا مگر جد وجہد، سعی وکوشش اور مطالعہ کتب میں سب سے آگے تھے ایک مرتبہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک غیر متعارف شخص مجھ سے کہہ رہا ہے سعد الدین چلو تفریح کر آئیں میں نے کہا میں تفریح کے لئے پیدا نہیں کیا گیا میں انتہائی مطالعہ کے باوجود کتاب نہیں سمجھ پاتا، تفریح کروں گا تو کیا حشر ہوگا وہ یہ سن کر چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد پھر آیا۔ اسی طرح تین مرتبہ آمد ورفت کے بعد اس نے کہا حضور ﷺ یاد فرما رہے ہیں میں گھبرا کر اٹھا اور ننگے پاؤں چل پڑا شہر سے باہر ایک جگہ کچھ درخت تھے وہاں پہنچا دیکھا تو آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما ہیں، مجھے دیکھ کر آپ نے تبسم آمیز لہجہ میں ارشاد فرمایا ہم نے تم کو بار بار بلایا اور تم نہیں آئے میں نے عرض کیا حضور مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ یاد فرما رہے ہیں اس کے بعد میں نے اپنی عبادت کی شکایت کی آپ نے فرمایا فتح فمک میں نے منہ کھولا تو آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور دعا کے بعد فرمایا جاؤ۔

بیداری کے بعد جب یہ عضد الدین کی مجلس میں حاضر ہوئے اور درس شروع ہوا تو اثناء درس میں آپ نے کئی اشکالات پیش کئے جن کے متعلق ساتھیوں نے خیال کیا کہ یہ سب بے معنی ہیں مگر استاد تاڑ گیا اور کہا یا سعد! انک الیوم غیرک فیما مضی آج تم وہ نہیں ہو جو اس سے پہلے تھے۔

تحصیل علوم...... آپ نے مختلف اصحاب فضل وکمال اساتذہ وشیوخ عضد، قطب الدین رازی وغیرہ سے علوم وفنون کا استفادہ کیا اور تحصیل علم کے بعد عنفوان شباب ہی میں آپ کا شمار علماء کبار میں ہونے لگا، علامہ کفوی کا بیان ہے کہ آپ جیسا عالم آنکھوں نے کسی اور کو نہیں دیکھا۔

درس وتدریس...... تحصیل علم سے فراغت کے بعد فوراً ہی آپ مسند درس پر رونق افروز ہوئے اور سینکڑوں تشنگان

[1] از مفتاح السعادۃ، ابن خلکان کشف الظنون وبغیۃ الوعاۃ وغیرہ ۱۲۔

علم نے آپ کے چشمہ فیض سے سیرابی حاصل کی عبدالواسع بن خضر شیخ شمس الدین محمد بن احمد حضری شارح تذکرہ نصیریہ، ابوالحسن برہان الدین حیدر بن احمد بن ابراہیم الہروی الجمی، جلال الدین یوسف استاذ ملا مصنّفک علی بن مجد الدین اور مولانا فضل اللہ انجو جن سے بہمنی حکومت کے مشہور علم دوست اور خود متبحر حکیم سلطان فیروز شاہ بہمنی نے تعلیم حاصل کی یہ سب علامہ تفتازانی ہی کے شاگردان رشید ہیں۔

تصنیف و تالیف...... کا ذوق ابتداء ہی سے پیدا ہو چکا تھا اس لئے تحصیل علم سے فراغت کے بعد درس و تدریس کے ساتھ ساتھ علم صرف علم نحو، علم منطق، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم تفسیر، علم حدیث، علم عقائد، علم معانی غرض ہر علم کے اندر آپ نے کتابیں تصنیف کیں چنانچہ ''شرح تصریف زنجانی'' آپ کی اس وقت کی تصنیف ہے جب آپ کی عمر صرف سولہ سال کی تھی۔

قبولیت عامہ...... شقائق نعمانیہ میں لکھا ہے کہ جب علامہ تفتازانی کی تصانیف روم میں پہنچیں اور درس میں مقبول ہوئیں تو ان کے نسخے دام خرچ کرنے پر بھی نہیں ملتے تھے مجبور اعلامہ شمس الدین کو علاوہ جمعہ اور سہ شنبہ کی معمولی تعطیلوں کے دوشنبہ کی تعطیل مدارس میں اور مقرر کرنا پڑی پس طلباء ہفتہ میں تین دن کتابیں لکھتے تھے اور چار دن پڑھتے تھے۔

شعر و شاعری...... گو آپ کا مستقل شغل نہ تھا تاہم اس ذوق سے بالکل کورے بھی نہ تھے بلکہ گاہ بگاہ اشعار کہتے تھے چنانچہ صاحب شذرات الذہب وغیرہ نے آپ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں مثلا

اذا خاض فی بحر التفکر خاطری　　علی درة من معضلات المطالب
حضرت ملوك الارض فی نیل ماحووا　　ونلت المنی بالکتب لا بالکتائب

ذیل کے اشعار بھی آپ ہی کے ہیں

طویت باحراز العلوم و کسبها　　رداء شبابی والجنون فنون
فلما تحصلت العلوم ونلتها　　تبین لی ان الفنون جنون

مختصر المعانی میں ایک جگہ لفظ ''غیر'' پر کلام کرتے ہوئے خود لکھتے ہیں ''ومن هذا القبیل ماوقع لی فی قصیدة

شعر......

علا فا صبح یدعوه الوری ملکا　　وریثما فتحوا عینا غدا ملکا

کہ اسی قبیل سے میرے ایک قصیدہ کا یہ شعر ہے ''علا الخ'' یعنی میرا ممدوح ابوالحسین محمد کرت رفعت منزلت میں بلند ہو گیا یہاں تک کہ مخلوق اس کو ملک (بادشاہ) پکارتی ہے اور اگر وہ اس کے عین کلمہ کو فتحہ دے کر ملک پڑھے یا اس کو چشم بصیرت واکر کے دیکھے تو فرشتہ پائے۔

یہ ایک طویل قصیدہ ہے جس کے مندرجہ ذیل سات اشعار موصوف نے اپنی شرح مطول کے شروع میں ذکر کئے ہیں۔

خلیفه ملك الافاق سطوته　　والحق كان مداه ایته سلكا
یحوم حول ذراه العالمون كما　　تری الحجیج ببیت الله معتركا
یحیی نسیم رضی منه الزمان و كم　　مكافح بلظی من سخطه هلكا
اطار صاعقت من نصله فبها　　الی السماك لواء النرع قد سمكا
وصارف الرشد منها كل معتسف　　قد كان فی ظلمات الغی منهمكا
فالدین صار قریر العین مبتسما　　والملك اقبل بالاقبال ممتسكا
علا فاصبح یدعوه الوری ملكا!　　وریثما فتحوا عینا غدا ملكا

وقال فی یزید

اللعن علی یزید فی الشرع یجوز　　واللاعن یجزی حسنات ویفوز
قد صح لدی انه معتل　　واللعن مضاعف وذلك مهموز

تفتازانی کی شخصیت علماء کی نظر میں...... سید احمد طحطاوی فرماتے ہیں انتہت الیہ ریاستہ الحنفیۃ فی زمانہ آپ کے زمانہ میں ریاست مذہب حنفیہ آپ پر ختم ہو گئی علماء نے لکھا ہے کہ بلاد مشرق میں علم ان پر ختم ہو گیا علامہ کفوی فرماتے ہیں ''کان سن محاسن الزمان لم ترالعیون مثلہ فی الاعلام والاعیان علامہ تفتازانی اعجوبہ روزگار تھے آپ کی نظیر بڑے بڑے علماء میں نہیں ملتی ان کی قابلیت اور وسعت علمی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ میر سید شریف جرجانی جیسا مد مقابل بھی ان کی کتابوں سے استفادہ کرتا اور ان کی قابلیت سے فائدہ اٹھاتا تھا فوائد بہیہ میں مولانا عبدالحئی صاحب نے آپ کے حق میں کسی کا یہ قطعہ نقل کیا ہے۔

فرق الدرس وحصل الا مالا — والعمر مضی ولم تنل اٰمالا

لاینفعك القیاس والعكس ولا — افعنلل یفعنلل فعنلا لا

مگر یہ بات موصوف کے علو مقام کے بالکل خلاف ہے۔

تفتازانی کی جلالت شان...... امیر تیمور نے ایک روز اپنا ایک قاصد کسی ضروری کام پر روانہ کیا اور اس کو عام اجازت دی کہ ضرورت کے وقت جس کا گھوڑا مل جائے اس پر سوار ہو لے، قاصد کو ایک جگہ سواری کی حاجت ہوئی، اتفاقاً اسی موقعہ پر علامہ تفتازانی خیمہ زن تھے اور خیمہ کے پیش گاہ میں ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے برید وہاں گیا اور جاتے ہی بے دھڑک ایک گھوڑا کھول لیا علامہ ممدوح اس وقت اپنے خیمہ کے اندر تھے اس قصہ کی اطلاع ہوئی تو نہایت برہم ہوئے اور قاصد سلطانی کو پٹوا کر نکلوا دیا، جب وہ لوٹ کر دربار پہنچا تو اس نے علامہ کی شکایت کی امیر تیمور کا جو حال یہ ماجرا سن کر ہوا ہو گا، آسانی سے قیاس میں آسکتا ہے ہیجان غضب کے سبب سے تھوڑی دیر ساکت رہا اس کے بعد کہا کہ اگر شاہرح یہ حرکت کرتا تو بے شک سزا پاتا مگر میں ایسے شخص کا کچھ نہیں کر سکتا جس کا قلم ہر شہر و دیار کو میری تلوار سے بیشتر فتح کر چکا تھا۔

تفتازانی بارگاہ تیموریہ میں...... شاہ شجاع بن مظفر کے دربار میں آپ کا بہت رسوخ تھا، اس کے بعد شاہ تیمور لنگ کے یہاں صدر الصدور مقرر ہو گئے تھے شاہ تیمور آپ کا بڑا معتقد تھا اور بہت احترام کرتا تھا جب آپ نے مطول شرح تلخیص تصنیف کی اور شاہ کی خدمت میں پیش کیا تو شاہ نے بہت پسند کیا اور عرصہ تک قلعہ ہراۃ کے دروازہ کو اس سے زینت بخشی۔

فضل و کمال میں تفتازانی فائق ہے یا جرجانی...... یہ امر تو بجائے خود مسلم ہے کہ میر سید شریف جرجانی اور سعد الدین تفتازانی ہر دو اکابر علماء و مشاہیر فضلاء میں سے تھے اور اپنے زمانے کے آفتاب و ماہتاب ان کے بعد علوم ادبیہ و عقلیہ بلکہ سوائے حدیث کے دیگر تمام علوم کا ماہر اور جامع ان دونوں جیسا کوئی نہیں گذرا ان میں سے ہر ایک خاتم العلماء المحققین تھا، مگر منطق و کلام اور علوم ادبیہ و علوم فقہیہ میں علامہ تفتازانی میر سید شریف سے کہیں زائد تھے اور تحقیقات لطیفہ و تدقیقات مفیدہ میں تو تفتازانی سے میر صاحب کو کوئی نسبت ہی نہیں تھی جیسے ذکاوت و فطانت طبع میں میر صاحب سے تفتازانی کو کوئی نسبت نہ تھی ارباب علم جانتے ہیں کہ بات میں بات پیدا کرنا شستہ سنجیدہ الفاظ میں مسئلہ کی تقریر کرنا پیچیدہ مسائل کو چٹکیوں سے سمجھانا وغیرہ جو خوبیاں تفتازانی کی تحریر میں ہیں وہ میر صاحب کو نصیب کہاں، قال صاحب الکشف اولا فاضل فی التفضیل بینھما علی قسمین والاکثر فی جنب السعد علامہ کفوی نے لکھا ہے کہ میر صاحب مبادی تالیف واثنا تصنیف میں علامہ تفتازانی کی تحقیق و تحریر کے دریا میں غوطہ زن ہوتے اور ان کی تدقیق و تسطیر سے موتی نکالتے تھے اور موصوف کی رفعت شان جلالت قدر اور علو مقام کے معترف تھے لیکن جب تیموری مجلس میں مباحث و مناظرہ کے سبب سے ان میں منافرت واقع ہوئی اس وقت سے باہمی وفاق جاتا رہا اور میر صاحب علامہ تفتازانی کے ہر قول کی تزیف کا التزام اور ان کی ہر تحقیق سے اختلاف کرنے لگے۔

اول ہی سے بشر کو ہے رغبت خلاف سے — لیتا تھا کام منہ کا شکم میں یہ ناف سے (ذوق)

جس کا جواب علامہ تفتازانی کا طرز عمل یہ دے رہا ہے کہ

گلوں نے خاروں کے چھیڑنے پر سوا خموشی کے دم نہ مارا شریف الجھیں اگر کسی سے تو پھر شرافت کہاں رہے گی

تفتازانی و جرجانی کے باہمی مناظرے...... میر سید جرجانی بھی شاہ تیمور کے دربار میں آتے جاتے تھے اور آپس

میں نوک جھونک و بحث و مباحثہ و مکالمہ و مناظرہ رہتا تھا صاحب کشف الظنون نے ان حضرات کے مختلف مناظروں کا تذکرہ کیا ہے اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض مناظرے طبع بھی ہوئے ہیں مگر وہ ہمارے سامنے نہیں ہیں تمثیل مستلزم ترکیب ہے یا نہیں۔ یہ تفتازانی و جرجانی کا مشہور نزاعی مسئلہ ہے جو ان دونوں بزرگوں کے مناظرہ میں موضوع بحث رہ چکا ہے مناظرہ بہت دلچسپ طبیعت خیز ہے ارباب ذوق کی تفریح خاطر کیلئے اختصار کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے۔
تفتازانی، تمثیل مستلزم ترکیب نہیں اور یہ کبھی بطریق استعارہ طبعیہ بھی ہوتی ہے جیسے قول باری اولئك علی هدی من ربهم جرجانی۔ اس پر کوئی دلیل ہو تو پیش کیجئے کیونکہ دعوی بلا دلیل مسموع نہیں ہوتا۔ تفتازانی علامہ زمخشری کا کلام ملاحظہ ہو، معنی الا ستعلاء فی الایت مثل لتمکنهم من الهدی و استقرار هم علیه و یتمسکهم به هشبهت حالهم بحال من اعتلی الشی ورکب یعنی آیت میں استعلاء کے معنی یہ ہیں کہ اس میں مومنین کی ہدایات پر ثابت و متمکن ہونے کی تمثیل ہے جس میں ان کی حالت کو اس شخص کی حالت کے ساتھ تشبیہ دی گئی جو کسی شئے پر بلند اور سوار ہو۔
علامہ طیبی نے موصوف کے قول "مثل لتمکنهم اھ" کی مراد ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے یعنی سواستعارہ تمثیلیة واقعه علی سبیل التبعیة یدل علیه قول شبهت حالهم اھ "یعنی زمخشری کے قول "مثل لتمکنهم" کا مطلب یہ ہے کہ آیت میں استعارہ تمثیلیہ ہے جو بطریق تبعیہ واقع ہوا ہے موصوف کا قول شبهت حالهم اھ "اس پر دال ہے استعارہ لعل کے سلسلہ میں علامہ سکاکی کا کلام بھی اس کی تائید کرتا ہے پس ایک حق پسند انسان کیلئے ان حضرات کا کلام کافی ہے یوں پیش کرنے کو تو بہت سی دلیلیں پیش کی جاسکتی ہیں مگر آپ اپنا مقصد ظاہر کیجئے کیا اس سلسلہ میں آپ کو کوئی اشکال ہے۔ جرجانی: جی ہاں اشکال ہے اور بہت بڑا اشکال ہے تفتازانی فرمائیے جرجانی اشکال یہ ہے کہ استعارہ تبعیہ صرف مفردات میں ہوتا ہے نہ کہ مرکبات میں کیونکہ استعارہ تبعیہ صرف معنی فعل اور متعلق معنی حرف میں ہوتا ہے اور استعارہ تمثیلیہ صرف مرکبات میں ہوتا ہے نہ کہ مفردات میں پس استعارہ تمثیلیہ اور استعارہ تبعیہ ہر دو کیسے جمع ہو سکتے ہیں۔ یہ تو آگ اور پانی کا اجتماع ہے تفتازانی سید صاحب یہ تو کوئی بڑا اشکال نہیں ہے اس واسطے کہ استعارہ تمثیلیہ کا مدار ترکیب پر نہیں ہے بلکہ مدار صرف اس پر ہے کہ وجہ شبہ متعدد سے منشروع ہو اور بس جرجانی: وجہ شبہ طرفین نے منتزع ہوتی ہے اور جب وجہ شبہ کا متعدد سے منتزع ہونا ضروری ہوا تو طرفین میں تعدد کا ہونا ضروری ہو گیا "تفتازانی" امور متعددہ سے منتزع ہونا ذات طرفین میں ترکیب کو مستلزم نہیں یہ چیز ان کے ماخذ میں ہو گی نہ کہ ذات طرفین میں جرجانی، صاحب ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ جب ہم (مثلاً) شبہ یہ کو چند امور سے منتزع کرنا چاہیں تو ان امور میں سے ہر ایک سے شبہ بہ کو ہتمامہ منتزع نہیں کر سکتے کیونکہ مشبہ بہ ہتمامہ کسی ایک سے منتزع ہو چکا تو مقصود حاصل ہو گیا۔ اب پھر کسی امر آخر سے اس کو منتزع کرنے کے کوئی معنی ہی نہیں لامحالہ یہ کہنا پڑے گا کہ مشبہ بہ کا کوئی جز کسی سے اور کوئی جز کسی سے ماخوذ ہے اور یہی ترکیب ہے۔ تفتازانی: انتزاع کبھی مجموعہ سے ہوتا ہے اور کبھی کسی ایک سے (بلحاظ امر آخر) اور ان دونوں تقدیروں پر ترکیب لازم نہیں آتی، علی الله لا مانع من اعتبار التلاصق بعد الانتزاع وجه منهما حتی تصیر جمیع الاشیاء کالشئی الواحد جب جانبین سے سوال وجواب کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا تو ہر دو فاصلوں کے درمیان فیصلہ کیلئے نعمان معتزلی کو حکم بنایا گیا میر سید شریف علامہ تفتازانی کی نسبت فصیح اللسان تھے فی الکشف کان لسان السید افصح من قلمه اور تفتازانی کی زبان میں قدرے لکنت تھی نیز حکم مذکور علامہ تفتازانی سے کسی بنا پر نالاں بھی تھا اس لئے اس نے میر سید شریف کے حق میں فیصلہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ نے علامہ تفتازانی پر میر سید شریف کا رتبہ بڑھا دیا۔
وفات......اس واقعہ سے علامہ تفتازانی کو سخت صدمہ ہوا ایک تو اس وجہ سے کہ علامہ موصوف عوام وخواص میں کامیابی سے زیادہ شہرت رکھتے تھے اور یہ امر عام طور پر زبان زد تھا کہ علمی مذاق میں آپ سب سے بڑھ کر عالم ہیں بالخصوص میر صاحب کے مقابلہ میں آپ کی حیثیت بہت اونچی ہے اور کیسے نہ ہو جب کہ میر صاحب کو علامہ تفتازانی کے تلامذہ میں شمار کیا گیا ہے۔
دوسرے اس لئے کہ تیموری دربار میں میر صاحب کی رسائی صرف علامہ تفتازانی کی وجہ سے ہوئی تھی بہر کیف صدمہ بڑھ گیا صاحب فراش ہو گئے علاج کیا مگر مطلقاً مفید نہ پڑا حتی کہ ۲۲ محرم الحرام ۷۹۲ھ میں پیر کے روز سمرقند میں

جاں بحق ہو گئے اور وہیں آپ کو دفن کر دیا گیا اس کے بعد ۹ جمادی الاول میں بدھ کے روز مقام سرخس کی طرف منتقل کر لئے گئے۔

ماغریباں را بزیر خاک ہم نگذاشتند صبح محشر میکند فریاد کز منزل بر آ

میر صاحب نے ان کی تاریخ وفات میں حسب ذیل شعر کہا ہے

عقل را پرسیدم از تاریخ سال رحلتش گفت تاریخش یکے کم طیب ۷۹۲ھ اللہ ثراہ

بعض حضرات نے سنہ وفات (۷۹۱) اور بعض نے ۷۹۷ لکھا ہے مگر صحیح پہلا قول ہے۔

مسلک...... میر سید شریف تو بالاتفاق حنفی تھے لیکن علامہ تفتازانی حنفی تھے یا شافعی، اس میں اختلاف ہے صاحب بحر علامہ ابن نجیم مصری نے دیباجہ، فتح الغفار شرح منار میں اور سید احمد طحطاوی نے اواخر حواشی در مختار میں حنفی کہا ہے اور ملا علی قاری نے بھی آپ کو طبقات حنفیہ میں ذکر کیا ہے اور صاحب کشف نے "کشف الظنون" میں ملا حسن چلپی نے حاشیہ "مطول" کی بحث متعلقات فعل میں علامہ کفوی نے "ترجمہ السید السند الشریف" میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ" شافعی کہا ہے۔

مولانا محمد عنایت اللہ لکھنوی مترجم اکمال کہتے ہیں کہ "تلویح کو بنظر غائر دیکھنے والے سے یہ امر پوشیدہ نہیں رہے گا کہ اس کی بعض عبارتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ علامہ تفتازانی حنفی المسلک تھے اس لئے میں اپنے ناقص خیال میں یہ حق سمجھتا ہوں کہ وہ حنفی تھے اور اسی بناپر آپ نے کتب حنفیہ اور فقہ حنفی پر خاص توجہ کی ہے واللہ اعلم۔

الباقیات الصالحات...... علامہ تفتازانی کے علمی فیوض و برکات آپ کی نسلوں میں منتقل ہو کر تادیر قائم رہے آپ کے صاحبزادہ محمد متوفی ۸۳۸ھ زمرۂ علماء میں شمار ہوتے ہیں "تہذیب المنطق والکلام" انہی کیلئے لکھی گئی ہے اور سیما الوالدالاعز الحفی الحری بالاکرام سمی حبیب اللہ اھ سے یہی مراد ہیں۔

آپ کے پوتے قطب الدین یحیی بن محمد متوفی ۸۸۷ھ علوم دینیہ سے حظ وافر رکھتے تھے جو مرزا شاہرخ بن تیمور کے آخری عہد سے مرزا سلطان حسین کے عہد تک منصب مشیخۃ الاسلام پر فائز رہے اور شیخ الاسلام کے لقب سے مشہور آپ کے پڑپوتے شیخ الاسلام سیف الدین احمد بن یحیی بن محمد متوفی ۹۱۶ھ مشہور حفید التفتازانی کو علماء نے "العلامۃ فی العالم" لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ علوم نقلیہ و عقلیہ ہر دو میں ماہر تھے انھوں نے خراسان میں تقریباً تیس برس تک درس دیا ہے حاشیہ تلویح، حاشیہ شرح وقایہ شرح تہذیب المنطق والکلام اور شرح فرائض سراجیہ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

علمی کارنامے...... علامہ تفتازانی نے اپنی علمی زندگی میں مختلف فنون کی بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن کے متعلق مولانا عبد الحئی صاحب لکھتے ہیں کل تصانیفہ، تنادی علی انہ بحر بلا ساحل و حبر بلا مماثل مورخ ابن خلدون کا بیان ہے کہ میں مصر میں ہرات کے ایک بہت بڑے عالم کی متعدد تالیفات سے واقف ہوا جو سعد الدین تفتازانی کے لقب سے مشہور ہے جن میں سے بعض علم کلام میں تھیں اور بعض اصول فقہ میں اور بعض علم بیان میں اور یہ تمام تالیفات اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ مصنف کو ان علوم میں گہری واقفیت اور علوم حکمیہ و فنون نقلیہ میں ملکہ تامہ حاصل ہے موصوف کو یہ فخر امتیازی طور پر حاصل ہے کہ آپ کی تصانیف میں سے پانچ کتابیں تہذیب المنطق مختصر المعانی مطول شرح عقائد اور تلویح آج تک داخل درس ہیں۔

اس سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

نصاب میں مطول و مختصر دونوں کتابوں کا اضافہ شیخ عبداللہ و شیخ عزیز اللہ کے ذریعہ سے عہد سکندر لودی یعنی نویں صدی کے آخر سے ہوا ہے، مطول کا نام سب سے پہلے ہمیں شیخ عزیز اللہ کے شاگرد رشید میاں حاتم سنبھلی کے تذکرہ میں ملتا ہے جن کے متعلق ملا عبد القادر بدایونی نے لکھا ہے کہ انھوں نے کتاب مطول چالیس مرتبہ سے زیادہ از اول تا آخر پڑھائی ہے۔ صاحب شقائق نے اپنے ماموں عبد العزیز بن سید یوسف حسینی مشہور بعابد چلپی سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم نے علی بن یوسف بالی بن شمس الدین محمد فناری متوفی ۹۰۳ھ سے مطول پڑھنا شروع کیا تو روزانہ دن چڑھے سے عصر کے وقت تک درس ہوتا تھا اور سبق کی کل ایک سطر یا دو سطر ہوتی تھی جب چھ ماہ اس طرح گزر گئے تو موصوف نے کہا، اب

تک تم نے کتاب پڑھی ہے اس کے بعد اب فن پڑھو چنانچہ اس کے بعد یومیہ سبق کے دو دو ورق ہوتے تھے یہاں تک کہ ہم نے چھ ماہ میں کتاب ختم کر ڈالی۔

آپ کی تصانیف کی مختصر فہرست حسب ذیل ہے۔

ا۔ شرح تصریف زنجانی۔ یہ آپ کی سب سے پہلی کتاب ہے جو ماہ شعبان ۷۳۸ھ میں سولہ سال کی عمر میں لکھی ہے جائے تصنیف مقام ترمذ ہے۔ ۲۔ مطول شرح تلخیص یہ شہرہ آفاق کتاب ماہ صفر ۷۴۸ھ کی تصنیف ہے مقام تصنیف شہر ہرات ہے۔ ۳۔ مختصر المعانی یہ ۷۵۶ھ کی تصنیف ہے مقام غجدون میں لکھی گئی ہے۔ ۴۔ سعیدہ شرح شمسیہ جمادی الاخری ۷۵۷ھ کی تصنیف ہے، مزار جام میں لکھی گئی ہے۔ ۵۔ تلویح یہ نادر کتاب بلاد ترکستان میں ذیقعدہ ۷۵۸ھ کی تصنیف ہے مزار جام میں لکھی گئی ہے۔ ۵۔ تلویح یہ نادر کتاب بلاد ترکستان میں ذیقعدہ ۷۵۸ھ میں لکھی ہے۔ ۶۔ شرح عقائد نسفی شعبان ۷۶۸ھ کی تصنیف ہے۔ (۷)۔ حاشیہ شرح مختصر الاصول ۷۷۰ھ کی تصنیف ہے۔ (۸)۔ الارشاد یہ رسالہ ۷۷۴ھ میں خوارزم میں رہ کر لکھا ہے (۹)۔ مقاصد۔ (۱۰)۔ شرح مقاصد یہ دونوں کتابیں ذیقعدہ ۷۸۴ھ میں سمرقند پہنچ کر لکھی ہیں (۱۱) تہذیب المنطق والکلام رجب ۷۸۹ھ کی تصنیف ہے ۱۲۔ شرح مفتاح العلوم شوال ۷۸۹ھ کی تصنیف ہے سمرقند کے زمانہ قیام میں لکھی ہے صاحب کشف نے پانچ کتابیں اور ذکر کی ہیں۔

(۱۳) شرح حدیث الاربعین (۱۴) رسالۃ الاکراہ (۱۵) کشف الاسرار وعدۃ الابرار تفسیر فارسی۔ (۱۶) شرح منتہی الشوال والامل فی علمی الاصول والجدل (لابن حاجب) ۱۷۔ نعم السوابغ فی شرح النوابغ (۱۸) رسالہ فی تحقیق الایمان ان کے علاوہ ۹ ذی قعدہ ۷۶۹ھ میں فتاوی حنفیہ مقام ہرات میں اور ۷۷۲ھ مفتاح الفقہ اور ۸ ربیع الاخر ۷۸۹ھ میں حاشیہ کشاف کی تالیف شروع کی مگر ان کی تکمیل نہ ہو سکی۔ اسی طرح آپ نے ہدایہ کی شرح کا بھی ارادہ کیا تھا اور خطبہ کی شرح کر بھی چکے تھے مگر موت نے اس کی بھی تکمیل کی مہلت نہیں دی، نیز شیخ ابوعصمہ مسعود بن محمد بن محمد عجدانی نے شیخ کمال الدین محمد بن عباد بن ملک داؤد بن حسن بن داؤد الخلاطی الحنفی المتوفی ۶۵۲ھ کی کتاب "تلخیص الجامع الکبیر" کی ایک شرح لکھی تھی۔ علامہ تفتازانی نے برائے اختصار شرح مذکور ایک مختصر کی تالیف شروع کی لوگوں نے شیخ ابوعصمہ سے کہا کہ علامہ تفتازانی کی اس مختصر کے بعد آپ کی شرح کو کوئی نہیں پوچھے گا شیخ نے کہا صحیح ہے مگر اس کی یہ مختصر پوری ہی نہ ہو سکے گی فکان کما قال و حالت المنتیه بینه وبین هذه الامنیته

فہرست حواشی کتاب مطول

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ مطول	سید شریف علی بن محمد جرجانی	۸۱۶ھ
۲	=====	محقق حسن بن محمد شاہ فناری	۸۸۶ھ
۳	=====	الفاضل محمد بن فراموز مشہور بملا خسرو	۸۸۵ھ
۴	=====	محقق ابوالقاسم بن ابی بکر لیثی سمرقندی	ـ
۵	=====	محقق میرزا جان حبیب اللہ شیرازی	۹۹۴ھ
۶	=====	شیخ الاسلام احمد بن یحیی بن محمد الحفید	۹۱۶ھ
۷	=====	الفاضل مصلح الدین محمد اللاری	۹۷۹ھ
۸	=====	شیخ علاؤالدین علی بن محمد شہزوری بسطامی (مصنفک)	۸۷۵ھ
۹	المعول حاشیہ مطول	شیخ احمد بن عبداللہ قریمی	بعد ۸۶۲ھ
۱۰	حاشیہ مطول	علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی	۱۰۶۷ھ

۱۱	=====	مولانا احمد طاشی	ـ
۱۲	=====	شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان بسطامی الطائی۔	۸۴۲ھ
۱۳	المبین	========	ـ
۱۴	المفصل	========	ـ
۱۵	حاشیہ مطول	شیخ یحیی بن یوسف سیر امی حنفی	۸۳۳ھ
۱۶	=====	سید عثمانی الات بازاری	۱۱۰۱ھ
۱۷	=====	شیخ حسن بن عبد الصمد سامسونی	۸۹۱ھ
۱۸	=====	شیخ نظام الدین عثمان خطابی	۹۰۱ھ
۱۹	=====	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۲۰	=====	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	۱۱۵۵ھ
۲۱	=====	ملا ابو الوعظ بن قاضی صدر الدین	==
۲۲	حاشیہ مطول	سید محمد قنوجی	==
۲۳	=====	ملا محمد محسن	۱۱۹۰ھ
۲۴	=====	تاج العلماء نجف علی بن عظیم الدین جھجری	۱۱۹۵ھ
۲۵	تعلیق بر مطول	ملا نور محمد کشمیری	۱۱۹۵ھ

فہرست حواشی مختصر المعانی

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ مختصر المعانی	شیخ نظام الدین عثمانی خطابی	۹۰۱ھ
۲	=====	شیخ یوسف بن حسین کرماستی	۹۰۶ھ
۳	=====	فاضل عبد اللہ بن شہاب الدین یزدی	۱۰۱۵ھ
۴	=====	شیخ حمید الدین بن افضل الدین حسینی	ـ
۵	غایۃ سوال الحریص	شیخ ابراہیم بن احمد مشہور با بن ملا چلپی	ـ
۶	الروض الموشی	======	ـ
۷	حاشیہ مختصر المعانی	شیخ الاسلام احمد بن یحیی بن محمد الحفید	۹۱۶ھ
۸	=====	شیخ محمد بن الخطیب	ـ
۹	=====	شہاب الدین احمد بن قاسم عبادی ازہری	ـ
۱۰	=====	علامہ محمد بن محمد عرفہ دسوقی	ـ
۱۱	=====	محمد بن ابی بکر عبد العزیز۔ ابن جماعہ الحموی	۸۱۹ھ
۱۲	التجرید	شیخ محمد مصطفیٰ بن محمد البنانی	ـ
۱۳	عقود الدرر فی حل ابیات المطول والمختصر	علامہ حسین بن شہاب الدین الشامی العاملی	۱۰۷۶ھ
۱۴	حاشیہ مختصر العانی	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۱۰۷۶ھ
۱۵	=====	مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ	ـ
۱۶	تسہیل المبانی (اردو)	مولانا مہر الدین	ـ

۱۷ نیل الامانی راقم سطور محمد حنیف گنگوہی ۱؎

(۷۴) صاحب ایساغوجی

نام و نسب......اسم گرامی مفضل اثیر الدین لقب مولانا زادہ عرف اور والد کا نام عمر ہے لفظ اثیر اثر الحدیث اذا نقلہ سے فعیل بمعنی فاعل ہے ای الناقل لیکن ظاہر تریہ ہے کہ یہ اثرہ اذا اختارہ سے فعیل مفعول ہے ای المختار

تحقیق ابہر ...... آپ ابہر کے باشندے تھے جو روم میں ایک مقام کا نام ہے اس لئے نسبت میں ابہری کہلاتے ہیں مولوی محمد بن غلام محمد نے میر ایساغوجی کے حاشیہ میں بحوالہ قاموس نقل کیا ہے کہ ابہر بفتح باء و سکون ہاء بلاد اصفہان کے ایک شہر کا نام ہے جو "آب ہر" بمعنی ماء الرحی کا معرب ہے مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی اپنی تعلیقات میں کہتے ہیں کہ یہ محشی کی بھول ہے کیونکہ ابہر احمر کے وزن پر ہے جس کی تصریح بحر الجواہر میں موجود ہے منتخب میں ہے ان المشهور فی هذا المعنی سکون الباء الموحدة وفتح الهاء

تعارف...... آپ بڑے عالم و فاضل اور بلند پایہ محقق و منطقی تھے امام فخر الدین رازی سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے جیسا کہ علامہ ابن العربی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

تصانیف...... آپ نے بہت سی عمدہ اور قابل قدر کتابیں تصنیف کیں جیسے ۱۔ الاشارات۔ ۲۔ زبدہ۔ ۳۔ کشف الحقائق منطق میں مختصر سی تصنیف ہے۔ ۴۔ المحصول۔ ۵۔ المغنی علم جدل میں ہے۔ ۶۔ ایساغوجی منطق میں ۷۔ ہدایۃ الحکمۃ فلسفہ میں ۸۔ تنزیل الافکار فی تعدیل الاسرار، اس میں آپ نے قوانین منطقیہ وحکمیہ کی بابت اپنی آخری رائے تحریر فرمائی ہے اور بعض اصول مشہورہ کے فساد پر تنبیہ بھی فرمائی ہے آپ کی دو کتابیں ایساغوجی اور ہدایۃ الحکمت نہایت مقبول اور داخل درس ہیں

تحقیق ایساغوجی...... لفظ ایساغوجی یونانی کلمہ ہے بمعنی کلیات خمس یعنی جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام قال بعضهم فی ضبطہ

جنس و فصل و نوع و خاص و عرض عام جملہ را ایساغوجی کردند نام

میر سید شریف جرجانی نے حاشیہ ایساغوجی میں ذکر کیا ہے کہ یہ حکماء یونان میں سے ایک حکیم کا نام ہے جو معرفت کلیات میں مہارت تامہ رکھتا تھا حواشی مطالع میں ہے کہ یہ ایک حکیم کا نام ہے جس نے کلیات کا استخراج اور ان کی تدوین کی تھی پھر متخرج کو یا مدون کو باہم مدون موسوم کر دیا گیا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ایک شخص کا نام ہے جو کسی حکیم کے پاس پڑھتا تھا اور ہر مسئلہ میں اس کے نام کے ساتھ تخاطب کرتا ہوا کہتا تھا، یا ایساغوجی الحال کذا بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ اس کے معنی اصل میں پانچ پنکھڑیوں والے پھول کے ہیں پھر اس کو کلیات خمس کا علم کر دیا گیا کیونکہ حکیم نے ان کو پانچ اوراق میں مدون کیا تھا بہر کیف باب کلیات خمس منطق کے ابواب تسعہ میں سے ایک عظیم ترین باب ہے جس میں بہت سے لوگوں نے کتابیں لکھی ہیں جیسے فرفوریوس حکیم، شیخ موفق الدین عبد اللطیف بن یوسف بغدادی اور علامہ اثیر الدین ابہری

وفات...... سنہ وفات میں مختلف اقوال ہیں صاحب کشف نے ۷۰۰ھ لکھا ہے اور فہرست کتب خانہ مصریہ میں ہے کہ ۷۰۰ھ کے حدود میں وفات پائی جرجی زیدان نے ۶۶۳ھ مانا ہے ایک قول ۶۷۱ھ کا بھی ہے صاحب معجم نے ۶۶۰ھ لکھا ہے اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

فہرست حواشی و شروح کتاب ایساغوجی

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	میر ایساغوجی	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶ھ

۱؎ از شقائق نعمانیہ فوائد بہیہ کشف الظنون شذرات الذہب نظام تعلیم وغیرہ۔

۲	شرح ایساغوجی	علامہ شمس الدین [1] محمد بن حمزہ فناری	۸۳۴ھ
۳	=====	شیخ خیر الدین تبلیسی	ـ
۴	=====	شیخ شہاب الدین احمد بن محمد مشہور بالابدی	ـ
۵	=====	شیخ شریف نور الدین علی بن ابراہیم شیرازی	۸۶۲ھ
۶	=====	شیخ مصلح الدین مصطفیٰ بن شعبان سروری	۹۶۹ھ
۷	المطلع	شیخ زکریا بن محمد انصاری قاہری	۹۱۰ھ
۸	شرح ایساغوجی	فاضل عبد اللطیف عجمی	ـ
۹	=====	شیخ ابو العباس احمد بن محمد آمدی	ـ
۱۰	=====	حکیم شاہ محمد بن مبارک قزدینی	۹۶۶ھ
۱۱	=====	شیخ خیر الدین خضر بن عمر عطوفی	ـ
۱۲	=====	شیخ محمد بن ابراہیم حلبی	ـ
۱۳	التحقیق المنطقی	مولانا برکت اللہ بن احمد اللہ لکھنوی	ـ
۱۴	اشرح الشرح	مولانا قل احمد بن محمد بن خضر	ـ
۱۵	قال اقول	مولانا حسام الدین حسن السکانی	۷۶۰ھ

منظومات کتاب ایساغوجی

۱	منظومہ ایساغوجی	شیخ نور الدین علی بن محمد اشمونی	۹۰۰ھ
۲	السلم المنورق	شیخ عبد الرحمن بن سیدی محمد	ـ
۳	موزون المیزان	شیخ ابراہیم بن حسام کشتری [2]	۱۰۱۶ھ

(۷۵) صاحب رسالہ شمسیہ

تعارف...... آپ کا نام علی کنیت ابو الحسن، لقب نجم الدین اور والد کا نام عمر اور دادا کا نام علی ہے حکیم دبیران سے مشہور ہیں نسبت میں کاتبی اور قزدینی کہلاتے ہیں۔

محقق نصیر الدین طوسی متوفی ۶۷۲ھ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں موصوف نے مراغہ میں جو رصد خانہ کی بنیاد ڈالی تھی اس کی مہم میں علامہ کاتبی بھی شریک تھے۔

تصانیف...... (۱) جامع الدقائق فی کشف الحقائق (۲) عینی القواعد۔ ۳۔ بحر الفوائد شرح عین القواعد۔ ۴۔ قاضی افضل الدین محمد خونجی کی کتاب "غوامض الافکار" کی شرح کشف الاسرار۔ ۵۔ حکمۃ العین۔ ۶۔ امام فخر الدین رازی کی ملخص کی شرح المنصص وغیرہ جیسی بلند پایہ کتابیں آپ ہی کی تصانیف ہیں۔ ۷۔ منطق میں مختصر متن "شمسیہ" بھی آپ ہی کا ہے جو خواجہ شمس الدین محمد کیلئے لکھا ہے اور انھیں کی طرف نسبت کر کے "شمسیہ" کے نام سے موسوم کیا ہے

وفات...... بقول صاحب تاریخ محمدی ۳ رجب المرجب اور بقول صاحب فوات الوفیات ماہ رمضان ۶۷۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔

تورہ از کثرت اسباب بر خود تنگ میداری ۔۔۔ سبکر وحاں چو بوئے گل فرو بستند محملہا

ایک اہم اشتباہ...... صاحب کشف الظنون نے رسالہ شمسیہ کے ذیل میں مصنف کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے نجم

[1] ان کی یہ شرح "یکروزی" کے نام سے بھی مشہور ہے کیونکہ موصوف نے اس کو صبح کے وقت شروع کر کے اسی روز مغرب کے وقت فراغت پائی تھی عام طور سے یکروزی کا انتساب جو علامہ تفتازانی کی طرف کرتے ہیں یہ غلط ہے ۱۲۔

[2] معجم المطبوعات، کشف الظنون میر ایساغوجی وغیرہ ۱۲۔

الدین عمر بن علی القزوینی، المعروف بالکاتبی تلمیذ نصیر الدین طوسی اور سنہ وفات ۴۹۳ ذکر کیا ہے جو بالکل غلط ہے کیونکہ یہ سن وفات نہ طوسی کا ہے اور نہ کاتبی کا، طوسی کا تو اس لئے نہیں ہے کہ خود صاحب کشف نے محقق طوسی کی کتاب "تجرید" اور "تذکرہ نصیریہ" وغیرہ کے ذیل میں سنہ وفات ۶۷۲ مانا ہے، اور واقعہ بھی یہی ہے اور کاتبی کا اس لئے نہیں ہو سکتا کہ وہ طوسی کا شاگرد ہے اور طوسی اس وقت تک پیدا بھی نہ ہوا تھا کیونکہ طوسی کا سنہ پیدائش ۵۹۷ ہے۔
پھر طرفہ یہ کہ خود صاحب کشف نے شرح کشف الاسرار، عین القواعد، حکمۃ العین، اور المنصص کے ذیل میں سن وفات ۶۷۵ ذکر کیا ہے اس کے باوجود شمسیہ کے ذیل میں ۴۹۳ اور جامع الدقائق کے ذیل میں ۶۵۰ تحریر کر رہے ہیں علاوہ ازیں نام و نسب میں بھی خلط ہے شمسیہ کے ذیل میں "عمر بن علی" ہے اور جامع الدقائق کے ذیل میں "ابو الحسن علی بن عمر" اور عین القواعد کے ذیل میں "ابو العالی علی بن عمر بن علی" اور حکمۃ العین کے ذیل میں "ابو الحسن علی بن محمد" فتنبہ۔

فہرست حواشی و شروح رسالہ شمسیہ

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح شمسیہ	محمد (یا محمود) بن محمد قطب الدین رازی	۷۶۶ھ
۲	سعدیہ شرح شمسیہ	علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی	۷۹۱ھ
۳	شرح شمسیہ	شیخ علاؤ الدین بن محمد مشہور بمصنفک	۹۳۰ھ
۴	===(ناتمام)	شیخ جلال الدین محمد بن احمد محلی	۸۶۴ھ
۵	=====	احمد بن عثمان ترکمانی جرجانی	۸۴۴ھ
۶	=====	ابو محمد زین الدین عبد الرحمن بن ابی بکر العینی	۸۹۴ھ
۷	=====	شیخ محمد بن موسی بسنوی	۱۰۴۵ھ
۸	=====	سید محمد بن سید علی ہمدانی	۹۸۴ھ
۹	حاشیہ شمسیہ	شیخ نور الدین بن محمد احمد آبادی	۱۱۵۵ھ
۱۰	قمریہ حاشیہ شمسیہ	لبعض الافاضل[۱]	==

(۷۶) صاحب قطبی

نام و نسب...... محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، قطب الدین تحتانی لقب، والد کا نام بھی محمد ہے، رازی رئ کی طرف نسبت ہے، جو بلاد دیلم کا ایک شہر ہے سنہ پیدائش غالباً ۶۹۲ھ ہے۔ شیخ جلال الدین سیوطی نے "بغیۃ الوعاۃ" میں اور طاش کبری زادہ رومی صاحب مفتاح السعادۃ نے اور صاحب کشف الظنون نے ان کا نام محمود بتایا ہے۔
قطب الدین کے ساتھ التحتانی کی وجہ تسمیہ...... صاحب مفتاح السعادۃ نے لکھا ہے کہ قطب الدین رازی مصنف قطبی اور قطب الدین شیرازی (ابو الثناء محمود بن مسعود بن مصلح) شارح حکمۃ الاشراق و مصنف درۃ التاج وغیرہ یہ دونوں ہم نام و ہم عصر عالم ایک ہی زمانہ میں شیراز کے ایک مدرسہ میں استاذ مقرر ہوئے بالائی منزل میں شیرازی پڑھاتے تھے اسلئے ان کو قطب الدین فوقانی کہتے ہیں اور نچلی منزل میں قطب الدین رازی درس دیتے تھے اس لئے ان کو قطب الدین تحتانی کہتے ہیں۔
تحصیل علوم...... ابن شہبہ نے طبقات الشافعیہ میں ذکر کیا ہے کہ آپ نے اپنے بلاد میں رہ کر علوم عقلیہ کی تحصیل کی اور علوم شرعیہ میں بھی شریک رہے اور عضد وغیرہ سے علمی استفادہ کیا پھر دمشق چلے گئے اور تادم حیات یہیں زندگی بسر کی، مفتاح السعادۃ میں ہے کہ آپ نے اکمل الدین بابرتی صاحب عنایہ کے ساتھ قاہرہ میں شیخ شمس الدین اصبہانی سے بھی پڑھا ہے۔
علمی مقام...... علامہ تاج الدین سبکی نے طبقات کبری میں ان کی تعریف بایں الفاظ کی ہے، امام مبرز نی الا لمعقولات اشتہر

[۱] از کشف خوات الوفیات تاریخ محمدی حبیب السیر وغیرہ ۱۲۔

اسمہ وبعد صیۃ، معقولات میں چوٹی کے امام تھے آپ کا نام مشہور ہے اور دور دراز تک آپ کی شہرت ہے اس کے بعد لکھا ہے کہ جب یہ ۷۶۳ھ میں دمشق پہنچے اور ہم نے ان سے بحث ومباحثہ کیا تو منطق وحکمت میں امام اور معانی وبیان اور علم تفسیر کا بہترین عالم پایا، حافظ ابن کثیر نے ان کے متعلق "احد المتکلمین العالمین بالمنطق کے الفاظ لکھے ہیں۔

درس وتدریس...... میں مہارت تامہ رکھتے تھے آپ کے حلقہ تلمذ میں شامل ہونے والے اکثر لوگ آسمان علم وفضل پر مہر جہاں تاب بن کر نمودار ہوئے، سعد الدین تفتازانی جیسی شخصیت نے آپ سے استفادہ کیا اور محقق وقت علامہ جلال الدین دوانی بھی آپ ہی کے شاگرد رشید ہیں جن کے متعلق نزہۃ الخواطر میں یہ الفاظ ہیں۔

احد العلماء المشهورين بالدرس والافادة قراء العلم على الشيخ قطب الدين الرازى شارح الشمسية قدم الهند.

درس وافادہ میں جو علماء مشہور ہیں ان میں ایک سربرآوردہ عالم آپ کی ذات بھی ہے آپ نے علم شمسیہ کے شارح شیخ قطب الدین رازی سے حاصل کیا اور ہندوستان تشریف لائے۔

میر سید شریف جرجانی بھی استفادہ کیلئے حاضر ہوئے تھے مگر اس وقت قطب الدین ضعیف ہو چکے تھے اسلئے استفادہ کا موقع نہ ہو سکا۔

ایک ضروری تنبیہ...... نزہۃ الخواطر کی عبارت متذکرہ بالا جس میں ملا جلال الدین دوانی کو قطب الدین رازی کا شاگرد بتایا گیا ہے یہ ہم نے مولانا مناظر احسن گیلانی کی کتاب "نظام تعلیم وتربیت" صفحہ ۲۱۱ سے نقل کی ہے، مگر یہ عبارت محل تامل ہے اس واسطے کہ رازی کا سنہ وفات ۷۶۶ء ہے اور دوانی کا سنہ پیدائش ۸۲۸ھ ہے پس دوانی کی پیدائش رازی کی وفات سے باسٹھ سال بعد ہے پھر تلمذ کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ (تدبر)

دنیا سے رحلت...... موصوف نے لگ بھگ چوہتر سال کی عمر پائی ۶ ذی قعدہ ۷۶۶ھ میں اس قطب وقت کو سپرد خاک کیا گیا حافظ ابن کثیر اور جلال الدین سیوطی نے سنہ وفات یہی ذکر کیا ہے بعض حضرات نے سنہ وفات کچھ اور ذکر کیا ہے۔

تصنیفات...... آپ نے بہت سی عمدہ اور نافع کتابیں تصنیف کیں جن سے آپ کی جودہ طبع واستقامت فہم کا پتہ چلتا ہے مثلاً۔

(۱) لوامع الاسرار شرح مطالع الانوار منطق وحکمت میں عظیم القدر وکثیر النفع کتاب ہے سلطان خدابندہ کے وزیر غیاث الدین محمد بن خواجہ رشید کیلئے تصنیف کی گئی ہے۔ (۲) محاکمات شرح اشارات محقق نصیر الدین طوسی اور امام فخر الدین رازی نے شیخ ابو علی ابن سینا متوفی ۸۲۸ھ کی کتاب الاشارات والتنبیہات کی شرح لکھی ہے اور صاحب کتاب پر نقص ومعارضہ بحث ومباحثہ اور بہت کچھ لے دے کی ہے اسی لئے بعض حضرات نے فخر الدین رازی کی شرح کو جرح سے تعبیر کیا ہے قطب الدین رازی نے فخر الدین رازی کے کلام پر کچھ اعتراضات وابحاث جمع کر کے قطب شیرازی کو دکھلائے آپ نے فرمایا لتعقب علی صاحب الکلام الکثیر یسیر وانما اللائق بک ان تکون حکما بینہ وبین النصیر اس پر آپ نے محاکمات تصنیف کی جس سے آپ اواخر جمادی الاخری ۷۵۵ھ میں فارغ ہوئے (۳) رسالہ قطبیہ (۴) حواشی کشاف تا سورۂ طہٰ (۵) شرح الحاوی الصغیر یہ چار ضخیم جلدوں میں ہے پھر بھی بقول ابن رافع نامکمل ہے۔

(۶) **قطبی**...... شرح شمسیہ آپ کی مقبول ومتداول کتاب ہے جو یوم تصنیف سے آج تک داخل درس ہے بلکہ بقول ملا عبد القادر بدایونی، قبل ازیں بغیر از شرح شمسیہ وشرح صحائف از منطق وکلام در ہند شائع نبود نویں صدی کے آخر تک منطق میں قطبی اور کلام میں شرح صحائف کے علاوہ کوئی اور کتاب شائع ہی نہ تھی یعنی لازمی طور پر نصاب کے ختم کرنے والوں کو معقولات کی جن کتابوں کا پڑھنا ضروری تھا وہ صرف یہی تھیں یہ کتاب بھی آپ نے وزیر موصوف غیاث الدین کیلئے تصنیف کی تھی اس کا پورا نام "تحریر القواعد المنطقیہ فی شرح رسالۃ الشمسیہ" ہے۔

حواشی قطبی...... (۱) حاشیہ از مولانا فاضل سمرقندی من علماء زمن السلطان حسین (۲) حاشیہ از مولانا حسام الدین ابراہیم بن عربشاہ اسفرائنی (۳) حاشیہ از مولانا خلیل بن محمد قرمانی رضوی (۴) حاشیہ از ملا عبد الحکیم سیالکوٹی (۵) حاشیہ از شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی (۶) حاشیہ از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی۔[1]

[1] التعلیقات بغیہ، مفتاح طبقات، کشف، نظام تعلیم، ابجد العلوم وغیرہ ۱۲۔

(۷۷) صاحب میر قطبی

میر سید شریف جرجانی کا حاشیہ ہے جن کے حالات "نحو میر" کے ذیل میں گذر چکے موصوف کا یہ حاشیہ قطب الدین رازی کی کتاب "قطبی" پر ہے جو نہایت عمدہ حاشیہ ہے اور ایک عرصہ تک داخل نصاب رہا ہے ایک دور وہ تھا کہ تصویر کشی معشوق میں مخموران عشق کے پرواز تخیل کی انتہا قطبی ومیر قطبی پر ہوتی تھی۔

عالم منطق مصور ہو تیری تصویر کا منہ کتابی قطبی ہے خط حاشیہ ہے میر کا (آتش لکھنوی)

اور ایک یہ دور ہے کہ شرح جامی ومیر قطبی وغیرہ کتب کے مضامین عالیہ سے نازک اندا موں کے غیر متحمل اذہان گراں بار ہو رہے ہیں جس کے نتیجہ میں ان کتب کو خیر باد کہہ کر نصاب سے خارج کیا جارہا ہے فالی اللہ المشتکی۔

حواشی میر قطبی ...... (۱) حاشیہ محمد بن سعد جلال الدین دوانی (۲) حاشیہ عماد الدین لبکنی (۳) حاشیہ علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی بر قطبی ومیر قطبی (۴) حاشیہ صدر الدین شیرازی (۵) حاشیہ ابو الورد (۶) حاشیہ میر داؤد (۷) حاشیہ ملا محمود سرخ (۸) حاشیہ ملا عصام الدین بر قطبی ومیر قطبی (۹) تعم النصیر لحاشیتہ المیر از نادم تحریر

(۷۸) صاحب تہذیب المنطق

شیخ سعد الدین تفتازانی کا مشہور متن متین ہے جن کے حالات مختصر المعانی کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

فہرست شروح وحواشی کتاب تہذیب المنطق

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح تہذیب	علامہ جلال الدین محمد بن اسعد صدیقی دوانی	۹۰۷ھ
۲	=====	شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح اللاری	۹۷۹ھ
۳	=====	شیخ الاسلام احمد بن یحیی بن محمد مشہور بحفید سعید الدین	۹۱۶ھ
۴	=====	شیخ مرشد بن امام شیرازی	-
۵	=====	شیخ عبید اللہ بن فضل اللہ خسبیصی	-
۶	جہد المقل	شیخ زین الدین عبد الرحمن بن ابی بکر	-
۷	شرح تہذیب	شیخ محی الدین محمد بن سلیمان کافیجی	-
۸	=====	شیخ محمد بن ابراہیم بن ابی الصفا	-
۹	=====	شیخ ہبۃ اللہ حسینی مشہور بشاہ میر	-
۱۰	=====	شیخ مظفر الدین علی بن محمد شیرازی	۹۲۲ھ
۱۱	=====	شیخ عبد اللہ بن حسین یزدی	۱۰۱۵ھ
۱۲	حاشیہ تہذیب	مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	-
۱۳	شرح تہذیب	شیخ نور الدین بن محمد صالح احمد آبادی	۱۱۵۵ھ

(۷۹) صاحب صغری وکبری

یہ دونوں رسالے میر سید شریف جرجانی کے ہیں جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گذر چکے ہیں۔

حواشی و شروح...... (۱) شرح از میر ابو البقاء بن عبد الباقی حسینی (۲) شرح۔ از میر موصوف (۳) شرح از ملا عماد الدین ابراہیم بن محمد اسفرائنی (۴) حاشیہ۔ از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ

(۸۰) صاحب شرح تہذیب

تعارف...... ان کا نام عبد اللہ ہے اور والد کا نام حسین، نسبت میں یزدی کہلاتے ہیں صاحب کشف نے جو شارحین تہذیب کی فہرست میں "نجم الدین شہاب الدین عبد اللہ" کو ذکر کیا ہے غالباوہ یہی ہیں اپنے وقت کے زبردست محقق، علامہ روزگار عظیم الہیات اور نہایت خوبصورت تھے شیخ بہاؤ الدین محمد بن حسین عاملی ابراہیم ہمدانی اور آپ کے صاحبزادہ حسن علی وغیرہ نے آپ سے تعلیم پائی۔ ۱۰۱۵ھ کو شہر اصبہان میں انتقال ہوا اور شرح القواعد، شرح العجالہ، حاشیہ شرح مختصر (شرح تلخیص) حاشیہ بر حاشیہ خطائی اور شرح تہذیب وغیرہ یادگار چھوڑیں، مولانا عبد الحی صاحب لکھتے ہیں "کلہا مرغوبۃ متعۃ"

فہرست حواشی شرح تہذیب

نمبر	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ شرح تہذیب	ملا عبد النبی بن قاضی عبد الرسول احمد نگری	-
۲	=====	مولوی محمد اسماعیل مراد آبادی	۱۲۵۳ھ
۳	= ===	ملا محمد امین کشمیری	۱۲۰۹ھ
۴	تہذیب علی شرح التہذیب	مولوی عبد الرزاق پشاوری	-
۵	تحقیقات المقتیہ	مولوی محمد کلبوی	-
۶	تحفہ شاہ جہانی	مولی الٰہی بخش فیض آبادی	۱۳۰۶ھ

(۸۱) صاحب سلم العلوم

نام و نسب اور پیدائش...... ہندوستان کی سیر حاصل زمین نے جہاں فقہ و حدیث میں صغانی علمی متقی، شیخ عبد الحق، کلام و اسرار شریعت میں، بحر العلوم اور شاہ ولی اللہ ادب و معانی میں عبد المقتدر ملک العلماء اور ملا محمود، ادب و شاعری میں سلمان خسرو اور فیضی تاریخ و خبر میں برنی ابو الفضل اور آزاد بلگرامی کو پیدا کیا وہیں فلسفہ و منطق میں ملا نظام الدین اور ملا محب اللہ کو پیدا کیا۔

آپ کا نام محب اللہ ہے اور والد کا نام عبد الشکور، مولانا آزاد نے "سبحۃ المرجان" میں لکھا ہے کہ صوبہ بہار میں کڑا" نامی گاؤں" جو "محبت علی پور" پرگنہ سے تعلق رکھتا ہے یہاں آپ پیدا ہوئے آپ کا تعلق بہار کی ایک شریف قوم ملک" سے تھا جس کی اس زمانہ میں بھی اس صوبہ میں معقول تعداد ہے اور دینی و دنیوی ہر حیثیت سے مسلمانوں میں ایک امتیاز رکھتی ہے نہ صرف قدیم بلکہ جدید تعلیم یافتوں کا طبقہ بہار میں "ملک" ہی قوم سے تعلق رکھتا ہے۔

تحصیل علوم...... عنوان شباب میں دیار یورپ کی سیاحت کی اور جابجا چیدہ چیدہ حضرات شیخ قطب الدین بن عبد الحلیم انصاری سہالوی وغیرہ سے ابتدائی اور درجات وسطی کی کتابیں پڑھیں آخر میں علامہ سید قطب الدین حسینی شمس آبادی کی خدمت میں شمس آباد (قنوج) پہنچے اور اس قطب والا درجات کی رہنمائی سے درجات تکمیل طے کر کے زیور فضائل سے آراستہ ہوئے مولانا فضل امام خیر آبادی نے "آمد نامہ" میں لکھا ہے کہ آپ ملا ابو الواعظ بن قاضی صدر الدین (اتالیق اورنگ زیب عالمگیر و یکے از مولفین عالمگیری) کے درس میں شریک ہونا چاہتے تھے مگر آپ کے پاس وقت نہ تھا اس لئے سہالی جا کر ملا قطب الدین شہید کے شاگرد ہو گئے، صاحب ماثر الکرام نے آپ کو "بحر یست از علوم و بدر یست ہیں النجوم" کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

قاضی صاحب کا اختر اقبال بر اوج جلال...... قاضی محب اللہ نے اپنے زمانہ میں جہاں دینی حیثیت سے کمال حاصل کیا

وہیں دنیاوی حیثیت سے بھی ترقی کے آخری نقطہ پر پہنچے جو ملا گیری کے پیشہ کرنے والوں کی معراج کمال تھا یعنی تکمیل علوم سے فراغت کے بعد دکن کی جانب سفر کیا اور بارگاہ خلد مکاں (عالمگیر بادشاہ) میں باریاب ہو کر لکھنو کے منصب قضاء پر فائز ہوئے تھوڑے دنوں کے بعد اس منصب سے معزول ہو کر دوبارہ دکن کا رخ کیا اور حیدر آباد کے منصب قضاء کی خدمت میں ماموراور سر فراز ہوئے لیکن خاص سبب سے معتوب ہو کر یہاں سے بھی معزول ہو گئے کچھ ارکان دولت عالمگیری کی سفارش سے عتاب سے نجات پاکر شاہزادہ رفیع القدر (ابن شاہ عالم بن اورنگ زیب) کے اتالیق مقرر ہوئے جب شاہ عالم پیشگاہ خلافت سے صوبہ کابل کی گورنری پر مامور ہوئے تو قاضی صاحب شاہزادہ کے ہمرکاب کابل پہنچے سلطان عالمگیر کی وفات کے بعد جب شاہ عالم سلطنت مغلیہ کے فرمانروا اعظم اور مختار مطلق شہنشاہ ہو کر ہندوستان واپس ہوئے تو قاضی صاحب کا اختر اقبال بھی اوج جلال پر پہنچا بقول مولانا آزاد صدارت مجموعہ ممالک ہندوستان کے منصب جلیل پر سر فراز ہوئے جو ہندوستان میں شیخ الاسلامی کے عہدہ کے مرادف تھا نیز مزید اکرامات واعزازات کے ساتھ شاہ عالم نے "فاضل خاں" کے پر ہیبت خطاب سے ان کے لامباہات میں چار چاند لگائے۔

محب اللہ کی علمی یادداشت...... مسلم الثبوت کا جو نسخہ مصر سے شائع ہوا ہے اس کے آخر میں ملا محب اللہ کی ایک خود نوشتہ عجیب یادداشت چھاپ دی گئی ہے جس میں موصوف نے عمدہ نعت کے بعد لکھا ہے کہ اصل کتاب کی تالیف سے فارغ ہونے کے بعد میرے بعض دوستوں نے فرمائش کی کہ خود ہی اپنی اس کتاب کے مشکلات کی تشریح میں ایک حاشیہ لکھوں بہر حال اصل متن اور اس کے حواشی لکھنے کے وقت جو کتابیں ان کے سامنے تھیں ان کی فہرست خود انہی کے قلم سے یہ ہے۔

واعلم انه قدجمع الله بفضله لدى حين تصنيفى لهذاالكتاب من كتب الحنفيت كتاب البزدوى وكشف المنارو البديع و شرحت الشراح و التوضيح والتلويح والتحرير لابن الهام و التقرير والتيسيرمع شروحه و من كتب الشافعيت للحصول للا مام الرازى الاحكام للامدى و شرح المختصر للقاضى وتعليقاته مع حاشيت السيدالشريف والا بهرى و شرح الشرح التفتازانى وحاشيت الفاضل ميرزان جان مالودودوالغفود والمنهاج البيضاوى وشرحه للاسنوى و من كتب المالكيت المختصر والمنتهى لابن الحاجب.

معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے میرے پاس اس کتاب کی تصنیف کے زمانہ میں حسب ذیل کتابوں کا ذخیرہ جمع کرا دیا تھا حنفیوں کے اصول فقہ کی کتابوں میں سے تو البزدوی اور اصول سرخی، کشف بزدوی کشف المناد اور البدیع نیز البدیع کے شارحوں نے جو اس کی شرحیں لکھی ہیں توضیح و تلویح ابن ہمام کی تحریر (اس کی شرح) التقریر اور التیسیر اپنے مختلف شروح کے ساتھ یوں ہی شافعیوں کی کتابوں میں سے المحصول امام رازی کی الاحکام آمدی کی شرح مختصر قاضی کی نیز اس کے تعلقا سید شریف کے حاشیہ کے ساتھ الابہری کی شرح نیز تفتازانی کی شرح الشرح اور فاضل میرزا جان کا حاشیہ الوودود اور الغفود نامی کتابیں بھی قاضی بیضاوی کی منہاج اور انھوں نے جو اس کی شرح لکھی ہے اور مالکیوں کی کتابوں میں ابن حاجب کی مختصر اور منتہی الاصول۔

اہل علم جانتے ہیں کہ ملا محب اللہ نے کتب اصول فقہ کی جو فہرست پیش کی ہے کتنی جامع اور حاوی فہرست ہے اس فن کی اہم کتابوں میں خود ہی غور کیجئے کہ آخر کون سی کتاب رہ گئی ہے صرف اصول احناف کی ہی کتابیں نہیں بلکہ شافعی مالکی اصول فقہ کی امہات کتب بھی زیر مطالعہ تھیں۔

محب اللہ وامان اللہ میں مباحثہ...... مولانا آزاد نے ملا محب اللہ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کا اور مولانا حافظ امان اللہ بنارسی کا اجتماع اتفاقاً لکھنو میں ہو گیا، ملا محب اللہ لکھنو کے قاضی تھے اور حافظ صاحب صدر الصدور دونوں ایک ہی استاد مولانا قطب الدین شمس آبادی کے شاگرد تھے اسی معاصرت نے دونوں میں مقابلہ کا بازار کچھ دنوں تک گرم رکھا، لکھتے ہیں "باہم طریق مباحثہ علمی مسلوک واشتند"

علمی کارنامے...... علامہ موصوف نے (الجواہر المفرد۔ فی مبحث جزء لایتجزیٰ (۲) رسالہ فی المغالطات العامتہ الورود (۳) رسالہ فی ان مذہب الحنفیہ بعد من الرائی من مذہب الشافعیہ (۴) منہیات حواشی مسلم الثبوت وغیرہ مختلف کتابیں

تصنیف کیں۔ فن منطق میں (۵) سلم العلوم جیسا معرکتہ الا آراء متن متین جس نے منطقی دنیا میں ہلچل مچادی اور اصول فقہ میں (۶) مسلم الثبوت جیسی شہرہ آفاق وبیش بہا کتاب جو بقول مولانا شبلی "درس نظامیہ کے نصف نصاب کو اپنے نیچے تقریبا دو سال اس نے دبائے رکھا۔ درس نظامیہ کی مشہور کتابیں ہیں، مسلم الثبوت کتاب سلم العلوم کے بعد کی تصنیف ہے کیونکہ مسلم الثبوت میں کئی جگہ سلم کا حوالہ موجود ہے چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں "وفیہ نظر اشرت الیہ فی السلم" (۷) الافادات اس کا ذکر مسلم الثبوت میں موجود ہے حیث قال "وقد فرغنا عنہا فی السلم والافادات" (۸) الفطرۃ الالٰہیۃ یہ ایک رسالہ ہے جس میں اصول غامضہ مذکور ہیں جن میں سے ایک مسئلہ اختیار ہے اس کا ذکر بھی مسلم الثبوت میں موجود ہے جس کی بابت موصوف نے کہا ہے "وانہا لاجدی من تفاریق العصا" کہ یہ بہت ہی نافع کتاب ہے۔

علمی کارناموں نے ملا کو محسود اقران بنادیا...... اور ان کو بدنام کرنے کی یہ عجیب کوشش کی گئی کہ کسی صاحب نے منطق میں ایک رسالہ لکھا جس کے عام مسائل کی عبارتیں ہی نہیں بلکہ مسلم کے مشہور دیباچہ "سبحانہ ما اعظم شانہ" سے ملا جلا خطبہ بھی لکھا جس کے کچھ الفاظ مولانا محمود الحسن ٹونکی کی کتاب "معجم المصنفین" میں نقل بھی کیے ہیں۔

"الحمد لمن ھو عن الکلیت والجزئیت تعالی و عن الجنس و الفصل تبری فلایحد ولایحد بہ نعم یتصور بوجہ یمتاو بہ اھ" اور لطیفہ یہ گڑھا کہ مشہور معقول وکلامی مصنف مرزا جان کی طرف اس کو منسوب کردیا، مقصد یہ تھا کہ محب اللہ کی کتاب سرقہ ثابت ہو جائے تماشہ کی بات یہ ہے کہ ایک ایرانی عالم کی کتاب "روضات الجنات" جس میں علماء کے حالات میں خود مرزا جان اور ان کے معاصر ابوالحسن الکاشی کے متعلق لکھا ہے "کان منتحلان من کثیر الکتب الغیر المتداولہ" (یعنی یہ دونوں غیر مشہور کتابوں سے چرایا کرتے تھے لکھا ہے کہ زیادہ ترغیاث منصور کی کتابوں سے یہ دونوں حضرات سرقہ کیا کرتے تھے۔

غالباً مرزا جان کی طرف منسوب کرنے کی وجہ بھی یہی ہوئی کہ وہ خود اس مسئلہ میں بدنام تھے واقعہ یہ ہے کہ مسلم جیسی کتاب اگر مرزا جان صاحب کے قلم سے پہلے ہی نکل چکی ہوتی تو جہاں ان کی بیسیوں معمولی کتابیں علما میں پھیلی ہوئی ہیں ایسا متن متین گوشہ گمنامی میں کیوں پڑا رہ جاتا۔

نیز ملا محب اللہ کی عبادت میں جو آمد ہے اور اس جعلی کتاب میں جو آورد ہے خود دلیل ہے اس کے جعلی ہونے کی محب اللہ ایک خاص طرز تعبیر کے موجد ہیں مسلم میں بھی ان کا یہی رنگ ہے لیکن مرزا جان کی کسی کتاب کی عبارت مسلم و مسلّم کے طرز کی نہیں ہے۔

لطیفہ...... کتب خانہ عرفانیہ میں مسلم الثبوت کی ایک شرح قلمی موجود ہے شارح کا نام تو معلوم نہیں ہو سکا لیکن اس کے کاتب محمد اکمل کے قلم سے ایک نوٹ شروع میں درج ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ ۲۵ شعبان ۱۱۸۰ھ کو یہ شرح تصنیف ہوئی اور ۱۱۳۹ھ میں کاتب نے مصنف کے اصل مسودہ سے یہ مبیضہ تیار کیا اس وقت شارح کا انتقال ہو چکا تھا اس کتاب میں متن کی عبارت "لما بعد فیقول الشکور الصبور محب اللہ بن عبد الشکور" کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے "فی الحاشیہ" "الوصف الاول کانہ بالارث والوصف الثانی کانہ بنفسہ" اس کے بعد لکھا ہے کہ طلبہ میں یہ بات مشہور ہے کہ مصنف نے اس کتاب کو تصنیف کرنے کے بعد اپنے استاد عالم تحریز کی خبیر شیخ قطب الدین انیٹھوی مشہور بہ شمس آبادی کی خدمت میں بھیجا انھوں نے جب یہ عبارت دیکھی تو فرمایا کہ یہ اس نے کیا کیا کہ اپنے باپ کو اپنا غلام بنالیا۔

وفات...... شاہ عالمگیر اورنگ زیب نے اپنے پوتے (شاہ عالم کے صاحبزادے) رفیع القدر کی تعلیم کیلئے ملا محب اللہ کو شاہ عالم گورنر کابل کے ساتھ کابل بھیج دیا تھا انہی دنوں میں عالمگیر کی وفات ہو گئی یہ خبر کابل پہنچی تو اس جاں گداز مصیبت پر شاہ عالم وہاں سے ۱۱۱۸ھ میں اکبر آباد پہنچے اور اس کے دوسرے سال یعنی ۱۱۱۹ھ میں قاضی صاحب منصب حیات سے ہمیشہ کیلئے معزول ہو گئے تاریخ وفات "شیخ دہر" اور قاضی مولوی محب اللہ اور مصرعہ رفتہ سوئے ارم محب اللہ سے ظاہر ہے۔

شروح و حواشی مسلم...... (۱) شرح سلم از قاضی مبارک بن محمد دائم گوپاموی (۲) شرح سلم از ملا احمد اللہ سندیلوی (۳) شرح سلم از ملا حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ (۴) شرح سلم از محمد مبین بن ملا محب اللہ بن احمد عبد الحق (۵) البحر العلوم از مولانا عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الشہید (۶) اصعاد المفہوم از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ

لکھنوی (۷) ضیاء النجوم از علامہ محمد ابراہیم صاحب بلیاوی۔ (۸) کشف الاسرار از ملا کندیا مرحوم (۹) شرح سلم از ملا احمد عبد الحق بن ملا قطب الدین فرنگی محلی (۱۰) شرح سلم از قاضی احمد علی بن سید فتح محمد سندیلی (۱۱) شرح سلم (تا لاسحد ولاتہ ر) از مفتی شرف الدین رامپوری (۱۲) شرح سلم از علامہ محمد بن علی الصبان متوفی ۱۲۰۶ھ (۱۳) شرح سلم از محمد وارث رسول نمابنارسی (۱۴) انوار العلوم اردو از انوار الحق کاکاخیلی پشاوری۔ [۱]

(۸۲) ملا حمد اللہ

نام و نسب...... آپ کا نام حمد اللہ ہے اور والد کا نام حکیم شکر اللہ سلسلہ نسب یوں ہے حمد اللہ بن حکیم شکر اللہ بن شیخ دانیال بن پیر محمد صدیقی سندیلوی، ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی اور شیخ کمال الدین فتح پوری کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں نہایت بلندپایہ معقول عالم اور حاذق طبیب تھے۔

درس و تدریس...... قصبہ سندیلہ جس کو آپ کا وطن عزیز ہونے کا فخر حاصل ہے اسی سندیلہ کے ایک مدرسہ میں عرصہ تک درس وافادہ میں مشغول رہے آپ کے دامن تربیت سے فیض یافتہ بہت سے نامور فضلاء نکلے مثلاً قاضی احمد علی سندیلوی (۱) صاحب ترجمہ مولوی احمد تحسین لکھنوی، ملا باب اللہ جونپوری، مولوی محمد اعظم قاضی زادہ سندیلہ، مولوی عبد اللہ بن زین العابدین مخدوم زادہ سندیلہ وغیرہ۔

علمی مقام...... صاحب نزہتہ الخواطر لکھتے ہیں "کان من الاساتذۃ المشہورین فی ارض الہندیہ سرزمین ہندوستان میں مشہور اساتذہ میں سے تھے) ایک جگہ لکھتے ہیں "انتہت الیہ الامامتہ فی العلم والتدریس" علم وتدریس میں امامت اسی پر ختم تھی۔

قدر و منزلت...... ملا حمد اللہ کے ساتھ وزیر ممالک مغلیہ ابوالمنصور نواب صفدر جنگ کا بہت گہرا تعلق تھا اور اس کی نگاہ میں آپ کی غیر معمولی وقعت تھی اسی لئے نواب موصوف نے آپ کو دلی دربار سے "فضل اللہ خان" کا خطاب دلوایا تھا ان کے تعلقات کی جو نوعیت تھی صاحب تذکرہ علماء ہند اس کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں نواب ابوالمنصور خان صوبہ دار اور نواب ابوالمنصور خان جو صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے۔

بودے دستار بدل برادرانہ داشت   دستار بدل برادرانہ کا تعلق رکھتے تھے

دستار بدل برادرانہ کا مطلب...... دستور تھا کہ جو واقع میں بھائی نہ ہوتا تھا اس کو کوئی بھائی بنانا چاہتا تو اپنی پگڑی یا ٹوپی اس کے سر پر اور اس کی پگڑی یا ٹوپی اپنے سر پر رکھتا اسی کا نام "دستار بدل برادرانہ" تھا۔ اخوت کا جو تعلق اس رسم کے بعد قائم ہوتا تھا وہ رشتہ کے تعلقات سے بھی آگے بڑھ جاتا تھا آخر دم تک لوگوں کو اس کا لحاظ و پاس کرنا پڑتا تھا۔

صفدر جنگ کے عہد اقتدار میں علم و کمال کی وہ بے قدری تھی کہ بیک گردش قلم خاندان تباہ و برباد کر دیئے گئے مگر یہی نواب اپنی دستار ایک معمولی قصباتی مولوی کے سر پر رکھ کر ان کو اپنا بھائی بناتا ہے اس سے ملا حمد اللہ کی معقول وقعت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے علاوہ ازیں موصوف نے احمد شاہ دہلوی سے سفارش کر کے آپ کو چند گاؤں بطور جاگیر دلوائے جس کے بعد آپ نے سندیلہ میں ایک بہت بڑا مدرسہ قائم کیا۔

ملا کا مذہب...... مولوی حمد اللہ کس اعتقاد کے آدمی تھے صحیح طور پر نہیں کہا جاسکتا لیکن چونکہ حمد اللہ میں میر باقر داماد کے متعلق عموماً "خیر الخلائق بالسمرہ" کا خطاب التزاما استعمال کرتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فرقہ امامیہ کے عالم بہاء الدین عاملی کی کتاب "زبدۃ الاصول" (جو غالبا شیعی اصول فقہ کی کتاب ہے) اس کی شرح بھی لکھی ہے اس لئے لوگوں کا عام خیال یہ ہے کہ انھوں نے ذاتی طور پر شیعہ مذہب اختیار کر لیا تھا۔

وفات...... ۱۱۶۰ھ میں آپ نے دہلی میں وفات پائی اور حضرت قطب الدین اوشی کے مزار کے جانب غرب وجنوب میں مدفون ہوئے۔

تصانیف...... ملا حمد اللہ نے بہت سی معرکتہ الاراء کتابیں تصنیف کیں جو زیادہ تر فن معقولات ہی سے متعلق ہیں چنانچہ

---

[۱] از نظام تعلیم، شاندار ماضی، معارف، تذکرہ، ہند، حدائق حنفیہ، آمدنامہ

حمد اللہ (شرح تصدیقات سلم حاشیہ شمس بازغہ حاشیہ بر صدرا شرح زبدۃ الاصول عالی آپ کی مشہور تصنیفات ہیں۔

فہرست حواشی کتاب حمد اللہ

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ بر حمد اللہ	مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھوئی	۱۲۸۱ھ
۲	=====	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱۲۹۴ھ
۳	=====	مفتی عبد اللہ شمس العلماء ٹونکی	ـ
۴	=====	مفتی عنایت احمد کاکوروی	۱۲۷۹ھ
۵	=====	مولوی عبد الحکیم بن عبد الرب بن بحر العلوم عبد العلی	۱۲۸۷ھ
۶	رفع الاشتباہ عن شرح السلم	مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی	ـ
۷	کشف الاشتباہ ==	مولوی عبد الحلیم بن امین اللہ بن محمد اکبری فرنگی محلی	۱۲۸۵ھ
۸	حاشیہ حمد اللہ	مولوی عبد الحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۳۱۶ھ
۹	تعلیقات بر حمد اللہ	مولوی حیدر علی بن حمد اللہ سندیلوی [۱]	۱۲۲۵ھ

(۸۳) قاضی مبارک

نام و نسب...... آپ کا نام مبارک ہے اور والد کا نام محمد دائم، وطن عزیز گوپا موہے، سلطان ابراہیم بن ادہم کی اولاد سے ہیں سلسلہ نسب یوں ہے قاضی مبارک بن دائم علی بن عبد الحئی بن عبد الحکیم بن المبارک ادہمی ناصحی گوپاموی، مولوی حمد اللہ سندیلوی اور مولوی قاضی احمد علی سندیلوی کے ہم عصر ہیں اور ان دونوں حضرات سے علمی مباحثہ و مناظرہ بھی رکھتے ہیں۔

تحصیل علوم...... آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد مولانا محمد دائم علی ادہمی اور قاضی شہاب الدین گوپامری سے پائی مولوی حکیم عبد الحئی صاحب مرحوم نزہۃ الخواطر میں لکھتے ہیں "وتلقی العلم فی مصرہ عن القاضی شہاب الدین الکوفاموی" پھر خیر آباد جاکر محدث وقت حاجی محمد صفت حسینی غیر آبادی سے سند حدیث حاصل کی اور اکبر آباد پہنچ کر میر زاہد بن محمد اسلم ہروی سے معقولات کی تکمیل کی اس کے بعد دہلی تشریف لائے اور مدت دراز تک درس و افادہ میں مشغول رہے۔

مختصر مگر جامع تعارف...... مولانا فضل امام خیر آبادی آمد نامہ میں لکھتے ہیں "قاضی مبارک ذہن رسا و طبیعت عالی داشت اور امور عامہ دانی مشہور بود اول کسی کہ حاشیہ بر میر زاہد نوشت و سلم را شرح کرد او بود، متبع طرز میر با قرداماد است عبارت شرح مسلم پیروی میر اختیار کردہ۔" صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں "کان من مشاہیر الاذکیاء لہ شہرۃ مغنیۃ عن الاطناب فی وصفہ" آپ مشہور ترین ذہانت و ذکاوت والوں میں سے تھے اور آپ کو ایسی شہرت حاصل تھی کہ تعریف و توصیف کی زیادتی سے آپ بے نیاز تھے۔

وفات...... ۵ شوال ۱۱۶۴ھ میں بعہد احمد شاہ دہلی میں انتقال ہوا جنازہ دہلی سے گوپا مولایا گیا اور جعفر امجد کے مدرسہ میں دفن کیے گئے مادہ تاریخ حسن خاتمہ ہے۔

تصانیف...... آپ کی تصانیف یہ ہیں (۱) حاشیہ شرح مواقف (۲) تعلیقات بر حاشیہ سید زاہد علی ابو الرسالۃ القطبیۃ (۳) تعلیقات بر حاشیہ شرح تہذیب محقق الدوانی (۳) شرح سلم مشہور بقاضی مبارک قال فی خاتمۃ قد تم الشرح بفضل من اللہ تعالی و تبارک من عبدہ محمد مبارک فی سنۃ الف و مائۃ اربعین و ثلث من الہجرۃ النبویۃ فی سابع شہر ربیع الاول یوم الخمیس فی بلدہ شاہجہاں آباد۔

[۱] از تذکرہ علماء ہند نظام تعلیم و تربیت نزہۃ الخواطر وغیرہ ۱۲۔

فہرست حواشی قاضی مبارک

نمبر	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	التعلیق المرضی علی شرح القاضی	مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	حاشیہ شرح قاضی	حافظ دراز محمد احسن محمد صادق بن محمد اشرف پشاوری	۱۲۶۳ھ
۳	=====	مولانا فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۲۷۸ھ
۴	=====	مولانا عبد الحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی	۱۳۱۶ھ
۵	القول المسلم علی شرح السلم	مولانا عبد الحق بھوپالی	
۶	حاشیہ شرح قاضی	مولانا محمد یوسف [۱]	

(۸۴) ملا حسن

نام و نسب ...... آپ کا نام محمد حسن ہے اور والد کا نام قاضی غلام مصطفیٰ سلسلہ نسب یوں ہے محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ بن ملا اسعد بن قطب الدین شہید سہالوی۔

تحصیل علم ...... آپ نے بعض کتابیں اپنے ماموں ملا کمال الدین فتح پوری سے اور اکثر کتب استاذ الہند مولانا نظام الدین بن قطب الدین شہید سے پڑھ کر تمام علوم میں مہارت حاصل کی یہاں تک کہ علما بیان کرتے ہیں کہ اگر ملا حسن شیخ ابن سینا سے معقولات میں مقابلہ کرتے تو ان پر غالب آجاتے ایک دن اپنے استاذ نظام الدین سے کسی منطقی مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے استاذ نے فرمایا کہ شیخ نے سفاء میں یہ کہا ہے تم کیوں اس کے خلاف گفتگو کر رہے ہو ملا حسن نے باادب عرض کیا کہ معقولات میں تقلید نہیں کی جا سکتی شیخ نے یہ کہا ہے میں یہ کہتا ہوں آپ شاہ اسحاق خاں شاہجہان پوری کے مرید اور شاہ عبد الرزاق ہانسوی کے خلیفہ تھے۔

قوت حافظہ ...... ملا حسن اپنے تمام بھائیوں سے ذکاوت و ذہانت میں سبقت لے گئے تھے کبھی ان کو کتاب کی مراجعت کی حاجت نہیں پڑتی تھی قوت حافظہ اس قدر زبردست تھی کہ کتب درسیہ کی عبارتیں ان کو زبانی یاد تھیں یہاں تک کہ اگر ہدایہ وغیرہ کی مانند کسی کتاب کی عبارت غلط ہوتی اور کئی سطریں چھوٹ گئی ہوتیں تو اس کو اپنی یاد سے درست فرما دیتے اور پوری صحیح عبارت پڑھ دیتے واقعہ یہ ہے کہ خاندان فرنگی محل میں ملا حسن سے زائد قوی الحافظہ ذہین ذکی اور طریق منطقی پر بحث کا ماہر کوئی نہیں گزرا۔

درس و تدریس ...... آپ نے ایک زمانہ تک فرنگی محل میں تدریس و تالیف کا سلسلہ جاری رکھا ایک عالم اس چشمہ علم سے سیراب ہوا دور دور کے طلبہ آپ کے پاس پڑھنے کیلئے آتے تھے مولوی محمد مبین لکھنوی اور مولوی عماد الدین لبکنی آپ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔

سفر شاہ جہانپور ...... ایک مذہبی مناقشہ کی وجہ سے آپ کو ترک وطن کرنا پڑا اور پوشیدہ طور پر شاہ جہاں پور کی جانب سفر فرمایا وہاں پہنچ کر حضرت سید مدن میاں کے دولت کدہ پر قیام فرمایا چونکہ اس زمانہ میں حافظ رحمت خاں والی شاہجہانپور مرہٹوں کے ساتھ جہاد کرنے کے انتظامات میں شب و روز لگے ہوئے تھے اس لیے وہ ملا حسن کی خدمت نہ کر سکے۔

ضابطہ خاں کے یہاں باضابطہ قیام ...... اسی درمیان میں ضابطہ خاں بن نجیب الدولہ نے آپ کو بلا بھیجا اور آپ کے تشریف لے جانے پر نہایت اعزاز و اکرام کیا اور معقول مشاہرہ مقرر کر کے آپ کے استاد ملا کمال الدین کی جگہ پر دارانگر [۲] کے مدرسہ میں مقرر کر دیا، مولوی برکت الہ آبادی بھی اس زمانہ میں وہیں تھے ضابطہ خاں کو مرہٹوں سے شکست ہو گئی

[۱] النزہتہ الخواطر تذکرہ علماء ہند حاشیہ باغی ہندوستان ۱۳۔ [۲] نجیب آباد کے قریب ایک مقام ہے جو ان دنوں دار الحکومتہ تھا۔

اور نظام سلطنت درہم برہم ہو گیا ملا حسن دہلی چلے گئے اور کچھ زمانہ تک شاہ عالم کی رفاقت میں رہے اس کے بعد ضابطہ خاں کا انتظام سلطنت درست ہو گیا تو انھوں نے آپ کو پھر بلوالیا اور بدستور سابق اعزاز واحترام کے ساتھ دار انگر کا مدرسہ آپ کے سپرد کر دیا۔

شہر رامپور کو واپسی...... کچھ زمانہ کے بعد ضابطہ خاں کو پھر متعدد لڑائیوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا جس کی وجہ سے نظام بہت گڑبڑ ہو گیا مجبوراً آپ رامپور واپس آئے اور یہاں اقامت اختیار فرمائی، نواب فیض اللہ خاں والی رامپور نہایت اعزاز سے پیش آئے اور گرانقدر تنخواہ مقرر کر کے سرکاری مدرسہ آپ کے سپرد کیا۔

وفات...... آپ نے وہیں سہ صفر ۱۲۰۹ھ میں بعد بہادر شاہ وفات پائی آپ کا مزار رامپور ہی میں ہے۔

الباقیات الصالحات...... ملا حسن سے زائد فرنگی محل میں کسی نے عقد نکاح نہیں کئے موصوف کے پانچ عقد ہوئے ایک مولانا احمد عبدالحق کی صاحبزادی سے جن کے بطن سے پانچ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں کوئی لڑکا نہیں ہوا دوسرا عقد ایک زن اجنبیہ سے لکھنو میں ہوا جن سے دو صاحبزادے عبداللہ اور عبدالرزاق پیدا ہوئے تیسرا عقد صفی پور میں ہوا جن سے صرف ایک صاحبزادہ غلام دوست محمد پیدا ہوا چوتھا اور پانچواں عقد رامپور میں ہوا پانچویں بیوی سے صرف دو صاحبزادے محمد اسحاق اور محمد یوسف پیدا ہوئے آپ کی اولاد میں سے سوائے دوست محمد کی اولاد کے اور کوئی باقی نہیں ہے۔

تصانیف...... (۱) شرح مسلم الثبوت (۲) حاشیہ بر صدرا (۳) حواشی زوائد ثلثہ (۴) معارج العلوم متن منطق میں (۵) مدارج العلوم متن حکمت میں (۶) حاشیہ شمس بازغہ

(۷) ملا حسن...... شرح مسلم تاعث موجہات آپ کے کمال جودت طبع پر یہ شرح شاہد عدل ہے طرز معقولی میں سلم کی کوئی شرح اس کے مقابل نہیں ہو سکتی۔

حواشی ملا حسن...... (۱) التعلیق الاحسن علی شرح ملا حسن ابو البرکات رکن الدین مولانا تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت لکھنوی متوفی ۱۲۸۱ھ القول الاسلم لحل شرح العلم از مولانا عبدالحلیم بن امین اللہ بن محمد اکبر انصاری فرنگی محلی متوفی ۱۲۸۵ھ (۳) التحقیق الاتقن علی شرح السلم لملا حسن از مولوی برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۴) سوانح الزمن علی المولوی حسن از مولانا حافظ محمد حسن سنبھلی [1]

(۸۵) صاحب مرقات

نام ونسب...... آپ کا نام فضل امام ہے اور والد کا نام شیخ محمد ارشد پورا نسب نامہ یوں ہے۔

فضل امام بن شیخ محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن ملا عبدالواجد بن عبدالماجد بن قاضی صدر الدین بن قاضی اسماعیل

ہرگامی بن قاضی عماد الدین بدایونی بن شیخ ارزانی بن شیخ منور بن شیخ خطیر الملک بن شیخ سالار شام بن شیخ وجید الملک بن شیخ بہاء الدین بن شیر الملک شاہ۔

ان چودہ واسطوں کے بعد یعنی شیر الملک پر آپ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے شجرہ نسب سے مل جاتا ہے اس کے بعد کا سلسلہ یہ ہے۔

ابن شاہ عطا الملک بن ملک بادشاہ بن حاکم بن عادل بن تارون بن جرجیس بن احمد نامدار بن محمد شہریار بن محمد عثمان بن داماں بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس طرح ۳۳ واسطوں سے آپ کا نسب خلیفہ ثانی تک پہنچتا ہے۔

پیدائش اور وطن عزیز...... ہندوستان کے دو قصبے جو مردم خیزی میں مشہور رہے ہیں ان میں ضلع سیتاپور کا قصبہ خیر آباد بھی ہے اب چودھویں صدی کے ربع آخر میں اس کی حالت کچھ بھی ہو مگر حلقہ درس وتدریس سے تعلق رکھنے والے

[1] از تذکرہ علما فرنگی محل تذکرہ علما ہند تذکرۃ الصالحین وغیرہ ۱۲

جانتے ہیں کہ گذشتہ صدی کے آخر تک خیر آباد کو خیر البلاد لکھا جاتا تھا حضرت مولانا فضل امام صاحب اسی خیر آباد کے مشہور فاضل ہیں لیکن چند وجوہ واسباب کی بنا پر آپ نے شاہجہاں آباد میں اس طرح توطن اختیار کیا کہ یہیں کے رؤسا میں محسوب ہوئے گئے۔
آباؤ اجداد...... آپ کے مورث اعلی شیر الملک ایک قطعہ ملک ایران پر قابض وحکمراں تھے زوال ریاست پر دولت علم کمائی ان کے دو صاحبزادے بہاء الدین و شمس الدین ایران سے وارد ہندوستان ہوئے شمس الدین نے مسند افتاء وہتک سنبھالی شاہ ولی اللہ صاحب انہی کی اولاد سے تھے اور بہاء الدین قبلۃ الاسلام بدایوں کے مفتی ہوئے ان کی اولاد میں شیخ ارزانی بدایونی نامور بزرگ اور اعلی درجہ کے مفتی ہوئے۔
شیخ عماد الدین بن شیخ ارزانی تحصیل علم کی خاطر قاضی ہرگام (ضلع سیتاپور اودھ) کی خدمت بابرکت میں پہنچے قاضی صاحب نے تحقیق شرافت ونجابت کے بعد اپنا داماد بنالیا۔ قاضی صاحب کے انتقال کے بعد قاضی ہرگام بن گئے وہیں شیخ اسماعیل پیدا ہوئے آپ کے والد شیخ محمد ارشد نے ہرگام کو خیر باد کہہ کر خیر آباد ضلع سیتاپور آباد کیا۔
والد ماجد...... شیخ محمد ارشد فرشتہ سیرت انسان تھے مولانا احمد اللہ بن حاجی صفت اللہ محدث خیر آبادی سے بیعت تھے آپ کے ایک صاحبزادے عالم جوانی میں فوت ہوگئے یہ اقتضا نوعمری احکام شرعیہ کے پابند نہ تھے اس لئے شیخ محمد ارشد کو تشویش رہتی تھی پیرو مرشد کی خدمت میں قلبی بے چینی ظاہر کی پیر نے دعا کی۔ شب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی دیکھا کہ آپ پکے باغ میں (جہاں مرحوم کی قبر تھی) تشریف لائے اور بیل کے درخت کے نیچے وضو فرمایا بعد نماز فجر پیرو مرید دونوں ایک دوسرے کو مبارک باد دینے روانہ ہوئے راستہ میں دونوں ملاقی ہوئے تو ایک نے دوسرے کو بشارت کا حال بتایا وہیں سے دونوں پکے باغ میں پہنچے دیکھا کہ مقام معمور میں وضو کا اثر یعنی پانی کی تری موجود تھی ایک عرصہ تک لوگ اس کی زیارت کرتے رہے مولانا نقی علی خاں بھی مع صاحبزادہ مولانا احمد رضا خان ۱۳۰۹ھ میں اس مقام کی زیارت کیلئے بریلی سے خیر آباد پہنچے اور مولانا حسن بخش کے مہمان ہوئے۔
افسوس کہ نہ اب وہ درخت باقی ہے نہ اس جگہ کا پتہ چل سکتا ہے مفتی فخر الحسن خیر آبادی جو ان معزز مہمانوں کی زیارت میں شریک تھے خطیرہ کے پاس اس بیل کے درخت کی جگہ بتاتے ہیں۔
تحصیل علم...... مولانا فضل امام صاحب بڑے طباع وذہین تھے مولانا سید عبد الواجد کرمانی خیر آبادی کے ارشد تلامذہ میں سے تھے علوم نقلیہ وعقلیہ انہی سے حاصل کیے اس کے بعد دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہوئے مولانا شاہ صلاح الدین صفوی گوپاموی (تلمیذ رشید مولانا محمد اعظم سندیلوی ومرید وخلیفہ مولانا شاہ قدرت اللہ صاحب صفی پوری) کے مرید تھے۔
درس و تدریس...... فرائض ملازمت کے ساتھ مشغلہ تدریس وتصنیف ہمیشہ جاری رکھا مادہ افہام و تفہیم خدا نے ایسا بخشا تھا کہ ایک بار شریک درس ہونے کے بعد طالب علم دوسری طرف کا رخ بھی نہ کرتا تھا آپ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ نمایاں آپ کے صاحبزادے فضل حق اور مفتی صدر الدین خاں آزردہ صدر الصدور دہلی ہوئے مولوی سناء الدین احمد بن محمد شفیع بدایونی اور شاہ غوث علی بھی آپ ہی کے شاگرد ہیں۔
طلبا کے ساتھ حسن سلوک......شاہ غوث علی صاحب جو موصوف کے شاگرد اور صوفی منش بزرگ گزرے ہیں جنہوں نے تمام عمر سیاحت میں بسر کی ان کا بیان تذکرہ غوثیہ میں نظر سے لکھا فرماتے ہیں کہ شاہ عبد العزیز صاحب شاہ عبد القادر صاحب اور مولانا فضل امام صاحب کی شاگردی کا فخر مجھے حاصل ہے آخر الذکر استاذ کی جو شفقت میرے حال پر تھی وہ بیان سے باہر ہے مولانا کے ساتھ دہلی سے پٹیالہ تعلیم کی غرض سے میں بھی چلا گیا میری عمر اٹھارہ سال کی تھی استاذ عالم جاودانی کو رخصت ہوگئے میں نے بھی تعلیم کو خیر آباد کہہ دیا کہ نہ ایسا شفیق وقابل استاد ملے گا نہ پڑھوں گا ایک بار جب یہی شاہ صاحب مولانا فضل امام کے صاحبزادے علامہ فضل حق کو ملے اور موصوف نے تعلیم کے نامکمل رہ جانے پر اظہار افسوس کیا تو کہنے لگے کہ "پورے عالم ہو جاتے تو کیا ہوتا زیادہ سے زیادہ آپ جیسے ہوتے۔"
شفقت کا ادنی نمونہ...... ایک مرتبہ مولانا فضل امام نے ایک طالب علم کو فرمایا جاؤ فضل حق سے سبق پڑھ لو وہ آیا

غریب آدمی بد صورت عمر زیادہ علم کم ذہن کند یہ نازک طبع، ناز پروردہ، جمال صورت و معنی سے آراستہ چودہ برس کا سن و سال نئی فضیلت ذہن میں جورت بھلا میل ملے تو کیسے ملے اور صحبت راس آئے تو کیونکہ آئے تھوڑا سبق پڑھایا تھا کہ بگڑ گئے جھٹ سے اس کی کتاب پھینک دی اور برا بھلا کہہ کر نکال دیا۔ وہ روتا ہوا مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا حال بیان کیا آپ نے فرمایا بلاؤ اس خبیث کو مولوی فضل حق صاحب آئے اور دست بستہ کھڑے ہوئے، مولانا نے ایک تھپڑ ایسے زور سے دیا کہ ان کی دستار فضیلت دور جاپڑی اور فرمانے لگے کہ تو تمام عمر بسم اللہ کے گنبد میں رہا ناز و نعمت میں پرورش پائی جس کے سامنے کتاب کھولی اس نے خاطر داری سے پڑھایا طالب علموں کی قدر و منزلت تو کیا جانے اگر مسافرت کرتا بھیک مانگتا اور طالب علم بنتا تو حقیقت معلوم ہوتی، ارے طالب علمی کی قدر تو ہم سے پوچھو۔

درازی شب از مژگان من پرس　　　　که یک دم خواب در چشم نگشت ست

خبر دار تم جانو گے اگر آئندہ ہمارے طالب علموں کو کچھ کہا یہ چپ چاپ کھڑے رہے کچھ دم نہ مارا۔ خیر قصہ رفع دفع ہوا لیکن پھر کسی طالب علم کو کبھی کچھ نہیں کہا۔

علمی قابلیت...... کا اندازہ تو اسی سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک جانب شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر صاحب کا ڈنکا معقولات میں بج رہا تھا اور دوسری طرف اسی دہلی میں مولانا فضل امام کے معقولات کا سکہ چل رہا تھا طلبا دونوں دریاؤں سے سیراب ہو رہے تھے سر سید احمد خاں نے آثار الصنادید میں مولانا کا ذکر جس عقیدت مندی سے کیا ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے ابتداء ان صفات والقاب سے کی ہے۔

اکمل افراد نوع انسانی مہبط انوار فیوض قدسی سراب سرچشمہ عین الیقین موسس اساس ملت دین، ماحی آثار جہل، ہادم بنا، اعتساف، خی مراسم علم بانی مبانی انصاف، قدوۂ علما، فحول جاوی، معقول منقول، سند اکابر روزگار، مرجع اعالی و ادانی ہر دیار، مزاجدان مشخص کمال، جامع صفات جلال و جمال، مورد فیض ازل و ابد، مطرح انظار سعادت سرمد، مصداق مفہوم تمام، اجزاء، واسطۃ العقد سلسلہ حکمت اشراقی و مشائی، زبدہ کرام، اسوہ عظام، مقتدائے انام، مولانا مخدومنا مولوی فضل امام اودخلہ اللہ علقام فی جنۃ النعیم بلطفہ العمیم۔

ایک خواب اور اس کی عجیب و غریب تعبیر...... مولانا نے دہلی میں خواب دیکھا کہ رسول کریم ﷺ مکان میں فرد کش ہوئے ہیں اور فلاں کمرے میں اقامت گزین ہیں تعبیر دریافت کرنے کے لئے علامہ کو شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں بھیجا، شاہ صاحب نے فرمایا کہ جاکر فوراً سامان کمرے سے نکال لو اور اس کو بالکل خالی کردو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا خالی ہوتے ہی وہ کمرہ فوراً گر گیا۔ یہ بات سمجھ میں نہ آئی شاہ صاحب سے دریافت کیا گیا کہ یہ تعبیر کیونکر ہوئی۔ فرمایا کہ اس وقت بے اختیار یہ آیت ذہن میں آگئی تھی۔

ان الملوك اذ دخلوا قرية افسدوها

وفات...... ۵ ذی قعدہ ۱۲۴۰ھ کو مولانا نے سفر آخرت اختیار کیا مرزا غالب نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھی۔

اے دریغا قدوہ ارباب فضل　　　　کرد سوئے جنت الماوی خرام

چوں ارادت از پئے کشف شرف　　　　جست سال فوت آں عالی مقام

چہرہ ہستی خراشیدم ست　　　　تا بنائے تخرجہ گردد تمام

گفتم اندر سایہ لطف نبی　　　　باد آرامشگہ فضل امام

احاطہ درگاہ مخدوم شیخ سعد الدین خیر آبادی میں اپنے دادا استاد مولانا محمد اعلم سندیلوی اور استاد ملا عبدالواجد کرمانی خیر آبادی کے قریب مدفون ہوئے اب تینوں قبریں شکستہ ہیں۔

تصانیف...... مولانا نے بیسیوں مفید و معرکۃ الآراء کتابیں لکھیں جن مصنفات کا نام و پتہ معلوم ہو سکا وہ درج کی جاتی ہیں وہ ایک کے سوا سب غیر مطبوعہ ہیں سب سے زیادہ مشہور تصنیف علم منطق میں مرقات ہے جو تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے اس کے علاوہ میر زاہد رسالہ میر زاہد ملا جلال اور افق المبین پر حواشی لکھے تلخیص الشفاء تحبۃ السر اور آمد

نامہ تصنیف کیا تذکرہ علماہند میں ہے "آمد نامہ کہ در آں قواعد فارسی بیان کردہ ونیز ترجمہ علماجوار لکھنو تحریر فرمودہ
شروح و حواشی مرقات......(۱) شرح مرقات (عربی) از مولانا عبدالحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی
(۲) ہدیہ شاہجہانیہ حل مرقات میزانیہ (فارسی) از مولوی علی حسن بن نواب صدیق حسن خاں لے بھوپالی (۳) مراۃ حاشیہ
مرقاۃ از مولانا عماد الدین شیر کوٹی۔

(۸۶) صاحب شریفیہ ۲

یہ رسالہ آداب بحث وفن مناظرہ میں سید السند میر شریف جرجانی کا ہے جن کے حالات نحو میر کے ذیل میں گزر چکے، موصوف نے جملہ صلوتیہ والصلوۃ علی سید انبیاء وسند اولیاء میں بصورت صنعت تخمیس نہایت لطیف پیرائے میں اپنے لقب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۸۷) صاحب رشیدیہ

نام ونسب...... آپ کا نام محمد عبدالرشید ہے اور لقب شمس الحق، والد کا نام محمد مصطفی اور دادا کا نام عبدالحمید ہے نسلا عثمانی ہیں اٹھارہ واسطوں سے آپ کا نسب شیخ کبیر مری بن مفلس سقطی سے مل جاتا ہے

سن پیدائش...... آپ ۱۰ ذی قعدہ ۱۰۰۰ھ میں "برونہ" مقام میں پیدا ہوئے جو اعمال جونپور میں سے ایک گاؤں کا نام ہے آپ کی والدہ شیخ نورالدین بن عبدالقادر صدیقی برنوی کی صاحبزادی ہیں۔

تحصیل علوم...... شروع میں آپ نے قرآن پاک اور کچھ لکھنا پڑھنا سیکھا اس کے بعد شیخ کبیر نور سے تصریف لب ارشاد، کافیہ اور مخدوم عالم سدھوری سے لب وعباب کا کچھ حصہ اور ارشاد اور شیخ قاسم سے کافیہ، شرح جامی اور ارشاد کا کچھ کچھ حصہ پڑھا نیز یہ کتابیں شیخ مبارک مرتضی اور شیخ نور محمد مداری اور محی الدین بن عبدالشکور سے بھی پڑھیں اور شیخ عبدالغفور بن عبدالشکور سے یزدی کی شرح تہذیب کا کچھ حصہ اور شیخ حبیب اسحاق سے حاشیہ ملازادہ کا کچھ حصہ اور شیخ جمال کوروی سے حسامی تا مبحث امر اور شیخ محمد لاہوری سے بست باب تا آخر روائز اور سید عبدالعزیز تبتی سے شرح ہدایۃ الحکمۃ کا کچھ حصہ اور سید عبداللہ بن عبدالعزیز سے شرح شمسیہ رازی کا کچھ حصہ اور اپنے ماموں مفتی شمس الدین برنوی سے شرح جامی حاشیہ کافیہ مع شرح شیخ ہداو تامر فوعات قصیدہ بردہ، بقیہ حسامی، مختصر مع حاشیہ، شرح وقایہ ہدایہ توضیح مع تلویح اور شیخ محمد افضل بن محمد حمزہ عثمانی جونپوری سے شرح شمسیہ رازی شرح عقائد، مطول مع حاشیہ سید شرح مواقف مقدمات اربعہ تلویح رسالہ عضدیہ تفسیر بیضاوی اشرح چمینی مشکوۃ المصابیح اور پوری موجز پڑھی اور مفتی نور الحق بن عبدالحق بخاری دہلوی سے مصابیح مشکوۃ اور شیخ بخاری وغیرہ پڑھ کر سند حدیث حاصل کی۔

درس وتدریس.... تکمیل علوم سے فراغت کے بعد طویل مدت تک درس وافادہ میں مشغول رہے پھر اس کو ترک کر کے کتب حقائق کے مطالعہ میں لگ گئے بالخصوص شیخ محی الدین بن العربی کی تصنیفات سے آپ کو بہت دلچسپی رہی شیخ مذکور کو جو عبارتیں محل طعن میں موصوف ان کو بہترین محامل پر محمول کرتے تھے۔

وقار علم وخودداری......جب شاہجہاں تک آپ کے علم وفضل زہد وتقوی کا چرچا پہنچا تو مولانا آزاد لکھتے ہیں۔

صاحب قرآن شاھجھان بہ الستماع اوصاف قدسیہ خواھش ملاقات کردہ منشور طلب مصروب یکے از ملازمان ادب داں فرستاد۔

صاحب قرآن شاہجہاں نے اوصاف قدسیہ سنتے ہی ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور طلبی کا فرمان دے کر ایک باادب ملازم کو خدمت میں روانہ کیا۔

لے شریفیہ نام سے میر صاحب کی کئی کتابیں ہیں ایک تو یہی شریفیہ فن مناظرہ میں اور ایک شریفیہ حاشیہ کافیہ علم نحو میں اور ایک شریفیہ شرح مراجیہ علم فرائض میں ۲ از نزہۃ الخواطر باغی ہندوستان تذکرہ غوثیہ تذکرہ علماہند آثار الصنادید شاندار ماضی وغیرہ ۱۲

ادب دان ملازم جو علم دین کی قدر و قیمت کا جوہری تھا فرمان شاہی لے کر حاضر خدمت ہوا لیکن یہ شیخ ابا کر دو قدم از کنج عزلت بیرون نہ گذاشت شیخ نے انکار کر دیا اور گوشہ تنہائی سے قدم باہر نہ رکھا۔

جس دربار میں ایک ایک آیت کی تلاوت کے صلہ میں مسلم مسلم سیر حاصل گاؤں جاگیریں میں مل رہے ہوں اہل علم سونے میں تل رہے ہوں اور بادشاہ خود بلا رہا ہو۔ اس کی ذات سے کیا کیا توقعات قائم کی جاسکتی ہیں لیکن کنج عزلت کی حلاوت سے جس کا ایمانی ذوق چاشنی گیر ہو چکا تھا اس نے دکھادیا کہ شاہجہاں جیسے دراز کمند والے بادشاہوں کی رسائی بھی ان بلند آشیانوں تک نہیں ہے جنہوں نے ہر قسم کی غیر اللہی شاخوں کو کاٹ کر الا اللہ کی بلند ترین شاخ پر اپنا نشیمن بنالیا ہے۔

آنکہ آں داد بشاہاں بگدایاں ایں داد   گنج زر گر نبود کنج قناعت باقی ست

طریقت و سلوک...... آپ بچپن ہی میں اپنے والد محترم شیخ محمد مصطفیٰ سے خرقہ تصوف زیب تن کر چکے تھے لیکن والد محترم کے زیر تربیت شغل ذکر واذکار کا موقعہ نہ ہو سکا اور آپ جونپور آکر تحصیل علم میں مشغول ہو گئے کچھ دنوں کے بعد شیخ طیب بن معین بنارسی سے سرسری ملاقات ہوئی پھر "منڈواڈیہ" مقام میں جو بنارس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے دوبارہ ملاقات ہوئی اور کچھ دنوں تک ان کی صحبت میسر آئی آپ نے چاہا کہ بحث واشتغال کو چھوڑ کر ان سے طریقت حاصل کریں مگر شیخ راضی نہ ہوئے اور جونپور جانے کا حکم فرمایا چنانچہ آپ جونپور واپس ہو گئے اور یہاں کے اساتذہ کرام سے علم کی تحصیل کی فراغت کے بعد پھر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقہ چشتیہ قادریہ سہروردیہ میں داخل ہو کر ایک مدت تک شیخ کے زیر سایہ ذکر واشغال میں مشغول رہے یہاں تک کہ رتبہ مشیخت کو پہنچ گئے۔ ۱۰۴۰ھ میں شیخ نے خرقہ خلافت سے نوازا اور ایک وثیقہ بھی لکھ دیا علاوہ ازیں طریقہ قادریہ میں شیخ شمس الدین محمد بن ابراہیم حسنی اور شیخ موسیٰ بن حامد بن عبد الرزاق سے اور طریقہ چشتیہ سہروردیہ میں شیخ احمد الحلیم مانکپوری سے اور طریقہ قلندریہ مداریہ فردوسیہ میں شیخ عبد القدوس بن عبد السلام جونپوری سے بھی اجازت حاصل ہے، آپ کے ملفوظات شیخ نصرت جمال ملتانی نے گنج ارشدی میں اور مودود بن محمد حسین جونپوری نے جمع کیے ہیں۔

وفات...... بروز جمعہ ۹ رمضان المبارک ۱۰۸۳ھ میں عین نماز فجر کے تحریمہ کی حالت میں داعی اجل کو لبیک کہا اور آغوش رحمت میں جا پہنچے۔

تصانیف...... (۱) رشیدیہ مناظرہ میں (۲) شرح ہدایۃ الحکمۃ حکمت اور فلسفہ میں (۳) شرح اسرار المخلوقات (۴) مقصود الطالبین اوراد میں (۵) زاد السالکین (۶) حواشی مختصر عضدی کلام میں (۷) حواشی کافیہ (۸) خلاصۃ النحو علم نحو میں (۹) دیوان شعر

حواشی رشیدیہ...... (۱) حاشیہ رشیدیہ از حافظ امان اللہ بن نور اللہ بن حسین بنارسی متوفی ۱۱۳۳ھ

(۲) حاشیہ رشیدیہ از مولانا برکت اللہ بن محمد احمد اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی (۳) حمیدیہ حاشیہ رشیدیہ از مولانا فیض الحسن بن مولانا فخر الحسن سہارنپوری (۴) منہیات از شارح غلام عبد الرشید صاحب [1]

(۸۸) صاحب ہدایۃ الحکمۃ

فاضل اثیر الدین مفضل بن عمر ابہری متوفی ۶۶۰ھ کی تصنیف ہے جن کا تذکرہ ایساغوجی کے ذیل میں گزر چکا۔

فہرست حواشی و شروح ہدایۃ الحکمۃ

نمبر شمار	شرح	مصنف	سنہ وفات
۱	شرح ہدایۃ الحکمۃ	مولانا احمد زادہ بن محمود ہردی خزیاتی	-
۲	=====	قاضی میر حسین بن معین الدین حسینی میبذی	۹۱۰ھ
۳	=====	فاضل محمد بن شریف حسینی	-

[1] نزہۃ الخواطر ابجد العلوم حدائق حنفیہ نظام تعلیم و تربیت وغیرہ ۱۲۔

۴	=====	شمس الدین محمد بن مبارک شاہ بخاری	ــ
۵	=====	شیخ قطب الدین جیلی	ــ
۶	=====	شیخ معین الدین سالمی	ــ
۷	=====	شیخ سعید الدین مسعود بن محمد قزوینی	ــ
۸	=====	مولانا امین الدولہ	ــ
۹	=====	خواجہ صائن الدین	ــ
۱۰	حاشیہ ہدایۃ الحکمۃ	شیخ فصیح الدین محمد نظامی	۹۱۹ھ
۱۱	شرح ہدایۃ الحکمۃ	مولوی سعد اللہ بن عبد الشکور سلونی	۱۱۳۸ھ
۱۲	=====	مولانا عبد الحق بن فضل امام خیر آبادی	۱۳۱۶ھ

(۸۹) فاضل میبذی

نام و نسب...... نام میر حسین لقب کمال الدین اور والد کا نام معین الدین ہے نسبا حسینی ہیں اور قصبہ میبذ کے باشندے ہیں کہا جاتا ہے کہ آپ کے یہاں سوتی فرش وغیرہ بہت عمدہ قسم کے تیار ہوتے تھے۔

تحقیق میبذ...... میبذ بفتح میم وسکون یا وضم باء موحدہ اطراف اصبہان میں ایک مشہور قصبہ ہے جو شہر یزد سے تقریباً چار فرسخ پر واقع ہے صاحب روضات الجنات وغیرہ نے میبذ بکسر باء بروزن مسجد ضبط کیا ہے فی القاموس ان ذلك الاسم علی وزن میسر بلد قرب یزد لیکن شہر یزد اور اس کے اطراف میں یہ لفظ عام طور سے باء کے فتحہ کے ساتھ بولا جاتا ہے۔

مختصر تعارف...... موصوف افضل علماء عراق بلکہ اعاظم دانشمندان آفاق میں سے تھے عنفوان شباب میں شیراز پہنچے اور محقق دوانی سے علوم کی تحصیل کی اور مملکت یزد میں ایک مدت تک عہدہ قضا پر فائز رہے صاحب معجم نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ "آپ علما متاخرین وماہرین متکلمین میں سے بڑے عالم صاحب تصانیف کثیرہ تھے۔

فارسی شعر و شاعری...... سے کافی ذوق تھا اور منطقی تخلص کرتے تھے ذیل کے اشعار آپ ہی کی طرف منسوب ہیں۔

ذکر شب آمد و من مبتلائے ہجرانم — کجا روم چہ کنم چارہ نمی دانم

از حسن بیحد تو ای نازنین شمائل — عاقل شد ستد ہمو جنوں شد ست عاقل

اگر سلطان بہنز دمن فرستد — کہ بفرست از برائے من اساسی

سر قاضی عبیدی را فرستم — کہ باشد طبل بازی یا فطاسی

تصانیف...... (۱) جام گیتی نما (۲) شرح دیوان حضرت علی رضی اللہ عنہ بزبان فارسی (۳) شرح کافیہ (۴) شرح ہدایۃ الحکمت (۵) شرح طوالع (۶) شرح شمسیہ (۷) رسالہ فی المعماء وغیرہ آپ کی عمدہ تصانیف ہیں صاحب روضات الجنات نے آپ کی تصانیف کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے "منها كتابه المعروف الموسوم بالهدايت الاثير يت في محكمت والكلام" مگر یہ غلط ہے کیونکہ ہدایۃ الحکمۃ متن آپ کا نہیں بلکہ علامہ اثیر الدین ابہری کا ہے جس کی آپ نے شرح کی ہے۔

وفات...... تاریخ محمدی میں ہے کہ آپ نے ۹۱۰ھ میں وفات پائی، بعض حضرات نے ۹۰۴ھ لکھا ہے۔

فہرست حواشی کتاب میبذی

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ میبذی	شیخ مصطفیٰ بن یوسف مشہور خواجہ زادہ	۸۹۳ھ

۲	=====	شیخ مصلح الدین محمد بن صلاح الدین لاری	۹۷۷ھ
۳	=====	شیخ نصر اللہ بن محمد خلخالی	
۴	=====	شیخ لطف اللہ بن الیاس رومی	۹۲۹ھ
۵	=====	امیر فخر الدین استر آبادی	
۶	=====	ملا عبد الحکیم سیالکوٹی	۱۰۶۷ھ
۷	=====	مولوی محمد اسماعیل مراد آبادی	۱۲۵۳ھ
۸	=====	مولوی عین القضاۃ	
۹	=====	سید علی جعفر الہ آبادی	۱۲۴۵ھ
۱۰	=====	مولوی برکت اللہ بن محمد نعمت اللہ لکھنوی [۱]	

(۹۰) صاحب صدرا

نام و نسب...... نام محمد اور لقب صدر الدین ہے والد کا نام ابراہیم اور لقب فخر الدین ہے، حارث بن کلدہ طبیب عرب کی نسل سے ہیں اور شیرازی الاصل ہیں آپ کی مادری زبان فارسی اور تصنیف و تالیف کی زبان عربی ہے استاذ کے نام سے مشہور ہیں آپ کی تاریخ پیدائش معلوم نہیں ہو سکی۔

تحصیل علوم...... آپ نے اکثر علوم متعارفہ شیخ بہاء الدین عاملی سے حاصل کیے اور طب کی بعض کتابیں محمد باقر بن عماد الدین محمود شیرازی سے پڑھیں۔ ۱۰۱۱ھ میں ہندوستان آئے اور حکیم علی گیلانی سے استفادہ کیا آپ کے بھائی نبل بیگ آپ سے پہلے ہی ہندوستان آچکے تھے۔

شاہی تقرب...... موصوف جوانی کے عالم میں ہندوستان آئے اکبر شاہ کا قرب حاصل ہوا اور حکومت کی طرف سے زمرہ اطباء میں داخل ہوگئے جہانگیر نے آپ کو "مسیح الزماں" کے معزز خطاب سے نوازا پھر شاہجہاں نے آپ کیلئے پچاس ہزار روپیہ سالانہ وظیفہ مقرر کیا کچھ عرصہ کے بعد آپ نے علاج معالجہ کو باندیشہ مضرت ترک کر دیا تو شاہ جہاں نے آپ کو "عرض مکررہ کے عہدہ پر سرفراز کیا۔

زیارت حرمین شریفین...... ۱۰۳۳ھ میں حج وزیارت کیلئے حرمین شریفین تشریف لے گئے اس سے قبل دور جہانگیر میں بھی ایک بار حاضری ہو چکی تھی حج سے واپسی کے بعد شاہ جہاں نے شہر سورت کا حاکم بنادیا ومن ابیاتہ

یگذر راز خود کہ زخود ہر کو ہائی یابد — گر بصد قید گرفتار بود آزاد است

عقیدہ اور مسلک...... فیض الباری میں ہے کہ صدر الدین شیرازی شیعہ صوفی ہیں صحابہ کرام پر سب و شتم نہیں کرتے لیکن شیخ ابو الحسن اشعری اور فخر الدین رازی کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔

وفات...... شاہنواز خان نے "ماثر الامراء" میں لکھا ہے کہ آپ نے ۱۰۶۱ھ میں کشمیر میں وفات پائی قاموس الاعلام میں سنہ وفات ۱۰۵۹ھ مرقوم ہے۔

تصانیف...... حاشیہ صدرا آپ کی معرکتہ الاراء تصنیف ہے جو آج بھی داخل درس ہے اس کے علاوہ شواہد الربوبیۃ اور اسفار اربعہ اسرار الآیات، انوار البینات، اکسیر العارفین، تفسیر سورۂ واقعہ، حاشیہ بر شرح تجرید القوشجی، الرسالۃ العربیہ، المبداء، والمعاد اور مفاتیح الغیب شرح اصول الکافی المشاعر، ثمان رسائل وغیرہ بہترین تصانیف ہیں۔

[۱] از روضات الجنات حبیب السیر کشف الظنون ہفت اقلیم تحفہ سامی تاریخ محمدی ۱۲۔

فہرست حواشی کتاب صدرا

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	شوہۃ الحواشی لازالۃ الغواشی	مولوی تراب علی بن شجاعت بن محمد دولت لکھنوی	۱۲۸۱ھ
۲	حاشیہ صدرا	قاضی مرتضیٰ علی بن مصطفےٰ گوپاموی	۱۲۵۱ھ
۳	=====	سید دلدار علی بن معین الدین بن عبد الھادی لکھنوی	۱۳۳۵ھ
۴	=====	مولانا بحر العلوم عبد العلی بن نظام الدین بن قطب الدین	
۵	=====	مولوی فیض احمد بن غلام احمد بن شمس الدین بدایونی	۱۲۷۴ھ
۶	=====(صغیر)	مولوی محمد اعلم سندیلوی	اواخر ۱۲۰۰ھ
۷	=====(کبیر)	=======	==
۸	=====(اکبر)	=======	==
۹	=====	مولانا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ	۱۲۰۹ھ
۱۰	=====(تا بحث ہیولی)	مولانا محمد معین بن محمد مبین لکھنوی	۱۳۵۸ھ
۱۱	=====	ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی	۱۱۶۱ھ
۱۲	=====	مولانا ولی اللہ بن حبیب اللہ بن ملا محب اللہ فرنگی محلی	۱۲۷۰ھ
۱۳	=====	مفتی عنایت احمد بن منشی بخش کاکوروی [۱]	۱۲۷۹ھ

(۹۱) صاحب شمس بازغہ

نام و نسب...... آپ کا نام محمود ہے اور والد کا نام محمد اور دادا کا نام بھی محمد ہے آپ نسبا فاروقی ہیں اور وطن عزیز جونپور ہے یہیں ۹۹۳ھ میں پیدا ہوئے اور جد امجد شاہ محمد کی گود میں پرورش پائی۔

تحصیل علوم...... آپ نے کتب درسیہ اپنے جد امجد شاہ محمد سے پڑھیں پھر استاذ الملک محمد افضل بن حمزہ عثمانی جونپوری کی خدمت میں رہے اور آپ سے استفادہ کیا سترہ سال کی عمر میں تحصیل علوم سے فراغت پائی اور علماء کبار و فقہاء مدار میں سے ہوگئے۔

علو مقام...... محمد یحیٰ بن محمد امین عباس الہ آبادی نے "وفیات الاعلام" میں اور سید غلام علی بن محمد نوح حسینی بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں وہ ہی مجدد ہوئے ایک شیخ احمد سرہندی علم حقائق میں اور دوسرے ملا محمود جونپوری علوم حکمیہ وادبیہ میں۔

میں کہتا ہوں کہ تیسرے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی ہیں فانہ کان عدیم النظیر فی الفلسفۃ الالٰھیۃ

پختگی علم......علما بیان کرتے ہیں کہ آپ سے تمام عمر میں کوئی ایسا قول صادر نہیں ہوا جس سے آپ نے رجوع کیا ہو، آپ کی عادت تھی کہ جب کوئی آپ سے کچھ پوچھتا اگر آپ کی طبیعت حاضر ہوتی تو اس کا جواب دیتے ورنہ کہہ دیتے کہ اس وقت میری طبیعت حاضر نہیں ہے۔

صاحب تذکرہ علماء ہند لکھتے ہیں "اگر بوجودش سرزمین جونپور بمرز بوم شیراز تفاخر جست روا بودے۔"

فن نائکا بھید...... آپ نے ہندوستان کے خاص فن "نائکا بھید" کا بھی کافی مطالعہ کیا اور اس میں ایک مستقل کتاب بھی

---

[۱] از نزہۃ الخواطر تذکرہ علماء ہند قاموس الاعلام وغیرہ ۱۲

لکھی نائکا بھید کیا ہے۔ مولانا آزاد نے اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے۔

آں چناں ست کہ ہندیان معشوقہ را باعتبار اداء واندازو درجات عمر و مراتب الفت و بے الفتی وغیر ذلک چندان قسم نقشہ اندو ہر قسم را نامے معین ساختہ واشعار آبداء در ہر قسم بہ نظم آوردہ

وہ اس طرح ہے کہ ہندوستانی معشوقہ کو اداء وانداز درجات عمر اور الفت و بے الفتی وغیرہ کے مراتب کے اعتباء سے بہت سی اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر قسم کا ایک خاص نام مقرر کیا ہے اور ہر قسم کے بارے میں آبدار اشعار نظم کئے ہیں

شاہی تقرب...... جب تخت تیموری پر شاہ جہاں جیسا دین پرور معارف پژدہ بادشاہ جلوہ افروز ہوا جس کے استغناو تعغف کا کنگرہ اتنا بلند تھا کہ مغل امپائر کے سلاطین کی بھی وہاں رسائی نہ تھی اور قدر دانیوں کا شہرہ سن کر اقطار ارض سے علماو فضلا شاہی دربار کی طرف کھینچ کر چلے آئے تو جہاں پنجاب سے ملا عبدالحکیم ایک دفعہ نہیں دو دفعہ بزہ سنجیدہ ہو کر رولنہ ہوئے وہیں پورب سے ملا محمود جونپوری بادشاہ کے مقربین خاص میں داخل ہوئے۔

تحریک قیام رصد خانہ...... آپ ہی نے شاہ جہاں کو اس پر آمادہ کیا کہ جس طرح سلاطین پیشین نے اپنے اپنے ممالک میں مختلف زمانوں میں رصد خانے تیار کئے ہیں آپ بھی ہندوستان میں ایک رصد خانہ قائم کیجئے اور اس کیلئے مقام کا بھی انتخاب کر دیا لکھا ہے کہ

زینے کو برائے صد تجویز کردہ بود چندے بعد ظاہر شد کہ یکے از حکما پیشین آں محل برائے رصد اختیار

جو زمین رصد کیلئے تجویز کی تھی کچھ دنوں کے بعد معلوم ہوا کہ اس کو پہلے حکماء میں سے کسی نے رصد کیلئے پسند کیا تھا

شاہ جہاں نے آپ کی رائے کو قبول کیا مگر شاہی منظوری کے باوجود ہندوستان کا یہ رصد خانہ نہ بن سکا، لکھا ہے کہ عین موقعہ پر بلخ کی مہم پیش آ گئی وزیر نے ایسے وقت میں رصد خانہ کے مصارف کو غیر ضروری قرار دے کر تجویز کو ملتوی کر دیا۔

درس و تدریس...... جب آپ رصد خانہ کی تعمیر سے ناامید ہو گئے تو جونپور واپس آ گئے اور یہاں ایک عرصہ تک درس وافادہ میں مشغول رہے کچھ عرصہ کے بعد آپ کو شاہ شجاع بن شاہ جہاں نے بنگال بلا لیا آپ وہاں تشریف لے گئے شجاع مذکور نے آپ سے حکمت کی کتابیں پڑھیں اور نواب شائستہ خاں ابو طالب بن ابی الحسن اکبر آبادی نے "فرائد محمودیہ" اور شیخ نور الدین جعفر جونپوری اور عبد الباقی بن غوث الاسلام صدیقی وغیرہ نے دیگر کتب کی تعلیم حاصل کی۔

تحصیل طریقت...... ارض بنگالہ میں شیخ نعمت اللہ بن عطاء اللہ فیروز پوری سے ملاقات ہوئی آپ ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان سے علم طریقت حاصل کیا محمد یحیی عباسی نے "وفیات الاعلام" میں اذکار سے متعلق ان کا ایک رسالہ بھی نقل کیا ہے جو آپ نے شیخ مذکور سے حاصل کیا تھا۔

وفات...... ۹ ربیع الاول ۱۰۶۲ھ میں شہر جونپور میں وفات پائی تاریخ وفات "فخر آفاق" ہے قبر شہر سے باہر ہے اور مشہور ہے آپ کی رحلت سے آپ کے استاذ شیخ محمد افضل اس قدر غمگین ہوئے کہ چالیس روز تک انھوں نے تبسم نہیں کیا اور چالیس روز کے بعد آپ بھی انہی سے ملحق ہو گئے۔

تصانیف...... معانی و بیان میں "الفرائد شرح الفوائد" "اقسام نسواں میں چہار ورقی" رسالہ "کتاب التسویہ کے رد میں "حرز الایمان" شعر و شاعری میں ایک "دیوان" فن حکمت میں "الحکمۃ البالغہ" اور اس کی شرح "شمس بازغہ" جس کے بارے میں علما کا اتفاق ہے کہ اس کے برابر آج تک علم حکمت میں کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی آپ کی تصانیف ہیں۔

فہرست حواشی کتاب شمس بازغہ

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ شمس بازغہ (ناتمام)	مولوی تراب علی بن شجاعت علی بن محمد دولت	۱۲۸۱ھ

۲	حاشیہ بر دوحہ شمس بازغہ	مولوی ظہور اللہ بن محمد ولی بن غلام مصطفیٰ	
۳	حاشیہ شمس بازغہ	ملا محمد حسن بن قاضی غلام مصطفیٰ	۱۲۰۹ھ
۴	=====	ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی	۱۱۶۱ھ
۵	=====	ملا حمد اللہ بن حکیم شکر اللہ سندیولی	۱۱۶۰ھ
۶	=====	مولانا محمد یوسف	==
۷	=====	مولانا عبد الحلیم ؂	

(۹۲) صاحب ہدیہ سعیدیہ

نام و نسب اور پیدائش ...... آپ کا نام فضل حق ہے اور والد کا نام فضل امام اور دادا کا نام شیخ محمد ارشد ہے (پورا نسب صاحب مرقات کے حالات میں گزر چکا) آپ ۱۲۱۲ھ میں اپنے آبائی وطن خیر البلاد خیر آباد میں پیدا ہوئے والد ماجد مولانا فضل امام دہلی میں صدر الصدور تھے مولانا فضل حق کی تعلیم و تربیت آپ ہی کے زیر سایہ دہلی میں ہوئی۔

تحصیل علوم ...... آپ نے تیرہ سال کی عمر میں تمام مروجہ علوم عقلیہ و نقلیہ و آلیہ کی تکمیل کی چار ماہ اور کچھ روز میں قرآن پاک حفظ کیا دہلی میں ایک سے بڑھ کر ایک باکمال موجود تھا مفسرین محدثین فقہاء فلاسفہ، اولیا شعراء جس طبقہ پر نگاہ ڈالیے ع زکدام باغے ایئے گل کہ چنین خوش است بویت۔

بے ساختہ زبان پر آجاتا تھا والد ماجد نے مکان کے علاوہ ہاتھی اور پالکی پر بھی دربار آتے جاتے وقت ساتھ بٹھا کر درس دینا شروع کیا اور علوم آلیہ میں صغر سنی ہی میں اپنا جیسا یگانہ روزگار بنا دیا۔

منقولات میں حضرت شاہ عبد القادر اور شاہ عبد العزیز صاحب کی بارگاہ فیض پناہ سے علم حدیث کی خوشہ چینی کی۔

فطانت و ذہانت ...... شاہ عبد العزیز صاحب نے جب رد شیعہ میں تحفہ اثنا عشریہ محققانہ انداز میں تحریر فرمائی تو شیعان ہند کی طرح اہل تشیع ایران میں بھی ہیجان پیدا ہوا ایران سے میر باقر داماد صاحب افق مبین کے خاندان کا متجر عالم و مجتہد لونتوں پر کتب فریقین بار کر کے شاہ صاحب سے مناظرہ کیلئے دہلی پہنچا خانقاہ میں داخل ہوتے پر شاہ صاحب نے فرائض میزبانی ادا کئے اور مناسب جگہ قیام کیلئے تجویز فرما کر رخت سفر کھلوایا شام کو فضل حق صاحب حاضر ہوئے تو شاہ صاحب کو مصروف مہمان نوازی دیکھ کر کیفیت معلوم کی تھوڑی دیر حاضر خدمت رہ کر بعد مغرب مجتہد صاحب کی خدمت میں پہنچے، مزاج پرسی کے بعد کچھ علمی گفتگو کا سلسلہ شروع کر دیا مجتہد صاحب نے پوچھا میاں صاحبزادے کیا پڑھتے ہو۔ عرض کیا شرح اشارات، شفاء اور افق مبین وغیرہ دیکھتا ہوں، مجتہد کو بڑی حیرت ہوئی افق مبین کی کسی عبارت کا مطلب پوچھ لیا علامہ نے ایسی مدلل تقریر کی کہ متعدد اعتراضات صاحب افق مبین پر کر گئے معزز مہمان نے اعتراضات کی جوابدہی کی کوشش کی تو ان کو جان چھڑانا اور بھی دوبھر ہو گیا، جب خوب عاجز کر لیا تو اپنے شبہات کے ایسے انداز میں جوابات دے کر تمام ہمراہی علما بھی انگشت بدنداں ہو گئے۔

اے عقل راز رایت روشن شدہ مسائل ۔۔۔ دے وہم راز ذہنیت حل گشتہ جملہ مشکل

آخر میں آپ نے یہ بھی اظہار کر دیا کہ شاہ صاحب کا ادنیٰ شاگرد اور کفش بردار ہوں اور اظہار معذرت کرتے ہوئے رخصت ہوئے۔ علما ایران نے اندازہ کر لیا کہ اس خانقاہ کے بچوں کے علم و فضل کا جب یہ عالم ہے تو خود صاحب خانقاہ کا کیا حال ہو گا۔ صبح کو جب خیریت طلبی مہمانان کیلئے شاہ صاحب نے آدمی بھیجا تو پتہ چلا کہ آخر شب میں دہلی ہی سے روانہ ہو چکے ہیں شاہ صاحب کو بڑی حیرت ہوئی سبب ناخوشی مہمانان معلوم کرنے کی کوشش فرمائی تو فضل حق کی کرشمہ سازیوں کا راز

؂ از نزہۃ الخواطر ابجد العلوم حدائق الحنفیہ تذکرہ علماء ہند نظام تعلیم و تربیت

کھلا پلا کر بہت ڈانٹا کہ مہمانوں کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جاتا وہ ہم سے گفتگو کرنے آئے ہم خود ان سے نبٹ لیتے۔

ذوق شعر و شاعری...... عالم و فاضل، فقیہ و محدث، ادیب کامل، لغت و حکمت اور فلسفہ میں امام ہونے کے ساتھ ساتھ شعر گوئی و سخن فہمی میں بھی کمال حاصل تھا بچپن ہی سے شعر کہنا شروع کیا عربی فارسی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی فرمائی فارسی شاعری کیلئے فرقتی تخلص رکھا کہتے ہیں۔

فرقتی در کعبہ رفتی بارہا ۔۔۔ نا مسلماں نا مسلمانی ہنوز

ادب عربی میں وہ کمال پیدا کیا کہ عرب کے معاصرین شعراء سے کہیں سبقت لے گئے عربی میں آپ نے پچاسوں قصیدے کہے جن میں نعت کا حصہ زیادہ ہے جمادی الاولی ۱۲۳۲ھ میں بمقام ہانسی اسی اشعار کا نعتیہ قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار یہ ہیں۔

یا سائلا عن شانه. یغینك عن تبیانه ۔۔۔ ومع جری فی شانه. هملا وفرط انانه

ماذاتسائل نازعا. قاصی المواطن نازحا ۔۔۔ عنها الیها نازعا. یشکوا اسا توقانه

فهواه فی هیجانه. وجواه فی دهجانه ۔۔۔ والطرف فی همعانه. والقلب فی خفقانه

عربی قصائد اور عربی نثر دیکھنا چاہو تو باغی ہندوستان اور آثار الصنادید دیکھو

حقانی سینہ اشعار کا خزینہ...... ایک روز کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک قصیدہ عربی زبان میں امراء القیس کے قصیدہ پر کہا اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لائے شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض کیا اس کے جواب میں آپ نے متقدمین کے بیس اشعار پڑھ دیے مولانا فضل امام صاحب نے فرمایا: بس حد ادب آپ نے جواب دیا کہ حضرت یہ کوئی علم حدیث و تفسیر تو ہے نہیں فن شاعری ہے اس میں بے ادبی کی کیا بات ہے شاہ صاحب نے فرمایا برخوردار تو سچ کہتا ہے مجھ کو سہو ہوا۔

آپ اتنے کثیر گو تھے کہ آپ کے اشعار چار ہزار شمار کئے گئے ہیں۔

درس و تدریس...... ۱۸۰۹ء سے ۱۸۵۸ء تک مسلسل پچاس برس درس دیا، عرب، ایران، بخارا، افغانستان اور دوسرے دور دراز ملکوں سے شائقین علم آکر شریک حلقہ درس ہوئے تیرہ برس کی عمر اور مسند تدریس پر روز افروزی عجیب سا واقعہ معلوم ہوتا ہے حلقہ درس میں معمر و صاحب ریش و بروت تلامذہ اور قدماء کی کتابیں زیر درس

ایں سعادت بزور بازو نیست ۔۔۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مولوی رحمان علی خاں اپنا مشاہدہ لکھتے ہیں کہ میں نے ۱۲۶۴ھ میں پوری ایک صدی کی بات ہے اس وقت علامہ کی عمر باون سال کی تھی) بمقام لکھنو مولانا کو دیکھا کہ حقہ نوشی کی حالت میں شطرنج بھی کھیلتے جاتے اور ایک طالب علم کو افق مبین کا درس اس خوبی سے دیتے تھے کہ مضامین کتاب طالب علم کے ذہن نشین ہوتے جاتے تھے۔

تلامذہ...... ہزاروں شاگردوں میں سے چند مشہور تلامذہ جو اپنے وقت کے امام الفن سمجھے جاتے تھے حسب ذیل ہیں شمس العلماء مولانا عبدالحق خیر آبادی، مولانا ہدایت اللہ خاں جونپوری ادیب جلیل مولانا فیض الحسن سہارنپوری (استاذ علامہ شبلی نعمانی) مولانا جمیل احمد، مولانا سلطان احمد بریلوی، مولانا عبداللہ بلگرامی، مولانا عبدالقادر بدایونی، مولانا شاہ عبدالحق کانپوری، مولانا ہدایت علی بریلوی (استاذ مولانا فضل حق رامپوری) مولانا غلام قادر گوپاموی، مولانا خیر الدین دہلوی (والد مولانا ابوالکلام آزاد)

ملازمت...... والد ماجد کے انتقال کے وقت علامہ کی عمر اٹھائیس سال تھی خاندانی ذمہ داریوں کا بار پڑا اکبر شاہ ثانی کا زمانہ تھا دلی میں ریزیڈنٹ رہا کرتا تھا اس کے محکمہ کے سر رشتہ دار ہو گئے کچھ عرصہ کے بعد ریزیڈنسی سے کمشنری میں اپنے آپ کو تبدیل کرالیا یہاں رنگ بے رنگ تھا یہ نازک مزاج واقع ہوئے تھے حکام تنگ مزاج حفظ مراتب کہاں۔ ارباب علم اور بے علم سب ایک نگاہ سے دیکھے جاتے تھے آپ نے استعفاء دیدیا۔

دہلی سے جھجر وغیرہ...... جب آپ نے ریزیڈنٹ دہلی کی ملازمت ترک کی تو نواب فیض محمد خاں والی جھجر نے موقع غنیمت جانا اور فوراً مبلغ پان صدر روپیہ ماہانہ کی پیش کش کی اور قدردانی کے ساتھ اپنے پاس بلالیا ایک عرصہ تک جھجر رہے پھر مہاراجہ انور نے بلالیا، انور سے آپ سہارنپور گئے بعد ازاں نواب یوسف علی خاں نے رام پور بلالیا اور آپ آٹھ برس رامپور میں رہے، نواب نے خود تلمذ اختیار کیا اور محکمہ نظامت اور مرافعہ عدالتین میں منسلک کردیے گئے پھر لکھنو میں پہلے صدر الصدور بنائے گئے اور جب ایک نئی کچہری "حضور تحصیل" کے نام سے بنی تو اس کے مہتمم قرار پائے۔

ہر دلعزیزی...... ابوظفر بہادر شاہ جو خود بھی شعر و سخن کا شاہ تھا اور اہل علم کی قدردانی میں بھی شاہانہ شان رکھتا تھا اس کو علامہ سے یہاں تک تعلق خاطر تھا کہ جب آپ دہلی کی ملازمت ترک کرکے جھجر جانے لگے اور وداعی ملاقات کیلئے ولی عہد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بہادر شاہ نے اپنا خاص دوشالہ آپ کو اڑھایا اور آبدیدہ ہو کر کہا۔

ہر گاہ شما می گویند کہ من رخصت می شوم مرا جزاین کہ پذیرم گریز نیست اما ایزد داناداند کہ لفظ وداع از دل برزباں نمی رسد الا بصد جر ثقیل۔

آپ فرمارہے ہیں کہ میں رخصت ہوتا ہوں میں بھی مجبور ہوں قبول کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں مگر خدائے علیم خوب جانتا ہے سینکڑوں جر ثقیل کام میں لائے جائیں تب کہیں لفظ وداع دل سے زبان تک آسکتا ہے۔

گرفتاری و قید بند...... فتنۃ الہند کے ہنگامہ میں انگریزوں نے آپ کو بالزام غدار بعبور دریائے شور کی سزادی تھی جہاں پہلے آپ کو صفائی کے کام پر لگایا گیا آپ برہنہ یا صرف ایک لنگی اور کمبل کا کرتہ پہنے کوڑا کرکٹ صاف کرتے اور ٹوکرے میں اکٹھا کرکے پھینک آتے، اس کے علاوہ اور طرح طرح کی اذیتیں جیل خانہ میں سہتے رہے جن کا خاکہ خود مولانا نے اپنی تصنیف "الثورۃ الہندیہ" میں کھینچا ہے۔

کس قدر سہولت...... کچھ دنوں بعد آپ کو محرری کے کام پر لگادیا گیا اور اس تبدیلی کا سبب آپ کا علمی تجر ہوا۔ صورت یہ ہوئی کہ سپرنٹنڈنٹ کے پاس علم ہیت کی ایک قلمی کتاب تھی سپرٹنڈنٹ کے یہاں ایک مولوی صاحب کام کرتے تھے اس نے وہ کتاب مولوی صاحب کو دی کہ اس کی غلطیاں درست کردیں مولوی صاحب یہ کتاب علامہ کے پاس لے آئے آپ نے نہ صرف عبارتیں درست کیں بلکہ جگہ جگہ مضمون کی بھی تصحیح و توضیح کردی اور کتابوں کے حوالے بھی درج کردیے، سپرنٹنڈنٹ کو جب مولانا کے علم و فضل کا احساس ہوا تو اس نے صفائی کی خدمت سے ہٹا کر محرری پر لگادیا اور حکومت سے رہائی کی سفارش بھی کردی۔

دل بے تاب کو یہ کہہ کے سنبھالا شب غم ٹھہر اب صبح کے آثار نظر آتے ہیں

پروانہ رہائی اور موت کا پیغام...... علامہ کے صاحبزادے مولوی شمس الحق اور خواجہ غلام غوث بیجز میر منشی لفٹنٹ گورنر کی کوششیں برابر جاری رہیں ادھر انڈومان کے سپرنٹنڈنٹ جیل نے بھی سفارش کی تھی نتیجہ میں کامیابی ہوئی یعنی رہائی کا حکم ہوگیا۔

ازیں نوید مبارک کہ ناگہاں آمد بشارتے بدل و مثردہ بجاں آمد

لیکن عجیب و غریب اور نہایت تکلیف دہ اور دل خراش صورت پیدا ہوئی کہ مولانا شمس الحق صاحب پروانہ رہائی حاصل کرکے انڈمان پہنچے جہاز سے اتر کر شہر میں گئے۔

دریں چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش ست زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش ست

ایک جنازہ نظر پڑا جس کے ساتھ بڑا اژدحام تھا عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کل ۱۲ صفر ۱۲۷۸ھ کو علامہ فضل حق خیر آبادی جیسا آفتاب علم و عمل دیار غربت میں غروب ہوگیا اسے سپرد خاک کرنے جارہے ہیں۔

قسمت کی بدنصیبی کہاں ٹوٹی ہے کمند دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

یہ بھی بصد حسرت و ماس شریک دفن ہو گئے آپ کا مزار اب تک مرجع انام اور زیارتگاہ خاص و عوام ہے اور آج بھی بر زبان حال کہہ رہی ہے۔

تلک آثارنا تدل علینا فانظروا بعدنا الی الاثار

تصانیف...... علامہ نے درس و تدریس اور تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہمیشہ جاری رکھا خاص اور اہم مجبوریوں کے سوا کبھی اس سے تساہل نہ ہوتا آپ کی درجنوں تصانیف ہیں جن میں مشہور حسب ذیل ہیں۔

(۱) الجنس افعالی شرح جواہر العالی (۲) حاشیہ افق مبین (۳) حاشیہ تلخیص الشفا (۴) رسالہ تشکیک ماہیات (۵) رسالہ کلی طبعی (۶) رسالہ علم و معلوم (۷) روض الجودنی تحقیق حقیقۃ الوجود (۸) رسالہ قاطیغوریاس (۹) رسالہ تحقیق حقیقۃ الاجسام (۱۰) الشورۃ الہندیہ (۱۱) قصائد فتنۃ الہند (۲ض) مجموعۃ القصائد (۱۳) امتناع النظیر (۱۴) تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی (۱۵) حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک اس کی جو شان ہے اس سے طلبہ و علما بخوبی واقف ہیں ساری تصانیف میں حاشیہ قاضی پر علامہ کو کتنا فخر تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جزیرہ انڈمان میں بعض، اسیر فرنگ علما نے دریافت کیا کہ ہندوستان میں کیا یادگار چھوڑی ہے۔ فرمایا دو یادگاریں چھوڑ آیا ہوں ایک حاشیہ شرح سلم قاضی مبارک اور دوسری یادگار برخوردار عبد الحق۔

(۱۶) ہدیہ سعیدیہ...... خلف الرشید عبد الحق کو ریزیڈنسی آتے جاتے وقت ہاتھی پالکی میں جو سبق دیے جاتے تھے ہدیہ سعیدیہ انہی کا مجموعہ ہے علامہ روز ایک سبق تحریر فرمالیتے تھے وہی راستہ میں صاحبزادے کو پڑھا دیتے تھے، فلکیات تک یہی سلسلہ رہا جب معتدبہ حصہ ہو گیا تو تلامذہ نے کتابی شکل دینے پر اصرار کیا علامہ نے طلبا کی آرزوؤں کو پامال نہ کرتے ہوئے تصنیفی حیثیت سے قلم اٹھایا اہل علم مابعد الاجسام اور عنصریات کے اس فرق کو بخوبی محسوس کر سکتے ہیں، فلکیات تک یہ معلوم ہوتا ہے کہ مبتدیوں کیلئے کتاب لکھی گئی ہے لیکن عنصریات میں شہباز قلم کی بلند پروازی کچھ اور ہی کہہ رہی ہے سعادتمند فرزند ہی کی مناسبت سے ہدیہ سعیدیہ نام بھی رکھا گیا ہے نواب محمد سعید خاں والی رامپور کے نام کا لحاظ بھی ضمناً پیش نظر تھا اس کتاب میں زمین کی حرکت پر کافی دلائل قائم کر کے موجودہ سائنس کی تحقیقات کو غلط ثابت کیا ہے۔

حواشی ہدیہ سعیدیہ...... (۱) ہدایۃ الہندیۃ علی ہدیۃ السعیدیہ، از شمس العلماء، عبد الحق بن فضل حق بن فضل امام خیر آبادی (۲) حاشیہ ہدیہ سعیدیہ از حافظ عبد اللہ بن سید آل احمد بلگرامی متوفی ۱۳۰۵ھ۔[1]

(۹۳) صاحب ملخص چغمینی

نام و نسب اور سکونت...... محمود نام، ابو علی کنیت، شرف الدین لقب، والد کا نام محمد اور دادا کا نام عمر ہے چغمین کی طرف منسوب ہیں خوارزم کا ایک قریہ ہے خوارزم ایک مشہور روایت ہے جس میں بہت سے شہر ہیں اس کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال ہیں آثار البلاد میں ہے کہ اہل خوارزم کی زبان میں خوار بمعنی گوشت اور زم بمعنی لکڑی ہے جن لوگوں نے اس کو اول دہلے آباد کیا تھا ان کی غذا چونکہ شکار کا گوشت تھا اور وہاں لکڑی کے جنگلات بکثرت تھے اس لئے اس کو خوارزم کہنے لگے بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ جب ہرمز بن نوشیرواں نے یہاں قیام کیا اور اس کی زمین کو نرم پایا تو اس نے کہا: خوار زمین یعنی یہ زمین خوب نرم ہے پس اس کا نام خوارزم ہو گیا و قیل ان الحرب کسیبل علی سکانہا فقیل لبلاد ہم خوارزم

تعارف...... آپ فلکیات اور حساب کے زبردست عالم اور فن طب میں بڑی مہارت رکھتے تھے ہیئت بسیطہ میں آپ کی "الملخص" کتاب نہایت مقبول ہے جو ایک مقدمہ اور دو مقالوں پر مرتب ہے مقدمہ اقسام اجسام میں ہے اور پہلا مقالہ

[1] از باغی ہندوستان، حدائق حنفیہ، تذکرہ غوثیہ شاندار ماضی وغیرہ۔

اجرام علویہ میں اور دوسرا مقالہ بسائط سفلیہ میں ہے۔
آپ کی دوسری کتاب قانونچہ ہے جو آپنے ابن سینا کی "القانون" سے اخذ کر کے تالیف فرمائی ہے اس میں دس مقالے اور ہر مقالے کے تحت بہت سی فصلیں ہیں ، آپ کی یہ دونوں کتابیں داخل درس ہیں۔
اس کے علاوہ حساب میں ایک رسالہ، قوۃ الکواکب و ضعفہا کے نام سے ایک کتاب اور شرح طرق الحساب فی مسائل الوصایا بھی آپ ہی کی تالیف ہے۔
وفات......بس کشف الظنون وغیرہ میں آپ کا سن وفات ۶۱۸ھ تحریر ہے۔

فہرست شروح کتاب الملخص

نمبر شمار	شرح	مصنف
۱	شرح چغمینی	سید شریف علی بن محمد بن علی جرجانی
۲	=====	شیخ فضل اللہ العبیدی
۳	=====	شیخ کمال الدین ترکمانی
۴	=====	شیخ سنان الدین یوسف مشہور بقرہ سنان
۵	=====	شیخ محمد بن حسین بن رشید مشہدی خوارزمی
۶	=====	شیخ عبدالماجد
۷	=====	شیخ بدر الدین تابتی
۸	=====	شیخ عبدالواحد بن محمد
۹	=====	موسی پاشا بن محمد مشہور بقاضی زادہ رومی

(۹۴) شارح چغمینی

نام و نسب......نام موسی پاشا اور لقب صلاح الدین ہے قاضی زادہ رومی سے مشہور ہیں اور والد کا نام محمد اور دادا کا نام محمود ہے جو قوچہ آفندی سے مشہور ہیں۔
ان کے دادا قوچہ آفندی جامع علوم شرعیہ و علوم نقلیہ اور اپنے زمانہ کے مشہور ہر دلعزیز علما میں سے تھے شاہ مراد خاں نے ان کو ۷۷۰ھ میں بروسا کا قاضی بنادیا تھا جہاں آپ شاہ بایزید خاں کے زمانہ تک قیام پذیر رہے شارح چغمینی کے والد محمد بھی عالم و فاضل آدمی تھے مگر ان کی زندگی نے وفا نہ کی اور عنفوان شباب ہی میں انتقال کر گئے۔
تحصیل علوم......شارح چغمینی نے ابتدائی علوم کی تحصیل اپنے وطن روم میں کی اور جب اساتذۂ عجم کے کمال کا شہرہ سنا تو خراسان کا شوق دل میں پیدا ہوا اور چپکے چپکے سامان سفر کرنے لگے ان کی بہن خدا داد زیرکی سے بھائی کے ارادہ کو پاگئیں اور بجائے اس کے کہ رو پیٹ کر گھر بھر کو خبر کر دیتیں اپنا بہت ساز یور بھائی کے سامان سفر میں چھپا کر رکھ دیا تاکہ مسافرت میں خرچ کی طرف سے پریشانی نہ ہو بہن کے اس عزیز توشہ نے جو نفع دیا ہو گا اس کا اندازہ کوئی بھائی کے دل سے پوچھتا۔
خراسان پہنچ کر آپ نے یہاں کے مشائخ سے استفادہ کیا اس کے بعد ماوراء النہر پہنچے اور یہاں کے علما سے علوم کی تکمیل کی کہا جاتا ہے کہ آپ میر سید شریف کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوئے تھے مگر ان سے آپ کی کچھ بنی نہیں اس لئے چھوڑ کر چلے آئے۔

شاہی دربار تک رسائی...... جوہر فضل و کمال نے آپ کو شاہ سمر قند امیر اعظم الغ بیگ بن شاہرخ بن امیر تیمور کے یہاں پہنچایا، امیر مذکور نے نہ صرف یہ کہ ادب واحترام کیا بلکہ ان کے سامنے پیشانی طلب فرو کی اور کتب ریاضی کے علاوہ دیگر علوم کی بھی تعلیم لی۔

درس و تدریس...... سمر قند میں ایک بہت بڑا مدرسہ تھا جس میں بہت سی درسگاہیں طلبا کے قیام کیلئے حجرے، وسیع ہال اور مختلف فضلا وقت حضرات درس دیتے تھے شارح چغمینی اسی مدرسہ میں رئیس المدرسین تھے طریق درس یہ تھا کہ پہلے جملہ مدرسین تمام طلبا کو لے کر آپ کے درس میں شریک ہوتے اور جب آپ درس سے فارغ ہو کر مکان چلے آتے تب ہر ایک مدرس اپنی اپنی درسگاہ میں جاکر متعلقہ اسباق پڑھاتا، درس میں امیر اعظم الغ بیگ بھی گاہ بگاہ شریک ہوتا تھا، علاء الدین علی بن محمد قوشجی شارح تجرید جیسا ماہر علوم ریاضی اسی قاضی زادہ کا پالا ہوا مایہ ناز علمی فرزند ہے۔

خیر خواہی اور ہمدردی...... ایک مرتبہ امیر مذکور نے کسی مدرس کو علیحدہ کر دیا آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے مدرسہ جانا چھوڑ دیا امیر کو خیال آیا کہ شاید طبیعت ناساز ہے چنانچہ وہ عیادت کیلئے آئے دیکھا تو آپ بعافیت تھے امیر نے مدرسہ نہ آنے کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا کہ میرے شیخ نے مجھے وصیت کی تھی کہ ایسے دنیوی عہدوں کا ہرگز متولی نہ ہونا جن سے صاحب عہدہ کو عادتا معزول کر دیا جاتا ہو تو میں یہ سمجھتا تھا کہ تدریس کی یہ شان نہیں ہے مگر آپ کے معزول کرنے سے میرا خیال غلط سا ثابت ہوا امیر نے فورا معذرت پیش کی اور مدرس کو اس کے عہدہ پر بحال کر دیا تب آپ نے مدرسہ جانا شروع کیا۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر ... سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

قاضی زادہ اور ذوق ریاضی...... شارح چغمینی بقول میر سید شریف "غلب علی طبعہ الریاضیات" علم ریاضی کا بڑا دلدادہ تھا اور اس فن میں اس نے وہ کامل دستری بہم پہنچائی تھی کہ اپنے ہم عصروں بلکہ متقدمین ریاضیوں پر بھی فوقیت رکھتا تھا، عربی کی ریاضیات میں آپ کی شرح چغمینی جس پایہ کی کتاب ہے اس سے ریاضی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے جو ۸۱۴ھ کی تصنیف ہے اور اس وقت سے آج تک ہمارے کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہے علامہ شبلی نے "مقالات" میں لکھا ہے کہ محمد شاہ کے زمانہ میں جب راجہ جے سنگھ والی جے پور نے بیس لاکھ کے صرفہ سے رصد خانہ قائم کیا اور فن ریاضی کے ساتھ نہایت اہتمام کیا تو علما اسلام نے اس کے حکم سے شرح چغمینی اور ہیئت کی دیگر کتابوں کا ترجمہ بھاشا (ہندی زبان میں کیا۔)

وفات...... حدائق حنفیہ میں ہے کہ آپ نے ۳ رمضان ۸۹۹ھ میں وفات پائی۔

تصانیف...... شرح چغمینی کے علاوہ محقق نصیر الدین طوسی کی "التحریر" کا حاشیہ، احمد زادہ بن محمود ہروی کی شرح ہدایۃ الحکمۃ کا حاشیہ علم ہندسہ میں "اشکال التاسیس" کی شرح آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

فہرست حواشی شرح چغمینی

نمبر شمار	حاشیہ	مصنف	سنہ وفات
۱	حاشیہ شرح چغمینی	قاضی نور اللہ شوستری	
۲	=====	مفتی سعد اللہ مراد آبادی	۱۲۹۴ھ
۳	=====	مفتی عنایت احمد کاکوری	۱۲۷۹ھ
۴	=====	شیخ وجیہ الدین بن نصر اللہ بن عماد الدین گجراتی	۹۹۸ھ
۵	=====	شیخ فتح اللہ شروانی	
۶	=====	شیخ سنان پاشا یوسف بن خضر بیگ بن جمال الدین	۸۹۱ھ

۷	=====	شیخ عبد العلی بن محمد حسین برجندی	۹۱۱ھ
۸	شرح ==	شیخ بہاء الدین بن حسین عبد الصمد عاملی	۱۰۳۰ھ
۹	حاشیہ ==	امام الدین بن لطف اللہ ریاضی	۱۱۴۵ھ

(۹۵) صاحب تشریح الافلاک

نام و نسب...... آپ کا نام محمد، لقب بہاء الدین اور والد کا نام حسین اور لقب عزالدین ہے اسکندر بیگ نے "تاریخ عالم آرا" میں اور سید صدر الدین علی خاں بن نظام الدین نے "سلافۃ العصر" میں اور شیخ محمد بن حسن بن علی عاملی نے "امل الآمل فی ذکر علماء جبل عامل" میں آپ کے والد کا نام حسن بتایا ہے شجرہ نسب یوں ہے۔

شیخ بہاء الدین محمد بن شیخ عزالدین حسین بن عبد الصمد بن شمس الدین محمد بن علی بن حسن بن محمد بن صالح الحارثی الجبعی العاملی، حاج سید محمد شفیع بن اکبر موسوی نے روضۃ البہیہ میں آپ کا لقب امین الدین ذکر کیا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ آپ اپنی زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی بہاء الدین ہی سے مشہور ہیں عام سوانح نگار بھی یہی ذکر کرتے ہیں علاوہ ازیں آپ فارسی شاعری میں "بہائی" تخلص کرتے ہیں جو واضح دلیل ہے کہ آپ کا لقب بہاء الدین ہے نہ کہ امین الدین۔

تحقیق نسب...... ناحیہ شام میں جبل عامل کی طرف منسوب ہو کر العاملی کہلاتے ہیں اور قرائے جبل عامل میں سے قریہ "جبعہ" کی طرف منسوب ہو کر الجبعی الحارثی حارث ہمدانی کی طرف نسبت ہے جو خواص اصحاب امیر المومنین میں سے تھے۔

تاریخ پیدائش...... خلاصۃ الاثر اور سلافۃ العصر وغیرہ میں ہے کہ آپ بروز چہار شنبہ بوقت غروب آفتاب ۲۷ ذی الحجہ ۹۵۳ھ کو بعلبک شہر میں پیدا ہوئے، لولوئ البحرین قصص العلماء، فردوس التواریخ اور منتخب التواریخ وغیرہ میں یوم ولادت ۱۷ محرم الحرام اور روز پنج شنبہ مانا ہے ان کے مشہد پر ایک پتھر نصب ہے اس میں بھی یہی مکتوب ہے اس کی عبارت یہ ہے طلوع نیزہ لادتش در غروب پنج شنبہ شہر محرم الحرام در بعلبک در ۹۵۳ھ واقع لیکن اس پتھر کی عبارت کچھ زیادہ قابل اعتبار اس لئے نہیں ہے کہ یہ موصوف کی وفات کے ایک عرصہ دراز کے بعد نصب کیا گیا ہے۔

آباء و اجداد...... روضات الجنات اور مستدرک الوسائل وغیرہ میں خود شیخ کی زبانی منقول ہے کہ ہمارے آباء و اجداد اصحاب کرامات بزرگوں میں سے تھے اور ہمیشہ جبل عامل میں مشغول عبادت رہتے تھے میرے دادا شیخ شمس الدین محمد بن علی نے بیان کیا ہے کہ میری دادی بھی صاحب کرامت بزرگ تھیں ایام برف وباراں میں جب روٹی کا انتظام نہ ہوتا اور بچے بھوکے رہتے تو برف کا ٹکڑا تنور میں ڈال دیتی تھیں اور چند ہی منٹ بعد پکی پکائی روٹی تنور سے نکال کر کھلا دیتی تھیں۔

عام حالات زندگی...... ابتداء میں آپ نے اپنے والد بزرگوار سے تھوڑا بہت پڑھنے کے بعد اکابر وقت علماء سے تعلیم حاصل کی فراغت کے بعد مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے مگر بعد میں دنیوی مناصب ترک کر کے فقر و فاقہ کی زندگی کو ترجیح دی کئی بار حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے نجف مصر مکہ قدس حلب اصفہان سرندیپ وغیرہ مختلف ممالک کی تیس سال تک سیاحت کی مکہ مکرمہ میں مستقل چار سال اور مصر میں دو سال تک اقلیت پذیر رہے جب آپ سیاحت کرتے ہوئے اصفہان پہنچے اور شاہ عباس اول کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی تو اس نے آپ کو "مشیختہ العلماء" کے عہدے پر فائز کیا تھا نواب صدیق حسن خاں نے "خطیر القدس" میں یہ اشعار آپ ہی کی طرف منسوب کئے ہیں۔

للشوق الی حلیہ حیفنی باکی	لوان مقامی فلک الافلاک
یستقر من مشی الی روضتہا	المشی علی اجنحۃ الاملاک

درس و تدریس...... ایک عرصہ تک باب درس و افادہ کشادہ رہا دور دراز کے تشنگان علم آپ کے چشمہ فیض سے

سیراب ہوئے چند مشہور تلامذہ کے نام حسب ذیل ہیں۔
شیخ جواد اللہ بن سعد اللہ بن جواد بغدادی سید ابو علی ماجد بن ہاشم بن مرتضیٰ ملا محمد محسن بن مرتضیٰ بن محمود سید مرزا رفیع الدین محمد بن حیدر طباطبائی مولوی محمد شریف بن شمس الدین محمد اصفہانی ، ملا خلیل احمد بن غازی قزوینی۔
التفکر فی ایات اللہ...... شیخ بہاء الدین عاملی کا خود اپنا بیان ہے کہ جن آیات کے مضامین ومدلولات میں میرے والد نے مجھے تدبر وتفکر کی وصیت کی تھی وہ یہ تین آیات ہیں (۱) ان اکرمکم عنداللہ اتقکم (۲) تلك الدار الاخرة نجعلها للذين لايريدون علوا فی الارض ولافساوا والعاقبة للمتقين (۳) اولم نعمر کم مايتذ کرفيه من تذکر وجاء کم النذير
وفات...... ۴ شوال ۱۰۳۰ھ میں بیمار ہوئے اور سات روز علیل رہ کر ۱۲ شوال کی شب میں اصفہان میں وفات پائی مرزا اعتماد الدولہ ابو طالب نے تاریخ رحلت ان اشعار میں نظم کی ہے۔

رفت چوں شیخ زدار فانی — گشت ایوان جنانش ماوائے
دوستے جست زمن تاریخش — گفتمش شیخ بہاء الدین وائے

تصانیف...... آپ نے درجنوں کتابیں تصنیف کیں چوراسی تصانیف کا تذکرہ ”احوال واشعار فارسی شیخ بہائی“ میں موجود ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔
(۱) رسالہ اثناعشرہ (۲) اربعین حدیث (۳) اسرار البلاغہ (۴) مجموعہ اشعار فارسی وعربی (۵) بحر السحاب (۶) پند اہل دانش وہوش بزبان گربہ وموش (۷) تحفہ حاتمیہ در اسطرلاب برائے مرزا حاتم بیگ اعتماد الدولہ نوشتہ (۸) تنبیہ الغافلین۔ (۹) توضیح المقاصد۔ (۱۰) تہذیب البیان در علم نحو۔ (۱۱) جامع عباسی در فقہ بزبان فارسی۔ (۱۲) جبر ومقابلہ۔ (۱۳) جواب ثلث مسائل۔ (۱۴) جواب مسائل المدنیات۔ (۱۵) جواب مسائل الشیخ صالح الجزائری۔ (۱۶) جواہر الفرد۔ (۱۷) حاشیہ ارشاد الاذہان۔ (۱۸) حاشیہ تفسیر بیضاوی ناتمام۔ (۱۹) خلاصۃ الحساب۔ (۲۰) حاشیہ خلاصۃ الحساب۔ (۲۱) حاشیہ خلاصۃ الرجال۔ (۲۲) حاشیہ شرح عضدی۔ (۲۳) حاشیہ شرح مختصر الاصول (۲۴) حاشیہ مطول ناتمام (۲۵) جبل المتین (۲۶) حدائق الصالحین۔ (۲۷) حدیقۃ الہلالیۃ (۲۸) حل جروف القرآن (۲۹) حواشی اثناء عشریہ (۳۰) حواشی تشریح الافلاک (۳۱) حواشی زبدہ۔ (۳۲) حواشی شرح تذکرہ۔ (۳۳) حواشی شرح تہذیب الاصول۔ (۳۴) حواشی تفسیر کشاف (۳۵) رسالہ تضاریس الارض (۳۶) شرح شرح چغمینی (۳۷) شرح فرائض نصیریہ (۳۸) صراط مستقیم (۳۹) طوطی نامہ۔ (۴۰) عروۃ الوثقی (۴۱) عین الحیوۃ (۴۲) فوائد صمدیہ (۴۳) تشریح الافلاک
حواشی تشریح الافلاک...... ۱۔ حاشیہ ملا فرح اللہ بن محمد بن درویش حویزی۔ ۲۔ حاشیہ مرزا محمد صادق تنکابنی۔ ۳۔ حاشیہ سید محمد شرموطی۔ ۴۔ حاشیہ سید عبداللہ شکری بن عبد الکریم قنوی۔ ۵۔ حاشیہ سید حیدر طباطبائی۔ ۶۔ حاشیہ شیخ محمد بن عبد العلی قطیفی۔ ۷۔ حاشیہ قاضی نور اللہ شوستری۔ ۸۔ حاشیہ سید صدر الدین محمد بن محمد صادق قزوینی۔ ۹۔ شرح ملا امام الدین بن لطف اللہ ریاضی۔ ۱۰۔ حاشیہ از بہاء الدین عاملی (مصنف کتاب) [1]

(۹۶) صاحب تصریح

تعارف...... فاضل کبیر شیخ امام الدین بن لطف اللہ بن احمد لاہوری ثم الدہلوی ، فنون ریاضی میں اتنے ماہر تھے کہ ان فنون میں آپ کی نظیر نہ تھی بلکہ ریاضی کے لقب ہی سے مشہور تھے صاحب نزہۃ الخواطر لکھتے ہیں۔

احد العلماء المبرزين فی فن الرياضيت لم يكن له نظير فی عصره فی تلك الفنون

[1] از خلاصۃ الاثر مرآۃ العالم احوال واشعار شیخ بہائی النجم الثاقب وغیرہ

آپ فن ریاضی کے ماہر علماء میں تھے اپنے زمانہ میں اس فن میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔
تصانیف...... تصریح شرح تشریح الافلاک ۱۰۴۳ھ میں برجستہ تحریر فرمائی اس کے علاوہ شرح چغمینی پر ایک عمدہ حاشیہ لکھا۔
وفات...... نزہۃ الخواطر میں ہے کہ آپ نے ۱۱۴۵ھ میں وفات پائی۔ [1]

(۹۷) صاحب بست باب

نام و نسب...... محمد نام، ابو عبداللہ (ابو جعفر) کنیت قیصر الدین لقب، والد کا نام محمد اور دادا کا نام حسن ہے شہر طوس کے باشندے ہیں، عقیدۃً بہت غالی درجہ کے شیعہ تھے۔
وطن عزیز...... شہر طوس ایک مردم خیز جگہ ہے جہاں نظام الملک، امام غزالی اور شاعر فردوسی تین بڑے مشہور شخص گزرے ہیں کسی کا شعر ہے۔

ہر دبیر و شاعر و مفتی کہ او طوسی بود   چوں نظام الملک و غزالی و فردوسی بود

محقق طوسی اسی زرخیز زمین میں ۵۹۷ھ میں دوشنبہ کے دن ۱۱ جمادی الاولی کو پیدا ہوئے اور یہیں نشو و نما پائی
تحصیل علوم...... محقق طوسی اپنے وقت کے بے مثل فیلسوف ماہر علم الاوائل بالخصوص رصد و مجسطی اور علم ریاضی میں یکتائے روزگار تھے معین الدین سالم بن بدران معتزلی رافضی اور کمال الدین یونس موصلی وغیرہ سے آپ نے علوم کی تحصیل کی فراغت کے بعد شاہ ہلاکو خان کے یہاں وزارت کے عہدے مامور ہوئے، شاہ ہلاکو خاں آپ کا بہت احترام کرتا تھا اور ہر کام میں آپ سے مشورہ لیتا تھا کہا جاتا ہے کہ شاہ موصوف آپ کے مشورہ کے بغیر کبھی پابہ رکاب نہیں ہوا۔
اخلاق و عادات...... موصوف نہایت خوب صورت و خوب سیرت بلند اخلاق و پاکیزہ صفات کریم الطبع حسن العشیرہ اور بڑے حلیم و بردبار تھے ایک مرتبہ کسی نالائق نے آپ کے نام ایک خط لکھا جو فحش گوئی سے بھرا ہوا تھا اور یہ الفاظ تحریر تھے "یا کلب ابن الکلب"
آپ نے پورا خط پڑھا اور پڑھ کر نہایت سنجیدگی کے ساتھ جواب تحریر فرمایا کہ تمہارا یہ کہنا "یا کلب ابن الکلب" بالکل غلط ہے کیونکہ کتا چوپاؤں میں سے ہے بھونکتا ہے، طویل الاظفار ہے اور میں بحمد اللہ منتصب القامۃ بادی البشرہ، عریض الاظفار اور ناطق و ضاحک ہوں پس کتے کے فصول و خواص اور ہیں اور میرے فصول و خواص اور "غرض آپ نے اپنی طرف سے کوئی ناشائستہ لفظ بھی تحریر نہیں فرمایا، طاش کبری زادہ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ آپ اپنے زمانہ میں حکما مدققین کے سردار و پیشوا متقدمین و متاخرین ہر ایک کے علوم پر گہری نظر رکھتے تھے۔
بناء رصد خانہ و تعمیر کتب خانہ...... ۶۵۷ھ میں آپ نے شہر مراغہ میں ایک عظیم ترین رصد گاہ بنائی اور ایک بہت بڑا قبہ تعمیر کرایا جس وقت بغداد و شام اور جزیرہ وغیرہ پر تاتاری حملہ ہوا اور وہاں کی کتابیں لوٹی گئیں تو اس میں طوسی کو چار لاکھ کتابیں ہاتھ آئیں اور وہ ساری کتابیں آپ نے اسی قبہ میں جمع کیں موصوف نے اپنی کتاب "الزیج الایلخانی" میں لکھا ہے کہ اس رصد خانہ کی مہم میں جو حکما میرے شریک کار رہے ان میں دمشق سے موید عرضی موصل سے فخر الدین مراغی تفلس سے فخر الدین خلاطی اور قزدین سے نجم الدین کاتبی (صاحب شمسیہ) خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔
لطیفہ عجیبہ...... منقول ہے کہ ایک مرتبہ نصیر الدین طوسی کسی ولی کی زیارت کیلئے گیا لوگوں نے تعارف کرایا کہ یہ عالم دنیا نصیر الدین طوسی ہے ولی نے دریافت کیا کہ ان میں کون سا کمال ہے۔ لوگوں نے کہا کہ علم نجوم میں ان کی نظیر نہیں ولی نے کہا کہ علم نجوم تو اس سے زیادہ گدھا جانتا ہے یہ سن کر طوسی بہت زیادہ کبیدہ خاطر ہوا اور مجلس سے اٹھ کر چلا آیا اتفاق کی بات

---

[1] از نزہۃ الخواطر ۱۲

اسی رات طوسی ایک پن چکی والے کے دروازے پر شب گزاری کیلئے مقیم ہوا طحان نے کہا اندر آجائے کیونکہ آج شب میں بہت تیز بارش ہوگی یہاں تک کہ اگر دروازہ بند نہ کیا گیا تو سیلاب میں بہہ جائے گا طوسی نے اس کی وجہ دریافت کی طحان نے کہا کہ میرے یہاں ایک گدھا ہے جب وہ اپنی دم آسمان کی طرف کر کے تین بار ہلاتا ہے تو بارش نہیں ہوتی اور جب وہ زمین کی طرف کر کے ہلاتا ہے تو بارش ہوتی ہے یہ سنکر طوسی اپنے عجز کا معترف اور ولی کی صداقت کا قائل ہو گیا۔

وفات...... آخر میں آپ اپنے اصحاب و تلامذہ کی ایک بھاری جماعت کے ساتھ بغداد تشریف لائے اور یہاں چند ماہ قیام کرنے کے بعد ۷۵ برس کی عمر پا کر دو شنبہ کے دن ۱۸ ذی الحجہ ۶۷۲ھ میں دنیا سے رخصت ہوگئے اور مشہد کاظم میں آپ کو ہمیشہ کیلئے سپرد خاک کر دیا گیا۔

الباقیات الصالحات...... آپ نے تین صاحبزادے صدر الدین علی،، اصیل حسن اور فخر الدین احمد یادگار چھوڑے اور آپ کے بعد آپ کے اکثر مناصب پر صدر الدین علی فائز ہوئے۔

تصنیفات و تالیفات...... ۱۔ زبدۃ الادراک فی ہیئۃ الافلاک۔ ۲۔ تجرید: علم کلام کی بہت عمدہ اور مشہور کتاب ہے چھ مقاصد پر مرتب ہے لیکن شیعیت کا گہرا رنگ چڑھا ہوا ہے منقول ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا اللّٰھم اجعلنی من القلیل آپ نے فرمایا: یہ کیا دعا ہے۔ اس نے کہا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے "وقلیل من عبادی الشکور" پس میں اس کی دعا کر رہا ہوں کہ حق تعالیٰ مجھے ان قلیل بندوں میں سے بنا دے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کل الناس اعلم من عمر" طوسی نے اسی "تجرید" کتاب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول مذکور سے اس پر استدلال کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلافت کے اہل نہ تھے (لاحول ولا قوۃ) او انما قال ماقال کسر النفسہ ۳۔ الزیج الایلخانی۔ ۴۔ التذکرہ ہیئت بسیط سے متعلق ہے۔ ۵۔ الزیج الشاہی، ۶۔ قوانین الطب، ۷۔ اختصار المحصل اس میں امام فخر الدین رازی پر خوب لے دے کی ہے اسی لئے خود فرماتے ہیں کہ یہ شرح نہیں بلکہ جرح ہے یہ آپ نے بیس سال میں لکھی ہے۔ ۸۔ شرح اشارات۔ ۹۔ کتاب الطلوع والغروب ۱۰۔ الظفر فی الجبر۔ ۱۱۔ کتاب المتوسطات فی الہندسہ۔ ۱۲۔ کتاب المناظر۔ ۱۳۔ اخلاق ناصری۔ ۱۴۔ اوصاف الاشراف۔ ۱۵۔ قواعد العقائد۔ ۱۶۔ تخلیص فی الکلام والعروض ۱۷۔ جامع الحساب۔ ۱۸۔ شرح کتاب المجمعلی ۱۹۔ کتاب المطالع۔ ۲۰۔ بست باب فی معرفۃ اسطرلاب وغیرہ

شروح و حواشی بست باب...... شرح بست باب: شیخ نظام الدین بن حبیب اللہ حسینی الفہ ۸۷۳ھ

(۹۸) صاحب خلاصۃ الحساب

علامہ بہاؤالدین عاملی کی تصنیف ہے جن کے حالات "تشریح الافلاک" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۹۹) صاحب تحریر اقلیدس

محقق نصیر الدین طوسی کی تصنیف ہے جن کے حالات "بست باب" کے ذیل میں گزر چکے

(۱۰۰) صاحب القانون

نام و نسب...... حسین نام، ابو علی کنیت، شرف الملک لقب والد کا نام عبد اللہ ہے سلسلہ نسب یوں ہے حسین بن عبد اللہ بن حسن بن علی بن سینا شہر بخارا کے نزدیک خرمیشن گاؤں میں جہاں ان کے باپ نوح بن منصور سامانی کی طرف سے

گورنر تھے ۳ صفر ۳۷۵ھ میں پیدا ہوا اور والد نے اس کا نام حسین رکھا۔

تحصیل علوم...... جب اس کی عمر پانچ سال کی ہوئی تو اسے تعلیم دلانے کے خیال سے اس کے والدین نے شہر بخارا میں اقامت اختیار کی اور ایک نیک سیرت بزرگ معلم کی شاگردی میں دے کر قرآن کریم عربی صرف و نحو وغیرہ کی تعلیم دلائی ابتدائی تعلیم کا مرحلہ اس نے خداداد ذہانت، وطبیعت کی مدد سے صرف پانچ سال میں طے کر لیا اس کے بعد بخارا کے مشہور فقیہ اسماعیل زاہد کی خدمت میں علم فقہ اور محمود مساح نامی ایک نامور ہندسہ دان سے جو سبزی فروشی کا کام کرتا اور ساتھ ہی علم ہندسہ اور مساحت کی درس بھی دیا کرتا تھا ریاضیات کی تحصیل شروع کی یہاں بھی اس کی تیزی طبع اور ذہانت نے استادوں کو حیران اور اس پر نہایت مہربان بنادیا چنانچہ بہت ہی قلیل عرصہ میں شیخ کو ان علوم میں اچھی مہارت ہو گئی اور بہت کم استاد کی مدد کا محتاج رہ گیا۔

شیخ اسماعیل زاہد اور محمود مساح کی خدمت میں جاتا ہی تھا کہ بخارا میں ایک نامور عالم اور فلسیوف عبداللہ ناتلی وارد ہوا شیخ کے باپ نے ہونہار فرزند کی تعلیم کیلئے ناتلی کو اپنا مہمان بنا کر بیٹے کو اس کے سپرد کر دیا ناتلی نے اس کی ذکاوت دیکھ کر اس کے والد عبداللہ سے کہا کہ تمہارا یہ فرزند بہت بڑا عالم ہوگا بشرطیکہ تم اسے علم کے کسی اور کام میں نہ پھنساؤ پھر بڑی توجہ کے ساتھ اس کو منطق کی کتاب ایساغوجی پڑھانی شروع کی پہلے ہی سبق میں استاد اس کی تقریر سن کر دنگ رہ گیا اور تھوڑے ہی زمانہ میں شیخ کو منطقی مسائل سے کامل واقفیت ہو گئی اس کے بعد اس کا دماغ اس علم کے اسرار کا جویا ہوا مگر استاد کو اس قابلیت کا آدمی نہ پا کر مجبوراً خود متون کے ساتھ ان کی شرحوں کا مطالعہ شروع کیا اسی طرح اس نے اقلیدس کی چند شکلیں اور کتاب مجسطی کا کچھ حصہ استادوں سے پڑھ کر باقی خود حل کیا۔ اس اثنا میں عبداللہ ناتلی بخارا سے چلا گیا اور شیخ کے دل میں علم طب حاصل کرنے کا شوق گدگدی پیدا کرنے لگا۔

تحصیل طب...... مشہور سوانح نگاروں کا کہنا ہے کہ شیخ ابو علی ابن سینا نے طب کا خود مطالعہ کیا بعض حضرات لکھتے ہیں کہ شیخ نے امیر نوح بن منصور سلطان بخارا کے درباری طبیب حسن بن نوح القمری اور ابو سہل مسیحی کے حلقہ درس میں شرکت کی اور بہت جلد اس فن میں بھی وہ کمال پیدا کیا کہ استاد وقت اطباء اس کی شاگردی کا دم بھرتے اور اس پر فخر کرنے لگے سولہ سال کی عمر میں تمام مروجہ وقت علوم وفنون میں کمال کا درجہ حاصل کر چکا تھا اب اس کو شیخ کہا جاتا اور وہ اس معزز لقب کا مستحق شمار ہوتا تھا۔

درس و تدریس...... تھوڑے ہی عرصہ میں اسکی مجلس درس نے تمام معاصر علماء و مشائخ کی مجالس درس کو پھیکا اور ماند کر دیا طالب علموں کا مجموع اسے گھیرے رہتا تھا نام اور شہرت پر پرواز لگائے دنیا میں اڑ رہی تھی دور دراز مقامات سے تشنگان علم جوق در جوق آپ کے پاس آتے اور کسب فیض کرتے تھے سچے شائقان علوم کی جو تسلی ابن سینا کی دل پذیر و خاطر نشین تقریر مطالب سے ہوتی وہ اور کسی کی تقریر سے نہیں ہوتی تھی۔

شوق مطالعہ...... قدرتی امر ہے کہ پڑھنے کے بعد جب پڑھانے کا دور آئے تو مطالعہ ہی ترقی علم و تکمیل معرفت کا ذریعہ ہوتا ہے شاگردی کی قید سے آزاد ہو کر شیخ کو بھی اس طرف توجہ ہوئی اور اس کی ذہانت وذکاوت اپنا جوہر عیاں کرنے لگی مشکل سے مشکل اور پیچیدہ سے پیچیدہ علمی مسائل اور دقیق ترین کتابی عبارتیں وہ کچھ اس آسانی سے حل کر لیتا کہ اس کے معاصر علما حیران رہ جاتے اور اس کی طباعی و نکتہ رسی کو مان لینے سے چارہ نہ پاتے تھے کتاب ہاتھ میں آجانے کے بعد مجال کیا تھی کہ بغیر اسے تمام کیے ہوئے رکھ دے اور یہی نہیں کہ پڑھ کر رکھ دے بلکہ اس کو پورے طور پر سمجھ کر اور اس کا تمام مطلب درکار آمد ماحصل خزانہ دماغ اور گنجینۂ حافظہ میں بھر کر چھوڑتا راتیں جاگ کر کتب بینی میں بسر کر دیتا نیند غالب آتی یا تکان محسوس ہوتا تو پانی پیتا اور تازہ دم ہو کر پھر کتاب دیکھنے لگتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی کتاب کو چالیس مرتبہ اس طرح دیکھا کہ

وہ بالکل حفظ ہو گئی مگر مطلب کچھ نہ سمجھا تھک کر کتاب رکھ دی مگر چند روز بعد ایک دلال کے کہنے سے تین درہم قیمت میں ایک اور کتاب مول لے لی جو فارابی کی کتاب مابعد الطبیعہ تھی اس کے مطالعہ سے پہلی کتاب کا مطلب بھی حل ہو گیا اس خوشی میں اس نے بہت سارو پیہ خیرات کیا۔

ابن سینا اور خاکروب...... تاریخ گزیدہ میں ہے کہ ایک روز شیخ رئیس باوجہ وزارت ایک خاکروب کے پاس کو عین اس وقت میں گذرا جبکہ وہ اپنے خاکروبی کے عمل میں مشغول تھا شیخ نے سنا کہ وہ بایں بیت مترنم ست

گرامی داشتم اے نفس ازانت   کہ آساں بگذرو بر دل جہانت

شیخ نے بطریق تعریض ہنس کر کہا کہ شاید کمال عزت نفس یہی ہے کہ تو نے اس کو خاکروبی کی ذلت میں گرفتار کر رکھا ہے اور عمر نفیس کو اس شغل خسیس میں برباد کر رہا ہے خاکروب نے جوابدیا کہ عالم ہمت میں شغل خسیس کے ذریعہ شکم سیر ہونا بار منت رئیس برداشت کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اگر کنی زبرائے جہود کناسی۔ دگر کنی زبرائے مجوسی گلکاری۔ دریں دو کار خسیس ایں قدر کراہیت نیست۔ دریں دو فعل قبیح ان مشابہ دشواری۔ کہ در سلام فرومادگان صدر نشیں۔ بردئے سینہ نہی دست سبر فرو آری۔

شاہی دربار تک رسائی...... حصول علم وکمال کا ایک نتیجہ قدر دانی علم سے بہرہ در ہونا بھی ہے تنیخ بھی جدوجہد کے بعد اس مرتبہ کا مستحق ہو گیا تھا کہ دنیا اس کے فضل وکمال کی قدر کرے اور وہ اپنی محنتوں کا ثمرہ پائے۔

بخارا میں بچہ بچہ شیخ کے کمالات علمی سے واقف اور اس کے نام سے روشناس تھا اتفاق سے انہی دنوں نوح بن منصور سخت بیمار ہوا اور درباری اطباء کا علاج کارگر نہ ہوا آخر شیخ کا تذکرہ آیا اور اسے بلوالیا گیا بالجملہ شیخ کے علاج سے بادشاہ کو صحت ہوئی پھر کیا تھا دولت ونعمت اس کے قدموں پر آپڑی اور سب سے بڑی بات یہ ہوئی کہ شاہی کتب خانہ اس کیلئے گویا وقف کر دیا گیا شیخ تشنہ کامان محبت کی طرح کتابوں کے مطالعہ پر مائل ہوا کتب بینی سے علم میں اضافہ اور نظر میں وسعت پیدا ہوئی جن کتابوں کے متعدد نسخے ملے ان میں سے ایک ایک نسخہ شیخ نے لے کر اپنا خاص کتب خانہ سجایا اور دیگر کار آمد کتابیں نقل کرا کے اپنے دار الکتب میں داخل کیں۔

قید وبند اور مصائب و محن......

اسی باعث سے دایہ طفل کو افیون دیتی ہے   کہ تا ہو جائے لذت آشنا تلخی دوراں سے

جب شیخ بائیس برس کے ہوئے تو پدری سایہ سے محروم ہو گئے اور وطن چھوڑ کر خوارزم کے علاقہ میں چلے گئے اور پھر برابر سفر کرتے رہے جرجان پہنچے اور وہاں تعلیم وتصنیف کا شغل جاری کیا طب میں کتاب القانون لکھی پھر وہاں سے ہمدان واپس آئے جہاں شمس الدولہ بن بویہ نے انہیں قلمدان وزارت سونپ دیا لیکن ابھی انہیں یہ عہدہ سنبھالے ہوئے تھوڑی ہی مدت گذری تھی کہ فوج نے ان کے خلاف بغاوت کر دی ان کا مال لوٹ لیا اور شاہ سے مطالبہ کیا کہ وہ انہیں قتل کر دے مگر شاہ نے صرف جلاوطن کرنے پر اکتفا کی اس پر بھی ان کی مشکلات کا خاتمہ نہ ہوا بلکہ تاج الدولہ کے یہاں ان کے خلاف نہایت نازیبا قسم کی خیانت کا اتہام لگایا گیا جس پر اس نے انہیں چار ماہ تک ایک قلعہ میں بند رکھا اور انہوں نے بھیس بدل کر فرار ہو کر نجات حاصل کی اور اصبہان میں علاء الدولہ کے پاس پناہ لی اور اس کی حفاظت میں کچھ زمانہ اطمینان سے گذرا لیکن۔

ممکن نہیں ہے ذوق علائق سے چھوٹنا   جب تک کہ روح کو ہے تعلق بدن کے ساتھ

ایک طرف تو پیہم حوادث نے ان کی کمر توڑ کر حوصلہ پست کر دیا اور دوسری طرف شہوت پرستی کے غلبہ نے ان کو جسمانی طور پر کمزور کر کے ایک ایسی لاعلاج بیماری میں مبتلا کر دیا جس کے علاج میں ان کی تمام طب اور تدابیر ناکام رہ گئیں۔

وفات...... شیخ کو درد قولنج کی شکایت رہا کرتی تھی اور قبض دور کرنے کیلئے حقنہ لیا کرتا تھا ایک مرتبہ علاء الدولہ کے

ہمرکاب کسی جنگ میں شریک تھا سفر ہی میں درد کا دورہ ہوا قبض دور کرنے کیلئے ایک دن بل آٹھ بار حقنہ لیا جس سے آنتوں میں خراش آگئی پھر اسی دن سفر کرنا پڑا راہ کی تکان نے دوسری منزل پر یہ حالت کردی کہ جان پر آبنی اور طرہ یہ ہوا کہ اس کے دواساز طبیب نے معلوم نہیں غلطی سے یا عمداً معمولی نسخہ میں ایک دوا کی مقدار پانچ گنی بڑھادی جو آنتوں کی خراش کو قرحہ بناگئی اور خائن ملازموں نے اس کو افیون کی بہت سی مقدار اور بھی کھلادی اب تو شیخ کی ساری قوت سلب ہوگئی اور وہ جاں بلب حالت میں اصفہان لایا گیا۔

شیخ نے اصفہان پہنچ کر دوائیں قطعاً چھوڑ دیں وہ سمجھ گیا تھا کہ اب اخیر وقت آپہنچا ہے موت سے بچنا غیر ممکن ہے بدپرہیزی میں حضرت کو کمال تھا شروع مرض سے بے احتیاطیاں کر کر کے مرض کو بڑھالیا اور زندگی کے چند آخری دن سخت تکلیف سے بسر کر کے ترپن سال کی عمر پاکر جمعہ کے دن ماہ رمضان ۴۲۸ھ میں دنیا سے رحلت کرگئے وفات کے بعد ان کی لاش شہر ہمدان کے پچھم کی طرف دیوار فصیل کے نیچے دفن کی گئی اور بقول بعض اس کا لاشہ اصفہان لایا گیا اور شیخ کے مکان سکونت کون گنبد کے بڑے پھاٹک پر دفن ہوا یہ مکان خاص شیخ کے رہنے کا تھا۔

عمر گر خوش کہ زدزندگی خضر کم ست ۔۔۔ در بناخوش گزر دنیم نفس بسیار ست

لطیفہ ...... عجیب بات ہے کہ شیخ مرض قولنج کا حکمی علاج کرتا مگر خود اسی بیماری میں مرا چنانچہ اس کا ایک ہم عصر اسی حادثہ پر تعریض کرتا ہوا کہتا ہے

ریت ابن سینا یعادی الرجال ۔۔۔ وبالحبس مات اخس الممات

فلم یشف ماناله بالشفاء ۔۔۔ ولم ینج من موتہ بالنجات

اسی طرح منقول ہے کہ حکیم جالینوس نے اپنے ساتھیوں کو دو گولیاں دیں اور کہا کہ میرے مرنے کے بعد ان میں سے ایک کو لوہار کی سوہان پر رکھنا اور دوسری کو پانی سے بھری ہوئی شیشی میں رکھنا ساتھیوں نے اس طرح کیا دیکھا تو سوہان پگھل کر پانی پانی ہوگئی اور شیشی کو توڑا تو پانی اسی طرح جما ہوا تھا جیسے وہ گویا شیشی ہے حکماء کہتے ہیں کہ اس سے جالینوس کا مطلب یہ تھا کہ میں لوہے کو پگھال دینے اور پانی کو جما دینے پر قادر ہوں لیکن میرے پاس موت کی کوئی دوا نہیں ہے ولذا قال بعضھم

الا یا ایہا المغرور تب من غیر تاخیر ۔۔۔ فان الموت قد یاتی ولو صیرت قارونا

بسل مات ارسطالیس بقراط بافلاح ۔۔۔ وافلاطون بیر سام وجالیونس مبطونا

مسلک شیخ ...... شیخ کے عقیدہ ومذہب پر بہت کچھ چہ میگوئیاں ہوتی تھیں کوئی اس کو سنی کہتا تو کوئی شیعہ بلکہ بعض کافر بھی کہتے تھے عارف جامی نے کہا ہے

نور دل از حسینہ سینا مجوئے ۔۔۔ روشنی از چشم نابینا مجوئے

جانب کفرست اشارات او ۔۔۔ باعث خوف ست بشارات او

فکر شفا لیش ہمہ بیماری ست ۔۔۔ اہل نجاتش زگرفتاری ست

لیکن شیخ کی یہ رباعی سب کے طعنوں کا بہت اچھا جواب ہے۔

کفر چو منی گزاف وآساں بود ۔۔۔ محکم تراز ایمان من ایماں نبود

در دہر چو من یکے وآں ہم کافر ۔۔۔ پس در ہمہ دہر یک مسلماں نبود

علاوہ ازیں اس نے اپنے دوست ابوسعید کو ایک خط میں جو اپنے عقائد کے متعلق لکھا تھا یہ بھی لکھا ہے کہ خوب یاد رکھو کہ نماز بہترین عمل ہے اور روزہ بہت اچھا سبب تسکین صدقہ تمام نیکیوں سے بڑھ کر مفید نیکی ہے اور تحمل وبردباری پاکیزہ ترین خوبی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مرض الموت میں جب اس کی صحت حد سے زیادہ خراب ہوگئی تو اس نے غسل کیا بارگاہ ایزدی میں

نہایت عاجزی کے ساتھ توبہ کی پھر اپنا تمام مال فقراء پر صدقہ کیا اور اپنے تمام حقوق جو اسے یاد تھے ادا کیئے اور کثرت سے تلاوت قرآن کرنے لگا چنانچہ ہر تیسرے روز ایک قرآن ختم کرتا تھا۔ ان واقعات سے شیخ کا صافی مشرب ہونا ثابت ہوتا ہے ہاں وہ آزاد خیال اور شہوت پرست ضرور تھا۔

کمال شیخ و کرامت ولی...... منقول ہے کہ ایک ولی نے شیخ سے کہا کہ تونے علوم عقلیہ میں اپنی ساری عمر گنوادی آخر کس مرتبہ تک پہنچا۔ شیخ نے کہا کہ ساعات یومیہ میں سے مجھے ایک ایسی گھڑی معلوم ہے کہ اس میں لوہا مثل خمیر ہو جاتا ہے ولی نے کہا کہ جب وہ گھڑی آئے تو مجھے بتانا چنانچہ شیخ نے وہ گھڑی بتائی اور ہاتھ میں لوہا لے کر اس میں انگلی داخل کی تو وہ اس کے اندر دھنس گئی گھڑی گذر جانے پر ولی نے شیخ سے کہا کہ اب پھر اسی طرح کرو شیخ نے کہا وہ گھڑی گذر چکی اب ممکن نہیں ولی نے لوہا ہاتھ میں لے کر انگلی داخل کر دی اور فرمایا کہ دانشمند کیلئے یہ زیبا نہیں کہ وہ اپنی عزیز عمر زائل و فانی چیز میں صرف کرے۔

تصانیف...... شیخ نے علمی دنیا میں جو کچھ کام کیا اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسا شخص جس کی عمر کا اکثر حصہ مصائب و تکالیف ہی میں گزرا وہ کیونکر اپنی اتنی یادگاریں چھوڑ گیا۔ موصوف کی تصانیف کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے جن میں سے بعض کتابیں کئی کئی ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں بعض تصانیف درج ذیل ہیں۔

ا۔ حاصل و محصول فقہ میں اس کی بیس جلدیں تھیں مگر یہ معدوم ہو گئی، ۲۔ المجموع ایک جلد، ۳۔ البر والاثم: اخلاق میں اس کی دو جلدیں ہیں، ۴۔ الانصاف: بیس جلد جب سلطان محمود نے اصفہان کو تاراج کیا اس وقت ضائع ہو گئی، ۵۔ الشفاء: اٹھارہ جلد، ۶۔ الارصار والکلیۃ، ۷۔ الاشارات اس میں تمام علوم پر بحث ہے اور اکیس برس کی عمر میں لکھی ہے، ۸۔ النجات: تین جلد، ۹۔ الھدایہ، ۱۰۔ المختصر الاوسط، ۱۱۔ دانش نامہ علائی، ۱۲۔ القولنج، ۱۳۔ لسان العرب: دس جلد، ۱۴۔ کتاب المبداء والمعاد، ۱۵۔ کتاب المباحثات، ۱۶۔ رسالۃ القضاء والقدر، ۱۷۔ آلہ رصدیہ، ۱۸۔ غرض قاطیغوریاس، ۱۹۔ قصائد منطق، ۲۰۔ رسالہ فی الحروف، ۲۱۔ مختصر اقلیدس، ۲۲۔ الحدود، ۲۳۔ الاجرام السماویہ، ۲۴۔ اقسام الحکمۃ، ۲۵۔ خطب الکلام، ۲۶۔ عیون الحکمۃ، ۲۷۔ کتاب الشبکۃ والطیر، ۲۸۔ مقالہ در ہیئت ارض، ۱۹۔ کتاب الملح، ۲۰۔ رسالۃ العشق، ۲۱۔ حاشیہ قانون

۳۲۔ القانون...... طبی تصانیف میں نہایت جامع اور معرکۃ الاراء کتاب ہے جو چودہ جلدوں میں ہے قلعہ فرواجان میں مقید رہتے ہوئے لکھی ہے اسپین، اٹلی اور فرانس کی یونیورسٹیوں میں ابھی تک یہ کتاب فن طب میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے درس نظامی میں اس کا ایک حصہ حیات القانون الشامل نصاب ہے اور اس کا مختصر قانونچہ کامل طور پر پڑھایا جاتا ہے یورپ والوں نے جالینوس اور بقراط کی کتابوں سے زیادہ اس کی کتابوں کو اپنی زبانوں میں منتقل کیا اور اس کی بیشتر تصانیف کا لاطینی میں ترجمہ کیا ہے جن کی تعداد سو تک پہنچتی ہے نیز انہوں نے جدید فلسفہ کی تشکیل میں اسی پر بنیاد رکھی ہے۔[1]

(۱۰۱) صاحب قانونچہ

شرف الدین ابو علی محمود بن عمر چغمینی کی تصنیف ہے جن کے مختصر حالات ملخص چغمینی کے ذیل میں گزر چکے آپ کی یہ کتاب دس مقالات اور ۹۴ فصول پر مرتب ہے پہلا مقالہ امور طبعیہ میں ہے جس میں پانچ فصلیں ہیں اور دوسرا مقالہ تشریح میں ہے جس میں سات فصلیں ہیں تیسرا مقالہ انسانی بدن کے احوال میں ہے جس میں پانچ فصلیں ہیں چوتھا مقالہ نبض سے متعلق ہے جس میں چھ فصلیں ہیں پانچواں مقالہ تدبیر امعاء میں ہے اور اس میں دس فصلیں ہیں چھٹا مقالہ سر کی بیماریوں سے متعلق ہے اور اس میں تیرہ فصلیں ہیں ساتواں مقالہ سینہ کے امراض میں ہے اور اس میں اٹھارہ فصلیں ہیں آٹھواں مقالہ بقیہ اعضاء کے امراض میں ہے جس میں نو فصلیں ہیں نواں مقالہ علل ظاہرہ کے بیان میں ہے اور اس میں آٹھ فصلیں ہیں دسواں مقالہ قوی اطعمہ اور اشربہ مالوفہ میں ہے اور اس میں تیرہ فصلیں ہیں۔[2]

---

[1] از تاریخ الاطباء ابن خلکان، تاریخ ادب عربی قاموس الاعلام دائرۃ المعارف وغیرہ ۱۲ [2] از کشف الظنون ۱۲۔

(۱۰۲) صاحب شرح اسباب و (۱۰۳) نفیسی

تعارف...... آپ کا نام نفیس برہان الدین لقب اور والد کا نام عوض ہے اور دادا حکیم کرمانی سے مشہور ہیں آپ فن طب کے بہترین عالم اور سمرقند میں سلطان الغ بیگ کے خاص طبیب تھے۔

تصانیف...... آپ نے شیخ نجیب الدین محمد بن علی بن عمر سمرقندی کی کتاب ''الاسباب والعلامات'' کی نہایت بہترین اور محققانہ شرح لکھی جس کی وجہ سے کتاب مذکور کو غیر معمولی شہرت حاصل ہوئی چنانچہ صاحب کشف فرماتے ہیں۔

قداشتهر هذا الكتاب بسبب شرح المحقق برهان الدين الكرماني و هوشرح لطيف ممزوج حقق فيه واجادوا وضح المطالب فوق مايراد.

یہ کتاب (الاسباب) محقق برہان الدین کرمانی کی شرح کے سبب سے مشہور ہوئی جو نہایت عمدہ شرح ہے جس میں آپ نے بہت تحقیق اور عمدگی کے ساتھ مطالب کتاب کو فوق مایراد اضح کیا ہے۔

آپ نے یہ شرح اواخر صفر ۸۲۷ھ میں سمرقند میں لکھ کر شاہ الغ بیگ کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے علاوہ آپ نے علاء الدین علی بن ابی الحزم قرشی معروف بابن النفیس متوفی ۶۸۷ھ کی کتاب ''موجز القانون'' کی بھی شرح لکھی جو نفیسی کے ساتھ مشہور ہے یہ بھی بقول صاحب کشف ''ھو معتبر لانہ اجود شروحہ'' نہایت معتبر اور عمدہ کتاب ہے جو ذی الحجہ ۸۴۱ھ میں تصنیف کی ہے قال فی آخرہ تم التالیف فی غرۃ ذی الحجہ ۸۴۱ھ بلدۃ سمرقند اس شرح پر غرس الدین احمد بن ابراہیم حلبی متوفی ۹۸۱ھ وغیرہ نے حواشی لکھے ہیں۔

وفات...... علامہ خیر الدین زرکلی نے لکھا ہے کہ آپ نے ۸۴۱ھ مطابق ۱۴۳۸ء کے بعد وفات پائی۔ [1]

(۱۰۴) صاحب مقدمہ ابن خلدون

نام و نسب...... قاضی القضاۃ ولی الدین ابو زید عبدالرحمٰن بن الشیخ الامام ابی عبداللہ محمد بن خلدون الحضرمی المالکی صاحب ترجمہ نے اپنی سوانح حیات میں خود کو حضرمی الاصل بتایا ہے اور اپنا سلسلہ نسب حضرت وائل بن حجر ﷺ سے ملایا ہے جو جلیل القدر صحابی تھے اور یمن میں تعلیم قرآن اور تبلیغ اسلام پر مامور تھے مگر ان کے معاصرین نے ان کو اکثر و بیشتر مغربی یا تونسی کی نسبت سے یاد کیا ہے اس لئے کہ یہ ان کے ہاں بلاد مغرب سے آئے تھے۔

القاب و صفات...... آپ کے بڑے بیٹے زید کی نسبت سے آپ کی کنیت ابو زید ہوئی اور ولی الدین کا لقب آپ کو اس وقت سرفراز ہوا جبکہ آپ مصر میں مالکی مذہب کے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز تھے پھر اپنی مدت حیات میں جن جن عہدوں پر فائز ہوتے گئے مختلف القاب و صفات ان کے نام کے ساتھ چسپاں ہوتے گئے اور ان کی شخصیت کیلئے باعث زیب و زینت ہے مثلاً الوزیر، الرئیس، الحاجب، الصدر الکبیر، الفقیہ الجلیل، علامۃ الامۃ، امام الائمہ، جمال الاسلام والمسلمین وغیرہ، بعد ازاں انقلاب زمانہ کے ماتحت جب آپ مختلف عہدوں سے رفتہ رفتہ دست بردار ہوئے تو ان کے القاب و صفات بھی یکے بعد دیگرے ترک ہوتے گئے یہاں تک کہ بعد میں آپ صرف ابن خلدون کے نام سے یاد کئے جانے لگے۔

ابن خلدون لقب کی وجہ...... حضرت وائل ﷺ کے کوئی پوتے (صاحب ترجمہ کے آباء واجداد میں کوئی بزرگ) خالد بن عثمان نامی یمنی لشکر کے ہمراہ اپنے وطن سے نکل کر اندلس جابسے تھے اہل مغاربہ نے اپنی عادت کے مطابق خالد کے نام کو خلدون سے بدل ڈالا اسی بنا پر ان کی پچھلی نسل بنو خلدون کے نام سے مشہور ہوئی۔

[1] از عیون الانبیاء فی تاریخ الاطباء کتاب الاعلام کشف الظنون ۱۲۔

بعض مورخین کی سنگین غلطی...... گو تاریخ میں کئی ایسے اشخاص کا بھی پتہ لگتا ہے جو ابن خلدون کے نام سے مشہور ہوئے اور انہوں نے اپنے اپنے دور حیات میں بڑے بڑے سیاسی کارنامے بھی انجام دیئے مگر بایں ہمہ ابن خلدون (صاحب ترجمہ) کی بے پناہ شہرت کے باعث اب ابن خلدون کا نام صرف ان کی ذات کیلئے مخصوص سا ہو گیا ہے جس طرح لفظ مقدمہ صرف ان کے مقدمہ کیلئے بعض لوگ ان میں اور ان کے چھوٹے بھائی یحیی بن خلدون میں امتیاز نہ کر سکے اور وہ یوں سنگین غلطی کے مرتکب ہوئے کہ کتاب "بغیۃ الرواز فی اخبار بنی عبد الواد" کی نسبت ان کی طرف کر دی حالانکہ یہ ان کے بھائی ابوز کریا یحیی کی تصنیف ہے، اسی طرح بعض ان میں اور عمر بن خلدون میں فرق نہ کر سکے جو علوم ریاضیہ و فلکیات میں مہارت تامہ و شہرت عامہ رکھتا تھا حالانکہ شخص موصوف ابن خلدون سے تقریباً تین صدی قبل گزرا ہے۔

تاریخ پیدائش...... علامہ ابن خلدون یکم رمضان ۷۳۲ھ مطابق ۲۷ مئی ۱۳۲۲ء میں شہر تونس کے اس مکان میں پیدا ہوئے جو اس شہر کی مشہور سڑکوں میں "شارع تربتہ البائی" پر واقع ہے۔

عظمت خاندان...... بنو خلدون اول اول قرمو میں رہے بسے جہاں ان کے جد اکبر خلدون بن عثمان آکر اترے تھے پھر وہ اشبیلیہ کی طرف منتقل ہو گئے اور وہیں بڑھے پلے، تیسری صدی کے آخر میں انہوں نے سیاست ملکی میں زبردست حصہ لیا اور خلفاء امویین کے خلاف اندلس میں جو بغاوت و شورش پھیلی پڑی تھی اس میں بھی انہوں نے سرگرمی دکھائی پھر میدان علم و سیاست میں کارہائے نمایاں انجام دیئے اور بلند بلند درجوں پر فائز ہوئے چنانچہ پانچویں صدی ہجری کا مشہور اندلسی مورخ ابن حیان لکھتا ہے کہ "بنو خلدون اب تک اشبیلیہ میں بڑی شہرت کے مالک ہیں اور حکمرانی و علم دانی میں سر آمد روزگار ہیں، ابن حیان کے قول کے مطابق ان میں سب سے پہلے وہ شخص جو ریاست و حکومت کے میدان میں آکر ٹپکے وہ کریب بن خلدون ہیں اور علمی میدان میں سر بلندی پانے والے عمر بن خلدون جن کے بارے میں ابن ابی اصیبعہ کتاب "عیون الانباء فی طبقات الاطباء" میں رقمطراز ہیں کہ ابو مسلم عمر ابن خلدون الحضرمی اہل اشبیلیہ کے شرفاء میں سے ہیں علوم فلسفہ میں ان کو کافی دسترس حاصل تھی اور علوم ہندسہ نجوم وطب میں شہرت تامہ رکھتے تھے اور علوم ریاضیہ میں مشہور ابو القاسم مسلمہ المجریطی کے شاگرد تھے۔

ابن خلدون کے پردادا نے وزارت کا عہدہ بھی سنبھالا اور پھر ایک بغاوت میں مارے گئے اسی طرح ان کے دادا بھی کئی بار منصب وزارت سے سرفراز ہوئے لیکن ان کے والد نے علم و کمال کو سیف و سنان پر ترجیح دی اور اپنی توجہات کا مرکز علم و ادب کو بنایا ابن خلدون کہتے ہیں کہ میرے والد کو علم ادب میں سب پر سبقت نصیب تھی اور فنون شعر پر ان کی اچھی نظر تھی اہل ادب ان کے پاس فیصلہ کیلئے آتے اور اپنے کلام کو ان کے سامنے پیش کرتے تھے بہر کیف ابن خلدون کا خاندان علم و ادب اور سیاست و ریاست میں ممتاز تھا۔

تعلیم و تربیت...... ابن خلدون کے والد چونکہ خود صاحب علم تھے اس لئے انہوں نے ان کی تعلیم و تربیت پر پوری پوری توجہ دی بعض علوم ان کو خود پڑھائے اور بعض کیلئے تونس میں جو زیادہ سے زیادہ قابل اساتذہ دستیاب ہو سکتے تھے ان کے حلقہ درس میں بٹھا دیا۔

ابن خلدون فطرۃ علم و کمال کا شوق لے کر پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ حصول علم میں مسلسل کوشاں رہے اول قرآن کریم حفظ کیا اور قرات عشرہ پر اس کی مشق کی علوم نحو فقہ و حدیث سبقاً سبقاً گھرے مطالعے سے پڑھے اور کتب ادب دو دو اوین بھی مطالعہ سے نکالے بہت سے اشعار ازبر یاد کئے پھر آخر میں علوم عقلیہ کی تکمیل کی صحاح ستہ موطا امام مالک کتاب السیر لابن اسحاق اور کتاب ابن الصلاح کی تکمیل مغرب کے امام المحدثین والنحاۃ شیخ عبد المہیمن سے کی اور شیخ محمد بن ابراہیم آبلی کے زیر تعلیم آٹھ برس تک علوم ریاضیہ، منطق اور فنون حکمیہ میں مہارت حاصل کی۔

رحلت والدین...... ابن خلدون کی پیدائش ان کے دادا ہی کے سامنے ہو گئی تھی مگر یہ ابھی پانچ ہی برس کے تھے کہ دادا نے وفات پائی اور والدین بقید حیات رہے جب یہ سترہ برس کی عمر کو پہنچے تو ان کو ایک زبردست مصیبت کا سامنا کرنا پڑا اور وہ یہ کہ تونس میں شدید طاعون پھیل گیا جس میں شہر کے شہر صاف اور بڑے بڑے مشائخ اسی آفت کی نذر ہو گئے اور ان کے والدین بھی داغ جدائی دے گئے اور اب خاندان میں ان کے صرف دو بھائی زندہ رہ گئے ایک ان سے بڑے اور دوسرے ان سے چھوٹے۔

کوچ از وطن مالوف...... جب آپ کے خاندانی حالات ایسے ناساز گار ہو گئے تو اب وطن میں آپ کیلئے کوئی دل چسپی اور دل بستگی کا سامان نہ رہا اور آپ نے کوچ ورحلت کا سامان باندھا مگر ان کے بڑے بھائی محمد نے ان کو اس ارادہ سے سختی سے باز رکھا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد کچھ ایسی سیاسی ترکیب آپڑی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے اور تونس سے مغرب کی جانب نکل کھڑے ہوئے صورت یہ ہوئی کہ وزیر ابن تافراکین نے جو اس زمانہ میں تونسی حکومت میں خود مختاری کے مزے لوٹ رہا تھا علامہ کو سلطان ابو اسحاق کی طرف سے کاتب علامت کی خدمت پر مامور کیا یہ خدمت صرف اس قدر تھی کہ "الحمد للہ والشکر للہ" کو جلی قلم سے بسم اللہ و مضمون خط کے درمیان لکھا جاتا تھا چنانچہ علامہ نے بیس برس کی عمر میں یہ خدمت سنبھالی، انہیں ایام میں امیر حفصی تخت سلطنت کے لالچ میں قبائل کی جرار فوج کو لئے ہوئے تونس کی طرف بڑھتا چلا آرہا تھا دوسری طرف وزیر بھی اس کے مقابلہ کیلئے قبائل کو جمع کر رہا تھا آخر سلطان تونس اپنی فوج کو لے کر تونس سے نکلا ابن خلدون بھی اس کے ساتھ تھے جب یہ مرماجنہ پر پہنچے تو امیر قسطنطنیہ کی فوج سامنے آئی اور جانبین میں گھمسان کی لڑائی چھڑی آخر میں سلطان اور اس کی جماعت کو شکست فاش ہوئی اور ابن خلدون بڑی مشکل سے اپنی جان بچا کر میدان کارزار سے نکلے اور مقام آبہ میں پہنچ کر نجات پائی پھر یہاں سے مجسمہ، قفصہ، زاب، بیسکرہ، تلمسان، بجایہ وغیرہ میں اقامت پذیر ہوتے ہوئے سلطان ابو عنان کی پیش کش پر ناس پہنچ گئے۔

سیر و سیاحت...... علامہ ابن خلدون کا مولد گو تونس ہے لیکن ان کی حیاتی تگ و دو کا میدان پورا عالم عربی ہے جہاں وہ طرح طرح کے خطرات واہوال اور قید و بند کی آفات سے ٹکراتے ہیں بیس برس کی عمر میں انہوں نے وطن مالوف کو خیرباد کہا اور مغرب ادنیٰ واقصی اور اندلس میں گھومتے گھامتے چھبیس برس کے بعد پھر وطن لوٹے مگر صرف چار برس رہنا نصیب ہوا پھر مصر کیلئے سامان باندھا اور آخر زندگی تک وہیں رہے مصر کے قیام میں بھی وہ کئی مرتبہ پردیس و سفر میں نکلے ایک مرتبہ فریضہ حج کی ادائیگی کی نیت سے حجاز مقدس کی طرف کوچ کیا اور ایک بار مقامات مقدسہ کی زیارت کی غرض سے قدس کی طرف گئے ایک موقعہ پر دمشق کی دفاعی تدابیر میں حصہ لیا یوں گویا آپ کی زندگی کے کل چوبیس برس تونس میں گذرے اور چھبیس برس مغرب اوسط واقصی واندلس میں اور چوبیس برس مصر و شام اور حجاز میں غرض قلب جزیرہ عرب اور عراق کو چھوڑ کر پورے ملک عرب پر یہ چکر لگاتے رہے اور تونس میں ۱۳۳۲ء سے ۱۳۵۲ء تک تونس اور فاس کے درمیان ۱۳۵۲ء سے ۱۳۵۴ء تک، فاس میں ۱۳۵۴ء سے ۱۳۶۲ء تک، اندلس میں ۱۳۶۳ء سے ۱۳۵۶ء تک، بجایہ میں ۱۳۶۵ء سے ۱۳۶۶ء تک، بیسکرہ میں ۱۳۶۶ء سے ۱۳۷۴ء تک، قلعہ ابن سلامہ میں ۱۳۷۴ء سے ۱۳۷۸ء تک، تونس میں ۱۳۷۸ء سے ۱۳۸۲ء تک، مصر میں ۱۳۸۲ء سے ۱۴۰۶ء تک مقیم رہے۔

ازدواجی زندگی...... مغرب اوسط میں پہنچ کر ازدواجی زندگی اختیار کی اور قدرت سے ان کو اولاد بھی نصیب ہوئی چنانچہ جب موصوف نے مصر میں قیام کا ارادہ کیا تو اپنے اہل و عیال کو قاہرہ بلانے کا قصد کیا لیکن سوء قسمت سے جس جہاز میں بال بچے سوار ہو کر آرہے تھے وہ اسکندریہ پہنچنے سے پہلے ہی ڈوب گیا اور علامہ کو ان کا دیکھنا نصیب نہ ہوا۔

درس و تدریس...... ایک عرصہ تک آپ نے تدریسی خدمات بھی انجام دیں چنانچہ قاہرہ پہنچ کر جامعہ ازہر میں اپنے مالکی مسلک کے مطابق درس دیا پھر رئیس برقوق نے آپ کو جامعہ عمرو کے متصل مدرسہ محیہ میں مدرس مقرر کیا اور مالکی

مسلک کا عہدہ بھی آپ کے سپرد کیا اس کے بعد مدرسہ ظاہریہ سے منسلک ہوئے پھر مدرسہ سر غتمش سے اس کے بعد آپ نے خانقاہ بیبر سیہ کی مشیخت سنبھالی۔

تصنیف و تالیف...... ۷۷۶ء میں علامہ ابن خلدون قلعہ ابن سلامہ کے محل میں فروکش ہوئے جو اولاد عریف کے شیوخ کا مسکن و قرار گاہ تھا۔ اس وقت آپ کی عمر بیالیس برس کی تھی اس سے پہلے گو ایک طویل بے چین سیاسی زندگی پر حوادث و پر فتن گزار چکے تھے مگر اس میں بھی انہوں نے اپنا دامن علم و درس سے کلیۃً نہیں چھڑایا تھا بلکہ اس ارمان میں رہتے تھے کہ کاش ان کو فکری ترقیوں کیلئے سکون کی گھڑیاں ملیں چنانچہ اس قلعہ میں ان کو اپنے ارمان نکالنے کا پورا موقع میسر آیا اور چار سال تک یہیں مقیم رہ کر پوری دل جمعی اور طمانیت قلبی کے ساتھ اپنی تاریخ کتاب العبر و دیوان المبتداء والخبر فی ایام العرب والعجم والبربر و من عاصر ھم من ذوی السلطان الاکبر" اور اس کے مقدمہ کی تالیف کا سلسلہ چھیڑا، مقدمہ کی تالیف سے فراغت کے بعد اہل عرب و بربر اور زناتہ کے حالات قلمبند کرنے کیلئے قلم اٹھایا، اب تک جو لکھا تھا وہ اپنے حافظہ کے ذخیرہ کی بنا پر تھا جب عرب و بربر کی تاریخ لکھنے بیٹھے تو انہوں نے کتابوں کی طرف مراجعت کرنے کو از بس ضروری جانا اور اس مقصد کیلئے تونس جانا مناسب خیال کیا اور چھبیس برس پھر پھرا کر سلطان ابو العباس سے اجازت طلبی کے بعد پھر تونس آن اترے شاہ مذکور خود فن تاریخ کا دلدادہ تھا اس لئے اس نے علامہ کی ہمت بندھائی اور ان کی تاریخ کے سلسلہ میں پوری پوری سہولتیں بہم پہنچائیں، ابن خلدون اپنی اس شاندار اور مشہور تصنیف سے یہیں تونس میں فارغ ہوئے اور اس کا ایک نسخہ شاہ کی خدمت میں پیش کیا، نیز موصوف نے شاہ کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ بھی پڑھا جو ایک سو ایک ابیات پر مشتمل ہے ان میں سے صرف آٹھ ابیات محض کتاب سے متعلق ہیں جو درج ذیل ہیں۔

والیك من سیر الزمان واعله. عبرا یدین بفقلها من یعدل — صحفا تترجم عن احادیث الالی

غبر و افتجمل عنهم و تفصل. تبدی التبابع والعمالق سرها — وثمود قبلهم و عاد الاول

والقائمون بملته الاسلام من. مضرو بربر هم اذا ماحصلوا — لخصت کتب الاولین لجمعها

واتیت اولها بماقدا غفلوا. والنت حوشی الکلام کائنما — شردو اللغات بهانطقی ذلل

اهدیت منه الی علاك جواهرا. مکنونت و کواکبالا تافل — وجعلته لصوان ملکك مفخرا. یاهی الندی به دیز هوا المحفل

(ترجمہ): ا۔ اور آپ کے سامنے زمانہ اور اہل زمانہ کی گردش کے سلسلہ میں ان عبرتوں کو پیش کر رہا ہوں جن کی فضیلت کا وہ لوگ اعتراف کریں گے جو منصف ہیں۔ ۲۔ یہ وہ صحیفے ہیں جو گذشتہ لوگوں کے واقعات کی ترجمانی کر رہے ہیں جو کسی واقعہ کو اجمالا بیان کرتے ہیں اور کسی کو تفصیل سے۔ ۳۔ جو تبابع (قدیم شاہان یمن) اور عمالقہ (عرب قدیم) اور ان سے بھی پرانی قوم ثمود اور عاد اولی کے مخفی حالات کو ظاہر کرتے ہیں۔ ۴۔ اور نیز اہل مضر اور بربر میں سے ان لوگوں کے احوال کو بھی جو اسلام لانے کے بعد ملت اسلام پر قائم رہے ہیں۔ ۵۔ میں نے ان صحیفوں کی تدوین میں قدماء کی کتابوں کی تلخیص کی ہے اور جن چیزوں سے انہوں نے غفلت برتی ہے ان کو شروع سے بیان کر دیا ہے۔ ۶۔ اور اس نامانوس کلام کو جو وحشی جانور کی طرح رمیدہ تھا میں نے ایسا رام کیا کہ اب زبانیں اس کی ادائیگی میں میرے نطق کی تابع ہیں۔ ۷۔ تیرے دربار کے اندر میں نے اس میں سے چھپے ہوئے موتیوں کو ہدیہ کیا ہے اور ان ستاروں کو جو ہمیشہ درخشاں رہتے ہیں۔ ۸۔ اور تیری مملکت محروسہ کیلئے اس کو ایسی فخر کی چیز بنا دیا ہے کہ مجلس اس پر نازاں ہوگی اور محفل اس سے آراستہ رہے گی۔

مقدمہ اور تاریخ پر نظر ثانی...... قیام مصر کے زمانہ میں آپ نے اپنی تاریخ اور مقدمہ پر نظر ثانی کی، تاریخ مشرق پر

چند ابحاث کا اضافہ کیا اور کچھ فصلیں بڑھائیں، مقدمہ میں بعض فصلوں کو بالکل بدل ڈالا اور بعض فقروں کا اضافہ کیا اور اس کا ایک نسخہ ملک ظاہر کی خدمت میں پیش کیا۔

مقدمہ ابن خلدون...... میں علم تاریخ کی فضیلت، تاریخ مذاہب کی تحقیق، مورخین کی غلطیوں پر تنقید و تبصرہ نفسیاتی تاریخ اور نظریاتی فلسفہ بیان کیا ہے اس لحاظ سے یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے اسلامی تاریخ میں یہ متفکرانہ انداز کسی نے بھی اختیار نہیں کیا، اس مقدمہ پر علماء مغرب اور فلاسفہ نے آپ کو خراج تحسین پیش کیا ہے اور یہ اعتراف کیا ہے کہ ابن خلدون پہلا شخص ہے جس نے اجتماعی اقتصادی، سماجی اور سیاسی علوم، نیز فلسفہ تاریخ اور عام قانون بنائے اور ان کی بنیاد رکھی، علماء شرق نے بھی آپ کے علمی فضل و کمال اور فلسفہ تاریخ کا لوہا مانا اور اس مقدمہ کو اپنی زبان میں ترجمہ کیا علامہ شبلی نعمانی الفاروق میں متاخرین پر نکتہ چینی کے بعد تاریخ ابن خلدون کے متعلق لکھتے ہیں کہ لیکن اس عام نکتہ چینی میں ابن خلدون کا نام شامل نہیں ہے اس نے فلسفہ تاریخ کا فن ایجاد کیا اور اس پر نہ صرف متاخرین بلکہ مسلمانوں کی کل قوم ناز کر سکتی ہے۔

رحلت ووفات...... علم و فضل کا یہ آفتاب چوہتر برس درخشاں رہ کر ۲۶ رمضان ۸۸۸ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۴۰۲ء میں ہمیشہ کیلئے زیر خاک روپوش ہو گیا ان کے معاصرین نے بتایا ہے کہ قاہرہ میں باب النصر سے باہر مقبرہ صوفیہ میں مدفون ہیں۔[۱]
(رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ)

ارباب چمن مجھ کو بہت یاد کریں گے ہر شاخ پہ اپنا ہی نشاں چھوڑ دیا ہے

مصنفین کتب امتحان مولوی

اس کورس میں اکثر کتابیں تو وہی ہیں جو درس نظامی کی ہیں یعنی فصول اکبری، کافیہ، قدوری، اصول الشاشی، مرقات، تہذیب، شرح تہذیب، ہدایۃ الحکمۃ، عقائد نسفیہ، جلالین شریف (نصف اول) موطا امام محمد، ان کے مصنفین کے حالات ان کتابوں کے ذیل میں گزر چکے، ان کے علاوہ مزید کتابیں یہ ہیں۔

مجانی الادب، دروس البلاغۃ، متن الکافی، رسالہ اصول الحدیث، زبدۃ الاصول، موجز، کامل الصناعۃ، ازہار العرب، کفایۃ المتحفظ، النفحۃ الاجملیۃ فی الصلات الفعلیۃ۔

(۱۰۵) صاحب مجانی الادب

الاب لویس بن یوسف بن عبد المسیح بن یعقوب بن عبد المسیح شیخو قس یسوعی آپ ۱۲۷۵ھ میں ماردین میں پیدا ہوئے اور لبنان کے مدرسہ الاباء الیسوعین میں تعلیم پائی فراغت کے بعد رہبانیہ یسوعیہ کے زمرہ میں منسلک ہوئے اور بلاد اور بادشرق کی سیاحت کی اور کتب عربیہ کا بہت کچھ مطالعہ کیا، آداب عربیہ کی تعلیم کیلئے جامعۃ القدس یوسف میں مدرس ہوئے جہاں آپ نے عرصہ تک تعلیم دی اور مجلہ المغرق جاری کیا۔ ۱۳۴۶ھ میں بیروت میں آپ نے وفات پائی۔ مجانی الادب فی حدائق العرب، المخطوطات، العربیہ مکتبۃ النصرانیہ، النصرانیۃ و آدابہا بین العرب الجاہلیۃ الاداب العربیہ فی القرن التاسع عشر، بیروت تاریخ ہا آثار ہا وغیرہ بہت سی کتابیں آپ کی یادگار ہیں۔[۲]

(۱۰۶) صاحب دروس البلاغۃ

یہ کتاب حفنی بک ناصف کی ہے جو انہوں نے ادباء مصر کی ایک جماعت محمد بک دیاب، محمد بک صالح اور مصطفیٰ

[۱] از وفیات الاعیان: تذکرہ ابن خلدون مقدمہ ابن خلدون (مترجم) ۱۲ [۲] از معجم المولفین ۱۲

ملموم وغیرہ کے ساتھ مل کر تصنیف کی ہے۔
نام و نسب اور جائے پیدائش...... محمد حفنی ناصف بن شیخ اسماعیل ناصف ۱۲۷۲ھ میں قاہرہ کی مضافاتی بستی "برکندا ابنج" میں ناداری اور یتیمی کی حالت میں پیدا ہوا اور ماموں اور دادی نے اس کی کفالت کی۔
تحصیل علم اور حالات زندگی...... حفنی بک نے ابتداء بستی کے ایک مدرسہ میں داخل ہو کر قرآن کا کچھ حصہ حفظ کر کے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور گیارہ برس کی عمر میں بھاگ کر ازہر چلا گیا اور وہاں تیرہ سال رہا پھر دار العلوم میں داخلہ لے کر علوم و فنون میں مہارت حاصل کی یہاں سے فراغت کے بعد مدارس امیریہ میں عربی کے استاد مقرر ہوئے پھر انہیں لا کالج کا استاد منتخب کر لیا گیا یہاں ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ طلبہ کی کلاسوں میں بھی شامل ہو جاؤں چنانچہ انہوں نے قانون پڑھ لینے کے بعد پڑھانے کا مشغلہ چھوڑ دیا اور سرکاری وکیل کے سیکریٹری بن گئے پھر ۱۸۹۲ء میں ملکی عدالت کے جج معین کر دیئے گئے اور اس ضمن میں اتنی ترقی کی کہ "ملنطا" کی ملکی عدالت کے نمائندے ہو گئے اسی اثناء میں انہیں جامعہ مصریہ نے ادب عربی پڑھانے کی دعوت دی جس پر لبیک کہتے ہوئے انہوں نے ادب عربی پر نہایت پر معلومات لیکچر دیئے جو کتابی شکل میں جمع کر دیئے گئے پھر جب وزارت تعلیم کے چیف انسپکٹر شیخ حمزہ فتح اللہ پنشن پا کر الگ ہو گئے تو پر ضمیر حفنی بک ان کی جگہ آئے اور ستر برس کی عمر میں انہیں بھی پنشن مل گئی۔
اخلاق و عادات...... موصوف بڑے خوش مذاق، شگفتہ طبع، برجستہ گو حاضر جواب، مزاح پسند اور خلیق تھے وہ ہر علم و فن کا ساتھ دیتے اور قدیم و جدید کو نہایت توازن کے ساتھ ملائے دیتے تھے۔
نثر نگاری اور شاعری...... حفنی بک ناصف جدید ادبی تحریک کے ایک محکم ستون تھے انہوں نے اپنی علمی کاوشوں اور تالیفوں سے اس تحریک میں جان ڈال دی اور اپنے قصائد و مقالات سے اس کو تقویت پہنچائی انہیں لغت میں بڑی مہارت، قواعد میں وسیع معلومات حاصل تھی اسرار کلام سے باخبر اور فن تنقید میں بڑی گہری نظر رکھتے تھے مضمون نگاری میں ان کا انداز عصر عباسی کے آخری دور کے اسلوب کی طرح تھا جس میں تجمع بندی اور بدیع پسندی تھی لیکن مقالات نویسی میں ان کا اسلوب نگارش ان قیود سے آزاد تھا اسلئے اس میں رقت و سلاست اور سادگی و متانت ہے رہی شاعری تو اس کا اسلوب نثر منظوم کا سا ہے جس میں لطائف اور لفظی حسن کی زیادتی ہے کبھی کبھی تراکیب میں کمزوری نمایاں ہو جاتی ہے تاہم مجموعی طور پر وہ رواں اور فطری ہے۔
حفنی شاعری کا نمونہ...... ایک رئیس کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

احییت آمالی وکنت امتہا من طول ما لاقیت من اخوانی۔ ادلی باخلاصی لہم واذود عن۔ اعراضہم بجوارحی ولسانی محفتہم ودی فلما الیسر واب کانت بداینۃ امرہم نسیانی۔ حسبی من الدنیا صدیق ثابت۔ فروفکنہ ولا احتیاج لشان۔

عالموں کی بے بسی پر رنج کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

اتقضیٰ معی ان حان حینی تجاربی. وما قتها الا بطول عناء. ویحزننی الا اری لی حیلت

لا عطائها من یستحق عطائی . اذا ورث المزون ابناء هم غنی . وجاها فما اشقی بنی الحکماء

وفات...... حفنی بک ناصف نے ۱۳۳۷ھ مطابق نومبر ۱۹۱۹ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور مقبرہ شافعی میں مدفون ہوئے۔
تالیفات...... (۱) دروس البلاغۃ انہوں نے دوسرے مولفین کے ساتھ مل کر عربی زبان کے قواعد کی کتابوں کا ایک سلسلہ جاری کیا جو آج کل مصری مدارس میں بطور کورس مقرر ہے دروس البلاغۃ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو اپنے موضوع کے لحاظ سے بہت اچھی کتاب ہے، ابو الافضال مولانا فضل حق رامپوری نے "شموس البراعۃ فی شرح دروس البلاغۃ" کے نام سے عربی زبان میں اس کی شرح لکھی ہے۔ (۲) ممیزات لغۃ العرب یہ موصوف نے مستشرقین کی اس

کانفرنس میں پیش کی تھی جو "وائنا" میں ۱۸۸۶ء میں منعقد ہوئی تھی نیز وہ اس وفد کے سیکریٹری بھی تھے جو اس کانفرنس میں مصر کی نمائندگی کر رہا تھا (۳) "حیاۃ اللغۃ العربیۃ" یہ ان لیکچروں کا مجموعہ ہے جو انہوں نے جامعہ مصر میں دیئے تھے۔ (۴) القطار السریع فی علم البدیع (۵) الامثال العامیۃ (۶) بدیع اللغۃ العامیۃ ان کے علاوہ ایک رسالہ بحث و مناظرہ پر اور ایک منطق پر بھی لکھا ہے ان کی بیشتر کتب غیر مطبوعہ ہیں۔[1]

(۱۰۷) صاحب الکافی

ابو العباس شہاب الدین احمد بن عباد بن شعیب الشافعی القنائی ثم القاہری متوفی ۸۵۸ھ المعروف بالخواص آپ کے مولفات میں الکافی فی علمی العروض والقوافی اور نیل المقصد الامجد فیمن اسمہ احمد بتائی جاتی ہیں۔[2]

(۱۰۸) صاحب اصول حدیث

میر سید شریف جرجانی کا مختصر سا رسالہ ہے ان کے حالات "نحو میر" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۰۹) صاحب زبدۃ الاصول

علامہ بہاء الدین عاملی شیعی کی تصنیف ہے جن کے حالات "تشریح الافلاک" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۱۰) صاحب الموجز

علاء الدین علی بن ابی حزم القرشی المعروف بابن النفیس المصری الشافعی آپ ۶۰۷ھ میں پیدا ہوئے اور شیخ مہذب الدین دخوار سے علم طب حاصل کیا اور اس فن میں وہ کامل دسترس بہم پہنچائی کہ ابن سینا کے بعد آپ جیسا کوئی نہ ہو سکا چنانچہ طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

واما الطب فلم یکن علی وجہ الارض مثلہ فی زمانہ قیل ولا جاء بعد ابن سینا مثلہ

فن طب میں آپ کے زمانہ میں روئے زمین پر آپ جیسا کوئی نہ تھا بلکہ بقول بعض ابن سینا کے بعد آپ جیسا کوئی پیدا ہی نہیں ہوا۔

آپ طبیب حاذق ہونے کے ساتھ بہت بڑے فقیہ بھی تھے اور علاج میں تو آپ کا مقام شیخ بو علی سینا سے بھی آگے تھا آپ نے اصول فقہ، منطق اور طب وغیرہ میں متعدد کتابیں لکھی ہیں فن طب میں آپ کی ضخیم کتاب "الشامل" اسی جلدوں میں پھیلی ہوئی ہے پھر بھی نا مکمل ہے کہا جاتا ہے کہ اگر اسے پوری کرتے تو تین سو جلدوں میں مکمل ہوتی فن طب میں دوسری کتاب "الموجز" ہے جو آپ کی تصنیفات میں سب سے اچھی تصنیف ہے صاحب کشف نے لکھا ہے۔

ہو کتاب مفید معتبر و ہو خیر ماصنف من المختصرات و المطولات اذھو موجز فی الصورۃ لکنہ کامل فی الصناعت منہاج الدرایت حاو للذ خائر النفیسہ شامل للقوانین الکلیت والقواعد الجزئیت جامع لاصول المسائل العلمیت والعملیت۔

یہ نہایت مفید و معتبر اور مختصر و مطول کتابوں میں سب سے اچھی کتاب ہے کیونکہ یہ بظاہر گو موجز ہے لیکن در حقیقت فن طب میں کامل ذخائر نفیسہ پر حاوی قوانین کلیہ و قواعد جزئیہ کو شامل اور اصول مسائل عملیہ و علمیہ کی جامع ہے۔

---

[1] از تاریخ ادب عربی ۱۲ [2] از معجم المولفین

آپ کی یہ کتاب چار فنون پر مرتب ہے فن اول اجزاء طب علمی و عملی کے قواعد میں ہے فن دوم ادویہ واغذیہ مفردہ اور مرکبہ کے بیان میں ہے فن سوم ان امراض کے بیان میں ہے جو خاص اعضاء کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں فن چہارم عام امراض اور ان کے اسباب وعلامات اور معالجات کے بیان میں ہے۔

آپ نے تقریباً اسی سال کی عمر پا کر ۱۱ ذیقعدہ ۶۸۷ھ میں وفات پائی آپ کی کتاب "الموجز" پر بہت سے لوگوں نے حواشی وشروح لکھے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حل الموجز از جمال الدین محمد بن محمد بن محمد بن فخر الدین اقسرائی متوفی ۷۷۵ھ۔ (۲) نفیسی از شیخ نفیس بن عوض کرمانی متوفی ۸۴۰ھ (۳) شرح الموجز از شیخ ابو اسحاق ابراہیم بن محمد سویدی متوفی ۶۹۱ھ (۴) المجز از رئیس الاطباء محمود بن احمد امشاطی (۵) سدیدی از علامہ سدید گازرونی۔[۱]

(۱۱۱) صاحب کامل الصناعہ

علاء الدین علی بن عباس الاہوازی المجوسی المتوفی ۳۸۴ھ مشہور طبیب ہے اس نے ابو ماہر موسیٰ بن سیار وغیرہ سے علم حاصل کیا اور شاہ عضد الدولہ فناخسرو ابن رکن الدولہ ابو علی حسن بن بویہ دیلمی کیلئے ادویہ مفردہ کے ذریعہ مداوہ امراض میں ایک کتاب لکھی، علم طب میں ان کی کتاب کامل الصناعۃ الطبیۃ دو ضخیم جلدوں میں ہے۔[۲]

(۱۱۲) صاحب ازہار العرب

نام ونسب اور حالات زندگی...... ابو عبد اللہ محمد بن یوسف ۱۳۰۷ھ میں ضلع سورت کے ایک گاؤں "سامرود" میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم گاؤں میں ہوئی سات برس کی عمر میں قرآن مجید ختم کیا پھر فارسی اور عربی سیکھی بغرض تعلیم ایک سال سورت میں اقامت کی پھر بمبئی پہنچے ۱۳۲۰ھ میں اعلیٰ تعلیم کا شوق انہیں شہر دہلی لے گیا جو علوم دینیہ وعربیہ کیلئے مرکزی حیثیت رکھتا تھا وہاں مختلف مدارس میں متعدد اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ۱۳۲۶ھ میں علامہ محمد طیب مکی سے استفادہ کیلئے حیدر آباد دکن پہنچے اور جب علامہ موصوف رامپور گئے تو یہ بھی ان کے ہمراہ رامپور گئے بعد ازاں ۱۳۲۹ھ میں شیخ طیب عرب ندوۃ العلماء میں ادیب اول کے عہدہ پر فائز ہوئے تو ان کے ساتھ ان کا یہ قابل شاگرد بھی لکھنو پہنچا اور تقریباً پانچ سال تک شیخ طیب کے ساتھ رہا اس عرصہ میں شیخ سے منطق، فلسفہ، ادب، اصول فقہ، کچھ علم کلام، تفسیر اور صحیح بخاری شریف مکمل پڑھی پھر ملک کے مختلف جلیل القدر علماء سے ملاقاتیں کیں اور محرم ۱۳۳۵ھ میں ریاست ٹونک کے ایک معزز گھرانے میں شادی ہوئی موصوف قلمی کتابوں کی تلاش میں ٹونک کے مشہور کتب خانہ پہنچا کرتے تھے۔

جلالت شان وعلمی مقام...... علوم عربیہ ودینیہ بالخصوص لغت، عربی شاعری، تاریخ انساب، اسماء الرجال، حدیث اور تفسیر میں ان کا مطالعہ نہایت وسیع تھا علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے معارف بابت ستمبر ۱۹۴۲ء شذرات میں ان کے متعلق لکھا ہے "پچھلے مہینے کا سب سے اندوہناک علمی حادثہ مولانا محمد سورتی کی وفات ہے مرحوم اس عہد کے مستثنیٰ دل ودماغ اور حافظہ کے صاحب علم تھے جہاں تک میری اطلاع ہے اس وقت اتنا وسیع النظر، وسیع المطالعہ کثیر الحافظہ عالم موجود نہیں، صرف ونحو، لغت وادب، اخبار وانساب اور اسماء رجال کے وہ اس زمانہ میں درحقیقت امام تھے۔

آگے چل کر لکھتے ہیں: "مرحوم کا پایہ علم وادب ورجال وانساب واخبار میں اتنا اونچا تھا کہ اس عہد میں اس کی نظیر مشکل تھی، جو کتاب دیکھتے تھے وہ ان کے حافظہ کی قید میں آجاتی تھی سینکڑوں نادر عربی قصائد، ہزاروں عربی اشعار اور

[۱] از مفتاح السعادۃ کشف الظنون ۱۲۔ [۲] از معجم المولفین۔

لغات وانساب نوک زبان تھے ان کو دیکھ کر یقین ہو تا تھا کہ ابتدائی اسلامی صدیوں میں علماء وادباء اور محدثین کی وسعت حافظہ کی جو عجیب وغریب مثالیں تاریخ میں مذکور ہیں وہ یقیناً صحیح ہیں شادی کے بعد اپنی دیگر مصروفیات کے ساتھ ساتھ انہوں نے صرف تین ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا تھا۔

اخلاق و عادات...... موصوف نہایت سادہ مزاج، بے تکلف، احباب پرور، فیاض اور مستغنی تھے مطالعہ کتب کے دلدادہ اور نادر کتب جمع کرنے کے شیدائی تھے اگر کوئی نادر کتاب خریدنا ممکن نہ ہو تا تو اس کی نقل خود کر لیتے یا کسی کاتب سے کرا لیتے تھے انہوں نے اپنا بہت بڑا قلمی کتب خانہ چھوڑا آپ علوم عربیہ واسلامیہ کے طلباء کے بڑے ہمدرد اور مددگار تھے ان کی بڑی حوصلہ افزائی کرتے اور لوگوں کو مشورہ دیتے کہ اپنے ذہین بچوں کو عربی پڑھاؤ اور علوم اسلامیہ کی طرف متوجہ کرو مسلکاً آپ اہل حدیث تھے اور نہایت درجہ متشدد، الحب للله والبغض للله ان کا شعار تھا حق کے اظہار میں کبھی نہیں چوکتے تھے اور نہ کسی کی رعایت کرتے تھے، علامہ خلیل بن محمد عرب نے ان کے مرثیہ میں بجا کہا ہے۔

یاجاہرا بالحق غیر مروع   ماخفت غیر اللہ فی الحجاد

تعلیمی خدمات...... آپ جامعہ ملیہ اسلامیہ میں شعبہ عربی کے صدر رہے جہاں آپ سے بہت سے طلبہ نے کسب فیض کیا ڈاکٹر عبدالعلیم احراری، پروفیسر محمد سرور اور ڈاکٹر ذاکر حسین آپ کے ہونہار شاگردوں میں سے ہیں چند ماہ مدرسہ رحمانیہ میں بھی ادب وحدیث وغیرہ کی تعلیم دی تھی بمبئی میں قرآن وحدیث اور ادب عربی کی تعلیم کیلئے ایک ادارہ دارالحدیث قائم کیا۔

شعر و شاعری...... جاہلیت عرب کی شاعری سے دلچسپی اور اس پر عبور نیز لغت میں مہارت کی وجہ سے ان کی شاعری میں ثقیل وغریب الفاظ بکثرت ملتے ہیں ان کی شاعری کا اسلوب خالص جاہلیت کی شاعری سے ملتا جلتا ہے البتہ شاعری میں جدید ایجادات کا ذکر ان کی جدت پسندی کی دلیل ہے ان کی شاعری کا بڑا حصہ دینی موضوعات پر مشتمل ہے اور مدح غزل عتاب ہجو، مرثیہ اور وصف میں بھی بہت کچھ لکھا ہے ان کی شاعری میں معنوی بلندی تو ملتی ہے لیکن شاعرانہ ٹیپ ٹاپ اور مبالغہ آرائی ناپید ہے ایک جگہ اپنے متعلق خود کہتے ہیں۔

ولست بشاعر السفساف انی   ابی لی ذالکم دینی وعدی

ان کی شاعری میں زہد اور شکوہ احباب کا عنصر نمایاں ہے آنحضرت ﷺ کی مدح میں بھی انہوں نے قصیدے کہے ہیں۔

نمونہ شاعری...... ایک طویل مدحیہ قصیدہ میں جس کا مطلع

ودع امنیۃ حان منک رحیل   واخوالصبابۃ للوداع ہمیل

ہے ابتدائی تشبیب کے بعد گریز کیلئے بجائے اونٹ کے جدید سواری ریل کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

فازا عرتك من الزمان ملمته فنجاة امرك فيه هذا الريل   فاركبه من سارعلے علاته. يطا الا كام لهن منه اليل

يمشى على كرة يصنبح تاوها. كغمامة قصف لها تزجيل   تمشى الرياح وراء ه وكانها. وكانه قطم تلته افيل

وقابته فى سيره جوابته فالليل والا يام فيه بثيل   وامامه حادا صم كانه. جن بدابمهامته مغلول

يستاقه فى شدة و صرامته نارو ماء فى حشاه تميل   يعدو على صم يواصل مشرقا. من مغرب و كذاله التعديل

فيسيرا سبوعا بساعات كذا. فهرا بيوم ليس فيه حويل   يطوى البلاد قفاره و بحاره. و سهوله و عوره فيجول

هذا الذى يمشى بنا متحزما. عند الا ميرله الندى واصول

شاہ ولی اللہ صاحب کے مزار پر کہے ہوئے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں۔

لقد كان لايا لوعن الحق ساعته و حق له ان يدعى بمحقق   اذا قال ابدى حجته الله قاطعا. وفصل عن اقوال كل مرنق

اپنے استاد علامہ محمد طیب عرب کے مرثیہ میں کہتے ہیں

لیبکک علم الدین والفسرانه. غریب بهذا العصر یدمی و یسحب

لقد کان یبدی الحق محضا لطالب. ویزری باقوال سخاف و یضرب

اذا اعفلت بالقوم عقدة آیة. رماها بقول صائب فتشعب

اہل حدیث کی مدح میں کہتے ہیں

اهل الحدیث عصابت نبویة. ترضی بفعل المصطفی و بامره

وتحط رای الناس اوا قوالهم. حط السیول الصخراء علی صخره

وہابی لقب کے متعلق کہتے ہیں

ان کان بدی محمد وسیله ذاك التوهب فادعنی وهابی

وفات حسرت آیات ...... موصوف نے اپنی بیماری کا آخری زمانہ علی گڑھ میں گزارا اور یہیں ۲۳ شعبان ۱۳۶۱ھ بروز جمعہ مطابق ۷ اگست ۱۹۴۲ء راہی ملک بقاء ہو گئے کسی شاعر نے تاریخ وفات میں یہ مصرعہ کہا ہے

یک آفتاب علم و عمل زیر خاک شد

تالیفات و تصنیفات اور تحقیقی و تنقیدی مقالات ...... ۱۔ ابتداء میں انہوں نے "ابو ہریرہ" پر ایک رسالہ لکھا جس میں اسے غیر منصرف ثابت کیا ہے اور اس پر دلائل و شواہد پیش کئے ہیں۔ ۲۔ ازہار العرب یہ عربی قصائد کے منتخب اشعار کا مجموعہ ہے جو متعدد امتحانات میں بطور کورس مقرر ہے۔ ۳۔ قواعد عربی یہ اردو زبان میں علم صرف پر ایک جامع و مبسوط کتاب ہے۔ ۴۔ شرح دیوان حسان بن ثابت علمی اور ادبی دنیا میں آپ کی یہ عظیم خدمت ہے جو تقریباً ایک ہزار صفحات میں قلمی ہے اور صرف حرف دال تک ہے۔ ۵۔ ترجمہ کتاب التوحید۔ محمد بن عبد الوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا اردو ترجمہ ہے جو مع حواشی شائع ہو چکا ہے۔ ۶۔ احسن الحدیث فی اثبات حجیۃ الحدیث یہ شائع نہیں ہو سکی۔ ۷۔ عالم برزخ یہ معارف میں شائع ہوا تھا۔ ۸۔ رسالۃ فی البندوقۃ بندوق سے شکار کے مسئلہ پر عربی میں ایک کتابچہ ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ گولی لگنے سے جو شکار مر جائے وہ حلال ہوگا ان کے علاوہ آخر میں ایک عربی اردو لغت انجمن ترقی اردو ہند کے ایماء پر لکھ رہے تھے جو تقریباً حرف عین تک لکھ سکے جس کا باقی حصہ ان کے صاحبزادے عبد الرحمٰن طاہر سورتی نے مکمل کیا ہے آپ کے علمی ادبی، تحقیقی و تنقیدی اور دینی مقالات و رسائل معارف اعظم گڑھ اور جامعہ دہلی سے شائع ہوتے تھے جن میں علامہ شبلی نعمانی کی سیرت پر تنقید بڑی اہمیت رکھتی ہے۔[1]

(۱۱۳) صاحب کفایۃ المتحفظ

ابو اسحاق ابراہیم بن اسماعیل بن احمد بن عبد اللہ طرابلسی مشہور بابن الاجدابی، شہر اجدابیہ جو کہ برقہ اور طرابلس کے درمیان واقع ہے اس کی طرف منسوب ہو کر اجدابی کہلاتے ہیں امام کامل ادیب فاضل اور فن لغت کے بڑے ماہر عالم تھے۔ کتاب الانوار اور کفایۃ المتحفظ و نہایۃ المتلفظ وغیرہ کتابیں آپ ہی کی یادگار ہیں آخر الذکر کتاب فن لغت میں مختصر سا رسالہ ہے جو چالیس ابواب اور چودہ فصول پر مشتمل ہے اور صغیر الحجم ہونے کے باوجود نہایت جامع اور نفع بخش ہے قاضی شہاب الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد الخولی متوفی ۶۹۳ھ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن محمد الثعلبی متوفی ۷۶۴ھ اور ابن جابر محمد بن احمد الاعمی وغیرہ نے اس کو نظم کیا ہے صاحب کشف الظنون و صاحب دائرۃ المعارف اور علامہ یاقوت حموی وغیرہ نے آپ کا تذکرہ کیا ہے مگر کسی نے تاریخ وفات ذکر نہیں کی۔[2]

[1] از تاریخ ادب عربی ۱۲۔ [2] از کشف و دائرۃ المعارف ۱۲۔

مصنفین کتب امتحان عالم

اس کورس میں بھی اکثر کتابیں وہی ہیں جو درس نظامی میں داخل ہیں یعنی شافیہ تلخیص المفتاح، نخبتہ الفکر، شرح وقایہ سراجی، نور الانوار، خمسیہ، قطبی، سلم العلوم، ملاحسن، خلاصۃ الحساب، تحریر اقلیدس، تصریح، شرح ہدایۃ الحکمۃ، شرح عقائد نسفی، کلیات نفیس، شرح اسباب، دیوان متنبی، مدارک التنزیل، مشکوۃ شریف ان کے مصنفین کے حالات ان کتابوں کے ذیل میں گذر چکے ان کے علاوہ مزید کتابیں یہ ہیں۔

مفصل المجتبی، دول العرب والاسلام۔ محیط الدائرہ، فقہ اللغتہ، وجیزہ، تاریخ اسلام، جوہرہ نیرہ، شرائع الاسلام (حصہ عبادات) حکمۃ العین، کامل الصناعۃ

(۱۱۴) صاحب مفصل

نام و نسب اور سنہ پیدائش...... ابو القاسم کنیت فخر خوارزم اور جار اللہ لقب محمود نام ہے والد کا نام اور دادا کا نام محمد اور پر دادا کا نام عمر ہے بروز چہار شنبہ ۲۷ رجب ۴۶۷ھ میں بمقام زمخشر پیدا ہوئے جو خوانذم کا ایک قصبہ ہے اسلئے نسبت میں زمخشری کہلاتے ہیں اور چونکہ ایک مدت تک مکہ معظمہ میں سکونت پذیر رہے اس لئے جار اللہ کے پڑوسی کہلاتے ہیں۔

تحصیل علم...... آپ نے علم ادب ابوالحسن علی بن مظفر نیشاپوری، ابو نعیم اصبہانی ابو مضر منصور اور دیگر بڑے بڑے علما و فضلا سے حاصل کیا اور ابو الفضل زین المشائخ بقالی محمد بن ابی القاسم خوارزمی الموفق احمد بن محمد ابو المؤید خطیب خوارزم وغیرہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

ایک فحش ترین غلطی...... علامہ کفوی محمود بن سلیمان نے "کتائب اعلام الاخیار" میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے بغیتہ الوعاۃ میں ابو الفتح ناصر الدین بن عبد السید ابی المکارم بن علی المطرزی صاحب "المغرب" کو بھی علامہ زمخشری کے تلامذہ میں بتایا ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ خود علامہ کفوی نے زمخشری کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ ان کی وفات ۵۳۸ھ میں ہوئی ہے اور صاحب مغرب کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے کہ ان کی پیدائش ۵۳۶ھ میں ہے فانی یصح التلمذ تیز علامہ سیوطی نے صاحب مغرب کا سنہ پیدائش ۵۳۸ھ بتایا ہے فلا یصح التلمذ اصلا۔

قوت حافظہ اور علمی مقام...... آپ تفسیر و حدیث کلام ولغت، معانی و بیان بالخصوص ادب و نحو کے زبردست امام تھے علامہ سمعانی فرماتے ہیں۔

کان یضرب به المثل فی الادب والنحو

آپ علم ادب اور علم نحو میں ضرب المثل تھے۔

ذہانت وذکاوت میں بھی قدرت کی طرف سے حظ وافر ملا تھا علامہ سیوطی لکھتے ہیں۔

کان کثیر الفضل غاية فی الذکاء وجودة القريحة متفنافی کل علم

آپ بڑے صاحب فضل نہایت ذہین وذکی تیز طبع اور ہر علم میں ٹھوس استعداد رکھتے تھے۔

بڑے بڑے اہل علم حضرات نے آپ کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے چنانچہ ابن خلکان کہتے ہیں

کان امام عصره من غير مدافع تشد اليه الرجال فی فنونه

آپ بالاتفاق اپنے زمانہ کے ایسے امام تھے کہ آپ سے علوم وفنون حاصل کرنے کیلئے لوگ آپکی طرف سفر کرتے تھے۔

علامہ عبد الحئی فرنگی محلی فرماتے ہیں۔

له فی العلوم آثار لیست لغیره من اهل عصره

علوم وفنون میں آپ کے ایسے کارنامے ہیں کہ آپ کے دور میں کسی نے نہیں کئے۔

علامہ زمخشری فصاحت وبلاغت کے بھی امام تھے کسی نے آپ کے اور علامہ سکاکی کے متعلق کہا ہے۔

لو لا الا عرجان لجهلت بلاغة القران

اگر دو لنگڑے نہ ہوتے تو بلاغت قرآن سے کوئی واقف نہ ہوتا۔

اعرج لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ...... کہتے ہیں کہ ان کے پاؤں میں ایک پھوڑا نکلا تھا جس کی وجہ سے پاؤں کاٹ کر اس کی جگہ لکڑی کا ایک مصنوعی پاؤں فٹ کر دیا گیا تھا جب یہ چلتے تھے تو پاؤں پر کپڑا لٹکا لیتے تھے جس سے دیکھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ آپ لنگڑے ہیں بعض حضرات نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ موصوف بلاد خوارزم کے سفر میں تھے خشکی اور برف شدت کے ساتھ پڑی جس کے نتیجے میں پاؤں بیکار ہو گیا لیکن بعض حضرات نے خود علامہ زمخشری سے جو وجہ نقل کی ہے وہ یہ ہے کہ جب موصوف بغداد آئے اور دامغانی حنفی فقیہ سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو موصوف نے کہا کہ یہ والدہ محترمہ کی بددعا کا نتیجہ ہے جس کا واقعہ یہ ہے کہ میں بچپن میں ایک چڑیا کے پاؤں میں دھاگا باندھ کر کھیل رہا تھا اتفاق کی بات چڑیا ہاتھ سے چھوٹ کر ایک سوراخ میں جا گھسی میں نے دھاگا کھینچا تو اس کا پاؤں ٹوٹ گیا اس پر والدہ نے کہا خدا کرے تیرا بھی پاؤں ٹوٹے۔ والدہ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ مقبول ہو گئے چنانچہ میں جب طلب علم کیلئے بخارا کی طرف نکلا تو راہ میں سواری سے گر کر پاؤں ٹوٹ گیا۔ واللہ اعلم بالصحۃ

شعر وشاعری...... سے غیر معمولی دلچسپی تھی اور بہت عمدہ اشعار کہتے تھے کتب تواریخ میں ان کے بہت سے اشعار ملتے ہیں بطور نمونہ چند اشعار ذیل میں درج ہیں۔

الاقل لسعدی مالنا فیك من وطر . وما نطلبن النجل من اعین البقر
فانا اقتصرنا بالذین تضایقت

عیونهم والله یجزی من اقتصر . ملیح ولکن عنده کل جفوة
ولم ارفی الدنیا صفاء بلا کدر

ولم انس از غازلة قرب روضة . الی قرب حوض فیه للماء منحدر
فقلت له جئنی بورد وانما

اردت به درد الخدود و ماشعر . فقال انتظر نی رجع طرف اجی به
فقلت له هیهات مالی منتظر

فقال دلاور دسوی الخد حاضر . فقلت له انی قنعت بما حضر

اپنے دور میں قضاۃ کے جور وجفا اور ناانصافی کی شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں

قضاة زماننا صاروا الصوصا
عموما فی القضا یا لا خصوصا

خشینا منهمو لو صا فحونا
للصوامن خواتمنا فصوصا

اپنے شیخ ابو مضر منصور کے مرثیہ میں کہتے ہیں۔

وقائله ماهذه الدرر التی
تساقط من عینیك سمطین سمطین

نقلت هو الدرر الذی کان قدحشا
ابو مضر اذنی تساقط من عینی

اپنے مذہب کو اشعار کی بھول بھلیوں میں مخفی رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

اذا سالوا عن مذهبی لم ابح به . واکتمه وکتمانه لی اسلم
فان حنفیا قلت قالوا باننی

ابیح الطلاو هوالشراب المحرم . وان مالکیاقلت قالوا باننی
ابیح لهم اکل الکلاب وهم هم

وان شافعیا قلت قالوا با ننی . ابیح نکاح البنت والبنت محرم
وان حنبلیا قلت قالوا باننی

تقیل حلولی بفیض مجسم . وان قلت من اهل الحدیث وحزبه
یقولون تیس لیس یدری و یفهم

تعجبت من هذا الزمان واهله. فما احد من السن الناس یسلم — واخبرنی دھری وقدم معشرا
علی انهم لایعلمون واعلم. ومذا فلح الجهال ایقنت اننی — انا المیم والا یام افلح اعلم

علمی لذت کے اظہار میں کہتے ہیں۔

سهری لقیقح العلوم الذلی. من وصل غانیة وطیب عناق — و تمایلی طربا لحل عویصة
اشهی واحلی من مدامه ساق. وصر یرا قلامی علی اور اقها — احلی من الدد کاه والعشاق
والذمن نقر الفتاةلدفها. نقری لا لقی الرمل عن اوراتی — ا بیت سهران الدجی وتبیته. نوما و تبغی بعد ذاك لحاقی

ومن کلامہ ایضا

زمان کل حب فیه خب — وطعم الخل خل لویذاق
لهم سوق بضاعة نفاق — فنافق فالنفاق له نفاق

ومماینسب الیہ ایضا

ان قومی تجمعوا وبقتلی تحد ثوا — لا ابا لی بجمعهم کل جمع مونث

قانون خداوندی کا مشاہدہ ...... حق تعالی کا ارشاد ہے وقال الذین کفر والر سلهم لنخر جنکم من ارضنا اولتعودن فی ملتنا فاوحی الیهم ربهم لنهلکن الظالمین ولنسکننکم الارض من بعد هم "(اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکال دیں گے تم کو اپنی زمین سے یالوٹ آؤ ہمارے دین میں تب حکم بھیجا ان کو ان کے رب نے ہم غارت کریں گے ان ظالموں کو اور آباد کریں گے تم کو اس زمین میں ان کے پیچھے)

زمخشری نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ میں نے اس مضمون کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہے فرماتے ہیں کہ میری بستی کا حاکم میرے ماموں پر ظلم کرتا تھا اور اس کی وجہ سے مجھے بھی ایذا پہنچاتا تھا کچھ ہی روز بعد حاکم کا انتقال ہو گیا اور اللہ نے اس کی جائیداد کا مجھے مالک بنادیا ماموں کے بچے وہاں آنے جانے لگے، ایک روز مجھے ان کی آمد ورفت پر نبی کریم ﷺ کا ارشاد "من آذی جارہ ورثہ اللہ دارہ" یاد آیا اور پورا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا میں نے یہ حدیث ان لوگوں کو سنائی اور سجدہ شکر ادا کیا۔

تحمل کن ای ناتواں از قوی — کہ روزے توانا تر از وے شوی
لب خشک مظلوم را گو بجند — کہ دندان ظالم بخواہند کند

حبک الشئ یعمی ویصم ...... جاء اللہ زمخشری مذہبا غالی درجہ کا معتزلی ہے اور کشاف میں اس کی عام عادت ہے کہ اپنے اعتقادات کو نہایت رازداری کے ساتھ سموتا چلا جاتا ہے لیکن آیت "قال رب ارنی انظر الیک قال لن ترانی کے ذیل میں وبال اعتزال نے زمخشری کو اپنی اصولی روش چھوڑنے پر مجبور کر دیا اور وہ مذہبی تعصب کے رنگ میں اہل سنت والجماعۃ پر طعن و تشنیع پر اتر آیا۔ اہل سنت والجماعت رویت باری عزاسمہ کے قائل ہیں قال الشاعر۔

یراہ المومنون بغیر کیف — وادراک وضرب من مثال
مومن خدا کو دیکھیں گے جنت میں خوش خصال — بے کیف وبے جہت بے شبہ وبے مثال

اور معتزلی لوگ اس کے منکر ہیں اس سلسلہ میں زمخشری نے اہل سنت والجماعۃ کے حق میں جو شنیع ترین الفاظ استعمال کئے ہیں وہ بعینہ اس کی عبارت میں ملاحظہ ہوں۔

ثم تعجب من المتسمین بالاسلام المتسمین باهل السنة والجماعة کیف اتخذ واهذه العظمیه مذهبا ولا یغرنك تسترهم بالبلکفت فانه من منصوبات اشیاخهم والقول ماقال بعض العدلیته فیهم.

لجماعة سموا هواهم سنة لكنهم حمر لعمري موكفه

قدشبهوه بخلقه و تخوفوا شنع الورى فتستروا بالبلكفة

پھر تعجب کر ان لوگوں پر جو اپنے آپ کو مسلمان اور اہل سنت والجماعۃ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس بڑی بات کو (یعنی امکان رویت باری کو) کیسے مذہب بنالیا اور ان کا بلکفہ کی آڑ لینا (یعنی یہ کہنا کہ دیدار خداوندی بلا کیف ہوگا) تجھے دھوکے میں نہ ڈالے کیونکہ یہ بات ان کے شیوخ کی من گھڑت ہے ان کی بابت فرق عدلیہ کے ایک شخص کا یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ ایک جماعت ہے جس نے اپنی خواہشات کا نام سنت رکھ چھوڑا ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ لوگ گدھے ہیں انہوں نے خدا کو مخلوق سے تشبیہ دی اور جب خلق خدا کی تشنیع کا اندیشہ ہوا تو بالکفہ کی آڑ میں چھپ گئے۔

یہ ہے علامہ جار اللہ کی بعینہ عبارت سو بقول علامہ ناصر الدین ابن المنیر اسکندرانی اگر حضرت حسان بن ثابت ﷛ کی پیروی مقصود نہ ہوتی تو ہم صرف یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ

ولقد امر على اللئيم يسبنى فمضيت ثمه وقلت لايعنينى

لیکن چونکہ ایسے موقعہ پر حضرت حسان ﷛ نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے مدافعت کی ہے اس لئے ہم اصحاب سنت رسول ﷺ کی جانب سے ترکی کا جواب ترکی میں دیتے ہیں سنئے۔

عجبا لقوم ظالمين تلقبوا بالعدل مافيهم لعمرى معرفه

قدجاء هم من حيث لا يدرونه تعطيل ذات الله مع نفى الصفه

تعجب ہے اس ظالم قوم پر جو اپنے آپ کو عدلیہ کہتی ہے مجھے اپنی زندگی کی قسم یہ لوگ بالکل بدھو ہیں ان کے قول پر تو ذات باری کا تعطل اور صفات باری کی نفی لازم آگئی جس سے یہ لوگ بالکل بے خبر ہیں۔

شیخ ابراہیم اور سبکی کی زبان میں سنئے۔

رضينا كتاب الله للفصل بيننا وقول رسول الله اوضح فاصل

وتحريف آيات الكتاب ضلالة وليس بعدل ردنص الدلائل

وتضليل اصحاب الرسول وذفهم وتصويب آراء النظام دواصل

ولو كان تكذيب الرسول عدالة فاعدل خلق الله عاص بن وائل

فلو لاك جار الله من فرق الهوى لكنت جديرا باجتماع الفضائل

ہم اپنے لئے کتاب اللہ کے فیصلہ سے راضی ہیں اور اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد واضح ترین فیصلہ کن ہے آیات کتاب اللہ کی تحریف کھلی گمراہی ہے اور منصوص ادلہ کی تردید اصحاب رسول کی تضلیل اور نظام دواصل کی آراء کی تصویب خلاف عدل ہے اگر تکذیب رسول کا نام ہی عدالت (وانصاف) ہے تو مخلوق خدا میں عاص بن وائل سب سے بڑا عادل ہے سوائے جار اللہ اگر تو فرقہ اہل ہوی سے نہ ہوتا تو جامع فضائل ہوتا۔

رحلت و وفات...... علامہ زمخشری مکہ معظمہ سے جرجانیہ خوارزم میں آئے اور وہیں عرفہ کی شب میں ۵۳۸ھ میں وفات پائی موصوف نے سورہ بقرہ کی تفسیر میں یہ اشعار نقل کئے ہیں۔

يامن يرى مدالبعوض جناحها. فى ظلمة الليل البهيم الاليل ويرى مناط عرو قهافى نحرها

والمخ فى تلك العظام النحل. امنن على بتوبة امحو بها ما كان منى فى الزمان الاول

علامہ ابن خلکان نے ان کے متعلق بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ موصوف نے وصیت کی تھی کہ یہ اشعار میری قبر پر کندا ں کرائے جائیں آپ کی وفات پر کسی نے مرثیہ کے چند اشعار کہے ہیں جن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

فارض مكة تذرى الدمع مقلتها حزنا لفرقة جار الله المحمود

علمی کارنامے......علامہ زمخشری نے فنون مختلفہ لغت ادب، نحو، تفسیر وغیرہ میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن کی تعداد مراۃ الجنان میں تیس بتائی گئی ہے جن میں سے مفصل کشاف اور اساس البلاغہ کو جو شہرہ آفاق حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے آپ کے مصنفات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) مفصل......اس کی تصنیف یکم رمضان ۵۱۲ھ میں شروع ہوئی اور یکم محرم ۵۱۵ھ میں تکمیل کو پہنچی ملک معظم شرف الدین عیسی بن سیف الدین ابوبکر بن ایوب صاحب دمشق نے ہر حافظ مفصل کیلئے ایک سو اشرفی اور خلعت فاخرہ کا اعلان کردیا تھا جس کی وجہ سے ایک بہت بڑی جماعت مفصل کی حافظ ہو گئی تھی۔

(۲) کشاف......یہ بڑی معرکۃ الآراء تصنیف ہے جو تحقیق انیق و تدقیق رشیق اسرار و باسالیب عربیہ حقیقت و مجاز استعارات و تشبیہات سے بھرپور ہے مدت تصنیف دو سال چار ماہ (یا تین ماہ) اور نو دن ہیں چنانچہ دیباچہ کتاب میں ہے۔

ففرغ منه فى مقدار مدة خلافة ابى بكر الصديق رضى الله عنه و كان يقدر تمامه فى اكثر من ثلاثين سنة.

اس کی تصنیف سے فراغت حضرت ابو بکر صدیق ﷺ کی خلافت کی مدت کے بقدر قلیل عرصہ میں ہوئی حالانکہ اندازہ یہ تھا کہ یہ تیس سال سے بھی زیادہ میں پوری ہو گی۔

صاحب مفتاح السعادۃ اور ابن خلکان نے کشاف کے متعلق لکھا ہے "لم یصنف مثلہ قبلہ" کہ اس جیسی کوئی کتاب اس سے پہلے تصنیف نہیں ہوئی ومن كلامه رحمه الله فى مدح الشكاف تحدثا بنعمة ربه و شكرا.

ان التفا سيرنى الدنيا بلاعدد وليس فيها لعمرى مثل كشاف

ان كنت تبغى الهدى فالزم قراته فالجهل كالداء والكشاف كالشافى

مگر موصوف چونکہ اصول و اعتقاد کے لحاظ سے کھلے معتزلی تھے (جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے) یہاں تک کہ جب یہ کسی کے ہاں جاتے اور دروازہ پر دستک دیتے تو کہا کرتے تھے "ابو القاسم المعتزلی بالباب" اس لئے اپنی تصنیف میں بہت سے مقامات پر اپنے اعتقاد کے مطابق آیات کی تاویل میں سور تعبیر اور تغیر سے کام لیا ہے لوگوں کی سوظنی ان کے متعلق اس حد تک بڑھی ہوئی ہے کہ گویا شکر میں لپیٹ کر کونین کھلانے کی مہارت سمجھا جاتا ہے کہ اس شخص کو خاص طور پر حاصل ہے اسی لئے ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض فقہاء نے اس کتاب کا مطالعہ کرنا حرام بتایا ہے کیونکہ یہ اپنی کتاب میں چھپا چھپا کر اپنے عقائد خاص کی سمیت جذب کرتے چلے گئے ہیں جن کو کم علم لوگ سمجھ نہیں پاتے علامہ ناصر الدین احمد بن محمد بن المنیر اسکندرانی مالکی متوفی ۶۸۳ھ نے اس راز کو خوب فاش کیا ہے۔

موصوف نے جب کشاف کی تصنیف کا آغاز کیا تو شروع ہی میں اپنے اعتقاد کے مطابق کہا تھا "الحمدلله الذى حلق القرآن اس پر لوگوں نے اس کو متنبہ کیا اور کہا اگر کتاب کو اسی نہج پر رکھو گے تو کوئی نہیں پڑھے گا اس پر اس نے عبارت میں قدرے ترمیم تو کی یعنی خلق کے بجائے جعل کردیا لیکن بات وہی رہی کیونکہ معتزلہ کے یہاں جعل بمعنی خلق ہے بعض نسخوں میں جو "الحمد للہ الذی انزل القرآن" ہے یہ عبارت مصنف کی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی طرف سے اصلاح ہے۔ نادم تحریر نے کشاف کے جستہ جستہ مقامات کا مطالعہ کیا ہے اور لائبریری میں محفوظ ہے۔

لطیفہ عجیبہ......کہتے ہیں کہ محی السنہ امام غزالی مفتی الثقلین تھے ایک روز انہوں نے جنات سے حوادثات کی بابت دریافت کیا جنات نے کہا کہ علامہ زمخشری قرآن پاک کی تفسیر لکھ رہے ہیں اور نصف کے قریب پہنچ چکے ہیں امام غزالی نے تفسیر منگوائی اور پوری نقل کروا کر اصل نسخہ جنات کے ذریعہ واپس کرادیا، جب امام زمخشری موصوف کے یہاں آئے تو آپ نے زمخشری کو کتاب دکھائی زمخشری کتاب دیکھ کر حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ اگر میں یہ کہوں کہ کتاب میری ہے

تو یہاں کیسے آئی جبکہ میں نے اس کو اس طرح محفوظ رکھا تھا کہ کسی کو اس کی اطلاع بھی نہیں اور اگر یہ کہوں کہ کسی دوسرے کی ہے تو لفظاً معنًی رضعاً ترتیباً اتنا کثیر توارد عقلاً محال ہے زمخشری کی اس حیرت کو دیکھ کر امام غزالی نے کہا کہ یہ تمہاری ہی کتاب ہے میں نے جنات کے ذریعہ منگوائی ہے زمخشری جنات کے قائل نہ تھے لیکن اس مجلس میں قائل ہو گئے۔
۳۔ اساس البلاغۃ کشاف کی طرح یہ بھی حقائق ودقائق فن سے لبریز ہے۔ ۴۔ الفائق یہ علم غریب الحدیث میں ہے اس کی تصنیف سے فراغت ماہ ربیع الاخر ۵۱۶ھ میں ہوئی ہے راقم الحروف کے پاس ہے اور اکثر مطالعہ میں رہتی ہے۔ ۵۔ المفرد۔ ۶۔ المحاجاۃ بالمسائل الخویۃ۔ ۷۔ ربیع الابرار و نصوص الاخبار۔ ۸۔ اسامی الرواۃ۔ ۹۔ النصائح الکبار۔ ۱۰۔ النصائح الصغار۔ ۱۱۔ ضالۃ الناشد۔ ۱۲۔ الرائض فی الفرائض، ۱۳۔ الانموذج۔ ۱۴ اروس المسائل۔ ۱۵۔ شرح ابیات سیبویہ۔ ۱۶۔ المستقصی فی امثال العرب، ۱۷۔ صمیم العربیہ۔ ۱۸۔ سوائر الامثال، ۱۹۔ دیوان التمثیل، ۲۰۔ شقائق النعمان فی حقائق النعمان، ۲۱۔ شافی العمی من کلام الشافعی، ۲۲۔ القسطاس، ۲۳۔ معجم الحدود، ۲۴۔ المنہاج، ۲۵۔ مقدمۃ الادب، ۲۶۔ دیوان الرسائل، ۲۷۔ دیوان الشعر، ۲۸۔ الرسالۃ الناصحۃ، ۲۹۔ الامالی، ۳۰۔ اطواق الذھب، ۳۱۔ شرح مشکلات المفصل، ۳۲۔ الکلم النوابغ، اس کا تھوڑا سا نمونہ درج ذیل ہے قال المرض والحاجة خطبان امر من نقيع الخطبان، كما يحدث بين الخبيثين ابن لا يوبن الفرث والدم يخرج منهما اللبن، الامين آمن والخائن حائن السوقية و الكلاب السلوقية سواء حجج الموحدين لاتدحض بشبه المشبه كيف يضع مارفع ابراهيم ابرهه كم احدث بك الزمان امرا امرا كمالم يزل يضرب زيد عمرا ماقدع السفيه بمثل الاعراض وما اطلق عنانه بمثل العراض محك الموده والاخاء حال الشدة دون حال الرخاء، من ارسل نفسه مع الهوى، فقد هوى في ابعد الهوى، استغنم تنفس الاجل، وامكان العمل واقطع ذكر المعازير والعلل، فانك في اجل محدود، دعمر غير ممدود، الجودو الحلم حاتمي و احنفي والدين والعلم حنيفي وحنفي اذا حصلتك ياقوت هان على الدروالیا قوت مامنع قول الناصح ان يروقك وهوالذى بنصح خروقك اتل على كل من وزر كلا لاوزر۔

(۱۱۵) صاحب المجتنیٰ

نام ونسب...... ابو بکر محمد بن الحسن بن درید بن عتاہیہ بن حنتم بن الحسن بن حمامی بن جرد بن واسع بن وہب بصری آپ کے اجداد میں حمامی سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے یہ ان ستر آدمیوں میں سے تھے جو رسول اکرم ﷺ کے وصال کی خبر سن کر عمان سے مدینہ منورہ گئے تھے۔

سنہ پیدائش اور تحصیل علم...... آپ ۲۲۳ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے اور یہیں پرورش پائی، ابو حاتم سجستانی ابوالفضل عباس بن الفرج نحوی عبدالرحمٰن بن عبداللہ (ابن اخ الاصمعی) ابو عثمان سعید بن ہارون اشنا ندانی جیسے مشہور حضرات سے علم کی دولت کمائی اور آپ سے ابوالفرج اصبہانی ابو سعید سیرانی ابو علی قالی جیسے بلند پایہ ائمہ لغت وادب نے علم حاصل کیا۔

عام حالات زندگی...... تحصیل علوم کے بعد زنگیوں کے فتنہ میں بصرہ چھوڑ کر عمان چلے گئے اور یہاں بارہ برس رہ کر دیہاتی عربوں سے عربی اور شاعری کی معلومات بہم پہنچائیں اور پھر بصرہ واپس آگئے اس کے بعد شاہ بن میکال اور اس کے بیٹے سے طلب اعانت کیلئے ایران چلے گئے جو ایران کا گورنر تھا اسی کیلئے آپ نے کتاب جمہرۃ اللغہ تصنیف کی اور اپنے قصیدہ "مقصورہ" کے ذریعہ اس کی مدح کی اس نے آپ کی قدر افزائی کرتے ہوئے سرکاری دفاتر کا افسر اعلیٰ مقرر کر دیا چنانچہ حکومت ایران کی جس قدر بھی ڈاک نکلتی وہ آپ کے مشورہ اور دستخط سے نکلتی تھی جب میکال کے بیٹوں کو گورنری سے برطرف کر دیا گیا تو وہ خراسان چلے گئے اور ابن درید ۳۰۸ھ میں بغداد آگئے یہاں وزیر علی بن فرات نے آپ کا نہایت اعزاز واحترام سے استقبال کیا اور انعامات سے نوازا جب خلیفہ مقتدر باللہ کو آپ کے علمی بلند مرتبہ کا علم ہوا تو اس نے پچاس دینار ماہانہ وظیفہ

مقرر کر دیا تا کہ آپ معاشی تگ ودو سے مطمئن ہو کر علمی کام جاری رکھ سکیں چنانچہ یہ وظیفہ آپ کی حیات تک جاری رہا۔

اخلاق و عادات...... ابن درید موسیقی اور آلات طرب کا بڑا دلدادہ، شراب کا عادی دولت کا دشمن کھیل کو دعطیوں اور بخششوں پر مال بہت صرف کرنے والا تھا، بایں ہمہ لغت وادب اور انساب میں چوٹی کا عالم مانا جاتا ہے۔

علمی مقام اور قوت حافظہ...... خطیب بغدادی ان لوگوں سے جنہوں نے ابن درید کو دیکھا ہے روایت کرتے ہیں کہ وہ بے حد قوی الحافظہ تھے سرزمین عرب میں ان سے بڑھ کر حافظہ والا کسی کو نہیں دیکھا گیا آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ آپ کے سامنے دواوین پڑھے جاتے اور وہ آپ کو ازبر ہو جاتے تھے ابو الطیب لغوی نے "مراتب النحویین میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

هو الذی انتهت الیه لغة البصریین و کان احفظ الناس واوسعهم علما واقدرهم علی الشعر و ماازدحم العلم والشعر فی صدر احد ماازدحمافی صدر ابن درید.

بصریوں کا لغت آپ ہی پر منتہی تھا لوگوں میں سب سے زیادہ حفظ اور علم والے تھے شعر گوئی پر بہت قدرت رکھتے تھے ابن درید کے سینے میں علم اور شعر کا ایسا ہجوم تھا جو کسی میں نہ تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔

انه کان راسافی الادب یضرب المثل بحفظه هو اشعر العلماء و اعلم الشعراء.

آپ علم ادب کے سرخیل قوت حافظہ میں ضرب مثل اور علماو شعراء میں سب سے بڑھ کر علم و شعور رکھتے تھے۔

علامہ مسعودی مروج الذہب میں لکھتے ہیں

انه کان ببغداد ممن برع فی زماننا هذا فی الشعر وانتهی فی اللغة وقام مقام الخلیل بن احمد فیها و اورد اشیاء فی اللغة لم توجد فی کتب المتقدمین.

آپ ہمارے زمانہ میں بغداد کے شعراء ماہرین میں سے تھے لغت آپ ہی پر منتہی تھا اور اس فن میں خلیل بن احمد نحوی کے ہم پلہ تھے لغت میں ایسے نوادر ذکر کئے ہیں جن سے متقدمین کی کتابیں خالی ہیں۔

ابن درید کی شاعری...... بھی نہایت ٹھوس شیریں اور خوشگوار ہے جو اس کی قادر الکلامی اور طبیعت کی جولانی پر دال ہے اس کا بہترین حصہ مقصورہ ہے جس میں دو سو انتیس اشعار ہیں جن میں عربوں کے بہت سے واقعات ضرب الامثال اور حکیمانہ اقوال جمع کر دیئے ہیں اس کا مطلع یہ ہے طرة صبح تحت اذیال الدجی والشعل المبیض فی مسوده مثل اشتعال النارفی جنزل الغضا

تصانیف...... آپ نے بہت سی مفید اور نفع بخش کتابیں لکھی ہیں جیسے المجتنی الامالی، السراج واللجام اشتقاق اسماء القبائل، المقتبس، المقصور والممدود، غریب القرآن، تقویم اللسان، کتاب الملاحن، کتاب الخیل الکبیر، کتاب الخیل الصغیر، کتاب الانواء، کتاب السلاح، کتاب المطر کتاب ادب الکتاب وغیرہ۔

وفات...... نوے سال کی عمر میں آپ پر فالج گرا علاج کے بعد صحت یاب ہو گئے ایک سال کے بعد پھر فالج گرا اور اسی میں کمزور ہوتے چلے گئے یہاں تک کہ ۱۸ شعبان ۳۲۱ھ میں بدھ کے روز بغداد میں وفات پائی اور مقبرہ عباسیہ میں مدفون ہوئے فقہ اللغہ کے پیش لفظ میں ہے کہ ابن درید اور ابو ہاشم جبائی نے ایک ہی دن وفات پائی اور مقبرہ خیزران میں مدفون ہوئے لوگوں نے ان کے انتقال پر کہا "مات علم اللغة والکلام بموت ابن دریده الجبائی . ورثاه جحظة فقال.

فقدت بابن درید کل منفعة — لما غدا ثالث الاحجار والترب

قد کنت ابکی لفقد الجود آونة — نصرت ابکی لفقدالجود و الادب [1]

[1] از کتاب الاعلام للعلامہ خیر الدین۔ تاریخ ادب عربی ۱۲

(۱۱۶) صاحب دول العرب

محمد طلعت پاشا بن حسن بن محمد حرب قاہری۔ آپ قاہرہ میں ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوئے اور مصر میں اقتصادیات کے لیڈر رہے قاہرہ میں ۱۸۸۹ء میں لاکی ڈگری حاصل کی پھر مترجم ہوئے اس کے بعد بعض کمپنیوں کے منتظم ہوگئے پھر ۱۹۰۹ء میں تعاون مالی کی کمپنی قائم کی۔

آپ کی شہرت ایک رسالہ سے ہوئی جس میں آپ نے قنال السویس کی کمپنی کے امتیاز کا مسئلہ ۱۹۱۰ء میں اٹھایا تھا پھر اسی سال ایک مصری بینک قائم کرنے کی اسکیم چلائی، بڑی بڑی مخالفتوں کے بعد یہ اسکیم بھی کامیاب ہوئی اور بینک قائم ہوگیا۔

آپ نے بہت سی کتابیں اور رسائل لکھے جن میں سے "تاریخ دول العرب والاسلام" مشہور و معروف اور شامل نصاب ہے اس کے علاوہ البراہین البینات علی تعلیم البنات علاج مصر اقتصادی کلمۃ الحق علی الاسلام فصل الخطاب فی المراۃ والحجاب ،خطب طلعت الحرب (تین جلدوں میں) مکتبہ مصر الجدیدہ تصنیف کیں آپ نے قاہرہ میں ۱۳۶۰ھ مطابق ۱۹۴۱ء میں وفات پائی۔ [۱]

(۱۱۷) صاحب محیط الدائرہ

ڈاکٹر کرنیلیوس فندیک الامیریکانی آپ لندنی الاصل ہیں اعمال ولایۃ نیویارک کی بستی کندر ہوگ میں ۱۲۲۳ھ میں پیدا ہوئے اور علم طب، صیدلہ، ریاضیات، اور لغات قدیمہ وغیرہ میں مہارت حاصل کی اور دیار سوریہ کے طبیب منتخب ہوئے پھر بیروت آئے اور یہاں عربیت میں مہارت تامہ پیدا کی نیز بطرس بستانی کی معیت میں عبیہ لبنان میں ایک مدرسہ قائم کیا اور بیروت کے کلیہ امریکہ میں تعلیم کے متولی بھی رہے آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے محیط الدائرہ فی علمی العروض والقافیہ اصول الباثولوجیۃ الداخلیہ ،اصول علم الہیئۃ المراۃ ابوفتیہ فی الکرہ الارضیہ الروضۃ الزہریہ فی الاصول الجبریہ قابل ذکر ہیں۔ آپ نے بیروت میں ۱۳۱۳ھ میں وفات پائی۔ [۲]

(۱۱۸) صاحب فقہ اللغۃ

نام و نسب اور سن پیدائش...... ابو منصور کنیت عبدالمالک نام والد کا نام محمد اور دادا کا نام اسماعیل ہے نسبت میں ثعالبی کہلاتے ہیں جس کی بابت علامہ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ یہ لومڑیوں کی چرم دوزی کی صنعت کی طرف نسبت ہے چونکہ موصوف اس کی پوستین وغیرہ بناتے تھے اس لئے ثعالبی کے ساتھ مشہور ہوگئے امام ثعالبی ۳۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ابو بکر خوارزمی وغیرہ سے انہوں نے علم حاصل کیا۔

علمی مقام...... آپ اپنے وقت کے امام بلند پایہ ادیب اور صاحب قلم عالم تھے علامہ ابن بشام صاحب ذخیرہ آپ کے حق میں رقم طراز ہیں کان فی وقتہ راعی تلعات العلم و جامع اشتات النثر و النظم راس المولفین فی زمانہ و امام المصنفین بحکم اقرانہ "اسی طرح امام باخرزی آپ کے متعلق لکھتے ہیں۔: ان الثعالبی ھو جاحظ نیسا بور وزبدۃ الاحقاب والدھور لم تر العیون مثلہ ولا انکر الاعیان فضلہ۔

شعر و شاعری...... موصوف بہت اچھے شاعر بھی تھے ابن خلکان وغیرہ نے ان کے بہت سے اشعار نقل کئے ہیں۔ فمن

[۱] از معجم المولفین۔ [۲] از معجم المولفین۔

ذالك ما كتبه انى الا ميرابى لفضل الميكالى

لك فى المفاخر معجزات جمه. ابدا لغيرك فى الورى لم تجمع — بحران بحر فى البلاغة شابه

شعر الوليد و حسن لفظ الاصمعى. كالنور او كالبحر او كالبدراد — كالوشى فى برد عليه موشع

وترسل الصابى يزين علوه. خط ابن مقتلة ذوالمحل للارفع — شكرا فكم من فقره لك كالغنى

وافى الكريم بعيد فقر مدقع. واذا تفتق نور شعرك ناضرا — فالحسن بين مرصع ومصرع

ارجلت فرسان الكلام ورضت افر.اس البديع وانت امجد مبدع

ونقشت فى فص الزمان بدائعا. تزرى ياثار الربيع الممرع

رحلت ووفات...... آپ نے اسی برس کی عمر پا کر ۴۳۰ھ میں وفات پائی۔

تصنیفات...... امام ثعالبی نے طبقات الامم، سحر البلاغہ، سر العربیہ، من غاب عن المطر، مونس الوحید، بردالاکباد، المبہج، التمثیل، المحاضرہ، النہایۃ فی الکنایۃ اور ثمار القلوب وغیرہ بہت سی کتابیں تصنیف کیں لیکن دو کتابیں قابل ذکر ہیں اول فقہ اللغۃ جو تیس ابواب اور پانچ سو چون فصلوں پر مشتمل ہے بایں تفصیل کہ باب ۱ میں ۴ اباب ۲ میں ۵ باب ۳ میں ۳ باب ۴ میں ۳ باب ۵ میں ۱۰ اباب ۶ میں ۴ باب ۷ میں ۴ باب ۸ میں ۴ باب ۹ میں ۸ باب ۱۰ میں ۳۸ باب ۱۱ میں ۱۰ اباب ۱۲ میں ۵ باب ۱۳ میں ۲۹ باب ۱۴ میں ۷ اباب ۱۵ میں ۷ ۵ باب ۱۶ میں ۲۴ باب ۱۷ میں ۳۵ باب ۱۸ میں ۲۳ باب ۱۹ میں ۳۹ باب ۲۰ میں ۲۳ باب ۲۱ میں ۴ اباب ۲۲ میں ۲۶ باب ۲۳ میں ۹ باب ۲۴ میں ۷ اباب ۲۵ میں ۱۸ اباب ۲۶ میں ۷ اباب ۲۷ میں ۳ باب ۲۸ میں ۹ باب ۲۹ میں ۵ باب اور ۳۰ میں ۲۹ فصلیں ہیں۔

موصوف نے اس کتاب کو جن حضرات کے علوم سے مرتب کیا ہے وہ یہ ہیں: ابو عبداللہ محمد بن زیاد الکوفی۔ ابن الاعرابی م ۲۳۲ھ، ابوالفتح عثمان بن جنی م ۳۹۲ھ، ابو عبداللہ حسن بن خالویہ لغوی م ۳۷۰ھ، ابو بکر محمد بن درید ۳۲۱ھ، ابو یوسف یعقوب بن السکیت م ۲۴۴ھ، ابوالحسن نضر بن شمیل نحوی م ۲۰۳ھ، ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا م ۳۹۰ھ، ابو محمد عبداللہ بن مسلمہ بن قتیبہ م ۲۷۰ھ ابوالمنذر ہشام بن ابی النضر محمد بن السائب کلبی م ۲۰۴ھ، ابوتراب عسکر بن الحسین نخشبی م ۲۴۵ھ، ابو زید سعید بن اوس م ۲۱۵ھ، ابو عبید قاسم بن سلام م ۲۲۴ھ، ابو عبیدہ معمر بن المثنی م ۲۱۰ھ، ابو عمرو بن العلاء م ۱۵۷ھ، ابو عمرو اسحاق بن مرار م ۲۰۶ھ ابوالہیثم رازی م ۲۲۲ھ، ابو منصور محمد بن احمد ازہری م ۳۷۰ھ، ابو سعید عبدالملک الاصمعی م ۲۱۶ھ، ابوالعباس ثعلب احمد بن یحیی بن زید بن سیار شیبانی م ۲۹۱ھ ابونصر اسماعیل بن احمد الجوہری م ۳۹۳ھ ابو محرز خلف بن حیان م ۱۸۷ھ عبدالرحمٰن خلیل بن احمد م ۱۷۴ھ، ابو بکر محمد بن عباس خوارزمی م ۳۸۳ھ زجاج م ۳۱۱ھ سلمہ م ۲۴۰ھ سیبویہ م ۱۶۱ھ سیرافی م ۳۶۸ھ ابوالقاسم الصاحب م ۳۸۵ھ عمارہ بن عقیل م ۲۹۳ھ ابو ذکریا یحیٰی بن زیاد الفراء م ۲۰۷ھ ابوالحسن علی بن حمزہ الکسائی م ۱۸۹ھ، ابوالحسن علی بن حازم اللحیانی م ۲۱۵ھ ابوالفضل محمد بن عبدالملک اسدی م ۱۶۹ھ ابوالحارث لیث بن سعد الفہمی م ۱۶۵ھ ابوالعباس محمد بن زیاد المبرد م ۲۸۵ھ ابو عبدالرحمٰن مقفل بن احمد الضبی م ۲۲۰ھ ابو فید مورج بن عمرو السدوسی ۱۹۵ھ۔

امام ثعالبی کی دوسری قابل ذکر کتاب "یتیمۃ الدہر فی محاسن اہل العصر" ہے جو کتب ادبیہ میں احسن اور اکمل کتاب مانی گئی ہے ابوالفتوح نصر اللہ بن قلاقس اسکندری نے اس کی بابت کہا ہے۔

ابيات اشعار اليتميه. ابكار افكار قديمه — ماتوا وعاشت بعد هم. فلذاك سميت اليتيمه

یہ کتاب چار قسموں پر منقسم ہے قسم اول آل حمدان کے اشعار اور ان کے شعراء وغیرہ کے محاسن میں ہے اور قسم دوم اہل عراق کے اشعار اور انشاء دولت دیلمیہ کے محاسن میں قسم سوم اہل جبال فارس جرجان اور طبرستان کے اشعار کے محاسن میں قسم چہارم اہل خراسان وماوراء النہر کے محاسن میں ہے۔ [1]

---

[1] از ابن خلکان شذرات الذہب مقدمہ فقہ اللغۃ ۱۲۔

(۱۱۹) صاحب الوجیزہ

علامہ بہاء الدین محمد بن حسین عاملی کی تصنیف ہے جن کے حالات "تشریح الافلاک" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۲۰) صاحب تاریخ الاسلام

محی الدین بن احمد بن اہل سیم الخیاط آپ ماہ رجب ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں لبنان کے صیدا نامی مقام میں پیدا ہوئے ہیں نشو ونما پائی اور جمعیۃ المقاصد الخیریہ میں تعلیم پائی یوسف سیر اور ابراہیم احدب وغیرہ سے اخذ علوم کیا فراغت کے بعد صیدا کے بعض مدارس میں معلم ہوگئے آپ بہترین صاحب قلم وصاحب زبان ادیب وشاعر اور بلند پایہ مورخ تھے جریدہ اقبال وجریدہ بیروت وغیرہ میں آپ کے بہت سے مضامین ومقالات شائع ہوتے رہے ہیں دروس القراۃ، دروس الصرف والنحو، دروس التاریخ الاسلامی، دروس الفقہ اور تفسیر الغریب من دیوان ابی تمام وغیرہ کتابیں آپ کی یادگار ہیں شرح نہج البلاغۃ (للشیخ محمد عبدہ) پر تعلیق بھی لکھی ہے آپ کے اشعار میں بڑی جاذبیت پائی جاتی ہے مگر افسوس کہ وہ دیوان کی شکل میں مرتب نہیں ہوسکے آپ نے ۱۳ جمادی الاول ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں بیروت میں وفات پائی۔[۱]

(۱۲۱) صاحب جوہرہ نیرہ

ابو بکر بن علی بن محمد المعروف بالحدادی العبادی الزبیدی وادی زبید نامی گاؤں کے رہنے والے تھے اور فقہ حنفیہ کے زبردست فقیہ،، ملا علی قاری نے "طبقات الحنفیہ" میں ان کے متعلق لکھا ہے۔

کان عالما عاملانا سکا فاضلا زاهدا کان یقری فی کل یوم خمسة عشر درسا

آپ عالم باعمل فاضل بے بدل اور بڑے متقی وپرہیزگار تھے ہر روز پندرہ کتابوں کا درس دیتے تھے۔

علامہ صدی فرماتے ہیں کہ آپ نے حنفی مسلک میں بہت عمدہ اور جلیل القدر کتابیں تصنیف کی ہیں آپ کی تصنیفات کل بیس جلدوں میں بتائی جاتی ہیں جن میں سے قابل ذکر کتابیں یہ ہیں۔

۱۔ السراج الوہاج الموضح لکل طالب محتاج، یہ کتاب قدوری کی شرح ہے جو آٹھ جلدوں میں بتائی جاتی ہے مگر علامہ برکلی نے اس کو کتب ضعیفہ غیر معتبرہ میں سے شمار کیا ہے ۲۔ الجوہرۃ النیرۃ یہ شرح مذکور کا اختصار ہے اور شرح سے بہتر ہے ۳۔ سراج الکلام یہ منظومۃ الہاملی کی شرح ہے ۴۔ کشف التنزیل یہ علم تفسیر میں ہے جو آج کل تفسیر حدادی کے نام سے مشہور ہے آپ نے ۸۰۰ھ کے حدود میں وفات پائی۔[۲]

(۱۲۲) صاحب شرائع الاسلام

ابو القاسم جعفر بن حسن بن یحیی بن حسن بن سعید الہذی آپ ۶۰۲ھ میں پیدا ہوئے اور محقق نجم الدین حلی کے ساتھ مشہور ہوئے۔ صاحب معجم نے ان کے متعلق لکھا ہے "ہو متکلم عالم فقیہ، اصولی، ادیب وله نثر و نظم۔

آپ کی تصانیف میں سے شرائع الاسلام فی مسائل الحلال والحرام، نہج الوصول الی معرفۃ علم الاصول، المسلک فی اصول الدین، نکت النہایۃ اور المعارج وغیرہ کتابیں مشہور ہیں۔ آپ نے ۶۷۶ھ میں وفات پائی۔[۳]

---

[۱] از معجم المولفین الاعلام [۲] از کتاب الاعلام کشف الظنون طبقات الحنفیہ ۱۲ [۳] از معجم المولفین۔

(۱۲۳) صاحب حکمۃ العین

علامہ نجم الدین قزوینی کاتبی کی تصنیف ہے جن کے حالات شمسیہ کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

مصنفین کتب امتحان فاضل

اس کورس میں بعض کتابیں درس نظامی کی ہیں اور اکثر اس کے علاوہ مشترک کتابیں یہ ہیں۔
سبعہ معلقہ، مقامات حریری، دیوان حماسہ، حسامی، توضیح تلویح، حجۃ اللہ البالغہ، حمد اللہ، قاضی مبارک، ہدایہ آخرین صدرا، شمس بازغہ، کلیات وحمیات قانون، شرح اسباب، بیضاوی، ترمذی بخاری شریف ان کے مصنفین کے حالات ان کتابوں کے ذیل میں گزر چکے۔
غیر مشترک کتابیں یہ ہیں:
الکامل، البیان والتبیین، نہج البلاغہ، مغنی اللبیت، مفتاح العلوم، نقد الشعر، محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ تاریخ تمدن الاسلامی، تاریخ آداب اللغۃ العربیہ، مقدمہ ابن الصلاح، ہدایۃ المجتہد، منہاج الاصول، سیرۃ ابن ہشام، تاریخ التشریع الاسلامی، محصل، الملل والنحل، کتاب المعتبر، شرح اشارات، شرح مواقف، شرح تجرید، رسالہ قشیریہ، ادب الکاتب، الاتقان، مجمع البیان، معالم الاصول، علل الشرائع، عروج الذہب، الدیوان، شرح حکمۃ الاشراق

(۱۲۴) صاحب الکامل

نام ونسب اور تحصیل علم...... ابو العباس محمد بن یزید بن عبد الاکبر المبرد ازدی بصری، آپ ۲۱۰ھ میں پیدا ہوئے اور امام کسائی، ابو عمرو جرمی، ابو عثمان مازنی، ابو حاتم سجستانی وغیرہ سے شرف تلمذ حاصل کیا لیکن اساتذہ میں مازنی کو زیادہ مانتے تھے موصوف نے کتاب سیبویہ ابو عمرو جرمی سے شروع کی اور مازنی سے فاتحہ فراغ پڑھا آپ سے اسماعیل صفار لمقطویہ اور صولی وغیرہ نے روایت کی ہے۔
علمی مقام...... آپ اپنے دور میں نحو وصرف،، فصاحت وبلاغت اور عربیت میں بغداد کے امام تھے طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

كان ابو العباس مبرد امام العربيه ببغداد فی زمانه وكان فصيحا بليغا مفو هاثقة اخبار یا علامة صاحب نو ادر وظرافة.

ابو العباس مبرد اپنے زمانہ میں بغداد میں عربیت کا امام تھا اور فصیح وبلیغ زبان آور خطیب ثقہ اخباری علامہ اور نوادر و ظرافت والا تھا۔
مولانا عبد العلی چنوری ثمرات الحیاۃ میں لکھتے ہیں:

ابو العباس محمد بن يزيد كان شيخ اهل النحو و العربية واليه انتهى علمهما بعد طبقة ابی عمرو الجرمی وابی عثمان المازنی.

ابو العباس محمد بن یزید نحویوں اور ادیبوں کا استاد تھا اور ابو عمرو جرمی اور ابو عثمان مازنی کے طبقہ کے بعد ان دونوں علوم میں سب سے آگے تھا۔

مبرد لقب کے ساتھ ملقب ہونے کی وجہ...... علامہ مازنی نے جب "کتاب الالف واللام" تصنیف کی تو انہوں نے مبرد سے اپنی کتاب کی بعض باریک اور مشکل چیزیں دریافت کیں مبرد نے ان کا برجستہ اور نہایت عمدہ جواب دیا اس پر مازنی نے کہا قم فانت المبرد (اٹھ تو حق کو ثابت کرنے والا ہے) اسی وقت سے آپ کو مبرد کہا جانے لگا۔ یہ لفظ اصل میں مبرد (بکسر راء) ہے جو باب تفعیل کا اسم فاعل ہے لیکن کوفیوں نے اس میں تغیر کر کے راء کو فتحہ دے دیا۔

مبرد اور ثعلب...... علامہ سیرانی فرماتے ہیں کہ مبرد اور ثعلب کے درمیان بڑی کشیدگی اور منافرت رہا کرتی تھی اور آپ ہمیشہ ثعلب سے مناظرہ کی تاک میں رہتے تھے مگر ملاقات کا اتفاق نہ ہوتا تھا کسی کا شعر ہے۔

فابدا تنافی بلدة والتقاء نا　　عسیر کانا ثعلب و مبرد

ہمارے اجسام ایک شہر میں ہیں اس کے باوجود ہمارا ملنا دشوار ہے ہمارا حال ثعلب اور مبرد کی طرح ہو گیا۔
اس میں شک نہیں کہ مبرد اور ثعلب دونوں چوٹی کے ادیب تھے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

ایاطالب العلم لاتجهلن. وعذبا المبرد اوثعلب　　تجد عند هذین علم الوری

فلاتلك كالجمل الاجرب. علوم الخلائق مقرونة　　بهذین فی الشرق والمغرب

لیکن اہل علم کے نزدیک مبرد کو ثعلب پر بدرجہا ترجیح تھی مبرد فصیح و بلیغ، لطیف و ظریف بھی تھے یہ اوصاف ثعلب میں کہاں پھر مبرد کے مقابلہ میں ثعلب کب آ سکتے تھے ایک مرتبہ ثعلب نے مبرد کو برے الفاظ سے یاد کیا مبرد کو اس کی اطلاع ہوئی تو مبرد نے یہ شعر پڑھا۔

رب من یعنیه حالی. وهو لا یجری ببالی　　قلبه ملان منی. وفوادی منه خالی

تصانیف...... مبرد نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے الکامل بہت مشہور ہے اس کے علاوہ المقتضب الروضہ المقصور والممدود، اشتقاق القوافی، اعراب القرآن، نسب عدنان وقحطان، الرد علی سیبویہ، شرح شواہد الکتاب ضرورۃ الشعر، العروض، ما اتفق لفظہ واختلف معناہ، طبقات النحاۃ البصرین اس کی علمی یادگار ہیں۔

وفات...... مبرد نے بغداد میں ۲۸۵ھ یا ۲۸۶ھ میں وفات[1] پائی۔

(۱۲۵) صاحب البیان والتبین

نام ونسب اور تحصیل علم...... ابو عثمان عمرو بن بحر بن محبوب الجاحظ البصری شیخ المعتزلہ، امام الادباء صاحب القلم لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کی طرف منسوب ہو کر لیثی اور کنانی کہلاتے ہیں ان کی دونوں آنکھوں کی پتلیاں باہر کو نکلی ہوئی تھیں اس لئے ان کو جاحظ کہا جانے لگا کیونکہ عربی میں جحوظ ابھرنے کے معنی میں آتا ہے موصوف بصرہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی، اصمعی اور ابو عبیدہ جیسے لغت وروایت کے بلند پایہ علماء سے علم حاصل کیا اور ابو اسحاق نظام معتزلی سے علم کلام میں سند حاصل کی۔

شوق مطالعہ...... کتب بینی کے بڑے شوقین تھے جو کتاب ہاتھ میں آتی اسے ختم کرنے اور اس کے جوہر کو پوری طرح اخذ کرنے سے قبل ہاتھ سے نہ چھوڑتے تھے کاتبوں اور کاغذ فروشوں کی دوکانیں کرایہ پر لیتے اور ان میں بیٹھ کر مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

عام حالات زندگی...... ان کی عمر کا بیشتر حصہ بے فکری و آسودگی کے ساتھ پیدائشی وطن بصرہ میں رہ کر تصنیف و تالیف میں گذرا خطوط ورسائل اور تصانیف کی وجہ سے گورنروں میں مقبول اور شہر کے باعزت لوگوں میں معزز رہے پھر

---

[1] از مفتاح السعادۃ ثمرات الحیاۃ فی طبقات النحاۃ مقدمہ فقہ اللغۃ ۱۲۔

مامون معتصم واثق اور متوکل کے زمانوں میں تلاش معاش کیلئے بغداد کا سفر کرتے رہے ان کے بعد محمد بن عبدالملک کی تینوں وزارتوں کے زمانہ میں آپ انہیں کے ہو رہے۔

اخلاق وعادات ...... جاحظ طنز ومزاح کے خوگر، مروجہ رسومات و آداب کی ہنسی اڑانے کے عادی تھے تاہم نہایت سلیم الطبع زندہ دل شگفتہ مزاج، ظریف اور اپنے دوستوں کے سچے ہمدرد تھے۔

مسلک ...... امام جاحظ مسلکا نظام معتزلی کے ہم خیال تھے اور اپنی تحریروں میں بھی معتزلہ کے مذہب کی حمایت کرتے تھے عقیدہ توحید میں انہوں نے تمام متکلمین کو چھوڑ کر اپنا ایک جداگانہ مسلک ایجاد کیا جس کی بہت سے متکلمین نے تائید کی جن کا نام جاحظیہ ہے دیگر علوم میں آپ دوسرے علماء کے ہم خیال رہے۔

شعر وشاعری ...... سے بھی اچھا خاصا ذوق تھا لیکن ان کی شاعری میں نہ کوئی دل کشی ہے نہ جمال ، شاعری میں ان کا رجحان پرانے طرز کی طرف ہے جدید تخلیقی اسلوب کی طرف نہیں اشعار بھی کم ہیں جو ان کے خطوط و مضامین اور تصانیف میں جابجا بکھرے ہوئے ہیں مثلاً وزیر ابن عبدالملک کی شان میں کہے ہوئے اشعار۔

بداحین اثری لاخوانه. فضلل منهم شباة العدم　　وابصر کیف انتقال الزمان. فباوربا لعرف قبل المندم

ومن کلامه

لئن قدمت قبلی رجال فطالما　　مشیت علی رسلی فکنت المقدما

ولکن هذا الدهر تاتی صروفه　　فتبرم منقوضا وتنقص مبرما

وقال فی مدیح احمد بن ابی داؤد

وعویص من الامور بهیم. غامض الشخص مظلم مستور　　وقد تسنمت ماتو عرمنه

بلسان یزینه التجیر. مثل وشی البرود هلهله النسج　　وعند الحجاج در نتیر

حسن الصمت والمقاطع اما. النصت القوم والحدیث یدور　　ثم من بعد لحظة تورث الیسر. و عرض مهذب موفور

حلیہ ...... جاحظ ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے بے ڈول بدن، بدشکل وبدوضع قابل نفرت اور بدصورتی میں ضرب المثل تھا کسی نے ان کے بارے میں یہاں تک کہہ دیا ہے۔

لو یمسخ الخنزیر مسخا ثانیا　　ماکان الا دون مسخ الجاحظ

رجل ینوب عن الجحیم بوجه　　وهوا لقذیٰ فی عین کل ملاحظ

نیز ایک دفعہ کسی نے خلیفہ متوکل علی اللہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے صاحبزادے کی تعلیم وتربیت کیلئے جاحظ کو مقرر کردیجئے اس سے بہتر اتالیق نہیں مل سکتا چنانچہ متوکل نے "سر من لہ رائے"[1] میں جاحظ کو بلوایا یہ حاضر دربار ہوئے تو خلیفہ ان کی بدصورتی اور قبح منظر سے نہایت منقبض ہوا اور دس ہزار درہم دے کر واپس ہو جانے کا حکم دیدیا مگر یہ چیز قدرتی ہے جس میں آدمی معذور ہے۔

گرت صورت حال بدیا نکوست　　نگاریدہ دست تقدیر اوست

علمی مقام ...... حق تعالیٰ نے ان کو دولت علم سے بھی ایسا نوازا تھا کہ اپنے باطنی جوہر اور علمی وفنی فضل وکمالات کے لحاظ سے قابل رشک تھے۔

چہ غم ز منقصت صورت اہل معنی را　　چو جاں ز روم بود گو تن از حبش می باش

نحو، ادب، معانی، بیان اور فصاحت وبلاغت کے امام اور علم کلام، تاریخ لغت میں ید طولیٰ رکھتے تھے وفور علم، قوت استدلال، بحث کے تمام پہلوؤں پر احاطہ، مقابلہ میں شدت اور کلام کے دل نشین وبلیغ ہونے کے باعث اپنے تمام ساتھیوں

[1] تبطار کے قریب ایک شہر ہے۔ ۱۲

سے سبقت لے گئے تھے آپ ہی سب سے پہلے عربی عالم ہیں جنہوں نے سنجیدہ و مزاحیہ مضامین کی باہم آمیزش اور گفتگو کے موضوعات میں وسعت پیدا کی۔

تصانیف...... جاحظ کی تصنیفات دو سو سے زائد ہیں جو بقول ابن العمید اولاً عقل اور ثانیاً ادب سکھاتی ہیں ان میں سے "البیان والتبیین" ادب وانشاء اور خطابت میں "کتاب الحیوان" جو اپنے موضوع پر عربی زبان کی قدیم ترین کتاب ہے اور "کتاب المحاسن والا ضداد" اور "کتاب البخلاء" اور اس کے مضامین و خطوط کے مجموعہ کے علاوہ کوئی کتاب شائع نہیں ہوئی ہے ان کے علاوہ چند دیگر تصانیف یہ ہیں کتاب الاسماء والکنیٰ والالقاب والانباز کتاب الزرع والنخل فخر السودان علی البیضان کتاب العرجان الحاسد والمحسود۔

البیان والتبیین...... دنیائے ادب کی وہ عظیم الشان کتاب ہے جو ادب عربی کی شہرہ آفاق کتب اربعہ میں سے ایک ہے موصوف نے یہ کتاب صاحب سطوۃ وجاہ قاضی ابو عبداللہ احمد بن ابی داء ود ایادی کیلئے لکھی تھی جس کے صلہ میں قاضی نے پانچ ہزار اشرفیوں کا انعام دیا تھا۔

وفات...... اخیر عمر میں جاحظ پر فالج کا ایسا سخت حملہ ہوا کہ بدن کا نصف داہنا حصہ بے حد گرم رہتا تھا جس پر صندل اور کافور لگاتے تھے اور نصف بایاں حصہ ٹھنڈا رہتا تھا وہ خود کہتے تھے کہ میں اپنی بائیں جانب سے ایسا مفلوج ہوں کہ اگر قینچی سے میری کھال کاٹی جائے تو مجھے معلوم بھی نہ ہوگا اور دائیں جناب سے ایسا گرم رہتا ہوں کہ اگر مکھی بھی بیٹھ جائے تو ناقابل برداشت تکلیف ہونے لگتی ہے۔

آپ نے نوے برس سے کچھ زائد عمر پا کر اسی مرض میں بصرہ میں ماہ محرم ۲۵۵ھ میں وفات پائی۔ [1]

(۱۲۶) صاحب نہج البلاغہ

نام و نسب اور پیدائش...... ابوالحسن محمد بن ابی احمد الحسین بن موسیٰ بن محمد ابراہیم بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی زین العابدین بن حسین رضی اللہ عنہ موسوی مشہور بشریف رضی۔ ۳۵۹ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور اپنے باپ کی زیر نگرانی تربیت پائی۔

تحصیل علم اور عام حالات زندگی...... شریف رضی نے اپنے بچپن ہی میں علم حاصل کیا اور علم فقہ و فرائض میں کمال اور علم ادب میں مہارت و تفوق سے سرفرازی حاصل کی ابھی اس کی عمر دس برس سے کچھ ہی زیادہ ہوئی تھی کہ شاعری کرنے لگا۔ ۳۸۸ھ میں جب وہ تیس برس کا ہوا تھا تو اس نے طالبین کی نقابت میں اپنے باپ کی جانشینی کی بعد ازاں وہ باقی ماندہ امور بھی اس کو تفویض کر دیئے گئے جو اس کا باپ انجام دیتا تھا یعنی مقدمات کے فیصلے کرنا اور لوگوں کو حج کرانا وغیرہ چنانچہ شریف رضی ایک مدت تک یہ فرائض انجام دیتا رہا تا آنکہ فاطمی علویوں کی طرف داری کے الزام میں خلیفہ قادر باللہ اس سے ناراض ہو گیا اور اسے ان فرائض کی انجام دہی سے برطرف کر دیا۔

اخلاق و عادات...... شریف رضی جو بڑا خوددار، بلند ہمت، نہایت غیور اور عفت مآب تھا کسی کا انعام و عطیہ قبول نہیں کرتا تھا اور ان چیزوں سے احتراز کرنے میں اتنا متشدد تھا کہ اس نے امیروں اور بادشاہوں کے وہ وظیفے اور انعامات بھی پس کر دیئے تھے جو اس کے باپ کو ملتے چلے آرہے تھے بنو بویہ نے بہت چاہا کہ وہ ان کے انعامات کو قبول کرلے لیکن وہ بھی کامیاب نہ ہو سکے۔

خودداری و غیوری...... ابو حامد محمد بن اسفرائنی شافعی نے نقل کیا ہے کہ میں ایک روز بہاء الدولہ کے وزیر فخر الملک ابو غالب محمد بن خلف کے پاس بیٹھا کہ اچانک شریف رضی تشریف لے آئے تو وزیر موصوف نے آپ کی بہت تعظیم کی یہاں تک کہ جو کاغذات آپ کے زیر نظر تھے وہ بھی علیحدہ کر دیئے اور ان کی واپسی تک گفتگو میں مشغول رہے اس کے بعد ان کا

[1] از بن خلکان، تاریخ ادب عربی، البیان والتبیین وغیرہ۔ ۱۲

بھائی ابوالقاسم مرتضٰی آیا تو وزیر موصوف شریف رضی کی تعظیم و تکریم کی طرح اس کے ساتھ پیش نہیں آیا بلکہ بے اعتنائی کے ساتھ اپنے کاغذات دیکھنے میں مشغول رہا اس پر میں نے کہا حضور! مرتضٰی تو بہت بڑا فقیہ متکلم اور صاحب فنون ہے بخلاف شریف رضی کے کہ وہ صرف ایک شاعر کی حیثیت رکھتا ہے وزیر نے کہا کہ مجلس برخاست ہونے پر جواب دوں گا چنانچہ جب مجلس برخاست ہو گئی اور میرے علاوہ کوئی نہیں رہا تو وزیر نے اپنے خادم سے کہا کہ وہ دو خط جو میں نے چند روز قبل تم کو دیئے تھے لے آؤ خادم نے وہ دونوں خط پیش کئے وزیر نے کہا کہ یہ رضی کا خط ہے جو اس نے اپنے بچہ کی پیدائش پر لکھا ہے میں نے اس سلسلہ میں اس کو ایک ہزار اشرفیاں بھجوائی تھیں کیونکہ اس موقعہ پر عموماً احباء کی طرف سے دایہ کو کچھ نہ کچھ پیش کیا جاتا ہے مگر اس نے اشرفیاں واپس کر دیں اور لکھا ہے کہ ہمارے یہاں تو اپنی ہی بوڑھی عورتیں اس کام کو انجام دے لیتی ہیں اور کچھ خرچ کی ضرورت پیش نہیں آتی بخلاف مرتضے کے کہ ہم نے نہر عیسی کی کھدائی کے سلسلہ میں اہل املاک پر صرفہ تقسیم کر دیا تھا اور مرتضٰی کے حصہ میں صرف بیس درہم پڑے تھے جس پر اس نے ایک سو سطر میں انتہائی منت و سماجت کا خط لکھا ہے کہ مجھ سے یہ صرفہ ساقط کر دیا جائے اب تمہیں بتاؤ کہ عزت و احترام کے لائق کون ہے۔ فقلت رفق اللہ الوزیر! واللہ ما وضع الامر الا فی موضعہ ولا احلہ الا فی محلہ۔

شعر و شاعری...... میں رضی کا اسلوب قدیم شعراء سے مشابہ تھا بھاری بھر کم الفاظ پر شوکت معانی میں اس کی شاعری بحتری کی شاعری سے زیادہ ملتی جلتی ہے تاہم فخر و حماسہ میں وہ اس پر بازی لے گیا اس کی شاعری میں ولید کی سی بے مغز شاعری اور مزاح بھی نہیں ہے۔ صاحب تیمیہ الدہر امام ثعالبی کا قول ہے کہ "یہ تمام پچھلے اور موجودہ طالبین میں سب سے عمدہ شاعر ہے باوجودیکہ ان میں بلند پایہ شعراء کی کثرت ہے اور اگر میں یہ بھی کہہ دوں کہ یہ قریش کا سب سے بڑا شاعر ہے تو بھی غلط بیانی نہ ہو گی اس کے بعد کہتا ہے کہ "موجودہ دور کے شعراء میں مرثیہ نگاری پر اس سے زیادہ قادر مجھے کوئی شاعر نہیں ملتا۔

شاعری میں اس درجہ بلند مقام ہونے کے ساتھ ساتھ نثر نگاری میں بھی اسے بڑی مہارت حاصل تھی اور اگر یہ صحیح ہے کہ "نہج البلاغۃ" میں اس کا بھی ہاتھ ہے تو کوئی مصنف یہ فیصلہ کرنے میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں کر سکتا کہ وہ عربی زبان کا سب سے بڑا انشاء پرداز ہے۔

شریفی شاعری کا نمونہ...... شریف رضی نے قادر باللہ کی مدح میں جو قصیدہ کہا ہے اس کا نمونہ درج ذیل ہے اس قصیدہ میں مدح کا وہی اسلوب ہے جو متوکل کی مدح میں بحتری کا ہے۔

لله يوم اطلعتك به العلا. علما يزاول بالعيون ويرثق — لماسمت بك عزة مو موقة
كالشمس تبهر بالضياء وتومق. و برزت في بردالنبي وللهدى — نور على اسرار وجهك مشرق
وكان دارك جنة حصباو ها. الجادى او انما طها الاستبراق — فی موقف تغضى العيون وجلالة
فيه و يعثر بالكلام المنطق. وكا نما فوق السرير وقدسما — اسد على نشزات غاب مطرق
والناس امارا جع متهيب. مما رائى او طالع متشوق — مالوا اليك محبة فتجمعوا
وراوا عليك مهابة فتفرقوا. وطعنت فی غررالكلام بفيصل — لايستقل به السنان الازرق
وغرست فی جب القلوب مودة. تزكوا على مرالزمان و تورق — وانا القريب اليك فيه و دونه
ليدى عدوك طود عز اعنق. عطفا امير المومنين فاننا — فی دوحة العلياء لانتفرق
مابيننا يوم الفخار تفاوت. ابدا كلا نافى المعالى معرق — الاالخلافة ميز تك فاننى. انا عاطل منها وانت مطوق

ومن غرر شعره قوله

رمت المعالى فامتنعن ولم يزل — ابدا ينازع عاشقا معشوق

وصبرت حتی نلتھن و لم اقل ضجرا دواء الفارك التطليق

وفات..... شریف رضی نے محرم ۴۰۴ھ میں (اور بقول بعض ۴۰۶ھ) میں انتقال کیا اور کرخ میں اپنے گھر کے اندر دفن کیا گیا نماز جنازہ وزیر فخر الملک ابو غالب نے پڑھائی وفات پر اس کے بھائی مرتضٰی نے ذیل کے اشعار میں مرثیہ پڑھا۔

یاللرجال بفجعة جذمت يدی. دو دوت لو ذهبت علی براسی مازلت اصدر ورد هاحتی اتت

فحسو تهافی بعض ما انا حاسی. ومطلتها زمنا فلما صممت لم يثنها مطلبی و طول مكاسی

لله عمرك من قصير طاهر. ولرب عمر طال بالا و ناس

اعجوبہ شریفہ...... علامہ ابن خلکان نے بعض فضلاء سے نقل کیا ہے کہ اس نے ایک مجموعہ میں دیکھا ہے کہ ایک ادیب "سر من رائے" میں شریف رضی کے مکان پر گزرا جو مرور ایام کی وجہ سے نہایت خستہ ہو چکا تھا اور اس کی رونق ختم ہو چکی تھی البتہ کچھ نشانات باقی تھے جن سے اس کی رونق رفتہ کا اندازہ کیا جا سکتا تھا یہ شخص تعجب کی نظروں سے دیکھ رہا تھا اور شریف رضی کے یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

ولقد بكيت علی ربو عهم. وطلو لها بيدا لبلی نهب فبكيت حتی ضج من لغب. نضوی ولج بعذلی الركب

وتلفتت عينی فمذ خفيت. عنی الطلول تلفت القلب

اسی اثناء میں وہاں ایک راہ گیر گزرا اور اس نے پوچھا جانتے ہو یہ مکان کس کا ہے۔ اس نے کہا نہیں! راہ گیر نے کہا کہ یہ مکان اسی کا ہے جس کے تم یہ شعر پڑھ رہے ہو۔ فعجب کلاهما من حسن الاتفاق۔

تصانیف...... موصوف نے معانی القرآن کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جو اس کی نحوی ولغوی مہارت کے علاوہ اصول دین سے کمال واقفیت کا ثبوت پیش کرتی ہے دوسری تصنیف قرآن میں مجاز کے استعمال پر ہے اس کے مکاتیب کا ایک مجموعہ بھی ہے اور اس کے اشعار کو بہت سے لوگوں نے دیوان میں جمع کیا ہے سب سے بہتر مجموعہ ابو حکیم الخیری کا ہے جو چار ضخیم جلدوں میں ہے نیز اس کی ترتیب دی ہوئی کتاب "نہج البلاغۃ" ہے جس کو قرآن مجید کے بعد لوبی نقطہ نظر سے بلاغت وبیان میں ثانوی حیثیت حاصل ہے اس میں امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا کلام جمع کیا ہے اور اپنی وفات سے صرف چار سال (پانچ سال) قبل یعنی ۴۰۰ھ میں اس جمع وتالیف سے فراغت پائی ہے جیسا کہ خود موصوف نے آخر کتاب میں اس کی تصریح کی ہے چونکہ اس کتاب میں صحابہ کرام کے خلاف دیدہ دلیری اور بدزبانی ہے نیز اس میں فلسفہ اخلاقیات اصول اجتماعیات، رقت وصف، تکلف صنعت وامور ہیں جو اس دور کے مزاج اور اس زمانہ کی قوت سے بالاتر ہیں اس لئے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کتاب کا بیشتر حصہ خود شریف کا بنایا ہوا ہے علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں۔

من طالع كتاب نهج البلاغة جزم انه لكذب علی امير المومنين.

جو شخص بھی نہج البلاغۃ کا مطالعہ کرے گا وہ یقیناً یہ کہے گا کہ یہ امیر المومنین پر افتراء اور جھوٹ ہے۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ نہج البلاغۃ شریف رضی کی تصنیف ہے یا اس کے بھائی ابو القاسم علی بن حسین مشہور شریف مرتضٰی مولود ۳۵۵ھ کی ہے جو نہایت بلند پایہ ادیب وشاعر اور صاحب قلم تھا مشہور مورخ ابن خلکان فرماتے ہیں "کان اماما فی علم الاکلام والادب والشعر" کہ یہ علم کلام علم ادب اور فن شاعری میں اپنے دور کا امام تھا صاحب معجم لکھتے ہیں۔

كان الشريف المرتضی اوحد اهل زمانه فضلا و علما و كلا ما وحديثا و شعرا.

شریف مرتضٰی علمی فضل وکمال بالخصوص عقائد وکلام اور حدیث وشعر گوئی میں اپنے زمانہ کا یکتا تھا

شریف مرتضٰی شریف رضی کا بھائی تھا اور شیعہ مذہب رکھتا تھا یہ دونوں بھائی عربیت میں بہت مشہور تھے اور دونوں نے شیخ ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن نعمان سے پڑھا تھا پڑھنے کے بعد ان کی ایسی شہرت ہوئی کہ دنیا بھر میں ان کے علم وادب کی دھوم مچ گئی۔

اس نے اپنے مذہب کے مطابق بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے الامالی جو غروط الفوائد سے مشہور ہے الشہاب فی الشیب والشاب المسائل الناصریہ وغیرہ شریف مرتضٰی نے اتوار کے دن ۲۵ ربیع الاول ۴۳۶ھ کو بغداد میں وفات پائی اور اپنے وطن عشیر میں [۱] مدفون ہوا۔

(۱۲۷) صاحب مغنی اللبیب

ابو محمد جمال الدین عبداللہ بن یوسف بن احمد بن عبداللہ بن ہشام مصری نحوی انصاری شنبہ کے دن ۵ ذیقعدہ ۷۰۸ھ میں مصر میں پیدا ہوئے اور شہاب عبداللطیف بن المرحل ابن السراج تاج تبریزی اور تاج فاکہانی وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور ابو حیان سے دیوان زہیر بن ابی سلمی کو سنا۔ شیخ دجموئی کہتے ہیں کہ

ابتداء میں آپ نے فقہ شافعی پڑھی پھر حنبلی مسلک اختیار کیا زندگی کے آخری ایام میں یعنی مرنے سے پانچ برس پہلے مختصر المزنی کو چار مہینے سے کم میں حفظ کیا جو آپ کی غیر معمولی قوت حافظہ پر بین دلیل ہے آپ علم نحو اور عربیت کے مشہور امام تھے طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

اتقن العربیه ففاق الاقران بل الشیوخ

عربیت میں ایسی مہارت پیدا کی کہ ہم عصروں بلکہ استادوں پر فوقیت لے گئے۔

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں

مازلنا و نحن بالمغرب نسمع انه ظهر بمصر عالم بالعربیه یقال له ابن هشام انحی من سیبویه

مغرب میں ہم لوگ برابر یہ سنتے رہے کہ مصر میں ابن ہشام نامی ایک شخص پیدا ہوا ہے جو سیبویہ سے بھی زیادہ نحو جانتا ہے۔

آپ بڑے کثیر التصانیف تھے نحو کی مشہور کتاب شذور الذہب آپ ہی کی تصنیف ہے جس کی آپ نے خود شرح بھی کی ہے نحو میں یہ کتاب بہت عمدہ ہے مثالیں اکثر و بیشتر آیات قرآنی سے پیش کی ہیں اور اس سے زیادہ مشہور کتاب مغنی اللبیب ہے جو فن نحو میں اپنی نظیر آپ ہے دیگر تالیفات یہ ہیں۔ التوضیح علی الالفیہ۔ رفع الخاصہ (۴ جلد) عمدۃ الطالب فی تحقیق تعریف ابن الحاجب (۲ جلد) التحصیل والتفصیل الکتاب التنزیل والتکمیل۔ شرح التسہیل شرح الشواہد (کبری) شرح الشواہد (صغری) القواعد الکبری، القواعد الصغری، قطر الندی، شرح قطر الندی، الجامع الکبیر، الجامع الصغیر، شرح الملحد لابی حیان، شرح بانت سعاد، شرح قصیدہ بردہ، التذکرہ (۱۵ جلد) المسائل السفریہ۔

آپ نے ۵۳ برس کی عمر پاکر شب جمعہ ۵ ذیقعدہ ۷۶۱ھ میں وفات پائی۔ [۲]

(۱۲۸) صاحب مفتاح العلوم

نام و نسب اور تحقیق نسبت...... سراج الدین ابو یعقوب یوسف بن ابی بکر محمد بن علی الخوارزمی السکاکی آپ کی نسبت میں اختلاف ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ شہر سکاکہ جو نیشاپور یا عراق یا یمن میں واقع ہے اس کی طرف منسوب ہیں لیکن یہ قول کچھ قرین قیاس نہیں کیونکہ ارتشاف میں ابو حیان سے متعدد جگہوں پر منقول ہے کہ آپ اہل خوارزم سے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سکاک آپ کے اجداد میں سے کسی کا نام ہے جیسا کہ ابو حیان نے ارتشاف میں ایک جگہ آپ کو ابن السکاک کے ساتھ تعبیر کیا ہے علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ ان کے دلوا کی نسبت ہے جو سونے چاندی کو ڈھال کر سکہ بنایا کرتے تھے۔

---

[۱] از ابن خلکان میزان الاعتدال معجم المولفین تاریخ ادب عربی مقدمہ نہج البلاغتہ۔ [۲] از مفتاح السعادۃ ابن خلدون معجم حسن المحاضرہ ۱۲

سنہ پیدائش و تحصیل علم...... آپ منگل کی شب میں ماہ جمادی الاولی ۵۵۵ھ میں پیدا ہوئے اور علامہ سدید بن محمد حناطی محمود بن عبید اللہ بن صاعد مروزی، مختار بن محمود رازی جیسی بلند پایہ اور قابل ناز ہستیوں کے شرف تلمذ سے بہرہ اندوز ہوئے اور مختلف علوم میں کامل دسترس بہم پہنچائی چنانچہ آپ کو علم صرف علم نحو، علم بیان، علم عروض، علم شعر، علم منطق، علم فلسفہ، علم کلام، علم ادب، علم خواص الارض، علم تسخیر جن، علم اجرام سما، علم الکواکب فن طلسمات، فن سحر، فن سیمیا، جملہ علوم وفنون میں ید طولی حاصل تھا، طاش کبری زادہ لکھتے ہیں۔

کان علامة بارعافی علوم شتی خصوصا المعانی و البیان وله کتاب مفتاح العلوم

آپ مختلف علوم کے ماہر اور علامہ تھے بالخصوص معانی وبیان میں مفتاح العلوم آپ ہی کی تصنیف ہے۔

ایک عجیب قصہ...... علامہ غیاث الدین ہروی صاحب حبیب السیر فی اخبار افراط لبشر نے ان کے حالات میں ذکر کیا ہے کہ جب شاہ چغتائی خاں بن چنگیز خاں حاکم ماوراء النہر وحدود خوارزم وکاشغر وبدخشاں وبلخ وغیرہ کو ان کے علمی فضائل و کمالات معلوم ہوئے تو اس نے آپ کو اپنا خاص انیس وجلیس بنالیا ایک مرتبہ آپ نے مریخ کو مسخر کر کے چغتائی خاں کے لشکر میں آگ بھڑکادی چغتائی خاں کا وزیر حبش اعمید ابتداہی سے آپ کے ساتھ حسد رکھتا تھا اس نے موقعہ کو غنیمت سمجھتے ہوئے شاہ سے کہا کہ جب سکاکی ایسی ایسی باتوں پر قادر ہے تو کچھ عجب نہیں کہ وہ آپ کی سلطنت پر قبضہ کرنے شاہ کے دماغ میں یہ بات اچھی طرح بیٹھ گئی اور اس نے آپ کو قید کرادیا۔

صحرا کو بھی نہ پایا بغض وحسد سے خالی ساکھو جلا ہے آیا پھولا جو ڈھاک بن میں (آتش لکھنوی)

وفات...... چنانچہ تین سال قید خانہ میں رہ کر اوائل رجب ۶۲۶ھ میں آپ دنیا فانی سے رخصت ہوگئے۔

تصانیف...... آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جو نہایت مفید، نفع بخش، جامع اور ٹھوس ہیں آپ کی سب سے بڑی تصنیف مفتاح العلوم ہے جو اپنے موضوع پر اپنی نظیر آپ ہے حتی کہ قیل فیہ انہ لم یدر مثلہ فی الاوائل والاواخر

حواشی مفتاح العلوم...... آپ کی یہ کتاب تین قسموں پر منقسم ہونے کے بعد بارہ علوم صرف "نحو" "منطق عروض وغیرہ پر مشتمل ہے جس میں قسم ثالث علم بلاغت کیلئے مخصوص ہے۔

آپ کی اس کتاب پر مختلف اہل علم حضرات شیخ ناصر الدین ترمذی شمس الدین خطیبی خلخالی، عماد الدین کاشی قطب الدین شیرازی میر سید شریف جرجانی حسام الدین قاضی روم. شیخ تاج الدین تبریزی اور علامہ سعد الدین تفتازانی وغیرہ نے خامہ فرسائی کی ہے۔ [1]

(۱۲۹) صاحب نقد الشعر

ابو الفرج قدامہ بن جعفر بن قدامہ بن زیادہ بغدادی۔ آپ عباسی خلیفہ مکتفی باللہ کے ہم عصر اور فصاحت و بلاغت میں ضرب المثل تھے منطق وفلسفہ میں بھی علماء متقدمین میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں تین کتابیں قابل ذکر ہیں اول "نقد النثر" جس کے آغاز میں آپ نے ذکر کیا ہے کہ بعض حضرات نے مجھ سے جاحظ کی کتاب "البیان والتبیین" کے بارے میں کہا کہ اس میں سوائے اخبار مختلفہ و خطب منتخبہ کے کچھ بھی نہیں نہ کما حقہ وصف بیان ہے نہ کما ینبغی اقسام بیان لہذا آپ ایسی کتاب لکھیں جو اقسام بیان پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ جامع اصول بھی ہو اور محیط فصول بھی مبتدی کیلئے بھی ذریعہ استفادہ ہو اور منتہی کیلئے بھی باعث استغنا چنانچہ آپ نے نقد الشعر تصنیف کی جس میں اولا عقل کی موہوب ومکسوب کی جانب تقسیم کی بعدہ بیان کی چار

---

[1] از مفتاح السعادۃ حبیب السیر کشف الظنون حدائق حنفیہ ۱۲۔

قسمیں ذکر کیں اور اول کو اعتبار کے ساتھ ثانی کو اعتقاد کے ساتھ ثالث کو عبارت کے ساتھ رابع کو بیان بالکتاب کے ساتھ موسوم کیا ہے اس کے بعد قیاس، حد، وصف، رسم، انواع بحث، انواع سوال وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے، نیز اشتقاق تشبیہ اور اس کے اقسام لحن، رمز، وحی، استعارہ امثال، لغز، حذف ودواعی حذف مبالغہ اور اس کے اقسام قطع وعطف تقدیم وتاخیر محاسن شعر وغیرہ میں سے ہر ایک کو مستقل باب میں ذکر کیا ہے ان کی یہ کتاب بڑی لاجواب اور عدیم المثال کتاب ہے۔

دوسری کتاب "نقد الشعر" ہے جس میں حد شعر اسباب جودۃ شعر، وزن، قافیہ، ترصیع، تمثیل، مبالغہ اور اقسام تشبیہ، مقابلہ، تفسیر، تمیم، تکافؤ، التفات، مساواۃ، اشارہ، ارداف وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے تیسری کتاب "جواہر الالفاظ" ہے جس میں الفاظ وعبارات مترادفہ سے گفتگو کی ہے اور اس کا آغاز ایک مقدمہ کے ساتھ کیا ہے جس میں ترصیع، جمع، اتساق بناء، اعتدال وزن، اشتقاق لفظ من اللفظ، عکس وغیرہ کا تذکرہ ہے ان کے علاوہ کتاب البیان، السیاسۃ البلدان، زہر الربیع، نزہۃ القلوب بھی آپ کی علمی یادگار ہیں۔

آپ نے بغداد میں ۳۳۷ھ مطابق ۹۴۸ء میں وفات پائی۔ [1]

(۱۳۰) صاحب المحاضرات

محمد بن عفیفی مشہور بشیخ خضری قاہرہ کے نواح میں زیتون نامی ایک مقام کے رہنے والے تھے ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے دار العلوم قاہرہ سے فراغت حاصل کی اور خرطوم میں قاضی بنادیئے گئے پھر قاہرہ کے مدرسہ القضاۃ الشرعی میں مدرس ہوئے اور بارہ برس تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اس کے بعد جامعہ مصر میں تاریخ اسلامی کے استاد مقرر ہوئے پھر مدرسہ القضاۃ الشرعی کے وکیل بنے اس کے بعد وزارۃ المعارف کے محافظ ونگراں ہوگئے۔

آپ بہترین عالم شریعت تھے ادب اور تاریخ اسلامی میں بڑا ملکہ تھا ایک زباں آور خطیب بھی تھے آپ نے بہت سی مفید کتابیں لکھی ہیں جن میں محاضرات فی تاریخ الامم الاسلامیہ دو حصوں میں نہایت عمدہ کتاب ہے اس میں آپ اسلامی تاریخ کے ساتھ ساتھ اس کے علل پر بحث کرتے ہیں دیگر تالیفات یہ ہیں۔

اصول الفقہ، تاریخ التشریع الاسلامی، اتمام الوفاء فی سیرۃ الخلفاء، نور الیقین فی سیرۃ سید المرسلین تہذیب الاغانی (۷ جلد) محاضرات فی نقد کتاب الشعر الجاہلی لدکتور طہٰ حسین الغزالی وتعالیمہ وآراہ

آپ نے ۱۳۴۵ھ میں قاہرہ میں وفات پائی۔ [2]

(۱۳۱) صاحب تاریخ التمدن الاسلامی

جرجی بن حبیب زیدان بیروت میں ۱۲۷۸ھ مطابق ۱۸۶۱ء میں پیدا ہوئے وہیں نشو ونما پائی اور تعلیم بھی وہیں حاصل کی فراغت کے بعد مصر گئے وہاں مجلہ "الہلال" نکالنا شروع کیا جو بیس برس تک اس کی ادارت میں نکلتا رہا آپ مشہور فلسفی، لغوی، باکمال صحافی، مقبول ناول نویس اور بڑے تاریخ داں تھے اور تاریخ وادب لغت واجتماعیت کے موضوع پر متعدد بیش قیمت تصانیف کے مصنف تاریخ التمدن الاسلامی تاریخ مصر الحدیث (۲ جلد) تاریخ العرب قبل الاسلام تاریخ الماسونیۃ العالم، تراجم مشاہیر الشرق (۲ جلد) فلسفہ لغویہ، تاریخ اللغۃ العربیۃ (۴ جلد) الشاب العربیہ القدماء، علم الفراسۃ الحدیث، طبقات الامم، عجائب الخلق، التاریخ العام، مختصر تاریخ الیونان والرومان، مختصر جغرافیہ مصر علوم العرب وغیرہ آپ کی علمی یادگار ہیں۔

---

[1] از کتاب الاعلام تہذیب السعد وغیرہ۔ [2] از کتاب الاعلام للرزکلی ۱۲۔

آپ نے ۱۳۳۲ھ مطابق ۱۹۱۴ء میں وفات پائی۔[1] تاریخ ادب عربی میں سنہ وفات ۱۹۲۴ء مذکور ہے۔

(۱۳۲) صاحب تاریخ آداب اللغۃ العربیۃ

ابو صفر احمد حسن بن علی الکلاعی المالقی مشہور بالزیات تقریباً ۶۴۹ھ میں پیدا ہوا اور ۷ شوال میں بلش مالقہ میں وفات پائی۔ صاحب معجم عمر رضا کحالہ نے ان کے متعلق لکھا ہے "مقری" ادیب خطیب متصوف عالم مشارک فی بعض العلوم آپ کی تصنیفات میں القام المخزون فی الکلام الموزون الشرف الاصفی فی المارب الاوفی لذب اسمع فی القرات السبع، قاعدۃ البیان وضابطۃ اللسان قرۃ عین السائل وبغیۃ نفس الاماثل وغیرہ بتائی جاتی ہیں۔[2]

(۱۳۳) صاحب المقدمہ

نام ونسب اور سنہ پیدائش...... تقی الدین ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن بن عثمان بن موسی بن ابی النصر آپ شہرزور سے قریب اربل کے ایک گاؤں شرخان میں ۵۷۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے شرخانی کہلاتے ہیں اور اپنے پرداد ابوالنصر کی طرف منسوب ہو کر نصری۔

تحصیل علم...... شروع میں اپنے والد عبد الرحمن صلاح سے علم حاصل کیا پھر خراسان میں جا کر علم حدیث کی تکمیل کی آپ علم حدیث، فقہ، نقل لغات بالخصوص اسماء رجال میں غیر معمولی ملکہ رکھتے تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

کان احد علماء عصرہ فی التفسیر والحدیث والفقہ واسماء الرجال ومایتعلق بعلم الحدیث و نقل اللغۃ و کانت لہ مشارکۃ فی فنون عدیدۃ

آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، اسماء رجال اور نقل لغات اور علم حدیث سے متعلق تمام علوم میں اپنے دور کے یکتا تھے نیز آپ کو بہت سے فنون میں کامل دسترس حاصل تھی۔

درس وتدریس...... خراسان سے آپ شام آئے اور مدرسہ ناصریہ میں مدت دراز تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے شام سے دمشق مدرسہ رواحیہ میں منتقل ہوئے اس کے بعد جب ابن الملک العادل بن ایوب نے دمشق میں دار الحدیث کی تعمیر کی تو اس نے آپ کو دار الحدیث میں بلا لیا آپ مشہور مورخ علامہ ابن خلکان کے استاذ ہیں ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وھو احد شیاخی الذین انتفعت بھم

آپ میرے ان اساتذہ میں سے ایک ہیں جن سے مجھے بہت نفع پہنچا۔

زہد وورع...... موصوف جس طرح علم کے زیور سے آراستہ تھے زہد وورع میں بھی اپنی نظیر آپ تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

وکان من العلم والدین علی قدر عظیم

آپ علم ودینداری میں بڑے مرتبہ پر فائز تھے۔

تصانیف...... علوم حدیث میں آپ کی کتاب "المقدمہ" بہت پایہ کی کتاب ہے مناسک حج میں بھی ایک کتاب لکھی ہے اور فقہ میں کتاب الوسیط پر کچھ اشکالات جمع کئے ہیں آپ کے فتاوی بھی کتابی شکل میں مرتب ہو گئے ہیں۔

وفات ومدفن...... آپ نے بدھ کے روز علی الصباح ۲۵ ربیع الآخر ۶۴۳ھ میں وفات پائی ظہر کے بعد نماز جنازہ پڑھی گئی اور باب النصر سے باہر مقام صوفیہ میں دفن کئے گئے۔[3]

---

[1] از کتاب الاعلام تاریخ ادب عربی ۱۲۔ [2] از معجم المؤلفین۔ [3] از ابن خلکان ۱۲۔

(۱۳۴) صاحب بدایۃ المجتہد

نام و نسب اور جائے پیدائش...... ابو الولید محمد بن ابی القاسم احمد بن محمد بن احمد بن ابی الولید رشد الاندلسی المالکی الشہیر بالحفید، ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ء میں بمقام قرطبہ پیدا ہوئے جو ملک اندلس کے وسطی حصہ کا دار الحکومت اور علم و ہنر کا گھر تھا۔

تحصیل علم...... ابن رشد نے جس خاندان میں جنم لیا تھا اس کی علمی اور دنیاوی حیثیت کا اندازہ اسی سے کیا جا سکتا ہے کہ وہ قاضیوں کا خاندان تھا علم و کمال کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ اکثر خود بھی عالم و کامل ہوا کرتا ہے پھر وہ ہونہار اور جوہر قابل جو فطرۃ علم و فضل کا اہل پیدا ہوا اس کی تربیت کیلئے ایسے علمی گھرانے کا وجود سونے پر سہاگہ تھا صاحب کمال باپ کی گود میں پرورش پاکر تعلیم کی عمر تک پہنچا تو زمانے کے دستور کے موافق قرآن شریف کی تعلیم کیلئے استاد گھر ہی پر مقرر کر دیا گیا اس فاضل استاد کا نام ابو محمد بن رزق تھا جو نہایت خوش اخلاق نیک صفات اور عابد و زاہد حافظ قرآن تھا ابن رشد کو قدرت کے فیاض ہاتھوں سے طبعیت اور ایسا دماغ عطا ہوا تھا جو علم کیلئے موزوں تھا۔ ذہن طبیعت کی رسائی، شوق علم، حافظہ، ذکاء، تیز فہمی، خوش بیانی غرضیکہ کسی ایسی چیز کی جو ایک اچھے عالم کے واسطے لازمی ہے اس میں کمی نہ تھی۔

ابن رشد نے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن کریم کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد اپنے والد ابو القاسم احمد سے اور ابو القاسم بن بشکوال، ابو مروان بن میسرہ، ابو بکر بن سمحون، ابو جعفر بن عبد العزیز اور ابو عبد اللہ مازری سے فقہ و حدیث میں مہارت بلکہ کمال پیدا کیا اور ساتھ ہی عقلی علوم میں علامہ ابن طفیل کے روبرو زانوئے تلمذ طے کیا اور ابو مروان بن جریول سے علم طب حاصل کیا تحصیل علم سے فراغت کے بعد فقہ اور اصول اور علم کلام کی تدریس میں لگ گئے تو ابو بکر بن جمہور ابو محمد بن حوط اللہ اور ابو الحسن بن سہل بن مالک وغیرہ آپ سے فیضیاب ہوئے اور تھوڑا ہی زمانہ گزرنے پر اندلس میں ابن رشد کے علم و فضل کا چرچا ہو گیا۔

علمی کمال...... فلسفہ اسلام عقائد فقہ، فلسفہ حکمیہ، طب اور ریاضیات میں وہ اپنے زمانہ کا عالم تسلیم ہونے لگا صاحب معجم نے لکھا ہے۔

لم ینشاء بالاندلس مثله کمالا و علما و فضلا

علم و فضل اور کمال میں آپ جیسا کوئی شخص اندلس میں پیدا نہیں ہوا۔

جز در آئینہ و آبش نتواں یافت نظیر

حالات زندگی...... تحصیل علوم کے بعد ابن رشد حکمت و فلسفہ سے متعلق بحث و تحقیق میں لگ گیا۔ ۵۴۸ھ میں ابن الطفیل نے اس کا تعارف ابو یعقوب یوسف بن عبد المومن سے کرا دیا جو فلسفہ سے بڑی دلچسپی رکھتا تھا چنانچہ ابن رشد نے اس کیلئے ارسطو کی کتابوں سے خلاصے تیار کئے پھر اسے ۵۶۵ھ میں اشبیلیہ کی قضاء کا منصب تفویض کیا گیا وہاں سے مراکش چلا گیا جہاں امیر المومنین نے اسے اپنا طبیب خاص بنانے کیلئے دعوت دی تھی لیکن تھوڑی مدت کے بعد ہی وہ قاضی بن کر قرطبہ واپس آگیا جب ابو یعقوب کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا یعقوب المنصور تخت نشین ہوا تو اس نے بھی ابن رشد کو اس کے منصب پر ہی بحال رکھا اور اس کا بڑا احترام کرتا رہا۔

شہرۂ آفاق...... ابن رشد کے علم و کمال کا شہرہ اندلس کی سرزمین سے باہر نکل کر افریقہ کے ریگستانوں کو طے کرتا ہوا ممالک مشرق میں بھی جا پہنچا تھا امام فخر الدین رازی کو جو اس وقت مشرقی ممالک میں بے نظیر علامہ و امام تھے، ابن رشد سے ملاقات کا شوق دامنگیر ہوا اور اسی ارادے سے مصر کے شہر اسکندریہ تک آئے لیکن یہاں انہیں خبر ملی کہ سلطان منصور نے اس بے نظیر فلسیوف کو چند غلط فہمیوں کی بنا پر قید میں ڈال دیا اس لئے امام رازی مغرب جانے کا عزم ترک کر کے

اپنے وطن رے کو واپس چلے گئے اور دونوں فیلسوفوں کو ایک دوسرے سے جسمانی ملاقات حاصل نہ ہو سکی۔

واقعہ قید و بند...... ابن رشد کے قید ہونے کا واقعہ یہ تھا کہ اس کے فلسفیانہ خیالات اور پر زور عقلی دلائل کی کہ اندلس کے دیگر معاصرین علما کی سمجھ میں نہ آئی تو انہوں نے ابن رشد پر کفر والحاد کے فتوی لگا دیئے اور مختلف طریقوں سے سلطان یعقوب المنصور کو ابن رشد کی جانب سے اشتعال دلا کر بدظن کر دیا یہاں تک کہ اس نے حکم دیدیا کہ ابن رشد کو شہر بدر کر کے مقام بوسینا میں جو یہودیوں کا گاؤں تھا مقید کیا جائے چنانچہ ابن رشد سات برس تک یہاں نظر بند رہا۔

ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند
قطرہ نیساں ہے زندان صدف سے ارجمند
مشک از فر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے
مشک بنجاتی ہے ہو کر نافہ آہو میں بند

اس کے بعد ۱۱۹۸ء میں قید سے آزادی ہوئی اور سلطان منصور پھر اس پر مہربان بنا اور اسے بڑی عزت کے ساتھ دربار میں سابقہ رتبہ پر جگہ دی۔

بگذشت شام نکبت و صبح ظفر دمید
گم شد خزان رنج بہار طرب رسید

مگر افسوس کہ اب اس یادگار زمانہ فیلسوف کا وقت اخیر ہو چکا تھا اور زندگی کے آخری ایام میں اس کو پھر اپنا عروج پا نا رہ گیا تھا جو یوں پورا ہو گیا۔

وفات...... چنانچہ وہ دربار سلطانی میں بمقام مراکش حاضر ہوا اور چند ہی روز بعد ۱۹ صفر ۵۹۵ھ مطابق ۱۲ دسمبر ۱۱۹۸ء کو دنیا سے آخرت کی طرف سفر کر گیا۔

زین چمن چوں شدی تو در پردہ
خواہ گل تازہ خواہ پژمردہ

وفات کے بعد ابن رشد کو شہر مراکش کے دروازہ "باب تاغروت" کے باہر دفن کیا گیا پھر تین ماہ بعد اس کی لاش یہاں سے نکال کر قرطبہ پہنچائی گئی جو اس کا وطن اور زاد بوم تھا اور وہاں اس کو مقبرہ ابن عباس میں اس کے بزرگوں کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

سرو بالائے تو در خاک دریغ است دریغ
زیر خاک آں گہر پاک دریغ ست و دریغ
جائے آں بود کہ جائے تو بود در دیدہ
داشتی جائے تو در خاک دریغ ست و دریغ

مسلک کے لحاظ سے موصوف مالکی المذہب تھے۔

فلسفہ ابن رشد...... اگر عقیدہ تناسخ صحیح ہوتا تو ہم کہہ دیتے کہ ارسطو کی روح مجالس حکمت کو از سر نو آراستہ و پیراستہ کرنے اور فلسفہ کی گتھیاں سلجھانے کیلئے ابن رشد کے بدن میں حلول کر آئی تھی۔ عرب نابغہ حکم حکماء یونان کا بڑا مداح تھا اس کا خیال تھا کہ ارسطو علم کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا ہوا تھا چنانچہ اس نے اپنی زندگی اس کے فلسفہ کی تشریح اور اس کی تصانیف کی تلخیص کیلئے وقف کر دی تھی، بعد میں یورپ والوں نے ابن رشد کی کتابوں کو بڑے اہتمام سے ترجمہ کر کے اور پڑھنا شروع کر دیا حتی کہ یہی ان کی حکمت کی اساس اور فلسفیانہ سرگرمیوں کیلئے مینار بن گیا اس کے متعلق ارنسٹ رینان اپنی تصنیف "ابن رشد اور اس کا مذہب" میں لکھتا ہے۔ یہ "قرون وسطی کے ان فلسفیوں میں جنہوں نے ارسطو کی پیروی کی اور حریت قول و فکر کی راہ پر گامزن ہوئے سب سے بڑا فلسفی تھا"۔ ارسطو کے شاگردوں میں ابن رشد اور اس کے ہمنواؤں کا فلسفہ میں تقریبا وہی مذہب تھا جو مادہ پرستوں اور حلول کے ماننے والوں کا ہے جن کے خیال میں مادہ ازلی ہے اور خلق اس مادہ میں اضطراری حرکت ہے اور یہی حرکت یا محرک خالق ہے ان کا خیال یہ ہے کہ ازلیت میں مخلوقات بھی مادہ کے ساتھ شریک ہیں کیونکہ وہ بھی مادہ ہی سے ہیں لہذا جب انسان عاقل یکسوئی سے تحصیل علم میں منہمک ہو جاتا ہے تو وہ بتدریج اللہ میں مستغرق ہو تا جاتا ہے، نیز یہ کہ بشری عقول ایک ہیں جو سب کی سب عقل اول کی طرف رجوع کرتی ہیں

جسے وہ لوگ "عقل فاعل" کہتے ہیں اور صرف یہی وہ عقل عام ہے جو انفرادی عقول سے ہٹ کر اللہ تک پہنچتی ہے اس فلسفہ کی بناء پر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانی نفوس بھی موت اجسام کے ساتھ مرجاتے ہیں مادہ کے سوا کسی کو خلود حاصل نہیں اس لئے نہ ثواب کچھ معنی رکھتا ہے نہ عقاب، اور یہ کہ خالق کو حوادث کے کلیات کا تو علم ہوتا ہے جزئیات کا نہیں ہوتا۔ تعالیٰ اللہ عما یقولون علوا کبیرا حجۃ الاسلام امام غزالی اور بہت سے یورپ کے علمانے اس مذہب کی تردید کی ہے۔

تصانیف ...... ابن رشد کی تصانیف باوجود بکثرت ہونے کے آج بہت ہی کم ملتی ہیں زمانے نے اس کی تصانیف کے ساتھ جیسا برا سلوک کیا شاید ہی کسی حکیم و علامہ کی کتابوں کے ساتھ یہ سلوک ہوا ہو، کہا جاتا ہے کہ موصوف کے تصنیفی کارنامے ساٹھ کے لگ بھگ ہیں جو دس ہزار اوراق میں پھیلے ہوئے ہیں اس کی تصنیفات کے جس قدر نام کتابوں میں ملے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

(۱)۔ بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد، فقہ میں آپ کی مشہور و معروف کتاب ہے جو مذاہب اربعہ میں لکھی ہے یہ کتاب مختصر اور نہایت نفع بخش ہے اس کتاب کی بابت نفح الطیب میں ابن سعید کے الفاظ ہیں۔

کتاب جلیل معظم معتمد عند المالکیہ.

یہ اہم اور زبردست کتاب ہے مالکیہ کے یہاں قابل اعتماد ہے۔

ابو جعفر ذہبی کا قول ہے کہ "فقہ میں اس سے بہتر کتاب میں نے نہیں دیکھی"

(۲)۔ فصل المقال فیما بین الفلسفۃ والشریعۃ من الاتصال (۳) کتاب التحصیل (۴) کتاب المقدمات (۵) کتاب الحیوان (۶) تہافتہ التہافتہ یہ امام غزالی کی کتاب "تہافتہ الفلاسفہ" کے رد میں ہے اس کے آخر میں ابن رشد لکھتا ہے کہ بلا شبہ اس شخص (غزالی) نے شریعت کے بارے میں وہی غلطی کی جو اس نے فلسفہ کے بارے میں کی اور اگر اہل حق کی طرف داری میں طلب حق کا تقاضا نہ ہوتا تو میں اس موضوع پر کچھ نہ لکھتا۔

(۷) منہاج الادلہ فی عقائد الملۃ، ۸۔ شرح کتاب القیاس (الارسطو) ۹۔ مسائل حکمت، ۱۰۔ خلاصۃ کتاب الاخلاق (لارسطاطالیس)، ۱۱۔ خلاصہ کتاب المزاج (الجالینوس)، ۱۲۔ خلاصۃ العلل والامراض (لجالینوس)، ۱۳۔ فلسفہ ابن رشد، ۱۴۔ رسالۃ التوحید والفلسفہ، ۱۵۔ کتاب الکلیات (طب میں)، ۱۶۔ مختصر المستصفیٰ اصول میں۔ ۱۷۔ الضروری عربیت میں، ۱۸۔ فلسفہ ارسطو اس کی تصانیف کے اصلی نسخے ناپید ہیں صرف لاطینی اور عبرانی تراجم باقی ہیں۔ [۱]

(۱۳۵) صاحب منہاج الاصول

قاضی ناصر الدین بیضاوی کی تصنیف ہے جن کے حالات تفسیر بیضاوی کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۳۶) صاحب السیرۃ

ابو محمد عبد الملک بن ہشام بن ایوب حمیری مغافری مصر کے باشندے تھے اور آبائی وطن بصرہ تھا اخبار و انساب نحو و لغت اور عربیت وغیرہ میں ید طولی رکھتے تھے ابن خلکان لکھتے ہیں۔

انہ مشہور بحمل العلم متقدم فی علم النسب والنحو

آپ مشہور عالم اور علم نسب و نحو میں سبقت لے جانے والے تھے۔

علامہ سیوطی فرماتے ہیں

[۱] از معجم المطبوعات مقالات شبلی نعمانی الدیباج، تاریخ ادب عربی ۱۲۔

كان اماما في اللغة والنحو والعربية اديبا اخبار يا نسابة

آپ لغت نحو اور عربیت میں امام تھے نیز ماہر ادیب اور تاریخ و نسب کے بہت جاننے والے تھے۔

آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں لیکن "سیرۃ ابن ہشام" کی وجہ سے علمی حلقوں میں زیادہ شہرت رکھتے ہیں اس میں آپ نے ابن اسحاق کی سیرۃ کو مہذب و ملخص کیا ہے جو آپ کی طرف منسوب ہو کر "سیرت ابن ہشام" کہلاتی ہے کتاب کا اصل نام "السیرۃ النبویہ" ہے۔

علاوہ ازیں حمیر اور ملوک حمیر کے انساب میں ایک کتاب تصنیف کی نیز اشعار السیر کے غریب اشعار کی شرح بھی کی ہے سنہ وفات میں اختلاف ہے علامہ ذہبی نے اور ابو سعید عبد الرحمٰن بن احمد بن یونس نے اپنی کتاب تاریخ مصر میں ۲۱۸ھ ذکر کیا ہے لیکن مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ آپ نے ۲۱۳ھ میں وفات پائی اور تاریخ وفات ۱۳ ربیع الاخر ہے۔ [1]

(۱۳۷) صاحب تاریخ التشریع الاسلامی

محمد بن عفیفی مشہور بشیخ خضری کی تالیف ہے جن کے حالات "المحاضرات" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۳۸) صاحب المحصل

نام و نسب اور پیدائش۔۔ محمد نام، ابو عبد اللہ کنیت، فخر الدین لقب اور ابن الخطیب سے مشہور ہیں اور ہرات میں شیخ الاسلام کے لقب سے پکارے جاتے ہیں سلسلہ نسب یوں ہے محمد بن ضیاء الدین عمر بن حسین بن حسن بن علی تیمی البکری، اصحاب تاریخ عموما آپ کو صدیقی بتاتے ہیں لیکن خود موصوف نے اپنی تصنیفات میں تصریح کی ہے کہ ہم فاروقی نسل سے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کا ہی قول سب سے زیادہ معتبر ہو سکتا ہے۔

آپ ۲۵ رمضان ۵۴۴ھ مطابق ۱۱۴۹ء میں بمقام شہر رے پیدا ہوئے اس لئے نسبت میں رازی کہلاتے ہیں ان کے والد ابو القاسم ضیاء الدین عمر شہر کے مستند عالم اور خطیب، متکلم، صوفی، محدث، ادیب اور انشاپرداز تھے۔

وقع اشتباہ۔۔۔۔۔۔ فخر الدین لقب اور رازی نسبت کے ساتھ دو عالم مشہور ہیں ایک شافعی یعنی صاحب ترجمہ اور ایک حنفی یعنی احمد بن علی صاحب "احکام القرآن" وغیرہ ان کی ولادت ۳۰۵ھ میں ہے اور وفات ۳۷۰ھ میں پھر صاحب ترجمہ کا نام محمد بن عمر ہے اور اسی نام و نسب اور نسبت و لقب کے ایک حنفی عالم ہیں یعنی فخر الدین محمد بن عمر ابو الفضائل الرازی ان کی وفات ۶۵۷ھ میں ہے۔

تحقیق رَے۔۔۔۔۔۔ یہ ایک مشہور شہر ہے جس سے زیادہ آباد اور بڑا شہر بغداد کے بعد نیشاپور کے سوا اور کوئی شہر نہ تھا اصمعی نے اس کو "عروس الدنیا" کہا ہے حمد اللہ مستوفی کہتے ہیں کہ یہ حضرت شیث علیہ السلام کا شہر ہے خلیفہ مہدی کے زمانہ میں اس کے اندر چھ ہزار چار سو مدارس و خانقاہیں ایک ہزار سے زائد حمام چھیالیس ہزار چار سو مسجدیں اور مجموعی مکانات کی تعداد ایک لاکھ تین ہزار چھیانوے تھی، بہرام گور کے زمانہ میں رَے سے اصفہان تک مسلسل باغات تھے لیکن قتل عام اور زلزلہ کی زد میں آکر یہ ویران ہو گیا، شیخ نجم الدین نے "مرصاد العباد" میں لکھا ہے کہ چنگیز خانی فتنہ میں سات لاکھ قابل قدر نفوس نے جام شہادت نوش کیا تھا عام مقتولین کی تعداد کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔

تحصیل علوم۔۔۔۔۔۔ آپ نے علم فقہ علم کلام اور علم اصول کی تعلیم وطن ہی میں اپنے پدر بزرگوار سے پائی والد کی وفات کے بعد ایک مدت تک کمال سمنانی سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کرتے رہے ہوش سنبھالنے پر استاذ مجد الدین جیلی کے

[1] از تاریخ ابن خلکان، حسن المحاضرہ ۱۲۔

ہمراہ شہر مراغہ گئے جہاں علوم فلسفہ اور حکمت کی تحصیل تمام کی اور اپنے دور کے بے نظیر عالم ہوئے بالخصوص علم کلام اور معقولات میں بڑی فوقیت حاصل کی یہاں تک کہ منطق و فلسفہ اور معقولات میں اپنے وقت کے امام اور مشکل مسائل کے حل میں ضرب المثل ہیں قال الشاعر

فن الصبابة ما ادق بیانه متحیر فیه الامام الرازی

علامہ ابن خلکان آپ کا تعارف کراتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

فرید عصره و نسیج وحده فاق اهل زمانه فی علم الکلام و المعقولات و علم الاوائل

آپ یکتائے روزگار تھے، علم کلام معقولات اور علم الاوائل میں اپنے اقران پر فوقیت رکھتے تھے۔

سیاحت و سفر ...... تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مختلف مقامات کے سفر کئے جس میں بعض موقعوں پر سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، پہلی مشکل تو یہ تھی کہ ابتدا میں آپ نہایت مفلس اور تنگدست تھے جس کے متعلق الروضة البهیة اور اخبار الحکماء میں بعض نہایت درد انگیز واقعات مذکور ہیں اسی حالت میں آپ سرخس سے گزرے اور وہاں کے مشہور طبیب ثقة الدین عبد الرحمٰن بن عبد الکریم سرخسی کے یہاں قیام فرمایا تو انہوں نے آپ کی نہایت خاطر مدارات کی آپ نے اس کے شکریہ میں قانون شیخ کے متعلق الفاظ کی شرح کی اور اس کو ان کے نام سے معنون کیا اور اس کے مقدمہ میں ان کی بڑی تعریف کی اور لکھا کہ اس علم و فضل کے ساتھ انہوں نے مجھ پر بہت زیادہ احسانات کئے دوسری مشکل یہ تھی کہ اس زمانہ میں ممالک اسلامیہ میں مختلف العقائد فرقے موجود تھے جن میں باہم مناظرے اور مجادلے ہوتے رہتے تھے امام صاحب بھی جن شہروں میں پہنچتے مختلف فرقوں کے ساتھ مناظرہ کرنا پڑتا تھا، یہ مناظرے علمی حیثیت سے جس قدر مفید تھے اسی قدر اخلاقی حیثیت سے مضر تھے کیونکہ ان سے باہم سخت عداوت پیدا ہو جاتی تھی اس لئے امام صاحب کسی مقام پر اطمینان کے ساتھ قیام نہیں کر سکے چنانچہ طبقات الشافعیہ اور ابن خلکان میں لکھا ہے کہ موصوف نے خوارزم کا سفر کیا وہاں معتزلہ سے مناظرے ہوئے جن کی وجہ سے ان کو وہاں سے نکلنا پڑا، پھر ماوراء النہر کا سفر کیا اور یہاں بھی یہی قصہ پیش آیا مجبوراً ان کو اپنے وطن رے واپس آنا پڑا امام صاحب ایک جگہ خود لکھتے ہیں کہ "جب میں بلاد ماوراء النہر میں گیا تو سب سے پہلے شہر بخارا میں اس کے بعد سمرقند میں پہنچا وہاں سے خجند میں اور خجند سے شہر ناکت میں گیا اور ان تمام شہروں کے اعیان و افاضل سے مجھے مجادلہ اور مناظرہ کا اتفاق ہوا امام صاحب نے ہندوستان کا بھی سفر کیا ہے اور لکھا ہے کہ میں ہندوستان کے شہروں میں گیا تو دیکھا کہ یہ کفار خدا کے وجود پر متفق ہیں لیکن اس سے زیادہ اس سفر کی تفصیل نہیں ملتی۔

حصول دولت و جاہ...... خوارزم اور ماوراء النہر کے سفر کے بعد امام صاحب کی غربت و فلاکت کا زمانہ ختم ہو گیا اور دولت مندی و فارغ البالی کا زمانہ شروع ہو گیا جس کی تقریب یہ ہوئی کہ رے میں ایک نہایت دولتمند طبیب اور بقول صاحب لسان المیزان ایک تاجر تھا جس کے دو لڑکیاں تھیں حسن اتفاق سے امام صاحب کے بھی دو لڑکے تھے طبیب مرض الموت میں مبتلا ہوا تو اپنی دونوں لڑکیوں کی شادی امام صاحب کے دونوں لڑکوں سے کر دی اور جب وہ مر گیا تو اس کی تمام دولت امام صاحب کے ہاتھ آگئی، لسان المیزان میں لکھا ہے کہ اب وہ اس زمانہ کے رئیس ہو گئے اور پچاس غلام سنہرے کمر بند باندھے اور منقش کپڑے پہنے ہوئے ان کے گرد کھڑے رہتے تھے۔

سلاطین وقت کی قدر دانی...... علماء صلحاء اور عام مسلمانوں کے ساتھ سلاطین وقت نے بھی امام صاحب کی قدر دانی کی سلطان غیاث الدین غوری اور اس کے بھائی شہاب الدین غوری سے امام صاحب کے تعلقات قائم ہوئے غیاث الدین نے ہرات میں جامع مسجد کے قریب امام صاحب کیلئے ایک مدرسہ بنوایا امام صاحب نے اس کا حق نعمت یوں ادا کیا کہ اس کے نام پر لطائف غیاثیہ اور دوسری کتابیں تصنیف کیں شہاب الدین کے متعلق ابن خلکان نے لکھا ہے کہ امام صاحب

نے ایک بار ان کو بطور قرض کچھ روپے دیے اور جب واپس لینے کیلئے حاضر ہوئے تو اس نے آپ کو بہت سا مال دیا اور ہمیشہ ان کے وعظ و پند سے مستفید ہوتا رہا اسی طرح خوارزم شاہی خاندان کے سلطان علاء الدین اور اس کے بیٹے محمد نے آپ کی نہایت قدر دانی کی، اول اول علاء الدین نے ان کو اپنے بیٹے محمد کا استاد مقرر کیا اور اس کے بعد جب خود محمد بادشاہ ہوا تو اس کے دربار میں آپ کو اس قدر جاہ و مال حاصل ہوا جو اس کے دربار میں کسی کو حاصل نہ تھا۔

درس و تدریس ...... تحصیل علم سے سند فراغ حاصل کر کے وسط ایشیا کے شہروں میں سیاحت شروع کی اور جہاں پہنچے وہیں مجلس درس گرم کی ہر طبقہ اور ہر درجہ کے علما اور تشنگان علوم ان کے سرچشمہ تحقیق سے فیضیاب ہونے کیلئے ان کی مجلس میں حاضر ہوتے اور فائدہ اٹھاتے تھے اور جب موصوف سواری پر سوار ہوتے تو ان کے پیچھے تین تین سو طلبہ پیادہ پا چلتے تھے۔

مشہور تلامذہ ......علامہ ابن العربی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ۶۳۲ھ کے حدود میں فخر رازی کے تلامذہ میں حسب ذیل حضرات بڑے صاحب فضل و بلند مرتبت تصانیف والے تھے۔ زین الدین الکشی، قطب الدین مصری خراسان میں، افضل الدین محمد خونجی صاحب "غوامض الافکار" مصر میں، شمس الدین خسرو شاہی دمشق میں، علامہ اثیر الدین ابہری صاحب ایسا غوجی روم میں۔

شان درس ...... مجلس درس نہایت شاندار اور وسیع تھی شاگردوں کی نشست اس ترتیب سے ہوا کرتی تھی کہ بڑے بڑے طلبا مثلاً زین الدین کشی، قطب الدین مصری اور شہاب الدین نیشاپوری وغیرہ امام کے نزدیک ہوتے پھر درجہ بدرجہ ان سے کم رتبہ کے طلبا ہر ایک علمی بحث اور سوال کا جواب پہلے یہی نامور طلباء دیا کرتے اور جس مسئلہ کا جواب ان سے نہ بن آتا اس پر امام فخر الدین رازی تقریر فرماتے تھے۔

وعظ و تذکیر ...... علمی فضل و کمال کے ساتھ ساتھ آپ وعظ و تذکیر میں بھی یکتائے روزگار تھے عربی اور عجمی دونوں زبانوں میں وعظ فرماتے تھے اثناء وعظ میں آپ پر وجد طاری ہو جاتا تھا اور کثرت سے روتے تھے چنانچہ ایک روز انہوں نے وجد کی حالت میں سر سبز سلطان شہاب الدین غوری سے کہا اے دنیا کے بادشاہ! نہ تیری سلطنت باقی رہے گی اور نہ رازی کا تملق و نفاق ہم سب کو خدا کے پاس واپس جانا ہو گا اس پر بادشاہ رو پڑا، شہر ہرات میں جب آپ وعظ فرماتے تو آپ کی مجلس میں مختلف مذاہب کے لوگ آتے اور طرح طرح کے اشکالات پیش کرتے اور آپ ان کے جوابات نہایت عمدہ طریقے پر دیتے تھے چنانچہ اس وعظ کی برکت سے بہت سے اہل کرامیہ نے اپنے عقائد سے توبہ کی اور اہل سنت کے صحیح مسلک کو اختیار کیا آپ کو ہرات میں لوگوں نے "شیخ الاسلام" کا لقب دیا تھا آپ سے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کی بعض اہم نظریات پر خط و کتابت رہی ہے۔ [1]

پر شکوہ مجلس وعظ ......امام صاحب کی مجلس وعظ میں بھی شاہانہ جاہ و جلال پایا جاتا تھا ایک مرتبہ آپ بامیان سے ہرات میں نہایت شان و شوکت کے ساتھ آئے تو وہاں کے بادشاہ حسین بن خرمین نے ان کا استقبال کیا اور وہاں کی جامع مسجد کے صدر ایوان میں ان کیلئے ایک منبر نصب کرا دیا تاکہ عام طور پر لوگ ان کی زیارت سے شرف اندوز ہوں امام صاحب صدر ایوان میں رونق افروز تھے اور ان کے دائیں بائیں ان کے ترکی غلاموں کی دو صفیں تلواروں سے ٹیک لگائے کھڑی تھیں شاہ ہرات حسین بن خرمین نے آکر سلام کیا پھر سلطان محمود شاہ فیروز کوہ نے آکر سلام کیا آپ نے اپنے قریب ان دونوں کو

[1] شیخ اکبر کے ایک خط کی نقل آصفیہ کتب خانہ حیدر آباد میں موجود ہے، یہ خط امام رازی کے نام ہے اس میں شیخ اکبر نے عقل و وجدان یا دل و دماغ کی صلاحیتوں پر نہایت ہی پر تاثیر گفتگو کی ہے اور امام رازی کو بتایا ہے کہ کار دین استدلال سے ممکن نہیں عقل انسانی کے ذرائع محدود ہیں ان پر اعتماد کرنا درست نہیں ان کی رہنمائی میں انسان ارتقائی منازل طے نہیں کر سکتا عقل دل کو سکون نہیں پہنچاتی وہ دماغ میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔
اس کے بعد شیخ اکبر نے امام رازی سے کہا ہے کہ وہ اپنے اس واقعہ سے عبرت حاصل کریں کہ کس طرح تیس سال کی محنت کے بعد ایک نتیجہ پر پہنچے تھے لیکن عقل نے پھر ایک لمحہ میں ایک شبہ پیدا کر کے ساری عمارت گرا دی۔ ۱۲۔

دونوں طرف بیٹھنے کیلئے جگہ دی اس کے بعد نہایت فصاحت وبلاغت کے ساتھ نفس پر ایک طویل تقریر کی اسی اثنا میں ایک باز ایک کبوتر پر جھپٹا اور وہ بدحواسی کی حالت میں ادھر ادھر مسجد میں اڑنے لگا یہاں تک کہ تھک کر امام صاحب کے پاس گر پڑا اور باز کے حملہ سے بچ گیا شرف الدین ابن عنین شاعر اس جلسے میں موجود تھا اس نے موقع پر دو شعر کہے اور اسی وقت امام کی اجازت سے ان کے سامنے پڑھے۔

لہ جاءت سلیمان الزمان بشحوها والموت یلمع من جناحی خاطف

من نباء الورقاء ان محلکم حرم و انك ملجاء للخائف

امام صاحب اس کے اشعار سن کر نہایت محظوظ ہوئے اور جب مجلس وعظ سے اٹھ کر گئے تو اس کے پاس خلعت اور بہت سی اشرفیاں بھجوائیں اور ہمیشہ اس کے ساتھ سلوک کرتے رہے۔

کتب خانہ فخریہ...... "سرور الصدور" میں امام صاحب کے کتب خانہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے "چنداں کتب گرد مولانا فخر الدین بودے کہ بارہا بودے اھ" یہ بھی لکھا ہے کہ سلطان محمد غوری نے ایک بار پانچ ہزار کتابیں ان کو پیش کی تھیں۔

شیخ نجم الدین کبری سے ملاقات ...... جب آپ ہرات تشریف لے گئے اور وہاں کے تمام علماء صلحاء، امراء اور سلاطین آپ کی ملاقات کو آئے تو امام صاحب نے یہ دریافت کیا کہ کوئی ایسا شخص بھی ہے جو ہماری ملاقات کو نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا صرف ایک شخص ہے جو اپنے زاویہ میں گوشہ نشین ہے آپ نے فرمایا کہ میں واجب التعظیم شخص اور مسلمانوں کا امام ہوں پھر اس نے میری ملاقات کیوں نہیں کی لوگوں نے اس مرد صالح سے امام صاحب کی یہ بات کہی لیکن اس نے کچھ جواب نہیں دیا اس کے بعد شہر کے لوگوں نے ایک دعوت کی اور دونوں نے دعوت کو قبول کیا اور ایک باغ میں جمع ہوئے امام صاحب نے ملاقات نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو اس مرد صالح نے کہا کہ میں ایک فقیر آدمی ہوں نہ میری ملاقات سے کوئی شرف حاصل ہو سکتا ہے اور نہ ملاقات نہ کرنے سے کوئی نقص پیدا ہو سکتا ہے امام صاحب نے کہا یہ جواب اہل ادب یعنی صوفیہ کا ہے اب مجھ سے حقیقت حال بیان کیجئے مرد صالح نے کہا آپ کی ملاقات کس بناء پر واجب ہے۔ آپ نے کہا میں مسلمانوں کا امام اور واجب التعظیم شخص ہوں، مرد صالح نے کہا! آپ کا سرمایہ فخر علم ہے لیکن خدا کی معرفت رأس العلوم ہے پھر آپ نے خدا کو کیونکر پہچانا۔ آپ نے فرمایا دلیلوں سے مرد صالح نے کہا: دلیل کی ضرورت تو شک زائل کرنے کیلئے ہوتی ہے لیکن خدا نے میرے دل میں ایسی روشنی ڈال دی ہے کہ اس کی وجہ سے میرے دل میں شک کا گزر ہی نہیں ہو سکتا کہ مجھ کو دلیل کی ضرورت ہو امام صاحب کے دل میں اس کلام نے اثر کیا اور اسی مجلس میں اس مرد صالح کے ہاتھ پر توبہ اور خلوت نشین ہو گئے اور برکات حاصل کیں راوی کا بیان ہے کہ یہ مرد صالح شیخ نجم الدین کبری قدس سرہ تھے۔

رجوع الی اللہ...... امام رازی فرماتے ہیں کہ میں نے طرق کلامیہ وفلسفیہ سب کا تجربہ کر دیکھا ہے جو نفع مجھے قرآن عظیم میں نظر آیا وہ کہیں نظر نہ آیا کیونکہ قرآن اس پر زور دیتا ہے کہ تمام عظمت وجلال خدا ہی کیلئے تسلیم کر لیا جائے اور اس کے مقابلہ و معارضہ سے احتراز کیا جائے کیونکہ ان تنگ وتاریک راستوں میں عقل انسانی گم ہو جاتی ہے پھر کہتے ہیں کہ میں آنحضرت ﷺ کا دین اختیار کر چکا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی میرا مجمل ایمان ہی قبول فرمالے اور مجھ سے تفصیل نہ کرے۔

شعر وشاعری...... اسی سابق مضمون پر امام رازی نے حسب ذیل اشعار کہے ہیں

العلم للرحمن جل جلاله وسواه فی جهلاته یتغمغم

ماللتراب وللعلوم وانما یسعی لیعلم انه لا یعلم

علم صرف ایک اللہ جل جلالہ کیلئے ہے باقی سب اپنی جہالتوں میں مبتلا ہیں اس خاک کے پتلے کو علم سے کیا واسطہ وہ

لہ کبوتر سلیمان زمانہ کے پاس اپنی فریاد لے کر ایسی حالت میں آیا کہ اچک لینے والے باز کے پروں کے درمیان اس کی موت نظر آ رہی تھی کبوتر کو کس نے بتایا کہ آپ کا محل حرم ہے اور آپ خوفزدوں کیلئے جائے پناہ ہیں۔ ۱۲

یہی کوشش کرتا ہے کہ یہ جان لے کہ وہ نہیں جانتا۔
امام رازی فارسی اور عربی دونوں زبانوں میں شعر کہتے تھے اس زمانہ میں حکماء و فلاسفہ زیادہ تر اپنے شاعرانہ اور حکیمانہ خیالات رباعی میں ظاہر کرتے تھے اسی لئے امام صاحب نے بھی اپنے خیالات کے اظہار کیلئے رباعی ہی کا انتخاب کیا طبقات الاطباء میں امام صاحب کے بہت سے عربی اشعار نقل کر کے لکھا ہے کہ ان کے علاوہ بہت سے فارسی اشعار اور رباعیاں ہیں ہم یہاں پہلے دو چار عربی اشعار پیش کرتے ہیں۔

نهاية اقدام العقول عقال — واكثر سعي العالمين ضلال
دارو احنانی وحشة من جسومنا — وغاية دنيانا اذى ووبال
ولم نستفد من بحثنا طول عمرنا — سوى ان جمعافيه قيل وقال
لعمری وما ادری وقد اذن البلى — بعاجل ترحالي الى اين ترحالي
واين محل الروح عند خروجها — من الهيكل النحل والجسد البالي

اپنے صاحبزادے محمد کے مرثیہ میں کہتے ہیں

فلو كانت الاقدار منقادة لنا — فديناك من حملك بالروح والجسم
سابكي عليك العمر بالدم دائما — ولم انحرف عن ذاك في الكيف والكم
وما صدفي عن جعل جفني مدفنا — لجسمك الا انه ابدا يهمى
حياتي و موتي واحد بعد بعد كم — بل الموت اولى من مداومة العلم

فارسی کی چند رباعیاں ملاحظہ ہوں

کنه خردم در خوار ثبات تو نیست — و آرائش حال عجز مناجاة تو نیست
من ذات ترا بواجبی کے دانم — داننده ذات تو مجز ذات تو نیست
هرگز دل من زعلم محروم نشد — کم ماند ز اسرار که مفهوم نشد
هفتاد و دو سال فکر کردم شب و روز — معلومم شد که هیچ معلوم نشد
هرجا که زمهرت اثرے افتاداست — سوواز وه بر گلزرے افتاداست
در وصل تو کے تواں رسیدان کانجا — هرجا که نهی پائے سرے افتاداست

سلطان علاء الدین علی خوارزم شاہ نے جب غوری کو شکست دی تو امام صاحب نے اس کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا جس کو ابن ابی اصیبعہ نے طبقات الاطباء میں نقل کیا ہے اس کے بعض اشعار میں فارسی ترکیبیں بھی آگئی ہیں مثلاً

امروز تو ملك الزمان باسره — لاشي مثل خلاك انت الاواحد

رحلت و وفات ...... امام صاحب نے ۶۰۶ھ میں دوشنبہ کے دن ۶۳ سال کی عمر میں ہرات میں وفات پائی طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ یہ عید الفطر کا دن تھا اور ابن ابی اصیبعہ کے بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے وہ لکھتے ہیں کہ امام صاحب کا قیام زیادہ تر رَے میں رہتا تھا لیکن وہ وہاں سے خوارزم آئے اور وہیں بیمار ہوئے شدت مرض میں ۲۱ محرم ۶۰۶ھ میں اتوار کے دن اپنے شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے ایک وصیت نامہ لکھوایا اس کے بعد مرض نے طول کھینچا یہاں تک کہ عید کے دن اسی سن میں یکم شوال کو ہرات میں انتقال کیا لیکن قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ ذی الحجہ میں انتقال ہوا اگر یہ صحیح ہے تو عید الفطر کے بجائے عید الاضحیٰ کا دن ہوگا۔
مدفن و مزار ...... مقام دفن میں اختلاف ہے شہر زوری نے لکھا ہے کہ ہرات کی پہاڑ کے نیچے دفن ہوئے اور ابن

خلکان میں ہے کہ ہرات کے قریب ایک گاؤں میں جس کا نام "مزداخان" ہے اسی گاؤں کے قریب ایک پہاڑ "پرون" کے آخری حصے میں دفن کئے گئے خود امام صاحب نے بھی اسی جگہ دفن کرنے کی وصیت کی تھی لیکن قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ ظاہر تو یہی کیا گیا لیکن درحقیقت امام صاحب اپنے گھر ہی میں دفن کئے گئے کیونکہ ان کے عقائد سے لوگ بدظن تھے اس لئے خیال تھا کہ لوگ ان کی لاش کے ساتھ بے ادبی کریں گے دوسرے مورخین کے مختلف بیانات سے بھی قفطی کی یہ روایت قرین قیاس معلوم ہوتی ہے طبقات الشافعیہ میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اپنے تلامذہ کو حکم دیا تھا کہ جب وہ مر جائیں تو وہ لوگ ان کی موت کی خبر کو نہایت شدت کے ساتھ چھپائیں شہرزوری کی تاریخ الحکماء میں ہے کہ امام صاحب نے عوام کے خوف سے وصیت کی تھی کہ وہ رات کو دفن کئے جائیں۔

سبب وفات ...... بھی فرقہ کرامیہ کا بغض وعناد تھا چنانچہ طبقات الشافعیہ اور اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ اسی فرقہ کے لوگوں نے امام صاحب کو زہر دلوایا اور اسی زہر کے اثر سے انہوں نے وفات پائی۔ دولت شاہ نے امام صاحب کی ایک تاریخ وفات نقل کی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحب کی موت غیر طبعی اسباب کا نتیجہ تھی چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ " وفات امام فخر الدین در ہرات بودہ؛ مدفن مبارک در خیابان است و عزیزے در تاریخ وفات امام می فرماید

امام عالم و عامل محمد رازی — کہ کس نہ دید ونہ بیند در النظیر و ہمال

بسال ششصد و شش کشتہ بشہر ہرات — نماز دیگرے اثنین و غرۂ شوال

تاریخی غلطی ......نواب صدیق حسن خاں نے "الاکسیر فی اصول التفسیر" میں سنہ وفات (۶۶۰) لکھا ہے جو زلتہ قلم ہے اولا اس لئے کہ یہ کلمات ثقات کے خلاف ہے ثانیا اس لئے کہ خود نواب صاحب نے اکسیر ہی میں ایک دوسری جگہ ۶۰۶ھ ہی ذکر کیا ہے۔

حلیہ ...... امام موصوف نہ بہت موٹے تھے اور نہ دبلے قاق بلکہ متوسط بدن کے تھے سینہ کشادہ، سر بڑا ڈاڑھی گھنی اور خوبصورت تھی بڑھاپے تک بال بہت کم سفید ہوئے تھے آواز بلند اور رعب دار تھی اور بیان نہایت فصیح و بلیغ ہوتا تھا، البتہ ان میں کسی قدر تند مزاجی پائی جاتی تھی۔

اوصاف و عقائد ......امام صاحب اگرچہ ایک مدت تک فلسفی، متکلم اور فقیہ رہے لیکن بعد کو وہ صوفی ہو گئے اور ان کی حالت میں یہ انقلاب شیخ نجم الدین کبریٰ کی ملاقات کے بعد ہوا تھا، علامہ سبکی طبقات الشافعیہ میں لکھتے ہیں کہ وہ اہل دین اور اہل تصوف سے تھے اور اس میں ان کو دسترس حاصل تھی چنانچہ ان کی تفسیر سے اس کا پتہ چل سکتا ہے لسان المیزان میں ہے کہ "وہ نماز و روزہ میں کبھی کمی نہیں کرتے تھے اور علم کلام میں مہارت کے باوجود کہا کرتے تھے کہ جو شخص بوڑھی عورتوں کے دین کا پابند ہو وہی کامیاب ہے" اپنے وصیت نامہ میں آپ نے خود لکھوایا ہے کہ "وجوب وجود، توحید، قدم ، ازلیت، تدبیر، فعالیت میں شرکاء سے برأت کے متعلق جو چیز ظاہری دلائل سے ثابت ہے میں اسی کا قائل ہوں۔" اس کے بعد تحریر کراتے ہیں کہ "میرا دین محمد سید المرسلین ﷺ کی متابعت اور میری کتاب قرآن مجید ہے اور دین کی جستجو میں میرا اعتماد انہی دونوں چیزوں پر ہے۔

یہ وصیت نامہ آپ نے اپنے شاگرد ابراہیم بن ابی بکر بن علی اصفہانی سے لکھوایا تھا جس کو طبقات الاطباء اور طبقات الشافعیہ میں بلفظہ نقل کیا ہے خوف طوالت کی وجہ سے ہم نے اس کو ترک کر دیا اس سے آپ کے مذہبی خیالات اور حسن عقیدت کا اظہار نہایت واضح طور پر ہوتا ہے۔

آل واولاد ...... کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہو سکی طبقات الاطباء میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنی وفات کے بعد دو لڑکے چھوڑے جن میں بڑے لڑکے کا لقب ضیاء الدین تھا اور وہ علمی مشغلہ رکھتا تھا، چھوٹا لڑکا شمس الدین کے لقب سے مشہور

ہوا جو غیر معمولی طور پر ذہین تھا، ایک اور لڑکا تھا جس کا نام محمد تھا، امام صاحب کو اس سے بڑی محبت تھی اور اکثر کتابیں اس کیلئے لکھی ہیں اور بعض کتابوں میں اس کے نام کی تصریح کی ہے لیکن وہ امام صاحب کی زندگی ہی میں ۶۰۱ھ میں مر گیا امام صاحب کو اس کی وفات کا بہت صدمہ ہوا چنانچہ تفسیر کبیر میں جا بجا اس کا ماتم کیا ہے اور اس کے مرثیہ میں کچھ اشعار بھی کہتے ہیں جن میں سے بعض اشعار ہم پہلے نقل کر چکے اس کی وفات کے بعد ایک اور لڑکا پیدا ہوا اس کا نام بھی محمد تھا اسی لڑکے سے امام صاحب کی اولاد کا سلسلہ چلا اور بہت دنوں تک قائم رہا اور یہ سب کے سب صاحب علم ہوئے ان کے علاوہ ایک لڑکی بھی تھی جس کی شادی علاء الملک علوی کے ساتھ ہوئی جو خوارزم شاہ کا وزیر اور بہت بڑا فاضل اور ادیب تھا حافظ ابن حجر نے جو یہ کہا ہے کہ امام صاحب کی کوئی نرینا اولاد نہیں تھی یہ موصوف کے عدم علم پر مبنی ہے۔

تصنیف و تالیف...... امام صاحب عمر بھر تصنیف و تالیف میں مشغول رہے اور تقریباً ہر فن پر عربی اور فارسی زبان میں نہایت کثرت سے کتابیں لکھیں، شہر زوری نے لکھا ہے کہ انہوں نے بعض ایسے فنون پر بھی کتابیں لکھی ہیں جن کے متعلق خود ان کو اعتراف تھا کہ وہ ان علوم سے واقف نہ تھے مثلاً سحر و طلسمات پر کتاب "السر المکتوم"

امام صاحب نے خود اپنے وصیت نامہ میں بیان کیا ہے کہ "میں ایک علم دوست آدمی تھا اور ہر فن کے متعلق جس کی کمیت اور کیفیت سے ناواقف خواہ وہ حق ہو یا باطل نیک ہو یا بد کچھ نہ کچھ لکھتا رہتا تھا۔

علمی کارنامے...... حسب ذیل ہیں۔ ۱۔ تفسیر کبیر یہ کتاب عام طور پر اسی نام سے مشہور ہے لیکن خود امام صاحب نے اس کا نام "الغیب" رکھا تھا اور اس کو باریک خط میں ۱۲ جلدوں میں لکھا تھا ابن خلکان نے لکھا ہے کہ "امام صاحب نے اس کو مکمل نہیں کیا" لیکن یہ نہیں بتایا کہ امام صاحب نے کہاں تک تفسیر لکھی تھی اور ان کے بعد کس نے اس کی تکمیل کی شہاب نے شفائے قاضی عیاض کی شرح میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے صرف سورۂ انبیاء تک کی تفسیر لکھی تھی لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ امام صاحب کی عادت ہے کہ اکثر سورتوں کے خاتمہ میں لکھ دیتے ہیں کہ اس سورۃ کی تفسیر فلاں دن فلاں مہینہ اور فلاں سنہ میں ختم ہوئی اور اس قسم کی تصریحات سورۂ انبیاء کے بعد بھی متعدد سورتوں میں ملتی ہیں مثلاً سورۂ مومن کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں کہ اس سورۃ کی تفسیر سنیچر کے دن ۲ ذی الحجہ ۶۰۳ھ میں شہر ہرات میں ختم ہوئی، اسی مہینے اور اسی سنہ میں انہوں نے سورۂ حم سورۂ شوریٰ، سورۂ زخرف، سورۂ جاثیہ، سورۂ احقاف اور سورۂ محمد کی تفسیر بھی لکھی ہے اور سب کے آخر میں اس قسم کی تصریح کر دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ محمد تک خود امام صاحب نے تفسیر لکھی ہے پھر اس کی تکمیل سب سے پہلے قاضی شہاب الدین بن خلیل الخوبی الدمشقی المتوفی ۶۳۹ھ نے کی ان کے بعد شیخ نجم الدین احمد بن محمد القمولی المتوفی ۷۷۷ھ نے بھی تکملہ لکھا یہ تفسیر چونکہ بہت بڑی تھی اس لئے برہان الدین محمد بن محمد النسفی المتوفی ۶۸۷ھ نے اختصار کیا اور اس کا نام "واضح" رکھا محمد بن قاضی ایاثلوغ نے بھی اس کی تلخیص کی اور اس میں اپنی جانب سے بھی بعض فوائد کا اضافہ کیا۔

۲۔ اسرار التنزیل وانوار التاویل قفطی نے اخبار الحکماء میں لکھا ہے کہ یہ قرآن مجید کی چھوٹی تفسیر ہے لیکن کشف الظنون میں لکھا ہے کہ امام صاحب نے اس کتاب میں بیان کیا ہے کہ اس کے چار حصے ہیں پہلا اصول میں دوسرا فروغ میں تیسرا اخلاق میں چوتھا مناجات وادعیہ میں لیکن چونکہ اس کتاب کے مکمل کرنے سے پہلے ہی امام صاحب وفات پاگئے اس لیئے یہ کتاب پہلے حصے کے اخیر تک پہنچ کر رہ گئی۔

۳۔ تفسیر سورۂ فاتحہ کشف الظنون میں ہے کہ یہ تفسیر دو جلدوں میں لکھی ہے اور اس کا نام "مفاتیح العلوم" رکھا ہے۔

۴۔ تفسیر سورۂ بقرہ ایک جلد میں ہے اور صرف عقلی طرز پر ہے۔ ۵۔ تفسیر سورۂ اخلاص کشف میں ہے کہ یہ چار فصلوں میں ہے اور اس میں اس سورۃ کے بعض اسرار ایسے بیان کئے ہیں جن سے اکثر مفسرین ناواقف تھے۔

۶۔ لوامع البینات فی شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصفات، ۷۔ الاربعین فی اصول الدین اس میں علم کلام کے چالیس مسائل ہیں، ۸۔ معالم کشف میں اس نام سے تین کتابوں کا ذکر ہے اول معالم فی اصول الدین اس کی نسبت لکھا ہے کہ یہ پانچ علوم میں ہے علم کلام اصول فقہ، فقہ، وہ اصول جو علم خلاف میں معتبر ہیں آداب نظر وجدل دوم معالم فی اصول الفقہ سوم معالم فی الکلام، ۹۔ الخمسین فی اصول الدین اس میں علم کلام کے پچاس مسائل ہیں، ۱۰۔ نہایت العقول، ۱۱۔ کتاب القضاو القدر، ۱۲۔ اساس التقدیس علم کلام میں ہے اور اس میں جسمانیت اور عوارض جسمانیت سے خداوند تعالیٰ کی تنزیہ ثابت کی ہے امام صاحب نے سلطان سیف الدین ابو بکر بن ایوب کی خدمت میں اس کتاب کو جیسا کہ خود اس کے دیباچے میں تصریح کی ہے ہدیۃً بھیجا تھا اور سلطان نے اس کے صلہ میں ہزار دینار عطا کئے تھے۔ ۱۳۔ لطائف الغیاثیہ، ۱۴۔ عصمۃ الانبیاء، ۱۵۔ مطالب العالیہ اس کی تین جلدیں ہیں جو علم کلام میں ہے اور نا مکمل ہے اور آپ کی آخری تصنیف ہے، ۱۶۔ رسالہ فی النبوات، ۱۷۔ الریاض المونقۃ یہ کتاب ملل و نحل میں ہے، ۱۸۔ کتاب الملل والنحل، ۱۹۔ تحصیل الحق، ۲۰۔ البیان والبرہان فی الرد علی اہل الزیغ والطغیان، ۲۱۔ المباحث العمادیہ فی المطالب المعادیہ، ۲۲۔ تہذیب الدلائل و عیون المسائل، ۲۳۔ ارشاد النظار الی لطائف الاسرار، ۲۴۔ اجوبۃ المسائل النجاریہ، ۲۵۔ زبدۃ الافکار و عمدۃ النظار، ۲۶۔ کتاب الخلق والبعث، ۲۷۔ تنبیہ الاشارہ، ۲۸۔ شرح وجیز تین جلدوں میں ہے لیکن عبادات اور نکاح تک پہنچ کر نا مکمل رہ گئی، ۲۹۔ ملخص منطق و حکمت میں ہے، ۳۰۔ الرسالۃ الکاملیہ فی الحقائق الالہیہ منطق و حکمت میں مختصر سا رسالہ ہے اور فارسی زبان میں ہے، ۳۱۔ مباحث مشرقیہ علم الٰہی اور طبیعی میں نہایت مفصل کتاب ہے جس کو ہدیۃً "قوام الدین ملک الوزراء ابو المعالی سہیل بن عبد العزیز مستوفی کے کتب خانہ میں بھیجا تھا، ۳۲۔ کتاب الانارات فی شرح الاشارات اس میں شیخ بو علی سینا پر اس کثرت سے اعتراضات کئے ہیں کہ بعض ظریف الطبع لوگوں نے اس شرح کا نام جرح رکھ دیا، ۳۳۔ شرح عیون الحکمۃ یہ اپنے شاگرد حکیم محمد بن رضوان کی درخواست پر لکھی ہے، ۳۴۔ لباب الاشارات یہ شرح اشارات کا خلاصہ ہے، ۳۵۔ کتاب مباحث الوجود والعدم، ۳۶۔ منتخب کتاب و نکلوشا، ۳۷۔ رسالۃ الحدوث، ۳۸۔ رسالۃ الجوہر الفرد، ۳۹۔ تعجیز الفلاسفہ، ۴۰۔ مباحث الحدود، ۴۱۔ شرح مصادرات اقلیدس، ۴۲۔ کتاب فی الہندسہ ۴۳۔ رسالۃ فی النفس، ۴۴۔ الاحکام العلائیہ فی الاعلام السماویہ اس کو سلطان علاء الدین محمد بن خوارزم شاہ کیلئے لکھا تھا، ۴۵۔ کتاب احکام الاحکام، ۴۶۔ کتاب جامع الکبیر الملکی طب میں ہے اور نا مکمل ہے، ۴۷۔ شرح کلیات القانون قانون شیخ کی نا مکمل شرح ہے جس کو حکیم ثقۃ الدین عبد الرحمٰن بن عبد الکریم سرخسی کیلئے لکھا تھا، ۴۸۔ کتاب فی النبض، ۴۹۔ کتاب التشریح نا مکمل ہے صرف سر سے حلق تک کے اعضاء کے حالات ہیں، ۵۰۔ کتاب الاشربہ، ۵۱۔ سراج القلوب، ۵۲۔ الطریقۃ العلائیہ علم خلاف میں ہے اور چار جلدوں میں ہے، ۵۳۔ شفاء العی والخلاف، ۵۴۔ کتاب الطریقہ، جدل میں ہے، ۵۵۔ کتاب فی ابطال القیاس۔ نا مکمل ہے، ۵۶۔ کتاب الاخلاق، ۵۷۔ کتاب فی ذم الدنیا، ۵۸۔ کتاب الرمل، ۵۹۔ نفثۃ المصدور، ۶۰۔ البراہین البہائیہ، ۶۱۔ کتاب الفراسۃ، ۶۲۔ کتاب مباحث الجدل، ۶۳۔ الایات البینات، ۶۴۔ الرسالۃ الصاحبیہ، ۶۵۔ الرسالۃ المجدیہ، ۶۶۔ رسالۃ فی السوال، ۶۷۔ کتاب جواب الفیلانی، ۶۸۔ کتاب الرعایہ، ۶۹۔ نہایۃ الایجاز فی درایۃ الاعجاز، ۷۰۔ المحصل شرح المفصل، ۷۱۔ شرح سقط الزند نا مکمل ہے، ۷۲۔ شرح نہج البلاغۃ نا مکمل ہے، ۷۳۔ مناقب امام شافعی، ۷۴۔ فضائل صحابہ، ۷۵۔ بحر الانساب کشف میں ہے کہ یہ امام صاحب کی بہت بڑی کتاب ہے نام سے معلوم ہوتا ہے کہ علم انساب پر ہے، ۷۶۔ حدائق الانوار فی حدائق الاسرار موضوعات علوم پر ہے اور اس میں ساٹھ علوم کے موضوعات بتائے ہیں، ۷۷۔ السر المکتوم فی مخاطبۃ الشمس والنجوم سحر و طلسمات وغیرہ پر ہے اخبار الحکماء اور طبقات الاطباء دونوں میں اس کا نام آیا ہے طبقات الشافعیہ اور مقدمہ ابن خلدون میں ہے کہ یہ کتاب امام صاحب کی تصنیف نہیں بلکہ ایک جعلی کتاب ہے لیکن خود امام صاحب نے شرح اشارات میں طلسمات کے متعلق لکھا ہے کہ اگر تم

تحقیق چاہتے ہو تو سر مکتوم کی طرف رجوع کرو اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب خود امام صاحب ہی کی ہے۔
۷۸۔ کتاب المحصول اصول فقہ میں نہایت مبسوط کتاب ہے۔
۷۹۔ کتاب المحصل...... اس کا پورا نام محصل افکار المتقدمین والمتاخرین من الحکماء والمتکلمین ہے اور اس میں علم کلام کے صرف اصول و قواعد بیان کئے ہیں اور اس کو چار رکن پر مرتب کیا ہے پہلا رکن مقدمات میں ہے دوسرا تقسیم معلومات میں تیسرا الہیات میں اور چوتھا سمعیات میں، عزالدین عبد الحمید نے اس پر ایک تعلیق لکھی ہے علاء الدین علی بن عثمان المار دینی متوفی ۷۵۰ھ نے اس کا اختصار کیا ہے اور محقق علی بن عمر الکاتبی القزوینی متوفی ۶۷۵ھ نے اس کی شرح مفصل کے نام سے لکھی ہے، محقق طوسی نے بھی المحصل کے نام سے اس کی تلخیص کی ہے اور اس میں امام صاحب پر اعتراضات کئے ہیں۔
ماخذ تصنیفات...... کا پتہ چلانا نہایت اہم اور دلچسپ کام ہے امام صاحب نے قدماء و متاخرین دونوں کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور دونوں کے خیالات میں آمیزش پیدا کی ہے چنانچہ فلسفہ و حکمت میں بو علی سینا اور فارابی کی تصانیف سے ابو البرکات بغدادی کی کتاب المعتبر سے فن تفسیر میں عام مفسرین کی تفسیروں کے ساتھ خاص خاص عقلی مسائل میں ابو مسلم اصفہانی، ابو القاسم بلخی، ابو بکر اصم اور قفال کی تفسیروں سے حکماء اسلام میں امام غزالی کی تصنیفات سے، ادبی مسائل میں زمخشری کی کشاف سے احکام القرآن میں ابو بکر رازی حنفی کی کتاب سے اور اصول فقہ میں امام غزالی کی کتاب مستصفی اور ابو الحسین بصری کی کتاب معتمد سے خاص طور پر فائدہ اٹھایا ہے۔
خصوصیات تصنیف...... ۱۔ ان کی تصنیفات کی وجہ سے مسلمانوں کی تصنیفی تاریخ کا ایک نیا دور شروع ہوا کیونکہ آپ نے تصنیف و تالیف میں ایک خاص جدت پیدا کی اور تصنیفات کے مرتب کرنے کا ایک نیا انداز قائم کیا چنانچہ ابن خلکان نے لکھا ہے "وهو اول من اخترع هذا الترتيب في كتبه واتى فيها بمالم يسبق اليه" کہ امام صاحب وہ پہلے شخص ہیں جس نے اپنی کتابوں میں یہ ترتیب ایجاد کی اور ان میں ایسی ایسی باتیں بیان کیں جن کو ان سے پہلے کسی نے بیان نہیں کیا تھا، اس بناء پر قدماء کے بعد تصنیف و تالیف کا جو نیا انداز قائم ہوا اس کا پہلا خاکہ امام صاحب ہی نے قائم کیا۔
۲۔ آپ کی تصانیف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ مشکل سے مشکل مسائل کو اس قدر سہل اور آسان طریقہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک بچہ کو بھی ان کے سمجھنے میں دقت پیش نہیں آتی، آپ سے پہلے فلسفہ و حکمت کے مسائل نہایت پیچیدہ اور دقیق الفاظ میں بیان کئے جاتے تھے سب سے پہلے امام غزالی نے اس طلسم کو توڑا امام غزالی کے بعد امام رازی نے اس کو بازیچہ اطفال بنا دیا۔
۳۔ آپ کی تصنیفات کی یومیہ مقدار جو تفسیر کبیر کی بعض سورتوں کی تفسیر سے معلوم ہوتی ہے نہایت حیرت انگیز ہے مثلاً سورۂ انفال کی تفسیر کے خاتمے میں لکھتے ہیں کہ "اس سورۃ کی تفسیر رمضان ۶۰۱ھ میں اتوار کے دن تمام ہوئی اس کے بعد سورۂ توبہ کی تفسیر شروع کی ہے اور اس کے خاتمہ میں لکھا ہے کہ "اس سورۃ کی تفسیر سے ۱۴ رمضان ۶۰۱ھ میں جمعہ کے دن فراغت حاصل ہوئی۔" اس سورۃ کی تفسیر مصری چھاپے میں ۱۹۳ صفحوں میں تمام ہوئی ہے اور ہر صفحے میں ۳۱ سطریں ہیں جن کا خط نہایت باریک ہے اس لحاظ سے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ رمضان کی پہلی تاریخ اتوار کے دن پڑی تھی تو سورۂ توبہ کی تفسیر میں ۱۴ دن یعنی صرف دو ہفتے صرف ہوئے اور اس حساب سے اگر ۱۹۳ صفحوں کو ۱۴ دن پر تقسیم کیا جائے تو تصنیف کی یومیہ مقدار تقریباً ۱۴ صفحے ہوتی ہے اور یہ ایک ایسی مقدار ہے کہ عام طور پر لوگ روزانہ ۱۴ صفحے کی کتابت بھی بمشکل کر سکتے ہیں اور سورۂ حم السجدہ کی تفسیر کے لحاظ سے تو یومیہ مقدار ۲۰ صفحے ہوتے ہیں جو پہلے سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔
۴۔ سب سے بڑی خصوصیت استقصاء و جامعیت ہے کہ آپ ہر مسئلہ پر نہایت تفصیل سے بحث کرتے ہیں اور اس مسئلہ پر جس قدر دلائل و براہین اور اعتراضات و جوابات ہوتے ہیں سب کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں اسی اصول کے

مطابق انہوں نے تفسیر کبیر لکھی ہے اسی لئے ان کی تفسیر میں نحوی، صرفی، ادبی، عقلی اور متکلمانہ ہر قسم کے مباحث موجود ہیں اور انہی میں وہ باتیں بھی شامل ہیں جن کو خاص تفسیر کہتے ہیں لہذا شیخ ابو حیان کا اپنی کتاب "البحر" میں یہ کہنا کہ "اس میں اور سب چیزیں ہیں مگر تفسیر نہیں ہے" سراسر ظلم [۱] ہے۔

(۱۳۹) صاحب الملل والنحل

ابو الفتح محمد بن ابی القاسم عبد الکریم بن ابی بکر احمد، شہرستان جو خراسان کا ایک شہر ہے اس میں ۴۶۷ھ میں پیدا ہوئے اس لئے نسبت میں شہرستانی کہلاتے ہیں۔

آپ نے احمد خوانی اور ابو نصر قشیری وغیرہ سے علم فقہ، ابو القاسم انصاری سے علم کلام اور علی بن احمد مدینی وغیرہ سے علم حدث حاصل کیا اور آپ سے حافظ ابو سعید عبد الکریم سمعانی نے حدیث کی کتابت کی، آپ اشعری مذہب کے بلند پایہ متکلم علوم وفنون میں اپنے دور کے امام، بڑے قوی الحافظہ اور شیریں کلام تھے آپ نے کئی کتابیں تصنیف کیں لیکن الملل والنحل زیادہ مشہور ہے جس میں آپ نے مختلف مذاہب وعقائد محققانہ انداز میں بیان کئے ہیں آپ نے اواخر شعبان ۵۴۸ھ میں شہرستان میں وفات پائی۔ [۲]

(۱۴۰) صاحب کتاب المعتبر

اوحد الزمان ابو البرکات ہبۃ اللہ بن ملکا البغدادی اپنے دور کا ماہر طبیب علوم اوائل کا واقف کار نہایت خوبصورت اور صاحب ثروت تھا صاحب مفتاح السعادۃ لکھتے ہیں:

اوحد الزمان طبیب فاضل عالم بعلوم الاوائل کان حسن العبارۃ لطیف الاشارۃ

اوحد الزمان فاضل طبیب، علوم اوائل کا جاننے والا بہتر عبارت اور لطیف اشارہ والا تھا۔

لیکن طبیعت کے لحاظ سے بہت دنی تھا نیز اس کی زندگی کا بیشتر حصہ یہودیت ہی میں گزرا تھا ایک مرتبہ ابن افلح نے اس کی ہجو میں یہ اشعار کہے۔

[۳] لنا طبیب یھودی حماقته — اذا تکلم تبدو فیه من فیه

یتیه والکلب اعلی منه منزلته — کانه بعدلم یخرج من التیه

جب اس نے یہ اشعار سنے تو اس کو بڑی غیرت آئی اور دل میں سوچنے لگا کہ جب تک میں اسلام قبول نہیں کرتا اس وقت تک نواز لنہ جاؤں گا چنانچہ وہ مسلمان ہو گیا اور پھر اپنی زندگی درس وتدریس اور لوگوں کے علاج معالجہ کیلئے وقف کر دی۔

آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہوا، کانوں کی سماعت جاتی رہی، مزید براں برص اور جذام کی بیماری نے حملہ کیا اور ایسی ایسی آفتیں آئیں کہ بقول صاحب مفتاح اگر وہ کسی پہاڑ پر نازل ہوتیں تو اس کی جڑوں کو بھی کھوکھلا کر دیتیں اس کی تاریخ وفات کا صحیح پتہ نہ چل سکا البتہ صاحب مفتاح السعادۃ نے لکھا ہے کہ اس نے چھٹی صدی کے وسط میں وفات پائی۔

مرنے کے بعد قبر پر اس کی وصیت کے مطابق یہ عبارت لکھی گئی۔

هذا قبر اوحد الزمان ابی البرکات ذی العبر صاحب المعتبر فسبحان من لایغلبه غالب ولا ینجو من قضائه مستحیل ولا هارب.

---

[۱] ازابن خلکان تاریخ الاطباء مقالات الجواہر المضیہ امام رازی وغیرہ۔ [۲] از مفتاح السعادۃ ۱۲

[۳] ہمارا ایک طبیب ہے یہودی جب وہ بولتا ہے تو اس کی حماقت ظاہر ہوتی ہے وہ یہودیت میں ایسا سرگرداں ہے کہ اب تک اس کو اس سے نکلنے کی توفیق نہیں ہوئی اور وہ ایسا دنی ہے کہ اس سے کتا بھی اچھا ہے۔ ۱۲

یہ اوحد الزمان ابوالبرکات کی قبر ہے جو بڑی عبرت والا اور کتاب المعتبر کا مصنف ہے پس پاک ہے وہ ذات جس پر نہ کوئی غالب آنے والا ہے اور نہ اس کی قضا سے کوئی حیلہ گر اور بھاگنے والا بھاگ سکتا ہے۔

اس کی کتاب المعتبر بہت مشہور کتاب ہے جس میں اس نے ریاضی کے علاوہ حکمت کی تمام اقسام کو بیان کیا ہے۔ [1]

(۱۴۱) صاحب شرح اشارات

ایک علامہ قطب الدین رازی کی ہے جن کے حالات "قطبی" شرح شمسیہ کے ذیل میں گزر چکے اور ایک امام فخر الدین رازی کی ہے جن کے حالات "المحصل" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۴۲) صاحب شرح مواقف

میر سید شریف جرجانی کی ہے جن کے حالات "نحو میر" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۴۳) صاحب شرح تجرید

تعارف مع تحقیق قوشجی...... علاء الدین علی بن محمد مشہور بقوشجی صاحب شقائق طاش کبریٰ زادہ رومی نے قوشجی بمعنی "حافظ البازی" لکھا ہے مولانا عبد الحیٰ صاحب نے التعلیقات السنیہ میں ۸۹ پر نقل کیا ہے کہ ان کی زبان میں اس کے یہی معنی ہیں تو ممکن ہے کہ آپ باز اور شکرے کی نسلوں کے متعلق زیادہ معلومات رکھتے ہوں جس کی وجہ سے آپ کو قوشجی کہا جاتا ہے مولانا موصوف ہی نے تعلیقات ص ۳۸ پر صاحب "حبیب السیر" کے حوالہ سے ایک اور وجہ ذکر کی ہے اور وہ یہ کہ علامہ موصوف اپنے بچپن میں امیر الغ بیگ کے منظور نظر تھے اور وہ آپ کو غایت شفقت کی بنا پر اپنا بیٹا کہا کرتا تھا اور بعض اوقات پرندکو اپنے ہاتھ سے ان کے ہاتھ پر بٹھا دیتا تھا اس لئے آپ قوشجی سے مشہور ہوگئے۔

صاحب اکسیر کی غلطی...... بہر کیف ان نقول سے یہ ثابت ہو گیا کہ صاحب "اکسیر فی اصول التفسیر" نے جو یہ ذکر کیا ہے کہ قوشج ایک جگہ کا نام ہے اور اس کی طرف منسوب ہو کر آپ قوشجی کہلاتے ہیں یہ غلط ہے۔

تحصیل علوم...... آپ نے سمرقند کے مختلف علماء سے علم حاصل کیا خصوصیت سے علوم ریاضیہ قاضی زادہ رومی شارح ملخص چغمینی سے حاصل کئے جو علوم ریاضی میں بڑی مہارت رکھتے تھے اس کے بعد آپ بلاد کرمان تشریف لے گئے اور وہاں کے علماء سے مختلف علوم و فنون حاصل کر کے اپنے دور کے علامہ بنے صاحب حبیب السیر نے ان کے متعلق لکھا ہے "کان اعلم علماء زمانہ و افضل حکماء دورانہ" آپ اپنے زمانہ کے علماء میں عالم تر اور حکماء میں فاضل تر تھے۔

جب آپ سمرقند چھوڑ کر کرمان گئے تو آپ نے کسی کو اطلاع نہیں کی بلکہ چپکے سے نکل گئے اور وہاں علوم حاصل کرنے کے بعد شرح تجرید لکھی پھر آپ سمرقند واپس ہوئے اور امیر الغ بیگ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت پیش کی کہ میں صرف تحصیل علم کی خاطر اتنی مدت آپ سے غائب رہا، امیر نے آپ کا عذر قبول کیا اور پوچھا کہ کرمان سے کیا تحفہ لائے ہو۔ فرمایا کہ رسالہ لایا ہوں جس میں میں نے قمر کے شکال کو حل کیا ہے جس کے حل میں بڑے بڑے لوگ ناکام رہے ہیں امیر نے کہا: لاؤ دیکھیں کہاں کہاں غلطی کی ہے آپ نے وہ رسالہ پیش کیا امیر نے کھڑے کھڑے ہی اس کا مطالعہ کر ڈالا اور آپ کی اس عجیب و غریب کوشش و محنت سے بہت خوش ہوا۔

مجمل حیات...... صاحب شقائق نے لکھا ہے کہ جب امیر الغ بیگ نے سمرقند میں رصد خانہ کی تعمیر شروع کی تو اولاً اس

---

[1] از مفتاح السعادة ۱۲۔

مہم کو غیاث الدین جمشید کی سپردگی میں دیا گیا جو اس فن کا ماہر تھا مگر اس کی زندگی نے وفا نہ کی اور کچھ ہی دن بعد اس کا انتقال ہو گیا اس کے انتقال کے بعد یہ مہم قاضی زادہ رومی کی ذمہ داری میں آئی لیکن قاضی زادہ رومی بھی قبل از تکمیل دنیا سے رخصت ہو گئے تو علامہ قوشجی کو اس کا ذمہ دار بنایا گیا اور آپ کے ہاتھوں رصد خانہ کی تعمیر پایہ تکمیل کو پہنچی تعمیر رصد خانہ کے دوران جو حالات پیش آئے ان کو کتابی شکل میں قلمبند کیا گیا جس کو زیج الغ بیگ کہا جاتا ہے۔

جب امیر الغ بیگ کی وفات کے بعد حکومت کی باگ ڈور اس کی اولاد کے ہاتھ میں آئی اور انہوں نے علامہ کی قدر نہ کی تو آپ سمرقند سے امیر حسن الطویل کے یہاں تبریز آگئے امیر حسن نے آپ کی بہت تعظیم کی اور آپ کو شاہی خاں شہنشاہ بلاد روم کے پاس سفیر و ثالث بنا کر بھیجا تاکہ آپ ان دونوں میں مصالحت کی کوئی صورت پیدا کریں آپ شاہ محمد خاں کے یہاں حاضر ہوئے تو اس نے امیر حسن سے کہیں زیادہ تعظیم و تکریم کی اور آپ کو اپنے یہاں رہنے کی دعوت دی آپ نے شاہ کی دعوت کو قبول کیا اور کہا میں اپنی سفارت کی ذمہ داری سے سبکدوشی کے بعد ہی آپ کے یہاں آسکوں گا چنانچہ آپ امیر حسن کے یہاں واپس آئے اور ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کی ادھر شاہ محمد خاں نے آپ کو بلانے کیلئے حذام بھیج دیئے شاہی حذام ہر منزل پر ایک ہزار درہم لٹاتے ہوئے علامہ کو قسطنطنیہ لائے یہاں علماء داعیان شہر نے آپ کا پرزور استقبال کیا۔ علامہ نے حاضر دربار ہو کر علم حساب میں اپنا تصنیف کردہ ایک رسالہ "محمدیہ" شاہ کی خدمت میں پیش کیا جس کے متعلق لکھا ہے "رسالۃ لطیفۃ لایوحد انفع منہا"۔

جب شاہ محمد خاں امیر حسن طویل کے ساتھ جنگ کیلئے گیا تو علامہ بھی ساتھ تھے آپ نے اسی سفر میں ایک رسالہ علم ہیئت میں تصنیف کیا جو "فتحیہ" کے ساتھ موسوم ہے اس کے بعد شاہ محمد خاں قسطنطنیہ واپس ہوا اور اس نے "ایا صوفیہ" مدرسہ آپ کے حوالہ کیا جس میں آپ کا روزینہ دوسو درہم تھا۔

وفات...... آپ آخر عمر تک قسطنطنیہ قیام پذیر رہے یہیں آپ نے وفات پائی اور سیدنا حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جوار میں مدفون ہوئے صاحب کشف الظنون نے آپ کا سنہ وفات ۸۷۹ھ لکھا ہے۔

تصانیف...... مذکورہ بالا کتب کے علاوہ آپ نے کتاب العقود، محبوب العمائل، حاشیہ علی شرح الکشاف (للتفتازانی) رسالہ فی مباحث الحد وغیرہ کتابیں تصنیف کیں لیکن آپ کی تصنیفات میں شرح تجرید سب سے عمدہ کتاب ہے جس کی بابت صاحب شقائق نے لکھا ہے۔

وهو شرح عظيم لطيف فى غايته اللطافته لخص فيه فوائد الاقدمين احسن تلخيص و اضاف اليها زوائد وهي نتائج فكره مع تحرير سهل واضح.

وہ ایک عظیم الشان نہایت لطیف شرح ہے جس میں آپ نے متقدمین کے فوائد کو عمدہ طریقہ سے ملخص کیا ہے اور مزید فوائد کا بھی اضافہ کیا ہے جو آپ کے فکر کا نتیجہ ہے اور تحریر نہایت سہل اور واضح ہے۔ [1]

(۱۴۴) صاحب رسالہ قشیریہ

زین الاسلام ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن بن عبد الملک بن طلحہ القشیری ۳۷۶ھ مطابق ۹۸۶ھ میں پیدا ہوئے اور اپنے دور میں علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے لحاظ سے خراسان کے شیخ کہلائے آپ قشیر بن کعب کے خاندان سے تھے اس لئے نسبت میں قشیری کہلاتے ہیں نیز آپ کا قیام بیشتر نیشاپور میں رہا اس لئے نیشاپوری بھی کہے جاتے ہیں سلطان الپ ارسلان آپ کی بہت تعظیم و تکریم کرتا تھا۔

[1] از شقائق نعمانیہ حبیب السیر التعلیقات السنیہ کشف الظنون ۱۲

آپ کی تصنیفات میں "الرسالۃ القشیریہ" فن تصوف کا بے نظیر رسالہ ہے اور بہت مقبول ہے اس کے علاوہ التیسیر فی التفسیر اور لطائف الاشارات بھی آپ کی تصانیف ہیں آپ نے ۴۶۵ھ مطابق ۱۰۷۰ء میں وفات پائی۔ [1]

(۱۴۵) صاحب ادب الکاتب

ابو محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ الدینوری ۲۱۳ھ میں پیدا ہوئے اسحاق بن راہویہ، ابو اسحاق ابراہیم بن سفیان بن سلیمان زیادی، ابو حاتم سجستانی وغیرہ سے علم کی تحصیل کی بغداد کی بود وباش اختیار کی اور وہیں ایک عرصہ تک حدیث اور اپنی تصانیف پڑھاتے رہے اور دینور کے قاضی بھی رہے آپ عالم فاضل اور صاحب تصانیف ہیں صاحب معجم نے آپ کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے۔

عالم مشارك في انواع من العلوم كاللغة والنحو و غريب القرآن و معانيه وغريب الحديث والشعر والفقه والاخبار وايام الناس وغير ذلك.

آپ لغت ونحو غریب القرآن ومعانی قرآن غریب الحدیث شعر فقہ واخبار اور واقعات عرب وغیرہ بہت سے علوم کے ماہر عالم تھے۔

غریب القرآن، غریب الحدیث، مشکل القرآن، مشکل الحدیث، ادب الکاتب، عیون الاخبار، طبقات الشعراء، المعارف کتاب الاشربہ، اصلاح الغلط، کتاب الخیل، کتاب الانواء، کتاب المسائل والجوابات، کتاب المیسر والقداح، جامع الفقہ اور کتاب الجراثیم وغیرہ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں آپ نے ۱۵ رجب ۲۷۶ھ میں اچانک وفات پائی۔ [2]

(۱۴۶) صاحب الاتقان

علامہ جلال الدین بن سیوطی کی تصنیف ہے جن کے حالات تفسیر "جلالین" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۴۷) صاحب مجمع البیان

امین الاسلام، امین الدین ابو علی فضل بن حسن بن الفضل طبرسی، طوسی، سبزواری، شیعی، صاحب معجم نے لکھا ہے مفسر مشارک فی بعض العلوم۔

مجمع البیان، اعلام الوری باعلام الہدی (۲ جلد) حقائق الامور (فی الاخبار) غنیۃ العابد ومنیۃ الزاہد، عمدۃ السفر وعمدۃ الحضر وغیرہ کتابیں آپ کی علمی یادگار ہیں آپ نے ۵۴۸ھ میں وفات پائی۔ [3]

(۱۴۸) صاحب معالم الاصول

جمال الدین ابو المنصور حسن بن زین الدین بن علی بن احمد بن محمد بن جمال الدین بن تقی الدین بن صالح عاملی جبعی مشہور بالشامی فقیہ، اصولی، محدث، ادیب اور شاعر تھے۔ مقام جبع میں ۲۷ رمضان ۹۵۹ھ میں پیدا ہوئے اور یہیں شروع محرم ۱۰۱۱ھ میں وفات پائی۔ منتقی الجمان فی الاحادیث الصحاح و الحسان، معالم الدین و ملاذ المجتهدین فی اصول الدین، التحریر الطاٶوسی، (فی الرجال) مشکاۃ القول السدید فی الاجتهاد و التقلید اور دیوان شعر وغیرہ آپ کی علمی یادگار ھیں۔ [4]

---

[1] از کتاب الاعلام ۱۲۔ [2] از معجم وغیرہ ۱۲۔ [3] از معجم المولفین ۱۲۔ [4] ایضاً ۱۲۔

(۱۴۹) صاحب علل الشرائع

ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ القمی الشیعی الشہیر بالشیخ الصدوق مفسر وفقیہ ،اصولی محدث حافظ اور اسماء رجال کے عالم تھے اصل کے لحاظ سے آپ خراسانی ہیں لیکن آپ کی اکثر زندگی بغداد میں گزری اور ۲۸۱ھ میں رَےّ میں وفات پائی۔

آپ بہت بڑے صاحب قلم اور کثیر التصانیف تھے فہرست طوسی میں آپ کی تصانیف کی تعداد تین سو تہائی ہے اور علامہ عاملی نے ۱۸۶ تصانیف کا تذکرہ کیا ہے جن میں سے چند مصنفات یہ ہیں۔

الجمعة الجماعة ،الجنة والنار ،المواعظ والحکم ،غریب حدیث النبی ﷺ و امیر المومنین من لایحضره الفقیه ،علل الشرائع ۔ [۱]

(۱۵۰) صاحب مروج الذہب

ابو الحسن علی بن حسین بن علی السعودی، نبی کریم ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں اس لئے نسبت میں مسعودی کہلاتے ہیں۔

بلند پایہ مورخ واخباری اور مختلف علوم وفنون کے عالم و فاضل تھے جمادی الاخرہ ۳۴۵ھ یا ۳۴۶ھ میں مصر میں وفات پائی اور بہت سی علمی قابل قدر تصانیف یادگار چھوڑیں مثلاً مروج الذہب، معاون الجواہر (فی تحف الاشراف والملوک) التاریخ فی اخبار الامم من العرب والعجم التنبیہ والاشراف خزائن الملک وسر العالمین کتاب المقالات فی اصول الدیانات وغیرہ۔

مولانا شبلی نے "الفاروق" میں لکھا ہے کہ ابو الحسن مسعودی فن تاریخ کا امام ہے اسلام میں آج تک اس کے برابر کوئی وسیع النظر مورخ پیدا نہیں ہوا وہ دنیا کی اور قوموں کی تواریخ کا بہت بڑا امام تھا اس کی تمام تاریخی کتابیں ملتیں تو کسی اور تصنیف کی کچھ حاجت نہ ہوتی لیکن افسوس ہے کہ قوم کی بدمذاقی سے اس کی اکثر تصنیفات ناپید ہو گئیں یورپ نے بڑی تلاش سے دو کتابیں مہیا کیں ایک مروج الذہب اور دوسری کتاب الاشراف والتنبیہ مروج الذہب مصر میں چھپ گئی ہے موصوف نے سنہ وفات ۳۸۶ھ لکھا ہے۔ علامہ ابن خلدون اپنے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ مسعودی نے مروج الذہب میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اپنے زمانہ ۳۳۰ھ تک کی تمام غربی وشرقی اقوام عالم کے حالات بسط وشرح کے ساتھ ضبط کئے ہیں ان کے مذاہب و عادات ان کے شہروں کے حالات ان کے پہاڑوں، دریاؤں، ممالک وسلطنتوں کی کیفیات معرض بیان میں لایا ہے اور عرب و عجم کو علیحدہ علیحدہ خاندانی شاخوں میں دکھایا ہے اسی لئے اس کو مورخین میں سر بلندی نصیب ہوئی۔ [۲]

(۱۵۱) صاحب الدیوان

علامہ خیر الدین زرکلی کے اشعار کا مجموعہ ہے جن کی کتاب "الاعلام" دس جلدوں میں ہے اور راقم الحروف کے مطالعہ میں رہی ہے افسوس کہ ان کے مزید حالات ہم کو نہ مل سکے۔

(۱۵۲) صاحب شرح حکمۃ الاشراق

نام ونسب اور تحصیل علم...... قطب الدین ابو الثناء محمود بن مسعود بن مصلح الفارسی الشیرازی الشافعی ۶۳۴ھ میں

[۱] ایضاً ۱۲۔ [۲] از معجم المولفین الفاروق مقدمہ ابن خلدون ۱۲۔

شیراز میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم اپنے والد مسعود سے (جو اپنے دور کے مشہور طبیب تھے) اور اپنے چچاز کی سے حاصل کی پھر محقق نصیر الدین طوسی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے اخذ علوم کیا اس کے بعد آپ روم چلے گئے صاحب روم نے آپ کی بہت تعظیم وتکریم کی اور وہاں آپ کو سیواس اور ملطیہ کا قاضی بنادیا گیا پھر آپ بغداد دمشق اور شام گئے۔

درس و تدریس...... اس کے بعد تبریز آکر مستقل سکونت اختیار کرلی اور تاحیات وہیں علوم عقلیہ اور جامع الاصول وغیرہ کا درس دیتے رہے علامہ بغوی کی ''شرح السنۃ'' کا مطالعہ کثرت سے کرتے تھے۔

جامعیت...... بقول علامہ اسنوی، معقولات میں امام عصر ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ظریف الطبع بھی تھے رنج وغم کو اپنے قریب نہیں آنے دیتے تھے، اور لطف یہ کہ ہر فن میں اولی تھے گانا بجانا موسیقی، بینڈ، شعبدہ اور شطرنج وغیرہ ہر چیز کا آپ شوق رکھتے تھے۔

زہد و عبادت...... لیکن اس کے باوجود نہایت متورع اور غایت درجہ محتاط بھی تھے چنانچہ نماز ہمیشہ باجماعت ادا فرماتے تھے، علماء وفقہاء کے ساتھ نہایت عاجزی وانکساری سے پیش آتے، جب کوئی کتاب تصنیف فرماتے تو روزہ رکھتے اور رات بھر جاگتے تھے۔

تصنیفات...... آپ نے بہت سی اہم اور مفید کتابیں تصنیف کیں فن تفسیر میں آپ کی مشہور کتاب ''فتح السنان'' چالیس جلدوں پر مشتمل ہے اس کے علاوہ مشکلات التفاسیر شرح کلیات قانون (لابن سینا طب میں) شرح مفتاح العلوم (بلاغت میں) غرۃ التاج (حکمت میں) نہایۃ الادراک فی درایۃ الافلاک، التحفۃ الشہیہ، التبصرہ (، تینوں علم ہیئت میں) شرح الاسرار (للسہروردی) الانتصاف فی شرح الکشاف شرح مختصر ابن حاجب شرح تذکرہ نصیریہ رسالہ (فی البرص) وغیرہ آپ کی بہترین تصانیف ہیں فلسفہ میں نہایت عمدہ اور مفید کتاب شرح حکمۃ الاشراق بھی آپ ہی کی ہے صاحب حبیب السیر علامہ غیاث الدین ہروی نے قطب الدین شیرازی دو مانے ہیں ایک تلمیذ طوسی شارح قانون اور ایک شارح مفتاح و شارح حکمۃ الاشراق مگر یہ غلط ہے اور یہ سب کتابیں آپ ہی کی ہیں ملا معصوم بلخی بھی معصوم ہونے کے باوجود حواشی شرح ملخص چغمینی میں اس وہم کے شکار ہوگئے مولانا عبدالحیٔ صاحب نے التعلیقات السنیہ اور الافادۃ الخطیرۃ فی بحث سبع عرض شعیرہ میں اس پر تنبیہ فرمائی ھے فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

وفات...... قطب موصوف نے ۲۴ رمضان ۷۱۰ھ مطابق ۱۳۱۱ء میں وفات پائی۔[1]

مصنفین کتب متفرقہ

مذکورہ بالا کتب کے علاوہ بعض مدارس میں کچھ اور کتابیں بھی پڑھی پڑھائی جاتی ہیں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آخر کتاب میں ان کے مصنفین کے حالات بھی مختصر طور پر ذکر کردیئے جائیں۔ واللہ الموفق

(۱۵۳) صاحب دستور المبتدی

شیخ صفی الدین بن نصیر الدین ردولوی کی تصنیف ہے جن کے حالات ''میزان الصرف'' کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۵۴) صاحب شذ العرف

شیخ احمد الحملادی متوفی ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۲۲ء کی تصنیف ہے جو دار العلوم قاہرہ میں عربی زبان کے استاذ تھے اور

[1] از التعلیقات السنیۃ کتاب الاعلام حبیب السیر ۱۲۔

علماء ازہر میں باحیثیت تصور کئے جاتے تھے زہرۃ الربیع فی المعانی والبیان والبدیع بھی آپ ہی کی تصنیف ہے۔ [1]

(۱۵۵) صاحب النحو الواضح

علی بن صالح بن عبد الفتاح الجارم، مصر کے مشہور شاعر ادیب، انشاء پرداز لغوی اور فصیح و بلیغ تھے مصر کے رشید نامی مقام میں ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۸۱ء میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں تعلیم حاصل کی ۱۹۰۸ء میں علمی وفد کے ساتھ انگلینڈ گئے اور وہاں انگریزی ادب، نفسیات اور منطق وغیرہ کی تعلیم حاصل کی، ۱۹۱۲ء میں دار العلوم قاہرہ کے مدرس ہوئے ۱۹۴۰ء میں اس کے رکن منتخب ہوئے۔

آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں. جن میں النحو الواضح اور البلاغۃ الواضحہ بہت مقبول اور بعض مدارس میں داخل درس ہیں ان دونوں کی تالیف میں آپ کے ساتھ مصطفیٰ امین بھی شامل ہیں۔

دیگر تالیفات یہ ہیں خاتمۃ المطاف، دیوان الجارم (۴ جلد) سیدۃ القصور، الشاعر الطموح، شاعر ملک العرب فی اسبانیا مراح العربیہ، ہاتف الاندلس، فارس بن حمدان، شرح المکافاۃ، ادب الاسلام تصحیح کتاب البخلاء، علم النفس و آثارہ فی التربیۃ والتعلیم، تہذیب کتاب الفخری وغیرہ۔

آپ نے ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔ [2]

(۱۵۶) صاحب الفیہ

نام و نسب اور تحقیق نسبت...... جمال الدین ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ بن مالک الطائی نسبا الشافعی مذہبا الجیانی منشاء۔ الدمشقی اقامتہ، جیان (بفتح جیم و تشدید یا) جو اندلس میں ایک شہر ہے وہیں ۵۹۷ھ میں پیدا ہوئے علامہ ذہبی نے سنہ پیدائش ۶۰۰ھ یا ۶۰۱ھ بیان کیا ہے۔

تحصیل علوم...... علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ آپ نے دمشق میں شیخ نحاوی، حسن بن صباح اور ایک جماعت سے حدیث کا سماع کیا اور بہت سے علماء سے علوم عربیہ حاصل کئے اور حلب میں شیخ ابن یعیش کے تلمیذ ابن عمرون کے درس میں بھی شرکت کی علامہ تبریزی نے اواخر شرح حاجبیہ میں نقل کیا ہے کہ آپ علامہ ابن حاجب کے حلقہ درس میں بھی شریک ہوئے ہیں اور ان سے استفادہ کیا ہے لیکن شیخ دمامینی فرماتے ہیں کہ یہ نقل مجھے کسی اور سے نہیں ملی نیز ابن مالک کے ایک تلمیذ نے خود ابن مالک کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے جیان میں ثابت بن حیان سے پڑھا ہے اور میں تقریبا تیرہ روز شیخ ابو علی شلوبین کے حلقہ درس میں بیٹھا ہوں حافظ سیوطی نے بغیۃ الوعاۃ میں ذکر کیا ہے کہ ابن مالک کے اساتذہ میں جلیل القدر استاذ شیخ موفق الدین ابو البقاء مشہور بابن یعیش و معروف بابن الصائغ ہیں چنانچہ ابن ایاز نے اوائل شرح التصریف میں ذکر کیا ہے کہ ابن مالک نے ابن یعیش حلبی شارح مفصل سے علم حاصل کیا ہے۔

علمی مقام و جلالت شان...... شیخ ابن مالک نحو و تصریف، تجوید و قرات، لغت و عربیت اور فن حدیث وغیرہ بہت سے علوم میں اپنے وقت کے امام تھے بالخصوص نحو، عربیت میں تو بحر ناپید اکنار تھے اور بڑے بڑے نحویوں کو نظر میں نہ لاتے تھے چنانچہ موصوف شیخ جمال الدین بن الحاجب کی بابت کہا کرتے تھے کہ انہوں نے علم نحو صاحب مفصل (جار اللہ زمخشری) سے حاصل کیا ہے اور صاحب مفصل معمولی نحوی ہے شیخ رکن الدین بن القوبع کہا کرتے تھے کہ ابن مالک نے نحو کی کوئی حرمت و منزلت نہیں چھوڑی، شہاب الدین محمود بن مالک کا بیان ہے کہ ابن مالک عادلیہ میں امام تھے جب

[1] از معجم المولفین ۲ ۔ [2] از مصادر الدراسۃ الادبیہ ۱۲۔

آپ نماز سے فارغ ہوتے تو قاضی القضاۃ شمس الدین ابن خلکان ان کی تعظیم کی خاطر گھر تک ساتھ آتے تھے، آپ عربیت وغیرہ میں امام ہونے کے ساتھ ساتھ کامل العقل، رقیق القلب نہایت پاکدامن اور کثیر العبادت تھے۔

درس وتدریس...... علامہ ابن مالک گو اندلسی الاصل ہیں مگر بعد میں آپ دمشق منتقل ہوگئے تھے تاحیات یہیں اقامت پذیر رہے اور یہیں تصنیف وتالیف اور درس وتدریس کا شغل رہا چنانچہ ایک مدت تک تربتہ العالیہ اور جامع معمور میں صدر کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور آپ کے صاحبزادے امام بدر الدین ابو عبد اللہ محمد اور شمس بن ابی الفتح بعلی، بدر بن جماعہ، علاء بن العطار، شہاب الدین ابو بکر بن یعقوب شافعی اور امام نووی جیسی بلندپایہ ہستیاں آپ کے شرف تلمذ سے بہرہ اندوز ہوئیں۔

تصنیفات و تالیفات...... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے الفیہ نحو میں بہت مشہور ہے اور بعض مدارس میں اب بھی داخل درس ہے، علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ آپ نے نحو میں ایک ارجوزہ نظم کیا جس کا نام ''الکافیۃ الشافیۃ'' ہے یہ تقریبا تین ہزار اشعار پر مشتمل ہے پھر آپ نے اس کو نثر میں لکھا جس کا نام الفوائد النحویہ والمقاصد المحویۃ'' ہے جس پر علامہ سعد الدین ابن العربی صوفی نے ان اشعار میں تقریظ لکھی ہے۔

ان الامام جمال الدین فضله	الاحصه والنشر العلم اهله
املی کتاباله یسمی الفوائد لم	یزل مفید الذی لب تامله
فکل مسئلة فی النحو یجمعها	ان الفوائد جمع لانظیر له

اس کے بعد آپ نے اس کی تلخیص کی جس کا نام تسہیل الفوائد وتکمیل المقاصد ہے شیخ قاضی القضاۃ محی الدین عبد القاضی بن ابی القاسم مالکی فرماتے ہیں کہ تسہیل الفوائد میں الفوائد پر الف لام عہد کا ہے جس سے کتاب مذکور ''الفوائد النحویہ'' کی طرف اشارہ ہے اور ابن العربی کے قول ''ان الفوائد جمع اھ'' سے مراد بھی یہی ہے شیخ صلاح صفدی نے جو یہ سمجھا ہے کہ اشعار تسہیل کی بابت ہیں اور کہا ہے کہ ''فی قولہ'' ان الفوائد جمع لانظیر لہ توریۃ لولا ان الکتاب تسہیل الفوائد لا الفوائد یہ موصوف کی غلط فہمی ہے ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں۔ (۴) الصرف فی معوفۃ لسان العرب (۵) سبک المنظوم وفک المختوم (۶) عدۃ الحافظ وعمدۃ اللافظ (۷) ایجاز التعریف (۸) شواہد التوضیح (۹) تحفۃ المورود فی المقصور والممدود۔ (۱۰) الاعتقاد فی الفرق بین الظا والضاد (۱۱) شرح الجزولیۃ (۱۲) شرح التسہیل (۱۳) الفتاوی (۱۴) نظم الفوائد۔

رحلت ووفات...... آپ نے دمشق میں ۱۲ شعبان ۶۷۲ھ مطابق ۱۲۷۴ء میں وفات پائی شرف الدین حصنی نے آپ کی وفات پر ایک طویل مرثیہ لکھا جس کے آخری شعر یہ ہیں۔

یالسان الاعراب یاجامع	الاعراب یامفہالکل مقال
یافرید الزمان فی النظم والنثر	وفی نقل مسندات العوالی
کم علوم بثثتہا فی اناس	علموا مابثثت عند الزوال

شیخ صلاح صفدی نے لکھا ہے کہ میں نے کسی نحوی کے بارے میں اس سے بہتر مرثیہ نہیں دیکھا۔

فہرست حواشی وشروح کتاب ''الفیہ''

نمبر شمار	شرح	مصنف
۱	دفع الخصاصۃ عن الخلاصۃ	شیخ جمال الدین عبد اللہ بن یوسف المعروف بابن ہشام
۲	بلغۃ الخاصہ فی حل الخلاصۃ	شیخ محمد بن محمد الاسدی القدسی
۳	فتح الرب المالک شرح الالفیہ ابن مالک	شیخ محمد بن قاسم بن علی الغزی

۴	البہجۃ المرضیۃ فی شرح الالفیہ	علامہ جلال الدین سیوطی
۵	منہج المسالک الی الفیہ ابن مالک	علامہ تقی الدین احمد بن محمد الشمنی
۶	ارشاد المسالک	شیخ برہان الدین ابراہیم بن محمد بن قیم الجوزیہ
۷	الازہار الزینیہ	فاضل احمد زینی دحلان
۸	شرح الالفیہ	امام ابن مالک (صاحب الترجمہ)
۹	=====	بدر الدین ابو عبد اللہ محمد (ولد الامام ابن مالک)
۱۰	=====	شیخ شمس الدین حسن بن احمد بن القاسم المرادی
۱۱	=====	شیخ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن علی بن جابر الاعمی الهواری
۱۲	=====	شیخ ابو زید عبد الرحمٰن بن علی بن صالح المکودی
۱۳	=====	شیخ شمس الدین محمد بن یوسف بن عبد اللہ بن محمود الخطیب الجزری
۱۴	شرح الالفیہ	شیخ محمد بن ابی الفتح بن ابی الفضل الحنبلی
۱۵	منہج السالک فی الکلام علی الفیہ ابن مالک	علامہ اثیر الدین ابو حیان محمد بن یوسف الاندلسی
۱۶	شرح الالفیہ	شیخ ابو امامہ محمد بن علی النقاش الدکاکی
۱۷	=====	شیخ محمد بن احمد الاسنوی
۱۸	=====	شیخ زین الدین عمر بن المظفر بن الوردی
۱۹	=====	شیخ شمس الدین محمد بن عبد الرحمٰن بن علی۔ ابن الصائغ الزمردی
۲۰	=====	قاضی برہان الدین ابراہیم بن عبد اللہ الحکری المصری
۲۱	=====	شیخ بہرام بن عبد اللہ الدمیری
۲۲	=====	شیخ نور الدین علی بن محمد الاشمونی
۲۳	=====	شیخ بدر الدین محمد ابن محمد الرضی الغزی
۲۴	=====	شیخ ابو محمد عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الشہیر بابن عقیل [1]

(۱۵۷) صاحب شرح الفیہ

نام و نسب اور پیدائش...... قاضی القضاۃ بہاء الدین عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن محمد بن محمد القرشی الہاشمی العقیلی الہدانی الیاسی المصری سیدنا عقیل بن ابی طالب کی نسل سے ہیں اس لئے ابن عقیل سے مشہور ہیں آپ کے آباء و اجداد شہر ہمدان میں مقیم تھے وہاں سے حلب اور رقہ کے درمیان بالس نامی مقام پر کچھ افراد آکر بس گئے اس کے بعد ان میں سے کسی ایک نے مصر آکر بود و باش اختیار کر لی اور اسی وارد مصر کی نسل سے موصوف بقول ابن حجر و صفدی قاہرہ میں بروز جمعہ ۹ محرم ۶۹۸ھ میں پیدا ہوئے بعض حضرات نے سنہ پیدائش ۶۹۴ھ لکھا ہے۔

تحصیل علوم...... آپ نے علم قرات تقی صائغ سے اور فقہ زین الدین کتانی سے حاصل کیا اور خاص طور سے علاء قونوی سے فقہ عربیت، معانی، تفسیر اور عروض کی بالالتزام تعلیم پائی نیز جلال الدین قزدینی اور ابو حیان سے بھی استفادہ کیا اور حجار حسن بن عمر کردی اور شرف بن الصابونی وغیرہ سے حدیث سماعت کی۔

درس و تدریس...... تحصیل علم کے بعد قطبیہ، خشابیہ اور جامع ناصری میں درسی خدمات انجام دیں پھر جامع طولونی میں

[1] از کتاب الاعلام بغیۃ الوعاۃ کشف الظنون حاشیہ خضری وغیرہ ۱۲۔

اپنے شیخ ابو حیان کے بعد درس تفسیر میں مشغول رہے شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی، جلال الدین جمال بن ظہیرہ اور شیخ ولی الدین عراقی کو غیرہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

علمی مقام و عہدہ قضا...... آپ کا شمار آئمہ نحاۃ میں ہوتا ہے چنانچہ اسنوی نے اپنی کتاب طبقات میں لکھا ہے کہ آپ عربیت اور بیان میں امام تھے اور فقہ واصول میں بہترین کلام کرتے تھے آپ کے متعلق بعض اکابر کا قول ہے "ماتحت ادیم السماء انحی من ابن عقیل" کہ آسمان تلے ابن عقیل سے بڑھ کر کوئی نحوی نہیں ہے اس کے ساتھ ساتھ موصوف نہایت بارعب اور باوقار تھے ہمہ وقت آپ کے یہاں شرفاء وامراء کا مجمع رہتا تھا حسینیہ میں جلال قزدینی کے اور قاہرہ میں عز بن جماعہ کے نائب قاضی بھی رہے ہیں۔

وفات...... آپ نے شب چہار شنبہ ۲۳ ربیع الاول ۷۶۹ھ مطابق ۱۳۶۷ء میں بمقام قاہرہ وفات پائی اور امام شافعی کے قریب مدفون ہوئے۔

تصانیف...... آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں شرح الفیہ ابن مالک، جو "شرح ابن عقیل" کے نام سے مشہور ہے نحو کی بہترین کتاب ہے جس کا جرمنی زبان میں ترجمہ بھی ہوا ہے، دیگر تصنیفات یہ ہیں، الساعد فی شرح التسہیل تیسیر الاستعداد لتربیۃ الاجتہاد، التعلیق الوجیز علی الکتاب العزیز، الجامع النفیس (فی فقہ الشافعیہ) افسوس کہ آخر الذکر دونوں کتابیں پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکیں۔

شرح و تعلیقات شرح ابن عقیل...... (۱) الشرح النبیل الحاوی لکلام ابن المصنف وابن عقیل از شیخ عماد الدین محمد بن احمد الاقفہسی (۲) السیف الصقیل علی شرح ابن عقیل از علامہ جلال الدین سیوطی (۳) حاشیہ از شیخ محمد خضری الدمیاطی (۴) فتح الجلیل فی شرح شواہد ابن عقیل، از علامہ سجاعی المتوفی ۱۱۹۷ھ (۵) تعلیق از شیخ محمد محی الدین عبد الحمید[۱] (۶) حاشیہ العقد الجمیل علی شرح ابن عقیل از راقم سطور محمد حنیف غفر لہ گنگوہی۔

(۱۵۸) صاحب شرح شذور الذہب

شیخ جمال الدین ابن ہشام نحوی کی ہے جن کے حالات "مغنی اللبیب" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۵۹) صاحب نقد النصوص

ملا عبد الرحمٰن جامی کی تصنیف ہے جن کے حالات "شرح جامی" کے ذیل میں گذر چکے۔

(۱۶۰) صاحب تیسیر المنطق

نام و سنہ پیدائش...... مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہی، مجاز طریقت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب (نور اللہ مرقدہ) مولود ۱۲۵۸ھ

تحصیل علم...... آپ ہوش سنبھالتے ہی انگریزی تعلیم میں لگ گئے گھر لنہ دیندار تھا چنانچہ آپ بچپن ہی میں پابند صوم وصلوٰۃ تھے اور نماز کیلئے محلہ کی لال مسجد میں آتے تھے، اسی مسجد کے ایک حجرہ میں حضرت مولانا محمد یحیی صاحب کاندھلوی رہا کرتے تھے آپ نے ان میں نماز کا شوق دیکھ کر دینی تعلیم کی رغبت دلائی آپ کی سمجھ میں آگیا اور مولانا سے میزان شروع کر دی آپ قدرے غبی تھے مولانا آپ کو ہر روز ایک گردان یاد کراتے تھے ایک روز آپ نے دو گردانیں یاد کرنے کیلئے کہہ دیا مگر شام تک

[۱] از کتاب الاعلام کشف الظنون بغیۃ الوعاۃ وغیرہ ۱۲۔

رٹتے رہے اور یاد نہ ہوئیں مولانا نے فرمایا "بندہ خدا ایک گردان میں شام کردی کہنے لگے نہیں حضرت یہ تو دو ہیں۔ اور یہ کہہ کر آبدیدہ ہوگئے بہر حال بہلا پھسلا کر آگے چلایا شدہ شدہ آپ کی انگریزی چھوٹ گئی اور عربی کے ہو رہے یہاں تک کہ صرف تین سال میں تعلیم پوری کرلی فراغت کے بعد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں نو روپے ماہوار پر مدرس ہوئے اور اس کے ساتھ تجارت کتب کا سلسلہ بھی رکھا حضرت حکیم الامت نے اپنے مواعظ قلمبند کرنے کا کام بھی آپ کے سپرد کیا۔

درس و تدریس ...... ۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ میں پندرہ روپے ماہوار پر مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس ہوئے اور شوال ۱۳۲۸ھ میں اکابر مدرسہ کے ساتھ حج کیلئے تشریف لے گئے، سفر حج سے واپسی پر صفر ۱۳۲۹ھ سے ایک ماہ چوبیس یوم مدرسہ میں کام کیا اس کے بعد اہل کاندھلہ کے اصرار پر براہ راست تھانہ بھون ہو کر کاندھلہ تشریف لائے اور یہاں مدرسہ عربیہ میں جو پہلے سے قائم تھا اخیر تک تعلیم دیتے رہے۔

وفات ...... ۱۵ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۲۱ء شب شنبہ میں کاندھلہ ہی میں انتقال ہوا اور عیدگاہ کے متصل قبرستان میں جس میں حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب وغیرہ اکابر علماء مدفون ہیں تدفین عمل میں آئی۔

تصانیف ...... تیسیر المبتدی (جو آپ نے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی تعلیم کیلئے لکھی تھی) اور تیسیر المنطق جو حضرت حکیم الامت کے ایماء سے تصنیف کی تھی) اور اکمال الشیم شرح اتمام النعم (ترجمہ تبویب الحکم) آپ کی علمی یادگار ہیں۔ [1]

(۱۶۱) صاحب ملا جلال

نام و نسب اور پیدائش ...... جلال الدین محمد بن اسعد الصدیقی نسباً الشافعی مذہباً گازرون میں دوان نامی ایک قریہ کے رہنے والے تھے اس لئے دوانی کہلاتے ہیں آپ تقریباً ۸۲۸ھ میں پیدا ہوئے شیراز کی سکونت اختیار کی اور فارس کے قاضی بنے۔

تحصیل علوم ...... آپ نے مختلف اصحاب علم حضرات سے علوم کی تحصیل کی جن کا ذکر موصوف کے رسالہ "انموذج العلوم" کے آغاز میں موجود ہے ان میں سے چند حضرات کے نام یہ ہیں۔

(۱) آپ کے والد سعد الدین اسعد جو گازرون کے مدرسہ "جامع المرشدی" میں مدرس تھے ان سے آپ نے علوم آلیہ و عقلیہ فنون ادبیہ اور علم فقہ و تفسیر حاصل کیا۔ (۲) شیخ صفی الدین بن عبد الرحمٰن ایجی ان سے آپ نے الاربعین النوریہ پڑھی۔ (۳) ابو المجد عبد اللہ بن میمون کرمانی ان سے آپ نے حدیث مسلسل بالاولیہ پڑھی۔ (۴) مظہر الدین محمد تلمیذ میر سید شریف جرجانی (۵) رکن الدین روز بہان العمری الشیرازی۔ (۶) محی الدین محمد انصاری کوسکناری (۷) شیخ ہمام الدین کلیاری شارح طوالع (۸) خواجہ حسن شاہ بقال (یہ دونوں حضرات سید شریف جرجانی کے تلامذہ میں ہیں (۹) شیخ محبوبی اللاری۔

نیز موصوف نے ذکر کیا ہے کہ حافظ ابن حجر نے اہل شیراز کو علی الاطلاق اجازت دی تھی جن میں سے ایک میں بھی تھا اس لحاظ سے آپ کو حافظ ابن حجر سے بھی اجازت حاصل ہے۔

درس و تدریس اور اصحاب و تلامذہ ...... پہلے آپ امیر زادہ یوسف بن مرزا جہان شاہ کی جانب سے عہدہ صدارت پر فائز تھے پھر آپ اس سے مستعفی ہو کر درس و تدریس میں مشغول ہوگئے اور مدرسہ "دار الایتام" میں پڑھاتے رہے جرجان ہرموز، کرمان، عراق اور خراسان وغیرہ کے بے شمار تشنگان علم نے آپ سے سیرابی حاصل کی، عبد اللہ یزدی، خطیب ابو الفضل گازرونی، رفیع الدین ایجی شیرازی آپ ہی کے تلامذہ میں سے ہیں۔

علمی مقام ...... یوں تو آپ تمام علوم پر گہری نظر رکھتے تھے لیکن علوم عقلیہ میں خصوصیت کے ساتھ مہارت تامہ حاصل تھی آپ کی تعریف میں کسی کا شعر ہے۔

---

[1] از مقدمہ اکمال الشیم ۱۲۔

سپہر علم را بود آفتاب فنون فضل را جامع کتاب

علامہ شمس الدین سخاوی الضوء اللامع میں رقم طراز ہیں :

تقدم في العلوم سيما في عقليات واخذ عنه اهل تلك النواحي دار تحلوا اليه من الروم و خراسان و ماوراء النهر.

آپ تمام علوم میں سبقت لے گئے بالخصوص علوم عقلیہ میں اور آپ سے وہاں کے باشندوں نے علم حاصل کیا اور روم خراسان اور ماوراء النہر سے لوگ آپ سے علم حاصل کرنے کیلئے آئے۔

مولانا عبد الحیؒ صاحب لکھنوی التعلیقات السنیہ میں لکھتے ہیں۔

رقدم راسخ في العلوم العقلية ومشاركة في العلوم الشرعيه تصانيفه دلت على انه البحربلامنازع والجربلانازع.

علوم عقلیہ میں ٹھوس معلومات رکھتے تھے اور علوم شرعیہ میں بھی معلومات تھیں آپ کی تصانیف گواہ ہیں کہ آپ بالاتفاق علم کے دریا اور اس کے ماہر ہیں۔

تصانیف ...... آپ کثیر التصانیف ہیں اور آپ کی کتابیں بڑی معرکتہ الاراء نہایت ٹھوس اور بہت مفید ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) شرح عقائد عضدیہ علم کلام میں ہے اور عقائد جلال کے ساتھ مشہور ہے (۲) شرح تہذیب المنطق ملا جلال کے ساتھ مشہور ہے یہ دونوں کتابیں بعض مدارس میں اب بھی پڑھائی جاتی ہیں۔ (۳) شرح مختصر عضد اصول میں ہے۔ (۴) شرح ہیاکل النور (۵) النوراء (۶) شرح الزوراء یہ سب حکمت میں میں الزوراء اسد اللہ الاکبر ﷺ کے روضہ کے قریب قیام کے زمانہ میں لکھی ہے۔ (۷) تفسیر سورۂ اخلاص (۸) رسالہ قدیمہ فی اثبات الواجب (۹) رسالہ جدیدہ فی اثبات الواجب (۱۰) حاشیہ فتاوی الانوار فقہ شافعی میں ہے۔ (۱۱) حاشیہ قدیمہ (۱۲) حاشیہ جدیدہ یہ دونوں شرح تجرید قوشجی پر ہیں۔ (۱۳) حاشیہ قدیمہ (۱۴) حاشیہ جدیدہ یہ دونوں شرح مطالعہ پر ہیں جن میں اپنے معاصر میر صدر الدین شیرازی پر رد کیا ہے اور اکثر مباحث میں آپ ہی غالب رہے ہیں۔ (۱۵) حاشیہ شرح تمسیہ قطبی (۱۶) مسئلہ فی ایمان فرعون (۱۷) انموذج العلوم اس میں علوم مختلفہ وفنون متفرقہ کے معرکتہ الاراء مسائل مذکور ہیں۔ (۱۸) شرح تلمی الشہادۃ (۱۹) العشراء مجلالیہ (۲۰) قاعیہ اولہاف والقلم وما یسطرون (۲۱) بستان القلوب (۲۲) اخلاق جلالی۔

قدیمہ جدید، اجد ...... کیا چیز ہے؟ عوام تو عوام اب تو خواص بھی مشکل سے واقف ہوں گے محقق طوسی نے علم کلام میں تجرید نامی متن لکھا تھا علامہ علی قوشجی نے اس کی شرح لکھی شرح پر دوانی نے حاشیہ لکھا اس کے معاصر امیر صدر الدین الاشتکی نے بھی شرح تجرید پر حاشیہ لکھا جس میں دوانی پر چوٹیں کی گئیں تھیں دوانی نے اس کا جواب لکھا الاشتکی نے پھر اس کا جواب لکھا، دوانی نے جواب الجواب تحریر کیا، یوں دوانی کے تین حاشئے قدیمہ، جدیدہ، اجد ہوگئے صدر الدین مر گئے تھے ان کے بیٹے میر غیاث منصور نے جو غیاث الحکماء کے نام سے مشہور ہیں والد کی طرف سے جواب لکھا اب ادھر بھی وہی تین قدیمہ، جدیدہ، اجد ہوگئے، ذہنی زور آزمائیوں کا ان کتابوں میں طوفان ابلتا تھا۔

وفات ...... سنہ وفات میں اختلاف ہے سخاوی کے بعض تلامذہ نے ضوء کے حاشیہ پر ۹۱۸ھ لکھا ہے بعض نے ۹۰۷ھ اور بعض نے ۹۰۹ھ بتلایا ہے اور بعض نے غیاث الدین منصور کے محاکمات کے دیباچہ سے ۹۰۸ھ نقل کیا ہے یہی راجح معلوم ہوتا ہے کیونکہ صاحب کشف اور دیگر مصنفین نے اسی کو اختیار کیا ہے آپ نے کل اسی برس کی عمر پائی جائے وفات قریہ دوان ہے۔

حواشی حاشیہ ملا جلال ...... (۱) حاشیہ از عبد اللہ یزدی (۲) حاشیہ از سید ابوالفتح سعیدی متوفی ۹۵۰ھ (۳) حاشیہ از جمال الدین شیرازی (۴) حاشیہ از مولانا یوسف کوسج قراباغی (۵) حاشیہ از بحر العلوم عبد العلی لکھنوی متوفی ۱۲۲۵ھ (۶) حاشیہ از

مفتی ظہور اللہ لکھنوی متوفی ۱۲۵۶ھ (۷) حاشیہ از قاضی ارتضا علی خاں مدراسی (۸) حاشیہ از مولانا عماد الدین لبکنی (۹) حاشیہ از سید محمد میر زاہد ہروی متوفی ۱۱۱۱ھ۔ ۱؎

(۱۶۲) صاحب سبع شداد

لطف اللہ بن حسن توقانی، مولی لطفی کے ساتھ مشہور ہیں، روم کے باشندے تھے اس لئے رومی کہے جاتے ہیں آپ بڑے جید عالم و فاضل تھے آپ نے علوم دینیہ سنان پاشا سے حاصل کئے اور علوم ریاضی علامہ قوشجی سے بلاد روم میں جبکہ سلطان بایزید کا زمانہ تھا آپ نے مراد خاں کے مدرسہ میں جو بروسا میں واقع تھا تدریسی خدمات انجام دیں پھر شہر درنہ کے مدرسہ دار الحدیث میں مدرس ہوئے احمد بن سلیمان رومی جو ابن کمال پاشا سے مشہور ہیں آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

آپ کے قلمی فضل و کمال اور اطالت لسان کی بنا پر ہم عصروں کو آپ سے حسد ہو گیا اور آپ پر الحد و زندیق کا فتوی لگایا یہاں تک کہ مولی خطیب زادہ نے آپ کے قتل کی اباحت کا حکم دیدیا چنانچہ آپ ۹۰۰ھ میں قتل کر دیئے گئے۔

آپ کی تصنیفات میں رسالہ سبع شداد ہے جس میں میر سید شریف جرجانی پر سات سوالات ہیں یہ فن ریاضی کی بہت عمدہ کتاب ہے اور مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اس کے علاوہ آپ نے سید شریف کے حاشیہ شرح مطالع اور شرح مفتاح پر حواشی بھی لکھے ہیں۔ ۲؎

(۱۶۳) صاحب القراۃ الرشیدۃ

شیخ علی عمر اور شیخ عبد الفتاح صبری بک شیخ علی عمر مصر کے باشندے تھے باجو دنامی ایک مقام میں ۱۲۸۷ھ مطابق ۱۸۷۰ء میں پیدا ہوئے اور قاہرہ میں تعلیم حاصل کر کے انگلینڈ گئے فراغت کے بعد کچھ دنوں تدریسی کام کیا پھر سیاست میں حصہ لیا اور ملک کی آزادی کیلئے شب و روز کوشاں رہے اس کے بعد وزارۃ المعارف کے آرگنائزر مقرر ہو گئے۔

آپ کی تصانیف میں ہدایۃ المدارس ہے اس کے علاوہ آپ القراءۃ الرشیدۃ کی تالیف میں شیخ عبد الفتاح صبری بک کے ساتھ شریک رہے اور قاہرہ میں ۱۳۴۹ھ میں وفات پائی۔ ۳؎

(۱۶۴) صاحب قلیوبی

شہاب الدین ابو العباس احمد بن احمد بن سلامہ، مصر میں اہل قلیوب سے تعلق ہونے کی وجہ سے قلیوبی کہلاتے ہیں بہترین فقیہ اور لائق ادیب تھے آپ کی متعدد تصانیف ہیں مثلاً رسالہ قلیوبی ادب میں تحفۃ الراغب اہل بیت کے تذکرہ میں رسالہ مکہ و مدینہ اور بیت المقدس کے فضائل میں اوراق لطیفہ، جامع صغیر سیوطی پر تعلیق ہے جس میں حسن، ضعیف اور صحیح روایات کی نشاندہی کی ہے کتاب الہدایہ من الضلالہ فی معرفۃ الوقت والقبلہ من غیر آلہ وغیرہ

آپ نے ۱۰۶۹ھ مطابق ۱۶۵۹ء میں وفات پائی۔ ۴؎

(۱۶۵) صاحب اخوان الصفا

شیخ احمد بن محمد طروانی کی تالیف ہے جن کے حالات نفحۃ الیمن کے ذیل میں گزر چکے۔

۱؎ از الضوء اللامع التعلیقات حبیب السیر نظام تعلیم وغیرہ ۱۲۔ ۲؎ الشقائق حدائق التعلیقات ۱۲۔
۳؎ از معجم المولفین۔ ۴؎ از کتاب الاعلام۔

(۱۶۶) صاحب مقامات بدیع

نام و نسب اور تحصیل علوم...... بدیع الزماں ابوالفضل احمد بن حسین بن یحیی بن سعید ہمدانی شہر ہمدان میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی ہرات جو بلاد خراسان میں واقع ہے وہیں کے باشندے ہو گئے تھے آپ نے فارسی و عربی دونوں زبانوں میں علم حاصل کیا اور ہمدان میں کوئی ادیب ایسا نہ چھوڑا جس کا تمام علم حاصل نہ کر لیا ہو اس کے بعد آپ ہمدان چھوڑ کر صاحب بن عباد کے پاس گئے اور ان کے علوم واحسانات سے ترقی پائی بعد ازاں جرجان کا رخ کیا اور اکتفاف اسماعیلیہ میں رہے نیز ابوالحسن احمد بن فارسی صاحب المجمل وغیرہ سے علوم حاصل کئے اور شعر و ادب میں اونچا مقام پیدا کیا امام ثعالبی نے یتیمۃ الدہر میں آپ کو فخر ہمدان و فروزان، جیسے معزز القاب سے یاد کیا ہے اور ابواسحاق نے زہرۃ الآداب میں کہا ہے کہ بدیع الزماں ایک نام ہے جو اپنے مسمی کے موافق ہے۔

عام حالات زندگی...... موصوف ۳۸۲ھ میں نیشاپور گئے جہاں آپ کی خداداد صلاحیت کے جوہر آشکارا ہوئے اور لوگوں میں شہرت عام حاصل ہوئی یہاں آپ نے چار سو مقالے لکھوائے پھر ابو بکر خوارزمی سے مناظرات میں مشغول ہو گئے جو آپ سے زیادہ سن رسیدہ اور نامور تھا شروع میں ان کے درمیان خط و کتابت کا سلسلہ جاری ہوا جس نے بڑھ کر مناظرہ کی شکل اختیار کر لی کچھ لوگوں نے اسے غالب بتایا اور کچھ نے بدیع کو لیکن بدیع کو اس کی جوانی اور خوش بیانی نیز خود نمائی کی ضرورت نے مدد بہم پہنچائی چنانچہ وہ خوارزمی پر اس قدر نمایاں فوقیت لے گئے کہ اس کی وجہ سے امراء و رؤسا میں ان کی شہرت عام اور عزت بڑھ گئی ادھر آپ کے حریف نے داعی اجل کو لبیک کہا جس کے باعث ان کیلئے میدان صاف اور زمانہ سازگار ہو گیا پھر آپ ایران کے امراء سے مدد استعانت کیلئے شہر بشہر آمد و رفت کرتے رہے اور بالآخر ہرات میں مستقل طور پر قیام پذیر ہو گئے اور یہاں آپ معززین علما میں شمار ہونے لگے اور نہایت آسودگی و خوش حالی کے ساتھ زندگی گزارتے رہے۔

اخلاق و عادات اور خداداد صلاحیتیں...... آپ شکل و صورت کے لحاظ سے نہایت حسین و خوبصورت ہنس مکھ ملنسار غیور ذکی و ذہین اور تبحر علمی میں یگانہ روزگار تھے حافظہ اور یادداشت بڑی قوی اور پختہ تھی لانبے لانبے قصیدوں اور بڑی بڑی کتابوں کو ایک بار پڑھ کر بلا تقدیم و تاخیر اور بلا کم و کاست نہایت روانی کے ساتھ دہرا دیتے تھے کتاب کے پانچ پانچ اور چار چار ورق صرف ایک دفعہ دیکھ کر محفوظ کر لینا ایک معمولی بات تھی بسا اوقات کسی قصیدہ یا رسالہ کی آخری سطر سے پڑھنا شروع کرتے اور مطلع تک الٹا ہی پڑھتے چلے جاتے تھے۔

بدیہہ گوئی...... طبیعت کی شعلہ باری اور جدت، دل و دماغ کی صفائی اور سرعت، بدیہہ گوئی اور مضامین کی ندرت میں بدیع کی شان ممتاز ہے آپ کی فرمائش پر احباب حسب منشاء موضوع بتاتے اور آپ فی البدیہہ اسی موضوع پر مقالہ کا املاء کرا دیتے تھے اس بدیہہ گوئی کا ثمرہ ہے کہ آپ بسا اوقات فارسی اشعار کی ارتجالا ایسے طور پر تعریف کرتے ہیں کہ اس کا حسن و جمال اور معنی و مضمون دونوں بالکل اسی طرح باقی رہتے ہیں جیسا کہ پہلے تھے۔

بدیع الزماں کی شاعری...... لطیف و نازک ہے لیکن عمدگی میں اس کی نثر کے برابر نہیں پہنچتی، بیک وقت عمدہ شاعری اور عمدہ انشاپردازی کسی ایک شخص میں بہت کم جمع ہوتی ہیں ابوالقاسم ناصر الدولہ کے متعلق کہے ہوئے اشعار سے اس کی شاعری کا اندازہ ہو سکتا ہے جو درج ذیل ہیں۔

غضی جفونک یاریا۔ ض فقد فتنت الحور غمزا	واقنی حیاءک یاریا۔ ح فقد کسرت الغصن ہزا
وارفق بحفنک یاغما۔ م فقد خدشت الورد وخزا	خلع الربیع علی الربی۔ وربوعہا خزاو بزا
ومطار فاقد نفشت۔ فیہا ید الامطار طرزا	دکان امطار الربیع۔ الی مدی کفیک تعزی

یا ایہا الملک الذی۔ بساکر الامال یغزی خلقت یداک علی العدی۔ سیفاو للعافین کنزا

لازلت یاکنف الامیر۔ لنامن الاحداث حرزا

مقامات بدیع...... حریری اور بدیع دونوں بڑے اہل علم اور اہل ادب سے تھے مشرق و مغرب میں ان کا شہرہ تھا ان کی نظم و نثر ضرب المثل تھی انہوں نے رسائل بھی لکھے اور مقامات بھی اور ان میں بلند پایہ لطیف مضامین کو شستہ عبارات میں پر اثر اور زوردار طریقہ کے ساتھ بیان کیا خوشگوار استعارات عمدہ اور بہترین تھیں، پرزور اور نادر تشبیہات مشہور حکمتیں اور کہاوتیں قرآنی اقتباسات، آثار قدیمہ کی جانب اشارات دونوں کی مقامات میں بدرجہ کمال پائے جاتے ہیں، ان ہی صفات کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ یہ دونوں ادب کے روشن چراغ بلکہ "فرقدین" ستارے ہیں لیکن بدیع الزماں سب سے پہلا شخص ہے جس نے اس صنف نثر میں خوبی پیدا کی جس کا اعتراف خود حریری نے اپنے مقامات میں کیا ہے بدیع نے مقامات لکھنا اپنے استاد ابن فارس سے سیکھے پھر بھیک مانگنے اور دوسرے موضوعات پر اس نے چار سو مقامات املاء کرائے جنہیں ابوالفتح اسکندری کی طرف منسوب کر کے عیسیٰ بن ہشام کی زبانی کہلایا ہے ان میں سے صرف ترپن مقامات دستیاب ہو سکے جن کی شرح محمد عبدہ نے کی ہے۔ شیخ عبدہ نے لکھا ہے کہ بدیع کے کلام کی امتیازی خصوصیات میں یہ ہے کہ اس کو اپنی رصانت اور شان و شوکت کے لحاظ سے اہل وبر (بدوی لوگ) کے کلام پر فخر حاصل ہے اور لطافت و نزاکت اور ساخت و پرواخت کے اعتبار سے اہل حضر (شہری لوگ) کے کلام سے ملتا جلتا ہے وہ سامع کے ذہن و فکر میں جہاں اپنے خیموں کے درمیان ہونے کا نقشہ کھینچتا ہے وہیں عمارات و محلات کی رہائش کا منظر بھی پیش کرتا ہے۔

بدیع الزماں کی دیگر تصانیف...... آپ نے مقامات کے علاوہ بہت سے رسائل بھی لکھے ہیں جو فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بہت معیاری ہیں چنانچہ ابن خلکان نے اسی وصف کے ساتھ آپ کا تعارف کرایا ہے فرماتے ہیں۔

صاحب الرسائل الرائقه والمقامات الفائقه.

عمدہ رسائل اور بلند تر مقامات والے تھے

آپ کے مکتوبات کو حاکم ابو سعید عبدالرحمٰن بن سعد نے جمع کیا ہے نیز اس کے اشعار کا ایک دیوان بھی ہے۔

وفات...... آپ نے بروز جمعہ ۱۰ جمادی الثانیہ ۳۹۸ھ میں ہرات شہر میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے بعض حضرات نے سنہ وفات ۳۹۲ مانا ہے سبب وفات میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ طبعی موت مرا اور بعض کہتے ہیں کہ زہر دے کر مارا گیا۔

وفات کا عجیب و غریب واقعہ...... حاکم ابو سعید فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سے معتبر لوگوں سے سنا ہے کہ آپ پر سکتہ طاری ہوا اور حالت یہ ہو گئی کہ

سفر ملک عدم پر ہیں رشید آمادہ بسکہ اب دیر نہیں صبح چلے شام چلے

لوگوں نے سمجھا کہ آپ کی روح پرواز کر گئی اس لئے انہوں نے دفن کر دیا، قبر میں آپ کو افاقہ ہو گیا اور وہاں کی تاریکی دیکھ کر چیخنا چلانا شروع کیا، لوگ آواز سن کر دوڑے اور قبر کھولی تو اس حال میں ملے کہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے ہیں گویا قبر کے خوف و ہراس سے آپ پر موت طاری ہو گئی۔ [1]

(۱۶۷) صاحب دیوان بحتری

نام و نسب اور پیدائش...... ابو عبادہ ولید بن عبیداللہ بن یحیی البحتری الطائی خالص عربی النسل تھا۔ بحتر جو اس کے اجداد میں کوئی صاحب تھے اس کی طرف منسوب ہو کر بحتری کہلاتا ہے اور اسی سے مشہور ہے یہ ۲۰۶ھ میں بمقام "منبج" جو حلب

[1] از ابن خلکان حریری اور مقامات تاریخ ادب عربی وغیرہ ۱۲۔

اور فرات کے درمیان ایک جگہ ہے پیدا ہوا اور دیہات میں طائی قبائل وغیرہ میں پرورش پانے کی وجہ سے عربی فصاحت اس پر غالب رہی۔

حالات زندگی...... بحتری اپنے وطن سے بغداد گیا وہاں ابو تمام سے ملاقات ہوئی اور اسی کا ہو رہا چنانچہ اس سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ بدیع میں اس کے طریقہ کو اپنایا اور ابو تمام کا پروردہ بن کر اس کی آواز کو دہراتا اور اسی کے نقش قدم کا اتباع کرتا رہا کیونکہ یہ بھی اسی جیسا طائی تھا یہاں تک کہ ایک روز اس سے ابو تمام نے کہا بیٹے! بخدا میرے بعد تم ہی شاعروں کے سردار مانے جاؤ گے خدا نے اس کی یہ پیشین گوئی سچ کر دکھائی چنانچہ ابو تمام کے بعد بحتری کی شاعری کا چرچا گھر گھر عام ہو گیا اور وہ ادب وشاعری میں امام بن گیا عراق میں یہ متوکل اور اس کے وزیر فتح بن خاقان کا خدمت گار رہا یہاں تک کہ وہ دونوں اس کی موجودگی میں قتل کر دیئے گئے اور یہ منبج واپس آ گیا اس اثنا میں کبھی کبھار بغداد کے گاؤں "سر من رای" کے رئیسوں کے پاس جاتا اور ان کی مدح کرتا رہا، ابو تمام کے علاوہ دیگر علماء سے بھی روایت رکھتا ہے جن میں ابو العباس مبرد بھی شامل ہے۔

بحتری کا ادبی مقام...... بحتری اپنے زمانہ کا بلند پایہ شاعر اور ادیب تھا امراء وسلاطین کی مجالس میں اس کے اشعار بنظر استحسان دیکھے اور سنے جاتے تھے اس کے اشعار سلاسل الذہب کہلاتے ہیں پر شوکت الفاظ مضامین کی دل کشی حلاوت و فصاحت اس کا وہ خاص اسلوب ہے جس میں وہ اپنے استاد و مربی سے بھی ممتاز ہے اور یہی وہ اسلوب ہے جسے اس کے معاصرین اور بعد میں آنے والوں نے اپنایا اور جسے بعد میں "اسلوب اہل شام" سے پہچانا جانے لگا۔

بڑے بڑے شعراء کا حسن اعتراف...... مشہور شاعر معری سے پوچھا گیا کہ ابو تمام بحتری اور متنبی تینوں میں اچھا شاعر کون ہے معری نے کہا کہ ابو تمام اور متنبی دانا اور عقلمند ہیں اور شاعر در حقیقت بحتری ہے ابو الطیب متنبی جو بڑوں بڑوں کو نظر میں نہیں لاتا اس نے بحتری کی شان میں ایک مستقل قصیدہ لکھا ہے جو چودہ اشعار پر مشتمل ہے جس کے تین شعر یہ ہیں۔

فاین من زفراتی من کلفت به | واین منك ابن یحیی صولته الاسد
لماوزنت بك الدنیا فملت بها | وبالوری قل عندی کثرة العدد
مادرافی خلد الایام لی فرح | ابا عبادة حتی دروت فی خلدی

اخلاق وعادات...... علم وادب اور فضل وکمال کے ساتھ ساتھ بحتری میلے کچیلے کپڑوں والا نہایت بخیل اور بڑا کنجوس تھا شعر پڑھنے اور سنانے کا انداز نہایت ناپسندیدہ اور بھونڈا تھا اپنا کلام پڑھتے وقت بتکلف باچھیں پھیلاتا، جھک کر جھک کر آگے یا پیچھے ہٹتا کبھی سر کبھی مونڈھوں کو حرکت دیتا آستین سے اشارہ کرتا ہر شعر کے بعد ٹھہرتا اور کہتا تھا بخدا کیا خوب عرض کر رہا ہوں پھر سامعین کی طرف متوجہ ہو کر کہتا تھا آپ لوگوں کو کیا ہوا کہ اس کلام کی داد نہیں دے رہے۔ بخدا یہ وہ کلام ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے سب قاصر ہیں۔"

اہل کمال کی فضیلت کا اعتراف...... بایں ہمہ اوصاف بحتری منصف مزاج اور صاحب کمال لوگوں کی فضیلت کا معترف تھا اور بو کس دعوی نہیں کرتا تھا ایک مرتبہ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم زیادہ اچھا شعر کہتے ہو یا ابو تمام اس نے جواب دیا جیدہ خیر من جیدی وردی خیر من ردیہ" اس کا عمدہ شعر میرے عمدہ شعر سے اور میرا ردی شعر اس کے ردی شعر سے بہتر ہے نیز ایک مرتبہ لوگوں نے اس کے اشعار سن کر کہا" آپ ابو تمام سے بہتر شعر کہتے ہیں۔" اس نے کہا تمہارے اس قول سے نہ مجھے کوئی فائدہ پہنچے گا اور نہ اس سے ابو تمام کا کوئی نقصان ہو گا بخدا اس کے طفیل میں روٹی پا رہا ہوں میری دلی تمنا ہے کہ میں لوگوں کے کہنے کے مطابق ہوتا لیکن بخدا میں ابو تمام کا تابع، اس کا خوشہ چین اور اس کی پناہ میں رہنا والا ہوں اس کی تیز و تند ہوا کے

ا۔ تو میری آہوں سے کس مرتبہ میں ہیں اس محبوب کی آہیں جس پر میں عاشق ہوں اور کس مرتبہ میں ہے ای یحیی کے بیٹے تیرے حملے سے شیر کا حملہ جب میں نے تیرے ساتھ دنیا کو تولا تو دنیا سے تیرا پلہ جھکتا رہا اس وقت سے میرے نزدیک کثرت عدد کمتر اور بے حقیقت ہو گئی اے ابو عبادہ زمانہ کے دل میں میرے لئے کبھی کوئی خوشی نہ گزری یہاں تک کہ تو میرے دل میں گزرا۔"

سامنے میرا نرم و نازک جھونکا رک جاتا ہے اور اس کے آسمان کے مقابلہ میں میری زمین پست رہ جاتی ہے۔

بحتری شاعری...... شعر و شاعری میں بحتری ابو تمام کا پیرو اور بدیع میں اس کا تابع ہے تاہم معانی کیلئے نہایت حسین الفاظ منتخب کرتا ہے، اس نے مضامین و معانی فطرت کے جمال افروز نظاروں اور اپنے تیل کے الہام سے پیدا کئے ہیں نہ کہ علم منطق کے قضیوں سے اس طرح اس نے شاعری کے حسن و جمال رفتہ کو واپس کر دیا بحتری نے ہجو کے علاوہ شاعری کی تمام اصناف میں جولانی طبع دکھائی ہے عمدہ مدح کہنا اس میں اعتدال کو ملحوظ رکھنا ممدوح کے اخلاق کی پوری پوری تصویر کشی انوکھے محلات اور عمدہ تعمیرات کا وصف اس کی شاعری کی مابہ الامتیاز خصوصیت ہے تقریباً اس کے ہر قصیدہ کے آغاز میں تشبیب ہوتی ہے۔

بحتری شاعری کا نمونہ...... معتز باللہ ابن التوکل کی تعریف میں کہتا ہے۔

لك عهد لدى غير مضاع. بات شوقي طوعاله ويراعي وهوى كلما جرى منه و مع. اليس العاذلون من اقلاعي

تو تو ليت عنه خيف رجوعي. او تجوزت فيه خيف ارتجاعي

توکل کے تعمیر کردہ تالاب کا وصف بیان کرتے ہوئے کہتا ہے۔

تنصب فيهاد فولاد الماء معجله. كالفيل خارجته من حبل محبر يها كانما الفضته البيضاء سائلته

من السبائك تجرى في مجار يها. اذا علتها الصبا ابدت لها جكا من الجواشن مصقولا حواشيها

مخاجب الشمس احيا نايضا حكمها. وريق الغيث احيانا يبا كيها

اذا النجوم ترات في جوانبها. ليلا حسبت سماء ركبت فيهاء

خلیفہ متوکل کی مدح اور عید الفطر کے موقع پر مبارک بادی میں کہتا ہے

بالبر صمت وانت افضل صائم۔ وبسنۃ اللہ الرضیۃ تفطر فانعم بیوم الفطر هینانه

یوم اغر من الزمان مشہر۔ اظہرت عز الملک فیہ بجحفل لجب یحاط الدین فیہ وینصر

فالفیل تصہل والفوارس تدعی۔ والبیض تلمع والاسنۃ تزہر والارض خاشعۃ تمیل بثقلہا

والجو معتکر الجوانب اغبر۔ والشمس طالعۃ توقد فی الضحی طورا ویطفہا العجاج الاکدر

حتی طلعت بنور وجہک فانجلی۔ ذاک الدجی وانجاب ذاک العثیر فافتن فیک الناظرون فاصبع

یومی الیک بہا وعین تنظر۔ ذکروا بطلعتک النبی فہللوا لما طلعت من الصفوف وکبروا

حتی انتہیت الی المصلی لابسا۔ نور الہدی یبدو علیک ویظہر ومشیت مشیۃ خاشع متواضع

للہ لا یزہی ولا یتکبر۔ فلو ان مشتاقا تکلف فوق ما فی وسعہ لسعی الیک المنبر

ابدیت من فصل الخطاب بحکمۃ۔ تنبی عن الحق المبین وتخبر ووقفت فی برد النبی مذکرا۔ باللہ تنذر تارۃ وتبشر

خواب میں محبوبہ کے دیدار پر کہتا ہے

اذا ما الكرى اهدى الى خياله. شفى قربه التبريخ اونقع الصدى اذا انتز عته من يدى انتباهته

حسبت حبيبا راح مني اوغدا. ولم ارمثلينا ولا مثل شاننا تعذب ايقاضا وننعم هجدا

بحتری کے معاشی حالات...... بحتری کا بیان ہے کہ میں ابو عامر کے یہاں حمص میں حاضر ہوا دیکھا کہ بہت سے شعراء و ادباء دربار میں حاضر ہیں اور اپنے اپنے اشعار پیش کر رہے ہیں میں نے بھی اپنا کلام پیش کیا شاہ نے پوری توجہ کے ساتھ میرا کلام سنا اور ختم مجلس کے بعد میری مزاج پرسی کرتے ہوئے پوچھا معاشی لحاظ سے تمہارا کیا حال ہے۔ میں نے اپنی غربت اور افلاس کی شکایت کرتے ہوئے کہا کہ بہت ہی پریشان ہوں یہ سن کر شاہ نے اہل معرہ کے نام ایک خط لکھا جس میں میرے اشعار کی تعریف و توصیف کی اور میری مدح و ثنا کے بعد سفارشی کلمات لکھے جب میں خط لے کر معرہ پہنچا

تو ان لوگوں نے میر اانتہائی اکرام واعزاز کیااور چار ہزار درہم بطور وظیفہ مقرر کردیئے۔
بحتری کی وفات......اس کے سنہ وفات میں اختلاف ہے بعض نے ۲۸۵ھ ذکر کیا ہے اور بعض نے ۲۸۳ھ اور بعض نے ۲۸۴ھ لیکن آخر الذکر ہی صحیح معلوم ہوتا ہے چنانچہ النجم العلمی اور تاریخ ادب عربی وغیرہ بہت سی کتابوں میں یہی سنہ مذکور ہے جائے وفات مقام منبج ہے۔
تصانیف......بحتری کی شاعری کو ابو بکر صولی نے یکجا کر کے حروف ہجاء کے مطابق ترتیب دیدیا ہے یہ دیوان آج بھی بعض مدارس میں پڑھلیا جاتا ہے اس کے علاوہ اس کی کتاب "معانی الشعر" اور "حماسۃ البحتری" ہے جو ابو تمام کے حماسہ کی طرح ہے لیکن بحتری کا حماسہ کثرت ابواب اور خوش آہنگ شاعری میں امتیازی حیثیت رکھتا ہے یہ حماسہ بیروت سے شائع ہو چکا ہے۔

(۱۶۸) صاحب الاغانی

نام و نسب اور پیدائش......ابو الفرج علی بن حسین بن محمد بن احمد اصبہانی نسلاً اموی اور آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد کے اجداد میں تھا، اس کی ولادت ۲۸۴ھ میں معتضد باللہ کے عہد میں شہر اصبہان میں ہوئی بچپن بغداد میں گذرا جو اپنی اہمیت کے لحاظ سے اس زمانہ میں ام البلاد کی حیثیت رکھتا تھا۔
تحقیق اصبہان......یہ اولاد یافث میں سے اصبہان بن فلوج کا یا اصبہان بن سام کا آباد کیا ہوا ہے یہ بھی کہتے ہیں کہ اصب بمعنی شہر ہے اور ہان سواران پس اصبہان کے معنی شہر سواران ہے یہ ملک ایران کا ایک بہت بڑا شہر ہے جس میں حضرت سلمان فارسی ﷺ، شیخ علی عماد الدین کاتب، ضمیری، شکیبی، غیاثی، کلامی مذاقی وغیرہ بہت سے نامور لوگ پیدا ہوئے ہیں۔
اصفہانی کا ماحول......اغانی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابو الفرج کے فکر و فن کی تعمیر میں اس کے خاندان کے شعری وادبی ماحول کا اہم حصہ ہے اس کا پورا گھرانہ شعر و سخن کے رنگ میں رنگا ہوا تھا اس کی چچی ساز و ثنا کی دلدادہ تھیں اس کے والد کو موسیقی سے بڑی دلچسپی تھی آل مرزبان اس زمانہ میں گانوں اور موسیقی کے راگوں میں باکمال سمجھے جاتے تھے ذوق کے اس اشتراک کی بنا پر آل مرزبان اور ابو الفرج کے خاندان میں گہری دوستی تھی علم وادب بھی اس کو وراثۃً ملا تھا تعلیم و تعلم اور ادبی افادہ واستفادہ کے اس ماحول نے ابو الفرج کی سیرت و شخصیت کی تعمیر میں اہم رول ادا کیا۔
استفادہ علوم......ابو الفرج نے جن باکمال اہل علم سے استفادہ کیا ان میں ابن درید، ابن الانباری، انجمی، اخفش طبری، نفطویہ، ابن المرزبان، ابن قدامہ، اور یزیدی جیسے لغت، نحو، ادب، شعر، انساب، حدیث تفسیر اور تاریخ کے فضلاء وائمہ ہیں ابو الفرج کی شخصیت کی تعمیر میں ان کا بڑا حصہ ہے جاحظ کے علمی وادبی ترکہ سے بھی پورا فائدہ اٹھایا اور ابو تمام بحتری اور ابن الرومی کی نازک خیالی، پرگوئی اور حسن ادا سے استفادہ کیا باقی زندگی متنبی جیسے بلند پایہ شاعر کے عہد میں بسر کی جس کی شاعری کی پوری دنیائے عرب میں دھوم تھی اور اس کا یہ دعوی تھا۔

وما الدهر الا من رواة قصائدی　　اذا قلت شعرا اصبح الدهر منشدا

اصبہانی دور حیات......اصبہانی کا زمانہ عیش و عشرت، طوائف الملوکی اور علوم و فنون کی ترقی کیلئے مشہور ہے یہ علم وادب کا عہد زریں تھا عباسی عہد کا یہ تیسرا دور علوم و فنون کی ترقی کے ساتھ چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو کر رنگ رلیوں، فضول خرچیوں اور عیش پرستیوں کیلئے مشہور ہے ابو الفرج اصبہانی اسی دور کا نمائندہ ہے جس کو علمی فضل و کمال کے ساتھ دنیاوی حیثیت سے بھی وجاہت حاصل تھی، عرصہ تک وہ مشہور بویہی حکمراں ابو محمد الوزیر المہلبی کا ہم نشین اور رکن الدولہ کا سیکریٹری رہا، سیف الدولہ کے دربار سے بھی منسلک رہا بنو امیہ اندلس سے بھی اس کے تعلقات استوار و خوشگوار تھے، اس طرح اس کو بغداد، حلب اور اندلس وغیرہ کے مختلف و متضاد علمی و تمدنی سرچشموں سے استفادہ کا پورا موقع میسر ہوا۔ بغداد

میں فارسی الاصل شیعی اور شعوبی اثرات حلب میں عربی حمدانی قوم پرستی کے رجحانات اور مغرب کے اموی تاثرات اور ان سب کی باہمی کشمکش نے ابوالفرج کے مزاج میں وسعت اور آزاد مشربی پیدا کردی تھی اور وہ اپنی فطری صلاحیتوں کی بناپر موقع شناس اور عیش پسند فنکار شاعر اور آزاد مشرب ادیب کی حیثیت سے ابھر اور دیکھتے دیکھتے دنیائے عرب میں مشہور ہو گیا۔

جلالت شان و علو مقام ...... ابوالفرج اصبہانی مشہور حکایت نگار، مایہ ناز انشاء پرداز، کامل ادیب، ماہر لسان ولغت شاعر نقاد، مورخ مرقع نگار، مصور عصر اور زبردست عالم تھا، علم انساب، صرف ونحو، سیر ومغازی، بیطرہ طب اور علم نجوم کے ساتھ ساتھ موسیقی اور ساز وسرود کا بھی ماہر تھا نیز علم مجلسی کا بڑا واقف کار، آثار صحابہ وتابعین اور احادیث مسندہ پر غیر معمولی نظر رکھنے والا اور داستان گوئی وسوانح نگاری میں اپنی نظیر آپ تھا۔

قوت حافظہ ...... غضب کی رکھتا تھا مشہور مورخ ابن خلکان لکھتے ہیں۔

كان يحفظ من الشعر والا غاني والاخبار و الآثار و الاحاديث المسنده والنسب مالم ارقط من يحفظ مثله.

شعر، اغانی، اخبار و آثار، احادیث مسندہ اور نسب کا ایسا حافظ تھا کہ اس جیسا میں نے کسی کو نہیں دیکھا

اخلاق وعادات اور کردار ...... کے متعلق بطرس البستانی لکھتا ہے

كان ابو الفرج لاصبهانی لطيف المنادمة حسن المعاشرة هلو الحديث يحب اللذه و مجالس اللهو ويشرب الخمر و يصحب القيان والمغنين.

ابوالفرج اصبہانی بڑا ملنسار، آداب مجلس کا واقف کار شیریں گفتار، عیش وطرب کی مجلسوں کا دلدادہ، شراب نوشی کا خوشگر تھا اور مغلیوں اور طوائفوں کے یہاں رہتا تھا۔

یاقوت حموی صاحب معجم الادباء کا بیان ہے کہ یہ بڑا لاابالی تھا صفائی وستھرائی اور لباس کی طرف اس کی کوئی توجہ نہ تھی، جب تک کپڑے پھٹ نہ جاتے نہ بدلتا تھا، وزیر مہلبی کو اس کی یہ عادت بڑی ناگوار تھی مگر اس کے علم وفضل اور شعر و ادب کی بناپر گوارا کرتا تھا، اس کو جانوروں سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ اس کے یہاں بہت سے جانور پلے تھے جن میں ایک بلی اور مرغ بھی تھا جن کے مرنے پر اس نے نہایت دل کش انداز میں مرثیے لکھے ہیں لوگ اس کی ہجو سے ڈرتے تھے مگر منہ پھٹ ہونے کے باوجود نہایت خوش مزاج دلچسپ اور بذلہ سنج تھا اپنی خوش گفتاری، لطیفہ گوئی اور ظرافت سے مہلبی جیسے وزیر کا نہایت مقرب صاحب اور ندیم رہا ہے۔

مذہب ومسلک ...... بطرس بستانی کی تحقیق ہے کہ یہ شیعہ تھا چونکہ شیعوں کے درمیان اس کی تعلیم وتربیت ہوئی انہیں سے میل جول رہا اس پر شیعوں کے احسانات بھی رہے تھے اس لئے اموی الاصل ہونے کے باوجود شیعیت پر قائم رہا جس پر ابن الاثیر نے تعجب کا اظہار کیا ہے اور بات ہے بھی عجیب اس لئے کہ ایک طرف تو اس نے مقاتل الطالبین میں اپنے کو شیعان علی میں شمار کیا ہے اور دوسری طرف اپنی اُمویت پر بھی فخر کرتا ہے دراصل وہ اپنے دور کے سیاسی سماجی اور فکری رجحانات کی ترجمانی اور ہم رنگی کے ساتھ بڑی ہوشیاری سے ارباب اقتدار کے عظمت وجلال کو ختم کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے ان کے کمزور پہلوؤں کو نمایاں کیا ارباب حکومت کی سرمستیوں کے ذکر سے اس کا مقصد آزادی اور آزاد خیالی کے رجحانات کی ہمت افزائی بھی تھی اور خوبصورت انداز میں ارباب حکومت پر بالواسطہ تنقید بھی۔

ابوالفرج بحیثیت شاعر ...... نثر نگاری نے ابوالفرج کو باقاعدہ طور پر شاعری اور قصیدہ نگاری کا موقع تو نہیں دیا پھر بھی اس کا پورا ماحول شاعرانہ تھا خود ابوالطیب متنبی اس کا ہم عصر تھا اس لئے ابوالفرج نے بھی کبھی تفریحا اور کبھی ضرورت شعر وسخن کی طرف بھی توجہ کی اور اپنے ادبی دور اور موقع ومحل کی مناسبت سے ہجوگوئی، مدح سرائی توصیفی شاعری اور کبھی کبھی وجدانی اور داخلی شاعری کے پھول کھلائے۔

وصفیہ شاعری...... میں ابو الفرج کو کمال حاصل تھا "رثاء الدیک" اس کا مشہور مرثیہ ہے جو اس نے اپنے پالتو مرغ کی موت پر لکھا تھا اس کا ایک ایک شعر اس کی دقیقہ رسی، بلندی تخیل اور جدت ادا پتہ دیتا ہے اس نے ایسے انداز میں مرغ کی مرقع نگاری کی ہے جس سے اس کی تصویر نگاہوں کے سامنے پھر جاتی ہے اس کے کچھ نمونے ملاحظہ ہوں۔

لهفي عليك ابا النذير لو انه دفع المنايا عنك لهف شفيق

اس کے سفید، چمکدار اور رنگ برنگے طاؤسی پروں کی مصوری ان الفاظ میں کرتا ہے۔

وكسيت كا اطائوس ريشا لامعا متلا لها ذا رونق و بريق

من خمره في صفره في خضره تخيلها يغني عن التحقيق

اس کی گردن کے اوپری حصہ کو موج زریں سے تشبیہ دیتا ہے اور اس کے کیس کو لعل عقیق کے تاج سے تعبیر کرتا ہے۔

وكان سالفتيك تبر سائل وعلى المفارق منك تاج عقيق

پھر اس کی سریلی آواز کو یاد کرتا ہے جس میں اس کو موسیقی کے نغمے محسوس ہوتے ہیں۔

ناني دقيق ناعم قرنت به نغم مولفته من الموسيق

تاریخ و سیر کی کتابوں میں اس مرثیہ کے ۳۰ اشعار منقول ہیں جو سب بلند پایہ ہیں وصف الہر والفار یعنی چوہے بلی کی توصیف پر بھی اس کی وصفیہ شاعری کا شاہکار ہے یہ اس کی جدت طبع تھی کہ اس نے روایتی درباری شاعری سے ہٹ کر ترقی پسندانہ روش اختیار کی اور معمولی چیزوں پر طبع آزمائی کر کے ان کو بڑے دلکش انداز میں پیش کیا ہے۔

مدح سرائی...... میں بھی ابو الفرج نے تشبیہات واستعارات سے بڑی ندرت پیدا کی سیف الدولہ اور وزیر مہلبی کی شان میں اس نے کئی قصیدے لکھے جو تاریخ ادب کی زینت ہیں اگرچہ قصیدہ نگاری میں مہلبی کے سامنے اس کا چراغ نہ جل سکا مگر اس میں بھی اس کی شاعرانہ صلاحیتوں کا اعتراف ادیبوں کو کرنا پڑا وزیر مہلبی کے یہاں بچہ پیدا ہوا تو ابو الفرج نے اس کی تہنیت میں ایک طویل قصیدہ لکھا جس میں مہلبی کو مبارکباد دیتے ہوئے کہتا ہے۔

اسعد بمو لودا تاك مباركا كالبدرا شرق جنح ليل مقمر

شمس الضحى قرنت الى بدر الدجى حتى اذا اجتمعا اتت بالمشترى

ایک دوسرا قصیدہ تہنیۃ عید الفطر کا ہے جس کا مطلع ہے

اذا ما علافي الصدرو النهي والامر ولسبهما في النفع منه وفي الضر

وزیر مہلبی کی تعریف میں کہتا ہے۔

ولما انتجعنا لائذين بظله اعان دماعني و من و مامنا

وردنا عليه مقترين فراشنا وردنا حماه مجدبين فاخصبنا

ایک دوسرے قصیدہ میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے

فدائو ك نفسي هذا الشتاء. علينا بسلطانه قدهجم ولم يبق من نشبي درهم

ولامن ثيابي الارمم. يوثر فيها نسيم الهواء وتخر قها خافيات الوهم

فانت العماد و نحن العفاه. وانت الرئيس ونحن الخدم

ہجو گوئی...... کی بہت سے اہل ادب نے تعریف کی ہے لیکن اس کی ہجو گوئی طنز و تمسخر کی روح سے جو ہجو کی جان ہے بالکل خالی ہے، راضی باللہ کے عہد میں جب ابو عبداللہ بریدی منصب وزارت پر سرفراز ہوا تو ابو الفرج نے ایک طویل ہجویہ قصیدہ لکھا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

یا سماء اسقطی ویا ارض میدی قد تولی وزارہ ابن البریدی

بدم رکن الاسلام وانہتک الملک ومحیت آثارہ فہو رمودی

ابن البریدی وزارت پر آگیا ہے اے زمین تو دھنس کیوں نہیں جاتی اے آسمان تو ٹوٹ کر گر کیوں نہیں جاتا اسلام کا ستون گرادیا گیا، اقتدار رسوا ہو گیا اس کے آثار مٹا دیئے گئے کیونکہ وہ شخص برباد ہی کرنے والا ہے۔

ایک بار وہ کسی وجہ سے اپنے سرپرست ابو محمد وزیر مہلبی سے شکوہ سنج ہوا اور کہنے لگا۔

ابعین مفتقر الیك رائیتنی بعد الغنی فرمیت بی من خالق

کیا آپ نے کسی گداگر کی طرح مجھ کو سمجھا ہے اگر ایسا ہے تو آپ نے گویا غنی بنانے کے بعد مجھ کو بلندیوں سے نیچے دھکیل دیا ہے۔ آخر میں کہتا ہے۔

لست الملوم انا الملوم لاننی املت للاحسان غیر الخالق

آپ مورد ملامت نہیں قصوروار تو میں ہی ہوں کہ میں نے خالق کائنات کو چھوڑ کر اس کے غیر سے حسن سلوک کا آسرا لگایا۔

داخلی اور وجدانی شاعری...... ایک مرتبہ ابو الفرج بصرہ گیا وہاں وہ بالکل اجنبی تھا کسی سے بھی واقف نہ تھا صرف بعض لوگوں کا نام جانتا تھا اس کس مپرسی کے عالم میں وہ ایک سرائے کی طرف چل پڑا اور اسے ایک کمرہ کرایہ پر ملا اسی کمرہ میں حکایت حال کے طور پر ایک قصیدہ لکھا جس کے چند اشعار بطور نمونہ درج ذیل ہیں ان میں وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ آخر میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ کیا اب دنیا سے میزبانی و مہمانی کی رسم اٹھ چکی ہے۔ بازار کا کھانا اور کرایہ پر رہنا تو مجھے اپنا اچھا گھر یاد دلاتا ہے ایسی حالت میں میں کیونکر خوش و خرم رہ کر چین کی نیند سو سکتا ہوں وہی پاک ذات غیب کی بات جانے! اس مفہوم کو اس نے اس طرح ادا کیا ہے۔

الحمدلله علی ما اری. من صنعتی من بین هذا الوری اصار فی الدهر رالی حالته

یعدم فیه الضیف عندالقری. اصبح ادام السوق لی ما کلا وصار خبز البیت خبز الشری

وبعد ملکی منزلا مبهجا. سکنت بهامن بیوت الکری فکیف الغنی لاهیا ضاحکا

وکیف إحظي بلذیذ الکری. سبحان من یعلم خلفنا وبین ایدینا وتحت الثری

ابو الفرج اصبہانی بحیثیت نثار...... بنیادی طور پر ابو الفرج ایک انشاء پرداز اور صاحب طرز ادیب تھا اس کا جوہر نثر و انشاء ہی کے میدان میں نمایاں ہوا نثری ادب میں اس کا حصہ نہایت مہتم بالشان ہے اور اس کی بیشتر ادبی خدمات کا تعلق چار دائروں سے ہے ا۔ حکایت نگاری، ۲۔ تاریخ نویسی، ۳۔ تنقید نگاری، ۴۔ مرقع نگاری اور تصویر کشی۔

حکایت نگاری...... اس کا خاص موضوع ہے اغانی کی حکایات میں اس نے ادبی رنگ و آہنگ میں عرب اور ایام عرب کے واقعات، ادباء و شعراء کے قصوں، سازندوں اور موسیقی کاروں کے لحنوں کو اس دلچسپ اسلوب نگارش میں پیش کیا ہے جس کی دوسری مثال مشکل سے مل سکتی ہے، اغانی کے مقدمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے اس کتاب میں اغانی (راگ راگنی) اور مغنیوں کے حالات بیان کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن پھر حکایت سے حکایت نکلتی چلی گئی اور ضمناً اخبار و آثار، سیر واشعار، ادبی قصص اور لطائف و ظرائف بھی شامل ہوتے گئے اور فنکاروں کے ذکر میں ان کے اخلاق و عادات اور فکر و فن پر تبصرہ بھی شامل ہو گیا اس طرح حکایت نگاری کے پردہ میں ایک عہد کی پوری زندگی اس کتاب میں جلوہ آراء ہو گئی۔

تاریخ نویسی...... خالص تاریخ میں ابو الفرج کی کوئی کتاب موجود نہیں کتاب الاغانی کی حکایات و مرویات کی حیثیت نیم تاریخی قصوں سے زیادہ نہیں جو بعد میں رومان میں تبدیل ہوتے گئے، اغانی کی اہمیت و شہرت کی وجہ اس کی تاریخی حیثیت

نہیں بلکہ ادبی ہے اس سے ایک ادیب اور انشاپرداز کے ذوق کی آسودگی ہوتی ہے اور متفرق واقعات کی ر..شنی میں چند ادوار کی عمومی جھلک بھی دیکھی جاسکتی ہے لیکن ایک مورخ و محقق کی تسکین کا سامان اس میں نہیں ہے۔

البتہ ابو الفرج کی ایک دوسری تصنیف "مقاتل الطالبین" ہے جو تاریخی سیر وسوانح کی کتاب ہے اس میں اس کا تاریخی ذوق نمایاں ہے یہ کتاب اس نے ۲۹ سال کی عمر میں مکمل کرلی تھی، اس میں عہد رسالت سے لے کر ۳۱۳ھ تک بنی طالب کے جتنے لوگ قتل کئے گئے ان سب کے سیر وسوانح اور اسباب قتل روایت حدیث کے طرز پر رواہ کے سلسلہ کے ساتھ لکھے گئے ہیں خواہ رواہ کسی پایہ کے ہوں اس میں موصوف نے دروغ برگردن راوی کے اصول پر عمل کیا ہے چونکہ اس کتاب میں اغانی سے زیادہ تاریخ نویسی کے آداب ملحوظ رکھے گئے ہیں اس لئے اس کو مصنف کی تاریخی خدمات میں شمار کیا جاتا ہے۔

حالات وزمانہ کی تصویر کشی...... اور اشخاص کی مرقع نگاری اصبہانی کا خاص موضوع ہے جسکا نمونہ الاغانی ہے اسکی تاریخی حیثیت جیسی بھی ہو مگر بحیثیت مجموعی اس دور کے حالات کی جیسی تصویر اس میں نظر آتی ہے کسی کتاب میں نہیں مل سکتی۔

تنقید نگاری...... میں بھی ابو الفرج نے اپنی عبقریت اور تنقیدی بصیرت کا ثبوت دیا ہے بحیثیت مجموعی اس کی تنقید میں بڑا اعتدال و توازن ہوتا ہے، تنقید ادب ہو یا تنقید سماج اس کی تنقیدیں افراط و تفریط اور انتہا پسندی سے پاک ہوتی ہیں۔

اسلوب نگارش...... واقعات کی روایت میں ابو الفرج نے محدثین کا طرز اختیار کیا ہے جو اس دور میں مقبول عام تھا چنانچہ انہیں کی طرح روایت میں معنعن سلسلے "عن فلاں بن فلاں" کا اہتمام اغانی اور مقاتل الطالبین دونوں کتابوں میں رکھا ہے البتہ اسناد کی صحت اور رواہ کی جرح و تعدیل کی ذمہ داری اپنے اوپر نہیں رکھی، مقاتل الطالبین میں کبھی کبھی بعض رواہ کی خامیوں کی طرف اشارہ کر جاتا ہے مثلاً ایک جگہ علی بن محمد النوفلی کی روایت کو بیکار محض اور انواہ (اراجیف واباطیل) قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس کی تمام روایات اس کے والد سے موقوفا مروی ہیں جو اس سے بہت دور کوفہ سے بہت پہلے جاچکے تھے، مفرد الفاظ اور فقرے نہایت چست، برمحل، موزوں اور جچے تلے استعمال کرتا ہے، زبان سلیس اور ترکیبیں شگفتہ ہوتی ہیں جو ہر دور میں مقبول رہیں حتی کہ آج بھی ان کا رنگ پھیکا نہیں پڑا یہی وجہ ہے کہ اغانی اپنے موضوع اور زبان و بیان کے اعتبار سے ہر دور میں بے مثال اور سدا بہار رہی ہے اور آج بھی ہے الفاظ اور زبان پر اس کو اتنی قدرت ہے کہ چند الفاظ اور فقروں میں مطلوب چیز کا پورا نقشہ کھینچ دیتا ہے مثلاً غیظ و غضب کا بیان ان الفاظ میں کرتا ہے "فتربد وجہ وجحظت عیناہ وہم بالوثوب، یخفق کما تخفق الطائر، فاضطرب اضطراب العصفور تخیل الی ان الشجرۃ تنطق"

اصبہانی کی وفات...... بروز چہار شنبہ ۱۴ ذی الحجہ ۳۶۵ھ میں مدینۃ السلام بغداد میں ابو الفرج کی وفات ہوئی اسی سال ابو علی قالی جیسے عالم اور سیف الدولہ معز الدولہ بن بویہ اور کافور اخشیدی جیسے ادب نواز بادشاہوں کا بھی انتقال ہوا تھا کہتے ہیں کہ مرنے سے پہلے ان کے حواس کچھ مختل ہوگئے تھے اغانی کے مقدمہ میں انطون صالحانی نے ان کی وفات پر بڑے موثر انداز میں اظہار تاسف کیا ہے۔

لما قبض ابو الفرج جنت حدائق الادب و ذوات اشجار النسب واصبح الادباء ایتاما وھانوا بعدان کا نوکر اما علے ان من ترک مولفا مثل ھذا لا یموت له ذکر ولا ینقطع له نشر.

ابو الفرج کے انتقال سے ادب کے چمنستان ویران ہوگئے انساب کے شگوفے مرجھاگئے، ادباء بے سہلا ہوگئے جبکہ وہ اس سے پہلے صاحب کرم تھے، لیکن جس نے اغانی جیسی یادگار چھوڑی ہو اس کا ذکر نہیں مٹ سکتا وہ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

وما مات من البقی لنا ذخر علمه   واحیاله ذکر اعلی غابرا لدھر

جب تک کسی کے علمی ذخائر باقی ہیں وہ نہیں مرسکتا، اس کا ذکر ہمیشہ زندہ رہے گا۔

اصبہانی کے ادبی کارنامے...... یاقوت حموی کے بیان کے مطابق اس کی جملہ تصانیف کی فہرست حسب ذیل ہے۔ ا۔

الاغانی الکبیر، ۲۔ الاغانی الصغیر یہ ابو الفرج نے الاغانی کی تمام جلدوں کا خلاصہ ایک جلد میں کیا تھا، ۳۔ مقاتل الطالبین تاریخی کتاب ہے جس میں بنو طالب کے مقتولین کے سوانح اور ان کے قتل کے اسباب بیان کئے ہیں، ۴۔ ادب الغرباء، ۵۔ التعدیل والانصاب فی اخبار القبائل وانسابہا، ۶۔ اخبار القیان، ۷۔ الاماء والشواعر، ۸۔ کتاب المالیک الشعراء، ۹۔ کتاب الدیارات، ۱۰۔ کتاب تفصیل ذی الحجہ، ۱۱۔ کتاب الاخبار والنوادر، ۱۲۔ کتاب ادب السماع، ۱۳۔ کتاب اخبار الطفیلین، ۱۴۔ مجموع الاخبار والآثار، ۱۵۔ کتاب الخمارین والخمارات، ۱۶۔ کتاب الفرق والمعیاء فی الادغاد والاحرار، ۱۷۔ کتاب دعوۃ النجار، ۱۸۔ کتاب اخبار جحظۃ البرمکی، ۱۹۔ کتاب جمہرۃ النسب، ۲۰۔ کتاب نسب بنی عبد شمس، ۲۱۔ کتاب نسب بنی شیبان، ۲۲۔ کتاب نسب الہالبتہ، ۲۳۔ کتاب نسب بنی تغلب، ۲۴۔ کتاب الغلمان الغنین، ۲۵۔ کتاب الخصیان، انطون صالحانی یسوعی نے اغانی کے مقدمہ میں کتاب "نزہتہ الملوک والاعیان فی اخبار القیان والمغنیات الاوائل الحسان" کا تذکرہ کیا ہے اس کے بیان کے مطابق اس کتاب میں ابو الفرج نے مشہور گانے والیوں کے حالات زندگی اور ان کے گانے کے طرز پر روشنی ڈالی ہے اس کے ساتھ بڑے دلچسپ لطائف وظرائف اور پر تکلف حالات قلمبند کئے ہیں۔

کتاب الاغانی...... یوں تو ابو الفرج کے علمی ادبی کارنامے بہت ہیں جیسا کہ مذکورہ بالا فہرست سے ظاہر ہے لیکن اس کا ادبی پایہ تنہا "الاغانی" کی بنا پر ہے جو اس کی شاہکار تصنیف ہے اس لئے ہم ذیل میں اس کا تعارف قدرے تشریح کے ساتھ کراتے ہیں۔

عربی شاہکار، سرچشمہ ادب وانشاء اور مایہ ناز وبے نظیر کتاب "الاغانی" کے بارے میں اہل علم اور مورخین کا متفقہ فیصلہ ہے "انہ لم یعمل فی بابہ مثلہ" کہ اس موضوع پر اس جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی اور یہ کہ ادب کی ہر کتاب اس سے کم درجہ یا اس کی خوشہ چیں ہے نیز یہ کہ اگر یہ جامع تصنیف نہ ہوتی تو جاہلیت صدر اسلام اور عہد بنی امیہ کی بڑی ادبی روایات ضائع ہو جاتیں، اس کتاب کی بنیاد ان سو سروں پر ہے جو خلیفہ رشید کیلئے منتخب کئے گئے تھے اور جن میں واثق کیلئے اضافہ کیا گیا تھا اور جو خود اس نے اپنے منتخبہ راگوں میں سے پسند کئے تھے اس کتاب کے بہت سے اجزاء ہیں جن میں سے ۱۲۸۵ھ میں بیس اجزاء شائع ہوئے تھے بعد میں ایک مستشرق کو یورپ کے کسی کتب خانہ میں اس کا ایک اور حصہ مل گیا تو اس کے اکیس اجزاء مکمل ہو گئے ایک اطالوی پروفیسر گویڈے نے اس کی طویل فہرست ابجد کے لحاظ سے مرتب کی جو ۱۹۰۰ء میں لندن سے شائع ہوئی پھر وہ فہرست عربی میں منتقل ہو کر ۱۳۲۳ھ میں الاغانی کے ساتھ مصر سے شائع ہوئی، موصوف کی یہ کتاب ایک طرح کی ادبی انسائیکلو پیڈیا ہے جس کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ دنیا کی تمام بڑی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو کر ادبیات عالم میں جگہ پا چکے ہیں اہل مغرب خصوصیت سے اس کتاب کے شیدائی رہے ہیں۔

مدت تالیف...... کے بارے میں ابو محمد الوزیر المہلبی نے آپ سے دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ میں نے اس کتاب کو پچاس برس کی محنت شاقہ کے بعد مکمل کیا ہے اور اپنی عمر میں صرف ایک بار ہی لکھا ہے۔

کتاب الاغانی کی قدر و قیمت...... کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ابو الفرج نے یہ کتاب مکمل کرنے کے بعد سیف الدولہ کے حضور میں پیش کی وہ اس وقت رومیوں سے جنگ کی تیاری میں مشغول تھا اس نے ایک ہزار اشرفیاں دیں اور معذرت کی کہ عجلت کے باعث اس کی پوری قدر نہ کر سکا یہ خبر جب نامور انشاء پرداز صاحب بن عباد کو پہنچی تو اس نے کہا سیف الدولہ نے ناقدری کی ابو الفرج تو اس سے کہیں زیادہ کا مستحق تھا اغانی کے قابل رشک محاسن اور بچے تلے فقروں کا حریف کون ہو سکتا ہے، یہ الفاظ اور فقرے زاہد کیلئے مایہ تفریح، عالم کیلئے معلومات کا خزانہ، انشاپرداز اور جویائے ادب کیلئے سرمایہ تجارت، بہادر کیلئے ہمت وشجاعت کی ڈھال، ظریف کیلئے ریاضت وصناعت، بادشاہ کشور کشا کیلئے سامان سرور ولذت ہیں میرے کتب خانہ میں ایک لاکھ سترہ ہزار کتابیں ہیں مگر اغانی سے بڑھ کر میری انیس کوئی کتاب نہیں۔

صاحب بن عباد نے یہ بھی کہا کہ کوئی بھی چیز ایسی نہیں ہے جس کی مجھے جستجو رہی اور اغانی میں نہ مل گئی ہو جو واقعات علماء نے بہت سی کتابوں میں لکھے ہیں وہ سب اس میں حسن تالیف اور لطف بیان کے ساتھ موجود ہیں سیف الدولہ سفر و حضر میں اس کتاب کو ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا تھا، کہتے ہیں کہ اس کا ایک مسودہ بغداد میں چار ہزار درہم میں فروخت ہوا تھا، صاحب نفح الطیب کے حوالہ سے بطرس بستانی نے لکھا ہے کہ اندلس کے اموی خلیفہ حاکم منصر نے اغانی کو محض دیکھنے کیلئے ایک ہزار دینار بھیجے تھے حکومت مروانیہ کے فرماں روا حکم بن ناصر کے بارے میں بھی اسی طرح کی روایت بیان کی جاتی ہے اس نے بھی ایک ہزار دینار صاحب اغانی کو محض اس کتاب کے دیکھنے کیلئے عنایت کئے تھے تا کہ وہ عباسی خلفاء سے پہلے اس کو دیکھ لے۔

اغانی کی اہم خصوصیات ......ڈاکٹر ذکی مبارک لکھتے ہیں کہ اغانی کے مقدمہ پر نظر ڈالنے سے اس کی اہم خصوصیات خود بخود واضح ہو جاتی ہیں۔ صاحب اغانی خود لکھتا ہے۔

"کتاب کے ہر فصل میں کچھ نہ کچھ ایسا مواد مہیا کیا گیا ہے جو اہل ذوق کی تفریح کا سامان بن سکے، اس میں سنجیدہ واقعات بھی ہیں اور خرافات بھی، ایام عرب کے قصص بھی ہیں اور مستند تاریخی واقعات بھی، شاہان عرب اور خلفا اسلام کے افسانے بھی ہیں اور شعراء و ادباء کے ظریفانہ قصے بھی موسیقی کے جس قدر راگ لکھے گئے ہیں ان میں سے بیشتر کے متعلق کوئی نہ کوئی ایسا افسانہ ضرور ہے جو لوگوں کے ہنسنے ہنسانے کا کام دے لیکن ہر لحن کے ساتھ اس کا التزام نہیں ہے اور جو واقعات نقل کئے گئے ہیں ضروری نہیں کہ وہ نتیجہ خیز بھی ہوں اور اگر نتیجہ خیز ہوں تو ضروری نہیں کہ سامعین کیلئے دلچسپ بھی ہوں جس سے اہل ذوق محظوظ ہو سکیں۔

اغانی کا سلسلہ اسناد ......جس دور میں یہ کتاب لکھی گئی ہے اس دور میں نقل روایت کا ایک خصوصی نہج قائم ہو گیا تھا اور ہر واقعہ سلسلہ اسناد و رواۃ کے ساتھ پیش کیا جاتا تھا اس کے بغیر کوئی کتاب مشکل ہی سے قابل توجہ بنتی تھی اس لئے اغانی بھی اسی اسلوب میں لکھی گئی چنانچہ اس کے مندرجات مسلسل سند سے مروی ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ معنعن سلسلہ سے (عن فلاں ابن فلاں انہ قال کے انداز پر) جو حکایت بھی نقل کر دی جائے وہ لازمی طور پر مستند و معتبر ہی ہو بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اسناد کے خوبصورت سلسلہ کے باوجود رواۃ اور اسناد دونوں نہایت کمزور ہیں اور ان میں بڑا تضاد و تناقض ہے، مستشرقین کو اس اسلوب نگارش سے غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اغانی کی تمام روایات کو مستند خیال کر لیا جو زیف ہیل کی کتاب "عربوں کا تمدن" اسی غلطی کا ایک نمونہ ہے۔

اغانی کے انتخابات ......بہت سے ادباء نے اس کے انتخابات لکھے ہیں جن میں سے وزیر ابن الغربی متوفی ۴۱۸ھ ابن واصل حموی متوفی ۶۹۷ھ ابن باقیا کاتب حلبی متوفی ۴۸۵ھ امیر محمد بن عبد اللہ بن احمد حرانی متوفی ۴۲۰ھ جمال الدین محمد بن مکرم انصاری متوفی ۷۱۱ھ قابل ذکر ہیں۔ لہ

(۱۶۹) صاحب جمہرۃ اشعار العرب

ابو زید محمد بن ابی الخطاب قرشی متوفی فی حدود ۱۷۰ھ کی تصنیف ہے مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

(۱۷۰) صاحب تعلیم التمعلم

تعارف ...... شیخ برہان الاسلام زرنوجی کی تصنیف ہے جو چھٹی صدی ہجری کے علما میں سے ہیں اور صاحب ہدایہ کے

لہ از مقالہ شفیق احمد ندوی، ابن خلکان، مفتاح السعادۃ، کشف الظنون تاریخ ادب عربی، مقدمہ الاغانی ۱۲۔

تلامذہ میں ہیں آپ کے علاوہ شیخ قوام الدین حماد بن ابراہیم بن اسماعیل الصفاء شیخ رکن الاسلام المعروف بالادیب المختار، شیخ سدید الدین شیرازی، شیخ فخر الاسلام المعروف بقاضی خاں، شیخ رضی الدین نیشاپوری صاحب "مکارم الاخلاق" شیخ شرف الدین العقیلی اور شیخ فخر الدین کاشانی وغیرہ سے بھی شرف تلمذ حاصل ہے۔

شعر واشعار...... فقیہ وقت ہونے کے ساتھ ساتھ شعر وشاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے آپ کے اکثر اشعار نصائح وپند سے متعلق ہیں تعلیم المتعلم میں ذکر کردہ چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

من شاء ان یحتوی آماله جملا. فلیتخذ لیله فی دو کها جملا

اقلل طعامك کی تحظی به ثمرا. ان شئت یا صاحبی ان تبلغ الکملا

دعی نفسك التکاسل والتوانی. والا ماثبتی فی ذا الهوان فلم ار للکسالی الحظ یعطی. سوی ندم و حرمان الامان

الفقه انفس شئی انت ذاخره. من یدرس العلم لم تدرس مفاخره

فاکسب لنفسك ما اصبحت تجهله. فادل العلم اقبال واخره

اذا تم عقل المرء قل کلامه وایقن بحمق المرء ان کان ممکثرا

تصانیف...... آپ کی کتاب "تعلیم المتعلم" تیرہ فصلوں پر مشتمل ہے جس میں پڑھنے سے متعلق ضروری باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب گو مختصر ہے مگر بہت مفید ہے مولانا عبدالحئی صاحب نے اس کے متعلق لکھا ہے

هو کتاب نفیس مفید مشتمل علی فصول قلیل الحجم کثیرا المنافع

یہ عمدہ اور مفید کتاب ہے جو چند فصلوں پر مشتمل ہے کم ضخامت والی اور بہت نفع والی ہے۔

شروح وحواشی کتاب تعلیم المتعلم...... (۱)۔ شرح تعلیم المتعلم۔ از شیخ ابراہیم بن اسماعیل۔ [۱]

(۱۷۱) صاحب منیۃ المصلی

شیخ سعید الدین محمد بن محمد بن علی کاشغری، آبائی وطن کاشغر تھا اس لئے نسبت میں کاشغری کہلاتے ہیں اپنے وقت کے بلند پایہ فقیہ تھے عرصہ تک مکہ معظمہ میں رہے اور علم تصوف حاصل کیا پھر یمن گئے اور وہاں تغر نامی ایک گاؤں میں مستقل اقامت پذیر ہو گئے۔

آپ کی تصنیفات میں "مجمع الغرائب ومنبع العجائب" چار جلدوں میں ہے اور منیۃ المصلی وغنیۃ المبتدی بعض مدارس میں داخل درس ہے جو صرف ابواب الصلوۃ پر مشتمل ہے شیخ ابراہیم حلبی نے "غنیۃ المستملی" کے نام سے اس کی بہت عمدہ شرح لکھی ہے جو کبیری کے نام سے مشہور ہے آپ نے ۱۳۰۵ء میں وفات پائی۔ [۲]

(۱۷۲) صاحب بلوغ المرام

حافظ ابن حجر عسقلانی کی تصنیف ہے جن کے حالات "نخبۃ الفکر" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۷۳) صاحب ریاض الصالحین

نام ونسب اور پیدائش...... محی الدین ابوزکریا یحیٰی بن شرف بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام النواوی، آپ ماہ محرم ۶۳۰ھ میں نولۃ مقام میں پیدا ہوئے جو ارض حوران میں اعمال دمشق کا ایک قصبہ ہے وفیہ یقول الشاعر

[۱] از فوائد بہیہ تعلیم المتعلم ۱۲۔ [۲] کتاب الاعلام ۱۲۔

لقيت خير ايانوی ووقيت من الم النوی. فلقد نشابك عالم

لله اخلص مانوی. و علا علاه وفضله فضل الحبوب علي النوی

اس لئے نسبت میں نواوی کہلاتے ہیں اتحاف میں سال ولادت ۸۱ھ ہے جو نا تخین کی تحریف ہے۔

تحصیل علوم...... ابتداء میں اپنے شہرہ میں رہ کر قرآن پاک حفظ کیا پھر ۶۴۹ء میں انیس برس کی عمر میں اپنے والد کے ساتھ مدرسہ رواحیہ دمشق میں آگئے اور وہاں کمال الدین اسحاق بن احمد جعفری رضی بن برہان زین الدین بن عبدالدائم عماد الدین بن عبدالکریم، زین الدین خلف بن یونس، تقی الدین بن ابی الیسر، جمال الدین بن الصیر نی سے علم حاصل کیا اور اپنے وقت کے بہت بڑے امام بنے، علامہ عبدالحئی صاحب لکھتے ہیں۔

وبرع فی العلوم وصار محققافي فنونه مذققافي عمله حافظا للحديث عارفا بانواعه

علوم میں بہت نمایاں، فنون میں محقق، عمل میں مدقق حافظ حدیث اور اس کے انواع سے باخبر تھے۔

حالات زندگی...... ۶۵۱ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کیلئے گئے اور مدینہ منورہ میں ڈیڑھ ماہ قیام کیا، وقت کے بہت پابند تھے اور کھانا صرف ایک مرتبہ عشاء کے بعد کھاتے تھے آپ نے زندگی بھر شادی نہیں کی آپ بہت ہی سریع التصنیف تھے کہا جاتا ہے کہ لکھتے لکھتے جب آپ کا ہاتھ تھک جاتا تب آپ قلم رکھتے اور یہ شعر پڑھتے تھے۔

لئن كان هذا الدمع يجری صبابة علي غير سعدی فهو دمع مضيع

آپ کی مجموعی تصانیف کا حساب لگایا گیا تو یومیہ دو کراسہ سے زائد کا اوسط پڑا۔

افضل الجهاد كلمة حق عند سلطان جائر...... علامہ جلال الدین سیوطی نے حسن المحاضرہ میں ذکر کیا ہے کہ جب شاہ ظاہر بیبرس نے ملک شام میں تاتاریوں سے جنگ کا ارادہ کیا تو اس نے علما سے اس بات کا فتوی طلب کیا کہ میں دشمن کے مقابلہ کیلئے رعیت سے مال لے سکتا ہوں چنانچہ تمام علما نے اس کی رائے کے مطابق فتوی دیدیا اس کے بعد ظاہر نے دریافت کیا کہ تمہارے علاوہ کوئی اور ایسا عالم ہے جس نے فتوی نہ دیا ہو، علما نے کہا ہاں! شیخ محی الدین نووی ہیں ظاہر نے آپ کو بلوا کر فتوی کی فرمائش کی تو آپ نے صاف انکار کر دیا کہ میں یہ فتوی نہیں دے سکتا، ظاہر نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کہ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ تو امیر بندوقدار کا غلام اور بالکل نادار تھا اللہ نے تجھے حاکم بنا دیا تو اب تیرے پاس سونے چاندی میں لدے ہوئے ایک ہزار غلام اور دو سو باندیاں ہیں سو جب تو کروفر کا یہ تمام مال صرف کر چکے تب رعیت سے مال لینے کا فتوی دے سکتا ہوں۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ سنکر ظاہر نہایت غضب ناک و برہم ہوا اور امام نووی سے کہا کہ تو میرے شہر یعنی دمشق سے نکل جا، آپ نے فرمایا "السمع والطاعة" چنانچہ آپ دمشق سے نوی آگئے علما نے ظاہر سے سفارش کر کے واپسی کی اجازت حاصل کی مگر آپ نے فرمایا کہ جب تک ظاہر دمشق میں موجود ہے میں وہاں قدم بھی نہ رکھوں گا اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی ظاہر کا انتقال ہو گیا۔

تصانیف...... آپ کی تصانیف میں شرح مسلم نہایت مشہور و مقبول کتاب ہے بلکہ علمی حلقوں میں آپ شارح مسلم ہی کی حیثیت سے مشہور ہیں اس کا نام "المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ہے نیز ریاض الصالحین کو بھی غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے اور بعض مدارس میں داخل درس ہے ان کے علاوہ دیگر تصنیفات یہ ہیں۔

(۳)۔ تہذیب الاسماء واللغات: اس میں آپ نے وہ تمام الفاظ جمع کر دیئے ہیں جو مختصر مزنی تہذیب وسیط تنبیہ، وجیز اور روضہ میں ہیں مزید براں مردوں، عورتوں، ملائکہ اور جن وغیرہ کے اسماء کا آپ نے اضافہ کیا ہے کتاب کے دو حصے ہیں ایک حصہ میں اسماء ہیں دوسرے میں لغات اسی لئے آپ کو تہذیب الاسماء واللغات کہا جاتا ہے۔ ۴۔ الروضہ، ۵۔ شرح

المهذب، ۶۔ کتاب الاذکار، ۷۔ کتاب المناسک، ۸۔ الاربعون، ۹۔ التبیان فی آداب حملۃ القرآن، ۱۰۔ الاشارات فی مبہمات الحدیث، ۱۱۔ التحریر فی الفاظ التنبیہ، ۱۲۔ الخلاصہ، ۱۳۔ الارشاد، ۱۴۔ التقریب فی اصول الحدیث، ۱۵۔ التیسیر مختصر الارشاد، ۱۶۔ تحفۃ الطالب، ۱۷۔ شرح التنبیہ، ۱۸۔ نکت علی الوسیط، ۱۹۔ شرح الوسیط، ۲۰۔ شرح البخاری کچھ حصہ، ۲۱۔ رؤس المسائل، ۲۲۔ رسالہ فی الاستقاء، ۲۳۔ رسالہ فی استحباب القیام لاہل الفضل، ۲۴۔ رسالہ فی قسمۃ الغنائم والاصول والضوابط، ۲۵۔ الاشارات علی الروضہ، ۲۶۔ شرح سنن ابوداؤد نا مکمل ہے۔

وفات...... جب آپ بیت المقدس کی زیارت کر کے واپس ہوئے تو اپنے والدین کی موجودگی میں شب چہار شنبہ ۲۴ رجب ۶۷۷ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن کئے گئے، جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا گیا۔

بشائر قلبی فی قدومی علیهم. ویا لسروری یوم سیری الیهم

وفی رحلتی یصفو مقامی و حبذا. مقام به حظ الرجال لدیهم

ولا زادلی الایقینی بانهم. لهم کرم یغنی الوفود علیهم

انتقال کے بعد آپ کے مرثیہ میں یہ اشعار پڑھے گئے۔

رای الناس منه زهد یحیی سمیه. وتقواه فیما کان یبدی و یخفیه

تحلی باوصاف النبی وصحبه. وتابعهم هدیا فمن ذا یدانیه

فطوبی له ما شافه طیب مطعم. ولا [illegible] لانت ورقت حواشیه

یسرا اذا ما سدوا الخصم حجته. وان ضل عن قصد الحجة یهدیه

قضی وله علم تجدد ذکره. وغیره فالدهر هبات یطویه

بکی فقده علم الحدیث واهله. راویه والکتب الصحاح وقاریه

ولاح علی وجه العلوم کآبته. تخبر ان العلم قدمات محییه[1]

(۱۷۴) صاحب تنویر الابصار

نام ونسب اور تحقیق نسبت...... شیخ الاسلام محمد بن عبداللہ بن احمد خطیب بن محمد خطیب بن ابراہیم خطیب التمرتاشی الغزی الحنفی تمرتاش بضم تا و میم وسکون راء خوارزم کا ایک گاؤں ہے (کذا فی الطحطاوی) غزی ملک شام میں ایک شہر ہے جس کو غزہ پر ہاشم کہتے ہیں قاموس میں ہے کہ غزی فلسطین میں ایک شہر ہے جہاں امام شافعی پیدا ہوئے تھے اور وہیں ہاشم بن مناف نے وفات پائی تھی۔

تحصیل علوم...... آپ نے پہلے اپنے شہر غزہ کے علماء کبار سے علوم کی تحصیل کی پھر قاہرہ جا کر شیخ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق اور امین الدین بن العال وغیرہ سے استفادہ کیا اور اپنے زمانہ کے محدث کبیر و فقیہ بے نظیر بنے شیخ عبدالنبی الخلیلی اور شیخ صالح محطی اشباہ و نظائر وغیرہ علماء نامدار نے آپ سے علم حاصل کیا۔

تصانیف...... آپ کی تصانیف میں سے تنویر الابصار فقہ میں نہایت مشہور متن ہے جس میں آپ نے غایت درجہ تحقیق و تدقیق کی داد دی ہے اور خود اس کی شرح بھی لکھی ہے جس کا نام منح الغفار ہے جس پر شیخ الاسلام خیر الدین رملی نے حواشی لکھے ہیں دوسری محققانہ تصانیف یہ ہیں، تحفۃ الاقران فقہ میں منظومہ ہے حاشیۃ الدرر الغرر، شرح کنز، شرح زاد الفقیر، شرح وقایہ، فتاویٰ دو جلدوں میں ہے شرح منار اصول فقہ میں شرح منظومہ ابن وہبان، معین المفتی علی جواب المستفتی، رسالہ کراہت فاتحہ خلف الامام، رسالۃ عصمت انبیاء رسالہ عشرہ مبشرہ وغیرہ۔

---

[1] از طبقات الشافعیہ، مقدمہ تدریب الراوی، الرسالۃ المستطرفہ، التعلیقات السنیہ، حسن المحاضرہ وغیرہ ۱۲۔

وفات...... آپ نے ۱۰۰۶ھ میں غزہ ہاشم میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ [1]

(۱۷۵) صاحب در مختار

شیخ محمد بن علی بن محمد بن علی بن عبد الرحمٰن بن محمد جمال الدین بن حسن بن زین العابدین حصکفی مولود ۱۰۲۵ھ آپ قلعہ حصن کیفاء جو دیار بکر میں دریائے دجلہ کے کنارے پر جزیرہ ابن عمر و اور میافارقین کے درمیان واقع ہے وہاں کے باشندے تھے اس لئے حصکفی کہلاتے ہیں۔

آپ اپنے دور کے مشہور محدث وفقیہ، جامع معقول و منقول، بلند پایہ ادیب بڑے فصیح و بلیغ تھے اور تقریر و تحریر ہر دو میں ملکہ رکھتے تھے۔ نحو و صرف اور فقہ وغیرہ میں بے نظیر اور احادیث و مرویات کے بڑے حافظ تھے آپ کے فضل و کمال کی شہادت آپ کے مشائخ اور ہم عصروں نے بھی دی ہے خصوصیت سے آپ کے شیخ خیر الدین رملی نے آپ کے کمال ورایت وروایت کی بڑی تعریف کی ہے۔

آپ نے بہت سی عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے فقہ کی کتاب "تنویر الابصار" مولفہ شمس الدین محمد بن عبد اللہ الغزی کی شرح "الدر المختار" بہت مشہور ہے اور مدارس عربیہ میں فتوی نویسی سیکھنے والوں کو پڑھا جاتی ہے راقم الحروف نے اس کا بارہا مطالعہ کیا ہے تعالیق الانوار از عبد المولی بن عبد اللہ الدمیاطی، حاشیہ در مختار از سید احمد طحطاوی رد المحتار، از علامہ شامی اس کے مشہور حواشی ہیں دیگر تصانیف حسب ذیل ہیں۔

(۲) شرح ملتقی الابحر فقہ میں ہے اور بہت عمدہ کتاب ہے راقم الحروف نے اس کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے (۳) شرح منار اصول فقہ میں (۴) شرح قطر علم نحو میں (۵) مختصر فتاوی صوفیہ (۶) حواشی تفسیر بیضاوی (۷) حاشیہ درمہ (۸) تعلیقات بخاری تیس اجزاء ہیں اس کے علاوہ آپ نے فتاوی ابن نجیم کو مرتب کیا ہے آپ نے ۶۳ سال کی عمر پا کر ۱۰ شوال ۱۰۸۸ھ میں وفات پائی اور باب صغیر کے مقبرہ میں دفن کئے گئے۔ [2]

(۱۷۶) صاحب مشارق الانوار

نام ونسب اور تحقیق نسبت...... شیخ رضی الدین ابو الفضائل حسن بن محمد بن حسن بن حیدر بن علی العدوی العمری الحنفی الصاغانی، صاغان جو ماوراء النہر میں شہر مرو کے پاس واقع ہے جس کا اصل نام چاغان ہے وہیں کے باشندے تھے اس لئے صغانی اور صاغانی کہلاتے ہیں۔

حالات زندگی...... حافظ ذہبی کے بیان کے مطابق آپ کی پیدائش لاہور شہر میں ۵۷۷ھ میں ہوئی اور غزنہ میں جاکر نشوونما پائی ابتداء میں والد محترم سے تعلیم حاصل کی فراغت کے بعد ۶۱۵ھ میں بغداد گئے وہاں تقریبا دو سال تک درس و تصنیف میں مشغول رہے پھر ۶۱۷ھ میں خلیفہ بغداد کی طرف سے سفیر مقرر ہو کر ہندوستان آئے اور یہاں کئی برس تک رہے پھر مکہ معظمہ حاضر ہوئے اور حج بیت اللہ سے مشرف ہو کر ادھر ہی سے یمن گئے پھر بغداد گئے اس کے بعد دوبارہ ہندوستان آئے اور تیسری مرتبہ پھر بغداد گئے اور آخر تک وہیں مقیم رہے۔

علمی مقام...... شیخ صغانی اسلامی ممالک میں بین الاقوامی شہرت کے مالک ہیں آپ تمام علوم میں تبحر بالخصوص فقہ و حدیث اور لغت میں اپنے زمانہ کے امام ہیں مولانا عبد الحئی صاحب لکھتے ہیں۔

[1] از حدائق حنفیہ و مقدمہ غایۃ الاوطار ۱۲ [2] ایضاً

كان فقيها محدثا لغويا ذامشاركة تامة في جميع العلوم

آپ فقیہ، محدث، لغوی تھے اور دیگر تمام علوم میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

علامہ سیوطی بغیۃ الوعاۃ میں تحریر فرماتے ہیں :

وهو حامل لواء اللغة في زمانه

ان کے دور میں لغت کا جھنڈا انہی کے ہاتھوں بلند تھا۔

امام ذہبی فرماتے ہیں : "وکان الیہ المنتھی فی اللغۃ" ان کے دور میں فن لغت کی انتہا ان ہی پر ہوئی تھی۔

حضرت نظام الدین اولیاء کا زمانہ صغانی کے قریب ہی قریب ہے بلکہ اگر لقاء ثابت نہ ہو تو معاصرت یقینی ہے حضرت نظام الدین اولیاء کے ملفوظات کو جو علاء الدین امیر حسن سنجری نے "فوائد الفواد" کے نام سے قلمبند کیا ہے اس میں شیخ صغانی کی بابت لکھا ہے کہ

دراں ایام در حضرت دهلی علما کبار بودند باهمو (صغانی) در علوم متساوی بود امادر علم حدیث ازهمه ممتاز و هیچ کس مقابل اونبود۔

ان دنوں دلی میں بڑے بڑے علما تھے اور علوم میں صغانی ان کے مساوی تھے لیکن علم حدیث میں صغانی کو سب پر امتیاز حاصل تھا اس علم میں ان کا مد مقابل کوئی دوسرا نہ تھا۔

اسی فوائد الفواد میں حضرت نظام الدین کا قول منقول ہے "اگر حدیثے براو مشکل شدے رسول علیہ الصلوۃ والسلام راد خواب دیدے و صحیح کردے۔

وفات...... بعد خلیفہ مستعصم باللہ شہر بغداد میں خدا کی یہ رحمت ۶۵۰ھ میں خزانہ رحمت کی طرف منتقل ہو گئی[1] اور وصیت کے مطابق آپ کو مکہ معظمہ میں دفن کیا گیا۔

تصنیفات و تالیفات...... آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں اور فقہ و حدیث اور لغت وغیرہ میں متعدد کتابیں آپ نے دنیائے اسلام کے سامنے پیش کی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) مشارق الانوار...... اس کا پورا نام "مشارق الانوار النبویہ من صحاح الاخبار المصطفویہ" ہے آپ کی یہ مشہور کتاب حدیثی انتخاب کا بہترین مجموعہ ہے جو عام اسلامی ممالک میں مدت تک زیر درس رہا، متن حدیث پڑھانے کیلئے اس سے اچھا مجموعہ مقطوع الاسانید حدیثوں کا شاید اب بھی پیش کرنا دشوار ہی ہے۔

جب آپ ہندوستان سے سفیر ہو کر بغداد گئے اس وقت مستنصر باللہ عباسی خلیفہ کا عہد تھا اسی کے حکم کے بموجب آپ نے حدیثوں کا یہ مجموعہ مرتب کیا ہے جو صحیحین کی دو ہزار دو سو چھیالیس احادیث کا نہایت عمدہ انتخاب ہے جس کو حق تعالیٰ نے غیر معمولی حسن قبول عطا فرمایا ہے کہتے ہیں کہ خود خلیفہ مذکور نے یہ کتاب شیخ سے پڑھی ہے۔

(۲) کتاب العباب...... یہ لغت کی بہترین کتاب ہے مگر افسوس کہ پوری نہیں ہو سکی اور میم تک پہنچتے پہنچتے ممات ہو گئی حتی قیل فیہ

ان الصغاني الذي حاز العلوم والحكم كان قصارى امره ان انتهى الى بكم

علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے ابن سیدہ کی "المحکم" اور صغانی کی "العباب" دونوں کو ملا کر ساٹھ جلدوں میں لغت لکھی تھی اسی کا خلاصہ قاموس ہے حافظ سیوطی فرماتے ہیں کہ "عربی زبان کے اس ہندی لغوی (صغانی) کے بعد جس نے جہاں کہیں بھی عربی لغت پر جو کچھ بھی لکھا ہے وہ ایک لحاظ سے صغانی ہی کا زلہ ربا ہے انہی کی محنت و تلاش تجر و اجتہاد کا مرہون منت ہے صغانی کی دیگر تصنیفات یہ ہیں۔ ۳۔ مصباح الدجی من احادیث المصطفی، ۴۔ الشمس المنیرہ من الصحاح

---

[1] قال الدمیاطی وکان شیخا صالحا صدوقا صموتا اماما فی اللغۃ والفقہ والحدیث قرأت علیہ وحضرت دفنہ بداره بالحریم الطاہری ثم نقل الی مکۃ ودفن بہا وکان اوصی بذلک وجعل لمن یحملہ ویدفنہ بمکۃ خمسین دینارا۔ وقال وکان یحکم بموتہ فی وقتہ فکان کذلک وقال الدمیاطی ایضا وکان عندہ حساب یحسب بہ موتہ فکان یقول انا اموت فی سنۃ کذا فمات فیہا فجأۃ ۱۲

الماثورہ، ۵۔ درۃ السحابہ فی دفیات الصحابہ، ۶۔ شرح بخاری، ۷۔ مجمع البحرین لغت کی نہایت ضخیم کتاب ہے چودہ جلدوں میں تمام لغات عرب پر حاوی ہے، ۸۔ کتاب الشواذ یہ بھی لغت میں ہے، ۹۔ کتاب الافعال، ۱۰۔ کتاب العروض، ۱۱۔ کتاب النوادر فی اللغۃ والتراکیب، ۱۲۔ زبدۃ المناسک، ۱۳۔ کتاب الفرائض، ۱۴۔ درجات العلم والعلماء، ۱۵۔ کتاب اسماء الفقارہ، ۱۶۔ کتاب اسماء الاسد، ۱۷۔ کتاب اسماء الذئب، ۱۸۔ بغیۃ الصدیان، ۱۹۔ شرح ابیات المفصل، ۲۰۔ تکملۃ الصحاح اس میں صحاح جوہری کے اغلاط کی تصحیح کی ہے۔

ان کے علاوہ آپ نے احادیث موضوعہ میں دو رسالے بھی لکھے مگر ان میں تشدد اختیار کیا ہے اور موضوع احادیث کے ساتھ غیر موضوع احادیث کو بھی ذکر کر ڈالا ہے اسی لئے آپ ابن الجوزی اور صاحب سفر السعادہ جیسے متشددین میں شمار ہوتے ہیں، مولانا عبدالحئ صاحب نے اس قسم کے متشددین محدثین کا تذکرہ اپنے رسالہ "الاجوبۃ الفاضلۃ للاسولۃ العشر والکاملہ" میں کیا ہے۔

حافظ سخاوی نے فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث میں ذکر کیا ہے کہ علامہ صاغانی نے اپنے ان رسالوں میں "الشہاب القضاعی" "النجم" "لاقلیشی اور اربعین ابن ودعان" "الوصیۃ" "لعلی ابن ابی طالب خطبۃ الوداع احادیث ابی الدنیا الاشج اور نسطور و نعیم بن سالم، دینار و سمعان وغیرہ سے احادیث ذکر کی ہیں وفیہا الکثیر ایضا من الصحیح والحسن ومافیہ ضعف یسیر۔ [1]

(۱۷۷) صاحب نظرات وعبرات

نام و نسب اور پیدائش ...... سید مصطفےٰ لطفی بن محمد لطفی بن محمد حسن لطفی منفلوطی، صوبہ اسیوط کے شہر منفلوط میں ۱۲۹۳ھ مطابق ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے اور اپنے شریف گھرانہ میں پرورش پائی جو دینی عظمت اور فقہی میراث کا مالک تھا ان کے گھرانہ میں تقریباً دو سو سال تک شرعی قضا کا عہدہ اور صوفیہ کی گدی ورثتہ چلی آرہی تھی۔

تحصیل علوم ...... اپنے آبائی دستور کے مطابق منفلوطی کی بھی تعلیم و تربیت ہوتی رہی چنانچہ اس نے مدرسہ میں قرآن مجید حفظ کیا، جامعہ ازہر میں تعلیم حاصل کی اور باوجودیکہ ان کا دل مائل بتقویٰ تھا اور آبائی سلسلہ بھی متقاضی تھا کہ وہ دینی تعلیم میں دلچسپی لیں لیکن ان کی توجہ صرف لسانیات وادبیات ہی پر مرکوز رہنے لگی وہ اشعار یاد کرتے، نادر کلام ضبط کرتے، اشعار نظم کرتے اور مضامین لکھتے تھے، ازہریوں میں ان کی ذہانت اور ان کے حسن اسلوب نگارش کی شہرت ہونے لگی تو مفتی محمد عبدہ نے انہیں اپنا مقرب بنالیا، انہیں ادب وزندگی کے بلند مقصد اور اس تک پہنچنے کیلئے بہترین راستہ سے باخبر کیا، مفتی محمد عبدہ کے قرب سے منفلوطی نے سعد باشا زغلول سے راہ ورسم پیدا کرلی اور ان دونوں عظیم شخصیتوں کے قرب نے اسے رسالہ "المؤید" کے مالک کی نظر میں بلند مرتبہ بنادیا یہی سب سے بڑی وہ تین قوتیں ہیں جنہوں نے منفلوطی کی فطری صلاحیت اور اس کے والد کی تربیت کے بعد اسے کامیاب ادیب بنانے میں نمایاں حصہ لیا۔

قید و بند اور ابتلاء مصائب ...... ازہر کی طالب علمی کے زمانہ میں ان پر الزام لگایا گیا کہ اس نے ایک ہفتہ وار رسالہ میں خدیو عباس حلمی ثانی کی ہجو میں قصیدہ کہہ کر شائع کرایا ہے چنانچہ اس الزام میں اس کو قید کی سزا دی گئی اور اس نے جیل میں اپنی سزا کی مدت پوری کی اور جب مفتی محمد عبدہ کا انتقال ہوگیا تو ان سے امید اور ان پر اعتماد کی وجہ سے منفلوطی کو بہت صدمہ ہوا اور وہ ناامید ہوکر اپنے وطن واپس آگیا۔

تصیبہ وری اور قسمت کی یاوری ...... ایک مدت کے بعد اس کی مردہ امیدوں میں جان آئی تو وہ رسالہ "المؤید" کے ذریعہ اپنی کامیابی کے ذرائع تلاش کرنے لگا اور جب وزارت تعلیم سعد باشا کو ملی تو انہوں نے اپنی وزارت میں منفلوطی کو عربی

---

[1] از فوائد بہیہ، حدائق حنفیہ بغیۃ الوعاہ نظام تعلیم ۱۲

کا انشاء پرداز مقرر کرلیا، پھر جب سعد باشا وزارت قانون میں منتقل ہوئے تو وہ اپنے ساتھ منفلوطی کو بھی لے گئے اور اسی قسم کا عہدہ وہاں دیدیا پھر حکومت سعد باشا کی مخالف پارٹی کے ہاتھ میں چلی گئی تو یہ بھی وہاں سے چلے گئے پھر جب پارلیمنٹ قائم ہوئی تو انہیں سعد باشا نے وہاں انشاء پردازی سے متعلق ایک عہدہ پر مقرر کردیا جس پر آپ تادم حیات قائم رہے۔

حلیہ اور اخلاق و عادات ...... منفلوطی نہایت سڈول اور متناسب بدن، خوش مذاق و خوش وضع، لطیف الفکر اور عمدہ اسلوب والے تھے ان کے قول و فعل سے نہ عبقریت کی جھلک نظر آتی تھی اور نہ غباوت و کج فہمی کی وہ بات کو صحیح طور پر سمجھ لیتے تھے مگر ذرا دیر کے بعد ان کی فکر لغزشوں سے پاک رہتی تھی مگر اس کیلئے انہیں کچھ کوشش کرنی پڑتی تھی وہ دقیق الحس تھے لیکن قدرے سکون کے ساتھ وہ بڑی احتیاط سے لب کشائی کرتے تھے اور یہ خصائل جس میں بھی ہوں لوگ اسے غبی اور جاہل سمجھیں گے یہی وجہ ہے کہ وہ مجلسوں سے کنارہ کش بحث و جدال سے گریزاں رہتے اور تقریر کرنے کو ناپسند کرتے تھے ان خصائل کے ساتھ وہ رقیق القلب، صاف دل، پاک نفس، نیک طینت، صحیح العقیدہ اور فیاض طبع تھے اور اپنی تمام صلاحیتوں کو خاندان و وطن اور انسانیت پر نثار کرنے والے تھے۔

اسلوب نگارش ...... منفلوطی فطرتاً ادیب پیدا ہوئے تھے، ان کے ادب میں آمد آورد سے بہت زیادہ ہے اس لئے کہ تکلف سے نہ کوئی نیا ادب پیدا ہوا ہے نہ کوئی مستقل اسلوب، ان کے زمانہ تک فنی نثر قاضی کے ادب کی ایک بگڑی ہوئی شکل یا ابن خلدون کے فن کا ایک بقیہ ڈھانچہ تھی لیکن آپ اس کے اسلوب کو ان دونوں میں سے کسی کا چربہ نہیں کہہ سکتے، اپنے زمانہ میں منفلوطی کا اسلوب بالکل ایسا ہی تھا جیسے ابن خلدون کا اسلوب اپنے زمانہ میں بالکل انوکھا جسے بغیر کسی نمونے کے کسی زوردار طبیعت نے ایجاد کرلیا ہو۔

افسانہ نگاری ...... منفلوطی سب سے پہلا افسانہ نویس ہے اور اس نے اس فن کو اس حد تک عمدہ اور کامل بنادیا جس کی توقع اس جیسے ماحول میں پیدا ہونے والے اور اس کے دور کے لکھنے والوں سے نہیں کی جاسکتی تھی منفلوطی کے ادب کے پھیلنے کا راز یہ ہے کہ وہ اس زمانہ میں رونما ہوا جب خالص ادب پر جمود و اضمحلال طاری تھا اور اس عالم میں اچانک لوگوں کو اس کے یہ دلچسپ افسانے نظر آئے جو پاکیزگی اسلوب، شیریں بیانی اور حسن الفاظ کے ساتھ نہایت عمدگی سے درد و غم کی مصوری اور نہایت دلکش اسلوب سے معاشرہ کے عیوب کی نشاندہی کررہے تھے۔

ادبی خامی اور کوتاہی ...... منفلوطی کے ادب میں دو ایسی خامیاں ہیں جن کی وجہ سے اسے دوام نہیں ہوسکا ایک لفظی کمزوری دوم معنوی تنگی، لفظی کمزوری کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اپنی زبان کا وسیع علم اور اس کے ادب پر گہری نظر حاصل نہ تھی یہی وجہ ہے کہ آپ اس کے بیان اور تعبیر افکار میں غلطی، زائد الفاظ کی بھرمار اور الفاظ کا بے محل استعمال پائیں گے معنوی تنگی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے نہ تو علوم شرقیہ کو بکمال حاصل کیا تھا اور نہ وہ مغربی علوم سے براہ راست واقفیت رکھتے تھے یہی سبب ہے کہ آپ ان کی فکر میں سطحیت، سادگی، محدودیت اور ادھورا پن پائیں گے مختصر یہ کہ نثر میں منفلوطی کو وہی مقام حاصل ہے جو بارودی کو شاعری میں حاصل تھا دونوں نے اپنی اپنی جگہ احیاء و تجدید ادب کا فریضہ انجام دیا اپنے لئے ایک معین اور واضح اسلوب اختیار کیا اور ادبی اسلوب کو ایک منجمد حالت سے دوسری بہتر حالت میں منتقل کردیا۔

وفات ...... منفلوطی نے ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء میں وفات پائی، وفات کے وقت ان کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی۔

تصانیف و تراجم ...... (۱) النظرات تین جلدوں پر مشتمل ہے جس میں اس کے وہ تمام مضامین جمع کردیئے گئے جو رسالہ "المؤید" میں شائع ہوتے رہے ان میں کچھ تو تنقیدی ہیں کچھ اجتماعیات اور وصف سے متعلق ہیں اور کچھ کہانیاں ہیں۔ (۲) العبرات اس میں اس کے طبع زاد یا ماخوذ افسانے ہیں (۳) مختار المنفلوطی یہ قدیم شاعروں اور ادیبوں کے اشعار و مضامین کا انتخاب ہے۔

اس کے بعض دوستوں نے فرانسیسی زبان سے اس کیلئے الفونس کاء کی تصنیف "میڈولین" (زیر فون درختوں کے

سایہ تلے) برناڈی سان بیر کی تصنیف بول دور جینی (فضیلت) اڈمون رستان کی تصنیف "سیرانو برگراک" (شاعر) کے ترجمے کئے جنہیں اس نے آزادانہ اپنے الفاظ میں منتقل کر دیا اور اس طرح اس نے عربی ادب کے سرمایہ میں گرانقدر دولت کا اضافہ کیا جس نے جدید افسانہ نگاری کو بڑی قوت بخشی اور قابل اقتدار نمونہ فراہم کیا۔ [1]

(۱۷۸) صاحب تیسیر

نام و نسب اور پیدائش...... شیخ ابو عمرو عثمان بن سعید بن عثمان بن سعید بن عمر الدانی مقام دانیہ کے باشندے تھے اس لئے نسبت میں دانی کہلاتے ہیں سنہ پیدائش ۳۷۱ھ ہے آپ فن قرات کے امام حدیث طرق حدیث اور اسماء رجال کے ماہر، عمدہ خطاط، جید الحفظ، ذکی و ذہین، متقی و پرہیزگار اور مستجاب الدعوات تھے۔

حالات علوم و حالات زندگی...... ۳۸۶ھ میں علم کی تحصیل شروع کی ۳۹۷ھ میں مشرق کی طرف گئے اسی سال شوال میں مصر گئے اور یہاں ایک سال قیام کیا پھر حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے اور ماہ ذیقعدہ ۳۹۹ھ میں اندلس آئے پھر ۴۰۳ھ میں سرحد کی طرف نکلے اور سرقسطہ میں سات سال قیام کیا وہاں سے قرطبہ گئے اور ۴۱۷ھ میں قرطبہ سے اپنے وطن دانیہ میں آئے اور آخر تک یہیں قیام پذیر رہے صاحب مفتاح السعادۃ نے آپ کا تعارف بایں الفاظ کرایا ہے۔

كان احد الائمة في علم القرآن درواياته و تفسيره و معانيه وطرقه و اعرابه.

آپ علم قرآن اس کی روایت تفسیر اس کے معانی طرق اور اعراب کے امام تھے۔

قوت حافظہ...... آپ فرماتے تھے کہ میں نے جو چیز دیکھی اسے لکھ لیا اور جو لکھا اسے حفظ کر لیا اور جو کچھ حفظ کیا اسے کبھی نہیں بھولا۔

تصانیف...... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں "التیسیر" فن قرأت سبعہ میں بہت مشہور اور عربی مدارس میں داخل درس ہے دیگر تصنیفات یہ ہیں جامع البیان، الاقتصاد، المقنع، یہ رسم مصحف پر ہے المحکم یہ نقط پر ہے المحتوی یہ طبقات القراء پر ہے الفتن والملاحم شرح قصیدہ خاقانی وغیرہ۔

وفات...... آپ نے تقریباً تہتر سال کی عمر پا کر بروز دوشنبہ ۱۵ شوال ۴۴۴ھ میں وفات پائی۔ [2]

(۱۷۹) صاحب رسالہ حمیدیہ

حسین بن محمد بن مصطفیٰ الجسر ۱۲۶۱ھ میں طرابلس میں پیدا ہوئے اور وہیں نشو و نما پائی ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی پھر مصر آئے اور ۱۲۷۹ھ میں جامعہ ازہر میں داخل ہوئے اور ۱۲۸۴ھ تک رہے اور عالم جید ہو کر طرابلس واپس ہوئے کہا جاتا ہے کہ جسر کا خاندان مصری الاصل تھا ۱۰۷۱ء کے لگ بھگ ان کے اسلاف ومیاط سے نکال دیئے گئے تھے اب وہ مختلف مقامات میں جا کر آباد ہو گئے۔

آپ فقہ و ادب کے بہترین عالم تھے اور مفید کتابیں بھی تالیف کیں جن میں "الرسالۃ الحمیدیہ فی حقیقۃ الدیانۃ الاسلامیہ" بہت مشہور و معروف اور مقبول کتاب ہے اس میں آپ نے شریعت اسلام کے عقائد و رموز و اسرار اچھوتے انداز میں بیان کئے ہیں اور اس میں فلسفہ جدید کی روشنی میں بہت سے حقائق کا انکشاف کیا ہے کتاب کی عمدگی کی بناء پر بعض مدارس عربیہ میں شامل نصاب کر لی گئی ہے اس کے علاوہ آپ نے الحصول الحمیدیہ فی العقائد الاسلامیہ نزھتہ الفکر اشارات الطاعۃ فی حکم صلوۃ الجماعۃ ریاض طرابلس الشام ۱۰ جلدوں میں، الکوکب الدریہ فی الفنون الادبیہ اور

[1] از کتاب الاعلام، تاریخ ادب عربی ۱۲۔ [2] از مفتاح السعادۃ، مقدمہ عنایات رحمانی ۱۲

" طرابلس " کے نام سے ایک اخبار بھی نکالا تھا آپ نے طرابلس ہی میں ۱۳۲۷ھ میں وفات پائی۔

(۱۸۰) صاحب شرح عقائد جلالی

یہ عقائد عضدیہ کی شرح جلال الدین دوانی کی ہے جن کے حالات "صاحب ملا جلال" کے ذیل میں گزر چکے۔

(۱۸۱) صاحب تدریب الراوی

(۱۸۲) صاحب شرح نقایہ

شیخ نور الدین علی بن سلطان بن محمد المشہور بالقاری الہروی ہرات میں قارہ نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوئے اور طلب علم کیلئے ہرات سے مکہ معظمہ حاضر ہو کر محقق وقت شیخ احمد بن حجر ہیتمی مکی، علامہ ابو الحسن بکری، شیخ عبد اللہ سندی، شیخ قطب الدین مکی وغیرہ سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی اور تفسیر حدیث، فقہ، کلام، منطق، فلسفہ غرض ہر فن میں مہارت حاصل کر کے اپنے وقت کے لام بنے بالخصوص تحقیق و تدقیق میں آپ کا بہت اونچا مقام ہے مولانا عبد الحیٔ صاحب لکھتے ہیں۔

احد صدور العلم فرد عصره الباهر السمت في التحقيق

روساء علم میں سے ایک اپنے دور کے ایک اور تحقیق و تنقیح میں بڑے نمایاں تھے۔

آپ بڑے کثیر التصانیف ہیں اور بے شمار کتابیں لکھی ہیں اور ایسی عمدہ اور مفید مجموعہ نفائس و فرائد کہ ان کی وجہ سے آپ کو بیسویں صدی کا مجدد کہا جاتا ہے مولانا عبد الحیٔ صاحب لکھتے ہیں:

و کلها مفیدة بلغت الی مرتبة المجددیة علی راس الف

آپ کی سب تصانیف مفید ہیں اور آپ کو دسویں صدی کے مجدد ہونے کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔

آپ کی تصنیفات میں شرح نقایہ کتب فقہ میں نہایت اہم درجہ رکھتی ہے اور بعض مدارس عربیہ میں داخل درس ہے اس کا اصلی نام "فتح باب العنایۃ فی شرح النقایہ" ہے حضرت شاہ صاحب کشمیری فرمایا کرتے تھے کہ "یہ کتاب ان لوگوں کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ فقہ حنفی کے مسائل احادیث صحیحہ سے مبرہن نہیں ہیں اس میں آپ نے تمام مسائل پر محدثانہ کلام کیا ہے نیز مرقاۃ شرح مشکوۃ بھی آپ کی معرکہ آراء تصنیف ہے بحمد اللہ اب تو بمبئی اور ملتان دو جگہ سے شائع ہو چکی ہے ورنہ کچھ دن پہلے اس کے نسخے چھ چھ سو روپیہ میں بھی دستیاب نہیں ہو سکے، دیگر تصانیف یہ ہیں۔

۳۔نور القاری شرح صحیح البخاری، ۴.شرح صحیح مسلم، ۵.جمالین حاشیه جلالین، ۶.شرح شفاء قاضی عیاض، ۷.جمیع الوسائل شرح الشمائل، ۸.شرح جامع الصیغر فی حدیث البشیر النذیر لسیوطی، ۹.شرح حصن حصین، ۱۰.شرح اربعین نووی، ۱۱.شرح الجزریه، ۱۲.شرح الخنیه، ۱۳.شرح فقه اکبر، ۱۴.شرح الشاطبیه، ۱۵.شرح ثلاثیات البخاری، ۱۶.شرح موطا امام محمد، ۱۷.سند الانام شرح مسند الامام، ۱۸.شرح مناسك حج، ۱۹.الاثمار الجینه فی اسماء الحنفیه، ۲۰.نزهته الخاطر الفاتر فی مناقب شیخ عبدالقادر، ۲۱.تزیین العبارة فی تحسین الاشارة، ۲۲.التدهین للتزئین یه دونوں رسالے تشهد میں انگلی اٹھانے کے سلسله میں هیں، ۲۳.الحظ الاوفر فی الحج الاکبر، ۲۴.الناموس فی تلخیص القاموس، ۲۵.تذکرة الموضوعات، ۲۶.الابتداء فی الاقتداء، ۲۷.فرائد القلائد فی تخریج احادیث شرح

العقائد، ۲۸ .الصنوع فی معرفۃ الموضوع، ۲۹ .کشف الخنر عن المر الخضر، ۳۰ .ضوء المعالی شرح بدر الامالی، ۳۱ .معدن العد نی فی فضائل اویس القرنی، ۳۲ . الاحادیث القدسیہ والکلمات الانسیہ، ۳۳ .تبعید العلماء عن تقریب الامراء، ۳۴ .الحزب الاعظم، ۳۵ .حاشیہ مواہب اللدنیہ، ۳۶ .بھجۃ الانسان فی منحۃ الحیوان، ۳۷ .شرح عین العلم، ۳۸ .اربعین فی النکاح، ۳۹ .اربعین فی فضائل القرآن، ۴۰ .اعراب القاری، ۴۱ .رسالۃ فی صلوۃ الجنازۃ فی المسجد، ۴۲ .مشرب الوردی فی مذھب الھدی، ۴۳ .رسالہ فی والدی المصطفی، ۴۴ .رسالہ فی حکم سب الشیخین وغیر ھمامن الصحابہ، ۴۵ .رسالہ فی ترکیب لا الہ الا اللہ، ۴۶ .رسالہ فی قراۃ البسملۃ اول سورۃ البرارۃ.

آپ نے مکہ معظمہ میں ماہ شوال ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔ [1]

(۱۸۳) صاحب اسباق النحو

نام ونسب اور پیدائش...... مولانا حمید الدین بن مولوی عبد الکریم فراہی ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں "پھریہا" میں ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے جو آپ کا پدری وطن ہے اسی پھریہا کو عربی شکل دے کر مولانا اپنے نام کے ساتھ کبھی کبھی فراہی لکھا کرتے تھے آپ کا خاندان ضلع کے معزز خاندانوں میں سے شمار ہوا ہے آپ مولانا شبلی مرحوم کے ماموں زاد بھائی تھے۔

تحصیل علم...... سب سے پہلے آپ نے قرآن پاک حفظ کیا پھر فارسی کی ابتدائی کتابیں اسی ضلع کے ایک دیہات چتارا کے باشندہ مولوی مہدی حسین صاحب سے پڑھیں فارسی زبان اور فارسی ادب کا ذوق ان میں بچپن ہی سے نمایاں تھا اس لئے فارسی زبان میں بہت جلد اس قدر ترقی کی کہ شعر کہنے لگے عربی زبان کی تحصیل زیادہ تر مولانا شبلی مرحوم سے کی اور مولانا شبلی سے کسب فیض کرنے کے بعد کچھ مدت تک مولانا عبد الحئی لکھنوی کے حلقہ درس میں شرکت کی پھر لاہور کا سفر کیا اور یہاں مشہور ادیب مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اورینٹل کالج لاہور میں پروفیسر تھے ان کی شاگردی سے آپ نے پورا فائدہ اٹھایا عربی زبان اور دینی علوم کی تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد کم وبیش بیس سال کی عمر میں انگریزی زبان کی تحصیل کیلئے علی گڑھ کالج میں داخل ہوئے اور یہاں انگریزی اور دوسرے علوم کے ساتھ ساتھ خاص توجہ سے فلسفہ جدیدہ کی تحصیل کی اور اس میں امتیاز حاصل کیا۔

درس وتدریس...... سب سے پہلے ۱۸۹۷ء میں مدرسۃ الاسلام کراچی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے جہاں آپ نے کئی سال بسر کئے اس کے بعد ۱۹۰۶ء میں علی گڑھ میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے اور یہاں دو سالہ قیام کے بعد ۱۹۰۸ء الہ آباد یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے ۱۹۱۰ء میں اعظم گڑھ کے سرائے میر نامی مقام میں آبادی سے باہر ایک باغ میں مدرسۃ الاصلاح کی بنیاد رکھی ۱۹۱۴ء کے اوائل میں آپ الہ آباد سے حیدر آباد آئے اور یہاں دار العلوم حیدر آباد کے صدر پرنسپل بنائے گئے۔

وفات...... آپ ابتداء سے ورزش کے عادی تھے جس کا اثر آپ کی صحت پر بہت نمایاں تھا لیکن آپ کو کبھی کبھی پیشاب کے رک جانے کی شکایت تھی یہ تکلیف آپ کو کئی بار ہوئی اور آخری مرتبہ آپریشن کرانا پڑا جو ناکام رہا اور ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۱ نومبر ۱۹۳۰ء کو انتقال فرما گئے اور متھرا میں (جہاں آپریشن ہوا تھا) غریبوں کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

تصنیفات وتالیفات...... تفسیر نظام القرآن، مفردات القرآن، الامعان فی اقسام القرآن، الرای الصحیح فیمن ھو الذبیح، جمھرہ البلاغۃ، اصول التاویل، القائد الی عیون العقائد، حجج القرآن، کتاب الرسوخ فی معرفۃ الناسخ و

[1] از خلاصۃ الاثر، التعلیقات السنیہ، حدائق حنفیہ، مقدمہ انوار الباری ۱۲

المنسوخ، الرائع فی اصول الشرائع، الاکلیل فی شرح الانجیل، اسباق النحو وغیرہ۔

(۱۸۴) صاحب اصول بزودی

نام و نسب...... شیخ فخر الاسلام ابوالحسن وابوالعسر علی بن محمد بن حسین بن عبدالکریم بن موسی بن مجاہد البزدوی الحنفی قلعہ بزدہ جو نسف سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے اس کی طرف منسوب ہو کر بزدوی کہلاتے ہیں۔

علامہ کفوی نے آپ کے اور آپ کے بھتیجے احمد بن ابی الیسر کے اور عبدالکریم بن موسی کے تراجم کے ذیل میں عبدالکریم کو آپ کا دادا مانا ہے مگر صحیح یہ ہے کہ یہ آپ کے پردادا ہیں چنانچہ علامہ سمعانی نے کتاب الانساب میں حافظ ذہبی نے سیر النبلاء میں اور ملا علی قاری نے طبقات میں یہی ذکر کیا ہے۔

عام حالات زندگی...... آپ ۴۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور فروع و اصول فقہ و حدیث مناظرہ و کلام وغیرہ تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کر کے مرجع خلائق بنے مولانا عبدالحئی صاحب نے آپ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے، "الامام الکبیر الجامع بین اشتات العلوم امام الدنیا فی الفروع والاصول" آپ حفظ مذاہب میں ضرب المثل تھے آپ نے ایک عرصہ تک سمرقند میں درس و تدریس اور قضاء کے فرائض انجام دیئے ہیں صاحب حدائق نے نقل کیا ہے کہ آپ کے زمانہ میں ایک شافعی المذہب متجر عالم آئے جن کے تجر کا یہ عالم تھا کہ وہ جس سے بھی مناظرہ کرتے اسی پر غالب آجاتے یہاں تک کہ اس نے بہت سے احناف کو شافعی بنالیا یہ صورت حال دیکھ کر لوگوں نے آپ سے درخواست کی کہ وہ ان کی طرف توجہ کریں ورنہ ہم سب لوگ شافعی ہو جائیں گے آپ چونکہ گوشہ نشین آدمی تھے اس لئے آپ نے اولا انکار کیا لیکن جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو آپ خود اس عالم کے پاس تشریف لے گئے عالم مذکور نے امام شافعی کے فضائل و مناقب بیان کرنا شروع کئے اور کہا کہ ہمارے امام کا حافظہ اس قدر تھا کہ ایک ماہ میں قرآن حفظ کیا اور ہر روز ایک ختم کرتے تھے نیز رات کو تراویح میں پورا قرآن پڑھا کرتے تھے آپ نے فرمایا کہ قرآن پاک بتمامہ کمال ہے اور اس کو یاد کر لینا اہل علم کیلئے سہل مناسب ہے، تم سرکاری دفتر کا حساب و کتاب لاؤ اور دو سال کے آمد و خرچ کی سب تفصیل پڑھ کر مجھے سناؤ لوگوں نے ایسا ہی کیا آپ نے دفتر مذکور کو شاہی مہر لگوا کر ایک مقفل مکان میں محفوظ کرا دیا اور حج کیلئے تشریف لے گئے چھ ماہ بعد واپس ہوئے اور ایک عام جلسہ میں دفتر مذکور منگوا کر شافعی علم کے ہاتھ میں دیا اور دو سال کا حساب زبانی بلا کسی تغیر و تبدل کے سنا دیا، آپ کا یہ غیر معمولی حافظہ دیکھ کر وہ شافعی عالم شرم سے پانی پانی ہو گیا اور دوسرے حاضرین مجلس میں بھی حیرت زدہ رہ گئے۔

تصانیف...... آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں سے اصول فقہ میں آپ کی کتاب جو "اصول بزودی" کے نام سے مشہور ہے بعض مدارس عربیہ میں پڑھائی جاتی ہے موصوف کی یہ کتابیں ایک ایسا متن ہے جس کی عبارتوں کا سمجھنا گویا لوہے کے چنے چبانا ہے لیکن اگر اس لوہے کے چبانے کی قدرت کسی میں پیدا ہو گئی تو پھر اس کیلئے واقعی جو چبانے کی چیزیں ہیں وہ کچھ بھی باقی نہیں رہتیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کیلئے تو فخر الاسلام نے یہ کتاب لکھی لیکن واقعی اصول فقہ کے مسائل کے سمجھنے اور ان پر حاوی ہونے کیلئے شاید ان ہی کے مشورے سے نہایت سلیس صاف اور واضح عبارت میں ان کے حقیقی بھائی جن کا نام محمد تھا اس فن میں اور اس کے علاوہ دوسرے فنون میں ایسی کتابیں لکھیں کہ ایک طرف لوگوں نے فخر الاسلام کو ابوالعسر (مشکل عبارتوں کا باپ) کہا تو دوسری طرف ان کے بھائی کا نام ابوالیسر (آسانی و سہولت کا باپ) رکھ دیا مفتاح السعادۃ میں طاش کبری زادہ نے لکھا ہے۔

وللامام فخر الاسلام البزودی اخ مشہور بابی الیسر لیسر تصنیفاتہ کما ان فخر الاسلام مشہور بابی العسر لعسر تصنیفاتہ۔

امام فخر الاسلام بزدوی کے ایک بھائی ہیں جو ابوالیسر سے مشہور ہیں ان کی تصنیفات کی سہولت و آسانی کی وجہ سے جیسے فخر الاسلام ابوالعسر سے مشہور ہیں ان کی تصنیفات کی دشواری کی وجہ سے۔

بزدوی کے متن کی کیفیت، بحر العلوم مولانا عبدالعلی شرح مسلم الثبوت کے دیباچہ میں ظاہر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وتلك العبارات كانها صخر مركوزة فيها الجواهر واراق مستورة فيها الرمواهر تحيرت اصحاب الاذهان الثاقبه في اخذ معانيها وقنع الغائصون في بجارها بالصداف عن لا ليها دلا استحی من الحق واقول قول الصدق ان جل كلامه العظيم لاقدر على حله الامن نال فضله تعالى الجسيم واقى بالله وله قلب سليم.

اور یہ عبارتیں گویا چٹانیں ہیں جن میں جواہر جڑے ہوئے ہیں یا پتے ہیں جن میں شگوفے چھپے ہوئے ہیں روشن ذہن وذکاوت والے ان کے معانی حاصل کرنے میں متحیر ہیں اور ان عبارتوں کے سمندروں میں غوطہ لگانے والے بجائے موتیوں کے سیپوں پر قناعت کر رہے ہیں میں حق کے اظہار میں شرماتا نہیں اور سچی بات کہتا ہوں کہ ان کی باتیں جو عظیم ہیں۔ ان کو وہی حاصل کر سکتا ہے جس نے خدا کے فضل عظیم سے حصہ پایا ہو اور خدا کے پاس سے قلب سلیم لے کر دنیا میں آیا ہو۔

(۲) **مبسوط**......اس کی گیارہ جلدیں ہیں (۳) تفسیر قرآن نہایت ضخیم ہے ۱۲۰ اجزاء پر مشتمل ہے اور ہر جزو کی ضخامت قرآن پاک کے حجم کے مانند ہے، (۴) شرح جامع صغیر، (۵) شرح جامع کبیر (۶) انشاء الفقہاء، (۷) شرح البخاری (۸) کتاب الامالی (۹) شرح ہدایہ وغیرہ۔

وفات...... آپ نے ۵ رجب ۴۸۲ھ میں مقام کش میں وفات پائی اور بزبان اقبال یہ کہتے ہوئے

رخصت اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں   چھوڑ کر مانند بو تیرا چمن جاتا ہوں میں

سمرقند میں مدفون ہو گئے۔

تاریخی غلطی......نواب صدیق حسن خاں نے "الحطہ بذکر الصحاح الستہ" میں آپ کا سنہ وفات ۴۸۸ھ مانا ہے جو بڑی فحش غلطی ہے اور یہ دراصل صاحب کشف الظنون کی تقلید کرنے سے ہوئی ہے کیونکہ موصوف نے شرح بخاری کے تذکرہ میں یہی سنہ ذکر کیا ہے لیکن خود موصوف نے اصول بزدوی کے ذیل میں ۴۸۲ھ ہی ذکر کیا ہے علاوہ ازیں صاحب کشف تواریخ موالید علماء ووفیات فضلاء کے سلسلہ میں کچھ ہیں بھی متساهل فمن قلده تقليدا بحتا من غيران نيقده نقدا فقد وقع في الزلل والله العاصم عن الخطاء والخلل۔[1]

هذا آخر ما اردته من جمع الاحوال والحمدلله على كل حال

سبحان ربك رب العزة عما يصفون وسلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين

پیغمبر ما ہست شہ ملک وجود   از باعث او کون ومکاں شد موجود

مارا ز شفاعتش ندارد محروم   خالق لقبش رحمت عالم فرمود

صلى الله عليه و على اله واصحابه اجمعين

نزدیک تو چہ تحفہ فرستیم ز دور   در دست ما ہمیں صلاتست والسلام

شکر خدا کہ ہر چہ طلب کردم از خدا   بر منتہائے ہمت خود کامراں شدم

العبد الضعیف محمد حنیف گنگوہی

[1] از فوائد بہیہ انساب سمعانی حدائق حنفیہ مفتاح السعادۃ نظام تعلیم ۱۲۔